تحفۃ المنعم

شرح اردو

صحیح مسلم

جلد ثالث

کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب فضائل القرآن۔ کتاب الجمعۃ۔ کتاب العیدین
کتاب الاستسقاء۔ کتاب الکسوف۔ کتاب الجنائز۔ کتاب الزکوٰۃ

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم
اُستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراتشي

مکتبہ ایمان و یقین
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
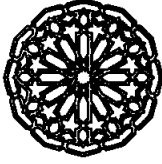
نام کتاب: تحفۃ المنعم شرح صحیح مسلم جلد ۳

مصنف: مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم

ضخامت: ۷۱۶ صفحات

طبع: اوّل

سن طباعت: ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ بمطابق فروری ۲۰۱۳ء

السٹریشن: محمد امین (فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن)

ناشر: مکتبہ ایمان و یقین

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

0300-9268449
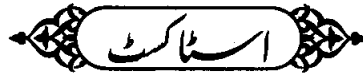
ادارۃ الرشید کراچی

0321-2045610, 021-34928643

E-mail:idaraturrasheed@gmail.com

E-mail:idaraturrasheed@yahoo.com

☆ مکتبہ شیخ بہادر آباد کراچی

☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

☆ علمی کتاب گھر، اردو بازار کراچی

☆ المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

☆ عزیز کتاب گھر، بیراج روڈ سکھر

☆ مکتبۃ الاحمد، باکھری بازار ڈیرہ اسماعیل خان

☆ ادارۃ الحرمین، بالقابل تحصیل کونسل صادق آباد

☆ بیت القران، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی چھوٹی گھتی، حیدر آباد

☆ بیت القران اردو بازار کراچی

☆ ادارۃ النور بنوری ٹاؤن کراچی

☆ سعدی کتب خانہ گلشن اقبال کراچی

☆ مکتبہ بیت العلم اردو بازار کراچی

☆ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

☆ مکتبہ النور، بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

☆ الخلیل پبلشنگ ہاؤس، اقبال روڈ راولپنڈی

☆ وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار پشاور

☆ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی

☆ دار الاشاعت اردو بازار کراچی

☆ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی

☆ مکتبہ معارف القران کورنگی کراچی

☆ مکتبہ بیت العلم اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ امدادیہ، ٹی بی روڈ ملتان

☆ مکتبہ یوسفیہ، بلدیہ سینٹر میر پور خاص

☆ کتاب مرکز، فیر روڈ سکھر

☆ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان

☆ اسلامی کتاب گھر، عظیم مارکیٹ راولپنڈی

فہرست مضامین

وَمِنْ مَذْهَبِي حُبُّ النَّبِيِّ وَكَلَامِهٖ
وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

روزِ محشر ہر کسے باخویش دارد توشۂ
من نیز حاضر میشوم "تشریح" مسلم در بغل

نَضَّرَ اللهُ اِمْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا ۔

(الحدیث طبرانی)

میں اپنی اس محنت شاقہ کو اپنی مادرِ علمی اور عالمی مرکزِ علمی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی طرف منسوب کرتا ہوں

جس کے سایۂ عاطفت میں

بندہ نے محدث العصر حضرتِ اقدس حضرت مولانا محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ

اور صدر مدرس حضرت اقدس حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمہ اللہ سے

احادیث مقدسہ کی سند حاصل کی۔

فضل محمد یوسف زئی

باب فضل صلوٰة الجماعة وبيان الوعيد عن التخلف عنها

نماز باجماعت کی فضیلت اوراس سے پیچھے رہنے پر شدید وعید

اس باب میں امام مسلمؒ نے چودہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۴۷۱ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۵ درجہ زیادہ اجر رکھتی ہے۔''

نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت

تشریح:

''صلوٰة الجماعة''

قال الله تعالىٰ: ﴿واركعوا مع الراكعين﴾

لیلۃ المعراج میں جب نماز فرض ہوئی تو دن کے وقت حضرت جبریل آگئے اور ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی، نماز باجماعت کی مشروعیت کب ہوئی، اس میں علماء کی دورائے ہیں، علماء کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ جماعت سے نماز کی مشروعیت مکہ میں ہوئی، لیکن دوسرے طبقے کا خیال ہے کہ اس کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی، اصل حقیقت انشاء اللہ اس طرح ہے کہ جماعت کی مشروعیت تو مکہ ہی میں ہوئی، جس پر حدیث امامت جبریل دلالت کررہی ہے، لیکن جماعت کا ظہور اور اس پر مداومت اور مواظبت مدینہ منورہ میں ہوئی، کیونکہ کفار کے غلبہ کی وجہ سے مکہ میں کھل کر جماعت کرانا آسان کام نہیں تھا۔ جماعت کی فضیلت اور اس کی ترغیب وترہیب میں اتنی کثیر تعداد میں احادیث ہیں کہ اگر سب کو یکجا کیا جائے تو ایک بڑا خزانہ تیار ہوسکتا ہے۔ اس باب کے تحت وہی احادیث نقل کی گئی ہیں، جن سے جماعت کی فضیلت، تاکید اور مسائل وفضائل کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ان کثیر احادیث کے دیکھنے کے بعد آسانی سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نماز جیسی عظیم عبادت کیلئے جماعت کی کتنی بڑی اہمیت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں دو آدمیوں کا سہارا لے کر مشقت اٹھائی اور جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، نماز جب فرض ہوئی تو پہلی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی گئی، یہ بھی جماعت کی اہمیت کی علامت ہے۔

جماعت فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مردوں کیلئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے کئی گنا افضل ہے اور بغیر شرعی عذر جماعت ترک کرنا بری بات ہے۔ اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ بعض ایسے اعذار ہیں جن کی وجہ سے جماعت ترک کرنا جائز ہے، تمام فقہاء نے

اپنے اپنے فقہی انداز سے یہ اعذار لکھے ہیں، لیکن اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس وقت جماعت کا حکم کیا ہے، آیا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے، اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

شوافع کا مختار اور اصح قول یہ ہے کہ فرض نماز کیلئے جماعت فرض کفایہ ہے، محققین شوافع اسی کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن شوافع کا مشہور قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، امام مالکؒ کے ہاں جماعت سنت ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے، لیکن نماز کے لئے شرط نہیں ہے، لہٰذا تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی، مگر گناہ گار ہوگا، اہل ظواہر کے نزدیک فرض نماز کے لئے جماعت کرنا شرط کے درجہ میں ہے، اگر بغیر عذر کسی نے جماعت کے بغیر نماز ادا کی تو نماز نہیں ہوگی۔

ائمہ احناف کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے بارے میں ان کے ہاں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے، وجوب کا قول راجح ہے، چنانچہ مشہور حنفی محقق علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس پر سنت کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے، یعنی خود جماعت سنت نہیں، بلکہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہوا ہے، بعض احناف نے سنت کا فتویٰ دیا ہے، متقدمین احناف سنت کے قائل ہیں۔

محاکمہ

اس طویل اختلاف اور متفرق اقوال کی وجہ کیا ہے، اس بارے میں حضرت علامہ شاہ انور شاہ کاشمیریؒ اس طرح محاکمہ اور فیصلہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف درحقیقت تعبیر کا اختلاف ہے، مآل کے اعتبار سے اتنا بڑا اختلاف نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ احادیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے، بعض روایات میں آیا ہے کہ اذان سننے کے بعد جماعت میں حاضر نہ ہونے والے کی نماز نہیں ہوتی، بعض میں یہ ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز جماعت کے بغیر صحیح نہیں۔

ادھر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں کافی نرمی ہے کہ ذرا سی بارش ہو جائے تو نماز گھروں میں پڑھنا چاہئے۔ کھانے کا زیادہ تقاضا ہو تو جماعت چھوڑ کر کھانا کھانے کی اجازت ہے لہٰذا جن حضرات نے تشدید وتغلیظ اور تہدید و وعید کو دیکھا تو انہوں نے جماعت کو فرض کہہ دیا یا نماز کی صحت کیلئے شرط قرار دیا اور جن حضرات نے نرم پہلو کو دیکھا انہوں نے سنت کا فیصلہ سنا دیا اور جنہوں نے دونوں جانبوں کو دیکھا انہوں نے واجب یا سنت مؤکدہ کا حکم لگا دیا، اس طرح یہ اختلاف رونما ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان زمین پر نہیں گرا، کسی نہ کسی نے کوئی نہ کوئی فرمان سینہ سے لگا دیا اور کہہ دیا۔

عباراتنا شتیٰ و حسنك واحد — وكل الى ذاك الجمال يشير

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن — اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

جماعت کے فوائد

محقق اسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں جماعت کے بہت فوائد بیان فرمائے ہیں، تکمیل فائدہ کیلئے ان میں سے چند کا ذکر حاضر خدمت ہے، لیکن بعینہ الفاظ نہیں بلکہ خلاصہ ہے۔

(۱) جماعت کی وجہ سے نماز جیسی عظیم عبادت بطور رسم تام اور رواج عام، مزاجوں کا حصہ بن جائے گی، جس کا چھوڑنا آسان نہیں ہوگا۔

(۲) عوام الناس اور خواص ایک دوسرے کے سامنے نماز ادا کریں گے، علماء ہوں گے، وہ عوام کی غلطیوں کو دیکھ کر اصلاح کریں گے اور جو لوگ نماز کے مسائل نہیں سمجھتے، وہ دیکھ کر یا سن کر سیکھ لیں گے۔ (۳) بے نمازی بے نقاب ہو جائیں گے کیونکہ جو مسجد میں جماعت میں نہیں ہے سمجھ لو وہ نمازی نہیں۔ (۴) اجتماعی دعا بحضور رب تعالیٰ عظیم اثر رکھتی ہے، جماعت سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) جماعت میں عظیم الشان اتحاد کا مظاہرہ ہے اور بڑی شوکت اسلام ہے۔ (۶) ہر شخص کو دوسرے مجبور مسلمان کی حالت زار اور درد کا علم ہو جائے گا تو مدد کرے گا۔ (۷) جماعت میں عظیم الشان مساوات ہے کہ شاہ و گدا ایک صف میں ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

ترک جماعت کے چند اعذار

دین اسلام رحمت کا دین ہے، اس میں زحمت نہیں ہے، جہاں کوئی عذر ہے وہاں رخصت ہے، چند اعذار کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اگرچہ فہرست بہت لمبی ہے: (۱) شدید بارش کا ہونا (۲) راستوں میں کیچڑ کا ہونا۔ (۳) بدن پر ستر کا کپڑا نہ ہونا۔ (۴) شدید سردی کا ہونا جس سے بیماری لگنے یا بڑھنے کا خطرہ ہو۔ (۵) راستوں میں جان کے دشمن کا خطرہ ہونا۔ (۶) مسجد جانے سے پیچھے مال واسباب کے چوری کا خطرہ ہونا۔ (۷) رات کے وقت میں شدید اندھیرے کا ہونا۔ (۸) کسی مکان وسامان کی چوکیداری کرنا۔ (۹) کسی مریض کی تیمارداری کرنا۔ (۱۰) شدید پیشاب یا پاخانہ کا تقاضا ہونا۔ (۱۱) سفر کے دوران قافلے سے بچھڑنے کا خطرہ ہونا۔ (۱۲) درس وتدریس میں ایسا مشغول ہونا کہ ذرا فرصت نہ ہو، مگر یہ عذر کبھی کبھی ہو ہمیشہ نہ ہو۔ (۱۳) اتنا بیمار ہونا کہ چلنے پر قدرت نہ رہے یا نابینا ہونا۔

(۱۴) کھانا تیار ہونا اور اس کے خراب ہونے کا خطرہ ہونا اور شدید بھوک کا احساس ہونا۔

تنہا نماز اور جماعت کی نماز میں ثواب کا فرق

"بخمس و عشرين درجة "حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب ۲۵ درجہ معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ کی روایتوں میں جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب ۲۷ درجہ بتایا گیا ہے جو بظاہر تعارض ہے۔

جواب

اس سوال اور اس تعارض کا ایک جواب یہ ہے کہ اعداد میں تعارض نہیں ہوتا، کیونکہ عدد اکثر عدد اقل کی نفی نہیں کرتا ہے، بلکہ عدد اقل عدد اکثر کے ضمن میں ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اولاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۲۵ درجہ کا انعام تھا پھر انعام بڑھ کر ۲۷ درجہ تک پہنچ گیا۔

تیسرا جواب یہ کہ یہ تفاوت کثرت جماعت اور قلت جماعت کی وجہ سے ہے، ظاہر ہے ایک لاکھ انسانوں کا مجمع ہو ان کی جماعت کی شان ہی اور ہوگی۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ تفاوت درجات امکنہ کی وجہ سے ہے، یعنی دور دور سے اکھٹے ہو کر جماعت کرلی یہ اس جماعت سے افضل ہے جو قریب قریب سے اکھٹے ہو گئے (یہ مریض جواب ہے)

پانچواں جواب یہ ہے کہ درجات کا یہ فرق اور تفاوت اشخاص اور ان کے اخلاص کی وجہ سے ہے، ظاہر ہے کسی مسجد میں صرف طلباء اور صلحاء کی جماعت ہو وہ اور شان کی ہوتی ہے اور جہاں اخلاط الناس کی جماعت ہو وہ اور درجہ کی ہوتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ جماعت کی یہ فضیلت ہر مکان کی جماعت کیلئے ہے، مسجد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ عصر اور فجر میں ۲۷ درجہ کا ثواب ہے باقی نمازوں میں ۲۵ درجہ کا ثواب ہے یا عشاء اور جمعہ کی نماز میں ۲۷ درجہ کا ثواب ہے باقی میں ۲۵ درجہ ثواب ہے۔ واللہ اعلم۔

١٤٧٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَفْضُلُ صَلَاةٌ فِي الْجَمِيعِ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً قَالَ: وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اقْرَئُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾. {الإسراء:٧٨]

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز آدمی کی تنہا نماز سے ۲۵ درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور رات کو فرشتے اور دن کے فرشتے سب فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں'' ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہاں پر یہ آیت پڑھنا چاہو تو پڑھو: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ یعنی فجر میں قرآن کا پڑھنا بے شک فجر کا پڑھنا حاضر ہونے کا وقت ہے فرشتوں کا۔

١٤٧٣ ـ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ، وَأَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۵ درجہ زیادہ اجر رکھتی ہے۔''

١٤٧٤ ـ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ سَلْمَانَ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ نماز کہ امام کے ساتھ پڑھی جائے تنہا

پڑھی جانے والی نماز سے پچیس گنا زیادہ اجر رکھتی ہے۔"

١٤٧٥ ـ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ أَبِي الْخُوَارِ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ مَعَ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ إِذْ مَرَّ بِهِمْ أَبُو عَبْدِ اللهِ خَتَنُ زَيْدِ بْنِ زَبَّانَ، مَوْلَى الْجُهَنِيِّينَ، فَدَعَاهُ نَافِعٌ، فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةٌ مَعَ الْإِمَامِ أَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً يُصَلِّيهَا وَحْدَهُ.

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نافع بن جبیر بن مطعمؒ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ابوعبداللہ کا وہاں سے گزر ہوا تو نافع نے انہیں بلایا اور کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام کیساتھ ایک نماز پڑھ لینا تنہا پچیس نمازیں پڑھنے سے زائد فضیلت رکھتا ہے۔

١٤٧٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس (۲۷) درجہ افضل ہے۔

١٤٧٧ ـ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ وَحْدَهُ سَبْعًا وَعِشْرِينَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۷ درجہ زیادہ اجر والی ہوتی ہے۔"

١٤٧٨ ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، ح قَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: بِضْعًا وَعِشْرِينَ، وقَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ: سَبْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

ابن نمیرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بیس سے زائد درجہ زیادہ اجر رکھتی ہے، جبکہ ابوبکر نے اپنی روایت میں ۲۷ درجہ بیان کیا ہے۔

١٤٧٩ ـ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ رَافِعٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بِضْعًا وَعِشْرِينَ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جماعت کی نماز تنہا نماز سے) بیس سے زائد درجہ زائد اجر رکھتی ہے۔''

١٤٨٠ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَ نَاسًا فِي بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنْهَا فَآمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا لَشَهِدَهَا .يَعْنِي صَلَاةَ الْعِشَاءِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو چند نمازوں میں غیر حاضر پایا تو ارشاد فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر ایسے لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت سے کوتاہی کرتے ہیں پھر میں ان کیلئے حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھے جمع کر کے ان کے گھروں کو آگ لگادی جائے حالانکہ تم میں سے اگر کسی کو یہ علم ہو جائے کہ اسے (مسجد میں حاضر ہونے پر) ایک فربہ (گوشت سے بھری ہوئی) ہڈی ملے گی تو ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہو جائے (لیکن نماز کیلئے حاضر نہیں ہوتا)

تشریح:

''**لقد هممت**''هم يهم نصر سے قصد وارادہ کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کسی آدمی کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں کہ وہ جماعت کرائے اور میں جا کر ان لوگوں پر ان کے گھروں کو جلا کر رکھ دوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ہیں۔

سوال: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کرلیا تو پھر آپ نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

جواب: علماء نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ گھروں میں عورتیں اور بچے ہوتے ہیں، نیز اصحاب اعذار بھی ہو سکتے ہیں، بیمار بھی ہو سکتے ہیں تو اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا، اس قسم کی احادیث ان حضرات کے مستدلات ہیں جو جماعت کے ساتھ نماز کو فرض قرار دیتے ہیں، لیکن جمہور جواب دیتے ہیں کہ دیکھو اسی روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت فرض نہیں ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پیچھے نہ رہ جاتے۔

''**ثم اخالف**'' اخالف کے صلہ میں جب الیٰ آجاتا ہے تو یہ کسی کی طرف آنے جانے کے معنی میں ہوتا ہے، یہاں جانے کے معنی میں ہے ''**بحزم الحطب**''حزم جمع ہے اس کا مفرد حزمۃ ہے، لکڑی وغیرہ کے گھٹے کو کہتے ہیں اور حطب لکڑی کو کہتے ہیں یعنی لکڑی کا گھٹا لے کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگادوں۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ منافقین تھے کیونکہ سچے صحابہ ایک چکنی ہڈی کے لالچ میں نماز کیلئے نہیں آتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ اگر چکنی ہڈی ملتی تو یہ لوگ آجاتے۔ ''**عظماً سميناً**'' یعنی اگر ان

لوگوں میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ ان کو عشاء کی نماز میں حاضری کے وقت ایک چکنی ہڈی مل جائے گی تو وہ اس کے لالچ میں عشاء کی نماز میں حاضر ہو جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود غرض لوگ منافقین میں سے تھے سچے صحابہ ایسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگلی روایت میں منافقین کا تذکرہ بھی ہے کہ ان پر عشاء کی نماز تمام نمازوں میں ثقیل ہے۔ "حبواً" بچہ جب گھٹنوں کے بل چلتا ہے، اس کو حبوا کہتے ہیں، ہاتھ اور گھٹنے اور سرین کو زمین پر ٹیک کر چلنے پر حبوا کا اطلاق پورا پورا صادق آتا ہے۔

١٤٨١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ- وَاللَّفْظُ لَهُمَا- قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ.

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافقین پر عشا اور فجر کی نماز سب سے زیادہ بھاری ہے اگر یہ لوگ جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا کچھ (اجر وثواب) ہے تو گھٹنوں کے بل بھی چل کر آتے اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ جماعت کا حکم دوں اور وہ کھڑی کی جائے پھر میں کسی کو (لوگوں کو امامت کا) حکم دوں تو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں چند مردوں کو جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں لے کر ان لوگوں کی طرف چلوں جو نماز کیلئے (جماعت میں) حاضر نہیں ہوتے پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

١٤٨٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَانِي أَنْ يَسْتَعِدُّوا لِي بِحُزَمٍ مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ تُحَرَّقُ بُيُوتٌ عَلَى مَنْ فِيهَا.

ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ نے ہم سے بیان کیں پھر انہوں نے ان میں سے چند احادیث ذکر کر کے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کے ڈھیر لگائیں پھر میں کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر جو گھروں میں رہے اس کو (اس ڈھیر میں آگ لگا کر) جلا دوں۔

١٤٨٣ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِنَحْوِهِ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (میں نے ارادہ کیا کہ جو لوگ نماز کے لیے نہیں آئے، ان کو جلا دوں) روایت منقول ہے۔

١٤٨٤ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ. ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جو جمعہ کی نماز میں کوتاہی کرتے تھے، فرمایا بیشک میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو حکم دوں کہ نماز پڑھائے لوگوں کو پھر میں ایسے لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔

تشریح:

"عن الجمعة" اس روایت میں جمعہ کی نماز سے پیچھے رہ جانے پر وعید ہے تو اس وعید میں عموم ہے، عام نمازوں کو ترک کرنے پر بھی وعید ہے اور جماعت کے ترک کرنے پر بھی وعید ہے اور جمعہ پر بھی وعید ہے، اس باب میں چند دیگر الفاظ کی وضاحت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"الفذ" تنہا نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، یعنی جماعت کی فضیلت اس شخص کو نہیں ملے گی۔

"جزءً" درجةً اور جزءً کا مفہوم ایک ہی ہے، یہ تصرف رواۃ ہے، یا تفنن فی العبارات ہے۔ "في الجميع" اس سے جماعت مراد ہے۔

"بضعاً و عشرين" یعنی بیس سے زیادہ اس سے ۲۵ درجہ زیادہ بھی لیا جا سکتا ہے اور ستائیس درجہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

باب وجوب اتيان المسجد على من سمع النداء

جو شخص اذان سنے اس پر واجب ہے کہ مسجد میں آئے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

١٤٨٥ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ - قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ - عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ. فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ. فَقَالَ نَعَمْ. قَالَ: فَأَجِبْ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مسجد تک مجھے لے کر آئے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ

وہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیا کرے۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ جب وہ واپسی کیلئے مڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ (یعنی تمہارے گھر تک اذان کی آواز آتی ہے؟) اس نے کہا ہاں! فرمایا کہ پھر اس کا جواب دیتے ہوئے مسجد حاضر ہوا کرو (گویا تمہیں بھی اجازت نہیں ہے کہ گھر پر نماز پڑھ لو)

تشریح:

''رَجُلٌ اَعْمٰی'' اس سے عبداللہ بن ام مکتومؓ صحابی مراد ہیں، دوسری روایت میں تصریح موجود ہے ''فرخص له'' چونکہ اس شخص کے پاس کوئی رہبر نہیں تھا خود نابینا تھا تو شرعی اعذار میں سے ان کے پاس مضبوط عذر موجود تھا، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت بھی دیدی۔

''فلما ولّی'' یعنی رخصت اور اجازت لے کر جب واپس جانے لگا تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلالیا اور پوچھا کہ کیا تم مؤذن کی اذان سنتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا سنتا ہوں، اس پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فاجب'' یعنی قولاً جواب تو تم دیتے ہو، تم کو چاہئے کہ فعلاً جواب دیدو کہ جب مؤذن ''حی علی الصلوۃ'' کہہ دے تو تم فوراً نماز کیلئے روانہ ہو جاؤ۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ نابینا شخص عبداللہ بن ام مکتوم تھے، ان کے پاس رہبر و قائد نہیں تھا تو شرعی طور پر یہ معذور و مجبور تھے، پہلے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت بھی دیدی تھی پھر آخر ان کو غیر معذور قرار دیکر حاضری پر مجبور کیوں کیا گیا؟ حالانکہ دوسرے نابینا حضرت عتبان بن مالکؓ کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی تھی کہ گھر میں نماز پڑھا کرو۔

جواب: آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افراد کیلئے درجات کے اعتبار سے الگ الگ معیار قائم کیا تھا، عبداللہ بن ام مکتوم کا درجہ چونکہ بہت بڑا تھا تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معیار بھی عام افراد سے اونچا رکھا لہٰذا ان کے عالی مقام کو دیکھ کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ دی ہوئی اجازت کو شاید اجتہاد کے بدلنے سے بدل دیا یا وحی کے آنے سے بدل دیا۔ چلے جانے کے بعد بلانے کا مقصد شاید یہ تھا کہ ان کو خوب احساس ہو جائے اور یہ مسئلہ ذہن نشین ہو جائے کہ جماعت میں حاضر ہونا ہے، اس سے جماعت کی بڑی تاکید ہوگئی اور حضرت عتبان کا درجہ اتنا بلند نہ تھا لہٰذا ان کا معیار الگ رکھا اور گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدی جو امت کے ہر معذور کو حاصل ہے۔

باب صلوة الجماعة من سنن الهدىٰ

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنن ہدیٰ میں سے ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

١٤٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ - وَقَالَ - إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ.

ابوالاحوصؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہمارا یہ خیال ہے کہ جماعت کی نماز سے ایسا منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوگیا ہو یا مریض (جماعت سے پیچھے رہتا تھا) بلکہ مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر نماز میں حاضر ہوتا تھا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھلائے اور انہی ہدایت کے طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس میں نماز پڑھی جائے جماعت کے ساتھ۔

١٤٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ أَبِي الْعُمَيْسِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ کل کو اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہو کر ملاقات کرے (یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر ہو) تو اسے چاہئے کہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جب بھی اذان دی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدایت والے طریقے مقرر فرمائے ہیں اور ان ہدایت کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر تم بھی فلاں شخص کی طرح جو جماعت نکال کر گھر میں نماز پڑھتا ہے اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑنے والے ہو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص بھی بہت اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی بھی مسجد کا رخ کرے تو اللہ تعالیٰ ہر اٹھتے قدم کے بدلے ایک نیکی عطا فرماتے ہیں ایک درجہ بلند فرماتے اور ایک گناہ کو معاف فرماتے ہیں۔ اور ہم (حضور علیہ السلام کے زمانہ میں) اپنے آپ کو دیکھتے تھے کہ کوئی جماعت سے غیر حاضر نہیں ہوتا تھا سوائے اس منافق کے جس کا نفاق سب کے علم میں ہو اور بے شک آدمی کو مسجد میں دو آدمیوں کے درمیان گھسٹتا ہوا لایا جاتا تھا حتیٰ کہ صف کے اندر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

تشریح:

"عن عبد اللہ" اس سے مراد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، قاعدہ یہ ہے کہ طبقات صحابہ میں جب مطلق عبداللہ آتا ہے تو حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ ہی مراد ہوتے ہیں اور جب نیچے طبقات میں مطلق عبداللہ کا ذکر آتا ہے تو اس سے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مراد ہوتے ہیں۔
"حیث ینادی بھن "یعنی جہاں ان نمازوں کیلئے اذان دی جاتی ہے "سنن الھدیٰ "یعنی ہدایت کے طریقے مقرر کئے ہیں کہ اس پر چلو گے تو ہدایت پر رہو گے یہ سیدھے اور صحیح راستے ہیں اس سے سنت مؤکدہ امور مراد ہیں، یہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مراد ہے۔
"ھذا المتخلف "یہ پیچھے رہنے والا یہ اشارہ کسی خاص بڑے مشہور منافق کی طرف ہے اور اشارہ تحقیر کیلئے ہے۔ "لضللتم "یعنی انجام گمراہی تک جائے گا تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "من ترك مستحباً تهاوناً عوقب بحرمان السنة ومن ترك السنة تهاوناً عوقب بحرمان الواجب ومن ترك الواجب تهاونا عوقب بحرمان الفرض ومن ترك الفرض تهاونا عوقب بحرمان الايمان" یہ اس عبارت کا اجمال اور خلاصہ ہے جو تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین نے نقل کیا ہے، یہاں "لضللتم" سے اسی آخری انجام کو بتایا ہے، ایک روایت میں "لكفرتم" کا جملہ ہے۔ "ان كان المريض" یہ "ان مخفف من الثقيلة" ہے جو انہ کے معنی میں ہوتا ہے، اس سے پہلے حدیث میں یہ لفظ مذکور ہے "ولقد رأيتنا "یعنی ہم صحابہ کی جماعت اپنے آپ کو دیکھتی تھی کہ جماعت سے پیچھے رہنے والا مشہور منافق ہوتا تھا، اس جملہ سے وہی بات معلوم ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ کیا تھا وہ منافق تارک جماعت لوگ تھے۔ "یھادی بین رجلین "یھادی مجہول کا صیغہ ہے چلانے کے معنی میں ہے، مریض دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ ڈال کر چلتا ہے اسی کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے "ای یتوکأ علیھما لشدۃ ما بہ من المرض وضعف البدن"

باب النهي عن الخروج من المسجد بعد الاذان

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا ممنوع ہے

امام مسلمؒ نے اس باب میں دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۴۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ كُنَّا قُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَمَّا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوالشعثاءؒ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں موذن نے اذان دی۔ ایک شخص مسجد سے اٹھا اور چلنے لگا تو حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے پیچھے نظریں جما دیں حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: اس شخص نے تو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

تشریح:

"فقد عصیٰ ابا القاسم" ابوالقاسم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اکثر بطور محبت اسی نام کو ذکر کرتے ہیں، یہاں عصیان اور نافرمانی سے ترک جماعت کی نافرمانی مراد ہے، فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ وعید اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی عذر کے بغیر

اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکل کر جاتا ہے اور اپنے آپ کو محل تہمت میں ڈالتا ہے کہ لوگ کہیں گے یہ کوئی عیسائی، یہودی یا ہندو، قادیانی ہے یا کوئی منافق ہے جو نماز سے بھاگ گیا ہے، لیکن اگر کسی شخص کو شرعی عذر ہو تو وہ مسجد سے اذان کے بعد بھی جا سکتا ہے، مثلاً وہ دوسری مسجد میں امام ہے یا مؤذن ہے یا اس مسجد کی چابیاں اس کے پاس ہیں یا اس کے بغیر جماعت قائم نہیں ہو سکتی یا اس شخص کو ایسا کام درپیش ہو کہ نکلنے کے بغیر بہت نقصان ہوتا ہو، ان اعذار کے پیش نظر نکلنا معصیت نہیں ہے، طبرانی نے معجم اوسط میں ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں حاجت کے وقت نکلنے کا استثنیٰ موجود ہے، الفاظ یہ ہیں: عن ابی هریرة رضی الله عنه مرفوعاً لا یسمع النداء فی مسجدی ثم یخرج منه الا لحاجة ثم لا یرجع الیه الامنافق (فتح الملهم)۔

"یحتاز المسجد" یعنی مسجد سے نکل کر جانے لگا اور اذان ہو چکی تھی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے وعید سنائی جیسا اگلی روایت میں ہے "فقد عصی اباالقاسم" علامہ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ علماء کا اختلاف ہے کہ صحابی جب "فقد عصی رسول الله" کہتا ہے تو یہ مرفوع حدیث ہوتی ہے یا موقوف ہوگی فرمایا کہ راجح یہ ہے کہ یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

۱۴۸۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ - عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَرَأَى رَجُلًا يَجْتَازُ الْمَسْجِدَ خَارِجًا بَعْدَ الْأَذَانِ فَقَالَ أَمَّا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابو الشعثاء المحاربی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جو اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا دیکھا تو میں نے سنا انہوں نے فرمایا: "اس آدمی نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔"

باب فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ

جماعت کے ساتھ فجر وعشاء پڑھنے کی فضیلت

اس بات میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۱۴۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ - وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَعَدَ وَحْدَهُ فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور تنہا بیٹھ گئے میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا تو انہوں نے فرمایا اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں: جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا وہ آدھی رات نماز میں کھڑا رہا (یعنی اسے

آدھی رات عبادت کا اجر ملے گا) اور جس نے فجر کی نماز بھی جماعت سے پڑھی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔

۱۴۹۱ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الأَسَدِيُّ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ.

حضرت عثمان بن حکیم رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت (جس نے عشاء اور فجر کی نماز با جماعت پڑھی گویا وہ پوری رات قیام میں رہا) منقول ہے۔

تشریح:

"نصف الليل" یعنی عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ جس شخص نے پڑھ لی تو ثواب کے اعتبار سے یہ ایسا ہے کہ گویا اس شخص نے رات کا نصف اول تہجد کے ساتھ گزارا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کے وقت نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جو شخص نماز کے انتظار میں جاگ کر وقت گزارتا ہے تو گویا آدھی رات تک اس نے تہجد میں وقت گزار دیا۔ "صلى الليل كله" یعنی فجر کی نماز جس شخص نے جماعت کے ساتھ پڑھ لی تو گویا اس نے باقی آدھی رات تہجد میں گزار دی، کیونکہ فجر کی نماز میں اٹھنا اور میٹھی نیند کو قربان کرنا بڑی مشقت کی بات ہے، اس لئے اس شخص کو آدھی رات تہجد پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور آدھی رات کا ثواب عشاء کی نماز کی وجہ سے ملا ہے تو اب پوری رات کے تہجد کا ثواب اس کو مل گیا، یہ مسلمان کی مؤمنانہ زندگی کی برکت ہے، گویا یہ کم خرچ بالانشین زندگی ہے۔

۱۴۹۲ - وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ - يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ - عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَيُدْرِكَهُ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

حضرت جندبؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے صبح کی نماز (جماعت سے) پڑھی لی وہ اللہ کے ذمہ میں آ گیا اور اللہ تعالیٰ اپنے ذمے کا مطالبہ مواخذہ نہیں کرے گا کسی سے مگر یہ کہ اسے پکڑ کر جہنم کی آگ میں اوندھے منہ جھونک دے گا (یعنی ایسے شخص کو جو بھی تنگ کریگا، تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنے ذمہ کا ایسا مواخذہ کرے گا کہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا)

تشریح:

"فى ذمة الله" یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے، اس کی ذمہ داری میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو جاتا ہے، یہ نماز کی وجہ سے ایک خاص امان ہے۔ "فلا يطلبنكم الله" یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی امان کو توڑنے پر مواخذہ کرے، لہٰذا تم ایسے آدمی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔ "من ذمته "لفظ من یہاں سببيه اور اجليه ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری توڑنے کی وجہ سے وہ تمہاری گرفت نہ کرے، تم اس سے بچو، لہٰذا ایسے نمازی کو تکلیف پہنچانے سے احتراز کرو، پورے جملہ کا مطلب یہ ہے: "ای ينقض عهده و اخفار ذمته بالتعرض لمن له ذمة" "فيدركه" یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کے توڑنے کی پاداش میں پکڑنا

چاہتا ہے تو اس کو پالیتا ہے، وہ بھاگ کر نکل نہیں سکتا ہے۔ "فیکبہ فی نار جھنم" یعنی اسے پکڑ کر اللہ تعالیٰ منہ کے بل دوزخ میں گرادیتا ہے، علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حفاظت کی یہ ذمہ داری اور پھر یہ سزا فجر کی نماز کے ساتھ اس لئے خاص فرمادی کہ فجر کی نماز کی ادائیگی میں مشقت ہوتی ہے، اس نماز کی الگ ایک شان ہے۔

١٤٩٣ - وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْقَسْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

جندب قسریؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی تو وہ اللہ کی حفاظت اور پناہ میں ہے سو اللہ تعالیٰ اپنی پناہ کا تم میں سے جس کسی سے بھی ذرا سا حق طلب کرے گا تو اس کو پکڑ کر سرنگوں کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

١٤٩٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ هَارُونَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ: فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

جندب بن سفیانؓ سے حسب سابق (جس نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے..... الخ) روایت نقل کرتے ہیں لیکن اس روایت میں دوزخ میں ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔

باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر

عذر کی وجہ سے جماعت سے پیچھے رہنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

١٤٩٥ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي وَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ وَدِدْتُ أَنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي مُصَلًّى. فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ

أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ. قَالَ فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا وَرَائَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ- قَالَ- وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ لَهُ- قَالَ- فَثَابَ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ حَوْلَنَا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ذَوُو عَدَدٍ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُلْ لَهُ ذَلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. قَالَ: قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ فَإِنَّمَا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ لِلْمُنَافِقِينَ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ- وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ- عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ.

حضرت عتبان بن مالکؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابی ہیں اور انصاری تھے ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بینائی زائل ہوگئی یا کمزور ہوگئی ہے، میں اپنی قوم کی امامت بھی کرتا ہوں جب بارشیں برستی ہیں تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو نشیبی علاقہ ہے بہنے لگتا ہے اور میں اس قابل نہیں رہتا کہ ان کی مسجد میں آکر امامت کرسکوں، لہٰذا یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور کسی جگہ پر نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لیے مصلیٰ (جائے نماز) بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں انشاء اللہ ایسا ضرور کروں گا۔ چنانچہ عتبانؓ فرماتے ہیں کہ اگلے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ دن چڑھے تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو بلایا اور گھر میں داخل ہونے کے بعد بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے، دو رکعت پڑھ کر آپ نے سلام پھیرا، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک رکھا تھا گوشت کے ایک کھانے کے لیے جو آپ کے لیے ہم نے بنایا تھا، اسی دوران محلے کے کچھ لوگ ہمارے اردگرد آگئے حتیٰ کہ کافی تعداد میں لوگوں کا مجمع ہوگیا، کسی نے کہا کہ مالک بن الدخشن کہاں ہے؟ بعض نے کہا کہ وہ منافق ہے، اللہ و رسول سے محبت نہیں رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے بارے میں ایسا مت کہو، تم نے دیکھا نہیں کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر لا الہ الا اللہ کہہ چکا ہے، لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس کی خیرخواہی سب منافقین کے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ پر حرام کردیا ہے۔ ابن شہابؒ زہری کہتے ہیں کہ پھر میں نے حصین بن محمد الانصاری سے

جو بنی سالم کے ایک فرد اور ان کے سرداروں میں سے ہیں محمود بن ربیع کی اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔

تشریح:

''عتبان بن مالکؓ'' یہ شان والے صحابی ہیں، انصار کے قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا اس لئے خزرجی کہلاتے ہیں پھر بنو سالم عوف بن عمرو بن عوف کے خاندان میں تھے اس لئے سالمی کہلاتے ہیں۔ مسجد قباء کے آس پاس بنو عمرو بن عوف کا قبیلہ رہتا تھا عتبان وہیں پر اپنی قوم کے امام تھے آخر میں نگاہ کمزور ہوگئی تھی مسجد اور ان کے گھر کے درمیان پانی کا نالہ تھا وہاں سے جانا مشکل ہوگیا تو آپ نے اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کیلئے مختص کرلی، برکت کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افتتاح کیلئے بلایا، اس حدیث میں یہی قصہ ہے پھر مالک بن دخشن کی بات آگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی، کتاب الایمان میں حدیث نمبر ۱۴۹ کے تحت پوری تفصیل لکھی گئی ہے وہاں بھی دیکھ لیں۔ ''علی خزیر'' خا پر زبر ہے زا پر زیر ہے پھر یا پر سکون ہے آخر میں را ہے ایک روایت میں را کے بعد گول تا ہے یعنی خزیرۃ ہے اب یہ کیا چیز ہے، اہل تراجم نے عجیب عجیب ترجمہ کیے ہیں مثلاً ایک مترجم نے یہ ترجمہ کیا پس ہم نے آپ کو روک رکھا تھا گوشت کے ایک کھانے کیلئے یہ ترجمہ میرے خیال میں صحیح نہیں ہے جو ایک دیوبندی عالم نے کیا ہے، دوسرے صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے ہم نے آپ کو روک رکھا تھا گوشت کی کڑی کے واسطے جو آپ کیلئے پکائی تھی، یہ بھی عجیب ترجمہ ہے مگر پھر بھی غنیمت ہے جو ایک اہل حدیث عالم نے کیا ہے، ایک اور صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے ''ہم نے آپؐ کیلئے قیمہ کا کھانا پکایا تھا'' یہ ایک بریلوی عالم کا غلط ترجمہ ہے، پھر ایک اور دیوبندی صاحب نے ترجمہ کیا ہے: ''ہم نے آپ کے لیے حریرہ بنایا ہوا تھا'' یہ ترجمہ انشاء اللہ صحیح ہوگا، مگر میں عربی تشریح و تفسیر بھی بتاتا ہوں، علامہ ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں: الخزیرۃ تصنع من لحم یقطع صغاراً ثم یصب علیہ ماء کثیر فاذ انضج ذر علیہ الدقیق و ان لم یکن فیہ لحم فھی عصیدۃ (فتح الملھم) یعنی خزیرہ اس طرح بنایا جاتا ہے کہ پہلے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے پانی میں خوب ابال کر جب گوشت گل جائے تو پھر اس میں آٹا ملایا جائے، یہ خزیرہ اور حریرہ ہے، لیکن اگر اس میں گوشت نہ ہو صرف آٹا ہو تو اس کو عصیدہ کہتے ہیں، یعنی وہ حلوا ہے۔ آج کل سعودی عرب میں ہوٹلوں اور گھروں میں ایک کھانا پکتا ہے، جس کو وہ لوگ ''ھریسہ'' کہتے ہیں، میرے خیال میں اس لفظ کی بہترین تشریح ھریسہ ہے یا پھر اس کے قریب قریب لفظ حریرہ ہے۔ اگلی روایت میں ''جشیشہ'' کا لفظ بھی آیا ہے جشیشہ اس کو کہتے ہیں کہ چھلکوں والا آٹا پانی میں خوب ابال لیا جائے اور اس میں چربی وغیرہ ملا کر پکایا جائے، اس حریرہ کا نام عربی میں جشیشہ ہے۔ ''فثاب اھل الدار'' یعنی آس پاس محلہ کے لوگ دوڑ دوڑ کر آ اکھٹے ہوگئے ''این مالک بن دخشن'' یعنی مالک بن دخشن کہاں ہے، وہ کیوں نہیں آئے، بعض نے کہا وہ منافق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مسترد کردی، تفصیل جلد اول کتاب الایمان حدیث ۱۴۹ کے تحت گزر چکی ہے۔ ''وجھہ'' یعنی ان کا رخ منافقین کی طرف ہے ''ونصیحتہ'' یعنی ان کی ہمدردی منافقین کے ساتھ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمہ شہادت پڑھتا ہے، ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ ''وھو من سراتھم'' سراۃ سری کی جمع ہے، سردار کو کہتے ہیں، حصین بن محمد انصاری بنو سالم

خاندان کے تھے اور ان کے سردار تھے۔

١٤٩٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلاَهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ رَبِيعٍ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ أَوِ الدُّخَيْشِنِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مَحْمُودٌ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ نَفَرًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ الأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ - قَالَ - فَحَلَفْتُ إِنْ رَجَعْتُ إِلَى عِتْبَانَ أَنْ أَسْأَلَهُ - قَالَ - فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهُ وَهُوَ إِمَامُ قَوْمِهِ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ .قَالَ الزُّهْرِيُّ ثُمَّ نَزَلَتْ بَعْدَ ذَلِكَ فَرَائِضُ وَأُمُورٌ نُرَى أَنَّ الأَمْرَ انْتَهَى إِلَيْهَا فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لاَ يَغْتَرَّ فَلاَ يَغْتَرَّ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث چند لوگوں سے جن میں حضرت ابوایوب الانصاریؓ بھی تھے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میرا تو خیال نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات ارشاد فرمائی ہو جو تم کہہ رہے ہو، محمود کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھائی کہ جا کر عتبانؓ سے ضرور پوچھوں گا، چنانچہ میں دوبارہ عتبانؓ کے پاس لوٹا۔ میں نے انہیں بہت زیادہ بڑھاپے کی حالت میں پایا کہ ان کی بصارت جاتی رہی تھی اور وہ اپنی قوم کے امام تھے، میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا اور ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے اسی طریقہ سے حدیث بیان کی جس طرح پہلی مرتبہ بیان کی تھی۔ ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بہت سے فرائض واحکامات نازل ہوئے جن کے متعلق ہم یہ گمان کرتے تھے کہ معاملہ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا پس جو چاہے دھوکہ نہ کھائے تو اسے چاہیے کہ دھوکہ نہ کھائے۔

تشریح:

"قال محمود بن الربیع" محمود بن ربیع نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے سامنے جب یہ حدیث اور پورا قصہ بیان کیا تو حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کوئی کلام نہیں کیا، یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہو، صرف کلمہ سے جنت میں داخل کیسے ہوگا؟ میں نے قسم کھائی کہ میں اس کی تصدیق کروں گا، چنانچہ میں جب مدینہ آیا تو سیدھا حضرت عتبان بن مالک کے پاس پہنچا اور اس حدیث کا ان سے پوچھا انہوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی دفعہ بیان کیا تھا، ابوایوب انصاریؓ کا نام خالد بن زید ہے، مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر اترے تھے، غزوہ روم میں آپ کا انتقال ہوا اور وصیت فرمائی کہ مجھے مجاہدین کے گھوڑوں کے قدموں کے نیچے دفنا دو اور قبر کو چھپا دو، قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس دفنائے گئے۔

"قال الزهری ثم نزلت" یعنی ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ پڑھنے سے جنت میں جانے کی بات ابتداء اسلام کی بات تھی، بعد میں نئے احکام آئے، فرائض آئے، تفصیلات آئیں، اب سب کو پورا کرنا ہوگا، صرف کلمہ سے کام نہیں چلے گا۔"ان لا یغتر فلا یغتر" یعنی جس کے بس میں ہو کہ وہ دھوکہ سے بچ جائے اور دھوکہ نہ کھائے تو وہ دھوکہ نہ کھائے، بلکہ پورے احکام کو چلائے، صرف کلمہ شہادت پر بھروسہ کر کے دھوکہ میں نہ رہے، قیامت میں سب احکام کا سوال ہوگا، بہرحال کتاب الایمان میں اس طرح کی احادیث پر تفصیل سے کلام ہوگیا ہے۔

۱۴۹۷- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ إِنِّي لَأَعْقِلُ مَجَّةً مَجَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ دَلْوٍ فِي دَارِنَا .قَالَ مَحْمُودٌ فَحَدَّثَنِي عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَصَرِي قَدْ سَاءَ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ وَحَبَسْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَشِيشَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ .وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ مِنْ زِيَادَةِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ.

محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ مجھے اتنی سمجھ تھی (یاد ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلی ہمارے گھر یا محلے میں ڈول سے کی تھی، محمود کہتے ہیں کہ مجھ سے عتبان بن مالکؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے۔ آگے پوری سابقہ حدیث بیان کی اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ دو رکعات پڑھیں پھر ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص قسم کے کھانے کے لیے جسے جشیشہ کہتے ہیں روک لیا جو ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا اور اس کے بعد حدیث میں یونس اور معمر کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح:

"علی جشیشة" خزیرہ اور جشیشہ میں بہت معمولی فرق ہے اس سے پہلے حدیث میں تفصیل لکھی گئی ہے "رکعتین" حضرت عتبان بن مالکؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھ لی، حضرت عتبانؓ نے بطور تبرک اس جگہ کو نماز کیلئے مسجد منتخب کرلیا، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ضمن میں بہت سارے مقامات کی نشاندہی فرمائی کہ دیکھو تبرک بآثار الصالحین ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کا انکار نہیں کرنا چاہئے، مثلاً مکہ اور مدینہ کے درمیان کئی مساجد ان مقامات پر بنی ہیں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا یا نماز پڑھی تھی، اسی طرح واقعہ معراج میں جبریل امینؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متبرک مقامات میں اتار کر دو نفل پڑھنے کا اشارہ دیا، مثلاً یثرب مدینہ میں دو رکعت کا حکم دیا، پھر جبل طور سینا پر دو رکعت کا حکم دیا، جہاں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا تھا پھر حضرت شعیبؑ کے مکان پر دو نفل کا حکم دیا پھر حضرت موسیٰؑ کے پانی پلانے کی جگہ پر دو نفل کا حکم دیا پھر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی جگہ بیت اللحم میں دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ یہ سب تبرک بآثار الصالحین ہیں جو جائز ہے، مگر غلو سے بچنا چاہئے۔ (فتح الملہم) "محمود بن الربیع" کہا جاتا ہے کہ محمود بن ربیع نے چار سال یا پانچ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے، اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ چھوٹا بچہ اگر عقلمند ہو تو اس کی سماعت حدیث معتبر ہے۔ "مجۃ مجھا" منہ کے پانی کے ساتھ معمولی تھوک ملا کر جب باہر پھینکا جائے اس کو مجہ کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل لگی کے طور پر پیار سے اس بچے کے منہ میں کلی کا پانی پھینکا ہے یا برکت کے طور پر پھینکا ہے تاکہ اس بچے کو یہ حدیث خوب محفوظ ہو جائے۔

باب جواز الجماعة فی النافلة

نفل نماز میں جماعت کرانے کا جواز

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۱۴۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: قُومُوا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ .قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَائَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے پر جو انہوں نے بنایا تھا بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا پھر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور ایک چٹائی جو ایک عرصے تک بچھے رہنے کی وجہ سے کالی پڑ گئی تھی لایا اور اسے پانی سے دھو دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے، میں نے اور ایک یتیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ لی، جبکہ بوڑھی (دادی) ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر کر واپس ہوئے۔

تشریح:

"الحصیر" چٹائی کو حصیر کہتے ہیں "فنضحتہ" ہوسکتا ہے کہ اس چٹائی پر میل کچیل اور گرد وغبار لگا تھا، اس لئے دھویا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس چٹائی کو نرم کرنے کیلئے اس پر پانی پھینکا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ چٹائی یا جائے نماز وغیرہ کسی چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ سجدہ کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ خالص زمین پر ہو، بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ حجاج بن یوسف کا عقیدہ بھی اسی طرح تھا کہ سجدہ صرف زمین پر پیشانی رکھنے سے صحیح ہوتا ہے۔ "والیتیم" بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضرت انسؓ کے اس بھائی کا نام کسی نے نہیں رکھا تو یتیم سے مشہور ہو گیا، یہی اس کا نام پڑ گیا، لیکن دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اس کا نام "ضمیرہ بن سعد" تھا، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل نماز میں جماعت جائز ہے، علامہ نوویؒ نے اس سے نوافل کی جماعت ثابت کی ہے، علماء احناف میں سے صاحب

درمختار نے لکھا ہے کہ رمضان کے علاوہ کوئی شخص نہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھے اور نہ کوئی نفل جماعت کے ساتھ پڑھے، اگر بطور تداعی ہو تو یہ مکروہ ہے، صاحب قدوری نے "ولا یجوز" کا لفظ استعمال کیا ہے تو علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ اس سے کراہت مراد ہے ناجائز نہیں ہے، لیکن صاحب قدوری سے یہ بھی منقول ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ نہیں ہے۔

بدائع الصنائع میں لکھا ہے: ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان اھ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سنت کی نفی میں اشارہ ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ نہیں ہے، یعنی سنت نہیں ہے تو جائز ہے، فقہاء احناف کے مختلف اقوال سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر نفل کی جماعت کبھی کبھار کسی داعیہ کے تحت ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے، یہ پہلا قول ہے اور اگر تداعی کے ساتھ ہو اور دوام واستمرار سے ہو تو پھر یہ بدعت ہے، یہ دوسرا قول ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے، یہ تفصیل فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ نے لکھی ہے۔ "والعجوز" اس سے مراد ام سلیمؓ نہیں بلکہ ملیکہ مراد ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تھا، یہ حضرت انسؓ کی جدہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگلی صف میں بالغ لوگ ہوں پھر بچے ہوں اور پھر آخر میں عورتیں ہوں، جماعت کی نماز کا یہی اصل نقشہ ہے یہاں حضرت انسؓ اکیلے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں جانب میں کھڑا کیا۔

۱۴۹۹ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو الرَّبِيعِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ شَيْبَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا فَرُبَّمَا تَحْضُرُ الصَّلَاةُ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ ثُمَّ يُنْضَحُ ثُمَّ يَؤُمُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا وَكَانَ بِسَاطُهُمْ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ.

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عمدہ اخلاق کے مالک تھے، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ اس بچھونے کو جو آپ کے نیچے ہوتا تھا بچھانے کا حکم فرماتے، چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ان کا بچھونا کھجور کی شاخوں کا تھا۔

تشریح:

"فیکنس" جھاڑ دینے کے معنی میں ہے "بساط" بچھونے کو کہتے ہیں "ینضح" پانی ڈالنے کے معنی میں ہے "جرید النخل" کھجور کی شاخوں کو کہتے ہیں "الخمرة" کھجور کی چھالوں سے بنی ہوئی چھوٹی چٹائی پر بولا جاتا ہے اور کپڑے کے چھوٹے جائے نماز کو بھی کہہ سکتے ہیں "الحصیر" اور "الحصیرة" بوریا اور تنکوں سے بنی ہوئی چٹائی کو کہتے ہیں الخمرة اور الحصیر کا لفظ مشترکہ طور پر چٹائی پر بولا جاسکتا ہے، علامہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں: الخمرة هی مقدار ما یضع الرجل علیه وجهه فی سجوده من حصیر او نسیجة خوص ونحوه من النبات ولا تکون الخمرة الا فی هذا المقدار۔ (النهایة لابن اثیر ج ۲ ص ۷۷)

۱۵۰۰- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي فَقَالَ: قُومُوا فَلأُصَلِّيَ بِكُمْ .فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلاَةٍ فَصَلَّى بِنَا .فَقَالَ رَجُلٌ لِثَابِتٍ أَيْنَ جَعَلَ أَنَسًا مِنْهُ قَالَ جَعَلَهُ عَلَى يَمِينِهِ .ثُمَّ دَعَا لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَقَالَتْ أُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ خُوَيْدِمُكَ ادْعُ اللَّهَ لَهُ .قَالَ فَدَعَا لِي بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِي آخِرِ مَا دَعَا لِي بِهِ أَنْ قَالَ: اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت گھر میں میرے، میری والدہ اور ام حرامؓ کے سوا جو میری خالہ تھیں کوئی نہیں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اٹھو میں تمہارے ساتھ نماز پڑھوں، ایسے وقت میں جو نماز کا وقت نہیں ہے، ایک آدمی نے ثابت سے (جو اس حدیث کو حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں) پوچھا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت انسؓ کو اپنے کس طرف کھڑا کیا۔ ثابت نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب گھر والوں کے لیے دنیا وآخرت کی تمام خیر وبھلائی کی دعا فرمائی۔ میری والدہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ (انسؓ) آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، اس کے لیے اللہ سے دعا فرمائیں، چنانچہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ہر طرح کی خیر کی دعا مانگی اور جو آخری دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے کی وہ یہ تھی، آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو کثرت سے مال عطا فرما، اس کی اولاد میں کثرت فرما پھر ان میں برکت عطا فرما۔

تشریح:

"ام حرام" یہ صحابیہ ام سلیم کی بہن ہیں، حضرت انسؓ کی خالہ ہیں، نبی معظم رسول مکرم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالائیں ہیں۔
"خـويـدمك" یعنی یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، اس کو قبول کیجئے اور اس کیلئے دعا کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع دعا فرمائی: "اكثر مـالـه وولده" کہتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے حضرت انسؓ کے باغات میں ایک سال میں دو دفعہ پھل آتے تھے اور اولاد اتنی زیادہ ہوگئی کہ ناموں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا تھا، امام بخاری نے بخاری ص ۲۶۶ پر ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حجاج بن یوسف کے بصرہ میں آنے سے پہلے حضرت انسؓ کی ایک سو بیس اولاد مرچکی تھی، حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ آیا تھا اور حضرت انسؓ اس کے بعد ۹۵ھ تک زندہ تھے یہ تو صلبی اولاد کی بات ہے پوتے اور نواسے اس کے علاوہ ہیں۔

۱۵۰۱- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعَ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِ وَبِأُمِّهِ أَوْ خَالَتِهِ .قَالَ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے، ان کی والدہ اور خالہ کے ساتھ نماز پڑھی تو

مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کیا اور خواتین کو پیچھے کھڑا کیا۔

۱۵۰۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ - قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت شعبہؒ سے اس سند سے سابقہ روایت مروی ہے۔

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَةٍ.

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر میں ہوتی تھی، بعض اوقات سجدہ کرتے وقت آپ کے کپڑے مجھ سے چھو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اوڑھنی بچھا کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۵۰۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چٹائی پر نماز پڑھتے ہوئے پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کر رہے تھے چٹائی پر۔

باب فضل صلوة المكتوبة فى جماعة وفضل انتظار الصلوة

جماعت کے ساتھ فرائض کی فضیلت اور نماز کے انتظار کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۱۵۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ - قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ - عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً وَذَلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا

تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ فَلَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ يَقُولُونَ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز جماعت کے ساتھ تنہا گھر میں اور بازار میں نماز سے بیس سے زائد گنا اجر رکھتی ہے، اور یہ اس لیے ہے کہ آدمی جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کو آئے اور اسے سوائے نماز کے کسی اور کام نے نہیں اٹھایا، مقصد صرف نماز ہی ہے، تو اب جو قدم بھی وہ اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو جائے، پھر وہ جب مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو نماز کی وجہ سے وہ جتنی دیر رکا رہتا ہے انتظار میں تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے، (نماز کا ثواب مل رہا ہوتا ہے) اور ملائکہ اس کے لیے اس وقت تک جب تک وہ اپنی اس جگہ موجود رہتا ہے جہاں نماز پڑھی، دعائیں کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما، جب تک وہ حدث کر کے یعنی وضو توڑ کے فرشتوں کو تکلیف نہیں دیتا۔

تشریح:

"لاینھزہ"، یعنی اسکو صرف نماز اٹھا کر مسجد میں لاتی ہے کوئی اور چیز اس کو حرکت نہیں دیتی ہے "خطوۃ" قدم کو کہتے ہیں چلنا مراد ہے "فی سوقہ" گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے مراد تنہا نماز پڑھنا ہے، خواہ کہیں بھی پڑھ لے۔ "والملائکہ یصلون" اس سے فرشتوں کی دعا اور استغفار مراد ہے۔ "مالم یؤذ فیہ" اس ایذا رسانی سے فرشتوں اور انسانوں کو ایذا پہنچانا مراد ہے، اس کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے کہ مسجد میں یہ شخص ہوا خارج کرے، جس کی بدبو سے فرشتوں اور انسانوں کو تکلیف پہنچ جاتی ہے، اس ایذا رسانی کے بعد فرشتے دعا بند کر دیتے ہیں۔ "بضعاً و عشرین" بضع کا لفظ تین سے لیکر دس تک عدد پر بولا جاتا ہے، اس سے پہلے تمام مباحث پر کلام ہو چکا ہے۔

١٥٠٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ.

حضرت اعمش سے اس سند کے سابقہ حدیث منقول ہے۔

١٥٠٧ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ

اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملائکہ تم میں سے ہر اس شخص کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور کہتے ہیں کہ: اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور اے اللہ اس پر رحم فرما، جب تک وہ حدث نہ کرے اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

۱۵۰۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ حَتَّى يَنْصَرِفَ أَوْ يُحْدِثَ قُلْتُ مَا يُحْدِثُ قَالَ يَفْسُو أَوْ يَضْرِطُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی جائے نماز پر نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے تب تک وہ نماز ہی میں ہوتا ہے (اجر کے اعتبار سے) اور فرشتے اس کے لیے کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما یہاں تک کہ وہ واپس ہو جائے یا حدث کر کے وضو توڑ دے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ حدث سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ آہستہ سے ہوا خارج کرے یا گوز مارے۔

۱۵۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص نماز میں ہی ہوتا ہے، جب تک کہ نماز اسے روکے رہے اور اسے گھر والوں کے پاس جانے سے سوائے نماز کے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

۱۵۱۰ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحَدُكُمْ مَا قَعَدَ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فِي صَلَاةٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَدْعُو لَهُ الْمَلَائِكَةُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو کوئی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، تو جب تک وہ وضو نہیں توڑتا اس وقت تک ملائکہ اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

۱۵۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هَذَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے اس سند سے بھی حسب سابق حدیث مروی ہے۔

باب فضل كثرة الخطا الى المساجد

مساجد کی طرف زیادہ قدم اٹھا کر جانے کا ثواب

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۱۵۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى فَأَبْعَدُهُمْ وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيهَا ثُمَّ يَنَامُ .وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ: حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ فِي جَمَاعَةٍ.

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں نماز کے اجر کے اعتبار سے سب سے زیادہ اجر والا وہ ہے، جو مسجد سے سب سے زیادہ دور ہو چلنے میں، اس کے بعد اس کی بہ نسبت جو کم دور ہے، (اس کا اجر ہے) اور جو شخص امام کے ساتھ نماز کی ادائیگی تک انتظار کرتا ہے وہ اجر کے اعتبار سے اس شخص سے بڑھا ہوا ہے جو (جماعت کا انتظار کئے بغیر) نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

تشریح:

"مَمشیً" مصدر میمی ہے، مشی کے معنی میں ہے، یعنی چلنے کی مسافت دور ہو۔ "ثم ینام" یعنی تنہا نماز پڑھ کر سو جائے یا مختصر سی جماعت الگ کر کے سو جائے، اس سے وہ آدمی زیادہ درجے والا ہے جو مسجد کی بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور اس کیلئے انتظار کرے۔

۱۵۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ - قَالَ - فَقِيلَ لَهُ أَوْ قُلْتُ لَهُ لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ .قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ كُلَّهُ.

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا کہ مجھے علم نہیں کہ مسجد سے اس سے بھی زیادہ فاصلے پر کسی کا گھر ہو،

اس کے باوجود اس کی کوئی نماز خطا نہیں ہوتی تھی، اس سے کہا گیا یا شاید میں نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ تم ایک گدھا خرید لو اور اندھیرے اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر مسجد آیا کرو، اس نے کہا کہ میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو، میں تو چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف بڑھنے اور مسجد سے لوٹنے میں میرا چلنا لکھا جائے جب میں اپنے گھر کو لوٹوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ سب اجر جمع کر دیا۔

۱۵۱۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كِلاَهُمَا عَنِ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ .بِنَحْوِهِ.

حضرت تیمیؒ سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت مروی ہے۔

تشریح:

"لاتخطئه صلوٰۃ"، یعنی اس کی کوئی نماز جماعت سے خطا نہیں ہوتی تھی بلکہ ہر نماز میں حاضر رہتا تھا۔ "تركبه في الظلماء" یعنی اگر گدھا خرید لیتے تو اندھیرے میں رات کے وقت اس پر سوار ہو جاتے تو حشرات الارض سے حفاظت ہو جاتی اور دن کے وقت گرمی کی شدت سے بچ جاتے۔ "الرمضاء" گرمی کی وجہ سے جب ریت خوب گرم ہو جاتی ہے اس کو رمضاء کہتے ہیں۔

"ورجوعي الى اهلي" شارحین لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس طرح مسجد میں نماز کیلئے جانے میں قدم اٹھا کر ثواب ملتا ہے اسی طرح واپسی میں بھی ثواب ملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی توثیق بھی فرمادی کہ "قد جمع الله لك كله"

۱۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ بَيْتُهُ أَقْصَى بَيْتٍ فِي الْمَدِينَةِ فَكَانَ لاَ تُخْطِئُهُ الصَّلاَةُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- فَتَوَجَّعْنَا لَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا فُلاَنُ لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا يَقِيكَ مِنَ الرَّمْضَاءِ وَيَقِيكَ مِنْ هَوَامِّ الأَرْضِ .قَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ بَيْتِي مُطَنَّبٌ بِبَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَمَلْتُ بِهِ حِمْلاً حَتَّى أَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ- قَالَ- فَدَعَاهُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ وَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ الأَجْرَ .فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ.

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص تھا، اس کا مکان مدینہ کے انتہائی کنارے پر واقع تھا، اس کے باوجود اس کی کوئی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے سے نہ رہتی تھی، ہمیں اس پر ترس آیا تو میں نے اس سے کہا کہ اے فلاں! کاش کہ تم ایک گدھا خرید لو جو تمہیں جھلساتی گرمی اور حشرات الارض سے محفوظ رکھے گا، اس نے کہا کہ سنو، اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے جڑا ہوا ہو، ابیؓ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی یہ بات شدید گراں گزری اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا اور آپ کو ساری بات بتلادی تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی بات کہی اور کہا کہ وہ اپنے قدموں (کی کثرت) پر اجر کا امیدوار ہے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جس کی امید اور یقین کیا ہوا ہے وہ تمہیں ضرور ملے گا۔

١٥١٦ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت عاصم سے سابقہ حدیث اس سند سے مروی ہے۔

تشریح:

"فتوجعنا له" یعنی ان کی مشقت و محنت پر ہمیں دکھ ہوا اور درد پہنچا۔ "یقیك" یعنی وہ گدھا تمہیں دن کے وقت گرمی سے بچائے گا۔ "هوام الارض" یعنی حشرات الارض مثلاً سانپ اور بچھو وغیرہ سے تم کو رات کے وقت بچائے گا۔ "ام والله" یہ اصل میں اما واللہ ہے، الف کو گرا کر "م" پڑھا جا سکتا ہے۔ "مطنب" یہ طناب سے ہے، خیمہ کی طنابیں یعنی رسیاں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے خیمہ کو باندھ کر کھڑا کیا جاتا ہے، شاعر ساحر کہتا ہے:

هَـامَ الفُـؤادُ بِـاعَـرابِيَّةٍ سَـكَـنَـتْ بَيْتـاً مِـنَ القَلْبِ لَم تُمدَدْ لَـهُ طُنُبـاً

گویا اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا ہوں کہ میرا خیمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ساتھ لگا ہو متصل ہو بلکہ میں تو دور رہنا چاہتا ہوں تاکہ کثرت اقدام کا ثواب مجھے ملتا رہے۔ "فحملت به حملاً" حملاً پر زبر ہے دل کے اندر بوجھ محسوس کرنے کو کہتے ہیں یعنی کوئی بات برداشت سے باہر ہو لیکن اس کو دل میں چھپا کر برداشت کر لیا جائے۔ "قال القاضي عياض معناه أنه عظم علي وثقل، واستعظمته لبشاعة لفظه و همني ذلك اه۔" "فاخبرته" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صحابی نے اس شخص کی شکایت لگائی کہ اس نے اس طرح گستاخانہ جملہ کہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا، اس نے پھر وہی جملہ دہرایا "فی اثره الاجر" اس شخص کی نیت اچھی تھی، زبان سے جو جملے نکلے تھے وہ کسی برے ارادے سے نہیں تھے، بلکہ شاید ان کی نگاہ اس آیت پر تھی "ونكتب ما قدموا و آثارهم" اس لئے نبی اکرم صلی الله علیہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور "ان لك ما احتسبت" میں ان کو مستحق اجر قرار دیا۔

١٥١٧ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَتْ دِيَارُنَا نَائِيَةً عَنِ الْمَسْجِدِ فَأَرَدْنَا أَنْ نَبِيعَ بُيُوتَنَا فَنَقْتَرِبَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَنَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةً.

ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ ہمارے گھر مسجد سے دور واقع تھے، ہم نے چاہا کہ اپنے گھروں کو فروخت کر کے مسجد سے قریب گھر لے لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرما دیا اور کہا کہ ہر قدم پر تمہارا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

۱۵۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ قَالَ: حَدَّثَنِي الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ. قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ. فَقَالَ: يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ.

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے گرد کچھ پلاٹ قطعات زمین خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھے تمہارے ارادے کی اطلاع پہنچ چکی ہے، کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو، انہوں نے کہا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بنوسلمہ! اپنے انہی گھروں میں رہو تمہارے قدم لکھے جارہے ہیں، اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں پر اجر لکھا جارہا ہے۔

۱۵۱۹- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ كَهْمَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ -قَالَ- وَالْبِقَاعُ خَالِيَةٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ. فَقَالُوا مَا كَانَ يَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا.

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب میں منتقل ہو جائیں، کچھ قطعہ اراضی خالی پڑے تھے، اس کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! اپنے انہی گھروں میں رہو کہ تمہارے قدموں کے اوپر ثواب لکھا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اگر وہاں منتقل ہو جاتے تو اتنے خوش نہ ہوتے (جتنی خوش اس بات سے ہوئی)

تشریح:

”خلت البقاع“ خلت خالی ہونے کے معنی میں ہے اور البقاع، بقعة کی جمع ہے، کھلے میدان اور مکان کو کہتے ہیں ”دیارکم“ یہ منصوب ہے اس کا فعل محذوف ہے ”ای الزموا دیارکم“ یعنی تم اپنے مکانات کو لازم پکڑو ادھر سے منتقل نہ ہوں، کیونکہ وہ مکانات اگرچہ دور ہیں لیکن وہاں سے یہاں تک تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، اس پر ثواب ملے گا۔ ”مایسرنا“ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ترغیب اور ثواب کے سننے کے بعد ہمیں یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ اگر ہم منتقل ہو جاتے تو اس فضیلت کے مقابلے میں ہمیں منتقل ہونے پر کوئی خوشی نہ ہوتی۔

باب المشی الی الصلوة تمحی به الخطایا

مسجد میں نماز کیلئے جانے سے گناہ مٹائے جاتے ہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علامہ نوویؒ نے ضرورت کے بغیر خواہ مخواہ ابواب کی لائن لگادی ہے، علامہ عثمانیؒ نے یہاں اکثر ابواب کو حذف کر دیا ہے، مگر میں مجبور ہوں۔

۱۵۲۰ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ - يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَى إِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً.

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے گھر میں پاکیزگی وطہارت حاصل کی پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چل پڑا تا کہ اللہ کے عائد کردہ فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرے تو اس کے اٹھتے ہوئے قدموں میں سے ایک قدم تو اس کا ایک گناہ معاف کرتا ہے اور دوسرا قدم ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

۱۵۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرٌ - يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ - كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِي حَدِيثِ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے تم میں سے کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر بہتی ہو اور اس میں دن بھر میں ۵ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم میں کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے جسم پر تو کچھ میل کچیل باقی نہیں رہے گا، فرمایا: کہ یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

تشریح:

''الدرن'' میل کچیل کو کہتے ہیں، اس کو الوسخ بھی کہتے ہیں، یہاں یہ تشبیہ تمثیل کی قسم سے ہے جو ایک ہیئت کی تشبیہ دوسری ہیئت سے دی

جاتی ہے، یعنی ایک طرف پانچ نمازوں کی ہیئت ہے جس میں انسان کے گناہ جھڑتے ہیں دوسری طرف صاف پانی کی ایک نہر ہے جس میں ایک انسان پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے اوراس کا میل کچیل صاف ہو جاتا ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ جب میل کچیل بالکل ختم ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کبائر بھی معاف ہو گئے، کیونکہ میل تو اس کا بھی ہوتا ہے، حالانکہ ضابطہ صرف صغائر کے معاف ہونے کا ہے؟

جواب: علماء نے لکھا ہے کہ ایک ظاہر بدن کا میل ہے یہ صغائر کا میل ہے جو نمازوں کے پڑھنے سے دور ہو جاتا ہے اور ایک باطن بدن کا میل ہے جو کبائر کا میل ہے جو توبہ سے دور ہو جاتا ہے، یہاں ظاہر بدن پر صغائر کی وجہ سے جو میل ہے، وہ نمازوں سے دور ہو جاتا ہے، کبائر کا میل دور نہیں ہوتا ہے، اس کیلئے توبہ کی ضرورت ہے۔

١٥٢٢ – وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ– وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ– قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ .قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ وَمَا يُبْقِي ذَلِكَ مِنَ الدَّرَنِ.

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی مثال ایک بہتی ہوئی گہری نہر کی سی ہے، جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ اس پر کچھ میل باقی نہیں رہے گا۔

١٥٢٣ – حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص صبح یا شام کے وقت مسجد کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر صبح جنت میں ضیافت تیار کرتا ہے۔

باب فضل الجلوس فى مصلاه بعد الصبح

فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٥٢٤ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى– وَاللَّفْظُ لَهُ– قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَثِيرًا كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ أَوِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ.

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں بہت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز جس جگہ پر پڑھتے تھے وہاں سے طلوع آفتاب تک نہ اٹھتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد آپ وہاں سے اٹھتے، اس دوران لوگ دور جاہلیت کی باتوں پر گفتگو کرتے اوران پر ہنستے رہتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبسم فرمایا کرتے۔

تشریح:

"تطلع الشمس" شاید اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشراق کی نماز پڑھتے ہوں گے، اگر چہ یہاں اس کا ذکر نہیں ہے، تاہم نماز فجر کے بعد ذکر اللہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ "فیضحکون و یتبسم" یعنی جاہلیت کے عجیب واقعات سے صحابہ خوب ہنستے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، ساتھ والی روایت میں حسناً کا لفظ ہے، یعنی سورج خوب روشن ہو کر طلوع ہو جاتا۔

۱۵۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا.

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھتے رہتے تھے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا تھا۔

۱۵۲۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ .وَلَمْ يَقُولَا حَسَنًا.

حضرت سماکؒ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث منقول ہے، لیکن اس روایت میں حسنا کا لفظ نہیں ہے۔

۱۵۲۷ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ - حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذُبَابٍ فِي رِوَايَةِ هَارُونَ - وَفِي حَدِيثِ الْأَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا.

عبدالرحمٰن بن مہران جو ابو ہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے پسندیدہ مقامات اس شہر کی مساجد ہیں، جبکہ مبغوض ترین

مقامات اس شہر کے بازار ہیں۔

تشریح:

''احب البلاد'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین مقامات و مکانات مساجد ہیں، کیونکہ مسجد ہر نیکی کی بنیاد ہے، مساجد کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہے اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور تمام مساجد بیت اللہ کی بیٹیاں اور شاخیں ہیں، بیت اللہ سب کی ماں ہے۔
''اسواقها'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین مقامات بازار ہیں، کیونکہ اس میں دھوکہ ہوتا ہے، یہ جھوٹ کے مراکز ہیں، ربا کے مراکز ہیں، دھوکہ وفراڈ کے مراکز ہیں، جھوٹی قسموں کے مراکز ہیں، خلاف وعدہ کے مقامات ہیں، ذکر اللہ سے اعراض کی جگہیں ہیں، بے پردگی اور دنگل وفساد کے مواضع ہیں۔

باب من أحق بالامامة

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ.

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تین (افراد) ہوں تو ان میں سے ایک امام بن جائے اور تینوں میں امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن کے پڑھنے میں آگے ہو۔''

تشریح:

''واحقهم بالامامة اقرأهم'' یعنی سفر و حضر میں جب تین آدمیوں کی جماعت ہو تو ایک امام بن کر جماعت کرائے اور امامت کا زیادہ مستحق وہ آدمی ہے جو قرآن کا زیادہ ماہر ہو، اس سے معلوم ہوا کہ تین آدمیوں کی امامت میں ایک آگے ہو دو پیچھے ہوں، حضرت ابن مسعودؓ کی رائے ہے کہ امام درمیان میں ہو، یہ رائے شاذ ہے، اسی طرح جب دو آدمی ہوں تو امام کی دائیں جانب میں مقتدی کھڑا ہو جائے، آگے پیچھے جائز نہیں ہے، امامت کا زیادہ مستحق کون ہے، یہ بحث پہلے ہو چکی ہے اور آئندہ روایت میں بھی کچھ تفصیل آ رہی ہے۔

۱۵۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ- وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ- حَدَّثَنِي أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت قتادہؓ سے بھی یہ حدیث (جب تین افراد ہو تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن پڑھنے میں آگے ہو) اس سند سے منقول ہے۔

۱۵۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ (ح) وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ جَمِيعًا عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حسب سابق (جب تین افراد ہوں تو ان میں امامت کا وہ مستحق ہے جو قرآن پڑھنے میں اچھا ہو) روایت مروی ہے۔

۱۵۳۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي خَالِدٍ - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ - عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَائَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ .قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا.

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو (ان میں) اللہ کی کتاب کا، پھر اگر قرأت کے اعتبار سے سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ عالم بالسنۃ ہو وہ امامت کرے، پھر اگر علم بالسنۃ میں سب ہمسر ہوں تو ہجرت کے اعتبار سے جو قدیم الہجرۃ ہو، پھر اگر ہجرت کے اعتبار سے سب برابر ہوں تو جو پہلے اسلام لایا ہو وہ امامت کرے اور کوئی آدمی کسی کے زیر تسلط جگہ پر جا کے ہرگز امامت نہ کرے، نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے، مگر اس کی اجازت سے۔'' اشج نے اپنی روایت میں سِلْمًا (اسلام) کے بجائے سِنًّا (عمر میں بڑے ہونے) کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

''اقرأهم لكتاب الله'' اس حدیث میں امامت کے زیادہ مستحق لوگوں کی ترتیب بیان کی گئی جہاں تک احادیث میں استحقاق امامت کی صفات کا بیان ہے وہ تو واضح ہے، لیکن اسی پر قیاس کی بنیاد پر یا اسلاف کے اقوال کی بنیاد پر فقہاء کرام نے کچھ مزید ترجیحات کا ذکر کیا ہے، اس پر غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں اور بعض صفات کا مذاق اڑاتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، یہ اجتہادی مسائل ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے غیر مقلدین کو اجتہاد سے محروم رکھا ہے تو اس میں مقلدین کا کیا قصور ہے، تاہم مقلدین علماء کو بھی چاہئے کہ استحقاق امامت کی صفات میں زیادہ آگے نہ جائیں، جس سے غیر مقلدین کو اعتراض کا موقع ملے، اب استحقاق امامت میں کس کو مقدم رکھا جائے، روایات کے اختلاف سے فقہاء کرام میں بھی اختلاف آگیا ہے کہ کس کو امامت میں مقدم رکھا جائے۔

استحقاق امامت میں فقہاء کرام کا اختلاف:

امام احمد بن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابو یوسفؒ اور محمد بن سیرینؒ کا یہ مسلک ہے کہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو کتاب اللہ

کی قرأت میں زیادہ ماہر ہو۔امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ اورامام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ فقہ اور سنت کا زیادہ عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

دلائل:

فریق اول نے زیر بحث باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے جس میں واضح طور پر کتاب اللہ کے زیادہ قاری اور ماہر کو مقدم بتایا گیا ہے چنانچہ زیر بحث حدیث میں سب سے پہلے قاری کا ذکر ہے، تقابل کی صورت میں اگر قرأت میں دونوں برابر ہوں تو پھر علم فقہ اور سنت کا زیادہ ماہر مقدم ہے، اگراس میں دونوں برابر ہوں تو پھر جس نے پہلے ہجرت کی وہ زیادہ مستحق ہے اگر ہجرت میں دونوں برابر ہوں تو پھر جس نے اسلام کو پہلے قبول کیا ہو یا عمر میں زیادہ ہو وہ زیادہ مستحق ہے۔

فریق ثانی نے بھی اپنے استدلال میں زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن وہ فرماتے ہیں کہ اقرأهم بكتاب الله سے صرف قاری مرادنہیں ہے، بلکہ اس سے اعلم بكتاب الله مراد ہے، کیونکہ اس زمانہ میں اقرأ اعلم ہوتا تھا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں حضرت ابوبکرؓ کو امام بنایا، کیونکہ وہ جامع صفات تھے اور اعلم بکتاب اللہ تھے، حالانکہ ظاہری قرأت میں سب سے اعلیٰ تو حضرت ابی بن کعبؓ تھے، مگران کو مقدم نہیں کیا، نیز نماز کے دوران قرأت کی طرف ایک رکن میں احتیاج آتی ہے، جبکہ علم وفقہ کی طرف ہر رکن میں آدمی محتاج ہوتا ہے، لہٰذا سنت اور مسائل کا جاننے والا زیادہ مستحق ہونا چاہئے۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو جو امامت کیلئے سب سے زیادہ مستحق جان کر آگے کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ تمام صفات و کمالات اور شرافتوں میں سب سے آگے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، لہٰذا امت کے تمام لوگوں پر بھی لازم ہے کہ وہ انہی صفات کے حامل افراد کو امامت کیلئے آگے لائیں۔ بہرحال اس بیان کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتیں ذہن میں آتی ہیں جس کی موجودگی میں پوری تسلی حاصل نہیں ہوتی ہے، بس صرف قناعت کی بنیاد پراتنا ہی لکھ سکتا ہوں۔

"سلماً" اس سے اسلام مراد ہے، جس طرح دوسری روایت میں تصریح ہے۔"في سلطانه" امامت کو سلطنت اور حکومت سے تشبیہ دی گئی ہے یا ظاہری سلطنت اور حکومت مراد ہے کیونکہ بادشاہ یا والی کی موجودگی میں وہی امامت صغریٰ کا زیادہ مستحق ہے، جبکہ وہ امامت کی اہلیت رکھتا ہو آج کل کے احمقوں کی طرح نہ ہو، اگر مسجد کا امام کسی کو اجازت دیدے تو پھر دوسرے کی امامت جائز ہے، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ تنازع اور تقابل اس مقام میں ہے جہاں امام راتب مقرر نہ ہو، اگر کوئی شخص باقاعدہ امام ہو تو اس صورت میں وہی امامت کا حقدار ہے، کسی اور کو اس کی اجازت کے بغیر جماعت کرانا جائز نہیں ہے۔

"على تكرمته" گھر کے اندر بڑوں کیلئے ایک نمایاں جگہ بنی ہوئی ہوتی ہے، کسی نووارد کو آکر اس پر بیٹھنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ اجازت دیدے تو پھر صحیح ہے، اساتذہ کیلئے درسگاہوں میں جو خاص جگہ بنی ہوئی ہوتی ہے، اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

١٥٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

اعمشؒ سے اسی سند کے ساتھ سابقہ روایت (لوگوں کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو پھر وہ جو عالم بالسنہ ہو......الخ) منقول ہے۔

۱۵۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّار قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَائَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَائَتُهُمْ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَلَا تَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا تَجْلِسْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَكَ أَوْ بِإِذْنِهِ.

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب کا سب سے زیادہ قاری ہو اور پرانا قاری ہو، پھر اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں قدیم ہو وہ امامت کرے، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے اور کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر یا اس کے زیر حکم جگہ میں امامت ہرگز نہ کرے اور نہ ہی اس کے گھر میں اس کی نشست اور مسند پر بیٹھے، سوائے اس کی اجازت سے۔''

۱۵۳۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا فَسَأَلَنَا عَنْ مَنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم سب جوان اور تقریباً ہم عمر تھے، آپ کی خدمت میں ہم نے بیس راتیں قیام کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحم دل، نرم خو اور مہربان تھے، آپ کو خیال ہوا کہ شاید ہمیں اپنے گھروں کو جانے کا شوق ہو رہا ہے، لہٰذا آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھروں میں کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں؟ جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا تو آپؐ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ، انہی کے درمیان رہو اور انہیں دین کی تعلیم دو، انہیں حکم دو کہ جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

تشریح:

''شببة متقاربون'' شببة جمع ہے، اس کا مفرد شاب ہے، جوان کو کہتے ہیں، یعنی قریب قریب ہم عمر تھے، یہ وفد غزوہ تبوک سے کچھ

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا، غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا۔ "اشتقنا اھلنا" یعنی بیس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزار کر ہمیں اپنے اہل وعیال اور گھر یاد آ گئے تو جانے کا شوق پیدا ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل مہربان تھے، آپؐ نے جب ہمارے شوق کو دیکھا تو ہمیں اجازت دیدی اور کچھ رہنمائی فرمائی، وہ یہ کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک آدمی اذان دیدے اور پھر جو بڑی عمر کا ہو وہ امام بن کر نماز پڑھائے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر بے جا پابندی لگانا مناسب نہیں ہے کہ تم اب سال میں ہو یا چلے میں ہو، تمہارا فون پر بات کرنے سے چلہ خراب ہو جائے گا یا سال والا آدمی شادی شدہ ہے، گھر کے قریب مسجد میں تشکیل پر آ گیا ہے، مگر اس کو والدین اور بیوی سے ملاقات پر پابندی ہے، یہ دین نہیں ہے، نہ کوئی عقلمندی ہے، بلکہ حقوق العباد میں کوتاہی کرنے کا کام ہے۔ اس حدیث میں مقامی کام کو اہمیت دی گئی ہے اور بیرونی کام کو موقوف کر دیا گیا ہے۔

۱۵۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ایوب سے مروی ہے۔

۱۵۳۶ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَبُو سُلَيْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاسٍ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ . وَاقْتَصَّا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ.

ان اسناد کے ساتھ حضرت ایوب اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم سب ہم عمر تھے، پھر بقیہ حدیث ابن علیہ کی روایت کی طرح بیان کی۔

۱۵۳۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَلَمَّا أَرَدْنَا الإِقْفَالَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب ہم نے (کچھ عرصہ قیام کے بعد) آپؐ کے پاس سے کوچ کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان دینا اقامت کہنا اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔"

۱۵۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ - يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ - حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ الْحَذَّاءُ وَكَانَا مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْقِرَائَةِ.

حضرت خالد حذاء رضی اللہ عنہ نے اسی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں، باقی خالدؒ نے اتنی زیادتی بیان کی ہے کہ حذاء نے کہا کہ وہ دونوں قرأت میں برابر تھے۔

باب استحباب القنوت النازلة

قنوت نازلہ کے استحباب کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۵۳۹- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالاَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ صَلاَةِ الْفَجْرِ مِنَ الْقِرَائَةِ وَيُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ .ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ اللَّهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ .ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهُ تَرَكَ ذَلِكَ لَمَّا أُنْزِلَ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں جب قرأت سے فارغ ہوتے (دوسری رکعت میں) تو تکبیر کہتے (اور رکوع میں جاتے پھر) رکوع سے سر اٹھا کر ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد'' فرماتے، پھر کھڑے کھڑے ہی فرماتے: ''اے اللہ ولید بن الولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر کمزور و بے کس مومنین کو نجات عطا فرما (کفار کے مظالم سے) اے اللہ! قبیلہ مضر کو اپنی سخت پکڑ سے کچل دے، اے اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام کے قحط جیسا قحط مسلط کر دے۔ اے اللہ! لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل پر پھٹکار نازل کیجئے، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔'' ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ﴿لیس لک من الأمر......الایۃ﴾ (اے نبی! آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے ان پر، اللہ چاہے ان کی توبہ قبول کر لے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم ہیں) کے نزول کے بعد یہ بددعاؤں کا سلسلہ ترک فرما دیا۔

تشریح:

''ثم یقول وھو قائم'' ایک قنوت الوتر ہے جو وتر واجب نماز میں عشاء کی نماز کے بعد ہوتی ہے، وہ رکوع میں جانے سے پہلے ہوتی ہے، قنوت کے پڑھنے کے بعد رکوع میں جانا ہوتا ہے، دوسری قنوت نازلہ ہے جو مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جنگ کے وقت ہوتی ہے، یہ رکوع سے واپس ہو کر قومہ کی حالت میں کھڑے کھڑے دعا ہوتی ہے، یہ قنوت عام طور پر فجر کی نماز میں ہوتی ہے، لیکن اگر دشمن کی طرف سے جنگ میں زیادہ شدت آ جائے تو خطرہ کے پیش نظر یہ قنوت عشاء اور مغرب کی نمازوں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے، بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ظہر اور عصر میں بھی ثابت ہے، جیسا کہ آ رہا ہے۔

"اللھم انج الولید" یہ ولید بن ولید ہیں جو حضرت خالد بن ولید کے بھائی ہیں، بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے، پھر گرفتار ہوئے ،فدیہ دیکر چھوٹ گئے پھر مسلمان ہو گئے تو کفار نے مکہ میں جیل میں بند کر دیا اور ان پر تشدد شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے قنوت نازلہ شروع کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو رہائی دلا دے، چنانچہ آخر میں یہ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے، ہوا یہ کہ ان تینوں ساتھیوں نے فرار ہونے کا مشورہ کیا، اللہ تعالیٰ نے راستہ بنالیا، یہ نکل گئے حضرت ولید ؓ تینوں کی رہنمائی فرما رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی رہائی کا بتلا دیا، ولید بن ولید ؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تو ان کے پاؤں زخمی زخمی تھے، تیز تین دن تک پیدل چلنے سے ان کا سانس پھولا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے کہ موت آگئی اور مر گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شہید ہیں۔

"و سلمة بن هشام" یہ ابوجہل کے بھائی ہیں، قدیم الاسلام تھے، حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مکہ واپس آگئے تو کفار نے ان کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے روک دیا اور مکہ میں قید کر لیا اور سخت ترین عذاب میں مبتلا رکھا، پھر آپ کفار کی جیل سے فرار ہو گئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ مرج الصفر میں ۱۴ھ میں وفات پا گئے یا اجنادین میں ۱۳ھ میں انتقال ہو گیا۔

"و عیاش بن ابی ربیعه" یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دارارقم میں منتقل نہیں ہوئے تھے کہ یہ صحابی اسلام قبول کر چکے تھے، انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، پھر مکہ واپس آگئے اور وہاں سے حضرت عمر ؓ کی ہمراہی میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے تعاقب میں ابوجہل شیطان اور حارث بن ہشام دونوں مدینہ چلے گئے اور دونوں نے حضرت عیاش کو اس طرح دھوکہ دیا کہ تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ میں پانی نہیں پیوں گی، سر میں تیل نہیں ڈالوں گی اور سایہ میں نہیں بیٹھوں گی، جب تک عیاش مدینہ سے واپس نہیں آتے اور میں اس کو دیکھ نہ لوں، حضرت عیاش اپنی والدہ کے بہت زیادہ فرماں بردار تھے، وہ وہاں سے مکہ آگئے تو ان دونوں نے ان کو باندھ لیا اور جیل میں ڈال دیا، جب یہ تینوں جیل میں تھے اور کفار کے قبضے میں تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے خصوصی دعائیں مانگیں اور قنوت نازلہ پڑھنا شروع کر دیا، آخر میں ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دلائی اور مکہ سے مدینہ چلے گئے۔

حضرت عیاش ؓ بن ابی ربیعہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں ۱۵ھ میں انتقال کر گئے۔

"و طاتك" یعنی اپنے روند ڈالنے کو قبیلہ مضر پر اور زیادہ سخت کر دے، اس بددعا کا رخ مضر کی طرف ہے، کیونکہ مکہ کے قیدی انہی لوگوں کے اشتراک عمل سے محنتوں میں پڑے تھے۔ "کسنی یوسف" یعنی اہل مکہ پر اسی طرح خشک سالی اور قحط مسلط فرما دے جس طرح یوسف علیہ السلام کی قوم اہل مصر پر سات سال تک قحط مسلط تھا، مضر قبیلہ اہل مکہ کے وہ کفار تھے جو اسلام کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت تھے، اس لئے ان کو بطور خاص بددعا دی گئی۔ "اللھم العن لحیان" لعنت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا نام ہے، یہ بددعا سوء خاتمہ کیلئے تھی کہ ان بنولحیان کا انجام کفر پر آجائے "بنولحیان" یہ ہذیل کی اولاد ہیں۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ بنولحیان نے جو جرم کیا تھا اس کا واقعہ الگ ہے جو رجیع کے نام سے مشہور ہے اور "رعل و ذکوان اور

عصیہ" کا واقعہ الگ ہے جو بئر معونہ کے نام سے مشہور ہے، ان تمام قبائل کو ایک ساتھ کیوں ذکر کیا گیا، جس سے خیال اس طرف جاتا ہے کہ بئر معونہ میں بھی لحیان کا ہاتھ تھا؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان سب کو بئر معونہ کے واقعہ میں ذکر کرنا کسی راوی سے وہم ہو گیا تو اس نے خلط ملط کر کے نقل کیا، اصل قصہ اس طرح ہے کہ رجیع کا واقعہ الگ ہے جس کے مجرم بنولحیان ہیں اور جس میں حضرت خبیبؓ گرفتار ہوئے تھے اور مکہ میں سولی پر چڑھا کر شہید کر دیئے گئے تھے مختصر واقعہ اس طرح ہے۔

رجیع کا واقعہ

ماہ صفر ۴ ہجری میں "عضل اور قارہ" کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے، آپ ہمیں چند آدمی دیدیں کہ وہ جا کر ہمارے نو مسلم قبیلہ کو تعلیم اسلام سکھائیں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ ان کے ساتھ روانہ کر دیئے جن کے امیر عاصم بن ثابتؓ تھے اور جن میں حضرت خبیبؓ بھی تھے، یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تو "عضل و قارہ" کے غداروں نے بنولحیان کو اشارہ کیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دو (ممکن ہے درمیان میں سودا ہو گیا ہو) بنولحیان کے دوسو آدمیوں نے ان دس صحابہ پر حملہ کر دیا، یہ صحابہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، بنولحیان کے کفار نے کہا تم اتر جاؤ، ہم تم کو امان دیتے ہیں اور پناہ دیتے ہیں، حضرت عاصمؓ نے فرمایا کہ کافروں کی پناہ میں کبھی نہیں اتروں گا، یہ کہہ کر آپ اپنے چھ ساتھیوں سے مل کر لڑنے لگے اور یہ سات صحابہ شہید ہو گئے، بقیہ تین صحابہ امان کی غرض سے کفار کے معاہدہ کے تحت نیچے اتر گئے تو کفار نے ان کو رسیوں میں باندھنا شروع کر دیا، ان تین ساتھیوں میں سے عبداللہ بن طارقؓ نے فرمایا یہ تو کفار کی پہلی غداری ہے، نہ معلوم آئندہ کیا ہوگا، یہ کہہ کر آپؓ نے جانے سے انکار کیا تو کفار نے ان کو شہید کیا، باقی دو ساتھی رہ گئے، ایک حضرت زید بن دثنہؓ تھے دوسرے حضرت خبیب بن عدیؓ تھے، ان دونوں کو بنولحیان کے کفار نے اہل مکہ پر فروخت کر دیا۔ صفوان بن امیہ کے باپ کو حضرت زیدؓ نے بدر میں قتل کر دیا تھا، صفوان نے حضرت زید کو اپنے باپ کے بدلے میں فوراً شہید کر دیا اور حضرت خبیبؓ کے ہاتھوں جنگ بدر میں حارث کافر مارا گیا تھا، ان کے بیٹوں نے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا اور اشہر حرم کے گزرنے پر ان کو تنعیم کے میدان میں سولی پر چڑھا دیا، آپؓ نے سولی پر چڑھنے سے پہلے اس طرح دعا مانگی: اللھم احصھم عدداً و اقتلھم بدداً و لا تبق منھم احداً اے اللہ ان کفار کی تعداد کو محفوظ فرما اور چن چن کر ان کو ہلاک فرما اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑنا، پھر آپ نے یہ اشعار پڑھ لئے۔

وما بی حذار الموت وانی لمیت　　وان الی ربی ایابی و مرجعی

ولست ابالی حین اقتل مسلماً　　علی ای شق کان للہ مصرعی

و ذالك فی ذات الالہ وان یشا　　یبارك علی اوصال شلو ممزع

اس کے بعد کفار نے آپ کو سولی پر لٹکا کر شہید کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنولحیان کو اس لئے بددعا میں یاد کیا کہ اس جرم کی بنیاد وہی لوگ بنے تھے۔

بئر معونہ کا واقعہ

اسی ماہ صفر ۴ھ میں بئر معونہ کا واقعہ بھی پیش آیا، اس کا قصہ اس طرح ہے کہ عامر بن مالک جس کی کنیت ابو براء تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہدیہ پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس کو اسلام کی دعوت دیدی، اس نے قبولیت اسلام پر خاموشی اختیار کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ قرا مانگ لئے تاکہ وہ اہل نجد کو دعوت دیں، ممکن ہے وہ مسلمان ہوجائیں، آنحضرت نے خدشہ ظاہر کیا کہ نجد والے میرے صحابہ کو قتل کردیں گے۔ ابو براء نے کہا کہ میں ان کی حمایت وحفاظت کی ضمانت لیتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ روانہ کئے جو قرا کے نام سے مشہور اصحاب صفہ میں سے تھے، قطعہ منتظرہ کے طور پر رہتے تھے، یعنی ضرورت پڑنے پر جہاد کے محاذ پر جاکر لڑتے تھے، یہ پاکباز جماعت کے لوگ تھے، دن کو لکڑی لاکر فروخت کرتے تھے اور صفہ کے طلبہ کے کھانے کا انتظام کرتے تھے، جب یہ حضرات ابو براء کے ساتھ بئر معونہ کے مقام پر پہنچ گئے تو وہاں ایک شیطان آدمی عامر بن طفیل نے بنی سلیم اور دیگر قبائل رعل وذکوان اور عصیہ سے مدد مانگی اور سب نے مل کر ستر آدمیوں کو شہید کرڈالا، صرف ایک آدمی زخمی ہوکر بچ گیا اور مدینہ طیبہ واپس آگیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے اور وفات تک آپ کو یہ درد رہا، چنانچہ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غم اور درد کو اس طرح بیان کیا ہے: "قال انس رضی الله عنه ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد على احد ما وجد عليهم" چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں ان قبائل کا نام لے کر بددعا فرمائی، جس کو قنوت نازلہ کہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا سے منع کردیا، ان احادیث میں زیادہ تر اسی واقعہ کا بیان ہے۔

١٥٤٠ – وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ: وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ. وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سابقہ روایت ''کسنی یوسف'' تک نقل کی ہے۔ اس کے بعد اور کچھ بیان نہیں کیا۔

١٥٤١ – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ فِي صَلَاةٍ شَهْرًا إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. يَقُولُ فِي قُنُوتِهِ: اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الدُّعَاءَ بَعْدُ فَقُلْتُ أُرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَرَكَ الدُّعَاءَ لَهُمْ- قَالَ- فَقِيلَ وَمَا تَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد نماز میں قنوت پڑھا۔ جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو اس کے بعد قنوت میں یوں فرماتے: ''اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات عطا فرما، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو خلاصی نصیب فرما، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما، اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات عطا فرما، اے اللہ! اپنی شدت وسختی سے قبیلہ مضر کو روند ڈالئے، اے اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا سا قحط مسلط کر دیجئے۔'' ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا (ایک ماہ بعد) حضور علیہ السلام نے دعا ترک فرمادی۔ میں نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے دعا چھوڑ دی ہے۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ تم یہ نہیں دیکھتے کہ وہ (جن کیلئے دعا ہوتی تھی کفار کے مظالم سے چھوٹ کر) آگئے ہیں۔

تشریح:

''**ترک الدعاء بعد**'' یعنی جو حضرات کفار کی قید میں تھے، ان کی رہائی کیلئے دعا چھوڑ دی، یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا کلام ہے۔ ''فقلت'' یہ کلام بھی ابو ہریرہؓ کا ہے، مگر ان کو اب تک ان قیدیوں کی رہائی کا پتہ نہیں تھا، فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین قیدیوں کی رہائی کیلئے دعا موقوف کر دی، اس کی کیا وجہ ہوگی؟ ''فقیل'' یعنی صحابہ میں سے کسی نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ ''وما تراهم قد قدموا'' یہاں ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے ای اما تراهم یعنی کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ حضرات جیل سے چھوٹ کر آگئے تو اب ان کیلئے دعا کی کیا ضرورت ہے کہ ہم قنوت نازلہ وغیرہ میں ان کیلئے دعا مانگیں۔

۱۵۴۲ – وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ: اللَّهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ إِلَى قَوْلِهِ: كَسِنِي يُوسُفَ. وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

ابوسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہہ کر سجدہ سے پہلے یہ دعا پڑھی کہ اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما، اس کے بعد اوزاعی کی روایت کے مطابق حدیث ذکر کی کسنی یوسف کے لفظ تک اور اس کے مابعد کو ذکر نہیں کیا۔

۱۵۴۳ – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَأُقَرِّبَنَّ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ وَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ قریب قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ ابو ہریرۃؓ ظہر اور عشاء کی نمازوں اور فجر کی نماز میں قنوت

پڑھتے تھے، جس میں مومنین کیلئے دعا اور کفار پر لعنت فرماتے تھے۔

١٥٤٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ .قَالَ أَنَسٌ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ.

حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بئر معونہ کے صحابہ کے قاتلین پر تیس یوم تک بد دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، بد دعا فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے بئر معونہ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں قرآن نازل فرمایا جسے ہم منسوخ ہونے تک پڑھتے تھے (بعد میں یہ آیت منسوخ ہوگئی) وہ یہ تھا: ﴿بلغوا قومنا...... الخ﴾ کہ ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں، وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔''

١٥٤٥ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا.

محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی؟ فرمایا کہ ہاں! رکوع کے بعد تھوڑی دیر۔

١٥٤٦ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى - وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ - حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَيَقُولُ: عُصَيَّةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی، جس میں آپؐ رعل، ذکوان کے قبائل پر بد دعا فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ عصیہ نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

١٥٤٧ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَدْعُو عَلَى بَنِي

عُصَيَّةَ.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنوعصیہ پر بددعا کرتے تھے۔

۱۵۴۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوعِ .قَالَ: قُلْتُ فَإِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ .فَقَالَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أُنَاسٍ قَتَلُوا أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ.

عاصمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت رکوع سے قبل پڑھا جائے یا بعد میں؟ فرمایا رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھا ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ان لوگوں پر بددعا فرماتے تھے جنہوں نے آپؐ کے صحابہؓ کو قتل کر دیا تھا اور ان صحابہ کو قراء کہا جاتا تھا۔

۱۵۴۹- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَى سَرِيَّةٍ مَا وَجَدَ عَلَى السَّبْعِينَ الَّذِينَ أُصِيبُوا يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ كَانُوا يُدْعَوْنَ الْقُرَّاءَ فَمَكَثَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى قَتَلَتِهِمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ''سریہ'' کیلئے اس قدر غصہ میں نہیں دیکھا جتنا غصہ میں نے ان ستر صحابہؓ کیلئے دیکھا جو بئر معونہ میں شہید ہو گئے، انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ان کے قاتلوں پر بددعا کرتے رہے۔

تشریح:

''وجد'' ''وجد یجد موجدۃ'' ضرب یضرب سے سخت غم اور غصہ کے معنی میں آتا ہے، یہاں شدید غم مراد ہے کہ ان ستر شہداء پر آپؐ شدید غمگین ہوئے۔ ''علی قتلتھم'' ''قتلۃ قاتل کی جمع ہے جو قتل کرنے والے کو کہتے ہیں ای علی قاتلیھم۔ ''عصیۃ'' عصت اللہ و رسولہ یہ مبدء اشتقاق کے طور پر دعا ہے جو جناس اشتقاق کہلاتا ہے، اسی طرح غفار غفر اللہ لھا اسلم سالمھا اللہ وغیرہ وغیرہ سب میں مبداء اشتقاق کو ذکر کیا گیا ہے کہ جو ان کا نام ہے اسی طرح معاملہ ان کے ساتھ ہو۔

۱۵۵۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَابْنُ فُضَيْلٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ .يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ حسب سابق (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ غصہ میں ان ستر صحابہؓ کیلئے دیکھا گیا جو بئر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے) کچھ الفاظ کی کمی وزیادتی کے ساتھ روایت منقول ہے۔

۱۵۵۱ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَلْعَنُ رِعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھا کہ جس میں رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیجتے تھے کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔

۱۵۵۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

اس سند کے ساتھ یہ بھی روایت (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھا کہ جس میں رعل اور ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیجتے تھے کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی) منقول ہے۔

۱۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک عرب کے بعض قبائل پر بددعا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا۔

۱۵۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۵۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۵۶ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ

عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ خُفَافِ بْنِ إِيمَاءٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةٍ: اللَّهُمَّ الْعَنْ بَنِي لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ.

خفاف بن ایماء الغفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فرمایا: ''اے اللہ! بنولحیان، بنوذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے اور قبیلہ غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور اسلم کو محفوظ رکھے۔

۱۵۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ - وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو - عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ خُفَافٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ خُفَافُ بْنُ إِيمَاءٍ رَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اللَّهُمَّ الْعَنْ بَنِي لِحْيَانَ وَالْعَنْ رِعْلًا وَذَكْوَانَ .ثُمَّ وَقَعَ سَاجِدًا .قَالَ خُفَافٌ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ.

حارثؒ بن خفاف کہتے ہیں کہ خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) رکوع فرمایا: پھر رکوع سے سر اٹھایا اور فرمایا: ''بنوغفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور بنواسلم کو اللہ محفوظ رکھے (مصائب سے) عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اے اللہ، بنی لحیان پر لعنت فرما اور رعل وذکوان پر بھی لعنت نازل فرما۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے گئے۔ خفافؓ کہتے ہیں اسی وجہ سے کفار پر قنوت میں لعنت کی جاتی ہے۔

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ وَأَخْبَرَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْقَعِ عَنْ خُفَافِ بْنِ إِيمَاءٍ .بِمِثْلِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ.

حضرت خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت منقول ہے، مگر اس روایت میں یہ جملہ نہیں ہے کہ اسی وجہ سے کفار پر لعنت کی جاتی ہے۔

باب استحباب تعجيل قضاء الصلوة الفائتة

فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی میں جلدی مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَهُ حَتَّى إِذَا

أَدْرَكَهُ الْكَرَى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ: اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ .فَصَلَّى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمْ اسْتِيقَاظًا فَفَزِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيْ بِلَالُ .فَقَالَ بِلَالٌ أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ- بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ- بِنَفْسِكَ قَالَ: اقْتَادُوا. فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ:﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ . قَالَ يُونُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا لِلذِّكْرَى.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خیبر سے واپس لوٹے تو (واپسی کے سفر میں) ایک رات چلتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو اونگھ آ گئی تو آخر شب میں اترے اور حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ آج رات تم ہمارے لئے پہرہ دو۔ چنانچہ بلالؓ حسب مقدور نماز پڑھتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سو گئے، جب فجر کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلالؓ اپنی سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے مشرق کی طرف منہ کر کے (تھوڑا سا ستانے کی غرض سے) بلالؓ کی آنکھوں میں نیند کا غلبہ ہو گیا، وہ ٹیک لگائے لگائے (سو گئے) پھر نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ ہی بلالؓ اور نہ ہی کوئی اور صحابیؓ۔ جب ان پر سورج کی شعاعیں پڑیں تو بیدار ہوئے۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو گھبرا گئے (کہ نماز قضاء ہو گئی) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! حضرت بلالؓ (اٹھ کھڑے ہوئے اور) فرمایا: میری جان کو بھی اسی ذات نے پکڑ لیا، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹوں کو ہانکو، انہوں نے اونٹوں کو کچھ (دیر یا دور) ہانکا، پھر حضور علیہ السلام نے وضو کر کے بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر سب کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: ''جو شخص بھول جائے نماز پڑھنا (وقت پر) تو جب یاد آئے پڑھ لے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے ذکر کیلئے نماز قائم کرو۔'' یونسؒ کہتے ہیں کہ ابن شہابؒ زہری اس آیت میں لِذِکْرِی کے بجائے لِلذِّکْریٰ پڑھتے تھے۔ (یاد کیلئے)

تشریح:

''قفل'' کسی سفر سے واپس لوٹنے کو قفول کہتے ہیں لیکن زیادہ تر یہ لفظ جہاد کے سفر سے واپس لوٹنے کیلئے استعمال ہوا ہے، حدیث میں ہے ''قفلة كغزوة''۔ ''غزوۃ خیبر'' غزوۂ خیبر پانچ ہجری میں ہوا تھا، صلح حدیبیہ میں شریک پندرہ سو صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

کمان میں اس میں حصہ لیا تھا، تقریباً ۲۸ دن کے بعد خیبر فتح ہوگیا تو صحابہؓ مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے، بعض روایات میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے، بعض میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ نہیں، بلکہ کئی واقعات ہیں، اسی طرح نماز کے قضاء ہونے کے واقعات بھی کئی ہیں۔ "الکری" نیند پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور نیند کی ابتدائی اونگھ پر بھی بولا جاتا ہے "عرّس" رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ ڈالنے کو تعریس کہتے ہیں۔ "اکلاء" "کلأ یکلأ" "فتح یفتح" سے امر کا صیغہ ہے، حفاظت کرنے اور چوکیداری اور پہرہ دینے پر بولا جاتا ہے، یہاں مطلب یہ ہے کہ ہماری رات کی حفاظت کرو کہ جب طلوع فجر ہو جائے تو ہمیں نماز کیلئے جگا دو تا کہ صبح کی نماز قضاء نہ ہو جائے۔ "اولھم استیقاظاً" یعنی سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور بلالؓ سے پوچھا کہ تم نے وقت پر کیوں نہیں جگایا؟ "اخذ بنفسی" حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ جس نیند نے آپ کو پکڑ لیا، اسی نے مجھے پکڑ لیا، اصل عبارت اس طرح ہے اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسك بأبی انت وأمی یا رسول الله! درمیان میں جملہ معترضہ ہے جو "بأبی" سے شروع ہے۔

سوال: یہ سوال پہلے بھی میں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے، جب دل بیدار تھا تو طلوع آفتاب سے پہلے طلوع فجر کا پتہ کیوں نہ چلا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی جسم میں ہر عضو کا اپنا اپنا کام ہوتا ہے، آنکھوں کا کام دیکھنا ہے، جب آپ کی آنکھیں بند تھیں تو فجر کا پتہ نہیں چلا، دل کا کام دیکھنا نہیں ہے، لہٰذا دل اگر چہ بیدار تھا، مگر اس نے آنکھوں کا وظیفہ ادا نہیں کیا، اس لئے طلوع فجر کا پتہ نہ چلا۔ "اقتادوا" ای قودوا رواحلكم اخذین بمقاودها وازمتها۔ اور لگام کو قود کہتے ہیں، جس سے سواری کو کھینچا جاتا ہے، پالان اور کجاوہ کو سواری پر رکھ کر سواری کو چلانے اور ہانکنے کیلئے اور مہار سے کھینچنے کے پورے مفہوم پر اقتادوا کا اطلاق کیا گیا ہے، شارح مسلم منۃ المنعم میں لکھتے ہیں: "ویطلق علی مطلق الرحلة و المشی من مکان الی مکان اه" بعض روایات میں "ارکبوا" کے الفاظ آئے ہیں، ممکن ہے کہ کوئی پیدل چلے ہوں اور کوئی سوار ہو کر گئے ہوں، اب سوال یہ ہے کہ اس وادی میں نماز پڑھنے کے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے کیوں گئے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت مکروہ تھا، اس وقت کے گزرنے تک آپ نے نماز کو مؤخر فرمایا، ائمہ احناف یہاں سے کوچ کرنے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں، مگر ائمہ شوافع فرماتے ہیں کہ نماز قضا ہونے کے بعد جس وقت آدمی نیند سے بیدار ہو جائے، وہی وقت نماز پڑھنے کا وقت ہوتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے کوچ کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ وادی شیطان کی وادی تھی، اس لئے اس سے گزر کر آگے جانے کا فرمایا، ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں تھی، بلکہ وجہ مکروہ وقت کے موجود ہونے کی تھی، جب وقت مکروہ ختم ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی، نئی اذان نئی اقامت اور سنت فجر کے ساتھ نماز پڑھائی گئی اور یہی ہر نماز کے قضا کرنے کا مسنون طریقہ ہے۔ "اقم الصلوة لذكرى" یہ ایک روایت ہے جس میں ذکر کی یائے متکلم کی طرف اضافت ہے، دوسری روایت میں الف لام تعریف کے ساتھ اور آخر میں یا مقصورہ ہے، ای للذکری ابن شہاب زہریؒ للذکری والی قرأت پڑھتے تھے، اب ان دونوں قرأتوں کے سمجھنے میں کچھ دشواری ہے، ایسا لگتا ہے کہ راویوں کے بیان کی وجہ سے الفاظ میں فرق آ گیا ہے تو دشواری

پیدا ہوگئی ہے، جس کے حل کرنے میں کچھ اقوال ہیں۔

(۱): پہلا قول یہ ہے کہ اصل میں یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بطور استدلال پڑھا ہے، وہ للذکریٰ الف لام اور قصر کے ساتھ ہے، کسی راوی نے لذکری پڑھ لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن شہاب اس کو للذکری پڑھتے تھے لذکری نہیں پڑھتے تھے، سنن ابی داوٗد میں صرف لذکری والی روایت ہے، اس قرأت کی بنیاد پر مطلب یہ ہوجائے گا کہ نماز قائم کرو جب نماز یاد آجائے، یعنی نماز قائم کرو "للتذکر ای لوقت التذکر" قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہی قرأت سیاق وسباق سے زیادہ مناسب ہے تصرف بعض راویوں کی طرف سے ہے۔

(۲): حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اقم الصلوۃ لذکری اصل میں لتذکری لك ایاها ہے، گویا لذکری میں مصدر مضاف الی الفاعل ہے، ای لتذکری لك ایاها یعنی جب میں تمہیں نماز یاد دلاؤں تو تم اسی وقت میں پڑھا کرو تو یہ لذکری اصل میں للذکریٰ کے معنی میں ہے کہ جب یاد آجائے تو پڑھا کرو۔

(۳): امام نخعی فرماتے ہیں کہ لذکری میں لام ظرف کیلئے ہے "ای اقم الصلوۃ لوقت ذکرتنی فیه" یہ توجیہ آسان بھی ہے اور قواعد کے مطابق بھی ہے۔

(۴): علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اقم الصلوۃ لذکری اصل میں اقم الصلوۃ لذکرها ہے کہ نماز اس وقت قائم کرو جب نماز یاد آجائے اور نماز کا یاد آجانا اللہ تعالیٰ کا یاد آنا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز اس وقت قائم کرو جب میں تمہیں یاد آجاؤں، یہ توجیہ بعید ہے، بہر حال راویوں کے تصرف سے کچھ دشواری آگئی ہے۔

اس حدیث سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ نماز جب قضاء ہوجائے تو یاد آنے پر یا وقت ملنے پر اس کو فوراً ادا کرنا چاہئے، فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ اگر چھ نمازوں سے کم نمازیں قضا شدہ ہیں تو وقت کی فرضی نماز سے اس کو پہلے پڑھنا ضروری ہے، ہاں اگر وقت کی نماز کی جماعت کھڑی ہے یا وقت بہت تنگ ہے تو اس صورت میں قضاء شدہ نماز کو بعد میں پڑھنا چاہئے ورنہ ترتیب فرض ہے۔

۱۵۶۰- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى - قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هَذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ .قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ- وَقَالَ يَعْقُوبُ ثُمَّ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ- ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات (سفر میں) ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخیر رات میں پڑاؤ کیا۔ پھر ہم جاگ نہ سکے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر شخص اپنی سواری کی نکیل پکڑلے (اور یہاں سے کوچ کرے) کیونکہ یہ منزل جہاں ہم موجود ہیں شیطان کی جگہ ہے۔" چنانچہ ہم نے

ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، وضو کیا اور پھر دو سجدے کئے (یعنی دو رکعت نماز ادا فرمائی) جب کہ یعقوب کی روایت میں سجدہ کے بجائے نماز کا ذکر ہے۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی اور صبح کی نماز ادا کی۔

تشریح:

"بر أس راحلته" یعنی ہر شخص اپنی سواری کی نکیل پکڑے اور یہاں سے جائے۔ "حضرنا فیہ الشیطان" یعنی اس وادی میں شیطان کے منحوس اثرات ہیں، لہٰذا یہاں سے چلے جاؤ۔ علماء لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی یہ تعلیم ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ برے مقامات سے اجتناب کرے، مثلاً سینما ہال ہے، شراب خانہ، کنجر خانہ ہے، منشیات کے اڈے ہیں اور سوئمنگ پول ہیں اور دیگر فحاشی کے مقامات ہیں۔

"ثم سجد سجد تین" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی قضاء شدہ دو سنت پڑھ لی اور پھر فجر کی نماز پڑھا لی۔ سجدتین بول کر دو رکعت مراد لی ہیں۔ یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے۔ "**وقال یعقوب ثم صلی**" امام مسلم رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یعقوب نے جس روایت کو نقل کیا ہے، اس میں "ثم صلی" کے الفاظ ہیں، پہلی روایت میں ثم سجد سجد تین کے الفاظ ہیں، یہاں مکتبہ عمار کے نسخے میں دونوں جگہ ثم صلی لکھا ہے، یہ کاتب کی غلطی ہے۔ "الغداۃ" فجر کی قضاء شدہ نماز مراد ہے۔

فقہاء نے اس طرح قضاء شدہ نمازوں کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر فجر کی نماز سنتوں سمیت قضاء ہو جائے تو پھر مستقل اذان اور اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا مسنون طریقہ ہے اور فجر کی دو سنتوں کا پڑھنا بھی ہے، لیکن اگر صرف سنت رہ گئی ہے تو اس کی قضاء نہیں ہے، اگر کوئی طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت پڑھنا چاہتا ہے تو وہ صرف نفل نماز ہوگی، کیونکہ سنت کی قضاء نہیں ہوتی ہے۔ صرف امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کی قضاء زوال سے پہلے تک جائز ہے۔ امام مالکؒ، شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تمام نمازوں کی سنتوں کی قضا کرنا مستحب ہے، مذکورہ حدیث سے وہ استدلال کرتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔

١٥٦١ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ - يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ - حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ تَسِيرُونَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَأْتُونَ الْمَاءَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ غَدًا. فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ - قَالَ أَبُو قَتَادَةَ - فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ - قَالَ - فَنَعَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلَى رَاحِلَتِهِ - قَالَ - ثُمَّ سَارَ حَتَّى تَهَوَّرَ اللَّيْلُ مَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ - قَالَ - فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلَى رَاحِلَتِهِ - قَالَ - ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ مَالَ مَيْلَةً هِيَ أَشَدُّ مِنَ الْمَيْلَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ حَتَّى كَادَ يَنْجَفِلُ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا. قُلْتُ أَبُو قَتَادَةَ. قَالَ: مَتَى كَانَ هَذَا مَسِيرَكَ مِنِّي. قُلْتُ مَا زَالَ هَذَا مَسِيرِي مُنْذُ اللَّيْلَةِ. قَالَ: حَفِظَكَ اللَّهُ

بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ .ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَانَا نَخْفَى عَلَى النَّاسِ .ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَى مِنْ أَحَدٍ .قُلْتُ هَذَا رَاكِبٌ .ثُمَّ قُلْتُ هَذَا رَاكِبٌ آخَرُ .حَتَّى اجْتَمَعْنَا فَكُنَّا سَبْعَةَ رَكْبٍ- قَالَ- فَمَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيقِ فَوَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ: احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلاَتَنَا .فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِي ظَهْرِهِ- قَالَ- فَقُمْنَا فَزِعِينَ ثُمَّ قَالَ: ارْكَبُوا .فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيضَأَةٍ كَانَتْ مَعِي فِيهَا شيء مِنْ مَاءٍ- قَالَ- فَتَوَضَّأَ مِنْهَا وُضُوءًا دُونَ وُضُوءٍ- قَالَ- وَبَقِيَ فِيهَا شيء مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ لأَبِي قَتَادَةَ: احْفَظْ عَلَيْنَا مِيضَأَتَكَ فَسَيَكُونُ لَهَا نَبَأٌ .ثُمَّ أَذَّنَ بِلاَلٌ بِالصَّلاَةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ- قَالَ- وَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبْنَا مَعَهُ- قَالَ- فَجَعَلَ بَعْضُنَا يَهْمِسُ إِلَى بَعْضٍ مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْنَا بِتَفْرِيطِنَا فِي صَلاَتِنَا ثُمَّ قَالَ: أَمَا لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ .ثُمَّ قَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلَى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلاَةَ حَتَّى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلاَةِ الأُخْرَى فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا فَإِذَا كَانَ الْغَدُ فَلْيُصَلِّهَا عِنْدَ وَقْتِهَا .ثُمَّ قَالَ: مَا تَرَوْنَ النَّاسَ صَنَعُوا .قَالَ ثُمَّ قَالَ: أَصْبَحَ النَّاسُ فَقَدُوا نَبِيَّهُمْ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَكُمْ لَمْ يَكُنْ لِيُخَلِّفَكُمْ .وَقَالَ النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَإِنْ يُطِيعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَرْشُدُوا .قَالَ فَانْتَهَيْنَا إِلَى النَّاسِ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِيَ كُلُّ شيء وَهُمْ يَقُولُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْنَا عَطِشْنَا .فَقَالَ: لاَ هُلْكَ عَلَيْكُمْ .ثُمَّ قَالَ: أَطْلِقُوا لِي غُمَرِي . قَالَ وَدَعَا بِالْمِيضَأَةِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَأَبُو قَتَادَةَ يَسْقِيهِمْ فَلَمْ يَعْدُ أَنْ رَأَى النَّاسُ مَاءً فِي الْمِيضَأَةِ تَكَابُّوا عَلَيْهَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْسِنُوا الْمَلأَ كُلُّكُمْ سَيَرْوَى. قَالَ فَفَعَلُوا فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَأَسْقِيهِمْ حَتَّى مَا بَقِيَ غَيْرِي وَغَيْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- ثُمَّ صَبَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: اشْرَبْ .فَقُلْتُ لاَ أَشْرَبُ حَتَّى تَشْرَبَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا .قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- فَأَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّينَ رِوَاءً .قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَاحٍ إِنِّي لأُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ فِي مَسْجِدِ الْجَامِعِ إِذْ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ انْظُرْ أَيُّهَا الْفَتَى كَيْفَ تُحَدِّثُ فَإِنِّي أَحَدُ الرَّكْبِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ. قَالَ: قُلْتُ فَأَنْتَ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ .فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنَ الأَنْصَارِ .قَالَ حَدِّثْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِحَدِيثِكُمْ .قَالَ

فَحَدَّثْتُ الْقَوْمَ فَقَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَهِدْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا حَفِظَهُ كَمَا حَفِظْتُهُ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا اور کہا: تم آج ساری شام اور ساری رات چلو گے اور کل انشاء اللہ پانی پر جا پہنچو گے، چنانچہ لوگ چل پڑے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، یہاں تک کہ رات گہری ہوگئی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (چل رہا) تھا کہ (اسی دوران) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی اور آپؐ سواری سے گرنے لگے، میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو اس طرح سے سہارا دیا کہ آپ جاگ نہ جائیں، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہوگئے سواری پر۔ پھر کچھ دیر چلے اور رات بہت گزر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر (غلبہ نیند سے) جھک سے گئے، میں نے آپ کو اس طرح سہارا دیا کہ آپ جاگ نہ جائیں، یہاں تک کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے، پھر کچھ دیر چلے، یہاں تک کہ آخر سحر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر گرنے کو لگے اور اس مرتبہ پہلی دونوں مرتبہ سے زیادہ جھک گئے اور قریب تھا کہ گر جائیں تو میں پھر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا، آپ نے سر اٹھایا اور پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابوقتادہ! فرمایا کہ تم کب سے میرے ساتھ اس طرح چل رہے ہو؟ عرض کیا ساری رات میں اسی طرح مسلسل چل رہا ہوں، فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ایسے ہی حفاظت کرے جیسے تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ہمیں دیکھتے ہو کہ ہم لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں؟ پھر فرمایا کیا تم کسی کو دیکھ رہے ہو؟ (کوئی نظر آرہا ہے) میں نے کہا یہ ایک سوار (نظر آرہا) ہے۔ پھر کہا یہ ایک اور سوار ہے، اسی طرح سات سوار ہمارے پاس جمع ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے ایک طرف کو ہوئے اور اپنا سر زمین پر رکھ کر (لیٹ گئے) اور فرمایا: ''تم لوگ ہماری نماز کی حفاظت کرنا (اور ہمیں نماز کے وقت جگا دینا، لیکن سب تھکے ہوئے تھے، اس لئے سب ہی سو گئے) چنانچہ سب سے پہلے بیدار ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (آپ جب بیدار ہوئے تو) سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر تھا۔ ہم بھی گھبرا کر اٹھے۔ آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ ہم سوار ہوئے اور کچھ دیر چلتے رہے، یہاں تک کہ جب سورج خوب بلند ہوگیا تو آپ (سواری سے) اترے، وضو کا لوٹا منگوایا جو میرے پاس تھا اور اس میں کچھ پانی تھا۔ اس سے وضو کیا، ایسا وضو جو دوسرے وضوؤں سے کم تھا (تا کہ پانی آئندہ بھی کام آسکے) پھر ابوقتادہؓ سے فرمایا: ہمارے لوٹے کی حفاظت کرنا کہ اس کے ساتھ عنقریب ایک معاملہ ہوگا۔ پھر بلالؓ نے اذان دی نماز کیلئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھیں (سنت فجر) پھر صبح کی نماز پڑھی اور جیسے روزانہ ادا کرتے تھے ایسے ہی ادا کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم آپ کے ساتھ سوار ہوئے۔ ہم میں سے بعض لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ ہمارے اس عمل کا کفارہ کیا ہے؟ نماز قضا کرنے کا جو ہم نے نماز میں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لئے میرے طرز عمل میں اسوۃ اور نمونہ نہیں ہے؟ پھر فرمایا: یاد رکھو، سونے میں کوئی قصور نہیں ہے (یعنی اگر نیند کی وجہ سے آنکھ نہ کھلے اور نماز قضا ہوگئی تو یہ قصور نہیں ہے) قصور تو اس شخص کا ہے جو نماز

نہ پڑھے (بیدار ہوتے ہوئے بھی) حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ جس نے ایسا کیا (سو گیا اور نماز نکل گئی) اسے چاہئے کہ جب وہ بیدار ہو اور جب اگلے دن وہ وقت آئے تو اس نماز کو اپنے وقت پر ہی پڑھے۔ پھر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے لوگوں نے کیا کیا ہوگا؟ ادھر لوگوں نے صبح کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب پایا۔ حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس ہوں گے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ علیہ السلام تم لوگوں کو پیچھے چھوڑ جائیں، جبکہ لوگوں کا کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے آگے ہیں۔ اگر وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کرتے تو راہ پاتے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگوں کے پاس پہنچے تو دن خوب پھیل چکا تھا، ہر چیز گرم ہوگئی تھی (دھوپ کی وجہ سے) اور وہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ! ہم تو پیاس کے مارے ہلاک ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تسلی دیتے ہوئے کہ) نہیں کوئی ہلاک نہیں ہوئے (نہ ہوگے) پھر آپؐ نے فرمایا: میرا چھوٹا والا پیالہ لاؤ اور وضو کا لوٹا بھی منگوایا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی ڈالنا شروع کیا (پیالہ میں) اور ابوقتادہؓ نے لوگوں کو پلانا شروع کردیا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ لوٹے میں تو بہت ہی تھوڑا سا پانی ہے تو اس پر گرنے لگے (ہر شخص چاہتا تھا کہ اسے مل جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مجمع اچھی طرح سکون سے رہے، سب سیراب ہو جائیں گے۔ چنانچہ سب نے اطمینان اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے اور میں انہیں پلاتا جاتا یہاں تک کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پانی ڈالا اور مجھ سے فرمایا: پیو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب تک آپ نہ پئیں گے میں نہ پیوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کا ساقی پینے میں سب سے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ میں نے پیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور لوگ خوش باش سیراب ہوکر پانی پر پہنچے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) عبداللہؒ بن رباح (راوی) نے کہا کہ میں یہ حدیث جامع مسجد میں بیان کررہا تھا کہ اچانک مجھ سے حضرت عمرانؓ بن حصین نے فرمایا: اے نوجوان! ذرا دیکھو تم کیا بیان کررہے ہو، اس رات (کے سواروں میں) ایک سوار میں بھی تھا، میں نے کہا، پھر تو آپ کو واقعہ کا زیادہ علم ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا انصار میں سے ہوں۔ فرمایا کہ پھر تم ہی بیان کرو کہ تم اپنی حدیثوں کو زیادہ جانتے ہو۔ چنانچہ میں نے قوم سے یہ حدیث بیان کی تو عمرانؓ نے فرمایا: اس رات میں بھی حاضر تھا، لیکن میں نہیں جانتا کہ کسی نے بھی اس واقعہ کو ایسا یاد رکھا ہو، جیسا تم نے یاد رکھا ہے۔

تشریح:

"خطبنا رسول اللہ" علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ لشکر کے قائد اور امیر کیلئے مستحب ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق لشکر کے سامنے خطبہ دیا کریں اور اجتماعی اہم امور کا ذکر کریں تاکہ لوگ پہلے سے تیاری کریں، خطبہ کے دوران اگر مستقبل کی کوئی بات ہو تو مستحب ہے کہ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ "عشیتکم ولیلتکم" یہاں عشیہ سے زوال شمس سے غروب آفتاب تک وقت مراد ہے۔ "لایلوی احد علی احد" یعنی کوئی شخص ایک دوسرے کو التفات نہیں کرتا تھا، بلکہ تیز چلنے کیلئے اپنے طور پر چلتے تھے، صحابہ کرامؓ تیز چلنے میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کا منشاء پورا کرنا چاہتے تھے۔ "ابھار اللیل' ، یعنی رات بہت زیادہ تاریک ہوگئی اور اس کا اکثر حصہ گزر گیا، دوسرا مطلب یہ کہ آدھی رات کا وقت ہوگیا، دونوں مطلب قریب قریب ہیں۔ "فنعس" نیند کی ابتدائی حالت اونگھ کو نعاس کہتے ہیں، دماغ سے ایک لطیف جھٹکا جب آنکھوں پر آجاتا ہے، اس کو نعاس کہتے ہیں اور جب یہ پردہ دل تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو "نوم" کہتے ہیں۔ "سنة" نیند کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کا صرف دماغ پر اثر ہو "کری" بھی اسی طرح خفیف نیند کو کہتے ہیں، یہ تینوں الفاظ نوم سے پہلے اونگھ پر بولے جاتے ہیں۔ "فدعمته" یعنی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا اور ٹیک لگایا تاکہ آپ گر نہ جائیں۔ یہ لفظ دعامہ سے ہے جو ستون کو کہتے ہیں، گویا حضرت ابو قتادہؓ نے ستون کا کام کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرنے سے بچالیا۔ "ای صرت تحته کالدعامه للبناء" "اعتدال علی راحلته" یعنی آپ سیدھے ہوکر سواری پر بیٹھ گئے۔ "حتی تهور اللیل" "من تهور البناء اذا قرب من السقوط" یعنی رات کا اکثر حصہ گزر چکا۔ "کاد ینجفل" "ای یسقط عن راحلته" یعنی اس دفعہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اس قدر جھک گئے جو پہلے دو دفعہ جھکنے سے بہت زیادہ تھا، بلکہ قریب تھا کہ آپ سواری سے گر جائیں۔ انجفال گرنے کے معنی میں ہے۔ "هل ترانا نخفی علی الناس؟" یہ کلام استفہام کے طور پر ہے، مطلب یہ ہے کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم لوگوں پر پوشیدہ ہیں اور ان کی آنکھوں سے اوجھل ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هل تری من احدٍ؟" یعنی کیا تم کو کوئی شخص نظر آرہا ہے؟ "هذا راکب" حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ یہ ایک سوار آرہا ہے۔ "میضاة" پانی کے لوٹے کو کہتے ہیں۔ "دون وضوء" یعنی خفیف وضو فرمایا، شاید پانی کم تھا، تھوڑا تھوڑا استعمال کیا یا یہ مطلب ہے کہ ایک بار پانی بہایا یا دو بار پانی بہایا۔

"نبأ" اس معمولی سے پانی کو محفوظ کرلو، اس میں ایک اہم خبر اور اہم بات ظاہر ہونے والی ہے، معجزہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔

"کمایصنع فی کل یوم" یعنی قضاء فجر میں آپ نے وہی کچھ کیا جس طرح باقی دنوں میں فجر میں کرتے تھے، مثلاً جہر کے ساتھ قرأت پڑھی، اقامت ہوئی، اس کیلئے اذان دی گئی، فجر کی سنتیں پڑھی گئیں۔ "یهمس الی بعض" ای یکلم بصوت خفی، یعنی آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے اور نماز قضاء ہوگئی اب اس کا کیا کفارہ ہوگا کہ یہ نقصان پورا ہو جائے۔

"امالکم فی اسوة" یعنی میری ذات میں تمہارے لئے اقتدا نہیں ہے، یعنی ہے لہٰذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی پریشانی کو دور کرنے کیلئے بطور الفت فرمایا کہ میری ذات میں تمہارے لئے اقتدا کرنے کا بڑا سامان ہے، کسی نے خوب کہا ہے:

جہاں تک آپؐ کی تقلید ہے اسی حد تک سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تسلی کے دیگر کلمات بھی ارشاد فرمائے ہیں، جیسے "لاضیر" اور "لا یضر" "ان الله قبض ارواحنا" وغیرہ وغیرہ۔ "فاذا کان الغد" یعنی اس فوت شدہ نماز کی تو جب بھی فرصت ملے پڑھ لو، لیکن اس سے نماز کا وقت نہیں بدلے گا، وقت وہی ہے جو اس نماز کیلئے مقرر ہے، لہٰذا کل کا جو دن آئے گا تو نماز کو اسی وقت میں پڑھو جو اس کا وقت ہے، البتہ قضا شدہ نماز کا وقت دوسرے وقت کے آنے تک ہے کہ اس پورے وقت میں اس کا پڑھنا جائز ہے۔

"ما ترون الناس صنعوا؟" اس سفر میں اس طرح قصہ پیش آیا تھا کہ عام صحابہ کرامؓ آگے نکل گئے تھے، صدیق وفاروق بھی آگے جاچکے تھے، کچھ صحابہؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے، فجر کی نماز تو قضاء ہوچکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا عام حکم دیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھالی، مگر لوگ چلنے میں منتشر ہوگئے۔ "ماترون الناس صنعوا" اس جملہ کا سمجھنا بہت ضروری ہے، عام شارحین نے اس کو ایک ہی واقعہ سے وابستہ کیا ہے جو عام مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا ہوگئی، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ، کچھ آگے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھالی، اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے اور جس میں حضرت بلالؓ کو حکم تھا کہ وہ صبح لوگوں کو نماز کیلئے جگائیں اور رات کو خود جاگتے رہیں، اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ کے الگ ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، لیکن زیر بحث حدیث کا لمبا قصہ حضرت ابوقتادہؓ سے منقول ہے۔ اس واقعہ اور حضرت ابوہریرہؓ کے واقعہ میں کئی مقامات میں بہت زیادہ فرق ہے جو بالکل ایک واقعہ پر حمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ عام شارحین کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ تھا، صرف علامہ ابی مالکی وشتانی رحمہ اللہ نے اس کو دو واقعوں پر حمل کیا ہے، جس کی تفصیل میں اس طرح سمجھا ہوں کہ سفر کی کسی رات میں عام صحابہ کرام آگے نکل گئے۔ حضرت صدیقؓ وعمرؓ بھی آگے چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتدا میں صرف ابوقتادہؓ تھے، پھر سات آدمی مزید آکر شامل ہوگئے۔ رات کے آخری حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے کنارے ہوکر سوگئے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم ہماری نماز کا خیال رکھو، اتفاق سے صبح کی نماز کیلئے کوئی اٹھ نہ سکا، طلوع آفتاب کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھے اور ہمیں فرمایا کہ یہاں سے چلو، کچھ آگے چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو بنا کر نماز پڑھالی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ آگے جانے والے لوگ کیا کہیں گے؟ اس سوال کا جواب آپ نے خود دیا اور فرمایا کہ لوگ جب صبح کریں گے اور اپنے نبی کو اپنے اندر نہیں پائیں گے تو ابوبکر اور عمر کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ صحابہ کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جائیں، عام لوگ کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ابوبکر اور عمر کی بات مان لیں گے تو صحیح بات اور ہدایت پر رہیں گے۔

اب یہ قصہ اس پہلے قصہ سے بالکل الگ ہے، اس لئے مجبوراً ماننا پڑے گا کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں اور زیر بحث حدیث میں "فانطلق الناس لایلوی احد علی احد" سے الگ واقعہ شروع ہورہا ہے، جس میں رات کے وقت صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے بعد اور چلے جانے کی اجازت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوگئے؟ علامہ ابی مالکی وشتانیؒ متعدد واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فکان اول من استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو عمر فی ھذہ الاخبار بما یدل ان نومہ کان مرۃ واحدۃ، وتحمل انہ کان مرتین ولا مریۃ انھا مواطن کما دل علیہ اختلاف الفاظ الحدیث۔ (ج۲ص۶۲۴)

علامہ ابوبکر ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہ تین واقعات تھے جو مختلف اوقات میں پیش آئے تھے۔ "قال فانتھینا الی الناس" حضرت ابو قتادہؓ کے اس جملہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ الگ قصے ہیں۔ "امتد النھار وحمی کل شیٔ" یعنی دن خوب لمبا ہوگیا تھا اور ہر

چیز خوب گرم ہوگئی تھی۔ "اطلقوا لی غمری "اطلاق کھولنے اور سامنے سے نکالنے کیلئے بولا گیا"غمری" غین پر ضمہ ہے، میم پر فتحہ ہے، آخر میں را ہے، چھوٹے لوٹے کو کہتے ہیں۔ "فلم یعد" یہ عدا یعدو سے تجاوز کے معنی میں ہے، فعل مضارع ہے۔

"ان رأی الناس" یہ بتاویل مفرد یعد کیلئے فاعل ہے اور میرے خیال میں ما فی المیضأۃ اس کیلئے مفعول بہ ہے، لیکن علامہ عثمانی نے تکابوا کو بتقدیر أن مفعول بہ بنایا ہے۔ "تکابوا" ازدحام کے معنی میں ہے، یعنی جب لوگوں نے دیکھا کہ چھوٹے سے لوٹے میں تھوڑا سا پانی ہے تو اوندھے ہو کر اس پر جھپٹ پڑے۔ "احسنوا الملاء "یعنی اپنی عادت اور اخلاق کو اچھا رکھو، پرسکون رہو اور صبر کا مظاہرہ کرو۔ الملاء اخلاق کو کہتے ہیں، حماسہ میں ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

تنادوا یال بھثة اذرؤنا فقلنا احسنی الملاء جھینا

دشمن نے جب ہمیں دیکھا تو آل بہثہ کو مدد کیلئے بلایا تو ہم نے کہا: اے جہینہ کے لوگو! اخلاق اچھے رکھو۔

"سیروی" روی یروی سمع سے سیراب ہونے کے معنی ہے۔ "جامین" جامین خوش باش اور نشاط کے ساتھ پانی پر پہنچ گئے، تھکاوٹ کے بعد جب راحت آتی ہے، اس کو جمام کہتے ہیں۔ "رواء" یہ جمع ہے، اس کا مفرد راو ہے، سیرابی کے معنی میں ہے، یعنی لوگ سیراب ہو کر راحت کے ساتھ منزل پر پہنچ گئے۔ "فی مسجد الجامع" یہ اضافت موصوف کی اپنی صفت کی طرف ہے، کوفیوں کے ہاں جائز ہے، بصریین مقدر مانتے ہیں، ای مسجد المکان الجامع اس مسجد سے مراد بصرہ کی جامع مسجد ہے۔ یعنی عبداللہ بن رباح کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو جامع مسجد بصرہ میں بیان کر رہا تھا کہ اچانک عمران بن حصینؓ نے آواز دیکر فرمایا کہ اے جوان خیال کر کے اس حدیث کو بیان کرو، کیونکہ ان سات سواروں کی جماعت میں ایک میں بھی تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو، انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا میں انصار میں سے ہوں، انہوں نے فرمایا کہ پھر بیان کرو، کیونکہ تم اپنی قوم کی حدیث کو بیان کر رہے ہو، میں اس رات میں حاضر تھا، میرا خیال تھا کہ جس طرح اس حدیث کو میں یاد رکھتا ہوں اس طرح کسی کو یاد نہیں ہوگا، لیکن تم کو واقعی یہ حدیث اچھی طرح یاد ہے۔

اس حدیث میں چند معجزات کا بیان

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی معجزات کا ظہور ہوا ہے، جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے، مگر یاد رکھیں معجزہ کسی نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے، اس کی الوہیت کی دلیل نہیں ہوتا۔ بریلوی حضرات تمام معجزات کی بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کی صفات سے متصف کرتے ہیں، بہرحال اب چند معجزات کی نشاندہی کرتا ہوں:

(۱): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لوٹے کے بارے میں پہلے سے بتانا کہ اس کی ایک شان ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔

(۲): تھوڑا سا پانی کئی افراد کیلئے کافی ہوگیا، پیا بھی، بھرا بھی اور غسل بھی کیا۔

(۳): آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سیراب ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔

(۴): آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ اس طرح کہیں گے اور لوگ اس طرح کہیں گے، چنانچہ اسی طرح ہوا۔

(۵): آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دن اور رات چلو گے تب جا کر پانی پر پہنچو گے اور ایسا ہی ہوا۔

١٥٦٢ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَأَدْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتَّى إِذَا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا أَعْيُنُنَا حَتَّى بَزَغَتِ الشَّمْسُ - قَالَ - فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَّا أَبُو بَكْرٍ وَكُنَّا لَا نُوقِظُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ إِذَا نَامَ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَقَامَ عِنْدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ وَرَأَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ قَالَ: ارْتَحِلُوا .فَسَارَ بِنَا حَتَّى إِذَا ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ نَزَلَ فَصَلَّى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا .قَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ .فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيدِ فَصَلَّى ثُمَّ عَجَّلَنِي فِي رَكْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ نَطْلُبُ الْمَاءَ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيدًا .فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ إِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ أَيْهَاهْ أَيْهَاهْ لَا مَاءَ لَكُمْ .قُلْنَا فَكَمْ بَيْنَ أَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ .قَالَتْ مَسِيرَةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ .قُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَتْ وَمَا رَسُولُ اللَّهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا حَتَّى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِي أَخْبَرَتْنَا وَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا مُوتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَنَحْنُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا عِطَاشٌ حَتَّى رَوِينَا وَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ وَغَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنْضَرِجُ مِنَ الْمَاءِ - يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ - ثُمَّ قَالَ: هَاتُوا مَا كَانَ عِنْدَكُمْ .فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَتَمْرٍ وَصَرَّ لَهَا صُرَّةً فَقَالَ لَهَا: اذْهَبِي فَأَطْعِمِي هَذَا عِيَالَكِ وَاعْلَمِي أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ .فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ لَقِيتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ إِنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ ذَيْتَ وَذَيْتَ .فَهَدَى اللَّهُ ذَاكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں آپ کے ہمراہ تھا (دوران سفر) رات گہری ہوگئی اور صبح کی پو پھٹنے کے وقت ''ہم نے قیام کیا، نیند سے آنکھ لگ گئی، یہاں تک کہ سورج چمک گیا۔ ہم میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ سو جاتے تو

نیند سے بیدار نہ کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بیدار ہو جائیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا کہ سورج چمک اٹھا ہے تو فرمایا: یہاں سے کوچ کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ چلے، یہاں تک کہ جب سورج واضح اور روشن ہو گیا تو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور آپ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ قوم میں سے ایک آدمی جماعت سے الگ رہا اور ہمارے ساتھ جماعت میں شریک نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد اس سے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روک دیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے جنابت لاحق ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پاک مٹی سے تیمّم کا حکم فرمایا۔ اس نے (تیمّم کر کے) نماز پڑھی۔ پھر آپ نے مجھے چند سواروں کے ساتھ جلدی سے آگے کی طرف دوڑایا تا کہ پانی تلاش کریں۔ ہم سخت پیاسے ہو چکے تھے، ہم (پانی کی تلاش میں) سرگرداں پھر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک عورت جو اپنی ٹانگیں دو پکھالوں کے درمیان لٹکائے (اونٹ پر) بیٹھی چلی جا رہی تھی دکھائی دی۔ ہم نے اس سے کہا کہ پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا بہت دور بہت دور، (یہاں قریب میں) تمہارے واسطے پانی نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ پانی اور تیرے گھر والوں کے درمیان کتنا راستہ ہے؟ کہنے لگے کہ ایک دن رات کا سفر ہے۔ ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی چل۔ اس نے کہا رسول اللہ کیا ہوتے ہیں؟ ہم نے اسے اس کے کسی معاملہ کا اختیار نہیں دیا (مجبور کر کے) اسے لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ کے سامنے اسے پیش کر دیا۔ آپؐ نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے وہی بتلایا جو ہمیں بتلایا تھا اور اس نے آپ کو یہ بھی بتلایا کہ وہ یتیموں کی ماں ہے۔ اس کے یتیم بچے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اونٹ کو بٹھانے کا حکم دیا، اسے بٹھایا گیا اور اس کے پکھالوں کے دونوں اوپر دہانوں میں کلی فرمائی۔ (پکھال، چمڑے کے خاص مشکیزہ کو کہتے ہیں) پھر اس کے اونٹ کو اٹھا دیا۔ پھر ہم سب جو چالیس افراد تھے اور سخت پیاسے تھے، خوب سیراب ہو کر پانی پیا بھی اور جتنے مشکیزے چھاگلیں ہمارے پاس تھیں وہ بھی بھر لیں اور اپنے ساتھی کو (جسے جنابت تھی) غسل بھی کروایا۔ ہاں اپنے اونٹوں کو ہم نے پانی نہیں پلایا۔ اس کے باوجود اس کی پکھالیں پانی سے پھٹی پڑتی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے پاس جو کچھ (کھانے پینے کی چیز ہے) لے آؤ، ہم نے روٹی کے ٹکڑے، کھجور وغیرہ جمع کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پوٹلی میں باندھا اور اس عورت سے کہا اسے لے جا اور اپنے بال بچوں کو کھلا اور جان لے کہ ہم نے تیرا پانی کچھ بھی کم نہیں کیا۔ جب وہ اپنے گھر آئی تو کہنے لگی کہ میں آج سب سے بڑے جادوگر سے ملی ہوں یا یہ کہ وہ نبی ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والے سارے معاملہ کو بیان کیا کہ اس طرح کا معاملہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پورے گاؤں کو اس عورت کی بدولت ہدایت دی اور وہ سب اسلام لائے اور وہ خود بھی اسلام لائی۔

تشریح:

"فی مسیرتہ" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر میں، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ "فادلجنا" ادلاج باب افعال سے ہے، رات کے پہلے حصہ میں سفر کرنے کو کہتے ہیں۔ "فی وجہ الصبح" یعنی صبح کے بالکل قریب ہوئے تو ہم نے آرام کرنا چاہا۔ "عرسنا" تعریس رات کے آخری حصہ میں اتر کر آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ "بزغت الشمس" سورج کے طلوع ہونے کو کہتے ہیں، جبکہ بالکل ابتداء میں ہو۔ "ابوبکر" اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ کے سب سے پہلے اٹھنے کا ذکر ہے، گزشتہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے اٹھنے کا ذکر تھا۔ علامہ ابی فرماتے ہیں کہ یہ تعددِ واقعات کی واضح دلیل ہے۔ ابوبکر بن عربیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تین واقعات تھے۔ "لانوقظ" یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے نہیں جگاتے تھے کہ ممکن ہے کہ آپ پر وحی آرہی ہو، باقی عمر فاروقؓ نے جو بلند آواز سے تکبیر پڑھی ہے، وہ الگ انداز ہے، وہ براہ راست جگانا نہیں تھا، اگرچہ مقصود جگانا تھا، گویا تکبیر کا بلند کرنا جگانے کیلئے بطور تعریض تھا۔ "ثم عجلنی" یعنی مجھے ایک جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی جلدی پہلے جانے کا حکم دیا تاکہ ہم آنے والے قافلے کیلئے پانی تلاش کریں، دیگر روایات میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی تلاش کرنے کیلئے حضرت علیؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کو بھیجا، انہی کو فی رکب کہا گیا یا ان کی جماعت بھی تھی، مگر وہ تابع تھی، یہ دونوں اصل تھے۔

"بامرأۃ" یہ اس علاقے سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں رہنے والی کوئی عورت تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑی ہوشیار عورت تھی اور علاقے پر اثر بھی رکھتی تھی، اس کو اجمالی طور پر معلوم تھا کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، مگر وہ "صابی" ہو گیا ہے، یہاں اس عورت نے تعجب سے سوال کیا ہے کہ رسول اللہ کیا ہوتا ہے۔ تفصیلی روایت میں ہے "الذی یقال لہ الصابی قالا ھو الذی تعنین فانطلقی" یہ جانا نہیں چاہتی تھی، مگر حضرت علیؓ نے اس کو موقع نہیں دیا اور فرمایا تم کچھ بھی سمجھو اور کچھ بھی کہو مگر ان کے پاس جانا ہے، یہاں "فلم نملکھا" کے الفاظ ہیں، یعنی ہم نے اس کو اختیار نہیں دیا اور زبردستی اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف روانہ کر دیا۔ "سادلۃ رجلیھا" یعنی بڑے مزے سے اونٹ پر دو مشکیزوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہوئی جا رہی تھی۔ "قالت ایھاہ ایھاہ" یہ ھیھات ھیھات کے معنی میں ہے، ای بَعُد بَعُد یعنی پانی بہت دور ہے، بہت دور ہے۔ "لا ماء لکم" تمہیں پانی کہاں ملے گا؟ یہ اسی بعد کی طرف اشارہ ہے اور تکرار مبالغہ کیلئے ہے۔ "موتمۃ" ای امرأۃ ذات اطفال ایتام یعنی شوہر مر گیا ہے، بچے یتیم ہیں، کوئی بڑا آدمی گھر میں نہیں ہے، اس لئے پانی بھرنے کیلئے خود آئی ہوں۔ "فامر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے اونٹ کو بٹھلا دو۔ "راویتھا" راویہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر پانی بھر بھر کر لایا جاتا ہے۔ "فاینخت" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ اونٹ بٹھلا دیا گیا۔ "فمج" منہ میں کلی کرنے کے بعد جو پانی ہوتا ہے اس کو باہر پھینکنے کو "مج" کہتے ہیں، آنحضرت نے پہلے مشکیزہ سے پانی حاصل کیا پھر کلی کر کے منہ کے لعاب سے پانی ملا کر واپس مشکیزہ کے دو چھوٹے موہنوں میں ڈال دیا۔ "العزلاوین" مشکیزہ بکری کی کمال سے بنایا جاتا ہے، اس کے سامنے حصہ میں گردن کی جگہ بڑا سوراخ ہوتا ہے۔ یہ فم القربۃ ہوتا ہے اور دو چھوٹے سوراخ بکری کے پاؤں کی جگہ پر ہوتے ہیں، اس کو عزلاوین کہتے ہیں، جس کا مفرد عزلاء ہے اور جمع عزالاء ہے، مگر یہاں علیاوین کہہ کر راوی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مشکیزہ کے اوپر والا بڑا

دہانہ اور نیچے والا چھوٹا دہانہ دونوں کو عـزلاوین کہا گیا ہے، اہل لغت کے ہاں عـزلاء کا اطلاق اوپر اور نیچے دونوں دہانوں پر ہوتا ہے، اگر چہ علامہ ہروی فرماتے ہیں کہ عزلاوین نیچے والے دہانوں کو کہتے ہیں، میرا بھی یہی خیال ہے۔

"حتـی روینـا" یہ سمع یسمع سے ہے سیراب ہونے کو کہتے ہیں، یہ چالیس آدمی تھے جو سب کے سب شدید پیاسے تھے۔"تـنـضـرج" انـضـرج پھٹنے کے معنی میں ہے یہ مجرد میں نصر ینصر سے پھاڑنے اور خون میں رنگین ہونے کے معنی میں ہے، یعنی اس مشکیزہ کی پکھالیں پھٹی ہوئی تھیں۔ دہانہ کو اردو والے پکھال بھی کہتے ہیں، یہاں پانی بھرنے کی وجہ سے مشکیزہ کا پھٹنا مراد ہے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ پانی استعمال کرنے کے بعد وہ مشکیزہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا نظر آرہا تھا۔"کِسَر" یہ کسرة کی جمع ہے، ٹکڑوں کے معنی میں ہے، خواہ روٹی کے ہوں یا کسی اور چیز کے ہوں۔ "تمر" یہ تمرة کی جمع ہے، کھجور کو کہتے ہیں۔

"وصـر لها صرة" ای و شـد مـا جمع لها فی لفافة یعنی جو ٹکڑے وغیرہ جمع کئے گئے تھے، وہ ایک تھیلی میں ڈال کر اس عورت کو دیئے گئے۔ "لم نرزأ" یہ فتح یفتح سے ہے، نقصان پہنچانے کے معنی میں ہے، یعنی ہم نے آپ کے پانی کا کچھ نقصان نہیں کیا، پانی پورا واپس کیا اور کھانے کو بھی دیا۔ "فـلـمـا أتت اهلها" یہ عورت گھر لوٹ گئی تو کافی دیر ہوگئی تھی، لوگوں نے پوچھا کہ اتنی دیر کیوں ہوئی؟ تو جواب میں اس نے کہا کہ: "لـقـيـت اسحر البشر و انه لنبی کما زعم" سحر اور معجزہ میں بظاہر فرق کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ دونوں میں آنکھوں کے سامنے خرق عادت چیز آجاتی ہے، قلیل چیز کثیر نظر آتی ہے، اس لئے اس عورت نے کہا کہ یا تو یہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے یا اپنے دعویٰ کے مطابق یہ شخص نبی ہے، اس عورت نے انتہائی ہوشیاری اور انصاف پر مبنی بات کی ہے، جس نے دلیل کے ساتھ حقیقت تک پہنچنے کیلئے گنجائش چھوڑی ہے، چنانچہ جب اس پر حقیقت آشکارہ ہوگئی تو اس نے اسلام قبول کرلیا۔

"کـان من أمره ذيت و ذيت" یہ کیت و کیت کے معنی میں ہے، جو کنائی الفاظ ہیں اور کذا و کذا کے معنی میں ہے، پورے قصے کی طرف اس عورت نے اشارہ کیا ہے، صحیح بخاری کی تفصیلی روایت میں ہے کہ بعد میں صحابہ کرامؓ نے اس علاقے میں جہادی کارروائی شروع کی تو صحابہ کرامؓ آس پاس کے علاقوں پر حملہ کرتے تھے، مگر اس عورت کے علاقے پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ اس عورت نے اپنے محلے والوں سے کہا کہ ان لوگوں پر میں نے ایک احسان کیا تھا اس کی وجہ سے یہ لوگ ہم پر حملہ نہیں کرتے ہیں، یہ اچھے لوگ ہیں، چلو سب مسلمان ہوجاتے ہیں، لوگ سارے مسلمان ہوگئے اور جنگ کی زحمت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس عورت کی وجہ سے بچالیا۔ "الـصـرم" صرم گھروں کے اس مجموعہ کا نام ہے جو پانی کے پاس جمع ہوکر محلہ آباد کرتے ہیں تو صرم محلّہ کو کہا گیا ہے، اس حدیث میں بھی بہت سارے معجزات کا ظہور ہوگیا ہے جو واضح ہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۵۶۳ – حَدَّثَنَا إِسُحَاقُ بُنُ إِبُرَاهِيمَ الْحَنُظَلِيُّ أَخبَرَنَا النَّضرُ بُنُ شُمَيُلٍ حَدَّثَنَا عَوُفُ بُنُ أَبِي جَمِيلَةَ الأَعرَابِيُّ عَنُ أَبِي رَجَاءِ الْعُطَارِدِيِّ عَنُ عِمُرَانَ بُنِ الْحُصَيُنِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَسَرَيُنَا لَيُلَةً حَتَّى إِذَا كَانَ مِنُ آخِرِ اللَّيُلِ قُبَيُلَ الصُّبُحِ وَقَعُنَا تِلُكَ الُوَقُعَةَ الَّتِي لَا وَقُعَةَ عِنُدَ الُمُسَافِرِ أَحُلَى مِنُهَا

فَمَا أَيْقَظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سَلْمِ بْنِ زَرِيرٍ وَزَادَ وَنَقَصَ. وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ أَجْوَفَ جَلِيدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشِدَّةِ صَوْتِهِ بِالتَّكْبِيرِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا ضَيْرَ ارْتَحِلُوا. وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ (جماعت صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم ساری رات چلتے رہے جب رات کا آخری پہر ہوا صبح سے کچھ پہلے تو ہم پڑ گئے اور ایسا پڑنا ایک مسافر کیلئے اس سے زیادہ مزیدار کچھ نہیں ہوتا (اور سو گئے) اور ہمیں سورج کی گرمی نے بیدار کیا۔ آگے سابقہ حدیث کی مانند ہی بیان کیا، پھر ذکر کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور لوگوں کا حال دیکھا تو چونکہ وہ اونچی آواز والے تھے۔ انہوں نے زوردار آواز سے تکبیر کہنا شروع کردی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے ان کی آواز کی سختی وشدت کی وجہ سے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے تو لوگوں نے آپؐ سے شکایت کی اپنی حالت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، یہاں سے کوچ کر چلو۔"

تشریح:

"وقعنا تلک الوقعة" یعنی ہم آخری رات میں نیند کیلئے ایسے شوق سے گر پڑے کہ رات کے سفر کرنے والے تھکے ماندے مسافر کے ہاں اس لیٹنے سے زیادہ کوئی چیز لذیذ نہیں ہوتی ہے۔ "اجوف جلیداً" اجوف جوف سے ہے، خالی پیٹ کو کہتے ہیں، بلند آواز والا مراد ہے، کیونکہ جتنا پیٹ خالی ہوگا اتنی آواز بلند ہوگی، جلید کا معنی قوی چست وچالاک اور چاق وچوبند ہے۔ "لا ضیر" یعنی اس تاخیر اور نماز قضاء ہونے کا کوئی ضرر تم پر نہیں ہے، نیند میں آدمی اپنے اختیار میں نہیں ہوتا ہے۔ "ارتحلوا" چلے جاؤ مکروہ وقت نکلنے کے بعد آگے نماز پڑھیں گے، یہ منحوس جگہ ہے، اس کو چھوڑ دو۔

۱۵۶۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ.

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر رات کے وقت پڑاؤ کرتے تو اپنی دائیں کروٹ لیٹتے اور اگر صبح صادق سے کچھ دیر پہلے پڑاؤ کرتے تو اپنے بازو کو کھڑا کرتے اور ہتھیلی پر اپنا چہرہ رکھتے تھے۔

تشریح:

"اضطجع" سفر کے دوران رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی عادت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اگر طلوع فجر تک وقت زیادہ ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کروٹ پر خوب سو جاتے تھے، لیکن اگر وقت کم ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازو کو کھڑا

کردیتے تھے اور ہتھیلی پر سر مبارک رکھتے تھے کہ کمر سیدھی ہو جائے اور خفیف نیند ہو جائے اور صبح کی نماز فوت نہ ہو جائے۔

قضاء شدہ نمازوں کی ترتیب

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ .قَالَ قَتَادَةُ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص نماز (پڑھنا) بھول گیا تو جب یاد آجائے تو اسے پڑھ لے اس کے علاوہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔'' قتادہؒ کہتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ''اقم الصلوۃ لذکری'' ''نماز میری یاد کیلئے قائم کرو۔''

تشریح:

''لا کفارۃ لھا الا ذلک'' یعنی اگر کسی آدمی کی نماز قضاء ہو جائے تو وقت ملنے اور یاد آنے پر اس کو پڑھنا ہی چاہئے، پڑھنے اور قضاء کرنے کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا ہے، قضاء شدہ نمازوں کو پڑھنے کی ترتیب اس طرح ہے کہ اگر چھ نمازوں سے کم قضاء ہوئی ہیں تو پھر قضاء شدہ نمازوں کو مقدم کرنا اور ترتیب سے پڑھنا لازم ہے، ہاں اگر جماعت کھڑی ہو یا وقت میں تنگی ہو تو وقت کی نماز کو مقدم کیا جائے، ورنہ قضاء شدہ نماز کو مقدم پڑھا جائے، یہ آدمی صاحب ترتیب ہے اور اگر چھ نمازوں سے زیادہ قضاء ہیں تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، پھر قضاء نماز کو وقتی نماز پر مقدم کرنا لازم نہیں ہے۔ البتہ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی نیت کرے کہ میری عمر میں مجھ سے جو فجر کی نماز سب سے پہلے قضاء ہوئی میں اس کو پڑھتا ہوں یا ظہر کی پہلی نماز جو مجھ سے قضاء شدہ ہے اس کو پڑھتا ہوں، اس طرح پہلے وہی نماز ادا ہو جائے گی جو اس شخص کے ذمہ پر ہے۔

قضاء عمری کی نماز باطل ہے

اوپر حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ قضاء شدہ نماز کی قضاء کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، اس سے واضح طور پر قضاء عمری کی تردید ہو جاتی ہے، قضاء عمری اہل بدعت کے ہاں ایک نماز ہے جو رمضان کے آخری جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جمعہ میں فجر کے ساتھ ایک قضاء نماز پڑھی جاتی ہے، اس طرح ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور وتر کی قضاء کی جاتی ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس سے عمر کی ساری نمازوں کی قضاء ہو گئی۔ یہ غلط عقیدہ اور غلط طریقہ ہے۔

بعض اہل بدعت قضاء عمری کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ رمضان کے آخری جمعہ میں چار رکعت سب لوگ مل کر جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ساٹھ سال کی قضاء شدہ نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔

حکایت

ہمارے استاد حضرت مولانا فضل محمد صاحب سوات والے نے مشکوٰۃ کے درس میں ہمیں یہ قصہ سنایا کہ رمضان میں کوہستان ہزارہ سے ایک آدمی بچوں کے ساتھ سوات آگیا، اس نے کوہستان میں کبھی تراویح کی نماز نہیں دیکھی تھی، یہاں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی،

اس نے گھر میں آکر بیوی سے کہا کہ وہاں کوہستان میں اچھے مسلمانوں کے پاس رہتے تھے، صرف عشاء کی نماز تھی اور کچھ نہیں تھا، یہاں ان کافروں نے مجھے بیس رکعات پڑھنے سے تھکا کر رکھ دیا، جب رمضان کا آخری جمعہ آگیا اور امام صاحب نے قضاء عمری کی نماز پڑھا کر بشارت سنادی کہ ساٹھ برس کی نمازیں ادا ہوگئیں تو یہ شخص گھر آکر بیوی سے کہنے لگا کہ وہاں کوہستان میں کافروں کے پاس رہتا تھا، یہاں مسلمانوں کے پاس آگیا، آج میں نے ایسی نماز قضاء عمری کی پڑھی ہے کہ ساٹھ سال کی نمازیں معاف ہوگئیں، اس وقت میری عمر تیس سال ہے، خدا کی قسم آئندہ ساٹھ سال کی عمر تک ایک نماز بھی نہیں پڑھوں گا۔

بہر حال قضاء عمری پر بریلویوں کے بعض علماء بھی تنقید کرتے ہیں، مولوی غلام رسول سیدی صاحب شرح مسلم میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: بعض ان پڑھ لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو ایک دن کی پانچ نمازیں وتر سمیت پڑھ لی جائیں تو ساری عمر کی قضاء نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس کو قضاء عمری کہتے ہیں، یہ قطعاً باطل ہے، ایک دن کی قضاء نمازیں پڑھنے سے ایک دن کی نمازیں ہی ادا ہوں گی، ساری عمر کی ادا نہیں ہوں گی۔ (شرح مسلم ج دوم ص ۳۵۲)

۱۵۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ: لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا (جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تو جب یاد آئے تو اس وقت پڑھ لے) لیکن اس روایت میں اس بات کا ذکر نہیں کہ سوائے اس کے اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

۱۵۶۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس کے وقت سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو اسے پڑھ لے۔

۱۵۶۸ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی شخص نماز (کے وقت) سو جائے یا نماز سے غافل ہو جائے تو جب یاد آجائے تو نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''نماز میری یاد کیلئے قائم کرو''۔

کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا

مسافروں کی نماز قصر کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے

۱۵۶۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نماز میں دو ہی رکعات فرض کی گئی تھیں خواہ سفر میں ہو یا حضر (حالت اقامت) میں، پھر سفر کی نماز تو اپنے حال پر باقی رکھی گئی اور قیام کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔"

تشریح:

"السفر" قال اللہ تعالیٰ: ﴿**واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ**﴾

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿**فاینما تولوا فثم وجہ اللہ**﴾ سفر یسفر سے سفراً و سفوراً سفر کیلئے روانہ ہونے کو کہتے ہیں، لفظ سفر کے مادہ میں انکشاف کا معنی پڑا ہے، چنانچہ "اسفر اسفاراً فسر تفسیراً" اور "مسفرۃ" تمام الفاظ میں کشف وانکشاف اور وضاحت کا معنی پڑا ہے۔ چنانچہ آج کل "مسفرۃ" اس آلہ کو کہتے ہیں جس کو ڈاکٹر صاحبان لوگوں کے پیٹ اور پیٹھ پر رکھ کر بیمار کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہیں، اس آلہ سے ڈاکٹر کو کچھ نظر تو نہیں آتا، البتہ اندر سے غرغر اور غروں غروں کی آواز کا اندازہ لگا دیتے ہیں اور گلے میں ڈال کر رعب جمانے اور مزے لینے کا فائدہ اٹھاتے ہیں، شاید مریض کا ہاتھ پکڑ کر نبض معلوم کرنے سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ بہر حال وہ سفر جس سے بعض شرعی احکام متاثر ہوجاتے ہیں مثلاً رمضان کے روزے متاثر ہو جاتے ہیں اور نمازوں پر اس کا اس طرح اثر پڑتا ہے کہ چار رکعت والی نمازیں دو رکعتوں میں بدل جاتی ہیں اور سنن مؤکدہ کا تاکد ختم ہو جاتا ہے اور جمع بین الصلوٰتین کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ آیا سفر کی وجہ سے جمع بین الصلوتین کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس شرعی سفر کے چند مواضع میں تفصیل وتحقیق اور فقہاء کا اختلاف ہے، اسی کو چند مباحث کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

بحث اول: یہ کہ قصر رخصت ہے یا عزیمت؟

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سفر میں دو اور تین رکعات والی نماز میں قصر نہیں ہوتا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ سفر میں چار رکعتوں والی نماز میں قصر ہوتا ہے، چار رکعتوں والی نماز کو دو رکعتیں پڑھنا قصر کہلاتا ہے، سفر شرعی میں قصر کرنا ہر حالت میں بالاتفاق مشروع اور جائز ہے، خواہ حالت امن ہو یا حالت خوف ہو۔ اب اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اس قصر کی حیثیت کیا ہے، آیا قصر کرنا رخصت ہے یا عزیمت ہے،

بالفاظ دیگر یہ رخصت اسقاط ہے یا رخصت ترفیہ ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

جمہور کے نزدیک قصر کرنا رخصت ہے اور اتمام کرنا عزیمت ہے، یعنی قصر کرنا رخصت ترفیہ اختیار یہ ہے، قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں، مگر اتمام افضل ہے، رحمة الامة فی اختلاف الائمه کے ص ۵۳ پر جمہور کا مسلک اسی طرح لکھا ہے، اگر چہ دیگر کتب میں امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے دوسرے اقوال بھی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شرعی سفر میں قصر کرنا عزیمت ہے، یہ رخصت ترفیہ و اختیار یہ نہیں، بلکہ رخصت اسقاط ہے کہ قصر کرنا لازم ہے، اتمام ناجائز ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے سفر میں چار رکعات پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو جمہور کے نزدیک نماز باطل نہیں ہوگی، لیکن احناف کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ دو رکعت پر بیٹھ کر قعدہ کرنا قعدۂ آخیرہ تھا جو فرض تھا، اس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہوگئی۔

دلائل

جمہور نے قرآن عظیم کی آیت ﴿واذ اضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة﴾ (سورۂ نساء ۱۰۱) سے استدلال کیا ہے۔ طرزِ استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصر کی صورت میں جناح و گناہ کی نفی فرمائی ہے کہ قصر میں گناہ نہیں، بلکہ مباح ہے اور اباحت وجوب کے منافی ہے، لہٰذا اتمام عزیمت نہیں، بلکہ رخصت ہے۔

جمہور کی دوسری دلیل شرح السنة کی حدیث ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں نماز میں قصر بھی کیا ہے اور اتمام بھی کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: ''کل ذلك قد فعل رسول الله صلی الله علیه و سلم قصر الصلوٰة و اتم۔'' (رواہ شرح السنة) اسی طرح دار قطنی میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ان النبی صلی الله علیه و سلم کان یقصر فی السفر و یتم" اس سے بھی جمہور استدلال کرتے ہیں۔

جمہور کی تیسری دلیل حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کا عمل ہے، یہ دونوں حضرات سفر میں اتمام کرتے تھے، جس طرح "باب قصر الصلوٰة بمنی" میں واضح طور پر مذکور ہے، وہاں حضرت ابن مسعودؓ کا انکار بھی مذکور ہے۔

ائمہ احناف نے کئی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور یہ رخصت اسقاط ہے اور اتمام ناجائز ہے۔ چند احادیث بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ احناف نے اس باب کی حضرت عمر فاروقؓ کی حدیث نمبر ۱۵۷۲ سے استدلال کیا ہے، جس میں یہ لفاظ ہیں: "فقال صدقة تصدق الله بها علیکم فاقبلوا صدقته" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں قصر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک احسان ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو قبول کرو تو اس میں ایک تو قصر کو صدقہ قرار دیا اور صدقہ جب کسی کے ہاتھ میں آجاتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے اور دینے والا اس کو واپس نہیں لیتا، یہ انداز بھی وجوب قصر کی طرف اشارہ کرتا ہے، دوسرا اس حدیث میں فاقبلوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے، لہٰذا قصر واجب و عزیمت ہے اور رخصت اسقاط ہے، اتمام ساقط ہوگیا ہے۔

ائمہ احناف کی دوسری دلیل اس باب کی وہ ساری احادیث ہیں جس کی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے اور جن کی تخریج امام بخاریؒ نے کی ہے، جس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ ابتداء اسلام میں دو رکعت نماز فرض ہوئی، پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو چار رکعت نماز فرض ہوگئی، لیکن سفر کی نماز اسی طرح دو رکعت رہ گئی۔

احناف کی تیسری دلیل اسی باب کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، اس کا مضمون بھی اسی طرح ہے جس طرح حضرت عائشہؓ کی روایت کا مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت قیام میں چار رکعت نماز فرض فرمائی اور سفر میں دو رکعت فرض فرمائی۔

ائمہ احناف کی چوتھی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی وہ حدیث ہے، جس کی تخریج امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن عمرؓ قال صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم في السفر فلم يزد على الركعتين حتى قبضه الله" (رواه البخاری)

گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدۃ العمر سفر میں قصر فرمایا ہے اور کسی عمل پر اس طرح مداومت ومواظبت وجوب کی دلیل ہے، لہٰذا قصر عزیمت ہے اور اتمام ناجائز ہے۔

"و عند ابن حزم مصححاً عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة السفر ركعتان من ترك السنة كفر و من ابن عباسؓ من صلى في السفر اربعاً كمن صلى في الحضر ركعتين و في مسند السراج بسند جيد عن عمرو بن امية الضمری يرفعه ان الله تعالىٰ وضع من المسافر الصيام و نصف الصلوٰة" (فتح الملهم)

جواب

جمہور نے قرآن کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قصر صلوٰۃ فی السفر میں صحابہ کرامؓ کی طرف سے حرج محسوس کرنے کا امکان تھا کہ اتمام میں ثواب زیادہ ہے، قصر میں ثواب کم ملے گا، اسی حرج کو دور کرنے کیلئے لاجناح فرمایا، یہ الفاظ اباحت کیلئے متعین نہیں ہیں، بلکہ وجوب کے موقع پر بھی استعمال ہوسکتے ہیں، جیسا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کیلئے ﴿فلا جناح عليه ان يطوف بهما﴾ کے الفاظ آئے ہیں، حالانکہ سعی واجب ہے۔ بعض علماء نے آیت سے استدلال کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ اس آیت کا تعلق صلوٰۃ خوف سے ہے، اس کا تعلق قصر فی السفر سے نہیں ہے، جیسا کہ مجاہد اور ابن جریر وابن کثیر کی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے۔

جمہور کی دوسری دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ یقصر اور یتم کے مواقع الگ الگ ہیں، یقصر کا تعلق سفر سے ہے کہ تین دن کی مسافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر فرماتے تھے اور تین دن سے کم سفر میں قصر نہیں فرماتے تھے، کیونکہ وہ شرعی سفر نہیں ہوتا، بلکہ لغوی سفر ہوتا تھا۔ دار قطنی کی روایت کا بھی ایک جواب یہی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یقصر کے الفاظ اور قصر کا تعلق رباعیہ نمازوں سے ہے، جن میں قصر ہوتا ہے جیسے ظہر، عصر اور عشاء کی نماز ہے اور یتم کے لفظ کا تعلق ان نمازوں سے ہے جو ثنائی یا ثلاثی ہیں، جن میں قصر نہیں بلکہ مکمل پڑھی جاتی ہیں، جیسے فجر اور مغرب کی نماز ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتدائی دور کا حکم تھا بعد میں قصر کا وجوب آیا۔

جمہور کی تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ حضرات خود کسی

دلیل کی وجہ سے اتمام فی السفر نہیں کرتے تھے، بلکہ تاویل واجتہاد سے کام لیتے تھے، چنانچہ جب زہریؒ نے حضرت عروہؒ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ حالت سفر میں اتمام صلوٰۃ کیوں کرتی تھیں؟ تو حضرت عروہؒ نے جواب دیا کہ وہ اسی طرح تاویل کرتی تھیں جس طرح تاویل واجتہاد حضرت عثمانؓ کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی تاویل اوران کا اجتہاد یہ تھا کہ وہ امیر المومنین ہیں، جہاں جائیں گے گویا اپنے ہی گھر میں ہیں، سفر میں نہیں، ایک اجتہاد انکی طرف سے یہ بھی تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ موسم حج میں دنیا کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، اگر میں منیٰ وغیرہ میں قصر کروں گا تو دیہاتی لوگ سمجھیں گے کہ نماز ہی دورکعت ہے، اس سے ان کو مغالطہ لگ جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کی اتمام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں نکاح کیا تھا اور وہاں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنا پڑتا تھا، اس لئے وہ اپنے آپ کو مقیم سمجھتے تھے، علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ مسافر جب کہیں نکاح کرے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ یہ تاویل اور اجتہاد فرماتی تھیں کہ میں ام المومنین ہوں، جہاں جاتی ہوں گویا وہ میرا اپنا اقامتی گھر ہے، لہٰذا سفر نہیں ہے، اس وجہ سے وہ نماز میں اتمام فرماتی تھیں۔

تاہم ان حضرات کی اس تاویل اور اجتہاد کو صحابہؓ نے قبول نہیں کیا اور ان پر طرح طرح کے سوالات کئے اور یہ حضرات کوئی دلیل پیش کرنے کے بجائے صرف تاویل واجتہاد فرماتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر ہے اور قصر عزیمت ہے رخصت نہیں ہے۔

"وفی الخوف رکعة" آئندہ کئی روایات میں یہ جملہ مذکور ہے کہ صلوٰۃ خوف میں ایک رکعت ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صلوٰۃ خوف ایک رکعت ہوتی ہے، صلوٰۃ خوف سفر میں دورکعت ہوتی ہے، اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر طائفہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی جاتی ہے۔

۱۵۷۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَمَّهَا فِي الْحَضَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيضَةِ الْأُولَى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو دو رکعات تھیں۔ پھر اقامت کی نماز کو پورا کر دیا جب کہ سفر کی نماز کو پہلی فرضیت کے مطابق رکھا گیا۔ (یعنی دو رکعات)''

۱۵۷۱ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الصَّلَاةَ أَوَّلَ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ فِي السَّفَرِ قَالَ إِنَّهَا تَأَوَّلَتْ كَمَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نماز جب پہلی مرتبہ فرض کی گئی تو کل دو رکعات تھیں۔ پھر سفر کی نماز اسی حال پر برقرار رکھی گئی اور قیام کی نماز کو (چار رکعات سے) پورا کر دیا گیا۔'' زہریؒ کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا کہ: پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی تھیں؟ انہوں نے کہا کہ انہوں نے بھی وہی تاویل کی جیسی

حضرت عثمانؓ نے تاویل کی تھی۔

۱۵۷۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ .فَقَالَ: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ.

حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر تمہیں کفار کی طرف سے مبتلائے فتنہ ہونے کا خوف ہو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' (یعنی دشمن کے خوف سے جنگ کے دوران نماز کو قصر کرنے کی اجازت ہے) جب کہ اب تو لوگ امن میں ہیں (جنگ اور دشمن کا خوف نہیں ہے تو کیا اب بھی قصر کی اجازت ہے؟) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس چیز سے تمہیں تعجب ہوا مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ ایک صدقہ ہے تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، لہٰذا اس کے صدقہ کو قبول کرو۔''

۱۵۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ.

حضرت یعلی بن امیہ سے ابن ادریس کی روایت (کفار کی طرف سے مبتلائے فتنہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں......نماز قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے) کی طرح مروی ہے۔

۱۵۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک (کے ذریعہ) حالت قیام میں چار رکعات نماز فرض فرمائی اور سفر میں دو رکعتیں جب کہ خوف کی حالت میں (امام کے ساتھ) ایک رکعت فرض فرمائی۔

۱۵۷۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَالِكٍ- قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا قَاسِمُ

بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَعَلَى الْمُقِيمِ أَرْبَعًا وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر مسافر پر دو رکعتیں، مقیم پر چار رکعتیں اور حالت خوف میں (امام کے ساتھ ہر ایک گروہ کیلئے) ایک رکعت فرض کر دی ہے۔

١٥٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّي إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الْإِمَامِ. فَقَالَ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

موسیٰ بن سلمہ الہذلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ جب میں مکہ میں ہوں اور امام کے ساتھ نماز نہ پڑھ رہا ہوں تو کیسے نماز پڑھوں؟ فرمایا کہ ایسی صورت میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو رکعات کی ہے۔

١٥٧٧- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت (ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالقاسم کی سنت سفر میں دو رکعت کی ہے) مروی ہے۔

١٥٧٨- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ- قَالَ- فَصَلَّى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتَّى جَاءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلَّى فَرَأَى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُونَ .قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ صَلَاتِي يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ:﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾.

حفصؒ بن عاصم کہتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ کے راستہ میں حضرت ابن عمرؓ کا ہمسفر تھا۔ انہوں نے ہمیں ظہر کی دو رکعات پڑھائیں، پھر وہ واپس آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ آئے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام پر پہنچے اور بیٹھ گئے، ہم بھی

ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اچانک انکی توجہ اس طرف ہوئی جہاں نماز پڑھی تھی تو دیکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک نماز میں کھڑے ہیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ سنتیں ادا کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! اگر مجھے سنتیں ہی پڑھنی ہوتیں تو میں اپنی نماز ہی پوری کرتا (یعنی پھر میں قصر ہی نہ کرتا، قصر کا مقصد یہی ہے کہ سنتیں نہ پڑھی جائیں) میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہا ہوں، آپ نے دو رکعات سے زیادہ کبھی نہیں پڑھیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دیدی۔ میں حضرت ابوبکرؓ کی بھی صحبت اٹھا چکا ہوں، انہوں نے بھی اپنی وفات تک دو رکعات سے زائد نہ پڑھیں (سفر میں) میں حضرت عمرؓ کے بھی ہمراہ رہا ہوں، انہوں نے بھی وفات تک دو رکعات سے زائد نہیں پڑھیں، میں حضرت عثمانؓ کی ہمراہی میں سفر کر چکا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعات سے زائد نہ پڑھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دیدی، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

تشریح:

"**حتی جآء رحلہ**" یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور پھر اپنے خیمے میں چلے گئے اور قیام گاہ میں چلے آئے۔

"**فحانت منہ التفاتۃ**" حانت ای حضرت و حصلت لہ التفاتۃ ای توجۃٌ و صرف نظرٍ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے اچانک دیکھا تو ان کو کچھ لوگ نظر آئے کہ وہ سنت پڑھ رہے تھے۔ "من حیث صلی" یعنی حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، میں نے کہا کہ سنت پڑھ رہے ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے ان پر رد کیا۔ اب اس میں فقہاء کا اختلاف ہوا کہ سفر میں سنت پڑھی جائے یا نہیں؟ تفصیل ملاحظہ ہو: اگر سفر میں شدید مشقت یا تنگی وقت ہے اور ایک شخص سنت و نوافل کی شدت سے پابندی کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے فرائض میں نرمی فرمائی تو سنن و نوافل میں تو بطریق اولیٰ نرمی آگئی، اسی لئے کہا گیا ہے: "من السنۃ ترک السنۃ فی السفر" لیکن اگر ایک آدمی سفر میں سہولت کے ساتھ ہے اور سفر بھی جاری نہیں، بلکہ کچھ وقفہ ہے تو اس وقفہ میں ایک شخص اٹھ کر سنت پڑھتا ہے تو یہ منع نہیں، بلکہ اس پر زیادہ اجر وثواب ملے گا۔

"**مسبحا**" یہ تسبیح سے ہے، نفل نماز پڑھنے کے معنی میں ہے، یعنی اگر مجھے نفل پڑھنے ہوتے تو میں اس کے بجائے فرض کو مکمل کرتا اور اس کو پڑھ لیتا، فرض میں قصر نہ کرتا۔ سفر میں سنتیں پڑھنے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

فقہاء کرام کا اختلاف

بعض فقہاء نے سفر میں سنتیں پڑھنے کو مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے، بعض نے مطلقاً جائز قرار دیا ہے اور بعض نے سنن مؤکدہ راتبہ اور نوافل میں فرق کیا ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ وشافعیؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ کے نزدیک سفر میں بھی سنن قبلیہ وبعدیہ پڑھ لینی چاہئیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں، البتہ علماء احناف کے اقوال مختلف ہیں، آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے خود سنتیں نہیں پڑھیں اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں پڑھتے تھے، جیسے اس باب کی احادیث میں ہے، لیکن یہ بھی مذکور ہے

کہ حضرت ابن عمرؓ سنتیں پڑھتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سفر میں پڑھی ہیں۔

تطبیق

ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے سنن کے پڑھنے کی جو نفی فرمائی، اس سے عام نوافل کی نفی مراد نہیں بلکہ اس سے سنن مؤکدہ کی نفی مراد ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب حالات میں نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا یہ مطلب ہے جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ اگر حالت قرار سکون واطمینان ہو تو پڑھنے میں ثواب ہے، لیکن نفل کا ثواب ہے، سنن مؤکدہ کا نہیں اور اگر حالت قرار وسکون نہیں عجلت سفر ہے یا تنگی وقت اور تھکاوٹ وتکلیف اور زحمت ہے تو پھر نہ پڑھنے کا حکم ہے۔ فجر کی سنتوں کا پڑھنا بہتر ہے اور اس کا تاکد ختم بھی نہیں ہوتا ہے، بہرحال حضرت ابن عمر سنن مؤکدہ کی نفی کرتے ہیں، نوافل وہ خود پڑھتے تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ شوافع حضرات کے نزدیک سفر کی سہولیات صرف اس مسافر کو حاصل ہیں، جس کا سفر معصیت کا نہ ہو، اگر سفر معصیت کا ہے مثلاً چوری کیلئے جارہا ہے یا زنا وشراب کیلئے سفر کر رہا ہے یا بھگوڑا اغلام ہے تو اس طرح سفر میں ایسے شخص کو سفر کی کوئی سہولت نہیں ملے گی۔ احناف کہتے ہیں کہ سفر کا تعلق مشقت سے ہے، اگر وہ مدت سفر میں جارہا ہے تو سفر کی سہولیات ان کو ملیں گی، خواہ وہ سفر معصیت کا ہو یا رحمت کا ہو۔

۱۵۷۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ - يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ - عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ يَعُودُنِي قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ السُّبْحَةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمَا رَأَيْتُهُ يُسَبِّحُ وَلَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

حفصؒ بن عاصم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی مرض میں مبتلا ہو گیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما میری عیادت کیلئے تشریف لائے (کہ چچا تھے، کیونکہ عاصم، ابن عمرؓ کے بھائی اور عمرؓ کے صاحبزادے تھے) میں نے ان سے سفر میں سنتوں کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں رہا ہوں، میں نے کبھی آپ کو سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اگر میں نے سنتیں ہی پڑھنی ہوتیں تو میں فرض نماز ہی پوری کرتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”تمہارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بہترین نمونہ ہے۔“

۱۵۸۰ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعات پڑھیں اور ذی الحلیفۃ میں عصر کی دو رکعات پڑھیں۔

تشریح:

"بذی الحلیفة رکعتین" علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے، ذوالحلیفہ اہل مدینہ کے حج وعمرہ کے احرام کیلئے میقات ہے، اسکو مسجد علی بھی کہتے ہیں، بہت بڑی مسجد ہے وہاں گاڑیاں کھڑی ہو جاتی ہیں، لوگ غسل کر کے احرام باندھتے ہیں اور پھر دو رکعت پڑھ کر عمرہ یا حج کا تلبیہ پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ جا رہے تھے، اس لئے سفر کی دو رکعت پڑھی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ سفر کی نماز پڑھی، اس لئے مسافت سفر پر فقہاء نے کلام کیا ہے اور زیر بحث احادیث میں مسافت کی بات آگئی ہے۔

بحث سوم: مسافتِ سفر کی مقدار

تیسری بحث اس میں ہے کہ کتنی مسافت کا سفر طے کرنے سے آدمی شرعاً مسافر بنتا ہے اور اس کو شرعی سہولیات مثل قصر صلوٰۃ اور افطار صوم حاصل ہو جاتی ہیں، اس مسافت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

بعض اہل ظواہر اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک قصر صلوٰۃ کیلئے سفر کی کوئی حد متعین نہیں ہے، بلکہ مطلق سفر قصر کیلئے کافی ہے۔ مودودی صاحب نے بھی تقریباً اسی مسلک کو اپنایا ہے کہ عرف میں لوگ جس کو سفر کہہ دے وہی سفر ہے۔ مگر عام اہل ظواہر کے نزدیک قصر صلوٰۃ کیلئے تین میل کی مقدار سفر کا ہونا ضروری ہے اور یہی مقدار موجب قصر ہے، لیکن جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ اتنی کم مسافت سفر سے قصر صلوٰۃ جائز نہیں، بلکہ قرآن کی آیت "او علی سفر" ایک معتد بہ سفر کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ علی استعلاء کیلئے ہے، گویا یہ شخص سفر کی گردن پر مسلسل سوار ہے۔ پھر جمہور کا آپس میں تھوڑا سا اختلاف ہے، امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ابنیۂ مصر سے نکلنے کے بعد اڑتالیس میل کی مسافت کا سفر موجب قصر ہے، اس سے کم نہیں اور صرف ارادہ سفر بھی کافی نہیں، بلکہ شہر کے مضافات سے نکلنا ضروری ہے، ان حضرات کے نزدیک اصل میں شرعی سفر چار برید یا سولہ فرسخ کی مسافت ہے، ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ تو دونوں اطلاقات کا نتیجہ اڑتالیس میل نکلتا ہے، لہٰذا شرعی سفر کی مسافت اڑتالیس میل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا اصل مسلک تین مراحل کا ہے، ایک اطلاق تین منازل کا ہے اور ایک اطلاق یہ ہے کہ متوسط سفر کے ساتھ تین دن کا سفر موجب قصر صلوٰۃ ہے، متوسط سفر کا مطلب یہ کہ پیدل آدمی کی چال یا اونٹ کی چال سے سال کے سب سے چھوٹے دن میں صبح سے فقط دو پہر تک سفر کرے، یہ مطلب نہیں کہ صبح سے شام تک سفر کرے تو بہر حال ایک دن یا ایک منزل یا ایک مرحلہ کے سفر کی مسافت تقریباً سولہ میل ہوتے ہیں تو نتیجہ کے اعتبار سے امام صاحب کا قول بھی جمہور کے قول کی طرف لوٹتا ہے۔ صرف لفظی اختلاف ہے اور اگر فرق بھی ہو تو علماء احناف نے عوام کی سہولت کے پیش نظر جمہور کے قول کے مطابق ۴۸ میل پر فتویٰ دیا ہے۔ علماء نے ۴۸ میل مسافت کو ۷۸ کلو میٹر کے برابر قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آج کل جو شخص اپنے گھر سے ۴۸ میل یعنی ۷۸ کلو میٹر کی مسافت کے سفر پر نکلا تو جونہی وہ اپنے

گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکلا اس پر قصر کا حکم نافذ ہوجائے گا۔

دلائل

اہل ظواہر، داؤد ظاہری اور غیر مقلدین نے اس باب کی حضرت انسؓ کی حدیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "صلی العصر بذی الحلیفه رکعتین" یعنی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز قصر پڑھی اور ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اہل ظواہر نے اس باب کی آنے والی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں تین میل کی تصریح موجود ہے۔
جمہور نے موطاء کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں: "وعن مالك بلغه ان ابن عباس كان يقصر الصلوٰة فی مثل مايكون بين مكة والطائف وفی مثل ما بين مكة وعسفان وفی مثل ما بين مكة وجدة قال وذلك اربعة برد" (رواه مالك فی الموطاء) چار برید ۴۸ میل ہے جو ۷۸ کلومیٹر بنتے ہیں۔
جمہور کی دوسری دلیل حضرت علیؓ کی حدیث ہے جو مسلم شریف میں باب التوقیت فی المسح علی الخفین میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "جعل رسول الله صلی الله عليه وسلم ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر" اس روایت سے استدلال اس طرز پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کی حیثیت اور شرعی احکام کے تغیر کیلئے تین دن مقرر فرمائے ہیں کہ اگر تین دن کا سفر ہے تو مسح علی الخفین تین دن تک ہے ورنہ سفر نہیں اور جب تین دن سے کم سفر نہیں بنتا تو مسح تین دن کے بجائے ایک دن ایک رات تک ہوگا جو مقیم کیلئے ہوتا ہے۔
اس روایت سے احناف جمہور کے مقابلہ میں اس پر بھی استدلال کرتے ہیں کہ مسافت سفر کی مقدار کا اعتبار تین دن رات پر ہے نہ کہ چار برید پر، یہاں جمہور کا اختلاف چونکہ لفظی اختلاف تھا جو ختم ہوگیا، اس لئے اس کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اہل ظواہر کے مقابلہ میں جمہور نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سوید بن غفلہؓ کے ایک اثر سے بھی استدلال کیا ہے، الفاظ یہ ہیں:
"اذا سافرت ثلاثا فاقصر" (كتاب الآثار لمحمد) ان روایات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ موجب قصر صلوٰۃ کی مسافت ایک معین اور محدود و معدود مسافت ہے نہ یہ کہ جو بھی سفر ہو وہ موجب قصر ہے خواہ قصیر ہو یا کثیر ہو۔ ایک بریلوی عالم غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم میں اہل تحقیق اور علماء دیوبند کے اقوال کو رد کردیا ہے اور پھر خود مسافت سفر میں تین اقوال کو بیان کیا ہے، پہلا قول تقریباً ۸۲ کلومیٹر ہے، دوسرا قول تقریباً ۹۸ کلومیٹر ہے اور تیسرا قول تقریباً ۱۱۵ کلومیٹر ہے۔ ۹۸ کلومیٹر کو وہ مفتیٰ بہ قول کہتے ہیں، جس پر کسی نے فتویٰ نہیں دیا ہے اور نہ دیں گے۔

جواب

داؤد ظاہری اور غیر مقلدین نے حضرت انسؓ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ استدلال غلط ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے صرف ذوالحلیفہ نہیں جارہے تھے، بلکہ آپ مدینہ سے مکہ جارہے تھے، جو پانچ سو میل سے زیادہ کی مسافت ہے، اس طرح تین میل پر قصر کرنے مطلب یہ ہے کہ تین میل سفر کرنے کے بعد قصر شروع فرماتے تھے جو شہر سے باہر نکل جانے کے حدود کا اندازہ

ہے نہ یہ کہ سفر صرف تین میل کا تھا۔

مسافات سفر سے متعلق ابیات

مذکورہ بحث میں برید اور فرسخ کا لفظ بار بار آیا ہے، اس لئے اس کی وضاحت بھی ضروری ہے، ایک شاعر نے اپنے اشعار میں اس کی خوب تفصیل کی ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اشعار پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(۱) اِنَّ الْبَرِيْدَ مِنَ الْفَرَاسِخِ اَرْبَعٌ وَلَـفَـرْسَـخٌ فَثَلَاثُ اَمْيَالٍ ضَعُوْا

ترجمہ: فرسخ کے حساب سے ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے، فقہاء نے ایک فرسخ تین میل مقرر کیا ہے۔

(۲) وَالْمِيْلُ اَلْفٌ اَیْ مِنَ الْبَاعَاتِ قُلْ وَالْبَـــاعُ اَرْبَـعُ اَذْرُعٍ فَتَتَبَّـعْ

ترجمہ: اور ایک میل کو ایک ہزار ہاتھ کہہ دیجئے اور ایک ہاتھ مسلسل چار گز کا ہوتا ہے۔

(۳) ثُمَّ الذِّرَاعُ مِنَ الْاَصَابِعِ اَرْبَعٌ مِـنْ بَـعْـدِهَـا الْعِشْـرُوْنَ ثُـمَّ الْاِصْبَـعْ

ترجمہ: پھر ایک گز انگلیوں کے حساب سے چوبیس انگلیوں کے برابر ہوتا ہے۔

(٤) سِتُّ شَعِيْرَاتٍ فَظَهْرُ شَعِيْرَةٍ مِـنْـهَـــا اِلَـى بَـطْـنٍ لِاُخْـرىٰ تُـوْضَـعْ

ترجمہ: پھر ایک انگلی چھ جو کے برابر ہونا چاہئے، مگر ایک جو کا پیٹ دوسرے جو کی پیٹھ کے ساتھ رکھنا ہوگا۔

(٥) ثُمَّ الشَّعِيْرَةُ سِتُّ شَعْرَاتٍ فَقُلْ مِـنْ شَـعْـرِ بَـغْلٍ لَيْـسَ فِيْـهَـا مَـدْفَـعْ

ترجمہ: پھر ایک جو کا دانہ خچر کی دم کے چھ بالوں کے برابر کہہ دیجئے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ملاحظہ:

باع کا جو لفظ ہے یہ دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر سینہ کے ساتھ پوری مسافت پر بولا جاتا ہے، اس کو دو ہاتھ بھی کہتے ہیں اور باہیں بھی کہتے ہیں۔

۱۵۸۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعات پڑھیں اور آپ کے ساتھ ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھیں۔

۱۵۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ - عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلاثَةِ فَرَاسِخَ- شُعْبَةُ الشَّاكُّ- صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

یحییٰ بن یزید الہنائی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قصر نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ (یہ شک شعبہ کا ہے) کی مسافت پر جا نکلتے تو دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

تشریح:

''مسیرۃ ثلاثۃ امیال'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ تک نکلتے تو قصر کی دو رکعتیں پڑھتے، میل اور فرسخ کے لفظ میں امام شعبہؒ کو شک ہو گیا کہ کونسا لفظ ہے، لہٰذا یہاں ''او'' کا لفظ شک کیلئے ہے، تین فرسخ نو میل بنتے ہیں، یہ فارسی کا لفظ ہے جو اصل میں فرسنگ ہے، عربی میں فرسخ ہو گیا۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ تین میل کی مسافت پر آدمی مسافر نہیں بنتا، نہ تین فرسخ مسافت سفر ہے، پیچھے مکمل تحقیق لکھی گئی تو یہاں تین میل پر قصر کی نماز کیسے پڑھی گئی ہے؟

جواب: تمام شارحین نے لکھا ہے کہ یہ تین میل یا تین فرسخ غایتِ سفر نہیں تھا، بلکہ غایتِ سفر تو مکہ مکرمہ تھا جو مدینہ سے پانچ سو کلومیٹر پر واقع ہے، یہاں تین میل یا تین فرسخ کا جو ذکر ہے، یہ شہر سے نکلنے اور الگ ہونے کی حد کی نشاندہی کی گئی ہے کہ شہر میں آپ نے قصر نہیں کیا بلکہ شہر سے جب تین میل آگے چلے گئے تو قصر شروع کیا، چنانچہ فقہاء یہی کہتے ہیں کہ شہر کے مضافات سے جب آدمی نکل جائے تو قصر کرنا چاہئے، اگلی روایت میں سترہ اٹھارہ میل کا ذکر ہے، اس کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہئے، لہٰذا اہل ظواہر ان نصوص کے ظاہر سے استدلال نہیں کر سکتے ہیں۔

۱۵۸۳- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ- قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ- حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ إِلَى قَرْيَةٍ عَلَى رَأْسِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلاً فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

جبیرؒ بن نفیر فرماتے ہیں کہ میں شرحبیلؓ بن السمط کے ساتھ ایک گاؤں جو سترہ یا اٹھارہ میل کے فاصلہ پر تھا، گیا۔ انہوں نے وہاں پر دو رکعت پڑھیں (قصر کر کے) میں نے ان سے اس بارے میں کہا تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذوالحلیفہ میں دو رکعات پڑھتے دیکھا تھا تو میں نے بھی ان سے کہا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں وہی کام کر رہا ہوں جیسا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح:

"فقلت له" اس روایت میں "فقلت له" کا جملہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جبیر بن نفیر نے شرحبیل بن سمط پر اعتراض کیا اور ان سے اسکی وجہ پوچھی کہ آپ سترہ اٹھارہ میل کی مختصر مسافت میں قصر کی نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا، وہ اس طرح قصر کر رہے تھے تو میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ بہر حال شرحبیل بن سمط کو جبیر بن نفیر نے ٹوکا ہے اور ان پر اعتراض کر کے وجہ معلوم کی۔ "فقلت له" کا یہی مطلب ہے۔

۱۵۸٤ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ. وَقَالَ عَنِ ابْنِ السِّمْطِ وَلَمْ يُسَمِّ شُرَحْبِيلَ وَقَالَ إِنَّهُ أَتَى أَرْضًا يُقَالُ لَهَا دَوْمِينُ مِنْ حِمْصَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلاً.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (حضرت عمرؓ ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھتے تھے......الخ) منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں ذکر ہے کہ وہ ایسی زمین میں آئے جسے دومین گاؤں کہا جاتا تھا جو حمص سے ۱۸ میل دور ہے۔

تشریح:

"دُمِین" دال پر ضمہ ہے، زبر بھی ہے، میم پر کسرہ ہے، ی ساکن ہے، یہ ایک جگہ کا نام ہے جو شام میں ہے، حمص بھی شام میں ایک بڑے مرکزی شہر کا نام ہے، دومین اور حمص کے درمیان چھ فرسخ یعنی اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے۔ "معجم البلدان" یہ لفظ تثنیہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔

۱۵۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ. قُلْتُ كَمْ أَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا.

حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹنے تک دو دو رکعات ہی ادا کرتے رہے۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنے دن قیام فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ دس روز۔

تشریح:

"کم اقام بمکة قال عشراً" یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے، اس حدیث میں یہی مذکور ہے، لیکن عام شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں مکہ کا لفظ مکہ کے اطراف کو بھی شامل ہے، لہٰذا منیٰ اور مزدلفہ کے ایام بھی اس میں شمار ہیں ورنہ صرف مکہ کے شہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار ہی دن ٹھہرے تھے، جس سے شوافع اور حنابلہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اقامتِ سفر کیلئے کم از کم چار دن چاہئیں جیسا کہ اختلاف آرہا ہے، یہاں چند عربی عبارات بھی ملاحظہ ہوں، جس سے مسئلہ واضح

ہو جائے گا اور یہ حدیث سمجھ میں آجائے گی: "قال احمد بن حنبل ليس لحديث انس وجه الا انه حسب ايام اقامته صلى الله عليه وسلم في حجته منذ دخل مكة الى ان خرج منها لا وجه له الا هذا...... اه و قال المحب الطبرى اطلق على ذلك اقامة بمكة لان هذه المواضع مواضع النسك وهى فى حكم التابع لمكة لانها المقصود بالاصالة لايتجه سوىٰ ذلك كما قال الامام احمد والله اعلم" (فتح الملهم)

مدتِ اقامت کی مقدار کتنی ہے؟

اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ وہ زمانہ کتنے دن کا ہوتا ہے جس سے آدمی کا شرعی سفر ختم ہو جاتا ہے اور وہ مقیم شمار ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ پوری نماز پڑھنے کا پابند ہو جاتا ہے، روایات کے اختلاف کی وجہ سے اس مدت کے تعین میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف آگیا ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

"اقمنا بها عشراً" شرعی سفر کے باطل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی سفر سے فارغ ہو کر منزل مقصود وطن اصلی تک پہنچ جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی کسی جگہ اقامت کی نیت کرے، اب کتنے دن اقامت کی نیت کرنے سے شرعی سفر اور قصر باطل ہو جاتا ہے، اس میں فقہاء کے بہت سارے اقوال ہیں، مگر مشہور اقوال چار ہیں۔

فقہاء کے اقوال

(۱): امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ کے نزدیک چار دن سے کچھ زیادہ اقامت کی نیت سے قصر باطل ہو جاتا ہے، یعنی ۲۱ نمازوں کی مقدار اقامت کی نیت سے قصر باطل ہو جائے گا۔ (۲): امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے شرعی سفر باطل ہو جاتا ہے، البتہ آنے اور جانے کا دن اس سے مستثنیٰ ہے۔ (۳): حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ۱۹ دن یا اس سے زائد کی نیت سے قصر باطل ہو جاتا ہے۔ (۴): امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پندرہ دن یا اس سے زائد کی اقامت کی نیت سے شرعی سفر اور قصر باطل ہو جاتا ہے۔
اس مسئلہ میں فقہاء کے گیارہ مذاہب ہیں لیکن مشہور مذاہب تین ہیں اسی کو فتح الملہم کی ایک عربی عبارت سے واضح کرنا چاہتا ہوں:

"احدها مذهب مالك و الشافعى، انه اذا ازمع (المسافر اى اراد و قصد) على اقامة اربعة ايام اتم و الثانى مذهب ابى حنيفة و سفيان الثورى انه اذا ازمع على اقامة خمسة عشر يوماً اتم و الثالث مذهب احمد و داؤد الظاهرى انه اذا ازمع على اكثر من اربعة ايام اتم و قال الشافعى ايضاً ان المسافر ان اقام ببلدة اربعة ايام و قال احمد احدى و عشرين صلوة" (فتح الملهم)

دلائل

ان تمام حضرات کے پاس کوئی مرفوع منصوص دلیل نہیں ہے، البتہ آثار صحابہؓ سے سب نے استدلال کیا ہے، جس کے ضمن میں اجتہاد بھی شامل ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ

میں چار دن تک ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے، معلوم ہوا اس سے کچھ زیادہ سے قصر باطل ہو جاتا ہے۔

امام مالکؒ اور شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تین دن ٹھہرے تھے اور قصر کرتے رہے، لہٰذا اس سے زیادہ ٹھہرنے سے قصر باطل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں کہیں تشریف لے گئے اور ۱۹ دن تک قیام کیا، مگر آپ قصر کرتے رہے، جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے، لہٰذا ۱۹ دن سے زیادہ کی نیت سے شرعی سفر باطل ہو جاتا ہے۔ ائمہ احناف کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کے متعلق ایک اثر ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

وعن مجاهد ان ابن عمر كان اذا اجمع على اقامة خمسة عشر يوما اتم الصلوة (رواه ابن ابى شيبه بسند صحيح)

احناف کی دوسری دلیل حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے جو طحاوی میں اس طرح مذکور ہے:

"اذا قدمت بلدة وانت مسافر و فى نفسك ان تقيم خمسة عشر يوما فاكمل الصلوة بها و ان كنت لا تدرى متى تظعن فاقصرها" (طحاوی) ترجمہ: جب آپ کسی شہر میں مسافر بن کر آجائیں اور وہاں پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو آپ وہاں پوری نماز پڑھیں اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ کب سفر پر روانہ ہونا ہے تو پھر قصر کیا کریں۔

احناف کی تیسری دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ صریح حدیث ہے: "فقد روى ابوداؤد عن طريق اسحاق عن الزهرى عن عبيد الله عن ابن عباسؓ قال اقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفتح خمس عشرة يقصر الصلوة" (فتح الملهم ج ۲ ص ۴۵۲)

جواب

زیر بحث حضرت انسؓ کی روایت سے شوافع اور حنابلہ کی دلیل بالکل ختم ہوگئی، اس لئے کہ اس حدیث کے مطابق دس دن کے قیام میں صحابہ کرامؓ قصر کرتے رہے تو چار دن یا تین دن کی اقامت کی کیا حیثیت باقی رہ سکتی ہے؟

حضرت ابن عباسؓ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب آدمی آج کل کرتے کرتے جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہاں ۱۹ دن تو کیا بلکہ ۱۹ ماہ تک آدمی مسافر رہ سکتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رامہرمز میں ۹ ماہ تک قصر کرتے رہے۔

حضرت ابن عمرؓ چھ ماہ تک آذربائیجان میں مقیم تھے، لیکن قصر کرتے رہے، کیونکہ آج کل کرتے کرتے یہ عرصہ گزر گیا، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی سفر میں یہی نیت کی کہ کل جائیں گے، لیکن جہادی معاملات میں پھر رک جاتے، اس طرح ۱۹ دن گزر گئے، یہ فعل مدت اقامت کیلئے دلیل نہیں بن سکتا۔

١٥٨٦ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہشیم کی روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو واپس لوٹنے تک دو دو رکعات ہی ادا کرتے رہے......الخ) کی طرح حدیث اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

۱۵۸۷- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْحَجِّ .ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ.

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے حج کے ارادے سے نکلے، پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

۱۵۸۸- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَجَّ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند کے ساتھ حسب سابق روایت مروی ہے۔لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت میں حج کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

باب قصر الصلوة بمنىً

منیٰ میں قصر صلوٰۃ کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۵۸۹- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلاَةَ الْمُسَافِرِ بِمِنًى وَغَيْرِهِ رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِنْ خِلاَفَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا أَرْبَعًا.

حضرت سالم بن عبداللہؒ اپنے والد (حضرت ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ اور دیگر مقامات میں دو رکعات پڑھی ہیں اور حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ وعثمانؓ بھی دو رکعات پڑھتے رہے۔حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں تو دو پڑھتے رہے، پھر چار پوری پڑھنے لگے۔

تشریح:

"بمنىً ركعتين"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں مسافر کی طرح دو رکعتیں نماز پڑھی۔

"ونحن اكثر ما كنا" ای نحن اكثر اكواننا عدداً و اكثر اكواننا امنا یہ جملہ حالیہ اور ما مصدریہ ہے۔

شیخ عبدالحقؒ نے اس جملہ کی ترکیب میں بہت کچھ لکھا ہے اور جو تقدیری عبارت نکالی گئی ہے یہ سب سے آسان صورت ہے۔مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں قصر کی نماز اس حالت میں پڑھائی کہ ہم اس زمانے میں سب سے زیادہ امن میں تھے اور سب سے زیادہ تعداد میں بھی تھے، اس حدیث میں صحابیؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر کیلئے کفار کا خوف یا ان کا حملہ کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ حالت امن میں بھی شرعی سفر میں قصر کیا جاسکتا ہے۔اب یہاں یہ مسئلہ اٹھتا ہے کہ آیا یہ دو رکعت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں

پڑھائیں، سفر کی وجہ سے قصر فرمایا تھا یا حج کی وجہ سے ایسا فرمایا؟ اس میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف ہے۔

منیٰ میں قصر: فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصر الحج یعنی حج کے ایام میں عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں چونکہ بہت بڑا ازدحام ہوتا ہے اس لئے سہولت کے پیش نظر ان مقامات میں نماز رباعی میں قصر کیا جائے گا، نیز جمعہ کی نماز ان مقامات میں نہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز بھی نہیں ہے بلکہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین پر عمل ہوگا، یہ سب آسانی کے پیش نظر ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ قصر الحج نہیں بلکہ قصر صلوٰۃ بوجہ سفر تھا، لہٰذا جو آدمی مسافر ہوگا وہ ان مقامات میں قصر سفر پر عمل کرے گا، لیکن جو آدمی مقیم ہوگا وہ قصر نہیں کرے گا۔ فقہاء احناف کی کتابوں مثلاً شامی میں احناف کو مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسافر نہیں تو وہ اپنی نماز خراب نہ کرے اور قصر کی کوشش نہ کرے، بلکہ الگ کامل و مکمل نماز پڑھے، بحر الرائق کے ہامش پر حاشیہ شامی ابن عابدین ہے، اس میں اسی طرح لکھا ہے (بحر ج۲ ص۳۳۲)

عرفات میں جمع بین الصلوٰتین میں بھی اسی اصول کے پیش نظر مقیم آدمی شریک نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ مقیم کے لئے قصر جائز نہیں ہے اور جمع بین الصلوٰتین کیلئے شرط یہ ہے کہ آدمی اس عام اجتماعی امام کی اجتماعی نماز میں شریک ہوکر جمع بین الصلوٰتین کرے، لہٰذا ایک حنفی الگ اپنے طور پر جمع بین الصلوٰتین بھی نہیں کرسکتا ہے، یہ امام صاحب کا مسلک ہے، صاحبین کے ہاں جماعت اور اجتماع شرط نہیں ہے، تنہا بھی جمع بین الصلوٰتبن جائز ہے، اگرچہ پہلا قول راجح ہے۔ آج کل عرفات و منیٰ میں سعودی علماء قصر کرتے ہیں جو امام مالکؒ کے علاوہ تمام مسالک کیلئے باعث پریشانی ہے، کبھی کبھی سعودی حکومت عرفات کی نماز کیلئے ایسے امام کو لاتے ہیں جو خود مسافر ہے تاکہ قصر کی نماز درست ہوجائے، عموماً آج کل اسی پر عمل ہوتا ہے کہ امام مسافر ہوتا ہے۔

احناف کے کچھ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے مسلک پر عمل کیا جائے تو یہ عمل بھی جائز ہے، کیونکہ الگ نماز پڑھنے میں بڑا احرج ہے اور "الحرج مدفوع فی الشرع" ایک قاعدہ ہے اور یا یہ کیا جائے کہ اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے مسلک ہی کو اپنایا جائے اور اس پر فتویٰ دیا جائے اور کہا جائے کہ یہاں قصر سفر نہیں، بلکہ قصر الحج ہے۔ بہر حال اس حدیث میں صحابیؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر صلوٰۃ کیلئے یہ شرط نہیں کہ کفار کا خوف ہو بغیر خوف امن کی حالت میں بھی جب سفر ہو تو قصر جائز ہے۔ آیت میں ان خفتم کی قید اتفاقی ہے، چنانچہ آنے والی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اگر منیٰ اور عرفات و مزدلفہ میں نمازوں کے قصر کو قصر الحج پر حمل کیا جائے تو یہ بہت اچھی بات ہوگی، ایک تو سب مسلمان ایک نقشہ پر آجائیں گے، اختلاف کی صورت نہیں رہے گی، دوسرے یہ کہ احادیث کو ایک اجتماعی اتفاقی صورت پر حمل کرنا آسان ہوجائے گا کہ بس یہ قصر الحج ہے، یہاں سفر کی صورتوں کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے، تیسرے یہ کہ قصر نماز میں مسلمانوں سے بڑا احرج دور ہوجائے گا کہ چار کی جگہ دو رکعات پڑھیں گے، اسی سہولت کے پیش نظر منیٰ و مزدلفہ اور عرفات میں جمعہ کی نماز نہیں ہے، منی میں جمعہ بھی نہیں ہے اور عید کی نماز بھی نہیں ہے، چوتھا یہ کہ آج کل علماء میں یہ نزاعی مسئلہ چل رہا ہے کہ منیٰ مکہ کے ماتحت ہے یا مکہ سے الگ کوئی علاقہ ہے، جس کی وجہ سے نماز کے قصر اور اتمام پر

اثر پڑتا ہے۔ "وغیرھا" اس لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ قصر کا یہ حکم مطلق مسافر کیلئے ہے خواہ منی میں ہو یا کسی اور جگہ میں، لیکن بعد کی روایت میں اس عموم کو رد کیا ہے۔

۱۵۹۰ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ بِمِنًى .وَلَمْ يَقُلْ وَغَيْرِهِ.

حضرت زہریؒ سے سابقہ روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ وعثمانؓ منیٰ میں دو رکعات پڑھا کرتے تھے) اس سند کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس روایت میں صرف منیٰ کا تذکرہ ہے، دیگر مقامات کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَعُمَرُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلاَفَتِهِ ثُمَّ إِنَّ عُثْمَانَ صَلَّى بَعْدُ أَرْبَعًا .فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى مَعَ الإِمَامِ صَلَّى أَرْبَعًا وَإِذَا صَلاَّهَا وَحْدَهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں (قصر کرتے ہوئے) دو رکعات پڑھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ نے بھی اور ان کے بعد عمرؓ نے بھی (یہی معمول رکھا) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابتدائے خلافت میں دو ہی رکعات پڑھیں۔ پھر بعد میں وہ چار پڑھنے لگے۔ چنانچہ ابن عمرؓ جب امام کے ساتھ پڑھتے تو چار رکعات پڑھتے اور تنہا پڑھتے تو دو پڑھتے تھے۔

تشریح:

"وکان ابن عمرؓ"، یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج کے موسم میں جب امیر الحج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور وہ چار رکعات پڑھاتے تو حضرت ابن عمرؓ ان کے ساتھ چار پڑھتے تھے، لیکن جب تنہا نماز پڑھتے تھے تو پھر چار کے بجائے قصر الحج کے طور پر دو رکعات پڑھتے تھے، اس عمل میں یہ اشارہ تھا کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اتفاقی صورت میں اختلافی صورت پیدا نہ کرے، اگر چہ ان کا مسلک ایسا نہ ہو، حضرت ابن عمرؓ نے ایک موقع پر اتفاق کو برقرار رکھنے کیلئے فرمایا کہ حج میں اپنے امراء الحج کی اطاعت کیا کرو، فرمایا: "افعل کما یفعل امراء ك" اس سے احناف کو بھی یہ رہنمائی ملتی ہے کہ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں عام مسلمانوں کے طرز پر چلنا چاہئے، جو سعودی حکومت کے حکم کے مطابق ہو، تراویح میں وتر کی نماز میں اور قنوت میں بھی اسی طرح کرنا چاہئے، البتہ جن چیزوں میں اتفاقی شکل کو نقصان نہیں پہنچتا ہے، وہاں حدیث کے مطابق اپنے مسلک کو مضبوط رکھنا چاہئے جیسے حج کے احکام میں تقدیم تاخیر سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے۔

۱۵۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت عبداللہؓ سے سابقہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے منیٰ میں دو رکعت پڑھی) اس سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔

۱۵۹۳ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى صَلاَةَ الْمُسَافِرِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ ثَمَانِيَ سِنِينَ أَوْ قَالَ سِتَّ سِنِينَ .قَالَ حَفْصٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي فِرَاشَهُ .فَقُلْتُ أَىْ عَمِّ لَوْ صَلَّيْتَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ .قَالَ لَوْ فَعَلْتُ لأَتْمَمْتُ الصَّلاَةَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں مسافر کی نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے آٹھ یا چھ برس تک مسافر کی نماز ہی پڑھی۔ حفص کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں دو رکعت پڑھتے اور پھر اپنے بستر پر تشریف لے آتے، میں نے کہا اے چچا! کاش آپ دو رکعت اور پڑھ لیتے (سنت) انہوں نے فرمایا، اگر میں نے مزید پڑھنی ہی ہوتی تو میں فرض نماز ہی پوری کرتا۔

۱۵۹۴ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالاَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولاَ فِي الْحَدِيثِ بِمِنًى .وَلَكِنْ قَالاَ صَلَّى فِي السَّفَرِ.

حضرت شعبہؒ سے سابقہ روایت اس سند کے ساتھ منقول ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت میں منیٰ کا تذکرہ نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ سفر میں نماز پڑھی۔

۱۵۹۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الأَعْمَشِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

عبدالرحمانؒ بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں۔ اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعات پڑھیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو ہی رکعات پڑھیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعات پڑھیں۔ میں تو یہی آرزو کرتا ہوں کہ اے کاش! چار رکعات کے بجائے دو رکعات ہی پڑھوں جو مقبول ہوں۔

تشریح:

"فاسترجع" یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ منیٰ میں دو کے بجائے چار رکعت پڑھتے ہیں اور قصر کی جگہ اتمام کرتے ہیں تو آپؓ نے اس پر "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھ لیا اور اشارہ کیا کہ یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو وزیروں کے عمل کی مخالفت ہے، یہ منیٰ ہے اور یہاں قصر الحج کے طور پر صرف دو رکعت نماز ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے یہاں چار رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور دو رکعت بھی پڑھتے تھے، آپ سے سوال ہوا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں اختلاف کے شر سے بچنا چاہتا ہوں، یہ وہی طرز و انداز ہے جو حضرت ابن عمرؓ کا تھا کہ اپنے امراء الحج کی مخالفت نہ کرو۔

"فلیت حظی" حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے مسلک کا اظہار تو کر دیا اور چار رکعات پڑھنے پر استرجاع بھی کیا اور یہ افسوس کیا کہ کاش چار رکعات کے بجائے مجھے قبول شدہ دو رکعت ہی کا ثواب مل جائے تو یہ بہت اچھا ہوگا، ان تمام اقوال و افعال کے باوجود حضرت ابن مسعودؓ نے مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے خلاف محاذ قائم نہیں کیا، بلکہ اطاعت کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء عام مسلمانوں کو بھی اسی طریقہ کو اپنانا چاہئے الا یہ کہ وقت کے بادشاہ سے کفر بواح یعنی واضح کفر دیکھ لے پھر بغاوت کرنا چاہئے۔

١٥٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت اعمشؒ سے حسب سابق روایت (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

١٥٩٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى - آمَنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَأَكْثَرَهُ - رَكْعَتَيْنِ.

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعات ادا کیں، جب کہ لوگ امن میں تھے، بلکہ کچھ زیادہ ہی (امن میں تھے یا کثرت میں)

تشریح:

"آمن ما کان الناس و اکثرہ" ما کان الناس میں ما مصدریہ ہے جو کون الناس کے معنی میں ہے اور یہ کان تامہ ہے اور جملہ حالیہ ہے، آمن بھی منصوب ہے اور اکثر کا لفظ بھی منصوب ہے۔ "ای کون الناس اکثرھم امناً و اکثر ھم جمعاً" یعنی ہر لحاظ سے لوگ امن میں بھی تھے کوئی خوف نہیں تھا اور کثرت میں بھی تھے تعداد کی کوئی قلت نہیں تھی، مکہ فتح ہو چکا تھا، جزیرۂ عرب پر اسلام کا جھنڈا بلند

ہو چکا تھا، پھر بھی منیٰ میں قصر کی نماز ہوتی تھی، گویا قصر کیلئے قلت عدد یا خوف اعداء شرط نہیں ہے، قرآن کی آیت میں خوف کی قید اتفاقی ہے، آیت اس طرح ہے: ﴿فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا﴾ زیر بحث حدیث میں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال منیٰ میں قصر صلوٰۃ ہے، اب یہ قصر یا قصر سفر ہے جیسا کہ جمہور کا خیال ہے یا قصر حج ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے جو بہت اچھا ہے۔

١٥٩٨ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ .قَالَ مُسْلِمٌ حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ هُوَ أَخُو عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لِأُمِّهِ.

حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعات پڑھیں، جب کہ لوگ بہت بڑی اکثریت میں تھے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت حارثہ بن وہب، عبید اللہؒ بن عمرؓ بن الخطاب کے ماں شریک بھائی ہیں۔

تشریح:

"هو اخو عبيد الله" اس سند میں ایک راوی کا نام حارثہ بن وہب خزاعی ہے، امام مسلمؒ نے ان کے تعارف میں فرمایا کہ یہ عبید اللہ کا بھائی ہے، یہ دونوں ایک ماں کے بیٹے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان کی ماں سے نکاح کیا تھا، اس کا نام ملیکہ خزاعیہ تھا، یہ دونوں بھائی اس کے بطن سے ہیں، عبید اللہ کا سوتیلا بھائی عبد اللہ بن عمرؓ ہیں تو عبد اللہ اور عبید اللہ باپ شریک بھائی ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا تو امام مسلمؒ نے عبید اللہ اور عبد اللہ میں التباس کو دور کر دیا۔

باب الصلوٰة فی الرحال فی المطر

بارش کی وجہ سے نماز گھروں میں پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٥٩٩ – حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ فَقَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ .ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ ذَاتُ مَطَرٍ يَقُولُ:أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ.

نافعؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شدید سرد اور آندھی والی رات میں اذان دی اور اذان کے بعد فرمایا کہ "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو" پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردی اور آندھی والی راتوں میں موذن کو حکم دیتے کہ وہ (اذان کے بعد) پکار کر کہہ دے کہ سب اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔"

تشریح:

"ذات بـرد" یعنی رات ٹھنڈی ہو، سخت ہوا بھی چلتی ہو، بارش بھی ہوتو یہ ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے جماعت کو ترک کیا جاسکتا ہے، زیر بحث احادیث میں ترک جماعت کے اعذار کا بیان ہے، اگر یہ اعذار نہ ہوں تو جمہور کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے اور اہل ظواہر کے نزدیک فرض ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔ "الرحال" رحل کی جمع ہے، یہ منزل اور گھر کو کہتے ہیں، خواہ خیمہ ہو یا پتھروں، اینٹوں اور لکڑیوں سے بنا ہوا کچا گھر ہو یا پکا ہو، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو عملی جامہ پہنانے کیلئے خود بھی اذان کے دوران یہ اعلان کیا ہے اور مؤذنین کو بھی اس کا پابند بنایا ہے کہ وہ "حـی علی الصلوٰۃ" کی جگہ "الاصلوا فی الرحال" کی آواز بلند کریں، اگرچہ لوگ اس کو تعجب خیز انداز سے دیکھتے ہوں۔

۱۶۰۰ - حَـدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ نَادَى بِـالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ وَمَطَرٍ فَقَالَ فِي آخِرِ نِدَائِهِ أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ. ثُمَّ قَـالَ إِنَّ رَسُـولَ الـلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِي السَّفَرِ أَنْ يَقُولَ أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک سرد بارش و آندھی والی رات میں اذان دی اور اذان کے آخر میں یہ کہا کہ خبردار! اپنی اپنی جائے قیام پر نماز پڑھ لو، اپنی جائے قیام پر نماز ادا کرلو۔" پھر فرمایا کہ جب سفر کے دوران بارش یا آندھی والی رات ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو حکم دیتے کہ (پکار کر) کہہ دے کہ: اپنی سواریوں پر ہی نماز پڑھ لو۔"

۱۶۰۱ - وَحَـدَّثَـنَـاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ نَادَى بِـالصَّلَاةِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ. وَلَمْ يُعِدْ ثَانِيَةً أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ. مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مقام ضجنان میں نماز کے لئے اذان دی پھر فرمایا آگاہ ہو جاؤ! نماز اپنے خیموں میں پڑھو اور اس روایت میں دوسرا جملہ دوبارہ نہیں دہرایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے قول سے: الا صلوا فی الرحال

تشریح:

"بـضـجـنـان" مکہ مکرمہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر جدہ کی طرف ایک چھوٹے سے پہاڑ کا نام ضجنان ہے، یہاں یہی پہاڑ مراد ہے۔ "ولـم یـعـد ثانیة" اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلی روایت میں حضرت ابن عمرؓ نے اذان کے بعد جو اعلان کیا اس میں آپ نے دو جملے استعمال کئے تھے، ایک جملہ تھا "الاصلوا فی رحالکم" اور دوسرا جملہ تھا "الاصلوا فی الرحال" لیکن ضجنان کے مقام والی اذان کے

بعد حضرت ابن عمرؓ نے دوسرا جملہ نقل نہیں کیا جو ان کا اپنا جملہ تھا، بلکہ صرف اس جملہ کو نقل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا تو حضرت نافع نے ضجنان والے قصے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل نہیں کیا جو دوسرا جملہ تھا، یہی مطلب ہے اس کلمے کا "ولم یعد ثانیة" کہ نافع نے دوسرا جملہ جو ابن عمرؓ کا تھا اسکو نہیں دہرایا۔

۱۶۰۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ (ح) . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ: لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِي رَحْلِهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں سفر میں نکلے، راہ میں بارش برس گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جو چاہے اپنے اپنے بستر پر نماز پڑھ لے۔"

۱۶۰۳ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ - قَالَ - فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا ذَاكَ فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ ذَا قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوا فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز جب کہ بارش ہو رہی تھی۔ انہوں نے اپنے مؤذن سے کہا کہ "جب تم اشهد أن لا اله الا الله اشهد أن محمدا رسول الله کہو تو اس کے بعد حی علی الصلوۃ کے بجائے یہ کہو صلوا فی بیوتکم "اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو" لوگوں کو یہ بات بڑی اچنبھی لگی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اسے تو اس ذات نے کہا ہے جو مجھ سے بہتر تھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) بے شک جمعہ واجب ہے (شاید وہ جمعہ کا دن ہو یا جمعہ سے مراد مطلق جماعت ہو) لیکن مجھے یہ ناپسند ہوا کہ میں تمہیں (گھروں سے) نکال دوں اور تم کیچڑ و پھسلن میں چل کر آؤ۔

تشریح:

"استنکروا ذاک" یعنی لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کے اس حکم کو برا جانا اور پسند نہیں کیا کہ مؤذن حی علی الصلوۃ کے بجائے "صلوا فی بیوتکم" کا اعلان کرے، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم اس عمل اور حکم سے تعجب کرتے ہو؟ حالانکہ ہم میں سے سب سے بہتر انسان جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہوں نے ایسا کیا تھا جیسا میں نے کیا، یاد رکھو جمعہ ایک حتمی فرض اور لازمی حکم ہے، اس میں ہر آدمی ہر حال میں آنا چاہتا ہے، لیکن میں نہیں چاہتا ہوں کہ تم شدید بارش میں کیچڑ میں ڈوب کر گرتے اٹھتے پھسلتے ہوئے گھٹنوں کے بل مسجد میں

آؤ، میں تمہیں اس حرج میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ "احرجکم" حرج میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ "فی الطین" کیچڑ مراد ہے۔ "والدحض" پھسلن کو دحض کہتے ہیں "ذی ردغ" دحض، ردغ، الزلل، رزغ اور الزلق ان تمام الفاظ کا معنی ایک ہے یعنی پھسلنا۔

١٦٠٤ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ - عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ قَدْ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي .يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بِنَحْوِهِ.

حضرت عبداللہؓ بن الحارث کہتے ہیں کہ ایک بارش والے دن ابن عباسؓ کو موذن نے جمعہ کی اذان دی۔ آگے سابقہ ابن علیہ کی حدیث کی مانند ذکر کیا ہے اور فرمایا یہ کام تو اس ذات نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھی، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو کامل بیان کرتے ہیں کہ اسی طرح حماد نے ہم سے بواسطہ عاصم عبداللہ بن حارثؓ سے روایت نقل کی ہے۔

١٦٠٥ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ - هُوَ الزَّهْرَانِيُّ - حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَعَاصِمٌ الْأَحْوَلُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عاصم احول سے حسب سابق روایت اس سند کے ساتھ معمولی فرق (اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ موجود و مذکور نہیں) کے ساتھ منقول ہے۔

١٦٠٦ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمَ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ .فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَقَالَ وَكَرِهْتُ أَنْ تَمْشُوا فِي الدَّحْضِ وَالزَّلَلِ.

حضرت عبداللہ بن حارثؓ بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس دن کہ بارش تھی عبداللہ بن عباسؓ کے موذن نے اذان دی۔ پھر آگے ابن علیہ کی روایت کی طرح حدیث بیان فرمائی اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔

١٦٠٧ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَمَرَ مُؤَذِّنَهُ - فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ - فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ .بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَذَكَرَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي . يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے حسب سابق روایت (کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن جس دن کہ

بارش تھی اپنے موذن کو حکم فرمایا کہ اذان دو...... الخ) کچھ الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی مذکور ہے۔

١٦٠٨ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ - قَالَ وُهَيْبٌ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ - قَالَ أَمَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُؤَذِّنَهُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ. بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے موذن کو بارش والے دن جمعہ کے روز حکم فرمایا۔ پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

باب جواز صلوٰۃ النافلة على الدابة فی السفر

سفر میں سواری پر نفل نماز جائز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سُبْحَتَهُ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ نَاقَتُهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نوافل اپنی اونٹنی پر ہی پڑھ لیا کرتے تھے، خواہ اس کا رخ کہیں بھی ہو۔"

تشریح:

"**یصلی سبحته**" سبحہ اور تسبیح اور مسبح یہ سب اطلاقات نفل نماز پر کیے گئے ہیں، چونکہ نفل نماز میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیحات ہوتی ہیں، اس لئے اس پر تسمية الكل باسم الجزء کے طور پر تسبیح کا اطلاق کیا گیا ہے۔

سوال: اب اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ تسبیحات تو فرائض میں بھی ہوتی ہیں، پھر اس کو بھی سبحة کہہ دو؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص "عرف شرعی ہے" شریعت نے اس اصطلاح کو اپنایا ہے، اس لئے یہ نوافل کے ساتھ خاص ہے، فرائض پر نہیں بولا جاسکتا۔

"**حیثما توجهت به ناقته**" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے سواری کا رخ جس طرف بھی ہو جاتا تھا، یہ بات ذہن میں ملحوظ رہنی چاہئے کہ شوافع حضرات سفر کی یہ سہولیات صرف اس شخص کو دیتے ہیں، جس کا سفر معصیت کا نہ ہو، اگر معصیت کا سفر ہوگا تو نہ قصر کرسکتا ہے نہ روزہ کھول سکتا ہے نہ دیگر سہولت اپنا سکتا ہے، احناف کہتے ہیں کہ ان سہولیات کا تعلق سفر اور اس کی مشقتوں سے ہے، اگر یہ شرعی مقدار کا سفر ہے تو اس کے ضمن میں اس کی سہولیات بھی آجاتی ہیں، انہی میں سے سواری پر نوافل کا پڑھنا ہے، اگرچہ اس کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ "**وفیه نزل**" یہ جملہ اگلی روایت میں ہے یعنی "فاینما تولوا فثم وجه الله" والی آیت نوافل کے بارے

میں اتری ہے، اس لئے تمام فقہاء نے اس کو قبول کیا ہے، صرف امام احمد بن حنبلؒ اتنا فرماتے ہیں کہ ابتداء میں نیت کرتے وقت منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء نے سواری پر نوافل کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے خواہ سفر ۷۸ کلو میٹر کا ہو یا کم ہو، مگر امام مالکؒ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جس سفر میں قصر صلوٰۃ جائز ہے وہاں سواری پر نماز جائز ہے، ورنہ نہیں۔ ان کے اس قول کو کسی نے قبول نہیں کیا ہے، یہاں دوسرا مسئلہ یہ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے سواری پر نماز کو سفر کے ساتھ ساتھ حضر میں بھی جائز قرار دیا ہے۔ شوافع میں سے ابو سعید اصطخریؒ نے اس کو جائز کہا ہے، لیکن جمہور اس کو صحیح نہیں کہتے ہیں۔

عرف شذی میں حضرت شاہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے، عربی عبارت اس طرح ہے: تجوز النافلة على الدابة عند الكل في خارج البلدة وقال ابو يوسف بجوازها عليها في داخل البلدة ايضاً واما المكتوبة فلا تجوز على الدابة نعم تجوز للخائف المطلوب ولا تجوز للطالب اه (فتح الملهم)

علماء نے لکھا ہے کہ شدید ضرورت اور شدید مجبوری اگر ہو یا مندرجہ ذیل اعذار موجود ہوں تو پھر فرائض بھی سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں، وہ اعذار یہ ہیں (۱) کوئی شخص جنگل میں سفر کر رہا ہو اتر کر زمین پر خطرات کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہو یا ریل گاڑی وغیرہ میں ہو جس سے اترنا ممکن نہیں تو ایسی صورتوں میں سواری پر فرائض پڑھنا جائز ہے۔ (۲) سواری سے اترنے کے بعد اس پر چڑھنا ممکن نہ ہو۔ (۳) ایسا بوڑھا ہو کہ نہ سواری سے اتر سکتا ہو نہ چڑھ سکتا ہو۔ (۴) برف اور بارش کا ایسا زور ہو کہ اترنا ممکن نہ ہو، (۵) زمین پر کیچڑ اتنا ہو کہ وہاں نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، بہر حال ان صورتوں میں فرض نماز سواری پر پڑھنا بوجہ مجبوری جائز ہے، سواری بھی عام ہے کہ گھوڑا ہو یا گاڑی ہو۔

۱۶۱۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے، جدھر بھی اس کا رخ ہوتا تھا۔

۱۶۱۱ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ مُقْبِلٌ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ - قَالَ - وَفِيهِ نَزَلَتْ: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آتے ہوئے جدھر بھی سواری کا رخ ہوتا تھا نماز پڑھ لیتے تھے اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ''جدھر بھی تم منہ کرو ادھر ہی اللہ کا رخ بھی ہے۔''

۱۶۱۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كُلُّهُمْ

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ .وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُبَارَكٍ وَابْنِ أَبِي زَائِدَةَ ثُمَّ تَلا ابْنُ عُمَرَ: ﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ وَقَالَ فِي هَذَا نَزَلَتْ.

حضرت عبدالملک سے سابقہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ آتے ہوئے جدھر بھی سواری کا رخ ہوتا تھا اسی طرف نماز پڑھ لیتے تھے) کچھ الفاظ کے تغیرات کے ساتھ اس سند سے مروی ہے۔

۱۶۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُوَجِّهٌ إِلَى خَيْبَرَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گدھے پر سوار نماز پڑھ رہے ہیں، جب کہ اس کا رخ خیبر کی طرف تھا۔

تشریح:

"علی حمار"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار تھے اور خیبر کی طرف جارہے اور نماز پڑھ رہے تھے، یہاں اس حدیث سے ایک بات یہ ثابت ہوگئی کہ سواری پر اگر جہت قبلہ سے مخالف میں نفل نماز پڑھی جارہی ہو تو یہ جائز ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ خیبر کی طرف تھا، قبلہ کی طرف نہیں تھا، دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے پر سوار ہو کر نوافل پڑھی ہیں، اس بات پر علامہ دارقطنی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت جمہور محدثین کی ان تمام روایات سے مخالفت ہے، جن میں بعیر یا راحلہ کا لفظ آیا ہے اور حمار کا لفظ نہیں آیا ہے، حمار پر نفل نماز حضرت انسؓ نے پڑھی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھی، یہاں یہ غلطی عمرو بن یحیٰ مازنی کی طرف سے ہے کہ اس نے حمار کا لفظ بولا ہے۔

۱۶۱۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ - قَالَ سَعِيدٌ - فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ لَهُ خَشِيتُ الْفَجْرَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ .فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ .قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ.

سعیدؒ بن یسار کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ چل رہا تھا۔ (سفر کر رہا تھا) سعیدؒ کہتے ہیں کہ جب مجھے اندیشہ ہوا کہ صبح ہونے والی ہے تو سواری سے اترا اور وتر پڑھا۔ اس کے بعد (سواری پر سوار ہو کر) ابن عمرؓ سے جاملا۔ انہوں نے کہا تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے طلوع فجر کا اندیشہ ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھ لئے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں اسوہ موجود نہیں ہے؟

میں نے کہا کہ کیوں نہیں خدا کی قسم! فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر بھی وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح:

"**کان یوتر علی البعیر**" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سواری کی حالت میں وتر پڑھتے تھے، صرف فرض نماز کیلئے زمین پر اترتے تھے، وتر کیلئے نہیں اترتے تھے۔

وتر کو سواری پر پڑھنا کیسا ہے؟

اس روایت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وتر کو سواری پر پڑھنے کو نوافل کی طرح جائز سمجھتے تھے اور وتر ان کے نزدیک واجب نہیں ہے، سواری پر پڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ وتر واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔ وتر کے واجب یا سنت ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے جو اسی کتاب میں بعد میں آرہا ہے، لیکن یہاں حضرت ابن عمرؓ کے قول اور فعل کا جواب فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ نے دیا ہے، میں اس کو نقل کرتا ہوں تا کہ کچھ تسلی ہو جائے۔

سوال: یہاں یہ اعتراض ہے کہ مسند احمد میں امام احمدؒ نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن جبیرؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سواری پر نوافل پڑھتے رہتے تھے، لیکن جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھنے لگ جاتے تھے، لہٰذا ابن عمرؓ کی زیر بحث روایت سے مسند احمد کی روایت کا تعارض ہے، اس کا حل کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن حجرؒ اس تعارض کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک دونوں کام جائز تھے، اتر کر پڑھنا افضل تھا اور سواری پر پڑھنا جائز تھا تو آپ دونوں پر عمل کیا کرتے تھے، مصنف عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے:

"عن ابن عمرؓ انه كان يوتر على راحلته و ربما نزل فاوتر بالارض"

باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیر بحث حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نے سعید بن یسارؒ پر اس طرح رد کیوں کیا ہے تو یہ اس لئے تھا تا کہ وہ اس اترنے کو لازم اور فرض نہ سمجھے، حضرت ابن عمرؓ کے عمل کے اس تعارض کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ شاید یہ کسی عارض کی وجہ سے ہوتا تھا جب ان کو سخت جلدی ہوتی تھی تو سواری پر پڑھتے تھے اور جب سفر میں تیزی نہیں ہوتی تھی تو سواری سے اتر کر وتر پڑھا کرتے تھے، احناف کی طرف سے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل اس وقت پر محمول ہے جبکہ وتر میں زیادہ تاکید نہیں آئی تھی، جب تاکید آئی اور وتر واجب کی حد تک پہنچ گیا تو پھر آپ زمین پر اتر کر پڑھتے تھے۔ بہرحال اتنی کوشش کی کیا ضرورت ہے، وتر کے واجب ہونے نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، صاحبین بھی جمہور کی طرف چلے گئے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے بھی یہی تھی کہ وتر سنت ہے واجب نہیں ہے۔

١٦١٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ .قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے، خواہ جدھر بھی اس کا منہ ہو۔ عبداللہ بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ بھی یہی کیا کرتے تھے۔

١٦١٦- وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر وتر (صلوۃ اللیل) پڑھا کرتے تھے۔

١٦١٧- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر ہی نفل پڑھ لیا کرتے تھے جدھر بھی اس کا رخ ہوتا تھا اور وتر بھی سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے، البتہ فرض نماز اس پر نہیں پڑھا کرتے تھے۔

١٦١٨- وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ.

عبداللہؓ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ان کے والد عامرؓ بن ربیعہ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رات میں سفر کے دوران سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے ہیں اور وہ جس رخ پر چل رہی تھی، اس طرف آپ کا رخ تھا۔

١٦١٩- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ تَلَقَّيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ الشَّامَ فَتَلَقَّيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ ذَلِكَ الْجَانِبَ- وَأَوْمَأَ هَمَّامٌ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ- فَقُلْتُ لَهُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ .قَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ.

حضرت انس بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ بن مالک سے جب وہ شام تشریف لائے ''عین التمر'' کے مقام پر ملے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ گدھے پر نماز پڑھ رہے ہیں، جبکہ اس کا رخ قبلہ کی بائیں طرف کو ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو قبلہ سے ہٹ کر نماز پڑھتا دیکھ رہا ہوں تو آپ نے استقبال قبلہ کی شرط پوری نہیں کی۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ: اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی ایسا نہ کرتا۔''

تشریح:

"حین قدم من الشام" یعنی حضرت انسؓ جب شام سے واپس بصرہ آگئے تو ہم نے "عین التمر" کے مقام پر ان کا استقبال کیا اور ان کے ساتھ بصرہ آگئے۔

سوال: قاضی عیاضؒ اور علامہ نوویؒ نے صحیح مسلم کے نسخوں میں "قدم الشام" کے الفاظ کو ثابت مانا ہے کہ تمام نسخوں میں اسی طرح کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ جب شام چلے گئے تو ہم نے عین التمر میں ان کا استقبال کیا، یہ غلط ہے کیونکہ یہ لوگ بصرہ سے جا کر عین التمر میں ان سے ملے تھے، جب وہ شام سے واپس آرہے تھے تو "قدم الشام" کا جملہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بصرہ سے شام چلے گئے تھے تاکہ وقت کے بادشاہ ولید بن عبدالملک کے سامنے حجاج بن یوسف کے مظالم کی شکایت کریں، پھر جب شام سے وہ بصرہ کی طرف واپس لوٹ آئے تو محمد بن سیرینؒ کے بھائی انس بن سیرین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عین التمر میں ان کا استقبال کیا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "حین قدم الشام" کا جملہ غلط ہے، بلکہ حین قدم من الشام صحیح ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قدم الشام بھی صحیح ہے اور مطلب یہ ہے کہ "تلقیناه فی رجوعه حین قدم الشام" شہرت کی وجہ سے رجوع کا لفظ ترک کردیا گیا تھا، کیونکہ وہ معلوم اور متعین تھا، علامہ نوویؒ کی تاویل بعید ہے۔

"بعین التمر" شام اور عراق کے درمیان ایک مشہور جگہ کا نام ہے، جس میں صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں حضرت خالدؓ اور عجم کے کفار کے درمیان بہت بڑا معرکہ ہوا تھا، کفار کو شکست ہوگئی تو وہاں چند نوجوان پکڑے گئے، جن میں ایک کا نام حمران تھا جو حضرت عثمانؓ کے غلام بنے، ایک سیرین تھا جو حضرت انسؓ کے غلام بنے، دونوں آزاد ہوگئے، ایک مشہور مفسر کلبی کا دادا پکڑا گیا، کہتے ہیں کہ شیخ حسن بصریؒ کے والد بھی پکڑے گئے، پھر غلام بنے، پھر آزاد ہوئے، پھر حسن بصری اسلام کے امام بنے، یہ سب عین التمر کے جہاد کی برکت تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام انسانوں کو پستی سے اٹھا کر آسمانی عروج پر پہنچا دیتا ہے، جبکہ کفر کا نظام انسانوں کو بلندی سے گرا کر قعر مذلت میں گرادیتا ہے۔

باب جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر

سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے جواز کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب روانگی کی جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک وقت میں پڑھ لیا کرتے۔

تشریح:

"جمع بين المغرب والعشاء" اس باب میں وہ احادیث مذکور ہیں جس میں دونمازوں کوایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کا بیان ہے۔

جمع بین الصلوٰتین کا مسئلہ

"يجمع بين صلوٰة الظهر" جمع بین الصلوٰتین کی دوقسمیں ہیں، ایک جمع بین الصلوٰتین حقیقی ہے اور دوسرا جمع بین الصلوٰتین صوری اور فعلی ہے۔ جمع حقیقی اور جمع صوری پھر دوقسم پر ہے، ایک جمع تقدیم اور دوسرا جمع تاخیر ہے، جمع حقیقی اس طرح ہے کہ مثلاً ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت پڑھا جائے اور مغرب وعشاء دونوں کو مغرب کے وقت پڑھا جائے، یہ جمع حقیقی ہے اور اس کو جمع تقدیم بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں آخری نماز کو مقدم کر کے پہلی والی نماز کے ساتھ پڑھ لیا گیا۔ امام بخاریؒ نے جمع تقدیم کا انکار کیا ہے اور امام ابوداؤد بھی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے یا ظہر اور عصر دونوں کو عصر کے وقت میں پڑھ لیا جائے اور مغرب وعشاء دونوں کو عشاء کے وقت میں ادا کیا جائے، یہ جمع حقیقی ہے اور اس کو جمع تاخیر بھی کہتے ہیں کہ پہلی والی نماز کو آخری نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لیا گیا۔

جمع صوری اور فعلی کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں پڑھا جائے، لیکن ظہر کو اپنے وقت کے بالکل آخر میں پڑھ لیا جائے اور عصر کو اپنے وقت کے بالکل اول وقت میں پڑھ لیا جائے، اسی طرح مغرب کو اس کے اپنے وقت کے آخر میں پڑھ لیا جائے اور عشاء کو اس کے اپنے وقت کی بالکل ابتدا میں پڑھ لیا جائے، اس طرح ظاہری صورت اور عمل میں ایسا لگتا ہے کہ دونوں نمازیں ایک وقت میں پڑھی گئی ہیں، مگر فی الواقع ہر نماز اس کے اپنے وقت میں ادا کی گئی ہے اور وقت بھی بچ گیا۔ جمع حقیقی کو جمع وقتی بھی کہتے ہیں اور جمع صوری کو جمع فعلی وعملی بھی کہتے ہیں، جمع صوری میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ جمع حقیقی وقتی کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

جمع بین الصلوٰتین میں فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر وعصر کے درمیان اور مغرب وعشاء کے درمیان عذر کی بنا پر جمع حقیقی جائز ہے، اجمالی طور پر ان کے درمیان اتفاق ہے، لیکن تفصیلات میں ان کے درمیان کچھ فرق ہے۔ چنانچہ سفر کو سب نے عذر قرار دیا ہے، بعض نے سفر ومطر کو عذر قرار دیا ہے، بعض نے سفر کے ساتھ جدة السير یعنی تیز ایمرجنسی کے سفر کی قید لگائی ہے، بعض نے حضر میں مرض کو عذر مانا ہے، بعض نے نہیں مانا ہے، یہ معمولی اختلافات ہیں، مگر اجمالی طور پر جمہور کے ہاں جمع بین الصلوٰتین حقیقی وتقدیمی وتاخیری سب جائز ہیں، البتہ فجر، ظہر، عشاء اور فجر میں جمع کرنا بوجہ فاصلہ جائز نہیں۔ ائمہ احناف کثر الله سوادهم کے نزدیک جمع حقیقی کی کوئی صورت بھی جائز نہیں ہے، نہ تقدیم جائز ہے، نہ تاخیر جائز ہے، نہ سفر میں جائز ہے، نہ حضر میں جائز ہے۔ ہاں یوم عرفہ میں عرفات کے میدان میں ظہر وعصر میں جمع حقیقی جائز ہے اور مزدلفہ کی رات میں مغرب وعشاء میں جمع حقیقی جائز ہے، اول الذکر میں جمع تقدیم ہے اور مؤخر الذکر میں جمع تاخیر ہے۔

دلائل

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں واضح طور پر استمرار کے ساتھ جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے۔

ائمہ احناف کا استدلال قرآن وحدیث اور تعامل امت سے ہے۔

چنانچہ ان کی پہلی دلیل قرآن کی آیت ہے: ﴿ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً﴾ یعنی ہر نماز کا اپنا مقرر ومتعین وقت ہے، اس سے پہلے اور اس کے بعد جائز نہیں ہے۔ دوسری آیت ﴿حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی﴾ ہے۔

اس میں بھی نماز کی محافظت کا حکم ہے اور یہ حفاظت وقت کو بھی شامل ہے کہ اپنے اپنے وقت کے اندر نماز کی حفاظت کرو، لہٰذا نہ جمع تقدیم جائز ہے، نہ جمع تاخیر جائز ہے۔ ائمہ احناف نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، جس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے، الفاظ یہ ہیں: "ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ بغیر میقاتھا الا الصلوتین الخ"

یعنی عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ میں نے کبھی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو۔ ائمہ احناف کی مضبوط دلیل وہ تمام احادیث ہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کیلئے ایک متعین وقت مقرر فرمایا ہے اور اس کی پابندی کا سختی سے حکم دیا ہے۔

جواب

جمہور نے جتنی احادیث سے استدلال کیا ہے، احناف اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان احادیث کا ایسا محمل تلاش کرنا چاہئے کہ ان کا آیت سے تعارض نہ آئے، اس لئے کہ قرآن کریم کی آیت کا معارضہ احادیث اور خاص کر اخبار احاد سے نہیں ہوسکتا، اس لئے احناف نے ان تمام حادیث کا محمل یہ بیان کیا ہے کہ اس جمع بین صلوٰتین سے جمع حقیقی نہیں، بلکہ جمع صوری مراد ہے، لہٰذا یہ احادیث جمہور کے نہیں، بلکہ احناف کے دلائل ہیں اور اس پر قرائن بھی ہیں۔

قرائن

جمع صوری مراد لینے پر کئی قرائن ہیں:

(۱): بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مغرب کی نماز پڑھ کر کچھ انتظار فرماتے اور پھر عشاء کی نماز پڑھتے، اسی طرح حدیث ابوداؤد شریف میں بھی ہے، چند الفاظ یہ ہیں: "ان موذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق فصلی المغرب ثم انتظر حتی اذا غاب الشفق فصلی العشاء" (ابو داؤد)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع صوری کی صورت ہے، جمع حقیقی کی نہیں ہے۔

(۲): اسی طرح جمع بین الصلوٰتین کی احادیث میں جگہ جگہ اخر الظھر و عجل العصر واخر المغرب و عجل العشاء کے الفاظ آئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر وتعجیل جمع صوری کی صورت میں ہوتی ہے، جمع حقیقی کیلئے یہ الفاظ نہیں آتے، چنانچہ ابن عباسؓ کے شاگرد ابوشعثاء انہی الفاظ کے پیش نظر ان احادیث سے جمع صوری مراد لیتے ہیں۔

(۳): جمع صوری پر ایک زبردست قرینہ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے، الفاظ یہ ہیں: "جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بين الظهر و العصر و بين المغرب و العشاء من غير خوف ولا مطر" (ترمذی)

امام مسلمؒ نے آئندہ ایک باب باندھا ہے، اس میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے، ان احادیث میں جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے، لیکن نہ سفر ہے نہ مطر ہے نہ مرض ہے نہ خوف ہے، مدینہ منورہ میں اس طرح جمع بین الصلوٰتین بغیر کسی عذر کے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے، جمہور کو بھی مجبوراً اس حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا پڑتا ہے، لہٰذا دیگر احادیث کو بھی اسی طرح جمع صوری پر حمل کرنا چاہئے، ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اعتراف کیا ہے کہ یہاں جمع صوری مراد لینا پڑے گا۔

سوال: ہاں احناف کیلئے ایک حدیث میں مشکلات درپیش ہیں، وہ مسلم شریف کی آئندہ آنے والی حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے، الفاظ اس طرح ہیں: "حتى يجمع بينها و بين العشاء حين يغيب الشفق" اور ساتھ والی روایت میں "بعد ان يغيب الشفق" کے الفاظ ہیں، ظاہر ہے کہ غیوبت شفق کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے، لہٰذا یہ جمع حقیقی ہے، صوری نہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں غیوبت شفق سے مراد قریب ہونا نہیں اور اس پر دارقطنی کی حدیث دلالت کرتی ہے، وہاں قریب کا لفظ موجود ہے، الفاظ یہ ہیں: "حتى اذا كاد ان يغيب الشفق"

بہر حال دلائل کی دنیا یہی ہے، لیکن جمہور کو صفحۂ ہستی سے مٹایا نہیں جا سکتا ہے اور بعض مواقع میں جمع حقیقی کی شدید ضرورت پیش آتی ہے، اگر امت کی سہولت کیلئے بعض دفعہ ان احادیث پر عمل ہو جائے تو مجبوری بہر حال مجبوری ہے، ادھر بار بار یہ سوال و جواب بھی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع الصلوٰتین سے مقصد کیا تھا تو جواب یہی آیا کہ جمع بین الصلوٰتین سے مقصود یہ ہے کہ آپ کی امت حرج میں نہ پڑے، اس سے جمع حقیقی کی سہولت کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے، کیونکہ "الحرج مدفوع في الشرع"

زیر بحث حدیث میں اذا عجل به السير کے الفاظ مذکور ہیں، جو سفر کے تیز ہونے کو کہتے ہیں۔

۱۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب چلنے کی جلدی ہوتی تو شفق کے غائب ہوتے ہی مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھ لیتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی چلنا ہوتا تو آپ بھی مغرب وعشاء کو اکٹھے پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح:

"**اذا جد به السير**" جد يجد تیز سفر کو کہتے ہیں ای اذا جعله السير مجتهداً مسرعاً جمع بین الصلوٰتین کیلئے امام مالکؒ کے نزدیک جدة السير شرط ہے، یعنی ایمرجنسی سفر ہو۔ "بعد ان يغيب الشفق" اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع بین الصلوٰتین حقیقی

تھا، کیونکہ شفق کے غائب ہونے سے عشاء کا وقت ہو جاتا ہے، اگرچہ دار قطنی کی روایت میں اس کی تاویل کی واضح گنجائش ہے لیکن تاویل بہرحال تاویل ہوتی ہے۔

١٦٢٢ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

سالمؒ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب وعشاء کی نمازیں ایک وقت پڑھتے دیکھا جب کہ آپ کو جلدی چلنا تھا۔''

١٦٢٣ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلاَةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ صَلاَةِ الْعِشَاءِ.

سالم بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے اسے اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔

١٦٢٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ - يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ - عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آفتاب کے ڈھلنے سے قبل سفر میں کوچ کا ارادہ فرماتے تو ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر دیتے (پھر عصر کے وقت) سواریوں سے اتر کر دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ البتہ اگر سورج ڈھلنے کو ہو جاتا (زوال آفتاب ہو جاتا) کوچ سے قبل تو پھر ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوتے تھے۔

١٦٢٥ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْمَدَايِنِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ فِي السَّفَرِ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جمع بین الصلاتین (دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے) کا ارادہ کرتے تو ظہر کو اتنا مؤخر کر دیتے کہ عصر کا ابتدائی وقت آجائے۔ پھر اس وقت میں ظہر وعصر اکٹھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

١٦٢٦ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ.

حضرت انسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو ظہر کو ابتداء وقت عصر تک مؤخر کر دیتے۔ پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیا کرتے تھے۔ پھر مغرب کو مؤخر کر کے شفق (احمر یا ابیض) غائب ہونے کے بعد مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھے پڑھ لیا کرتے تھے۔

باب الجمع بين الصلوٰتين فى الحضر

حضر میں جمع بین الصلوٰتین کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اکٹھی پڑھیں اور مغرب وعشاء اکٹھی پڑھیں حالانکہ نہ کوئی خوف کی حالت تھی نہ ہی سفر میں تھے۔

١٦٢٨ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ جَمِيعًا عَنْ زُهَيْرٍ - قَالَ ابْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ - حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ فَسَأَلْتُ سَعِيدًا لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِهِ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ایک وقت میں پڑھیں مدینہ منورہ میں نہ تو کوئی خوف کی حالت تھی نہ ہی سفر (کا ارادہ) تھا۔ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعیدؒ بن جبیر سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کس لئے کیا؟ تو سعیدؒ نے جواب دیا کہ میں نے بھی ابن عباسؓ سے یہی بات پوچھی تھی جیسے تم نے پوچھی ہے تو انہوں نے فرمایا ''حضور علیہ السلام چاہتے تھے کہ اپنی امت میں سے کسی کو تنگی میں نہ ڈالیں۔''

تشریح:

''بالمدینة'' یعنی مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطر وسفر اور خوف وخطر کے بغیر جمع بین الصلوٰتین کیا، اس روایت میں جمع حقیقی کی کوئی صورت نہیں بن سکتی ہے اور نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ اس کو جمع صوری پر حمل کیا جائے، جو احناف کا

مسلک ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میری کتاب میں ایک یہی حدیث ہے، جس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔احناف نے کہا کہ عمل ممکن ہے کہ جمع صوری پر حمل کریں۔

١٦٢٩ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ - يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ - حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاةِ فِي سَفْرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ .قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں نمازیں ایک وقت میں پڑھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر، مغرب وعشاء ایک وقت میں پڑھیں۔
سعیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بات نے اس عمل پر آمادہ کیا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے کسی کو حرج میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔‘‘

١٦٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا.

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نکلے چنانچہ آپ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء اکھٹی ایک وقت میں پڑھا کرتے تھے۔

١٦٣١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ - يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ - حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ أَبُو الطُّفَيْلِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ .قَالَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ قَالَ: فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر کے درمیان اور مغرب وعشاء کے درمیان جمع فرمایا۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان (معاذؓ) سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بات نے اس پر آمادہ کیا؟ فرمایا: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ امت کو کوئی تنگی نہ ہو۔‘‘

١٦٣٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو

سَعِيدٍ الْأَشَجُّ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ. فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ قَالَ كَيْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ. وَفِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا أَرَادَ إِلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع بین الظہر والعصر اور جمع بین المغرب و العشاء فرمایا مدینہ طیبہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے۔ وکیعؒ کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: تاکہ آپ کی امت کو تنگی نہ ہو۔ جبکہ ابو معاویہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کس لئے کیا؟ فرمایا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو۔

۱۶۳۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا. قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ. قَالَ وَأَنَا أَظُنُّ ذَاكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آٹھ اور سات رکعات اکٹھی پڑھیں۔ (یعنی ظہر و عصر اکٹھی پڑھیں آٹھ رکعات اور مغرب و عشاء اکٹھی سات) میں نے کہا کہ اے ابو الشعثاء میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو مؤخر کیا ہوگا اور عصر میں جلدی کی ہوگی اور اسی طرح مغرب کو مؤخر کر دیا ہوگا، جبکہ عشاء کو جلدی پڑھا ہوگا۔ فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

تشریح:

"ثمانیا جمیعاً" یعنی آٹھ رکعات ملا کر پڑھ لیں، اس سے ظہر اور عصر کو جمع کرنا مراد ہے۔ **"وسبعاً جمیعاً"** یعنی سات رکعات ملا کر پڑھ لیں، اس سے مغرب اور عشاء کو جمع کرنا مراد ہے۔ **"قلت یا ابا الشعثآء"** جابر بن زید راوی کی کنیت ابو الشعثاء ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے حدیث نقل کر رہے ہیں، ان سے ان کے شاگرد ابو عمر نے پوچھا کہ استاد جی! میں تو سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ظہر اور عصر کو اکٹھا کر کے پڑھا اور مغرب وعشاء کو اکٹھا کر کے پڑھا، اس سے مراد یہ ہے کہ ظہر کو اپنے آخری وقت میں پڑھا ہوگا اور عصر کو اپنے پہلے وقت میں پڑھا ہوگا، اسی طرح معاملہ مغرب اور عشاء کے ساتھ کیا گیا ہوگا تو ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی گئی، صرف جمع صوری کی صورت تھی؟ ابو شعثاء نے جواب دیا کہ میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ جمع حقیقی نہیں تھا، بلکہ جمع صوری تھا، یہ روایت احناف کی مضبوط دلیل ہے۔

۱۶۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں سات اور آٹھ رکعات یعنی ظہر وعصر اور مغرب وعشاء ایک وقت میں پڑھیں۔

١٦٣٥ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُومُ وَجَعَلَ النَّاسُ يَقُولُونَ الصَّلاَةَ الصَّلاَةَ - قَالَ - فَجَائَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ لاَ يَفْتُرُ وَلاَ يَنْثَنِي الصَّلاَةَ الصَّلاَةَ .فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتُعَلِّمُنِي بِالسُّنَّةِ لاَ أُمَّ لَكَ .ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَقِيقٍ فَحَاكَ فِي صَدْرِي مِنْ ذَلِكَ شيء فَأَتَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَصَدَّقَ مَقَالَتَهُ.

حضرت عبداللہؒ بن شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک روز عصر کے بعد ہم سے خطاب کیا اور (خطاب کرتے رہے) یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، ستارے بھی نمایاں ہوگئے، لوگ نماز نماز کی پکار کرنے لگے۔ ایک شخص بنوتمیم کا ابن عباسؓ کے پاس آیا اور آکر بغیر دم لئے بغیر باز آئے مسلسل نماز نماز کی رٹ لگائے گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیری ماں مرجائے کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے؟ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ظہر وعصر کو جمع فرمایا ایک وقت میں اور مغرب وعشاء کو جمع فرمایا۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی تو میں ابوہریرہؓ کے پاس جا پہنچا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی ابن عباسؓ کے قول کی تصدیق فرمائی۔

تشریح:

"فجعل الناس" یعنی لوگ بولنے لگے کہ نماز قضا ہورہی ہے، نماز قضا ہورہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے دور میں جمع بین الصلوٰتین زیادہ معروف نہیں تھا اور نہ مستقل عمل تھا تبھی تو لوگوں نے شور کیا۔ "فجاء رجل من بنی تمیم" یعنی اس شخص نے تو شور کرنے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ "لایفتر" یعنی الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنے سے تھکتا نہیں تھا۔ "ولا ینثنی" اور نہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز لگانے سے باز آتا تھا، مسلسل کہے جارہا تھا۔ "لا ام لك" یعنی تیری ماں نہ ہو، تیری ماں مرجائے، یہ جملہ عرب کے ہاں بددعا ہے، لیکن اس کا استعمال بددعا کے طور پر نہیں ہوتا ہے، بلکہ بطور تکیہ کلام اور بطور لغو اس کو استعمال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس بات پر غصہ ہوئے کہ ایک دیہاتی گنوار آکر حبر الامۃ صحابی کو سنت نبوی کی رہنمائی کرتا ہے۔ "فحاك فی صدری" "حاك" ضرب اور نصر سے دل کے کھٹکے کو کہتے ہیں، یعنی میرے دل میں یہ کھٹکا گزرا کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث صحیح ہوگی یا نہیں تو ابوہریرہؓ نے اس کی تصدیق کردی کہ صحیح حدیث ہے۔

١٦٣٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ الصَّلاَةَ فَسَكَتَ .ثُمَّ قَالَ الصَّلاَةَ .فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلاَةَ فَسَكَتَ .ثُمَّ قَالَ لاَ أُمَّ لَكَ

أَتُعَلِّمُنَا بِالصَّلَاةِ وَ كُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن شقیق العقیلیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نماز! ابن عباسؓ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا نماز، وہ پھر خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا نماز! ابن عباسؓ پھر بھی خاموش رہے۔ پھر فرمایا: تیری ماں نہ رہے کیا تو ہمیں نماز سکھانے چلا ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرلیا کرتے تھے۔

باب جواز الانصراف من الصلوۃ عن اليمين والشمال

امام کا نماز سے فراغت پر دائیں بائیں مڑ کر بیٹھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۶۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَا يَجْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ مِنْ نَفْسِهِ جُزْئًا لَا يَرَى إِلَّا أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنی نماز میں ہرگز شیطان کیلئے حصہ نہ بنائے اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر نماز سے فارغ ہو کر صرف دائیں طرف مڑنا ہی واجب اور ضروری ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر و بیشتر بائیں طرف بیٹھتے دیکھا ہے۔

تشریح:

"ینصرف عن شماله" "انصراف" لوٹنے اور مڑنے کے معنی میں ہے، یہاں انصراف سے امام کا نماز سے فارغ ہونے کے بعد مڑنا مراد ہے، اب انصراف کے اس لفظ میں دو احتمال ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ امام نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے ذکر اذکار کیلئے بیٹھ جائے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ امام نماز سے فارغ ہو کر گھر کی طرف مڑ کر جائے، یہ دوسرا احتمال بہت کمزور ہے، کیونکہ دنیا کے اماموں کیلئے گھر کی طرف لوٹنے کا عمل متعین نہیں ہے، ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے متعین تھا، کیونکہ آپ کا گھر مسجد کی دیوار کے ساتھ تھا، قریب میں محراب تھا تو آپ کبھی دائیں جانب مڑ کر گھر جاتے تھے اور کبھی بائیں جانب مڑ کر تشریف لے جاتے تھے، بائیں جانب گھر تھا تو آپ اکثر بائیں جانب مڑ کر گھر جاتے تھے، بہرحال یہ احتمال بہت بعید ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام جب قوم کی طرف منہ موڑ کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ کیا کرے، کس جانب سے مڑ جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ یہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب سے مڑ کر قوم کے سامنے بیٹھ جاتے تھے۔ اب یہ عمل ایک مباح عمل ہے، اگر کوئی دائیں جانب سے مڑتا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر کوئی بائیں جانب سے مڑتا ہے تو وہ بھی جائز ہے، ہاں اس مباح اور مستحب عمل کو اگر کوئی شخص متعین کرتا ہے اور صرف ایک جانب کے مڑنے کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو وہ غلط ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اسی کو بدعت قرار دیتے ہیں، جس سے یہ ضابطہ

نکلتا ہے کہ اگر کسی نے مباح اور مستحب عمل کے بارے میں یہ عقیدہ بنالیا کہ یہ مجھ پر لازم ہے تو اس سے وہ عمل بدعت بن جائے گا۔ فقہاء میں سے علامہ ابن منیرؒ فرماتے ہیں: "ان المندوبات قد تنقلب مکروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب فی کل شئ، ای من امور العبادة ولکن لما خشی ابن مسعودؓ ان یعتقدوا وجوبه اشار الی کراهته" (فتح الملهم)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام کی حاجت میں کوئی ترجیح نہیں ہے، بلکہ دونوں جاب مڑنا برابر ہے تو پھر افضل یہ ہے کہ دائیں جانب مڑے، کیونکہ یہ افضل ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مجموعہ احادیث اور دلائل کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ امام کے مختلف احوال ہوتے ہیں، کیونکہ جو نماز اس نے پڑھائی ہے، اس کے بعد سنت نماز ہوگی یا نہیں ہوگی، اگر سنت نماز ہے تو اس کے پڑھنے میں اختلاف ہے کہ آیا سنت کو پہلے پڑھا جائے یا اذکار مسنونہ میں پہلے مشغول ہو جائے اور سنت اس کے بعد پڑھی جائے، ائمہ شوافع کے نزدیک پہلے اذکار میں مشغول ہونا ہے، پھر سنت پڑھنا ہے، مگر احناف کے نزدیک نمازی پہلے سنتوں کو پڑھے اور پھر اذکار مسنونہ میں مشغول ہو جائے، لیکن جن فرائض کے بعد سنت نماز نہیں ہے، اس میں سب کے نزدیک پہلے اذکار مسنونہ ہیں اور پھر اپنی حاجت میں اٹھ کر جانا ہے، ائمہ احناف نے اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہیں، ان میں امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے، لیکن اگر سنتیں ہیں تو پھر امام قوم کی طرف منہ نہ کرے، بلکہ سنت کیلئے اٹھ جائے۔

سوال: یہاں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر بائیں جانب کی طرف مڑتے تھے اور ساتھ والی حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر دائیں جانب مڑتے تھے، دونوں روایتوں میں تعارض ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا جواب علامہ نوویؒ نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں عمل ثابت ہیں تو حضرت ابن مسعودؓ نے جو دیکھا تو اس کو اکثر کہہ دیا اور حضرت انسؓ نے جو دیکھا تو اس کو اکثر کہہ دیا، اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ کئی وجوہات سے حضرت ابن مسعودؓ کا قول حضرت انسؓ کے قول سے راجح ہے۔ ایک بریلوی عالم غلام رسول سعیدی صاحب نے ان روایات کی تشریح میں لکھا ہے کہ اسی طرح عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا مستحب اور افضل ہے، اس کو لازم اور ضروری قرار دینا نئی شریعت بنانا ہے۔ (شرح مسلم ج ۲، ص: ۴۱۸)

۱۶۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر و بیشتر نماز سے فارغ ہونے کے بعد بائیں طرف بیٹھتے دیکھا ہے) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

۱۶۳۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا كَيْفَ أَنْصَرِفُ إِذَا صَلَّيْتُ

عَنْ يَمِينِي أَوْ عَنْ يَسَارِي قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ.

سدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ جب میں نماز سے فارغ ہو جاؤں تو دائیں طرف مڑوں یا بائیں طرف؟ انہوں نے فرمایا کہ بھئی جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہی دیکھا ہے۔

١٦٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ.

سدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

باب استحباب يمين الامام

امام کی جانب یمین میں کھڑا ہونا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

١٦٤١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ- قَالَ- فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ- أَوْ تَجْمَعُ- عِبَادَكَ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہماری خواہش ہوتی تھی کہ ہم آپ کے دائیں طرف ہوں، آپ (نماز سے فارغ ہو کر) ہماری طرف چہرہ کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ کہتے سنا: ''میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچائیے جب آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے یا جمع کریں گے (میدان حشر میں)۔

١٦٤٢ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ.

حضرت مسعر رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت اس سند کے ساتھ منقول ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف چہرہ کرتے تھے'' کے الفاظ کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح:

''یقبل علینا بوجهه'' اس سے پہلی حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ زیر بحث روایت میں راوی نے بطور اختصار چھوڑ دیا ہے، اب ان کلمات سے ایک مسئلہ معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف مڑ کر منہ کرتے تھے، لیکن مکمل طور پر نہیں مڑتے

تھے، بلکہ یمین اور یسار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے، کیونکہ اگر مکمل سامنے کی طرف بیٹھتے تو صحابہؓ سامنے نماز میں کھڑے ہونے کو اختیار کرتے، معلوم ہوا کہ دائیں بائیں منحرف ہوکر بیٹھا کرتے تھے، آج کل دیہات کے کچھ علماء اسی عمل کو اپناتے ہیں، بہر حال جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام نوویؒ نے جو باب باندھا ہے، اس کے مطابق باب کے اندر کوئی حدیث نہیں ہے، امام نوویؒ نے شاید لفظ یمین سے استدلال کیا ہے جو خفی ہے، واضح نہیں ہے۔ ہاں دیگر احادیث بکثرت موجود ہیں کہ صف میں دائیں جانب کھڑے ہونے میں بہت فائدے ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہاں صحابہ جو یمین امام کو پسند کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے وقت چہرۂ انوران کی طرف پہلے موڑتے تھے، یہاں حدیث سے یہی مراد ہے، قاضی عیاضؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ممکن ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد قوم کی طرف چہرہ موڑ نا مراد ہو۔

باب كراهة الشروع فى نافلة بعد الاقامة

اقامت شروع ہونے کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۶۴۳ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ .

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز کھڑی ہو جائے تو اب سوائے اسی فرض نماز کے اور کوئی نماز (جائز) نہیں۔''

تشریح:

''فلا صلوٰة'' علامہ عثمانی لکھتے ہیں کہ یہ نفی ہے جو نہی کے معنی میں ہے، یعنی ''فلا تصلوا الا المكتوبة، مثل قوله تعالى فلا رفث و لا فسوق و لا جدال فى الحج'' حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر صرف جماعت کے ساتھ فرض میں شامل ہوکر نماز پڑھو اور سنت نہ پڑھو، یہاں سب سے پہلے یہ بات ہے کہ جماعت کے قائم ہونے کے بعد کسی سنت میں مشغول ہونے سے متعلق ایک بحث یہ ہے کہ ایک حکم عام نمازوں کے ساتھ سنن کا ہے تو ائمہ احناف کا عام خیال یہ ہے کہ فجر کے علاوہ تمام سنتوں کا یہی حکم ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کسی قسم کی سنت نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔ علامہ زیلعیؒ نے ایک جزئیہ لکھا ہے کہ اگر جماعت کی ایک رکعت بھی فوت نہیں ہوتی ہو تو مسجد سے باہر عام سنتوں کا پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر ایک رکعت بھی فوت ہوتی ہو تو عام سنتوں کا پڑھنا صحیح نہیں ہے، ہاں فجر کی سنتوں کا حکم اس سے مختلف ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کے ساتھ مکمل نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور ایک فجر کی سنتوں کی فضیلت ہے، اگر کوئی شخص

دونوں فضیلتوں کو اکھٹا کر سکتا ہے تو وہ ایسا کرے اور اگر جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہو تو نمازی جماعت کی فضیلت کو ترجیح دے، کیونکہ جماعت کے ترک کرنے پر سخت وعید ہے جو سنت کے ترک پر نہیں ہے، یہاں دوسری اہم بات یہ ہے کہ فجر کی سنتوں اور عام سنتوں میں فرق ہے، فجر کی سنتوں کی بہت بڑی تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے ان کو واجب کہا ہے، اسی وجہ سے جماعت کے قیام کے دوران فجر کی دوسنتوں کے پڑھنے نہ پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف آگیا ہے۔

جماعت کے وقت فجر کی سنتوں میں فقہاء کا اختلاف

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جماعت کے دوران کوئی بھی سنت نہیں پڑھی جاسکتی ہے، خواہ فجر کی سنت ہو یا دیگر اوقات کی سنتیں ہوں، مسجد کے اندر ہوں یا باہر ہوں، سب ممنوع ہیں۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک عام سنتوں کا حکم اسی طرح ہے، لیکن فجر کی سنتوں کا حکم مختلف ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ فجر میں ایک شخص جب مسجد میں داخل ہو گیا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اس شخص کو چاہئے کہ سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر ابھی یہ شخص مسجد میں داخل نہیں ہوا ہے تو دروازوں سے باہر سنت پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کی ایک شرط یہ ہے کہ امام کے ساتھ کوئی رکعت فوت نہ ہو جائے، اگر رکعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو سنت کو چھوڑ دے، جماعت میں شریک ہو جائے اور بعد طلوع آفتاب جا کر سنت پڑھ لے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مسجد سے باہر امام کی قرأت کی آواز نہ پہنچتی ہو۔
ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ مسجد کے دروازوں سے باہر فجر کی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ امام کے ساتھ آخری رکعت ملنے کی امید ہو، ورنہ پڑھنے کی ممانعت ہے۔

دلائل

شوافع اور حنابلہ نے اس باب کی تمام احادیث سے استدلال کیا ہے، مالکیہ اور احناف نے فجر کی سنتوں کی تاکید اور فضیلت والی روایات سے استدلال کیا ہے۔ ہدایہ میں ایک حدیث ہے کہ فجر کی سنتوں کو مت چھوڑو اگر چہ دشمن کے گھوڑے تم کو روند ڈالیں۔

١٦٤٤ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت ورقاء سے حسب سابق روایت (جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز درست نہیں) اس سند کے ساتھ مروی ہے۔

١٦٤٥ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ.

عطاءؒ بن یسار ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث (آپ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز درست نہیں) ہی روایت کرتے ہیں۔

١٦٤٦ – وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت زکریا بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز درست نہیں) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

١٦٤٧ – وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِهِ .قَالَ حَمَّادٌ ثُمَّ لَقِيتُ عَمْرًا فَحَدَّثَنِي بِهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، حماد نے کہا کہ پھر میں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، انہوں نے مجھے حدیث بیان کی، لیکن مرفوع نہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے بیان نہیں فرمائی)

تشریح:

"ولم یرفعه" یعنی عمرو بن دینار نے اس حدیث کو جب حماد بن زید کو بیان کیا تو اس کو مرفوع کے بجائے موقوف بیان کیا، لہٰذا اس حدیث کو عمرو بن دینار نے مرفوع بھی بیان کیا ہے اور موقوف بھی بیان کیا ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب بخاری میں ذکر نہیں کیا، البتہ ترجمۃ الباب میں بطور تعلیق ذکر کیا ہے۔ امام طحاویؒ نے مرفوع اور موقوف دونوں طرح نقل کیا، مگر موقوف کو راجح کہا ہے، دیگر چند محدثین نے اس کو موقوف قرار دیا ہے۔

سوال: جب اس حدیث کو موقوف کہا گیا ہے تو سوال یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اس موقوف روایت کو کیسے نقل کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب علامہ نوویؒ نے دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اکثر راویوں نے اس کو مرفوع نقل کیا ہے تو ایک عدد قلیل نے اگر چہ اس کو موقوف ذکر کیا ہے، اس سے حدیث کے صحیح ہونے پر اعتراض نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے۔ علامہ نوویؒ کی عربی عبارت اس طرح ہے: "ولم يرفعه" هذا الكلام لايقدح فى صحة الحديث و رفعه لان اكثر الرواة رفعوه قال الترمذى و رواية الرفع اصح وقد قدمنا فى الفصول السابقة فى مقدمة الكتاب ان الرفع مقدم على الوقف على المذهب الصحيح و ان كان عدد الرفع اقل فكيف اذا كان اكثر؟ (النووى)

١٦٤٨ – حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يُصَلِّي وَقَدْ أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهُ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَحَطْنَا نَقُولُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ لِي: يُوشِكُ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ أَرْبَعًا .قَالَ الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ .قَالَ أَبُو

الْحُسَيْنِ مُسْلِمٌ وَقَوْلُهُ عَنْ أَبِيهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ خَطَأٌ.

حضرت عبداللہؓ ابن مالک بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا جو نماز فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد نماز پڑھ رہا تھا (سنتیں)۔ آپ نے اس سے کچھ فرمایا جو ہمیں نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا کہا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اسے گھیر لیا اور اس سے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا؟ اس نے کہا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا ''قریب ہے کہ تم میں سے کوئی صبح کی چار رکعات پڑھنے لگے گا۔'' (مقصد یہ ہے کہ جب صبح کے فرض شروع ہو گئے اور اس وقت تم نے دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی تو یہ چار رکعات ہو گئیں۔ تو گویا ایک اعتبار سے صبح کی چار رکعات ہو گئیں) قعنبیؒ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ اپنے والد سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ابوالحسین امام مسلمؒ کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ ''اپنے والد سے'' یہ اس حدیث میں خطاء ہے۔

تشریح:

''عن عبد الله بن مالک بن بحينة'' اس سند اور اس نام کے بارے میں پہلے بھی لکھا جا چکا ہے، لیکن زیر بحث روایت میں ایک نئی بات ہے، اس لئے پوری بحث کو دوبارہ لکھا جا رہا ہے۔ عبداللہ کے والد کا نام مالک ہے اور ماں کا نام بحینہ ہے، عبداللہ اپنے باپ اور ماں دونوں کی طرف منسوب ہے، جس طرح عبداللہ بن ابی بن سلول اور محمد بن علی بن الحنفیۃ ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہیں، اس سند میں وہم ہوتا ہے کہ عبداللہ مالک کا بیٹا ہے اور مالک بحینہ کا بیٹا ہے، حالانکہ مالک بحینہ کا شوہر ہے اور عبداللہ بحینہ اور مالک دونوں کا بیٹا ہے، اس سند میں صرف یہ کرنا پڑتا ہے کہ بحینہ سے پہلے ابن کے لفظ میں الف کو لکھا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ عبداللہ بحینہ کا بیٹا ہے، مالک اس کا بیٹا نہیں ہے۔ اس سند میں دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ بعض سندوں میں عبداللہ بن مالک ''عن ابیہ'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ بالکل غلط ہے، یہاں امام مسلمؒ نے قعنبی کے حوالہ سے کہا ہے کہ اس نے ''عن ابیہ'' کا لفظ ذکر کیا ہے، پھر امام مسلمؒ نے کہا کہ وقولہ عن ابیہ فی ھذا الحدیث خطاء۔

١٦٤٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّي وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ فَقَالَ: أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا.

حضرت ابن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار صبح کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، جبکہ موذن اقامت کہہ رہا تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ ''کیا تم صبح کی چار رکعات پڑھتے ہو؟'' (یعنی تمہارے یہ دو نفل اور دو فرض مل کر چار ہو گئے گویا تم نے صبح کی چار رکعات پڑھیں)

١٦٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ (ح) وَحَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ (ح) وَحَدَّثَنِي

زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا فُلَانُ بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ أَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا.

حضرت عبداللہؓ بن سرجس فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں مصروف تھے۔اس نے مسجد کی ایک جانب میں دو رکعات پڑھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جب حضور علیہ السلام نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے فلاں! تو نے دونوں نمازوں میں سے کس کو فرض شمار کیا ہے، آیا اس نماز کو جو تو نے تنہا پڑھی ہے یا وہ نماز جو ہمارے ساتھ پڑھی ہے؟

تشریح:

"بأی صلوة اعتددت" یعنی تم نے کس نماز کو فرض نماز شمار کیا، آیا وہ نماز جو جماعت کے وقت اکیلے پڑھ رہے تھے یا وہ نماز جو ہمارے ساتھ شامل ہو کر پڑھ لی، یعنی دو فرض تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جائیں گے، ایک فرض جائے گا، اب تم بتاؤ کہ تم نے کس کو فرض اور اصل نماز تسلیم کیا ہے؟ اس طرح دیگر جملے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً ایک شخص جو اقامت کے وقت صبح کی سنت پڑھ رہا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ کیا فجر کی چار رکعت پڑھنا چاہتے ہو؟ ایک روایت میں تو آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ قریب ہے کہ فجر کی نماز چار رکعات پڑھی جائے گی، یعنی جماعت کے دوران لوگ سنت پڑھیں گے، ان تمام روایات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جماعت کے وقت مطلقاً سنت نہیں پڑھنی چاہئے۔ شوافع اور حنابلہ نے اسی عموم کی وجہ سے ہر قسم کی سنتوں کے پڑھنے کو منع کر دیا ہے، لیکن مالکیہ اور احناف نے فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی سخت تاکید آئی ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے اس کو واجب کہا ہے، بہر حال احناف کا مور چہ کمزور ہے۔

باب ما یقول اذا دخل المسجد

مسجد میں داخل ہونے کے وقت کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٥١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ- أَوْ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ- قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ. قَالَ مُسْلِمٌ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى يَقُولُ كَتَبْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ كِتَابِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ. قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ يَحْيَى

الْحِمَّانِيَّ يَقُولُ وَأَبِي أُسَيْدٍ.

ابوحمید یا ابو اسیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے: ''اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اے اللہ! میرے واسطے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔'' اور جب مسجد سے نکلے تو کہے: ''اللّٰهُمَّ اِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ اے اللہ میں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں۔'' امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن یحییٰ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ حدیث سلیمان بن بلال کی کتاب سے لکھی اور انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یحییٰ حمانی اور ابو اسید کہتے تھے۔

تشریح:

''او عن ابی اسید'' یعنی ان دونوں روایتوں میں عبدالملک بن سعید انصاری نے شک کے ساتھ ابی حمید یا ابی اسید کا نام ذکر کیا ہے، لیکن امام مسلمؒ نے سند کے ساتھ یہ بات نقل کی کہ یحییٰ الحمانی اس روایت کو ''او'' شک کے ساتھ نہیں، بلکہ ''واؤ'' عطف کے ساتھ نقل فرماتے تھے، گویا امام مسلمؒ اس کو واؤ عطف کے ساتھ تسلیم کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ روایت دونوں سے ہے۔

بہرحال مسجد میں داخل ہونے کیلئے رحمت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص نماز پڑھے گا، تلاوت کرے گا، ذکر اللہ میں مشغول ہوگا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے ہیں، لہٰذا داخل ہونے والا رحمتوں کا سوال کر رہا ہے، لیکن جب یہی نمازی مسجد سے باہر جائے گا تو وہ حلال رزق کو تلاش کرے گا تو اس کیلئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے، کیونکہ فضل کا اطلاق مال پر ہوتا ہے۔

١٦٥٢ - وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ أَوْ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ابوحمید یا ابو اسید سے حسب سابق روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مذکورہ دعائیں پڑھو) اس سند کے ساتھ بھی منقول ہے۔

باب استحباب تحية المسجد بركعتين

دو رکعات تحیۃ المسجد کے استحباب کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

١٦٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكٌ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھ لے۔''

تشریح:

''فلیرکع رکعتین'' رکوع کے نام سے صلوٰۃ مراد لیا گیا ہے، یہ تسمیة الکل باسم الجزء ہے، صرف رکوع مراد نہیں بلکہ دو رکعت نماز مراد ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ دو رکعت اقل قلیل ہے، اس سے زیادہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر مزید فرماتے ہیں کہ اہل فتویٰ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں تحیة المسجد کی نماز کیلئے جو ''امر'' آیا ہے یہ استحباب اور مندوب کے طور پر ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اہل ظواہر کے نزدیک تحیة المسجد واجب ہے، لیکن ابن حزم نے اس کو رد کیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ یہاں دو حکم ہیں، دونوں میں عموم بھی ہے اور دونوں میں تعارض بھی ہے۔ ایک حکم یہ ہے کہ تم جب بھی مسجد میں داخل ہو جاؤ دو رکعت پڑھا کرو۔ دوسرا عموم یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ اوقات میں نماز نہ پڑھا کرو۔ شوافع حضرات نے مکروہ اوقات میں نہی کے حکم کے عموم میں تخصیص کر دی اور کہہ دیا کہ تحیة المسجد کا امر عام ہے، اس کو اسی طرح عموم پر رکھیں گے تو مسجد میں داخل ہونے والا شخص ہر وقت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ ائمہ احناف نے ''امر'' کے عموم میں تخصیص کر دی ہے اور کہا ہے کہ مکروہ اوقات میں تحیة المسجد کی نماز نہیں پڑھنی چاہئے، بلکہ اس کے علاوہ مناسب اوقات میں پڑھا کرو۔ احناف کا فیصلہ زیادہ احتیاط پر مبنی ہے، اس لئے کہ یہاں محرم اور مبیح کا مقابلہ ہے تو ترجیح محرم کو ہوگی، لہٰذا مکروہ اوقات میں تحیة المسجد نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔

''قبل ان یجلس'' تحیة المسجد اصل میں بارگاہ الٰہی میں آداب بجا لانے کیلئے سلام پیش کرنا ہے، مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اصول وقاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کے گھر میں جاتا ہے تو پہلے گھر کے مالک کو سلام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، اس کے حضور میں سلام و آداب پیش کرنے کیلئے اسلام اور نبی آخر زمان نے دو رکعت تحیة المسجد پڑھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ رکعتیں بہترین سلام اور بہترین آداب ہیں۔ تحیة المسجد کی طرح تحیة الوضوء بھی بہت عمدہ عمل ہے۔ تحیة المسجد کے بارے میں حضرت قتادہ سے ایک روایت منقول ہے جس کو مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: ''قال اعطوا المساجد حقها قيل له وما حقها قال ركعتين قبل ان تجلس'' (فتح الملهم) اب یہاں دوسرا مسئلہ ہے کہ تحیة المسجد کا عمل اور طریقہ کیا ہے تو اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنا چاہئے، ابن حجرؒ نے تو فرما دیا کہ بیٹھنے سے پہلے اگر پڑھ لیا تو ثواب ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا، یہی شوافع کا مسلک ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک بیٹھنے سے پہلے ہو یا بعد میں ہو تحیة المسجد کا ثواب ملے گا، چنانچہ ابن حبانؒ نے ذکر کیا ہے کہ ''ان تحية المسجد لا تفوت بالجلوس'' ابن حبان نے اپنی کتاب میں اس عنوان سے ترجمة الباب باندھا ہے، نیز سلیک غطفانی اور دیگر صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے بعد اٹھایا اور دو رکعت تحیة المسجد پڑھنے کا حکم دیا، یہی وجہ ہے

کہ ائمہ احناف بیٹھنے کے بعد اٹھ کر تحیۃ المسجد کو صحیح قرار دیتے ہیں، البتہ بیٹھنے سے پہلے افضل ہے۔(فتح الملهم)

١٦٥٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ بْنِ خَلْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ - قَالَ - فَجَلَسْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ .قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُكَ جَالِسًا وَالنَّاسُ جُلُوسٌ .قَالَ: فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برسر مجمع تشریف فرما ہیں، میں بھی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تجھے کس چیز نے بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھنے سے روکا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھا اور سب لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے (میں بھی بیٹھ گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو جب تک دو رکعت نہ پڑھے بیٹھے نہیں۔''

باب استحباب الركعتين في المسجد لمن قدم من السفر

جو شخص سفر سے آئے اس کو مسجد میں دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٥٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ فَقَالَ لِي: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر میرا کچھ قرض تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (قرض لینے) مسجد میں گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قرض ادا کر دیا اور مزید بھی عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ دو رکعات پڑھ لو۔

تشریح:

''و دخلت عليه المسجد'' چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آئے تھے اور مسجد میں دو رکعات پڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت جابرؓ بھی سفر سے واپس آئے اور مسجد میں داخل ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ مسجد میں دو رکعات نماز پڑھو، تو دو رکعات حضرت جابرؓ نے پڑھ لی، اب تفصیل اس طرح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے ایک سفر میں تھے،

حضرت جابر بھی ساتھ تھے۔ حضرت جابرؓ کا اونٹ کمزور پڑ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چابک دستی سے مارا، وہ تیز ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خریدنا چاہا۔ حضرت جابرؓ نے بیچ دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ تک سواری کی اجازت دیدی۔ حضرت جابرؓ جب مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اونٹ کا قرضہ واپس کیا اور کچھ زیادہ دیا پھر اونٹ کو بھی واپس کیا اور اس کی قیمت بھی دیدی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ حضرت جابرؓ کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ سب اسی کے معزز طریقے تھے۔ اسی قصہ میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد میں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ "صَلِّ رکعتین" یعنی دو رکعات نفل پڑھو۔ یہ دو رکعات تحیۃ المسجد نہیں، بلکہ سفر سے واپسی پر مسجد میں بیٹھنے کے آداب میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت میں بہت فوائد ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ مسافر کے حال احوال پوچھنے کیلئے سب لوگ کھلی مسجد میں آسانی سے ملاقات کر سکیں گے، اگر گھر میں نو وارد بیٹھ گیا تو سارے لوگ گھر میں نہیں بیٹھ سکیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نو وارد مسافر کی ملاقات محلّہ کے سارے لوگوں کے ساتھ آسانی سے مسجد میں ہو جائے گی۔ یہ شخص لوگوں کے احوال اجتماعی طور پر معلوم کر لے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ گھر میں آنے والے لوگوں کا اکرام ضروری ہو جائے گا، اب نو وارد مسافر خود گھر میں مشغول ہوگا۔ ادھر مہمانوں کا اکرام الگ اس کے ذمہ آ گیا، نیز اگر وہ غریب ہے تو اتنے لوگوں کا اکرام بھی مشکل ہو جائے گا۔ ان تمام فوائد کے پیش نظر اسلام نے بہت اچھا طریقہ دیا ہے کہ مسجد میں بیٹھ جائے لوگ ملاقات کر لیں گے تو لمبا چوڑا قصہ ختم ہو جائے گا۔

١٦٥٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ اشْتَرَى مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مجھے حکم دیا کہ مسجد میں آجاؤ (قیمت لینے کیلئے) اور دو رکعات پڑھو۔

١٦٥٧ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ - يَعْنِي الثَّقَفِيَّ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَى ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ: الآنَ حِينَ قَدِمْتَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ. قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی غزوہ میں نکلا، میرا اونٹ بہت سست اور تھک گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے قبل واپس تشریف لے آئے جب کہ میں اگلے روز پہنچا۔ میں مسجد آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، تم اب آ رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ اپنے اونٹ کو یہیں چھوڑ دو اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات پڑھ لو، چنانچہ میں داخل ہوا اور دو رکعت پڑھ کر لوٹا۔

تشریح:

"**وقدمت بالغداة**" یعنی میں دوسرے دن صبح کو مدینہ پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہنچے تھے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو ان کی شادی کی وجہ سے پہلے بھیجا تھا، الفاظ اس طرح ہیں: "ثم قال ائت اهلك فتقدمت الناس الى المدينة" اب یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مدینہ پہنچے تھے، جابرؓ بعد میں آئے یہ واضح تعارض ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کچھ احتمالات کو بیان کیا ہے مگر واضح جواب نہیں ہوسکا۔ وہ فرماتے ہیں کہ شاید حضرت جابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر واپسی میں پہلے آئے تھے تو فتقدمت الناس صحیح ہوگیا، لیکن کسی وجہ سے مدینہ پہنچنے میں تاخیر ہوگئی لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے پہنچ گئے، بہر حال یہ اس وقت کی بات ہے، اس وقت کا پس منظر ہے۔ راویوں کے بیان کرنے میں اپنے اپنے اندازے ہیں، حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

۱۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ (ح) وَحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے۔ پھر جب تشریف لے آتے تو سب سے پہلے مسجد میں آتے، دو رکعات پڑھتے پھر مسجد میں بیٹھتے۔

باب استحباب صلوة الضحى

چاشت کی نماز مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَتْ لَا إِلَّا أَنْ يَجِيءَ مِنْ مَغِيبِهِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا نہیں! مگر یہ کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے۔

تشریح:

"قالت لا" یعنی حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی مکرم رسول معظم احمد مجتبیٰ حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ نہیں پڑھتے تھے، ہاں جب سفر سے آتے تو اس وقت پڑھتے تھے، یعنی چاشت کے وقت مسجد میں دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

سوال: یہاں پر یہ سوال ہے کہ حضرت عائشہؓ یہاں چاشت کی نماز کی نفی فرماتی ہیں، صرف سفر سے واپسی پر چاشت کے وقت مسجد میں رکعتیں پڑھنے کی تصدیق کرتی ہیں اور اگلی روایت میں خود فرماتی ہیں کہ میں پڑھتی ہوں اور اس سے اگلی روایت میں فرماتی ہیں کہ آپؐ چار رکعات چاشت پڑھتے تھے، ان متضاد روایات میں کیا تطبیق ہے؟

جواب: ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استمرار اور دوام کے ساتھ چاشت کی نماز کی نفی فرماتی ہیں اور کبھی کبھی پڑھنے کا اقرار کرتی ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتی ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تو اس نماز کے فرض ہونے کا خطرہ تھا، پھر فرماتی ہیں کہ بعض دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمل کو جائز سمجھتے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے تاکہ فرض نہ ہو جائے، اس لئے میں پڑھتی ہوں، کیونکہ اب فرض ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے علم اور اپنے دیکھنے کے اعتبار سے فرماتی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے، یہ نماز اکثر باہر ہوتی تھی، اس لئے جن صحابہؓ نے چاشت کی نماز کو ثابت کیا ہے، اس کی نفی نہیں ہے۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حضرت ابن عمرؓ چاشت کی اصل نماز کو بدعت نہیں کہتے ہیں، نہ چاشت کا انکار کرتے ہیں، بلکہ وہ چاشت کی نماز میں لوگوں کی بے قاعدگیوں کو بدعت کہتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص چاشت کی نماز کو واجب اور فرض اور لازم کے درجے میں ماننے لگ جائے تو ظاہر ہے اس میں بدعت کا خطرہ ہے، جس طرح آج کل بعض پیر حضرات اور ان کے مریدوں میں چاشت کا اہتمام خطرناک حد تک ہوتا ہے یا مثلاً یہ بے قاعدگی ہو کہ لوگ اس کو نمائش اور تداعی کے طور پر کھلے مقامات میں دکھاوے کیلئے پڑھنا شروع کرے تو یہ بدعت ہے یا مثلاً اس طرح بے قاعدگی ہو کہ چاشت کے وقت سے ہٹ کر پڑھنا شروع کر دیا جائے تو یہ بدعت ہے، اس کی تصریح بھی حضرت ابن عمرؓ نے کی ہے اور فرمایا کہ چاشت کا وقت وہ ہوتا ہے کہ اونٹوں کے بچے ریت گرم ہونے کی وجہ سے بھاگنے لگے جائیں۔ "حین ترمض الفصال"

سوال: ایک سوال یہ ہے کہ بعض روایات میں آٹھ رکعات کا ذکر ہے، بعض میں چھ کا ذکر ہے، بعض میں چار کا ذکر ہے، بعض میں دو رکعات کا ذکر ہے تو اس میں کیا تطبیق ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ چاشت کی نماز میں زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں، فتح مکہ کے موقع پر ایسا ہوا تھا، یہ اکمل درجہ کی نماز ہے اور دو دو رکعات ادنیٰ درجہ کی نماز ہے۔ اس کے درمیان متوسط درجہ کی چھ رکعات اعلیٰ متوسط ہے اور چار رکعات عام متوسط ہے۔ دو

رکعات ادنیٰ درجہ میں ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رات کی نوافل میں دو رکعات بھی جائز ہیں، چار بھی چھ بھی اور آٹھ بھی جائز ہیں، خواہ ایک سلام سے ہو یا درمیان میں کئی سلام ہوں، البتہ دن میں چار رکعات ایک سلام سے افضل ہے۔

١٦٦٠ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَيْسِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَتْ لَا إِلَّا أَنْ يَجِيءَ مِنْ مَغِيبِهِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا نہیں! مگر یہ کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے۔

١٦٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ. وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی چاشت کے نوافل پڑھتے نہیں دیکھا جب کہ میں پڑھتی ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ کسی عمل کو پسند فرماتے تھے، لیکن اس خدشہ سے بعض اوقات ترک کر دیتے تھے کہ لوگ اسے فرض قرار دے کر اس پر لازماً عمل نہ کرنے لگیں۔

١٦٦٢ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ - يَعْنِي الرِّشْكَ - حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - كَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ الضُّحَى قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ.

حضرت معاذہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ چار رکعات اور چاہتے تو اس سے زائد بھی پڑھتے تھے۔

١٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. مِثْلَهُ وَقَالَ يَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ.

حضرت یزیدؒ سے سابقہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھا کرتے تھے) اس سند کے ساتھ منقول ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ چار سے جتنا اللہ چاہے زائد پڑھتے۔

١٦٦٤ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةَ حَدَّثَتْهُمْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى أَرْبَعًا وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے اور جتنی اللہ تعالیٰ چاہتے زائد ادا فرماتے۔

١٦٦٥ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے سابقہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے اور جتنی اللہ چاہتے زائد) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

١٦٦٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى إِلاَّ أُمُّ هَانِءٍ فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلاَةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ .وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَهُ قَطُّ.

عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے خبر نہیں دی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو سوائے ام ہانی ؓ کے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز ان کے گھر میں داخل ہوئے اور آٹھ رکعات پڑھیں۔ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی مختصر نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود پوری طرح ادا کر رہے تھے اور ابن بشار نے اپنی روایت میں لفظ ''قط'' (کبھی) نہیں بیان فرمایا۔

١٦٦٧ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالاَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ: سَأَلْتُ وَحَرَصْتُ عَلَى أَنْ أَجِدَ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ يُخْبِرُنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحَى فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُحَدِّثُنِي ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّ أُمَّ هَانِءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بَعْدَ مَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِثَوْبٍ فَسُتِرَ عَلَيْهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ لاَ أَدْرِي أَقِيَامُهُ فِيهَا أَطْوَلُ أَمْ رُكُوعُهُ أَمْ سُجُودُهُ كُلُّ ذَلِكَ مِنْهُ مُتَقَارِبٌ - قَالَتْ - فَلَمْ أَرَهُ سَبَّحَهَا قَبْلُ وَلاَ بَعْدُ. قَالَ الْمُرَادِيُّ عَنْ يُونُسَ .وَلَمْ يَقُلْ أَخْبَرَنِي.

عبداللہ بن الحارث بن نوفل فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک سے پوچھتا اور حرص کرتا پھرتا تھا کہ کوئی ایسا شخص پالوں جو مجھے یہ بتلائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی۔ میں نے سوائے ام ہانی ؓ کے کسی کو نہیں پایا۔ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کپڑے کا پردہ ڈال دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا پھر کھڑے ہو کر آٹھ رکعات ادا فرمائی، مجھے نہیں معلوم کہ ان میں قیام زیادہ طویل تھا یا رکوع یا سجود۔ تینوں یعنی قیام، رکوع اور سجود

تقریباً برابر تھے۔ ام ہانیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس سے قبل یا بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نوافل پڑھتے نہیں دیکھا۔

مرادی نے یونس سے روایت نقل کی ہے، لیکن اس میں اخبرنی کا لفظ نہیں بیان فرمایا۔

١٦٧٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ - قَالَتْ - فَسَلَّمْتُ فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ. قُلْتُ أُمُّ هَانِءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ. قَالَ: مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِءٍ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِءٍ. قَالَتْ أُمُّ هَانِءٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ میں فتح مکہ والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل میں مصروف پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپؐ کے لئے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی بنت ابی طالب۔ فرمایا، خوش آمدید ام ہانی۔ پھر جب غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہوئے اور ایک کپڑا جسم پر لپیٹ کر آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مڑے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں جائے (میرے بھائی) علیؓ بن ابی طالب ایک آدمی کو مارنے کا ارادہ رکھتے تھے جسے میں نے پناہ دی ہوئی ہے، وہ ہبیرہ کا بیٹا فلاں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ ام ہانیؓ نے فرمایا کہ وہ چاشت کا وقت تھا۔

تشریح:

"ام ھانی" یہ کنیت ہے، ان کا نام فاختہ ہے یا "ھند" ہے، ان کے بیٹے کا نام ہانی تھا، اسی سے یہ کنیت ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی بہن اور ابوطالب کی بیٹی ہیں، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئی تھیں۔ "مولی ام ھانی" ان کا نام مرہ تھا، یہ ام ھانی کا غلام تھا۔ دوسری روایت میں مولیٰ عقیل آیا ہے، وہ نسبت مجازی ہے، ام ھانی کی طرف نسبت حقیقی ہے۔

سوال: زیر بحث حدیث میں یہ ہے کہ ام ھانی اپنے گھر سے جا کر اعلیٰ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں چلی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہؓ پردہ کر رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ پردہ کر رہے تھے اور غسل کے بعد آپ نے آٹھ رکعات نماز پڑھیں، اس سے پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ھانی کے گھر میں داخل ہوئے اور جلدی جلدی آٹھ رکعات نماز پڑھیں، اس قصہ میں کئی تعارضات ہیں، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر الظھران سے کداء کے راستہ سے اجیاد سے ہوتے ہوئے اس مقام پر پہنچے،

جس کو آج کل چھیرہ بازار کہتے ہیں، وہاں آپ نے جھنڈا گاڑ دیا، جس میں ایک مسجد ہے۔ مسجد الرأیہ کے نام سے مشہور ہے آج کل یہ مسجد توسیع حرم میں آگئی ہے۔ حضرت ام ھانی کا گھر باب ملک عبدالعزیز سے اندر حرم میں مطاف کے پاس تھا، اب بھی اس کے نشانات موجود ہیں۔ حضرت علیؓ اس گھر میں اپنی بہن کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہاں دو مشرک بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان پر آواز بلند کی اور فرمایا معاہدہ کے بغیر کافر ہاتھ میں آگئے ہیں، ابھی قتل کر دیتا ہوں۔ حضرت ام ھانی آڑے آگئیں اور کہا کہ میں نے ان کو پناہ دیدی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں میں تو ان کو قتل کروں گا۔ اس پر حضرت ام ھانی دوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں اور قصہ سنایا اور دو آدمیوں کیلئے پناہ مانگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ دیدی۔ یہ دو آدمی حضرت ام ھانیؓ کے شوہر کے رشتہ دار تھے۔ ایک کا نام حارث بن ہشام تھا، یہی فلاں بن ہبیرہ ہے اور دوسرا عبداللہ بن ربیعہ تھا۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ پردہ کئے ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ اصل قصہ اس طرح ہے، باقی جن روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے موقع پردہ کیلئے چادر پکڑ رکھی تھی تو وہ اسی غسل کے موقع پر حضرت فاطمہؓ کے ساتھ انہوں نے تعاون کیا اور پردہ کے لئے چادر پکڑلی۔ باقی جس روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ھانی کے گھر میں داخل ہوئے اور آٹھ رکعات پڑھ لی تو شاید وہ کوئی اور موقع تھا اور تعدد واقعات کا امکان رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا، وہاں بھی ام ھانی کا گھر تھا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی، جس طرح بعد والی حدیث میں ہے۔ "و ذلك ضحى" یعنی یہ چاشت کا وقت تھا، اس سے امام مسلمؒ چاشت کی نماز ثابت کر رہے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل کے وقت سلام کا جواب اور کلام جائز ہے، پاخانہ کے وقت جائز نہیں ہے اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کے ساتھ غسل فرما رہے ہوں، پھر تو کلام جائز ہے، برہنہ میں مکروہ ہے۔ صوفیاء کرام سویرے سویرے نماز پڑھنے کو اشراق کہتے ہیں اور سورج بلند ہونے کے بعد والی نماز کو چاشت کہتے ہیں۔ یہ اشراق اور ضحیٰ کے الفاظ کا فرق ہے۔ "زعم ابن امی" حضرت علیؓ ام ھانی کے ماں باپ شریک بھائی تھے، لیکن شفقت و رحمت کی بنیاد پر اس کو ابن امی کہہ دیا۔ "قد اجرنا من اجرت" معلوم ہوا کہ عورت بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتی ہے اور اس پناہ کا احترام تمام مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے، مگر آج کل افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وزیرستان کے بڑے با اثر مسلمانوں نے عرب مجاہدین کو پناہ دی ہے، جن کو امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے حکومت پاکستان مار رہی ہے اور ان کو دنیا کے سب سے بڑے مجرم قرار دے رہی ہے اور ایک مسلمان کی پناہ کو قبول نہیں کر رہی ہے۔ "فلان بن هبيرة" "و في تاريخ مكة لازرقي انها اجارت رجلين احد هما عبد الله بن ربيعة بن المغيرة و الثاني الحارث بن هشام بن المغيرة و هما من بني مخزوم" بہرحال یہ دو آدمی ہیں، جن کو ام ھانی نے پناہ دی تھی اور ابن ہبیرہ کے رشتہ دار قرار دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ام ھانی ہبیرہ کی بیوی تھی۔ "قال القاضي عياض و ام هاني كانت عند هبيرة بن وهب المخزومي" (فتح الملہم)

١٦٦٩ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلٍ عَنْ أُمِّ هَانِءٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي بَيْتِهَا عَامَ الْفَتْحِ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں فتح مکہ والے سال آٹھ رکعات پڑھیں، ایک ہی کپڑے میں جس کے دونوں کناروں کو ایک دوسرے کی مخالفت سمت میں کیا ہوا تھا۔

۱۶۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ - وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ - حَدَّثَنَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى.

حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر آدمی کے اوپر صبح ہونے کے بعد جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ واجب ہے۔ پس ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، ہر الحمدللہ صدقہ ہے۔ ہر لا الہ الا اللہ صدقہ ہے۔ ہر اللہ اکبر صدقہ ہے۔ امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور ان سب کیلئے چاشت کی دو رکعات جنہیں آدمی پڑھ لیتا ہے کافی ہو جاتی ہیں۔''

تشریح:

''یصبح علی کل سلامی'' یہاں یصبح افعال ناقصہ میں سے ہے، اس کا اسم لفظ ''صدقة'' ہے اور اس کی خبر محذوف ہے جو لفظ ''واجبة'' ہے اور ''علی کل سلامی'' ''واجبة'' کے ساتھ متعلق ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: ''یصبح الصدقة واجبة علی کل مفاصل الانسان'' یعنی انسان کے ہر ہر جوڑ پر صبح کے وقت صدقہ لازم ہو جاتا ہے۔ لفظ سلامی جمع ہے اس کا مفرد ہے سلامیة ہے، بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ سلامی اور سلامیة دونوں مفرد ہیں، ان کی جمع سلامیات ہے۔ سلامی اصل میں ہاتھ اور انگلیوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں، پھر یہ انسان کے جسم کے تمام جوڑوں پر بولا گیا اور اس میں استعمال ہونے لگا۔ علامہ نوویؒ کہتے ہیں: ''سلامی، ھو بضم السین و تخفیف اللام و اصله عظام الاصابع و سائر الکف ثم استعمل فی جمیع عظام البدن و مفاصله و فی الحدیث خلق الانسان علی ستین و ثلاثة مأة مفصل علی کل مفصل صدقة'' (نووی) ''ویجزئ من ذلك'' یہ اشارہ مجموعی اشیاء کی طرف ہے کہ انسان کے تمام جوڑوں پر جو صدقہ واجب ہے، اس کی طرف سے چاشت کی دو رکعات کافی ہو جاتی ہیں۔ یہ اشارہ صرف امر بالمعروف کی طرف نہیں ہے۔

تین اہم عبادات کی وصیت

۱۶۷۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى

وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کی، (۲) چاشت کی دو رکعات کی، (۳) سونے سے قبل وتر پڑھ لینے کی۔

۱۶۷۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ وَأَبِي شِمْرٍ الضُّبَعِيِّ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماہ تین روزے رکھنے، چاشت کی دو رکعات اور سونے سے قبل وتر پڑھ لینے کی وصیت فرمائی) نقل کی ہے۔

تشریح:

"اوصانی خلیلی" کسی اہم کام کا اہمیت کے ساتھ حکم کرنے کو وصیت کہتے ہیں، خلیل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ محبت و پیار کے ساتھ اکثر اس لفظ کو استعمال کیا کرتے تھے۔ احادیث میں اس کی ممانعت کا ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل کہہ دیں، اس کی ممانعت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص خلیل کے نام سے یاد کرے۔ اس جملہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں آنے والے تینوں احکامات انتہائی اہم ہیں۔ اس میں ایک حکم ایام بیض کے روزے ہیں، یہ ہر ماہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے تین دن کے روزے ہیں۔ ایک دن دس دن کے برابر ہے تو آدمی صائم الدہر بن جائے گا۔ دوسرا حکم چاشت کی دو رکعات کی نماز ہے، معلوم ہوا چاشت کی نماز مامور بہ حکم ہے، اس کو ناجائز یا بدعت کہنا صحیح نہیں، البتہ اس کو فرض کے درجہ تک لے جانا صحیح نہیں ہے۔ تیسرا حکم سونے سے پہلے وتر پڑھنا ہے، وتر کا آخری رات میں پڑھنا زیادہ افضل ہے، لیکن چونکہ ابو ہریرہؓ طالب علم تھے، اس لئے ان کو سونے سے پہلے بطور وصیت یہ کہا گیا کہ سونے سے پہلے پڑھا کرو، اس سے معلوم ہوا کہ وتر صرف سنت نہیں، بلکہ اس کا درجہ واجب کا ہے، کیونکہ نوافل کیلئے نہ کسی وقت کا تعین ہوتا ہے اور نہ کسی عدد کی تحدید ہوتی ہے، ان تین چیزوں کی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابو درداءؓ کو بھی فرمائی تھی۔

"الداناج" فارسی لفظ ہے دانا کے معنی میں ہے۔

۱۶۷۳- وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّانَاجِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو رَافِعٍ الصَّائِغُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ. فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

حضرت صائغ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے میرے خلیل ابو

القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، آگے بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

١٦٧٤ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ أَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحَى وَبِأَنْ لَا أَنَامَ حَتَّى أُوتِرَ.

ابومرہ جو ام ہانی ؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کرتے ہیں کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ زندگی بھر انہیں ترک نہ کروں۔ ہر ماہ تین روزے رکھنے، چاشت کی نماز اور سونے سے قبل ہی وتر پڑھ لینے کی۔

باب استحباب ركعتي سنة الفجر و الحث عليهما

فجر کی دو سنتوں کے استحباب اور ترغیب کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب موذن صبح کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا تھا اور صبح ہو جاتی تھی تو دو مختصر رکعتیں نماز کھڑی ہونے سے قبل پڑھتے تھے۔

تشریح:

"وبدا الصبح"، یعنی فجر کی اذان کے بعد جب صبح کچھ روشن ہو جاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات سنت پڑھتے۔ اس باب کی احادیث میں چند چیزوں کا بیان ہے، پہلی چیز تو یہ ہے کہ فجر کے بعد دو سنتوں سے زائد نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ان سنتوں کا وقت اذان کے کچھ دیر بعد ہے۔ و بدا الصبح اس پر دلیل ہے اور و اذا اضاء له الفجر بھی دلیل ہے۔ چنانچہ دیہاتوں میں لوگ مسجد سے باہر دیکھ کر کہتے ہیں کہ سنتوں کا وقت ہو گیا ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو بہت زیادہ تخفیف کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ اس میں اکثر و بیشتر پہلی رکعت میں سورت کافرون اور دوسری رکعت میں سورت اخلاص پڑھی گئی ہے، بہت کم دوسری آیتوں کی قرأت ہوئی ہے۔ چونکہ ان دو رکعتوں سے دن کا آغاز ہوتا ہے تو اس میں توحید کی تعلیم دی گئی ہے کہ ایک سورت میں برائة عن الكفر و الكافرين کا اعلان ہے اور دوسری سورت میں اثبات التوحيد ہے اور توحید کا عقیدہ نفی

واثبات پر مبنی ہے۔ پانچویں چیز یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں باقی نوافل سے زیادہ مؤکد ہیں، حتیٰ کہ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک یہ واجب ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی وجوب کا ایک قول منسوب ہے، تاہم جمہور فقہاء کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہیں۔ چھٹی چیز یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور شدید اہتمام فرماتے تھے۔

١٦٧٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ كَمَا قَالَ مَالِكٌ.

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سابقہ مالکؒ والی روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب موذن صبح کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو دو مختصر سی رکعتیں فرض نماز سے پہلے پڑھتے) کی طرح اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

١٦٧٧ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد صرف دو مختصر سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

١٦٧٨ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت شعبہؒ سے حسب سابق (آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے) روایت منقول ہے۔

١٦٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَضَاءَ لَهُ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

حضرت سالمؒ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا مجھے حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے روشن ہونے کے بعد دو رکعات پڑھتے تھے۔

١٦٨٠ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِذَا سَمِعَ الأَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان (فجر) سننے کے بعد دو مختصر رکعات پڑھا کرتے تھے۔

١٦٨١ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ

كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

حضرت ہشامؒ سے حسب سابق روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان فجر سننے کے بعد دو مختصر رکعات پڑھا کرتے تھے) اس سند کے ساتھ منقول ہے اور ابو اسامہ کی روایت میں جب صبح طلوع ہوتی تو دو رکعت پڑھتے۔

۱۶۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اذان (فجر) اور اقامت کے درمیان صبح کی نماز میں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۱۶۸۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُ حَتَّى إِنِّي أَقُولُ هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل کی دو رکعتیں اتنی ہلکی اور مختصر پڑھا کرتے تھے کہ میں یہ کہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سورہ فاتحہ بھی پڑھی ہے کہ نہیں۔

تشریح:

"هل قرأ فيهما" یعنی دو رکعات سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جلدی جلدی پڑھتے تھے کہ مجھے خیال گزرتا تھا کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں۔ حضرت عائشہؓ کو قرأت کرنے نہ کرنے میں شک نہیں تھا، بلکہ باقی نوافل کی طوالت کے پیش نظر ان دو رکعتوں کو اتنا مختصر سمجھا کہ خیال آیا کہ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ یہ تخفیف کے بیان کرنے میں مبالغہ کا ایک طریقہ ہے۔ بہر حال بعض حضرات نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ فجر کی سنتوں میں قرأت نہیں ہے۔ یہ بہت ہی غلط رائے ہے۔ فجر کی سنتوں میں تخفیف کی ایک وجہ اور حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ فجر کی نماز میں تاخیر نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر تہجد پڑھتے تھے، اس میں تھک جاتے تو سنتوں کی تخفیف سے کچھ راحت حاصل کرتے تھے۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اس سے لاعلم ہیں، لہٰذا اس میں پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۱۶۸۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَنْصَارِيِّ سَمِعَ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَقُولُ هَلْ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً مضمون بالا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فجر سے قبل کی دو رکعتیں اتنی ہلکی اور مختصر پڑھا کرتے تھے کہ میں یہ کہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سورہ فاتحہ بھی پڑھی ہے کہ نہیں) ہی مروی ہے۔

١٦٨٥ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی کی بھی اتنی پابندی نہ فرماتے جتنی فجر سے قبل کی دو رکعات کی فرماتے تھے۔

١٦٨٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ - قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ - عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَسْرَعَ مِنْهُ إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی نفل کیلئے اتنی جلدی کرتے نہیں دیکھا جتنی جلدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل کی دو رکعتوں کیلئے فرماتے تھے۔

١٦٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فجر (سے پہلے) کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔''

١٦٨٨ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ: لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فجر کے وقت دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعات مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

١٦٨٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ - هُوَ ابْنُ كَيْسَانَ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ

وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

۱۶۹۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ - يَعْنِي مَرْوَانَ بْنَ مُعَاوِيَةَ - عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا: قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا الآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الآخِرَةِ مِنْهُمَا: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعات میں سے پہلی میں قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا......الایۃ پڑھا کرتے تھے جو سورۃ بقرہ میں ہے اور دوسری رکعت میں (سورۃ آل عمران کی آیت) آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ پڑھا کرتے تھے۔

۱۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَالَّتِي فِي آلِ عِمْرَانَ: تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعات میں قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا (البقرۃ) اور آل عمران والی تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآیۃ پڑھا کرتے تھے۔

۱۶۹۲ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ فِي هَذَا الإِسْنَادِ. بِمِثْلِ حَدِيثِ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ.

عثمان بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروان فزاری والی روایت کی طرح اس سند کے ساتھ روایت مروی ہے۔

باب فضل السنن الراتبة و بیان عددهن

سنن مؤکدہ کی فضیلت اور تعداد

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ - يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ - عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ

بِحَدِيثٍ يُتَسَارُّ إِلَيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى اثْنَتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِىَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ. قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَنْبَسَةُ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ أُمِّ حَبِيبَةَ. وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنْبَسَةَ. وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ.

عمرو بن اوسؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے عنبسہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے مرض الموت میں ایک ایسی حدیث بیان کی جس سے بہت خوشی ہوتی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں اس کے واسطے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔'' ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد سے میں نے کبھی ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔ عنبسہؒ کہتے ہیں کہ جس دن سے میں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا ہے، ان رکعات کو کبھی ترک نہیں کیا اور عمرؒ بن اوس کہتے ہیں کہ عنبسہؒ سے سننے کے بعد سے میں نے کبھی انہیں ترک نہیں کیا اور نعمانؒ بن سالم کہتے ہیں کہ عمروؒ بن اوس سے سننے کے بعد سے میں نے کبھی انہیں ترک نہیں کیا۔

تشریح:

''عنبسة'' حضرت عنبسہ رحمہ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ حضرت ابوسفیان کے بیٹے ہیں اور حضرت معاویہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں۔ یہ مکہ اور طائف پر گورنر تھے، ان کا تذکرہ اس سے پہلے کتاب الایمان میں حدیث نمبر ۳۶۱ کے تحت گزر رہا ہے۔ جب طائف میں یہ نہر کھود رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنی زمین سے گزرنے نہیں دے رہے تھے۔ ''یتسارُّ'' یہ سرور سے ہے جو خوشی کے معنی میں ہے۔ اس حدیث کی بشارت پر یہ خوش ہو رہے تھے، کیونکہ یہ اس حدیث کے حکم پر عمل کر رہے تھے اور پابندی سے اس کو اپنا رہے تھے۔ چونکہ یہ تابعی ہیں، اس لئے یہ حدیث اپنی بہن حضرت ام حبیبہؓ کے حوالہ سے نقل کر رہے ہیں۔ ''اثنتی عشرة ركعة'' یہ بارہ رکعات سنت دن رات میں فرائض کے آگے پیچھے ہیں۔ صحیح مسلمؒ کی اس حدیث میں ان سنتوں کا ذکر اجمال کے ساتھ ہے کہ بارہ رکعات ہیں، مگر اگلے باب میں اس کی تفصیل ہے۔ اسی طرح سنن کی کتابوں میں اس مذکورہ حدیث کے ساتھ متصلاً ترمذی اور نسائی میں اس طرح تفصیل ہے:

''اربعا قبل الظهر و ركعتين بعدها و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء و ركعتين قبل صلوة الغداة'' (فتح الملهم) خلاصہ یہ نکلا کہ دن رات میں سنن راتبہ مؤکدہ ائمہ احناف کے نزدیک بارہ ہیں، مگر شوافع حضرات دس کے قائل ہیں۔ وہ ظہر سے پہلے صرف دو رکعت پڑھنے کے قائل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر و بیشتر ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھی ہیں، کبھی کبھی دو بھی پڑھی ہیں۔ شوافع دو رکعات کو ترجیح دیتے ہیں، بہر حال احادیث دونوں صحیح ہیں۔ احناف چار رکعات کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت عنبسہؒ کی یہ حدیث مسلسلات میں سے ہے، گویا یہ حدیث مسلسل بعدم ترك العمل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سنن مؤکدہ کے پڑھنے میں کئی فوائد ہیں۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے ثواب ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ

اس سے فرض نمازوں کے نقص اور کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بدن میں چستی آتی ہے تو آدمی نشاط کے ساتھ فرض ادا کرے گا۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو مزید نماز پڑھنے سے نماز کی عادت اور محبت بڑھے گی، تمرین ہوگی۔

١٦٩٤ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ: مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ سَجْدَةً تَطَوُّعًا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ.

نعمانؒ بن سالم کہتے ہیں سابقہ روایت اس سند سے کہ: جس نے دن بھر میں بارہ رکعات نفل پڑھے اس کیلئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔''

١٦٩٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ أَوْ إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ .قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ .وَقَالَ عَمْرٌو مَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ .وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذَلِكَ.

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان بندہ روزانہ اللہ کی رضا کے لئے بارہ رکعات نوافل پڑھے گا فرائض کے علاوہ، اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا یا فرمایا، جنت میں اس کے لئے گھر بنایا جائے گا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ انہیں پڑھتی ہوں اور عمرو فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد سے ہمیشہ انہیں پڑھتا ہوں اور نعمانؒ بن سالم بھی یہی (ہم ہمیشہ پڑھتے ہیں) کہتے ہیں۔

١٦٩٦ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى لِلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ .فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ام حبیبہؓ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث (جو شخص اللہ کی رضا کیلئے فرائض کے علاوہ بارہ رکعات پڑھے گا جنت میں اس کیلئے گھر بنایا جائے گا) ذکر ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ''اچھی طرح وضو کرے۔''

١٦٩٧ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى - وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ - عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ سَجْدَتَيْنِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ فَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے قبل دو رکعات، ظہر کے بعد دو رکعات مغرب کے بعد دو رکعات اور عشاء کے بعد دو رکعات پڑھیں اور جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھیں۔ البتہ مغرب عشاء اور جمعہ کے نوافل میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھے۔

تشریح:

"سجدتین" ای رکعتین یعنی دو دو رکعت مختلف نمازوں کے ساتھ پڑھا کرتا تھا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوافل کی جماعت میں شریک ہوا تھا، کیونکہ نوافل کی جماعت معروف و مشہور نہیں تھی۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ جو تفصیل ہے یہ "ثنتی عشرة رکعة" کی تفسیر و تفصیل نہیں ہے، وہ تفسیر تو سنن ترمذی میں ہے اور اس میں ظہر سے پہلے چار رکعت کا ذکر ہے، دو رکعت کا نہیں ہے لہٰذا یہ الگ نوافل کا بیان ہے، کیونکہ یہاں جمعہ کی سنتوں کا ذکر بھی ہے لہٰذا یہ عام دنوں کی بارہ رکعات کی تفصیل نہیں ہوسکتی ہے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں کبھی چار رکعات کا ذکر ملتا ہے اور کبھی دو رکعات کا ملتا ہے، سب پر عمل ہوسکتا ہے۔ "فی بیته" افضل تو یہی ہے کہ سنتوں کو گھروں میں پڑھا جائے تاکہ گھر کے ماحول میں نماز کی برکت آجائے، نیز وہاں کے رہنے والے بچے اور عورتیں نماز کا نقشہ دیکھ سکیں اور مسجد میں پڑھنے سے نو وارد کو یہ وہم نہ آئے کہ یہ فرض ہے، لیکن گھر میں پڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں یہ نماز بھول کر رہ نہ جائے یا خشوع خضوع میں کمی نہ آئے، اگر اس طرح خطرہ ہو تو پھر مسجد میں پڑھنا اچھا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں مغرب کی سنت پڑھی ہیں۔ صحابہ نے پڑھی ہیں، لہٰذا یہ افضل غیر افضل کا مسئلہ ہے، جواز و عدم جواز کا نہیں ہے۔ ان احادیث سے یہ بات کھل کر ثابت ہوگئی کہ سنتوں کے بعد ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ لزوم کے طور پر دعا مانگنا بدعت ہے، کیونکہ اگر وہ دعاء ثابت یا لازم ہوتی تو پھر سنتوں کو گھروں میں پڑھنے کو افضل کیوں قرار دیا جاتا، پھر تو مقتدی و امام مسجد میں اس دعاء کا انتظار کرتے۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھائی، پھر سنت پڑھتے رہے، یہاں تک کہ لوگ گھروں کو چلے گئے۔

باب جواز النافلة قائماً و قاعداً

نوافل کھڑے کھڑے اور بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٦٩٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ

صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''حضور علیہ السلام میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ پھر واپس آتے اور دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے، اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے (علاوہ ازیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعت بشمول وتر پڑھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں طویل وقت کھڑے ہو کر، طویل وقت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرأت کھڑے ہو کر کرتے تو رکوع و سجود بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب قرأت بیٹھ کر کرتے تو رکوع و سجود بھی بیٹھ کر فرماتے۔ جب طلوع فجر ہوتی تو دو رکعت پڑھتے تھے۔''

تشریح:

''قبل الظهر اربعاً'' اس حدیث میں بھی اس اجمال کی تفصیل ہے جو اس سے پہلے باب کی حدیثوں میں "اثنتی عشرة ركعة" کے اجمال کے ساتھ مذکور ہے۔ زیر بحث حدیث میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعات ہیں، اسی پر احناف کا عمل ہے۔ "تسع ركعات" اس میں تین رکعات وتر ہیں دو رکعات تحية الوضوء ہیں اور چار رکعات تہجد ہیں۔ وتر کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

"ولیلاً طویلاً قاعداً" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے بڑے حصے میں بیٹھ کر بھی نفل پڑھا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود آدمی بیٹھ کر نوافل پڑھ سکتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے، البتہ یہ الگ تفصیل ہے کہ بیٹھنے کی صورت میں آدھا ثواب ملے گا، ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ آپ کو پورا ثواب ملتا تھا، جس طرح آگے آ رہا ہے۔ علامہ ابی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ و شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کے ایک قول کے مطابق متنفل آدمی چوکور یعنی مربع ہو کر بیٹھ سکتا ہے۔ البتہ سجدہ کے وقت سیدھا ہونا چاہئے، جس طرح تشہد میں بیٹھتا ہے، بہرحال اگر عذر ہے تو ہر طرح بیٹھنا جائز ہے۔ مگر احناف کے نزدیک تشہد کی حالت میں بیٹھنا عموماً افضل ہے۔ "ركع و سجد و هو قائم" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نوافل اور طویل قرأت کرتے تو پھر رکوع اور سجدہ بھی قیام کی حالت کے مطابق کرتے، لیکن اگر بیٹھ کر نوافل پڑھتے تو پھر رکوع اور سجدہ بھی بیٹھنے کی

حالت کے مطابق کرتے تھے، آنے والی ایک روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ باقی یہ بات کہ لیٹ کر نوافل پڑھنا کیسا ہے تو احناف نوافل کو لیٹ کر پڑھنے کے قائل نہیں ہیں، البتہ امام بخاریؒ لیٹنے کی حالت میں بھی نوافل پڑھنے کے قائل ہیں۔

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ بُدَيْلٍ وَأَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلاً طَوِيلاً فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات تک نماز پڑھتے تھے، پس جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر فرماتے اور جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے تھے۔

۱۷۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا بِفَارِسَ فَكُنْتُ أُصَلِّي قَاعِدًا فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلاً طَوِيلاً قَائِمًا .فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں فارس میں بیمار ہو گیا تھا (جس کے باعث) بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا۔ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ آگے سابقہ حدیث کے مثل ہی بیان کیا ہے۔

تشریح:

"کنت شاکیا بفارس" یعنی عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں ملک فارس میں جہاد کے دوران بیمار ہو گیا تھا تو میں بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا، پورا مسئلہ معلوم نہیں تھا تو شبہ ہو گیا کہ بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے یا جائز نہیں۔ "فسألت عائشة" اس جملے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی فارس میں جہاد میں شریک تھیں اور عبداللہؒ نے ان سے مسئلہ پوچھا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میں جہاد سے واپس لوٹ کر آیا تو مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ سے میں نے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا کیسا ہے تو حضرت عائشہؓ نے حدیث سنادی کہ جائز ہے۔

۱۷۰۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلاً طَوِيلاً قَائِمًا وَلَيْلاً طَوِيلاً قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا.

حضرت عبداللہ بن شقیق العقیلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور بیٹھ کر بھی اکثر پڑھتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑے ہو کر شروع کرتے تھے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے تھے اور جب نماز بیٹھ کر ہی شروع فرماتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے تھے۔"

۱۷۰۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الصَّلاَةَ قَائِمًا وَقَاعِدًا فَإِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا.

حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کھڑے کھڑے بھی نماز پڑھتے تھے اور بیٹھے ہوئے بھی جب نماز کھڑے ہونے کی حالت میں شروع فرماتے تو رکوع بھی کھڑے ہونے کی حالت میں فرماتے اور نماز بیٹھنے کی حالت میں شروع کرتے تو رکوع بھی بیٹھے ہوئے کرتے۔

۱۷۰۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شيء مِنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتَّى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا حَتَّى إِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلاَثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے نہیں دیکھا، حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی تو بیٹھ کر قرأت کرنے لگے، البتہ جب سورت کے ختم ہونے میں ۳۰ یا ۴۰ آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور انہیں پڑھ کر رکوع فرماتے۔

تشریح:

"حتی اذا کبر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، لیکن جب آپ کی عمر بڑھ گئی اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ بیٹھ کر تہجد میں لمبی قرأت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، جب طویل قرأت کر کے تیس چالیس آیتیں باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر بقیہ قرأت قیام کی حالت میں مکمل کرتے تھے اور رکوع وسجدہ کر کے نماز ختم فرماتے تھے۔

سوال: اس باب کی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے مختلف طریقے مذکور ہیں، اس کی صحیح ترتیب کیا ہے؟

جواب: مواہب لدنیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی ترتیب کو تین اقسام پر بیان کیا گیا ہے۔ (۱) پہلی قسم کی ترتیب یہ تھی کہ آپ کی اکثر نمازیں قیام کی حالت میں ہوتی تھیں۔ (۲) دوسری قسم کی ترتیب یہ تھی کہ آپ کی عام نمازیں بیٹھنے کی حالت میں ہوتی تھیں، شروع بھی بیٹھنے سے ہوتی تھی اور رکوع وسجدہ بھی بیٹھ کر ہوتا تھا۔ (۳) تیسری قسم کی ترتیب اس طرح ہوتی تھی

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز شروع کرتے تھے اور طویل قرأت کرتے تھے، جب تھوڑی سی قرأت رہ جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور قیام کی حالت میں رکوع فرماتے اور پھر سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نماز سے فارغ ہو جاتے پھر وتر کے بعد کبھی آپ بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے اور کبھی بیٹھ کر دو رکعت میں طویل قرأت کرتے تھے اور جب رکوع میں جانا چاہتے تھے تو کھڑے ہو کر رکوع فرماتے اور پھر نماز کو ختم کرتے تھے، خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز بیٹھ کر بھی پڑھی ہے اور کھڑے ہو کر بھی پڑھی ہے اور اس طرح بھی پڑھی ہے کہ کچھ حصہ بیٹھ کر پڑھا اور کچھ حصہ کھڑے ہو کر پڑھا، یہی امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔ "ثلاثون او اربعون" یہ "او" کا لفظ شک کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور تنویع کیلئے بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی ایسا ہوا اور کبھی ایسا ہوا۔ "حتی اذا کبر" عمر زیادہ ہونے کیلئے صحابہ کرامؓ یہ لفظ استعمال کرتے تھے اور بوڑھے ہونے کا اطلاق پسند نہیں کرتے تھے۔ "بـــدن" جسم کے بڑھنے اور بھاری ہونے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "حطمه الناس" آنے والی حدیث میں یہ لفظ آیا ہے، یہ ضرب یضرب سے کسی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے جب آپ کو اپنے مشاغل میں لگا دیا اور دن بھر کے مسائل میں الجھا دیا اور مختلف معاملات کے سلجھانے میں تھکا دیا تو گویا آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا، جس سے آپ غموں کے بوجھ سے بوڑھے ہو گئے اور چور چور ہو کر رہ گئے۔

١٧٠٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے، پس آپ بیٹھے بیٹھے پڑھتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت (سورت ختم) ہونے میں تیس چالیس آیات کے لگ بھگ رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر (بقیہ) قرأت کرتے پھر رکوع و سجود کرتے اور دوسری رکعت میں بھی یونہی کرتے تھے۔

١٧٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي هِشَامٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ إِنْسَانٌ أَرْبَعِينَ آيَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر قرأت کرتے تھے (نماز میں) پھر جب رکوع کا ارادہ ہوتا تو اتنی دیر قبل کھڑے ہو جاتے جتنی دیر میں انسان چالیس آیات تلاوت کر لے۔

١٧٠٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ

عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ.

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دو رکعتوں میں کس طرح کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دونوں رکعتوں میں قرأت فرماتے جب رکوع کا ارادہ ہوتا تو کھڑے ہو جاتے اور پھر رکوع کرتے۔

۱۷۰۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَتْ نَعَمْ بَعْدَ مَا حَطَمَهُ النَّاسُ.

حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ ہاں! جب لوگوں (کی فکرات) نے آپ کو بوڑھا کر دیا۔

۱۷۰۸- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ. فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق سے حسب سابق روایت (بوڑھاپے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے) منقول ہے۔

۱۷۰۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ كَثِيرٌ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک انتقال نہیں فرما گئے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز بیٹھ کر پڑھنے نہ لگے۔

۱۷۱۰- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدٍ قَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ جَالِسًا.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب جسیم اور بھاری ہو گئے تو اکثر (نفل) نمازیں بیٹھ کر پڑھنے لگے۔

۱۷۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي سُبْحَتِهِ

قَاعِدًا حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّورَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.

سیدہ حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل پڑھتے نہیں دیکھا۔ البتہ وفات سے ایک سال قبل بیٹھ کر نفل پڑھنے لگے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورت کو ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔

١٧١٢- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا بِعَامٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ.

زہریؒ سے حسب سابق روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے قبل بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے تھے..... الخ) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔ مگر اس میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں ایک سال یا دو سال رہ گئے۔

١٧١٣- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى صَلَّى قَاعِدًا.

سیدنا جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک بیٹھ کر نماز نہ پڑھ لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔

١٧١٤- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ. قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ. وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا قَالَ: أَجَلْ وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے۔'' (ثواب میں) فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے تو بیان کیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''آدمی کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز کے برابر ہے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو

بیٹھ کرنماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح ہے، لیکن میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔

١٧١٥ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي يَحْيَى الأَعْرَجِ.

حضرت منصور سے سابقہ روایت (آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا ثواب میں آدھی نماز کے برابر ہے۔.....الخ) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

تشریح:

"نصف الصلوٰۃ"، یعنی جو شخص بیٹھ کر نفل نماز پڑھتا ہے اور وہ قیام پر قادر ہے تو اس کو قیام کے مقابلے میں نصف ثواب ملتا ہے، بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں۔ امام بخاریؒ نے تفصیل سے ان روایات کو صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ اس سے سخت اضطراب پیدا ہوتا ہے، کیونکہ نہ مکمل طور پر ان احادیث کو نوافل پر حمل کیا جا سکتا ہے اور نہ فرائض پر حمل کیا جا سکتا ہے۔ میں سب سے پہلے علامہ نوویؒ کے ایک کلام کو پیش کرتا ہوں اور پھر مزید تحقیق سامنے آئے گی۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جو قدرت علی القیام کے باوجود بیٹھ کر نفل پڑھتا ہے، اس کو آدھا ثواب ملے گا۔ لیکن اگر وہ شخص معذور اور مجبوراً بیٹھ کر نفل پڑھتا ہے تو اس کو پورا ثواب ملے گا، باقی رہی فرض نماز کی بات تو اس کا حکم یہ ہے کہ قدرت علی القیام کے باوجود بیٹھ کر فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کو ثواب کہاں ملے گا بلکہ الٹا گناہ گار ہوگا۔ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح پڑھنے کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر مرتدین کا حکم جاری ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص زنا اور سور کو حلال سمجھتا ہو اور جو شخص عذر کی وجہ سے اور مجبوری کی حالت میں بیٹھ کر فرض نماز پڑھتا ہے یا لیٹ کر فرض نماز پڑھتا ہے تو اس کا ثواب کم نہیں ہوگا، بلکہ اس کو کھڑے نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اس حدیث کی ہمارے ہاں اور جمہور شارحین کے ہاں یہی تشریح ہے اور یہی مطلب ہے۔ علامہ نوویؒ کی یہ تشریح اس حدیث اور اس جیسی احادیث کیلئے بیشک کافی ہے، لیکن امام بخاریؒ کی ایک حدیث ہے جو حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے۔ اس میں کچھ اشکال ہے۔ میں پہلے اس حدیث کو نقل کرتا ہوں اور پھر اس پر کلام کرتا ہوں تاکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا معاملہ حل ہو جائے۔

بغیر عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے

"وَ عَنْ عِمرَانَ بن حصين أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِداً قَالَ اِنْ صَلَّى قَائِماً فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِداً فَلَهُ نِصفُ أَجرِ الْقَائِمِ وَ مَنْ صَلَّى نَائِماً فَلَهُ نِصفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ"

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہتر تو وہی ہے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھے، لیکن جو شخص (نفل) نماز (بغیر عذر کے) بیٹھ کر پڑھے گا تو اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت آدھا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

"فلہ نصف اجر القاعد" یعنی اگر کسی شخص نے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی تو وہ افضل اور اعلیٰ ہے۔ لیکن اگر ایک شخص مریض ہے اور اس نے کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو اس کو کھڑے آدمی کے مقابلے میں آدھا ثواب ملے گا اور اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھ لی تو اس کو بیٹھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملے گا۔

سوال: یہاں ایک مشہور اعتراض ہے، وہ اس طرح کہ اگر نماز پڑھنے والے اس شخص کو فرض نماز پڑھنے والا مریض تسلیم کر لیا جائے تو اس کو مرض کے عذر کی وجہ سے بیٹھنے کی حالت میں پورا ثواب ملتا ہے، کیونکہ قیام اس سے ساقط ہو گیا ہے، یہاں اس کو آدھا ثواب کیوں دیا جارہا ہے؟ اور اگر اس شخص کو تندرست تسلیم کر لیا جائے تو بیٹھ کر اس کی نماز ہی جائز نہیں ہے اور اگر نماز پڑھنے والے اس شخص کو تندرست متنفل تسلیم کر لیا جائے تو حدیث کا ابتدائی حصہ تو درست رہے گا، لیکن اس کا آخری حصہ معارض بن جائے گا، کیونکہ متنفل کی نماز بیٹھ کر تو جائز ہے، لیکن لیٹنے کی حالت میں حسن بصریؒ کے سوا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور یہاں اس لیٹنے والے شخص کو آدھا ثواب دیا جارہا ہے، جبکہ فقہاء کرام کے نزدیک ان کی نماز ہی جائز نہیں؟

جواب: شارحین حدیث نے اس اعتراض کے کئی جواب دیئے ہیں، لیکن سب سے عمدہ اور آسان جواب وہ ہے جو علامہ خطابیؒ اور ابن حجرؒ نے دیا ہے، جس کو حضرت شاہ انور شاہ کاشمیریؒ نے نہایت پسند فرمایا ہے۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق ایسا مفترض و معذور شخص ہے، جس کو شریعت نے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، لیکن وہ محنت و مشقت برداشت کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنی نماز کے اعتبار سے اعلیٰ ثواب کا مستحق ہوگا، لیکن یہی شخص اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو اپنی قیام والی نماز کے اعتبار سے آدھا ثواب ملے گا۔ اگر چہ دوسرے لوگوں کے اعتبار سے اس کو پورا ثواب ملے گا، کیونکہ معذور ہے اور اگر یہی شخص اتنا معذور ہے کہ شریعت نے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، مگر وہ محنت و مشقت برداشت کر کے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے تو اس کو اعلیٰ و عمدہ اجر ملے گا، لیکن اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھ لی تو اس کو بیٹھنے کی حالت کی نماز کا آدھا ثواب ملے گا۔ اگر چہ اور لوگوں کے اعتبار سے اس کو پورا ثواب ملے گا۔ زیر بحث حدیث عمران بن حصینؓ کا معاملہ سخت مجبوری و بیماری کا تھا اور وہ فرض کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اس قسم کے مفترض کے بارے میں ہے، متنفل کے بارے میں نہیں ہے، البتہ لیٹنے کی صورت کے علاوہ احناف اور جمہور فقہاء متنفل کے بارے میں اسی طرح فتویٰ دیتے ہیں، جس طرح حدیث میں ہے کہ آدھا ثواب ملے گا۔ اب اس کے بعد امام بخاریؒ کی ایک اور حدیث کو یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر فرض نماز کوئی شخص لیٹ کر پڑھتا ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت عمران بن حصینؓ سے اس طرح حدیث نقل کی ہے۔

معذوری و مجبوری کی حالت میں لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ

"وَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِماً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ"

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کھڑے ہو کر پڑھو اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہو سکو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو سکو تو (پھر) کروٹ پر پڑھو۔'' (بخاری)

''فعلی جنب'' یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر فرض نماز ادا نہیں کر سکتا تو اسلام نے اس کو یہ سہولت دی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن اگر بیٹھنا بھی مشکل ہو تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے، احناف کے ہاں لیٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض چت لیٹ کر پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دے اور کندھوں کے نیچے تکیہ رکھ کر قبلہ کی طرف اشارے سے نماز پڑھے۔ شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ مریض کروٹ پر لیٹ کر چہرہ قبلہ کی طرف کر کے اشارے سے نماز پڑھے۔ زیر بحث حدیث میں کروٹ کا لفظ آیا ہے۔ احناف دارقطنی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس میں چت لیٹنے کا ثبوت ملتا ہے۔ احناف ایک عقلی دلیل بھی دیتے ہیں کہ چت لیٹنے سے سامنے قبلہ ہوگا، کیونکہ قبلہ آسمان تک ہے اور پہلو پر لیٹنے سے جو اشارہ ہوگا وہ قبلہ کے بجائے اپنے پاؤں کی طرف ہوگا۔ حضرت عمران کی روایت میں جو پہلو کا ذکر ہے تو شاید یہاں کوئی اور مجبوری ہو یا بیان جواز کیلئے ہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سر سے مریض اشارہ نہیں کر سکتا تو پھر نماز کو موخر کر دے، اللہ کریم ہے معاف کر دے گا، آنکھوں سے اشارہ کر کے نماز نہیں ہوتی ہے۔

''فوضعت یدی علی رأسه'' یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو میں نے آپ کے سر مبارک پر ہاتھ رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ آپ سے مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے اور آپ خود بیٹھ کر پڑھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، مجھے اکراماً و تفضلاً اللہ تعالیٰ بیٹھنے کی حالت میں بھی پورا ثواب دیتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ ہر حالت میں مکمل ثواب ملتا تھا۔

سوال: علماء لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس طرح سر پر ہاتھ رکھ کر ادب کے خلاف کیا آپ نے ایسا کیوں کیا، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: علماء نے لکھا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع تھی کہ آپ کو کبھی کوئی غیر معتبر لونڈی بھی ہاتھ سے پکڑ کر ادھر سے اُدھر لے جاتی تھی، نیز عام معاشرتی زندگی میں آپ مزاح بھی کیا کرتے تھے تو یہ اسی معاشرتی میل جول اور آزادی کا ایک حصہ تھا۔ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔ اس نے اس طریقہ کو اختیار کیا، اگرچہ بظاہر یہ مناسب نہ تھا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کے انداز میں سوال کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ ''لست کاحد منکم'' یعنی میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ میری شان الگ ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: اما النبی صلی الله علیه وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القیام کنافلته قائماً'' (فتح الملهم)

باب عدد رکعات صلوۃ الیل وبیان الوتر

تہجد اور وتر کی رکعات کی تعداد کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے بائیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ان میں سے آخری ایک رکعت کو بطور وتر کے پڑھا کرتے تھے اور اس سے فراغت کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ موذن آکر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرتا) پھر آپؐ دو مختصر رکعات پڑھتے (فجر کی سنتیں)۔

تشریح:

"احدی عشرة رکعة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے تہجد میں گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے، ان میں وتر کی ایک رکعت ہوتی تھی۔

تہجد کی رکعات کی تعداد اور مختلف احادیث میں تطبیق

تہجد کی رکعات کی تعداد میں بہت تفاوت اور فرق ہے۔ حضرت عائشہؓ کی زیر بحث روایت میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے، جس کو حضرت عروہ نے نقل کیا ہے۔ دوسری روایت میں نو رکعات کا ذکر ہے، جس کو ہشام نے نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز سات رکعت ہوتی تھی اور نو رکعت ہوتی ہے۔ یہ سب روایات حضرت عائشہؓ سے منقول ہیں، جس میں وتر کی تفصیل بھی ہے اور فجر کی دو سنتوں کا ذکر بھی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کو تیرہ رکعات بیان کیا ہے، جس میں فجر کی دو سنت بھی ہوتی تھیں۔ اسی طرح حضرت زید بن خالدؓ نے بھی تیرہ رکعات کو بیان کیا ہے، حواشی منذری میں سترہ رکعات کو نقل کیا ہے۔ قاضی عیاض کی تفصیل میں پندرہ رکعات کا ذکر بھی ہے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی ان کثیر روایات میں اتنا تضاد اور فرق کیوں ہے؟ نیز حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زیدؓ بن خالد کی روایتوں سے حضرت عائشہؓ کی روایات کا تعارض بھی ہے، اسی طرح سترہ رکعات کی روایت اور پندرہ رکعات کی روایتوں سے بھی تضاد ہے، اس کا کیا جواب اور کیا تطبیق ہے؟

پہلا جواب: ان تضادات کو دور کرنے کیلئے قاضی عیاضؒ نے ایک جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن

عباسؓ اور حضرت زیدؓ بن خالد کی روایتوں میں جو تضاد نظر آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات میں سے جس نے جو کچھ دیکھا ہے، اسی کو نقل کیا ہے، اپنا اپنا مشاہدہ ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں، سب صحیح ہیں۔ ہاں حضرت عائشہؓ کی روایات میں آپس میں جو تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ نے اپنے مختلف اوقات کا مشاہدہ بیان کیا ہے تو کبھی یہ تھا اور کبھی وہ تھا۔ یہ تعارض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایات میں جو تفاوت ہے وہ مختلف راویوں کی مختلف روایات کے بیان کرنے کی وجہ سے ہے۔ کسی نے حضرت عائشہؓ کی سب سے کم تعداد والی روایات کو بیان کیا اور کسی نے سب سے زیادہ کو بیان کیا تو اس کو اس پر حمل کیا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوقات میں زیادہ تر گیارہ رکعات تہجد کی پڑھی ہیں اور اقل قلیل نادر طور پر آپ نے کبھی کبھی پندرہ اور سترہ رکعات تہجد بھی ادا فرمائی ہے۔ اسی طرح نادر طور پر آپ نے سات رکعات تہجد بھی پڑھی ہے۔ یاد رہے کہ ان طاق رکعتوں سے تین رکعت وتر کو الگ کرنا ہوگا تاکہ تہجد جفت رکعات پر باقی رہے۔

دوسرا جواب: اس تفاوت اور تضاد کو دور کرنے کیلئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی ایک تطبیق بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع فرماتے، پھر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے۔ یہ اصل تہجد ہوتے تھے، پھر تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے، پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے جو وتر کی تابع ہوتی تھی، پھر جب فجر کی اذان سنتے تھے تو آپ فجر کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے، پھر نماز کیلئے جاتے تھے۔ یہ کل سترہ رکعات نفل بنتی ہیں، پس جس راوی نے سب کا مجموعہ نقل کیا ہے تو اس نے سترہ کو ذکر کیا ہے اور جس راوی نے پندرہ کو بیان کیا ہے تو اس نے شاید فجر کی دو سنتوں کو شمار نہیں کیا ہے اور جس نے تیرہ رکعات کا ذکر کیا ہے تو غالب گمان یہ ہے کہ اس نے ابتدائی دو رکعتوں کو ذکر نہیں کیا اور وتر کے بعد دو کو بھی ذکر نہیں کیا تو سترہ سے چار رکعات کو ساقط کیا تو تیرہ رہ گئیں اور جس نے گیارہ رکعتوں کو بیان کیا ہے تو اس نے ابتدائی دو رکعتوں کو ذکر نہیں کیا اور نہ وتر کے بعد والی دو رکعتوں کو ذکر کیا اور نہ فجر کی دو سنتوں کو ذکر کیا تو اس نے چھ رکعات کو ساقط کیا، اس لئے گیارہ رکعات رہ گئیں اور جس نے نو رکعات یا سات رکعات کا ذکر کیا ہے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر کی رات کی نماز تھی، جس میں آپ نے تہجد کو کم پڑھا ہے۔ بہر حال سات رکعات سے کم نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت نہیں پڑھی ہے، جس طرح حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث اس پر دال ہے۔ صلوٰۃ وتر کیلئے امام مسلمؒ نے آگے اٹھارہ احادیث کو نقل کیا ہے۔ علامہ نوویؒ نے وہاں پر "باب صلوة اليل مثنى مثنى والوتر ركعة" کا عنوان قائم کیا ہے، وہاں پر وتر کی تحقیق ہوگی۔

۱۷۱۷ - وَ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ- وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ- إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فراغت سے لے کر اور وہ عشاء جسے لوگ "عتمہ" کے نام سے پکارتے تھے، فجر تک اس درمیانی عرصہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور آخری ایک رکعت کو بطور وتر پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب موذن اذان فجر سے فارغ ہو جاتا اور فجر خوب واضح ہو جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کھڑے ہو کر دو مختصر رکعات پڑھتے تھے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے (اور لیٹے رہتے) یہاں تک کہ موذن اقامت کیلئے آ جاتا (پھر کھڑے ہوتے تھے)

تشریح:

"ثم اضطجع"، یعنی صلوٰۃ اللیل اور وتر سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو جاتے تو کمر سیدھی کرنے کیلئے آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔ "ثم اضطجع" اضطجاع کروٹ پر لیٹنے کو کہتے ہیں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ میں رات بھر تہجد پڑھتے تو صبح کے وقت مختصری دو رکعت فجر کی سنت پڑھنے کے بعد ستانے اور تھکان دور کرنے اور کمر سیدھی کرنے کیلئے پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ غیر مقلدین حضرات نے اس اضطجاع کو سنت کہا ہے بلکہ بعض نے واجب کہہ دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس اضطجاع کو بدعت قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو کنکریوں سے مار کر منع فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق)

بعض علماء نے اس اضطجاع کو مباح قرار دیا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ اضطجاع اس شخص کیلئے ہے جو رات بھر تہجد پڑھ کر تھک گیا ہو وہ اگر ستانے کیلئے ایسا کرتا ہے تو جائز ہے۔ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ اضطجاع اس شخص کے لیے مباح ہے جس نے رات کے زیادہ حصے میں تہجد کی نماز پڑھی ہو، تھکا ماندہ ہو اور گھر میں لیٹ کر استراحت حاصل کرتا ہو تو یہ مباح اور جائز ہے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا ارادہ بھی کرے تو پھر ثواب بھی ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس اضطجاع کو بدعت قرار دیا ہے کہ مثلاً ایک شخص نے رات کو تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی، تھکاوٹ بھی نہیں ہے پھر فجر کی سنت بھی گھر میں نہ پڑھے، مسجد میں آ کر پڑھے اور گھر میں استراحت کے بجائے مسجد میں آ کر استراحت کرتا ہے تو یہ مسجد میں محض نوم بلا تعب ہے، حالانکہ اس میں یہ شخص ثواب کی نیت بھی کرتا ہے، اس کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے۔

غیر مقلدین حضرات مسجد میں آ کر فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ جاتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس میں امر کا صیغہ ہے، حالانکہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے (کمافی زاد المعاد ج اص ۸۲) بہر حال احناف میں سے شیخ عبدالحقؒ نے اس استراحت کو مستحب کہا ہے، لیکن شرائط بالا کی روشنی میں کہا ہے، غیر مقلدین کے ہاں اس امر عادی کو واجب کہنا بہت بعید ہے، نیز یہ حضرات جس قدر اس کا التزام کرتے ہیں، وہ بھی مناسب نہیں ہے، نیز یہ حضرات خراٹے بھر بھر کر سو جاتے ہیں اور پھر بغیر وضو کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اپنی نیند کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر قیاس کرنا جائز نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہیں تھی۔ باقی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم کا استغفار یا تو تعلیم امت کے لئے تھا یا رفع درجات کے لئے تھا یا خلاف اولیٰ کے ازالہ کیلئے تھا یا اظہار عبودیت کیلئے تھا۔

۱۷۱۸ - وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. وَسَاقَ حَرْمَلَةُ

الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ. وَلَمْ يَذْكُرِ الْإِقَامَةَ. وَسَائِرُ الْحَدِيثِ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرٍو سَوَاءً.

حضرت ابن شہاب زہریؒ سے اس سند کے ساتھ کچھ الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ حسب سابق روایت مروی ہے۔

۱۷۱۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے ان میں سے پانچ رکعات وتر کی ہوتیں کہ ان میں صرف آخر میں بیٹھتے تھے۔

تشریح:

"یوتر من ذلک بخمس" اس جملہ کا مطلب یہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت وتر پڑھ لیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات اس انداز سے پڑھ لیں کہ ہر شفعہ پر تشہد ہوتا تھا، پھر سلام ہوتا تھا اور پھر آپ کچھ استراحت و آرام فرماتے تھے، لیکن آخری پانچ رکعات جن میں تین وتر ہوتی تھیں، اس میں شفعہ پڑھنے کے بعد آپ استراحت نہیں فرماتے تھے، بلکہ سلام پھیرنے کے بعد بغیر توقف آپ وتر کی تین رکعات پڑھتے تھے اور اس مجموعہ پانچ رکعات میں آنحضرت استراحت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور پھر استراحت فرماتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں صرف آخری شفعہ تہجد اور وتر کا نقشہ بتایا گیا اور پھر اس کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے اور استراحت کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ اس روایت کا ایک ایسا مطلب ہے جو احناف کے مسلک کے موافق ہے، کیونکہ احناف کے ہاں وتر پانچ رکعات نہیں بلکہ تین ہیں۔

شوافع حضرات اس کا سیدھا سیدھا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں پانچ رکعات وتر پڑھتے تھے۔ اس میں ایک سلام اور ایک آخری قعدہ ہوتا تھا، بس بات ختم۔ اس روایت میں اور تاویلات ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ وتر کی تحقیق ان شاء اللہ آگے آنے والی ہے۔

۱۷۲۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات پڑھتے جن میں پانچ رکعات وتر ہوتیں) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

۱۷۲۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ

عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَي الْفَجْرِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات بشمول فجر کی دوسنتوں کے پڑھتے تھے۔

۱۷۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي.

سیدنا ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی (نوافل لیل کی) کیفیت کیا ہوتی تھی؟ فرمانے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعات پڑھتے تھے، تم ان کے بہترین اور طویل ہونے کے بارے میں پوچھو نہیں، پھر چار رکعات پڑھتے تھے، پوچھو نہیں کہ وہ کتنی بہترین، عمدہ اور طویل ہوتی تھیں۔ پھر تین رکعات پڑھتے تھے۔ (وتر کی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے قبل ہی سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ''میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا'' (مقصد یہ ہے کہ بشر ہونے کے ناطے جسمانی راحت کی خاطر آنکھیں تو نیند کی وادی میں چلی جاتی ہیں لیکن نبوت کی بار امانت کے باعث قلب پر نیند نہیں طاری ہوتی اور جب قلب پر نیند نہیں ہوتی تو غفلت کیسے ہوسکتی ہے کہ میں وتر کو ضائع کردوں نیند کی خاطر)

تشریح:

''فی رمضان و لا فی غیرہ'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے، نہ رمضان میں اور نہ رمضان کے علاوہ کسی اور وقت میں۔ اس روایت کی شرح میں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سائل نے یہ گمان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاید رمضان میں رات کے وقت بہت زیادہ تہجد پڑھتے ہوں گے تو اس نے حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے رمضان کی خصوصیت کا انکار کیا ہے۔ یہ انکار اس کا منافی نہیں ہے کہ آنحضرت بعض اوقات میں گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھتے تھے۔ اسی طرح اس کا تعلق تراویح کی نفی سے بھی نہیں ہے، کیونکہ تراویح تہجد کے علاوہ الگ نماز ہے۔ یہاں سوال تہجد سے متعلق ہے اور غالب احوال کے پیش نظر حضرت عائشہؓ نے گیارہ رکعات کا ذکر کیا ہے، کیونکہ آنحضرت کا معمول

غالب احوال میں اسی طرح تھا۔ (فتح الملہم)

علماء نے لکھا ہے کہ "ولا فی غیرہ" کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال اور جواب تہجد سے متعلق تھا، رمضان کی تراویح سے متعلق نہیں تھا، ورنہ ولا فی غیرہ کا لفظ غلط ہو جاتا، کیونکہ رمضان کے علاوہ کسی زمانہ میں تراویح کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۲۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالإِقَامَةِ مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ.

سیدنا ابو سلمہؓ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (نفلی) نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات پڑھتے تھے، پہلے آٹھ رکعات پڑھتے، پھر وتر پڑھتے (تین رکعات) بعد ازاں دو رکعات پڑھتے (بطور نفل) اور یہ سب رکعات بیٹھ کر ادا کرتے اور ان میں جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے کھڑے ہو کر رکوع فرماتے۔ پھر ازان و اقامت فجر کے درمیان دو رکعات (بطور سنت فجر) ادا کرتے تھے۔

تشریح:

"یصلی رکعتین وھو جالس"، یعنی وتر پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا جائز ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ جو شخص رات کو تہجد کیلئے نہیں اٹھ سکا تو یہ دو رکعت تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں، گویا اس نے تہجد پڑھ لی۔ اس پر ایک حدیث موجود ہے، عبارت اس طرح ہے: "وعن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا السھم جھد و ثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان قام من الیل والا کفتاہ۔" (رواہ الترمذی)

اس باب کی اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر امام احمدؒ اور امام اوزاعیؒ نے کہا کہ یہ دو رکعت جائز ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں خود تو نہیں پڑھتا لیکن پڑھنے والے کو منع بھی نہیں کرتا ہوں، البتہ امام مالکؒ نے اس کو پسند نہیں کیا، لیکن علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے یہ دو رکعتیں پڑھی ہیں، مگر آپ نے اس پر دوام نہیں فرمایا ہے۔ علامہ ابن قیم کی ایک عربی عبارت ملاحظہ ہو: "وقال ابن القیم فی الھدی و قد اشکل ھذا یعنی حدیث الرکعتیں بعد الوتر علی کثیر من الناس فظنوہ معارضا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وتراً و الصواب ان یقال ان ھاتین الرکعتین تجریان مجری السنۃ وتکمیل الوتر فان الوتر عبادۃ مستقلۃ و الا سیما ان قیل بوجوبہ فتجری الرکعتان بعدہ مجری سنۃ المغرب من المغرب فانھا وتر النھار و الرکعتان بعدھا تکمیل لھا فکذلک الرکعتان بعد وتر اللیل۔" (فتح الملہم)

"وفی البیهقی عن ابی امامة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی رکعتین بعد الوتر و هو جالس یقرأ فیهما اذا زلزلت الارض زلزالها، و قل یا ایها الکافرون و روی الدار قطنی نحوه من حدیث انس اه"

''ان یرکع قام'' یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے تو کھڑے ہو جاتے تھے۔ظاہری عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں میں رکوع کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے، مگر شاہ انور شاہؒ نے فرمایا ہے کہ اس عبارت کا تعلق وتر سے پہلے تہجد کی نماز سے ہے کہ اس میں بیٹھ کر آپ طویل قرأت کرتے تھے، لیکن رکوع کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے، جس طرح دیگر احادیث میں تصریح ہے۔

۱۷۲۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ- يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا تِسْعَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا يُوتِرُ مِنْهُنَّ.

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت منقول ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور وتر ان ہی میں سے ہوتی تھیں۔

۱۷۲۵- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَىْ أُمَّهْ أَخْبِرِينِي عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَقَالَتْ كَانَتْ صَلاَتُهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِاللَّيْلِ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ.

عبداللہؒ بن ابی لبید سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوسلمہؒ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اے اماں جان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتلایئے۔انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رات کی) نماز تیرہ رکعات پر مشتمل ہوتی تھی، جن میں فجر کی دو رکعات بھی شامل ہیں۔

۱۷۲۶- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِسَجْدَةٍ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَتِلْكَ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

قاسمؒ بن محمد کہتے ہیں ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رات میں دس رکعات پر مشتمل ہوتی تھی، پھر ایک رکعت بطور وتر پڑھا کرتے تھے اس کے بعد دو رکعات فجر کی سنت کے

طور پر پڑھتے۔ یہ سب مل کر تیرہ ہو جاتی تھیں۔

۱۷۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ عَمَّا حَدَّثَتْهُ عَائِشَةُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي آخِرَهُ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ - قَالَتْ - وَثَبَ - وَلَا وَاللَّهِ مَا قَالَتْ قَامَ - فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ - وَلَا وَاللَّهِ مَا قَالَتِ اغْتَسَلَ .وَأَنَا أَعْلَمُ مَا تُرِيدُ - وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ وُضُوءَ الرَّجُلِ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ.

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اسود بن یزید سے ان احادیث کے بارے میں جو ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے رات میں سو جاتے تھے۔ جب کہ اخیر شب کو (عبادات سے) زندہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج سے حاجت ہوتی (صحبت کی) تو حاجت پوری فرما کر سو جاتے۔ پھر جب اذان اول (ابن مکتومؓ کی اذان) ہوتی تو اچھل کر کھڑے ہو جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ کھڑے ہو جاتے (بلکہ یہی فرمایا کہ اچھل کر اٹھ جاتے نماز کے انتہائی اہتمام کی بناء پر) پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے۔ اور خدا کی قسم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں کہا کہ غسل فرماتے (بلکہ یہی فرمایا کہ پانی بہاتے) اور میں خوب جانتا ہوں جو ان کا مطلب ہوتا تھا (یعنی حضور علیہ السلام جنابت کی وجہ سے غسل کا لفظ استعمال نہیں کیا) اور اگر جنبی نہ ہوتے تو وضو فرماتے جیسا کہ آدمی نماز کیلئے وضو کرتا ہے پھر دو رکعات پڑھتے تھے۔

۱۷۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى يَكُونَ آخِرَ صَلَاتِهِ الْوِتْرُ.

ابواسحاق، اسودؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز، وتر کی ہوتی تھی۔

۱۷۲۹ - حَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ عَمَلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ .قَالَ: قُلْتُ أَيَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّي فَقَالَتْ كَانَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى.

مسروقؒ (مشہور تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے

بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے تو فرمایا کہ: جب مرغ بانگ دیتا تو کھڑے ہو جاتے اور نماز پڑھتے۔

۱۷۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا أَلْفَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّحَرُ الْأَعْلَى فِي بَيْتِي - أَوْ عِنْدِي - إِلَّا نَائِمًا.

ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے سحر کے وقت ہمیشہ اپنے گھر میں یا اپنے قریب سوتا ہوا ہی پایا۔

تشریح:

"ما الفیٰ رسول الله" الفیٰ باب افعال سے ہے، پالینے کے معنی میں ہے، اس کے بعد لفظ رسول اللہ منصوب ہے، جو الفیٰ کیلئے مفعول بہ ہے اور "السحر الاعلیٰ" مرفوع ہے، جو الفی کیلئے فاعل ہے۔''ای ما وجد السحر الاعلی رسول الله صلی الله علیه و سلم الا نائماً" اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ہاں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات گزارتے تو سحری کے ابتدائی حصے میں آپ سوئے رہتے تھے تو سحری کا پہلا وقت ہمیشہ آپ کو سویا ہوا پاتا تھا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے تہجد کا طریقہ تھا کہ رات کے پہلے حصے میں سوتے تھے، پھر تہجد کیلئے اٹھتے تھے، پھر سو جاتے اور پھر اٹھتے تھے، اس حدیث کا ترجمہ میں نے اہتمام کے ساتھ اس لئے کیا کہ اردو کے جتنے تراجم میں نے دیکھے ہیں، سب نے ترجمہ غلط کیا ہے۔ اہل حدیث کے مولوی صاحب نے بھی غلط کیا ہے، بریلویوں کے مولوی غلام رسول صاحب نے بھی غلط کیا ہے، دیوبندیوں کے مولوی مولینا زکریا اقبال صاحب اور مولینا عزیز الرحمٰن صاحب فاضل اشرفیہ نے بھی غلط کیا ہے، حالانکہ عربی شارحین نے تنبیہ کی ہے اور فاعل اور مفعول کی وضاحت کی ہے، ان کے مطابق ترجمہ یہ بنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کے اول وقت نے ہمیشہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں سویا پایا، یعنی رات کے اول حصہ میں آپ سوتے تھے، مگر اردو مترجمین نے فحش غلطی کی ہے اور ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر میں یا اپنے نزدیک سوتا ہوا پایا۔ ان حضرات نے اس جملہ میں حضرت عائشہؓ کو فاعل بنایا ہے جو فحش غلطی ہے، عربی شراح عربی میں یوں ترجمہ کرتے ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ما الفاه السحر عندی الا نائماً اه۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: السحر الاعلیٰ بالرفع لانه فاعل الفیٰ و السحر الاعلی ای اوله اه۔

منۃ المنعم کے مصنف نے ترجمہ تو نہیں کیا ہے، لیکن اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے: "السحر" بفتحتین و هو من آخر اللیل ما قبیل الصبح و قیل هو السدس الاخیر من اللیل و السحر الاعلیٰ هو ما یکون فی جانب اللیل دون الفجر و هو اول السحر اه۔" "فی بیتی او عندی" یہاں "او" کا لفظ شک کیلئے ہے، راوی کو شک ہو گیا کہ کونسا لفظ بولا تھا۔

۱۷۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ

أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دونوں رکعت پڑھ کر فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے۔

۱۷۳۲- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَتَّابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دونوں رکعت پڑھ کر فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

۱۷۳۳- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَإِذَا أَوْتَرَ قَالَ: قُومِي فَأَوْتِرِي يَا عَائِشَةُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھتے تو جب وتر پڑھتے تو مجھے اٹھاتے اور کہتے کہ اے عائشہ! اٹھ جاؤ اور وتر پڑھ لو۔

۱۷۳۴- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ.

حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب نماز پڑھتے تھے تو وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) ان کے سامنے آڑی ہو کر لیٹی ہوتی تھیں پھر جب وتر باقی رہ جاتے تو انہیں جگا دیا کرتے تھے تو وہ وتر پڑھ لیتیں۔

۱۷۳۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ- وَاسْمُهُ وَاقِدٌ وَلَقَبُهُ وَقْدَانُ- (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات میں سے کسی بھی حصہ میں وتر پڑھ لیتے تھے حتی کہ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر سحری کے وقت تک پہنچ گئے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ رات کے کسی بھی

حصہ میں وتر پڑھے جاسکتے ہیں)

۱۷۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَأَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ فَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات میں وتر پڑھتے تھے ابتدائے رات میں بھی پڑھے، درمیانی رات میں بھی وتر پڑھے اور آخیر میں بھی پڑھے اور آخر میں سحری کے وقت تک وتر پہنچ گئے۔

۱۷۳۷ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا حَسَّانُ - قَاضِي كِرْمَانَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر ایک حصہ میں وتر پڑھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر اخیر رات تک پہنچ گیا۔

تشریح:

"کل اللیل قد اوتر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر کی نماز پڑھی ہے، حتیٰ کہ آپ کی وتر سحری تک پہنچ گئی، یعنی رات کے آخری حصہ میں بھی پڑھی ہے، اس باب میں چند الفاظ ہیں جن کے ترجمہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اضطجع کروٹ لینے اور کروٹ پر سونے کو کہتے ہیں۔ "بین النداء و الاقامة" یعنی اذان اور اقامت کے درمیان "بسجدة" یعنی ایک رکعت وتر پڑھی۔ مطلب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھی تو تین وتر ہوگئے۔ "الصارخ" مرغ کو چیخنے والا کہہ دیا، کیونکہ یہ سحری کے وقت اذان دیتا ہے۔ "قومی فاوتری" یعنی کھڑی ہو جاؤ، جاگ جاؤ اور وتر پڑھو۔ معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے، اس لئے جگانے کا یہ خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

باب جامع صلوة الليل و من نام عنها

رات کی نماز کا مکمل نقشہ اور جو شخص وظیفہ سے رہ گیا وہ کیا کرے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ فَأَرَادَ أَنْ يَبِيعَ عَقَارًا لَهُ بِهَا فَيَجْعَلَهُ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ وَيُجَاهِدَ الرُّومَ حَتَّى يَمُوتَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ لَقِيَ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَنَهَوْهُ عَنْ ذَلِكَ وَأَخْبَرُوهُ أَنَّ رَهْطًا سِتَّةً أَرَادُوا ذَلِكَ فِي حَيَاةِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُمْ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَلَيسَ لَكُم فِيَّ أُسوَةٌ . فَلَمَّا حَدَّثُوهُ بِذَلِكَ رَاجَعَ امرَأَتَهُ وَقَد كَانَ طَلَّقَهَا وَأَشهَدَ عَلَى رَجعَتِهَا فَأَتَى ابنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلَهُ عَن وِترِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَعلَمِ أَهلِ الأَرضِ بِوِترِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَن قَالَ عَائِشَةُ . فَأتِهَا فَاسأَلهَا ثُمَّ ائتِنِي فَأَخبِرنِي بِرَدِّهَا عَلَيكَ فَانطَلَقتُ إِلَيهَا فَأَتَيتُ عَلَى حَكِيمِ بنِ أَفلَحَ فَاستَلحَقتُهُ إِلَيهَا فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِبِهَا لِأَنِّي نَهَيتُهَا أَن تَقُولَ فِي هَاتَينِ الشِّيعَتَينِ شَيئًا فَأَبَت فِيهِمَا إِلَّا مُضِيًّا -. قَالَ- فَأَقسَمتُ عَلَيهِ فَجَاءَ فَانطَلَقنَا إِلَى عَائِشَةَ فَاستَأذَنَّا عَلَيهَا فَأَذِنَت لَنَا فَدَخَلنَا عَلَيهَا . فَقَالَت أَحَكِيمٌ فَعَرَفَتهُ . فَقَالَ نَعَم . فَقَالَت مَن مَعَكَ قَالَ سَعدُ بنُ هِشَامٍ. قَالَت مَن هِشَامٌ قَالَ ابنُ عَامِرٍ فَتَرَحَّمَت عَلَيهِ وَقَالَت خَيرًا- قَالَ قَتَادَةُ وَكَانَ أُصِيبَ يَومَ أُحُدٍ . فَقُلتُ يَا أُمَّ المُؤمِنِينَ أَنبِئِينِي عَن خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ. قَالَت أَلَستَ تَقرَأُ القُرآنَ قُلتُ بَلَى . قَالَت فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ القُرآنَ -. قَالَ- فَهَمَمتُ أَن أَقُومَ وَلَا أَسأَلَ أَحَدًا عَن شيء حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ بَدَا لِي فَقُلتُ أَنبِئِينِي عَن قِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَت أَلَستَ تَقرَأُ: } يَا أَيُّهَا المُزَّمِّلُ { قُلتُ بَلَى . قَالَت فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ افتَرَضَ قِيَامَ اللَّيلِ فِي أَوَّلِ هَذِهِ السُّورَةِ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأَصحَابُهُ حَولًا وَأَمسَكَ اللَّهُ خَاتِمَتَهَا اثنَي عَشَرَ شَهرًا فِي السَّمَاءِ حَتَّى أَنزَلَ اللَّهُ فِي آخِرِ هَذِهِ السُّورَةِ التَّخفِيفَ فَصَارَ قِيَامُ اللَّيلِ تَطَوُّعًا بَعدَ فَرِيضَةٍ -. قَالَ- قُلتُ يَا أُمَّ المُؤمِنِينَ أَنبِئِينِي عَن وِترِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَت كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ فَيَبعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَن يَبعَثَهُ مِنَ اللَّيلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي تِسعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذكُرُ اللَّهَ وَيَحمَدُهُ وَيَدعُوهُ ثُمَّ يَنهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقعُدُ فَيَذكُرُ اللَّهَ وَيَحمَدُهُ وَيَدعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسلِيمًا يُسمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكعَتَينِ بَعدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلكَ إِحدَى عَشرَةَ رَكعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا أَسَنَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَ اللَّحمَ أَوتَرَ بِسَبعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكعَتَينِ مِثلَ صَنِيعِهِ الأَوَّلِ فَتِلكَ تِسعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَحَبَّ أَن يُدَاوِمَ عَلَيهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَومٌ أَو وَجَعٌ عَن قِيَامِ اللَّيلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنتَي عَشرَةَ رَكعَةً وَلَا أَعلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ القُرآنَ كُلَّهُ فِي لَيلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيلَةً إِلَى الصُّبحِ وَلَا صَامَ شَهرًا كَامِلًا غَيرَ رَمَضَانَ -. قَالَ- فَانطَلَقتُ إِلَى ابنِ عَبَّاسٍ فَحَدَّثتُهُ بِحَدِيثِهَا فَقَالَ صَدَقَت لَو كُنتُ أَقرَبُهَا أَو أَدخُلُ عَلَيهَا لَأَتَيتُهَا حَتَّى تُشَافِهَنِي بِهِ -. قَالَ- قُلتُ لَو عَلِمتُ أَنَّكَ لَا تَدخُلُ عَلَيهَا مَا

حَدَّثَتْكَ حَدِيثَهَا.

قتادہ زرارہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامر نے جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کیا اور اس مقصد کی تکمیل کیلئے مدینہ تشریف لائے اور چاہا کہ اپنی جائیداد وغیرہ بیچ کر اسلحہ اور گھوڑا وغیرہ (آلات جہاد) کا بندوبست کر کے روم کے عیسائیوں سے جہاد کریں حتیٰ کہ اسی راہ میں موت آ جائے۔ (کیونکہ اس وقت ارض روم میں جہاد ہو رہا تھا اور اسلامی فوجیں عیسائیان روم سے مصروف پیکار تھیں) چنانچہ جب وہ مدینہ آئے تو اہل مدینہ کے کچھ لوگوں سے ملے تو انہوں نے سعد کو اس سے منع کیا اور بتلایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی چھ افراد کی جماعت نے یہی ارادہ کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا تھا۔ اور ان سے فرمایا تھا کہ کیا تمہارے واسطے میرے عمل میں نمونہ نہیں ہے'' (یعنی بشری تقاضوں اور حوائج انسانی سے منہ موڑ کر اور ترک دنیا کر کے جہاد کرنا یہ شریعت کی تعلیم نہیں بلکہ اس کے مزاج کے خلاف ہے) چنانچہ جب لوگوں نے ان سے یہ بات کہی تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے جنہیں طلاق دیدی تھی رجوع کر لیا اور رجوع پر لوگوں کو گواہ بھی کر لیا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں پوچھا تو ابن عباسؓ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایسے شخص کا پتہ نہ بتلاؤں جو روئے زمین پر بسنے والے لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ تم ان کے پاس جا کر ان سے پوچھو پھر میرے پاس آؤ اور مجھے بتلاؤ کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہیں۔ سعدؒ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور حکیم بن افلح کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ میرے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ حکیمؒ نے کہا کہ میں تو ان کے پاس نہیں جانے والا، کیونکہ میں نے انہیں (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو منع کیا تھا ان دونوں گروہوں کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے (یعنی صحابہؓ میں جو باہمی کشاکشی اور جدال ہوا تھا جنگ جمل میں) لیکن انہوں نے میری بات کا انکار کیا اور چلی گئیں (جنگ میں شریک ہونے) سعدؒ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں قسم دی (کہ میرے ساتھ چلیں) چنانچہ وہ آ گئے اور ہم (دونوں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف چلے (وہاں پہنچ کر) ہم نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ ہم ان کے حجرہ میں داخل ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکیمؒ کو پہنچانتے ہوئے فرمایا کہ کیا حکیم ہیں؟ (آواز وغیرہ سے غالباً پہچان لیا ہوگا) انہوں نے کہا ہاں! فرمانے لگیں: تمہارے ساتھ کون ہے؟ حکیمؒ نے کہا کہ سعد بن ہشام عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہشام کون؟ حکیمؒ نے کہا عامرؓ کے بیٹے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر دعائے رحمت کی اور اچھے کلمات کہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ عامر جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ سعدؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا ام المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں! فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن ہی تو ہے (یعنی قرآن میں جس کا حکم ہے وہی بات

آپ کے عمل میں تھی) سعدؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اٹھ چلوں اور آئندہ کسی سے کچھ نہ پوچھوں یہاں تک کہ موت آجائے لیکن پھر مجھے خیال آیا۔ میں نے کہا کہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کے بارے میں بتلائیے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ کیا تم نے یا ایھا المزمل نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کیوں نہیں! تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کو اس سورت کے ابتدائی حصہ میں فرض قرار دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سال بھر تک قیام کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اختتامی حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا، یہاں تک کہ (سال بھر بعد) اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں قیام اللیل سے متعلق تخفیف نازل فرمائی اور قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل میں تبدیل ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: ام المومنین! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیے؟ فرمانے لگیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے، رات میں اللہ تعالیٰ جب چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا دیتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نو رکعات اس طرح پڑھتے کہ صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے اور تشہد میں اللہ کا ذکر اور حمد و ثناء فرماتے اس سے دعا فرماتے۔ پھر اٹھ کر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہوجاتے اور نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ کر (تشہد میں) اللہ تعالیٰ کے ذکر حمد اور دعا میں مشغول ہوجاتے۔ پھر اتنی زور سے سلام پھیرتے کہ ہمیں بھی سنائی دے۔ بعد ازاں دو رکعت سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر پڑھتے تو یہ کل گیارہ رکعات ہوجاتیں۔ اے میرے بیٹے! پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پُر گوشت ہوگئے تو سات رکعات پڑھتے اور بعد ازاں دو رکعتیں ویسے ہی پڑھتے (بیٹھ کر) جیسے پڑھتے تھے۔ تو اے میرے بیٹے! یہ کل نو ہوجاتی تھیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ اسی پر ہمیشہ مداومت کریں اور اگر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ نیند یا تکلیف کی بناء پر قیام اللیل سے عاجز ہوجاتے تو (اس کی تلافی کیلئے) دن میں بارہ رکعات پڑھتے تھے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو۔ اور نہ ہی یہ علم میں ہے کہ کبھی رات بھر صبح تک نماز میں ہی مشغول رہے ہوں یا پورے ایک ماہ تک مسلسل روزے رکھے ہوں سوائے رمضان کے۔ سعدؒ کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے چلا ابن عباسؓ کی طرف اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساری باتیں بیان کیں تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا۔ کاش کہ میں بھی ان کے قریب ہوتا یا ان کے پاس جاتا تو میں بھی ان کی خدمت میں حاضری دیتا اور بالمشافہ ان سے یہ سب سنتا۔ سعدؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپؓ ان کے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) پاس نہیں جاتے تو میں آپ سے ان کی باتیں بیان نہ کرتا۔

تشریح:

''أن سعد بن هشام بن عامر'' یہ ایک طویل حدیث ہے، اس کے ترجمہ سے اس کا پورا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے، لیکن آسانی سے سمجھانے کیلئے میں اس کا خلاصہ لکھتا ہوں۔ تو سب سے پہلے سمجھ لیں کہ حضرت سعدؒ تابعی ہیں، ان کے والد ہشام ہیں، وہ انصاری صحابی

ہیں، پھر بصرہ میں رہنے لگے اور وہیں پر فوت ہو گئے۔ حضرت ہشام کے والد حضرت عامر ہیں۔ حضرت عامر بھی صحابی ہیں جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت سعد نے ہمیشہ جہاد کیا اور ہندوستان کے ایک غزوہ میں شہید ہو گئے۔ یہاں قصہ اس طرح ہے کہ حضرت سعد نے رومیوں سے جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کیا، اس مقصد کیلئے انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تا کہ جہاد کا سامان بنائے، اسلحہ خریدے اور گھوڑے تیار کرے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تا کہ فارغ ہو کر موت تک جہاد کرے۔ مدینہ میں لوگوں نے ان کو اس ارادے سے منع کیا۔ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور بیوی سے رجوع کر لیا، پھر حضرت ابن عباسؓ کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ روئے زمین پر حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی تفصیلات جانتی ہیں۔ آپ ان کے پاس جا کر معلوم کریں اور پھر واپس آ کر مجھے تفصیلات سے آگاہ کریں، حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی طرف جانے لگا، لیکن میں نے حکیم بن افلح کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ انہوں نے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ کو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات میں پڑنے سے منع کیا تھا، مگر انہوں نے میری بات نہیں مانی اور جنگ جمل واقع ہو گئی، میں تو ان سے ملنے نہیں جاؤں گا۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے حکیم بن افلح کو قسم کھلائی کہ آپ میرے ساتھ جاؤ گے۔ وہ میرے ساتھ چلے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے باتوں سے ان کو پہچان لیا اور پوچھا کہ حکیم ہو؟ انہوں نے کہا ہاں حکیم ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ساتھ کون ہے۔ اس نے کہا سعد بن ہشام ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کون ہشام؟ حضرت حکیم نے کہا عامر کا بیٹا ہشام۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت عامر کیلئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اچھے آدمی تھے۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ عامرؓ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت سعد بن ہشام نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا اور پھر آپ کے قیام اللیل سے متعلق سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ نے دونوں کے جواب دیئے، پھر حضرت سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں پوچھا، جس کے پوچھنے کیلئے آپ گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی تفصیل بھی بتادی۔

"قال فانطلقت" یعنی حضرت سعد بن ہشام نے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ کے ہاں سے واپس حضرت ابن عباسؓ کے پاس چلا گیا اور پورا قصہ سنا دیا، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کی تصدیق کر دی اور فرمایا کہ اگر میں حضرت عائشہؓ کے پاس جاتا تو میں براہ راست ان سے یہ حدیث سن لیتا، لیکن میں ان کے پاس نہیں جاتا ہوں۔ حضرت سعدؓ نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں جاتے اور ان سے اختلاف رکھتے ہیں تو میں آپ کو ان کی حدیث نہ بیان کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ سے کچھ خفا تھے۔ جنگ جمل کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ طرفین کے نو ہزار سے زیادہ لوگ مارے گئے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ہشام کی عقیدت حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھی، حالانکہ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو حضرت عائشہ ؓ کی طرف بھیجا تھا۔ "بعد فریضة" اس جملہ سے معلوم ہو گیا کہ تہجد کی نماز ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، پھر اس کی فرضیت ختم ہو گئی۔ "عقار" زمین کو عقار کہتے ہیں۔ "الکراع" گھوڑوں کو کراع کہتے ہیں۔ "الشیعتین" حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کو شیعہ کہا گیا ہے۔

۱۷۳۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِيَبِيعَ عَقَارَهُ .فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حضرت سعد بن ہشامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر مدینہ روانہ ہوئے تا کہ اپنی زمین فروخت کریں۔آگے بقیہ حدیث سابق فرمائی۔

۱۷۴۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْوِتْرِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَقَالَ فِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قُلْتُ ابْنُ عَامِرٍ .قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ عَامِرٌ أُصِيبَ يَوْمَ أُحُدٍ.

حضرت سعد بن ہشام بیان فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور ان سے وتر کے متعلق دریافت کیا اور پھر حسب سابق پوری حدیث بیان کی۔اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہشام کون ہے؟ میں نے کہا ابن عامر، وہ بولیں وہ کیا خوب شخص تھے اور عامر جنگ احد میں شہید ہوئے۔

۱۷۴۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى أَنَّ سَعْدَ بْنَ هِشَامٍ كَانَ جَارًا لَهُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ .وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سَعِيدٍ وَفِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ .قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ أُصِيبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ .وَفِيهِ فَقَالَ حَكِيمُ بْنُ أَفْلَحَ أَمَا إِنِّي لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا أَنْبَأْتُكَ بِحَدِيثِهَا.

زرارہؒ بن اوفی روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ھشام نے جو ان کے پڑوسی تھے انہیں بتلایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔اور سارا واقعہ بیان کیا (کہ ساری زندگی جہاد کرنا چاہتا ہوں) سابقہ حدیث کی مانند۔اس میں یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ہشام کون؟ کہا کہ ابن عامر! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بہت عمدہ آدمی تھے۔غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور شہید ہو گئے تھے۔اور اس میں یہ ہے کہ حکیمؒ بن افلح نے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ: اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کا ان کے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) پاس آنا جانا نہیں ہے تو میں آپ کو ان کی باتیں نہ بتلاتا۔

تشریح:

"کان اصیب" یعنی حضرت عامرؓ احد کے دن شہید ہو گئے تھے۔یہ جملہ حضرت قتادہؒ نے بھی کہا ہے اور زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہؓ نے یہ جملہ فرمایا ہے تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، حضرت عامر کے بارے میں دونوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"قال حکیم بن افلح" سوال: یہاں پر یہ سوال ہے کہ اس سے پہلے حدیث میں حضرت سعدؓ کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے

حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں جاتے ہیں تو میں ان کی روایت کردہ حدیث آپ سے بیان نہ کرتا، لیکن زیر بحث حدیث میں ہے کہ یہ جملہ حکیم بن افلح نے کہا ہے، یہ واضح تعارض ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: شارحین میں سے صاحب منة المنعم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ کلام اصل میں سعد بن ھشام نے کیا ہے لیکن اس کے بعد حضرت حکیم بن افلح نے بھی بطور تائید یہ کلام کیا ہے، یہ جنگ جمل کے نئے نئے اختلافات کا زمانہ تھا تو حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں جاتے تھے، اس کے بعد جاتے آتے رہتے تھے، کم از کم حضرت عائشہؓ کی وفات کے وقت جانا اور حاضر ہونا تو یقینی ہے۔

جو شخص اپنے وظیفہ سے رہ گیا وہ کیا کرے؟

۱۷۴۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب (تہجد کی) نماز کسی تکلیف یا کسی اور بناء پر قضا ہو جاتی تو دن میں (اس کی تلافی کے طور پر) بارہ رکعات پڑھتے۔

۱۷۴۳ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى - وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ مَرِضَ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحِ وَمَا صَامَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا إِلَّا رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی عمل کرتے تو اسے باقی رکھتے (ہمیشہ جاری رکھتے) اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سو جاتے یا بیمار ہوتے (اور نیند یا مرض کی بناء پر قیام اللیل نہ کر سکتے) تو دن میں بارہ رکعات پڑھتے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ ساری رات صبح تک عبادت کیلئے کھڑے رہے ہوں یا سارا مہینہ پے در پے روزہ ہی رکھتے رہے ہوں (درمیان میں کوئی ناغہ نہ کیا ہو) سوائے رمضان کے۔

تشریح:

"اثبتہ"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل شروع فرماتے تو اس کو ثابت رکھتے اور اس پر مداومت فرماتے۔ "ثنتی عشرۃ رکعۃ" یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بیماری اور درد کی وجہ سے رات کے معمولات اور وظائف میں سے کوئی معمول رہ جاتا تو آپ دن کے وقت بارہ رکعات ادا فرماتے، اس سے معمول کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے، امت کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز فوت ہونے سے جو کفارہ ادا کرنے اور قضا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور خود عمل کیا ہے، اس میں بارہ رکعات کا ذکر ہے، جس میں وتر کا ذکر نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی قضا نہیں ہے، لہٰذا وہ واجب نہیں ہے؟ محمد بن نصر فرماتے ہیں: "لم نجد عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی شئ من الاخبار انہ قضی الوتر او امر بقضائہ"

جواب: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا جواب دیا ہے، عربی عبارت یوں ہے: "وھذا باطل فقد اخرج ابو داؤد عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا ذکرہ وزاد الترمذی او اذا استیقظ و عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یصبح فیوتر "ای اذا فاتہ من اللیل" (رواہ احمد و الطبرانی)

"قال الشوکانی الحدیث (ای حدیث ابی داؤد) یدل علی مشروعیۃ قضاء الوتر اذا فات و ذھب الی ذلک من الصحابۃ علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمر و عبادۃ بن الصامت و عبد اللہ بن عباس و ابو الدرداء و معاذ بن جبل قال و من التابعین ابرھیم النخعی و محمد بن المنتشر و ابو العالیہ و من الائمۃ ابو حنفیۃ و سفیان الثوری و الا وزاعی و مالک و الشافعی و احمد و اسحاق بن راھویہ اہ" (فتح الملھم)

۱۷٤٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ (ح) وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شيءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے وظیفہ (کو پورا کئے بغیر) سو جائے یا اس میں سے کچھ چھوڑ کر پھر اسے فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کیلئے وہی ثواب لکھا جاتا ہے، گویا کہ اس نے رات ہی سے پڑھا ہے۔

تشریح:

"عبد الرحمن بن عبد القاری" القاری سے قرأت کا قاری مراد نہیں ہے، بلکہ یہ عبدالرحمٰن کی صفت واقع ہے اور قاری قبیلہ قارہ کی طرف نسبت ہے۔ "عن حزبہ" حزب سے وظیفہ، ورد اور معمول کا عمل مراد ہے۔ "وصلوۃ الظھر" یعنی اگر کسی شخص کی رات کا معمول رہ گیا اور اس نے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان اپنا وہ معمول پورا کر لیا تو ثواب کے اعتبار سے یہ ایسا ہی ہے گویا کہ اس شخص نے رات کے وقت میں اپنا معمول اور وظیفہ پورا کر لیا۔ اس روایت میں نماز کے رہ جانے کے علاوہ دیگر معمولات کے رہ جانے کی بات بیان کی گئی ہے تو اس میں مکمل عموم کا ضابطہ اور قاعدہ آگیا ہے، اس سے پہلے صرف نمازوں کے رہ جانے کی بات تھی، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق پر اور خصوصاً امت مرحومہ پر بڑا احسان ہے کہ ثواب بھی مل گیا اور نیند کی راحت بھی مل گئی، چنانچہ موطا مالک میں اس طرح تفصیل ہے:

"و فی الموطاء من حدیث عائشةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما من امرئ تکون له صلوة بلیل یغلبه علیه نوم الا کتب الله له اجر صلوة و کان نومه علیه صدقة" (فتح الملهم)

باب صلوة الاوابین حین ترمض الفصال

چاشت کی نماز کا وقت وہ ہے جب اونٹوں کے بچے گرمی سے بھاگنے لگیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۷۴۵- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ - عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ مِنَ الضُّحَى فَقَالَ أَمَا لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي غَيْرِ هَذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ .إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ حِينَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ.

قاسمؒ الشیبانی سے مروی ہے کہ حضرت زیدؓ بن ارقم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ چاشت کی نماز (وقت سے ذرا ہٹ کر) پڑھ رہے ہیں۔ زیدؓ نے فرمایا: لوگ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے بندوں کی نماز (چاشت) اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پیر گرم ہو جائیں" (اس سے مراد چاشت کی نماز ہے۔ جس کا وقت مسنون ربع نہار یعنی ایک چوتھائی دن گزرنے کے بعد ہے جب دھوپ کی شدت سے ریتلی زمین سخت گرم ہو جائے کم سن اونٹوں کے پیر گرم ہو جائیں)

تشریح:

"صلوة الاوابین" اوابین جمع ہے اس کا مفرد اواب ہے، واؤ پر شد ہے۔ اوّاب رجوع کرنے والے کو کہتے ہیں، یعنی جو شخص اطاعت و عبادت کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ داؤد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "انه اواب" "یا جبال اوبی معه" منۃ المنعم کے مصنف یوں لکھتے ہیں: "صلوة الاوابین بتشدید الواو جمع اواب و هو الکثیر الرجوع الی الله تعالیٰ بالتوبة عن الذنوب و بالاخلاص و فعل الخیرات من آب اذا رجع اه" علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں:"و الاوابون المطیعون و هم ایضا المسجون وقیل الاواب الرجاع اه"

"ترمض" ترمض، سمع یسمع سے ہے، شدت گرمی کی وجہ سے جب ریت گرم ہو جائے اور اس پر پاؤں جلنے لگ جائیں۔ اس کو رمضاء کہتے ہیں۔ "الفصال" یہ جمع ہے، اس کا مفرد فصیل ہے، اونٹوں کے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں، جب وہ اپنی ماں سے الگ ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ چاشت کی نماز کا افضل وقت وہ ہے، جب شدت گرمی سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگ جائیں اور وہ سائے کی طرف بھاگنے لگ جائیں۔ خلاصہ یہ کہ چاشت کی نماز کا پہلا وقت اشراق ہے اور آخری وقت استواء الشمس ہے اور درمیانہ وقت

الضحیٰ اور چاشت ہے۔حضرت زید بن ارقمؓ نے جب دیکھا کہ لوگ چاشت کے وقت اوابین پڑھتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کا افضل وقت اس کے بعد ہے، جب گرمی شدید ہو جائے اور محنت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔

یہاں اس باب میں اوابین کا اطلاق چاشت کی نماز پر کیا گیا ہے، علماء کہتے ہیں کہ اوابین مغرب کے بعد کی نماز کو کہا جاتا ہے۔ترمذی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت پڑھ لی تو اس کو بارہ سال عبادت کا ثواب ملے گا، یہ بھی اوابین کی نماز ہے، دوسنت اور چار نوافل ملا کر چھ رکعت ہیں یا الگ چھ رکعت ہیں۔ترمذی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعات پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔یہ بھی صلوۃ الاوابین ہے جو مغرب کی نماز کے بعد ہے۔زیر بحث حدیث میں چاشت کی نماز پر اوابین کا اطلاق کیا گیا ہے، مگر رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔مجموعی روایات سے اوابین کی تعداد چھ رکعات، آٹھ رکعات اور بیس رکعات معلوم ہوتی ہیں۔اس سے اگر مغرب کی دوسنتوں کو الگ کیا جائے تو اوابین چار، چھ اور اٹھارہ رکعات رہ جائیں گی۔بہر حال اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے کے وقت اوابین تہجد کے بعد خاص مناجات اور خاص حاجات کیلئے علماء نے زیر بحث اشعار کو مجرب قرار دیا ہے۔یہ ایک نابینا عالم اور شیخ کی وہ مناجات ہیں جو ہر مشکل کے حل کیلئے اکسیر اعظم ہے۔

يَا مَنْ يَّرىٰ مَا فِي الضَّمِيرِ وَ يَسْمَعُ ۔۔۔ اَنْتَ الْمُعِدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ

يَا مَنْ يُّرَجّٰى فِي الشَّدَائِدِ كُلِّهَا ۔۔۔ يَا مَنْ اِلَيْهِ الْمُشْتَكىٰ وَ الْمَفْزَعُ

يَا مَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهِ فِيْ قَوْلِ كُنْ ۔۔۔ اُمْنُنْ فَاِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ

مَا لِيْ سِوىٰ فَقْرِيْ اِلَيْكَ وَسِيلَةٌ ۔۔۔ فَبِالْاِفْتِقَارِ اِلَيْكَ اَيْدِيْ اَرْفَعُ

مَا لِيْ سِوىٰ قَرْعِيْ لِبَابِكَ حِيْلَةٌ ۔۔۔ فَلَئِنْ رُّدِدْتُّ فَاَيَّ بَابٍ اَقْرَعُ

اِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ ۔۔۔ فَالْمُذْنِبُ الْعَاصِيْ اِلٰى مَنْ يَّرْجِعُ

حَاشَا لِجُوْدِكَ اَنْ تُقَنِّطَ عَاصِياً ۔۔۔ فَالْفَضْلُ اَجْزَلُ وَ الْمَوَاهِبُ اَوْسَعُ

وَ مِنَ الَّذِيْ اَدْعُوْ وَ اَهْتِفُ بِاسْمِهِ ۔۔۔ اِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقِيْرِكَ يُمْنَعُ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِهِ ۔۔۔ خَيْرُ الْاَنَامِ وَ مَنْ بِهٖ يُتَشَفَّعُ

١٧٤٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ قُبَاءٍ وَهُمْ يُصَلُّونَ فَقَالَ: صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ إِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کی طرف نکلے (وہاں پہنچ کر دیکھا)

تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندوں کی نماز کم عمر اونٹوں کے پاؤں گرم ہونے کے وقت ہوتی ہے۔

باب صلوة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل

رات کی نماز دو دو رکعات ہے اور آخر شب میں ایک رکعت وتر ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعات ہیں، پھر جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے تو اسے چاہئے کہ ایک رکعت پڑھ لے جو اس کی ساری نماز کو وتر بنا دے گی۔''

تشریح:

''ان رجلاً'' اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس شخص کا کیا نام تھا اور یہ کون شخص تھا، البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس شخص نے یہ سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کیا جبکہ آپ مسجد نبوی میں ممبر پر خطبہ دے رہے تھے، آگے حدیث میں آرہا ہے، حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص نے وتر کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ "کیف اوتر صلوة الليل" اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صلوة الليل مثنى مثنى" یعنی رات کی نماز تو دو دو رکعات الگ الگ ہیں اور جب طلوع فجر کا خوف ہو جائے تو ایک وتر ملا دے تا کہ شفعہ طاق بن جائے۔

دن اور رات میں نوافل کے پڑھنے کی کیفیت

دن اور رات کے نوافل پڑھنے کی کیفیت اور تعداد رکعات میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ یہ افضل غیر افضل کا اختلاف ہے، جواز اور عدم جواز کا اختلاف نہیں ہے تو ائمہ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ رات کی نماز دو دو رکعات ہیں، ہر دو رکعت کے درمیان سلام ہے، مگر دن کی نماز میں ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا اختلاف ائمہ ثلاثہ دن میں بھی دو دو رکعات کے قائل ہیں، جبکہ صاحبین دن میں چار کے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ دن اور رات دونوں میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات پڑھنے کو افضل کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ ائمہ ثلاثہ دن رات دونوں میں دو دو رکعات کو افضل کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ دن رات میں چار رکعات پڑھنے کو افضل کہتے ہیں اور صاحبین رات میں دو دو اور دن میں چار چار کو ایک سلام کے ساتھ افضل کہتے ہیں۔ ان حضرات نے اجتہاد کی بنیاد پر اور روایات کی تصریحات کی بنیاد پر

الگ الگ فتویٰ دیا ہے، اختلاف اولیٰ غیر اولیٰ میں ہے، جائز سب ہیں۔

"**فاذا خشی احد کم الصبح**" حدیث کے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت رات کا وقت ہے، اگر رات نکل گئی تو وتر کا وقت ختم ہو گیا، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد بھی وتر پڑھ سکتے ہیں، ان کا کہنا غلط ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک مرفوع روایت اس طرح ہے: "عن نافع ان ابن عمر کان یقول من صلی من اللیل فلیجعل آخر صلوته وتراً فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یأمر بذلك فاذا کان الفجر فقد ذهب کل صلوة اللیل و الوتر" (رواہ ابو داؤد)

اسی طرح صحیح ابن خزیمہ میں یہ روایت موجود ہے: "عن ابی سعید مرفوعاً من ادرکه الصبح و لم یوتر فلا وترله" ان روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر کا وقت ختم ہوگیا، اب اس کی ادا ممکن نہیں، ہاں قضاء کرے گا، کیونکہ وتر کی قضاء پر مستقل حدیث موجود ہے، جو ابوداؤد ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "من نسی الوتر او نام عنه فلیصله اذا ذکره" (رواہ ابو داؤد۔ فتح الملهم) "**صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلی**" یعنی طلوع فجر کا جب خوف ہو جائے تو ایک رکعت وتر سابقہ دو رکعت کے ساتھ ملا دے تو یہ ایک رکعت اس شفعہ کو طاق بنا دے گی، یہ تین وتر بن جائیں گے۔

نماز وتر کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿**والشفع و الوتر و اللیل اذا یسر**﴾ (سورۃ الفجر)

وتر کا لغوی معنی

وَتَرَ یَتِرُ وترا بالفتح و الکسر جفت کو طاق کر دینے کے معنی میں ہے، اسی طرح باب افعال سے ایتار کسی چیز کو طاق بنانے کے معنی میں ہے۔ لغت کی کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی وتر یتر یا اوتر کا لفظ آیا ہے، اس کا ایک معنی طاق بنا دینے کا ہے، اس لغوی مفہوم سے آنے والی حدیثوں کے سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ وتر ہر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں تین رکعتیں ہوں، لیکن فقہاء کی اصطلاح میں وتر اس خاص نماز کو کہتے ہیں جو عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے، اس باب میں صلوٰۃ اللیل اور وتر دونوں کا بیان ہے اور اسی کے متعلق احادیث ہیں، ویسے وتر کا اطلاق تہجد کی نماز پر بھی ہوتا ہے اور مطلق صلوٰۃ اللیل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، مگر یہاں وہی معروف اصطلاحی وتر کا بیان ہے جو وتر اللیل یعنی رات کے وتر کے نام سے مشہور ہے۔ وتر النہار یعنی دن کے وتر کا اطلاق مغرب کی نماز پر ہوتا ہے۔

"**توتر له ما قد صلی**" مباحث وتر میں کئی مقامات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، یہاں دو بڑے مسائل سے متعلق بحث کی جائے گی، پہلی بحث اس میں ہوگی کہ آیا وتر واجب ہے یا سنت۔ دوسری بحث اس میں ہوگی کہ وتر کی رکعتوں کی تعداد کتنی ہے۔

بحث اول: وتر کی حیثیت

وتر کے واجب ہونے یا سنت ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا یہ نماز واجب ہے یا سنت ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ وتر سنت ہے، واجب نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہے اور فرض وسنت کے درمیان ایک درجہ ہے، جس کو واجب کہتے ہیں، جو عملاً فرض کی طرح ہے اور اعتقاداً واجب ہے۔ واجب کے اس درجہ کو امام ابوحنیفہؒ نے متعارف کرایا ہے، کیونکہ اثبات احکام کے دلائل چار ہیں تو اس سے ثابت احکامات بھی چار قسم پر ہونے چاہئیں، مثلاً (۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ (۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ (٤) ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ (٤) ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ۔ ان دلائل سے فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ، سنن زوائد و مستحباب ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا فرض کے ساتھ ایک درجہ وجوب کا بھی ہے جو عملاً فرض کی طرح ہے، لیکن اعتقاداً فرض نہیں، بلکہ واجب ہوتا ہے، جس کا منکر کافر نہیں گمراہ ہو جاتا ہے۔ جمہور بھی وتر میں اس درجہ کو مانتے ہیں، لیکن زبان سے واجب کا اعلان نہیں کرتے ہیں، کیونکہ وہ حضرات وتر کو سنتوں سے زیادہ اہم مانتے ہیں اور فرض سے کم درجہ میں مانتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اسی کو واجب کہتے ہیں، مگر جمہور اس کی تصریح نہیں کرتے ہیں۔

جمہور کے دلائل:

جمہور نے وتر کی سنیت پر کئی دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(۱): ان کی پہلی دلیل حضرت علیؓ کا فرمان ہے، آپ سے کسی نے وتر کی حیثیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا "الوتر ليس بحتم كصلوتكم المكتوبة و لكن سن رسول الله صلى الله عليه و سلم" (رواہ الترمذی ج ا ص ۱۰۳)

(۲): جمہور کی دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جو مشکوۃ ص ۱۱۳ پر مذکور ہے اور اس باب کی حدیث نمبر ۲۳ ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن مالك بلغه ان رجلا سأل ابن عمر عن الوتر أ واجب هو فقال عبد الله قد اوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم و اوتر المسلمون" یہاں بار بار سوال کے جواب میں حضرت ابن عمر نے واجب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

(۳): جمہور کی تیسری دلیل طلحہ بن عبیداللہ کی حدیث ہے، جس میں ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ نمازوں کے علاوہ کسی نماز کا پوچھا کہ "هل على غير هن؟" اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا الا ان تطوع" (رواہ مسلم) اس سے معلوم ہوا کہ پانچ فرائض کے علاوہ کوئی نماز ضروری اور واجب نہیں، بلکہ سب تطوع اور نفل ہیں۔

(۴): جمہور نے عقلی دلیل سے بھی استدلال کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ چند علامات ایسی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر سنت ہے، واجب نہیں ہے، مثلاً اس کیلئے کوئی مستقل وقت نہیں، بلکہ عشاء کے تابع ہے، دوسری علامت یہ کہ اس کیلئے کوئی اذان واقامت نہیں ہے، تیسری علامت یہ کہ اس کیلئے کوئی جماعت نہیں، ہاں رمضان میں تراویح کی متابعت میں جماعت ہوتی ہے، ورنہ نہیں۔ یہ تمام علامات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل

امام ابوحنیفہؒ وجوب وتر کے قول میں تنہا اور اکیلے نہیں ہیں، بلکہ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، ابراہیم نخعیؒ، یوسف بن خالد سمتی، سحنون،

سعید بن میسّب، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، ضحاک، مجاہد اور حسن بصری جیسے اکابر کی جماعت بھی وجوب وتر کے قائل ہے۔ ان حضرات کے پاس بہت سے دلائل ہیں، چند کا ذکر کافی ہے۔

(۱): امام ابوحنیفہ ؒ کی پہلی دلیل حضرت بریدہؓ کی حدیث ہے، جو مشکوٰۃ ص نمبر ۱۱۳ پر مذکور ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: "الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الخ" (رواہ ابوداؤد)

یہاں حق بمعنی واجب ہے اور فلیس منا کی وعید شدید وجوب کی دلیل ہے۔

(۲): امام ابوحنیفہ ؒ کی دوسری دلیل مشکوٰۃ ص ۱۱۲ پر حضرت ابوایوب کی حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "الوتر حق علی کل مسلم الخ" (ابوداؤد)

(۳): امام ابوحنیفہ ؒ کی تیسری دلیل مشکوٰۃ ص ۱۱۲ پر حضرت خارجہ بن حذافہ کی حدیث ہے، جس کے چند الفاظ یہ ہیں:

"قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و قال ان اللہ امدکم بصلاۃ ھی خیر لکم من حمر النعم الوتر" (ترمذی و ابوداؤد) وجوب وتر کیلئے اس حدیث سے طرز استدلال اس طرح ہے کہ یہاں "امدکم" کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک مزید نماز عطا فرمائی ہے۔ تمہاری مزید امداد کی ہے۔ مزید اور مزید علیہ کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مزید کے لئے ضروری ہے کہ مزید علیہ کا انصرام وانقطاع واختتام ہو جائے، جب تک مزید علیہ محدود متعین نہ ہو اور وہ انتہاء تک نہ پہنچا ہو، اس پر مزید کے زائد ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر مزید علیہ یہاں سنن ونوافل کو لیا جائے تو یہ صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ نوافل کیلئے کوئی حد نہیں کہ ان پر نوافل کا انقطاع آجائے اور وتر کو اس پر بڑھایا جائے، معلوم ہوا کہ امدکم کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ مزید علیہ سنن ونوافل نہیں، بلکہ فرائض ہیں اور فرائض پر اللہ تعالیٰ نے ایک مزید نماز عطا فرمادی، جو واجب ہے اور وہی وتر ہے۔

نیز اس روایت میں جس طرح اہتمام وتاکید کے ساتھ اس نماز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، وہ بھی وجوب کی طرف اشارہ ہے۔

(۴): امام ابوحنیفہ ؒ کی چوتھی دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۱۳ ہے، جس میں "فأوتروا یا اھل القرآن" کے الفاظ ہیں۔ جس میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب کی دلیل ہے۔

(۵): امام ابوحنیفہ ؒ کی پانچویں دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۱۵ ہے، جس میں "من نام عن وترہ فلیصل اذا اصبح" کے الفاظ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وتر قضاء ہو جائے تو اس کا لوٹانا ضروری ہے، یہ بھی دلیل وجوب ہے۔

(۶): امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ تارک وتر کے بارے میں فرماتے ہیں: "یعزر تارك الوتر و لا تقبل له شهادة ابدا" یہ فتویٰ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی وتر واجب ہے، مگر صرف نام رکھنے میں فرق ہے۔ یہ حضرات واجب کے بجائے سنت نام رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ واجب نام رکھتے ہیں، ورنہ عملی طور پر سب کا موقف ایک ہے۔

جواب:

جمہور نے جو حضرت علیؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی کہتے ہیں کہ وتر فرض نہیں ہے اور اس روایت کا

مطلب بھی یہی ہے کہ وتر فرض نہیں، بلکہ واجب ہے۔ "حتم" کا لفظ فرض کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

جمہور نے جو ابن عمرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ روایت جمہور کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ سائل نے بار بار سوال کیا ہے کہ کیا وتر فرض ہے یا واجب ہے؟ جواب میں حضرت ابن عمرؓ نے نہ سنت کا لفظ بول کر جواب دیا ہے نہ فرض کہا ہے، نہ واجب کہا ہے، وہ سنت کے اطلاق سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور فرض کا اطلاق بھی نہیں کرتے ہیں اور اس وقت تک چونکہ واجب کا رتبہ ظاہر نہیں ہوا تھا، کیونکہ اس وقت کوئی دلیل ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ یا قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ نہیں تھی تو واجب کا درجہ نہیں تھا، یہ درجہ بعد میں ظاہر ہو گیا ہے۔ باقی اعرابی کا واقعہ ابتدا کا ہے، جبکہ وتر کا حکم نہیں آیا تھا، اس میں تو عیدین کی نماز کا ذکر بھی نہیں ہے، حالانکہ جمہور عیدین کے وجوب کو مانتے ہیں، باقی ان کا یہ استدلال کہ وتر کیلئے وقت نہیں، اذان واقامت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عشاء کا وقت وتر کا وقت ہے اور وتر عشاء کی نماز کے تابع ہے، لہٰذا الگ اذان واقامت کی بھی ضرورت نہیں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ جس نماز کیلئے اذان واقامت نہ ہو وہ سنت ہوگی، عیدین کیلئے کہاں اذان واقامت ہیں؟ حالانکہ وہ واجب ہیں۔

بحث دوم وتر کی رکعتوں کی تعداد

"صلی رکعة واحدة" وتر کے مسئلہ میں دوسرا بڑا اختلاف اس کی رکعتوں کی تعداد میں ہے کہ آیا وتر کی ایک رکعت ہے یا تین ہیں یا پانچ ہیں یا کتنی ہیں، روایات میں کئی قسم کے اقوال کی وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہو گیا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں، لیکن دو سلاموں کے ساتھ ہیں اور یہ سلام سجدہ سہو کے سلام کی طرح قاطع صلوٰۃ نہیں ہے، امام احمدؒ کے نزدیک حقیقۃً اور اصلاً وتر ایک رکعت ہے، لیکن اس سے پہلے دو رکعت کا شفعہ لازم ہے، یعنی وتر تب ادا ہوگی کہ اس سے پہلے دو رکعت کا شفعہ ہو تا کہ ایک رکعت اس کیلئے موتر بن جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک وتر ایک رکعت بھی جائز ہے، جو ادنیٰ درجہ ہے اور تین بھی جائز ہیں جو افضل درجہ ہے اور ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ جائز ہیں۔ امام حنیفہؒ کے نزدیک صلوٰۃ وتر جو ایک مخصوص نماز ہے، وہ تین رکعات ہیں، تین رکعات سے وتر کم نہیں ہیں اور نہ زیادہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک مآل کے اعتبار سے عملی طور پر احناف کے مسلک کی طرح ہے، یہ اختلاف کوئی واضح اختلاف نہیں ہے، اصل اختلاف امام شافعیؒ کے ساتھ رہ گیا ہے، اسی کا بیان کیا جائے گا۔

دلائل

ایک رکعت وتر ثابت کرنے کے لئے امام شافعیؒ نے مشکوٰۃ ص ۱۱۳ پر حضرت نافع کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں "اوتر بواحدة" کے الفاظ آئے ہیں۔ امام شافعیؒ کی دوسری دلیل مشکوٰۃ ص ۱۱۲ پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ اس میں حضرت معاویہؓ کی ایک رکعت وتر کا تذکرہ جب حضرت ابن عباسؓ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ صحابی رسول بھی ہیں اور فقیہ بھی ہیں، اس لئے ان کو ان

کے حال پر چھوڑ دو۔ امام شافعیؒ کی تیسری دلیل مشکوٰۃ ص ۱۱۲ پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی ہے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن ابی قیس کی روایت نمبر ۱۱ بھی ہے۔ ان دونوں روایتوں سے شوافع نے ایک سے لے کر تیرہ تک وتر ثابت کیا ہے۔

تین رکعات وتر کے اثبات پر امام ابوحنیفہؒ کے پاس بہت دلائل ہیں، چند ملاحظہ ہوں۔

(۱): امام ابوحنیفہؒ نے تین رکعات وتر کے اثبات کیلئے مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۶ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''وعنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشر رکعۃ منھا الوتر و رکعتا الفجر'' اس میں دو رکعت فجر کی ہیں، آٹھ رکعت تہجد کی ہیں اور تین رکعت وتر کی ہیں۔

(۲): ابوحنیفہؒ نے مشکوٰۃ شریف کے اسی صفحے پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں واضح طور پر یہ الفاظ آئے ہیں: ''ثم اوتر بثلاث'' اور یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ صفحہ ۲۶۱۔

(۳): امام ابوحنیفہؒ نے ابواب الوتر کی فصل ثانی کی عبدالعزیز بن جریج کی حدیث نمبر ۱۶ سے استدلال کیا ہے، جس میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کن کن سورتوں کو وتر میں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دوام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ پڑھتے تھے، دوسری رکعت میں سورت کافرون اور تیسری رکعت میں سورت اخلاص ومعوذتین پڑھتے تھے۔ یہ واضح تر دلیل ہے کہ وتر تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔

(۴): امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلی و قل یا ایھا الکافرون و قل ھو اللہ احد (ترمذی ونسائی)

(۵): علامہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں حاکم کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن''

(۶): حضرت ابن مسعودؓ سے دارقطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے، آپ نے فرمایا: ''وتر اللیل ثلاث کوتر النھار صلوۃ المغرب'' یہ روایت موقوف بھی ہے اور مرفوع بھی ہے، اگر موقوف ہو تو موقوف بھی ان جیسے سمعی مسائل میں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

(۷): حافظ ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری کی مرفوع حدیث اس طرح نقل کی ہے:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیرآء ان یصلی الرجل واحدۃ'' (نصب الرایہ)

امام محمدؒ نے موطا میں حضرت ابن مسعود کا یہ اثر نقل کیا ہے: ''ما اجزأت رکعۃ قط'' طحاوی میں ابوخالد کا یہ قول نقل کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو وہ فرمانے لگے کہ ہمیں صحابہ کرامؓ نے سکھایا اور سمجھایا کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں، ایک دن کے وتر ہیں، ایک رات کے وتر ہیں۔

(۸): امام ابوحنیفہؒ کی ایک مضبوط دلیل مشکوٰۃ ص ۱۱۳ پر حضرت علی کی حدیث نمبر 24 ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

”وعن علی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلاث یقرأ فیهن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة بثلاث سور آخرهن قل هو الله احد“

اس حدیث میں بالکل تصریح موجود ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور ہر رکعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین تین سورتیں پڑھا کرتے تھے، جس میں نوسورتیں مکمل ہو جاتی تھیں۔

جواب

جہاں اوتر بواحدة کالفظ آیا ہے تو اوتر طاق بنانے کے معنی میں ہے کہ شفعہ کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیا، ایک رکعت پڑھنے کا ذکر کہیں بھی نہیں، یعنی صلی بواحدة کے الفاظ نہیں، بلکہ اوتر بواحدة کے الفاظ ہیں اور جن روایات میں پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعات کا ذکر ہے تو وہاں وتر تین ہیں، باقی تہجد کی نماز مراد ہے۔ وتر کا اطلاق تہجد پر ہوتا بھی ہے ”توتر ما قد صلی“ مندرجہ بالا تحقیق کیلئے دلیل ہے، باقی حضرت معاویہؓ کی روایت کا جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں ہے، خود حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کے اس عمل کو ناقابل عمل قرار دے کر چھیڑ چھاڑ سے لوگوں کو روکا ہے اور خود اس معاشرے کے لوگوں کا حضرت معاویہؓ کے عمل کو تعجب کی نظر سے دیکھنا اور سوال اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت ایک رکعت وتر کا تصور نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تین رکعات وتر پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا ہے۔ نیز احتیاط بھی اسی میں ہے کہ تین رکعات پڑھ لی جائیں، کیونکہ ایک رکعت تین کے اندر ہے اور تین ایک کے اندر نہیں ہیں۔ نیز تمام فقہاء نے تین رکعات وتر کو افضل قرار دیا ہے تو اسی اتفاقی افضل صورت پر اتفاق کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ غیر مقلدین کو چاہئے کہ وہ فقہاء کرام کے متفقہ فیصلے کا احترام کریں اور ایک رکعت وتر کی ضد چھوڑ دیں، کچھ ہمت کر کے آگے بڑھیں اور تین وتر پڑھیں۔ زیر نظر حدیث بلکہ اس پورے باب میں جہاں جہاں ایک رکعت وتر کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ اس ایک رکعت سے پہلے دو رکعت کا شفعہ ہے، اس شفعہ کو اس رکعت نے طاق بنا کر تین رکعت وتر بنا دی ہے، اس لفظ کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں صرف ایک رکعت پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے، گویا الوتر رکعة کا مطلب اسی طرح ہے جس طرح حدیث میں ہے کہ الحج عرفة تو صرف عرفہ تو حج نہیں، بلکہ عرفہ کے ساتھ حج کا پورا نقشہ مراد ہے۔

۱۷۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (ح)- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ (ح) وَحَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِرَكْعَةٍ.

حضرت سالم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق

دریافت کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب صبح ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ سے (آخری دو رکعتوں کو) وتر بنالے۔

۱۷۴۹ – وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَحُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رات کی نماز دو رکعت ہے جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنالے۔

۱۷۵۰ – وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّائِلِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ قَالَ: مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَصَلِّ رَكْعَةً وَاجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِكَ وِتْرًا. ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ وَأَنَا بِذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي هُوَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ.

حضرت سالم اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سائل کے درمیان میں تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ فرمایا: دو دو رکعات، جب صبح کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لے اور اپنی آخری نماز کو وتر بنالے' پھر سال بھر کے بعد ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کیا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی جگہ پر تھا (یعنی دونوں کے درمیان تھا) مجھے نہیں معلوم کہ سائل وہی شخص تھا یا کوئی اور تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہی جواب دیا۔

تشریح:

"و اجعل آخر صلوتک وترا" یعنی اپنی نماز کے آخر کو وتر اور طاق بناؤ، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وتر ایک رکعت نہیں ہے، بلکہ رات کی نماز دو دو رکعت ہیں، اسی نماز کے آخری شفعہ کے ساتھ ایک رکعت ملا کر آخری صلوٰۃ تین رکعت وتر بن جائیں گے، اگر وتر صرف ایک رکعت پڑھنے کا حکم ہوتا تو کلام کا اسلوب اس طرح ہوتا: "فليجعل الوتر آخر صلوة" یعنی صرف وتر کو آخر نماز بناؤ، یعنی سابق شفعہ سے ملائے بغیر ایک رکعت پڑھو۔ (فتح الملہم) اس حدیث میں اور اس کے بعد اس باب کی اکثر احادیث میں اسی طرح جملہ

آیا ہے، جس سے واضح طور پر تین وتر ثابت ہو جاتے ہیں اور یہ تمام روایات احناف کے دلائل ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں، البتہ یہ تذکرہ نہیں ہے کہ یہ ایک سلام کے ساتھ تھا۔ بہر حال فقہاء کرام میں سے جس نے جو مسلک اپنایا ہے، اس کیلئے کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے، کسی فقیہ کے مسلک کو صفحہ ہستی سے مٹایا نہیں جاسکتا ہے، لہٰذا تین رکعات وتر کی طرح ایک رکعت کا کچھ نہ کچھ وجود ہے، مگر سب کے نزدیک تین رکعات افضل ہیں۔ "علی رأس الحول" یعنی سال کے آخر میں ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر سوال کیا اور میں اسی مکان میں اسی طرح موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی طرح جواب دیا، اب یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ وہی شخص تھا جس نے ایک سال پہلے سوال کیا تھا یا کوئی اور شخص تھا۔

۱۷۵۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ وَعِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ (ح) - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَا بِمِثْلِهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ وَمَا بَعْدَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا رات کی نماز کس طرح ہے۔؟ پھر آگے سابقہ روایت کی طرح حدیث بیان کی لیکن اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ پھر اس آدمی نے سال کے بعد دوبارہ دریافت کیا۔

۱۷۵۲ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ - قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ - أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وتر کی نماز صبح کو پڑھنے میں جلدی کرو'' (تا کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے وتر فوت نہ ہو جائے)

۱۷۵۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ مَنْ صَلَّى مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وِتْرًا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِذَلِكَ.

نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا: ''جو شخص رات میں نماز پڑھے (تہجد کی) اسے چاہئے کہ اپنی آخری نماز وتر کو بنائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

۱۷۵٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلاَتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بنالو۔''

۱۷۵۵ – وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ آخِرَ صَلاَتِهِ وِتْرًا قَبْلَ الصُّبْحِ كَذٰلِكَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رات کو نماز پڑھے تو اپنی نماز کے آخر میں صبح سے پہلے وتر پڑھے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم فرمایا کرتے تھے۔

۱۷۵۶ – حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مِجْلَزٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

ابو مجلزؒ حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وتر آخیر رات میں ایک رکعت ہے۔''

تشریح:

''الـوتـر ركـعة'' یعنی حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے، لیکن اس کے ساتھ دو رکعتوں کا شفعہ ملانا ہوگا، جس طرح اکثر روایات میں ''توتر له ما قد صلى'' کے الفاظ آئے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: ''اى الوتر حقيقة ركعة واحدة بها يوتر المصلى صلوته الا انها لا تودى مفردة بل مضمونة الى المثنى الاخير من الليل فقوله الوتر ركعة كقوله صلى الله عليه و سلم الحج عرفة اه'' (فتح الملهم)

میں نے اس سے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ دیگر فقہاء کے مسلک کو بالکل مٹایا نہیں جا سکتا ہے، امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ وتر ایک رکعت ہے، لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ پہلے شفعہ ہو۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں، لیکن درمیان میں ایک سلام ہوگا۔ احناف نے ''فأوترت له ما صلى'' کو مفسر قرار دیا ہے، لہٰذا اسی کی روشنی میں اس مجمل کو دیکھنا ہوگا۔

۱۷۵۷ – وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

ابو مجلزؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کر رہے تھے، آپ کا فرمان ہے: ''وتر آخیر رات میں ایک رکعت ہے۔''

۱۷۵۸ – وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ: سَأَلْتُ

ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

ابومجلز بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے: وتر آخر رات میں ایک رکعت (کی وجہ سے) ہے اور ابن عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وتر آخر شب میں ایک رکعت (ملانے کی وجہ سے) ہے۔

۱۷۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أُوتِرُ صَلَاةَ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى فَلْيُصَلِّ مَثْنَى مَثْنَى فَإِنْ أَحَسَّ أَنْ يُصْبِحَ سَجَدَ سَجْدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى .قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ .وَلَمْ يَقُلِ ابْنِ عُمَرَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (عبید اللہ وغیرہ اپنے صاحبزادوں) سے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اس نے کہا یا رسول اللہ! میں رات کی نماز میں وتر کیسے کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص صلوۃ اللیل پڑھے اسے چاہئے کہ دو دو رکعت پڑھے پھر جب اسے احساس ہو کہ صبح ہونے کو ہے تو ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی ساری نماز کو وتر بنا دے گی۔''

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أَأُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَائَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ - قَالَ - قُلْتُ إِنِّي لَسْتُ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ .قَالَ إِنَّكَ لَضَخْمٌ أَلَا تَدَعُنِي أَسْتَقْرِءُ لَكَ الْحَدِيثَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ كَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ .قَالَ خَلَفٌ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلَاةِ.

انسؓ بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا اور پوچھا کہ فجر کی نماز سے قبل دو رکعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے میں ان میں لمبی قرأت کروں؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعت کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ایک رکعت وتر کے طور پر پڑھتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں اس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھ رہا ہوں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم تو واقعی موٹے ہو (یعنی تمہاری عقل موٹی ہے کہ ابھی پوری بات سنی نہیں اور

درمیان میں بول پڑے) کیا مجھے پوری حدیث بیان کرنے کا موقع بھی نہیں دو گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت بطور وتر کے پڑھا کرتے تھے پھر صبح سے قبل دو رکعات ایسے وقت پڑھتے کہ گویا اذان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں ہے (یعنی بالکل تکبیر کے وقت وہ دو رکعات پڑھتے جو یقیناً مختصر ہوں گی) خلف نے اپنی روایت میں صرف ارایت الرکعتین قبل الغداۃ کا لفظ بیان کیا ہے اور نماز کا تذکرہ نہیں کیا۔

تشریح:

"أرئیت الرکعتین" یعنی انس بن سیرین نے ابن عمرؓ سے کہا کہ آپ مجھے بتادیں کہ فجر کی نماز سے پہلے میں جو دو رکعت سنت پڑھتا ہوں، کیا میں اس میں لمبی قرأت کروں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث بیان کرنا شروع کردی تو راوی انس بن سیرین نے کہا کہ حضرت محترم! میں آپ سے رات کے نوافل کا نہیں پوچھتا ہوں، بلکہ فجر کی دو سنتوں کا پوچھتا ہوں۔ "قال انک لضخم" یعنی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تو موٹا آدمی ہے اور موٹا آدمی ذہین نہیں ہوتا ہے، بلکہ غبی اور کند ذہن ہوتا ہے۔ "الا تدعنی" کیا تم مجھے چھوڑتے نہیں ہو، مہلت نہیں دیتے ہو کہ میں اپنی بات کو مکمل تو کرلوں؟ "استقری لك الحدیث" یعنی حدیث پڑھ کر سنانے کا موقع نہیں دیتے ہو کہ میں حدیث مکمل تو کرلوں تاکہ تمہارا جواب تم کو مل جائے؟ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس کلام سے حضرت ابن عمرؓ نے پھر نئے سرے سے حدیث بیان کرنا شروع کی۔ "کأن الأذان" قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں اذان سے اقامت مراد ہے، یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ دو رکعات بہت مختصر پڑھی ہوگی، کیونکہ وقت بہت کم ہوتا تھا، ساتھ والی روایت میں "به به انك لضخم" کے الفاظ ہیں۔ بہ بہ اور مہ مہ ایک جیسے ہیں، یہاں ان الفاظ کا ترجمہ ہے، ٹھہرو ٹھہرو تم تو واقعی موٹے کند ذہن ہو۔ 'قال خلف' یعنی خلف راوی نے اپنی روایت میں قبل الغداۃ کا لفظ استعمال کیا ہے اور صلوۃ الغداۃ کا لفظ نہیں بولا، جس طرح انس بن سیرین نے بیان کیا ہے۔

۱۷۶۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ. بِمِثْلِهِ وَزَادَ وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ. وَفِيهِ فَقَالَ بَهْ بَهْ إِنَّكَ لَضَخْمٌ.

انسؒ بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا وتر کے بارے میں آگے سابقہ حدیث کی مانند ذکر فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا، اخیر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت بطور وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا: ٹھہرو ٹھہرو! تم تو واقعی موٹے ہو۔

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا رَأَيْتَ أَنَّ الصُّبْحَ يُدْرِكُكَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ. فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ مَا مَثْنَى مَثْنَى قَالَ أَنْ يُسَلِّمَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔

پھر جب تم صبح کے آثار دیکھو تو ایک رکعت پڑھ کر وتر کرلو عمرؓ سے کہا گیا کہ دو دو سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرو۔

۱۷۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبح سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔''

۱۷۶۴- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو نَضْرَةَ الْعَوَقِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: أَوْتِرُوا قَبْلَ الصُّبْحِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: صبح سے قبل وتر پڑھ لو۔''

باب من خاف أن لايقوم آخر الليل فليوتر أوله

جن کو رات کے آخری حصہ میں نہ اٹھنے کا ڈر ہو وہ پہلے حصہ میں وتر پڑھے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۷۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ .وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ مَحْضُورَةٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اخیر شب میں بیدار نہ ہو سکے گا اسے چاہئے کہ اول شب میں ہی وتر پڑھ لے اور جسے اخیر شب میں اٹھنے کی آرزو ہو تو اسے چاہئے کہ اخیر رات میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہی افضل ہے۔

۱۷۶۶- وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ- وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ- عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَيُّكُمْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ ثُمَّ لِيَرْقُدْ وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ فَإِنَّ قِرَائَةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: تم میں سے جس کو بھی آخر رات میں نہ اٹھنے کا اندیشہ ہو اسے چاہئے کہ وتر پڑھ کر سوئے اور جسے آخر شب میں اٹھنے پر یقین ہو وہ اخیر وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی قرأت میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

تشریح:

"محضورة" اس سے پہلے روایت میں "مشهودة" کا لفظ ہے، دونوں کا معنی و مطلب ایک ہی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ فرشتے یا رحمت کے الگ فرشتے ہیں یا اس سے دن رات میں ڈیوٹی پر مقرر فرشتے مراد ہیں۔ یہ قرآن سننے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور رحمت کی دعائیں دیتے ہیں۔ ﴿ان قرآن الفجر كان مشهودا﴾ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے، بہر حال جن لوگوں کو مکمل بھروسہ ہو کہ وہ رات کو اٹھ سکتے ہیں تو وہ وتر کو مؤخر کریں۔ اس بہانے سے تہجد بھی پڑھ لیں گے، لیکن جو شخص اٹھ نہیں سکتا تو وہ پہلے وتر پڑھے تا کہ وتر قضاء نہ ہو جائے۔

باب افضل الصلوٰة طول القنوت

بہترین نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُنُوتِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بہترین نماز وہ ہے جس میں قنوت طویل ہو (طول قیام ہو، قنوت کا لفظ دعا، سکوت، طاعت عبادت اور خشوع وغیرہ کئی معانی کو شامل ہے)

۱۷۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ قَالَ: طُولُ الْقُنُوتِ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا: طویل قیام والی۔ ابوبکرؒ نے حدثنا ابو معاویه کے بجائے عن الاعمش کہا ہے۔

تشریح:

"قال طول القنوت" قنوت کا لفظ کئی معانی پر بولا جاتا ہے۔ قیام، خشوع، عبادت، دعا، سکوت اور طاعت سب پر مشترک طور پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہاں حدیث میں قنوت سے طول قیام مراد ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قنوت سے طول قیام مراد ہے۔ یاد رہے کہ صرف قیام کو فضیلت حاصل نہیں، بلکہ اس سے وہ قیام مراد ہے، جس میں طول قرأت ہو تو لمبی قرأت اور قیام میں محنت کی وجہ سے اس کو فضیلت کا درجہ حاصل ہے۔ نوافل میں طول قیام افضل ہے یا کثرت السجود افضل ہے، اس میں فقہاء کے دو فریق ہیں۔ شیخ مسروقؒ، ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، جمہور تابعینؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طول قیام افضل

ہے۔ زیر بحث حدیث ان حضرات کی دلیل ہے۔ ایک قول میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ فقہاء کا دوسرا فریق اس طرف گیا ہے کہ طول قیام کے مقابلے میں کثرت سجود زیادہ افضل ہے۔ بہت سارے صحابہؓ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی یہی رائے ہے۔ سجدہ کی فضیلت کی روایتوں سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ مسلم میں حدیث ہے:

"افضل الاعمال کثرة السجود" یہ بھی ان حضرات کی دلیل ہے۔

باب فی اللیل ساعة مستجابة

رات کے وقت قبولیت دعاء کی گھڑی

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۷۶۹ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات ہوتی ہے۔"

تشریح:

"لساعة" یعنی رات کے وقت ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں مسلمان آدمی کی دنیا اور دین کی ہر نیک دعا قبول ہوتی ہے اور یہ تمام راتوں کی فضیلت ہے، کسی ایک رات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اب یہ دعا کبھی حقیقۃً قبول ہو جاتی ہے اور مانگی ہوئی چیز فوراً مل جاتی ہے یا دیر سے مل جاتی ہے اور کبھی حکماً قبول ہوجاتی ہے کہ اس کا ثواب آخرت میں مل جاتا ہے یا کوئی آسمانی آفت ومصیبت اس دعا کی برکت سے ٹل جاتی ہے۔ **"وذلک کل لیلة"** کلَّ لیلة ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے، اصل عبارت اور پورا مطلب اس طرح ہے: "ای ذلك المذکور من ساعة الاجابة ثابت فی کل لیلة لا یتقید بلیلة مخصوصة فینبغی تحری تلك الساعة ما امکن کل لیلة کما ورد فی بعض الاحادیث: ان لربکم فی ایام دهرکم نفحات الا فتعرضوا لها" مطلب یہ ہے کہ یہ رات کوئی خاص رات نہیں، نہ یہ گھڑی کسی خاص رات میں ہے، بلکہ زمانہ کی تمام راتوں میں یہ گھڑی موجود ہے، لہٰذا عاشقین پر لازم ہے کہ وہ رات کے اوقات سے فائدہ اٹھائیں، کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

اللیل للعاشقین ستر یا لیت اوقاتها تدوم

اس گھڑی کو پوشیدہ رکھا گیا ہے، یہ اسی طرح ہے جس طرح لیلۃ القدر کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور جمعہ کے دن بھی ایک گھڑی کو پوشیدہ رکھا گیا

ہے اور صلوٰۃ الوسطی کو پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان تمام اوقات کی قدر کرے اور عبادت میں سستی نہ کرے اور عبادت کو کسی خاص وقت میں بند نہ کرے اور کسی وقت سے مایوس ہو کر عبادت میں کوتاہی نہ کرے، جس طرح کسی نے کہا ہے: ''ہر شب شب قدر است اگر قدر می دانی'' یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے، جو رات کو دن سے افضل قرار دیتے ہیں، کیونکہ مقبولیت کی یہ گھڑی ہر رات میں ہے، مگر دنوں میں صرف جمعہ میں ہے، عام دنوں میں نہیں ہے۔

۱۷۷۰ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول اجلال فرماتے ہیں جب اخیر کی ایک تہائی رات رہ جائے اور فرماتے ہیں کہ: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو اس کی دعا قبول کروں اور کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے تو اسے عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو اس کی مغفرت کروں۔

باب الترغيب فی الدعاء فی آخر الليل

رات کے آخری حصہ میں دعاء کی فضیلت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات اول تہائی شب گزرنے کے بعد آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں بادشاہ ہوں کون ہے جو مجھے پکارتا ہے تو اس کی پکار کو سنوں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت کا خواستگار ہو کہ اس کی مغفرت کروں۔ اسی طرح مسلسل یہ اعلان ہوتا ہے فجر کے روشن ہونے تک۔''

تشریح:

''ابو عبد الله الاغر'' اس راوی کا نام سلمان ثقفی ہے، اغر میں را پر شد ہے اور مشہور کو کہتے ہیں۔ یہ ان کا لقب ہے۔

''ینزل ربنا '' یعنی ہر رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں۔ نزول کے ان الفاظ سے اہل حق اور اہل

باطل نے اپنے اپنے مطالب اور مقاصد کو اخذ کیا ہے۔ اہل حق نے تو حق کا راستہ اپنایا ہے، مگر اہل باطل مزید گمراہی کی طرف چلے گئے ہیں، چنانچہ اہل باطل کے کئی فرقے ہیں، پہلے اسی کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱): اہل باطل کا پہلا فرقہ:

اہل باطل کا یہ فرقہ ''موجہہ اور مجسمہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے باقاعدہ جہت ہے اور وہ جہت علو ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہی کی جانب میں ہے۔ ان لوگوں نے زیر بحث حدیث کے مذکورہ الفاظ سے استدلال کیا ہے۔ جمہور اہل سنت نے اس عقیدہ کو مسترد کیا ہے اور کہا ہے کہ جہت کے ساتھ تحیز لازم آئے گا اور تحیز کے ساتھ تجسم لازم آئے گا اور تجسم کے ساتھ ترکب لازم ہے اور ترکب کے ساتھ حدوث لازم ہے اور حدوث کے ساتھ فنا اور زوال لازم ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وراء الوراء ہے "تعالی الله عن ذلك علوا كبيراً"

(۲): اہل باطل کا دوسرا فرقہ:

اہل باطل میں سے دوسرا فرقہ "مُشَبِّة" کا فرقہ ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کی تشبیہ اس کی مخلوقات کے ساتھ دی ہے کہ جس طرح دوسری مخلوقات کا نقل وحمل ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہے۔ "تعالى الله عن ذلك علوا كبيراً"

(۳): اہل باطل کا تیسرا فرقہ:

اہل باطل میں سے تیسرا فرقہ خوارج ومعتزلہ کے لوگ ہیں۔ ان لوگوں نے نزول وغیرہ کی ان تمام نصوص کا انکار کیا ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم میں ان جیسی آیات میں ان لوگوں نے بے جا تاویلات کی ہیں۔ یہ مکابرہ ومجادلہ یا جہالت کی وجہ سے ہے اور یا عناد کی وجہ سے ہے۔

(۴): جمہور اہل حق کا موقف:

چوتھا فریق اہل حق کا ہے، ان میں سے جمہور سلف صالحین، فقہاء کرام امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، اوزاعی شامؒ اور شیخ لیثؒ کا موقف اور مسلک یہ ہے کہ ان نصوص کو اپنے ظاہر پر مانا جائے اور کوئی تاویل نہ کی جائے اور بلاکیف اور بلا تشبیہ ان پر ایمان لایا جائے اور "ما يليق بشانه" کہہ کر حقیقت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑا جائے۔ امام مالکؒ متشابہات میں سے استویٰ علی العرش کے بارے میں ایک اصولی ضابطہ اس طرح پیش کرتے ہیں: "الاستوىٰ معلوم و الكيفية مجهولة و السوال عنها بدعة" امام بیہقی کی عبارت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں اس طرح نقل کی ہے:

"قال البيهقي و اسلمها الايمان بلا كيف و السكوت عن اطراد الا ان يرد ذلك من الصادق فيصار اليه و من الدليل على ذلك اتفاقهم على ان التاويل المعين غير واجب فحينئذ التفويض اسلم" (فتح الملهم)

(۵): اہل تاویل کا موقف:

متشابہات کے بارے میں پانچواں موقف اہل تاویل حضرات کا ہے جو شرعی اور لغوی اور استعمال عرب کی روشنی میں ان کلمات میں تاویل

کرتے ہیں۔ متاخرین علماء اور متکلمین نے تاویل کا راستہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ ملحدین ومفسدین کے اعتراضات کا جواب ہو جائے اور ان کو سمجھانے کا ایک راستہ بن جائے، اگر چہ وہ تاویل متعین اور یقینی نہیں ہوتی ہے، صرف قناعت کی حد تک افہام وتفہیم ہوتی ہے۔

علامہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ اہل بدعت نے تو متشابہات کی نصوص کو رد کر دیا اور سلف صالحین نے ان نصوص کو ظاہر پر جاری کر کے تاویل کے بغیر قبول کر لیا اور ایک قوم نے اس میں تاویل کر دی، میں اسی تاویل کے قول کو قبول کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کی شرح منۃ المنعم میں علامہ صفی الرحمٰن لکھتے ہیں:

"ینزل ربنا" نزولاً یلیق بجنابه المقدس و هو مذهب السلف الائمة الاربعة و غیرهم ای الایمان بما ورد عن طریق الاجمال مع تنزیه الله تعالیٰ عن الکیفیة و التشبیه و ذهبت طائفة المتکلین و المتاخرین الی تأویله بأحد امرین الاول معنی "ینزل ربنا" ینزل امره لبعض ملائکته و الثانی ان المراد منه الاقبال علی الداعی بالاجابة و اللطف و الرحمة و قبول المعذرة و الحق هو ما ذهب الیه السلف، قال البیهقی و اسلمها الایمان بلا کیف و السکوت عن المراد الا ان یرد ذلك عن الصادق فیصار الیه۔" (کذا فی الفتح لابن حجر)

متشابہات سے متعلق اس پورے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ متشابہات دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جن کا معنی بھی معلوم نہیں ہے اور معنی مراد بھی معلوم نہیں ہے، جیسے قرآن کی سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ہیں۔ اس کے بارے میں سلف کا یہ عقیدہ ہے کہ "الله اعلم بمراده بذلك" یعنی اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، ہمارا اس پر ایمان ہے۔ متشابہات کی دوسری قسم وہ ہے جن کے معانی معلوم ہیں، لیکن معنی مراد معلوم نہیں ہے۔ جیسے "ینزل ربنا" کے الفاظ ہیں۔ "وجه الله، ساق الله، ید الله، اصابع الرحمن" کے الفاظ ہیں۔ اس کے معنی تو معلوم ہیں، لیکن معنی مراد معلوم نہیں ہے۔ اس کے بارے میں سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ "ما یلیق بشانه تعالیٰ" یعنی جو معنی اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو، اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اس میں بعض متکلمین مناسب تاویل کرتے ہیں۔ یہ اختلاف بھی اس آیت سے پیدا ہو گیا ہے ﴿وما یعلم تاویله الا الله﴾ یہاں وقف لازم ہے۔ اس کے بعد ﴿والراسخون فی العلم﴾ کے الفاظ ہیں، جو حضرات وقف پر والراسخون فی العلم کے عطف کو مانتے ہیں، وہ تاویل کے قائل ہیں اور جو حضرات وقف لازم پر کلام کو ختم کر کے "والراسخون" کو الگ جملہ مانتے ہیں وہ تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

"فی هذا الحدیث و شبهه من احادیث الصفات مذهبان مشهوران: فمذهب جمهور السلف و بعض المتکلمین الایمان بحقیقتها علی ما یلیق به تعالیٰ و ان ظاهرها المتعارف فی حقنا غیر مراد و لا نتکلم فی تاویلها مع اعتقادنا تنزیه الله سبحانه عن سائر سمات الحدوث و الثانی مذهب اکثر المتکلمین و جماعة من السلف و هو محکی عن مالك و الاوزاعی انما لیتأول علی ما یلیق بها بحسب بواطنها الخ" (فتح الملهم)

۱۷۷۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ - وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ - عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُضِيءَ الْفَجْرُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات کا پہلا تہائی حصہ بیت جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ: ہے کوئی سائل کہ اسے دیا جائے، ہے کوئی پکارنے والا کہ اس کی پکار سنی جائے، ہے کوئی طالب مغفرت کہ اس کی مغفرت کی جائے اور یہ فجر تک ہوتا ہے۔"

تشریح:

"انا الملک انا الملک" یہ تکرار تاکید کیلئے ہے اور تعظیم کے لیے بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مطلق بادشاہ صرف میں ہوں۔ صرف میں ہوں۔ **"من ذا الذی یسألنی"** یعنی وہ کون شخص ہے جو مجھ سے مال کا سوال کرے، مجھے مصیبت کے وقت پکارے، مجھ سے مغفرت کا سوال کرے تا کہ میں اس کی ضرورت پوری کروں۔ صبح روشن ہونے تک اسی طرح کیفیت رہتی ہے۔ اس دوران اگر کوئی مصیبت زدہ ان اشعار کے ساتھ سوال کرے تو تجربہ گواہ ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ اشعار ایک نابینا عالم اور شیخ کی مناجات ہیں۔ اعراب کے ساتھ میں لکھ دیتا ہوں، رات کی مناجات میں پڑھیں اور شکر ادا کریں۔

يَا مَنْ يَرىٰ مَا فِي الضَّمِيرِ وَ يَسْمَعُ　　أَنْتَ الْمُعِدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ
يَا مَنْ يُّرَجّٰى فِي الشَّدَائِدِ كُلِّهَا　　يَا مَنْ إِلَيْهِ الْمُشْتَكىٰ وَ الْمَفْزَعُ
يَا مَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهٖ فِيْ قَوْلِ كُنْ　　أُمْنُنْ فَإِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ أَجْمَعُ
مَا لِيْ سِوىٰ فَقْرِيْ إِلَيْكَ وَسِيلَةٌ　　فَبِالْإِفْتِقَارِ إِلَيْكَ أَيْدِيْ أَرْفَعُ
مَا لِيْ سِوىٰ قَرْعِيْ لِبَابِكَ حِيْلَةٌ　　فَلَئِنْ رُّدِدْتُّ فَأَيَّ بَابٍ أَقْرَعُ
إِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ إِلَّا مُحْسِنٌ　　فَالْمُذْنِبُ الْعَاصِيْ إِلَى مَنْ يَّرْجِعُ
حَاشَا لِجُوْدِكَ أَنْ تُقَنِّطَ عَاصِياً　　فَالْفَضْلُ أَجْزَلُ وَ الْمَوَاهِبُ أَوْسَعُ
وَ مِنَ الَّذِيْ أَدْعُوْ وَ أَهْتِفُ بِاسْمِهٖ　　إِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقِيْرِكَ يُمْنَعُ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِهٖ　　خَيْرُ الْأَنَامِ وَ مَنْ بِهٖ يُتَشَفَّعُ

۱۷۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَضَى شَطْرُ اللَّيْلِ أَوْ ثُلُثَاهُ يَنْزِلُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهُ حَتَّى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدھی رات یا دو تہائی رات گزر جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ: ہے کوئی سائل کہ اسے دیا جائے، ہے کوئی پکارنے والا کہ اس کی پکار سنی جائے ہے کوئی طالب مغفرت کہ اس کی مغفرت کی جائے اور یہ فجر تک ہوتا ہے۔''

١٧٧٤ - حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ أَبُو الْمُوَرِّعِ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مَرْجَانَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْزِلُ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ أَوْ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الآخِرِ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ أَوْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ. ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَلَا ظَلُومٍ. قَالَ مُسْلِمٌ ابْنُ مَرْجَانَةَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمَرْجَانَةُ أُمُّهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں آدھی یا آخیر کی تہائی رات میں اور فرماتے ہیں کہ: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو اس کی دعا قبول کروں یا مجھ سے کوئی چیز مانگے تو اسے عطا کروں پھر فرماتے ہیں کہ کون ہے جو قرض دے (رب العالمین کو، اور وہ قرض دے گا ایسی ذات کو) جو نہ کبھی فقیر ہوگا نہ ہی ظلم کرے گا'' (قرض سے مراد اعمال طاعت ہیں، اور انہیں قرض اس واسطے فرمایا کہ جس طرح قرض کی واپسی مقروض کیلئے لازمی ہوتی ہے اس طرح اعمال طاعت کی جزا بھی لازماً حق تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔ اور دنیا میں تو مقروض کی طرف سے عدم ادائیگی کا اس کے فقیر ومحتاج ہونے کا اور ظلم کرنے کا خطرہ رہتا ہے کہ شاید وہ قرض واپس نہ کرے لیکن یہ قرض ایسی ذات کو دیا جا رہا ہے جو کبھی محتاج نہ ہوگی نہ ظلم کرے گی) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن مرجانہ سعید بن عبد اللہ ہے اور مرجانہ اس کی ماں ہے۔

١٧٧٥ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ: ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُومٍ وَلَا ظَلُومٍ.

حضرت سعد بن سعید رضی اللہ عنہ سے سابقہ روایت اس سند کے ساتھ منقول ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں کو دراز فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون قرض دیتا ہے اسے جو کبھی مفلس نہ ہوگا اور نہ کسی پر ظلم کرے گا۔

تشریح:

''ثم یبسط یدیه'' یعنی اللہ تعالیٰ انتہائی رحمت ومہربانی کے ساتھ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے ہیں کہ کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو

کبھی فقیر نہیں ہوگی اور نہ کبھی ظلم کرے گی۔ یہاں ہاتھ پھیلانے کے الفاظ وہی متشابہات میں سے ہیں، جن کے بارے میں تحقیق گزر چکی ہے۔ "ما یلیق بشانہ" کا مطلب لینا سلف کا عقیدہ ہے، یعنی ہاتھ پھیلاتے ہیں جو اس کے شایانِ شان ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے مراد کسی مسلمان غریب کو قرض دینا ہے یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی کرم کی وجہ سے اس کو قرض کے نام سے یاد کیا ہے، ورنہ اس کا سارا فائدہ تو اسی آدمی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔

"عدوم" اور عدیم، یہ عدم سے بنا ہے، فقیر اور بے مال ذات مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نہ فقیر ہے اور نہ بے مال ہے، لہٰذا تمہارے قرض کے ڈوبنے کا خطرہ نہیں ہے۔ "ولا ظلوم" یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ظالم نہیں ہے، لہٰذا تمہارے مال کے دبانے کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

۱۷۷۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ - وَاللَّفْظُ لِابْنَيْ أَبِي شَيْبَةَ - قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ يَرْوِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالاَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يُمْهِلُ حَتَّى إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الأَوَّلُ نَزَلَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ هَلْ مِنْ تَائِبٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ هَلْ مِنْ دَاعٍ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

حضرت ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب ابتدائی رات گزر جاتی ہے تو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ ہے کوئی طالب مغفرت؟ ہے کوئی تائب و رجوع کرنے والا؟ ہے کوئی سائل و مانگنے والا؟ ہے کوئی دعا مانگنے والا؟ یہاں تک کہ فجر ہو جاتی ہے۔"

تشریح:

"ثلث اللیل الاول" یہاں ثلث کا لفظ موصوف ہے اور الاول اس کی صفت ہے، یعنی رات کی پہلی تہائی میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور صبح تک محتاجین کو دعاء مانگنے کیلئے بلاتے ہیں۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا کہ اس مقام میں روایات میں بہت اختلاف ہے، اس روایت میں "اذا ذھب ثلث اللیل الاول" کے الفاظ ہیں، اس سے پہلے ایک روایت میں شطر اللیل کے الفاظ ہیں، جو نصف رات کے معنی میں ہے۔ ایک روایت میں "ثلث اللیل الآخر" کے الفاظ آئے ہیں، لہٰذا ان روایات میں اختلاف ہے اور تعارض ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس سوال کا ایک جواب قاضی عیاضؒ نے دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صحیح اور راجح روایت "حین یبقی ثلث اللیل الآخر والی" روایت ہے، جس کو بنیادی طور پر عام مشائخ نے قبول کیا ہے اور اکثر روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ قاضی عیاض نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ الفاظ کے اس اختلاف میں یہ احتمال ہے کہ "من یدعونی" کے الفاظ "ثلث اللیل الآخر" میں ہوں اور نزول کا وقت "ثلث اللیل الاول" میں ہو، یعنی اوقات کا تفاوت الفاظ کے تفاوت کی بنیاد پر ہو۔ علامہ نوویؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے ایک وقت بتایا گیا تو آپ نے اس کو نقل فرمایا، پھر دوسرے موقع میں آپ کو دوسرا وقت بتایا گیا تو آپ نے اس کو نقل فرمایا، جس صحابی نے جو سنا اس کو نقل کیا، یہ تضاد نہیں ہے۔

۱۷۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بِهَذَا الإِسْنَادِ .غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَنْصُورٍ أَتَمُّ وَأَكْثَرُ.

حضرت ابواسحاقؒ سے بھی سابقہ روایت اس سند سے مروی ہے مگر منصور کی روایت پوری اور مفصل ہے۔

باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح

قیام رمضان یعنی تراویح کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رمضان میں ایمان اور احتساب (اجر کے یقین) کے ساتھ قیام کرے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

تشریح:

"من قام رمضان" یعنی جس شخص نے رمضان کا قیام کیا اور اس کا اس قیام پر ایمان ہو کہ یہ حق ہے اور ثواب کی نیت سے قیام کررہا ہو، ریا کاری مقصود نہ ہو تو اس کے سابقہ سارے چھوٹے گناہ بغیر توبہ کے معاف ہوجائیں گے اور بڑے گناہ توبہ سے معاف ہوجائیں گے۔ اس جملہ کا یہ مطلب علامہ نوویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "ایماناً" ای تصدیقاً بانه حق معتقداً افضلیته "واحتساباً" ای طلب لثواب الآخرة لا لرياء اه لیکن دیگر شارحین نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ "ایماناً" ای لاجل ایمانه بالله، یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، تب قیام رمضان کررہا ہے، یعنی منافق نہیں ہے۔ دہریہ، کمیونسٹ، قادیانی، آغاخانی اور رافضی نہیں ہے۔ ایمان کی بنیاد پر عبادت کررہا ہے اور ثواب کی نیت رکھ رہا ہے، کوئی معاشرتی یا خاندانی رسم ورواج نہیں ہے، یہ مطلب زیادہ آسان اور واضح ہے۔

ماہِ رمضان میں تراویح کا بیان

قیامِ رمضان سے تراویح کی نماز مراد ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں "المراد بقيام رمضان التراويح" علامہ کرمانیؒ نے اتقان میں اس پر اجماع نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: اتفقوا على ان المراد بقيام رمضان صلوة التراويح (فتح الباری ج ٤ ص ٢١٧)

تراویح ترويحة کی جمع ہے اور ترویحہ راحت کے معنی میں ہے، چونکہ چار رکعت کے بعد نمازی استراحت وآرام کرتے ہیں، اس لئے اس نماز

کو تراویح کہا گیا ہے۔ یہاں قیام رمضان اور تراویح سے متعلق چند مباحث ہیں، جن کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

قیام رمضان سے متعلق پہلی بحث:

اس پر علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ "قیام اللیل" الگ نماز ہے اور "قیام شهر رمضان" الگ نماز ہے۔ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔ دونوں کے اوقات الگ الگ ہیں اور دونوں کے نام بھی الگ الگ ہیں۔ قیام اللیل تہجد کیلئے بولا جاتا ہے اور قیام شہر رمضان تراویح کیلئے خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا مناسب نہیں ہے کہ کچھ لوگ تراویح کو چھپانے اور دبانے کی غرض سے اس کو تہجد ہی کہہ دینا شروع کریں اور پھر کہہ دیں کہ رمضان اور غیر رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعات سے زیادہ نماز رات کو نہیں پڑھی، لہٰذا آٹھ رکعت سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں، خواہ اس کو تراویح کہہ دو یا اس کو تہجد کہہ دو۔ اس طرح گڈمڈ کرنا اور خلط مبحث کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہت سارے قرائن اور دلائل موجود ہیں کہ یہ الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں فرق ہے۔

پہلا فرق: بہت ساری احادیث میں اور فقہاء کے بے شمار کلام میں اور محدثین کے بے شمار عنوانات میں اس نماز کی اضافت بطور خاص رمضان کی طرف کی گئی ہے جیسے "قیام شهر رمضان" "سننت لكم قيامه" يرغب في قيام رمضان من قام رمضان ايماناً و احتساباً وغیرہ وغیرہ یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، لہٰذا یہ عام تہجد نہیں، بلکہ تراویح کی نماز ہے۔ حرمین شریفین میں آج کل تراویح کیلئے اس طرح کا اعلان ہوتا ہے: "صلوة القيام اثابكم الله"

دوسرا فرق: تہجد اور تراویح میں دوسرا فرق یہ ہے کہ دونوں کا وقت الگ الگ ہے۔ تراویح عشاء کے بعد ہے اور تہجد رات کے آخر یا بیچ میں ہوتی ہے۔

تیسرا فرق: تیسرا فرق یہ ہے کہ صلوٰۃ اللیل کی کبھی جماعت نہیں ہوتی، نہ اس کی کوئی ترغیب دی گئی ہے، جب کہ قیام رمضان کی جماعت ہوتی ہے اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔

چوتھا فرق: تہجد قرآن سے ثابت ہے اور تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے جیسے "و سننت لكم قيامه"

پانچواں فرق: تراویح ہو چکنے کے بعد تہجد کی نماز صحابہ کرامؓ نے اہتمام سے پڑھی ہے، اگر یہ ایک ہی چیز تھی تو تہجد کا اہتمام الگ کیوں ہوتا؟ آج کل بعض علماء تراویح اور وتر کے بعد رمضان میں سختی سے تہجد پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ یہ بہت غلط اقدام ہے۔

چھٹا فرق: امت کے فقہاء و محدثین اور دین کے ماہرین قیام اللیل کو تہجد اور قیام رمضان کو تراویح کہتے ہیں تو دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔ یہ چھ وجوہات ہیں، جن سے تراویح اور تہجد کے درمیان فرق آتا ہے۔

قیامِ رمضان سے متعلق دوسری بحث

احناف کے نزدیک تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (کذا فی المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۶) تراویح کے

سنت مؤکدہ ہونے پر بہت دلائل ہیں۔

(۱): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی، لوگ زیادہ ہوگئے تو آپ نے چھوڑ دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ مجھے خدشہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، جس کو تم نبھا نہ سکو گے، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

(۲): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وسننت لکم قیامه" یعنی قیام رمضان فرض نہیں، بلکہ روزے اللہ نے فرض کئے اور تراویح میری سنت ہے۔

(۳): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی بنیاد قائم فرمائی اور عذر کی وجہ سے اس پر عملی مواظبت نہیں کی، لیکن آپ کے بعد صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ اور امت کے فقہاء نے اس پر مواظبت فرمائی ہے جو سنت مؤکدہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قیامِ رمضان سے متعلق تیسری بحث

اب تیسری بحث یہ ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں اکیلے پڑھنا بہتر ہے۔ جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ اکٹھا پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ بعض علماء فقہاء کی رائے ہے کہ تراویح اکیلے گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ایک ایک روایت اس طرح بھی ہے۔ ان علماء نے پھر محاکمہ کیا ہے کہ اگر جماعت میں شریک نہ ہونے سے نمازی کیلئے تراویح میں سستی کا خطرہ نہ ہو اور ان کا مسجد میں نہ آنے کی وجہ سے جماعت کو نقصان پہنچنے کا بھی کوئی خطرہ نہ ہو تو اس شخص کیلئے مسجد میں آنا یا گھر میں پڑھنا دونوں برابر ہے، لیکن اگر کسی شخص کو خطرہ لاحق ہے کہ اگر مسجد میں نہ آیا تو تراویح چھوٹ جائے گی، سستی ہو جائے گی یا اس کی وجہ سے جماعت کو نقصان پہنچ جائے گا تو پھر اس کیلئے جماعت میں حاضر ہونا افضل و اولیٰ ہے۔ بہر حال اکثر احناف کے نزدیک تراویح کیلئے جماعت میں شامل ہونا سنت ہے۔ پھر احناف کے جمہور علماء تراویح کی جماعت کو سنت علی الکفایہ کہتے ہیں، مطلب یہ کہ اگر پورے محلّہ والوں سے تراویح کی جماعت ترک ہو جائے تو سارے گناہ گار ہوں گے۔ اگر بعض نے جماعت قائم کی تو باقی سے ذمہ ساقط ہو جائے گا۔ بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک جماعت قائم فرمائی، پھر چھوڑ دیا، صدیق اکبرؓ کے عہد میں داخلی و خارجی فتنے اٹھے تو آپ بھی جماعت کی ترتیب قائم کرنے کیلئے فارغ نہ ہو سکے، پھر عمر فاروقؓ نے مسلمانوں کو ایک امام پر جماعت کے ساتھ اکٹھا فرمایا اور اس وقت سے آج تک وہی سلسلہ قائم و دائم ہے۔ عمر فاروقؓ نے لوگوں کو ابتداء میں آٹھ رکعات پر جمع کیا، پھر بارہ پر جمع کیا، پھر بیس پر سب کو اکٹھا فرمالیا اور آج تک یہی طریقہ برقرار ہے۔

تراویح سے متعلق چوتھی بحث تعدادِ رکعات

تراویح کی رکعات کی تعداد میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اس کی کتنی رکعات ہیں، تفصیل ملاحظہ ہو۔

فقہاء کا اختلاف

امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور بہت سارے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ تراویح کی رکعات بیس ہیں اور تین وتر اس کے علاوہ

ہیں۔امام مالکؒ سے اس بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ایک قول میں ان کے ہاں تراویح بیس رکعات ہیں۔دوسرے قول میں چھتیس رکعات ہیں۔ایک قول اکتالیس رکعات کا بھی ہے۔علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے چھتیس رکعات والا قول مشہور و معتمد ہے۔یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک اصل تراویح بیس رکعات ہی ہیں،بیس رکعات سے جو زائد کا ذکر آتا ہے، یہ سب نوافل ہیں،اس وقت مکہ مکرمہ میں چار رکعت کے بعد ترویحہ کے دوران لوگ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے،تراویح بیس رکعت تھی،لیکن مدینہ منورہ میں ترویحہ کے وقت طواف کا امکان نہیں تھا تو لوگ کھڑے ہوکر چار رکعت مزید پڑھتے تھے،لہٰذا چار ترویحات میں سولہ رکعات نفل ہوجاتی تھیں،اسی کو تراویح میں شمار کیا گیا تو چھتیس رکعت کا قول کیا،ورنہ اصل تراویح بیس رکعت سے زیادہ نہیں ہے۔ ابن ہمام حنفی کچھ گھبرا گئے اور فرمایا کہ آٹھ رکعت سنت ہے،بارہ نفل ہے،مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔مورچہ مضبوط ہے۔غیر مقلدین،اہل ظواہر اور آج کل کے سہولت پسند مسلمان آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح کو بدعت کہتے ہیں۔چنانچہ سعودی عرب میں حرمین شریفین کے علاوہ تمام بلاد میں آٹھ رکعات تراویح پڑھی جاتی ہے اور یہاں پاکستان میں بھی اس پر زور دیا جارہا ہے کہ صرف آٹھ رکعات پڑھو اور پھر مسجد سے بھاگ کر گھر کی طرف بڑھو۔حالانکہ بیس رکعات تراویح پر اجماع منعقد ہوگیا ہے۔حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے بیس رکعات تراویح کا حکم اپنی طرف سے جاری کیا ہوگا یا العیاذ باللہ انہوں نے کسی بدعت کا ارتکاب یا ایجاد کیا ہے،پھر جب آپ نے بیس رکعات کا عام اعلان مسجد میں کیا اور عملی طور پر بیس رکعات پر عمل شروع ہوگیا تو کسی صحابی نے اس کا انکار بھی نہیں کیا ازواج مطہرات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ظاہر اور پوشیدہ عمل سے واقف تھیں،ان میں سے کسی نے کوئی نکیر نہیں کی،اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ اس بات کو جانتے تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ اقدام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے عین مطابق ہے اور عمر فاروقؓ نے ضرور کوئی اشارہ بارگاہ نبوت سے بیس رکعات تراویح کا پایا تھا،لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین بیس رکعات کو بدعت قرار دیتے ہیں،یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے،اب طرفین کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلائل

غیر مقلدین آج کل اپنے بزرگوں کے برعکس آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح کو ناجائز اور بدعت کہتے ہیں اور آٹھ رکعات کے اثبات پر دلائل دیتے ہیں۔ان کی پہلی دلیل یہ ہے۔

(۱): ان کی سب سے زیادہ مشہور دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے،جس کی تخریج بخاری وغیرہ کی ہے۔حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا: "ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان و لا فی غیر علی احدی عشرة رکعة" معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح نہیں پڑھی۔

جواب: اس دلیل کا جواب واضح ہے کہ اس حدیث کا تعلق تہجد سے ہے،تراویح سے بالکل نہیں ہے۔حضرت عائشہؓ کی حدیث میں "و لا فی غیره" کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں،یہ تراویح کی بات نہیں،بلکہ تہجد کی بات ہے،ورنہ رمضان کے علاوہ اوقات میں تراویح

کا کیا تصور ہوسکتا ہے، نیز اگر حضرت عائشہؓ کے ہاں تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعت تھی تو پھر آپ نے بیس رکعات پر اعتراض کیوں نہیں کیا، حالانکہ مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ عام صحابہ کیلئے مسائل میں مرجع تھیں، معلوم ہوا یہ تہجد کی بات تھی، تراویح کی نہیں تھی۔

(۲): غیر مقلدین کی دوسری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے، الفاظ یہ ہیں: "عن جابر بن عبد الله انه عليه السلام قام بهم في رمضان فصلى ثمان ركعات و اوتر" (رواه ابن حبان في صحيحه) اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح کی جماعت کرائی ہے۔

جواب: حضرت جابرؓ نے تراویح کی رکعات بیان کرنے کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت والی رکعات کا ذکر کیا ہے کہ آپ کی جماعت آٹھ رکعات کی تھی، اس کے علاوہ رکعات کسی وجہ سے آنحضرت نے بغیر جماعت کے ادا فرمائی، حضرت جابرؓ نے آٹھ رکعات کے علاوہ رکعات کو موضوع بحث نہیں بنایا اور نہ کوئی حصر یا نفی کی ہے، یہ تاویل اور یہ جواب اگرچہ ظاہری طور پر نہایت کمزور ہے، لیکن یہ جواب اس وجہ سے مضبوط بن جاتا ہے کہ اگر تراویح کی رکعات ہوتیں تو تمام صحابہ اس پر متفق ہوتے اور بیس رکعات پر کبھی اتفاق نہ ہوتا، حالانکہ صحابہ کرامؓ نے بلاچوں وچرا بیس رکعات کو قبول فرمایا اور اس کو معمول بنایا، جبکہ صحابہ کرامؓ سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جاننے والا اور ماننے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

(۳): موطا مالک میں سائب بن یزید کی روایت اس طرح ہے: "مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابى ابن كعب و تميم الدارى ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة" اس روایت کا جواب یہ ہے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ اس زمانہ کی بات ہو جب بیس رکعات کا استقرار نہیں آیا تھا، جمہور کے کلام میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ سے آٹھ رکعات کا حکم بھی ملتا ہے، بارہ کا بھی ملتا ہے، لیکن قرار واستقرار بیس پر آیا ہے۔ صحابہ کرام نے بیس کو اپنایا ہے۔ پوری امت نے بیس کو قبول کیا ہے۔ آج تک حرمین شریفین میں بیس پر عمل چل رہا ہے، لہٰذا اس روایت کو اس زمانہ پر حمل کرنا ہوگا، جب تراویح میں انضباط نہیں آیا تھا، نیز اس روایت میں بے انتہا اضطراب ہے۔ سائب بن یزید سے صرف محمد بن یوسف اس طرح نقل کررہا ہے۔ سائب کے دیگر تمام شاگرد گیارہ کے بجائے بیس رکعات نقل کررہے ہیں۔

جمہور کے دلائل

جمہور کے پاس بیس رکعات تراویح پر بہت زیادہ دلائل ہیں۔ ان دلائل کے پیش کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیجئے کہ اتنی بات پر تو پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز پڑھی ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ عہد نبوی میں صحابہ کرام بھی تراویح پڑھا کرتے تھے، یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول گھر میں تراویح پڑھنے کا تھا۔ اب اس کی تعیین کی ضرورت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح کبھی پڑھی ہے یا نہیں اور پھر حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابی بن کعب کو تراویح پر مقرر کیا تو کیا اس میں بیس رکعات کا

ثبوت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباسؓ اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں، جو جمہور کی پہلی دلیل ہے۔

(۱): "عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه و سلم كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة فى غير جماعه و الوتر" (رواه البيهقى فى سننه و ابن ابى شيبه فى مصنفه و الطبرانى و البغوى۔ زجاجة المصابيح ج ١ ص ٣٦٦)

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں، صرف ابراہیم بن عثمان پر کلام ہے، لیکن تضعیف کے ساتھ ساتھ بہت سارے محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ یحییٰ بن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "شيخ ثقة كبير"

حضرت عمرؓ سے بیس رکعات تراویح کا ثبوت

(۲): بیس رکعت تراویح کے ثبوت پر جمہور کی دوسری دلیل موطا مالک میں یزید بن رومان کی روایت ہے:

"مالك عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث و عشرين ركعة (موطا مالك ص ٩٨)

یہ حدیث بلاغات مالک میں سے ہے، جو اگرچہ مرسل ہے، مگر موصلات کے حکم میں ہے، ویسے مرسل بھی جمہور کے ہاں حجت ہے۔

(۳): جمہور کی تیسری دلیل حضرت سائب بن یزید کی روایت ہے: "عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كانوا يقرمون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة و كانوا يقرون بالمئين و كانوا يتوكئون على عصيهم فى عهد عثمان من شدة القيام" (سنن كبرىٰ للبيهقى، ج ٢، ص ٤٩٦) یہ روایت بالکل صحیح الاسناد ہے۔

(۴): جمہور کی چوتھی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: "عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة" (ج ٢ ص ٣٩٣)

(۵): "و عن عمر انه جمع الناس على ابى بن كعب و كان يصلى بهم عشرين ركعة" (بيهقى و ابن ابى شيبه۔ زجاجه ج ١ ص ٣٦٦)

(۶): "و عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم فى عهد عمر بعشرين ركعة و الوتر و فى رواية و على عهد عثمان و على مثله قال النووى اسناده صحيح" (زجاجة المصابيح ج ١ ص ٣٦٦)

(۷): "و عن شبرمة و كان من اصحاب على انه كان يؤمهم فى رمضان فيصلى خمس ترويحات" (بيهقى، زجاجه ج ١ ص ٣٦٦)

(۸): "و عن ابى عبد الرحمن السلمى ان عليا دعا القراء فى رمضان فامر رجلا ان يصلى بالناس عشرين ركعة و كان على يوتر بهم" (رواه البيهقى و زجاجة المصابيح ج ١ ص ٣٦٦)

"قال عطاء ادركت الناس وهم يصلون ثلاثة و عشرين ركعة بالوتر"

مشہور تابعی حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: "لم ادرك الناس الا وهم يصلون تسعا وثلاثين و يوترون منها بثلاث" (فتح الباری ج ٤ ص ٢٥٤) امام مالکؒ فرماتے ہیں: "عن هذا العمل منذ بضع ومأة سنة" (حوالہ بالا)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "رأيت الناس يقومون بالمدينة بتسع وثلاثين ركعة وبمكة بثلاث وعشرين"

اتنے بڑے پیمانے پر امت کے فقہاء کے اقوال اور پوری امت کے اعمال وافعال اگر کسی کے لئے دلیل نہیں بن سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص تراویح پڑھنا ہی نہیں چاہتا، اگر اس کا ارادہ پڑھنے کا ہوتا تو وہ اجماع امت کا کچھ خیال رکھتا، آٹھ رکعت پر مسجد سے بھاگنے والا ختم قرآن سے محروم رہتا ہے۔ مسلمانوں کی دعاؤں سے محروم رہتا ہے۔ رمضان کی مبارک گھڑیوں سے محروم رہتا ہے۔ مسجد کے ماحول سے محروم رہتا ہے۔ خود پسندی کا شکار ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں پر بدگمانی کا مرتکب ہوتا ہے اور پوری امت کی طرف غلطی کی نسبت کا مرتکب ہوتا ہے۔ بیس کے بجائے آٹھ رکعات کا ثواب پاتا ہے، حالانکہ اگر وہ بیس رکعات پڑھتا تو آٹھ خود بخود حاصل ہوجاتیں، آخر میں یہ بات تراویح کیلئے فیصلہ کن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين"، یہ مضبوط ومحکم دلیل ہے، بدقسمتی سے غیر مقلدین صحابہ کی تقلید بھی نہیں کرتے ہیں، چنانچہ جو امور صحابہؓ سے ثابت ہیں، یہ حضرات ان کا انکار کرتے ہیں۔

١٧٧٩ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ فَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلَى ذَلِكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو تاکید حکم (بطور وجوب کے) تو نہ دیتے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں لیکن اس کی ترغیب دیتے اور فرماتے: "جس نے رمضان میں ایمان اور احتساب کی نیت سے قیام کیا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ معاملہ یونہی رہا (کہ صحابہ اسے واجب نہ سمجھتے، ترغیبی حکم کے طور پر پڑھتے رہتے) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یونہی عمل ہوتا رہا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا۔

١٧٨٠ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے رمضان کے

روزے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رکھے اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے لیلۃ القدر میں ایمان اور ثواب سمجھ کر قیام کیا تو اس کے بھی سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

۱۷۸۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَيُوَافِقُهَا- أُرَاهُ قَالَ- إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اسی شب لیلۃ القدر پڑ جائے اور (راوی کہتے ہیں کہ) میں گمان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ایمان اور احتساب کی نیت سے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔''

۱۷۸۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ .قَالَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی دوسری رات پھر نماز پڑھی تو لوگ زیادہ جمع ہو گئے اور تیسری یا چوتھی رات تو مجمع لگ گیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو ارشاد فرمایا: میں تمہاری حالت دیکھ چکا ہوں (کہ کس قدر عبادات کا شوق رکھتے ہو) لیکن میں صرف اس لئے باہر نہیں آیا کہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں یہ (تراویح) تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

۱۷۸۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُونَ بِذَلِكَ فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُونَ ذَلِكَ فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَفِقَ رِجَالٌ مِنْهُمْ يَقُولُونَ الصَّلَاةَ .فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَأْنُكُمُ اللَّيْلَةَ وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا.

عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رات میں باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز پڑھی تو کچھ لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ صبح کو لوگ آپس میں اس بارے میں گفتگو کرنے لگے اور دوسری رات اس سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوسری رات بھی باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح کو لوگوں میں اس کا اور زیادہ تذکرہ ہوا تو تیسری رات مسجد میں لوگوں کا مجمع لگ گیا، حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو نمازی اتنے ہو گئے کہ مسجد چھوٹی پڑ گئی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے ان کی طرف اب لوگوں نے الصلوۃ، الصلوۃ کہنا شروع کر دیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے حتی کہ فجر کی نماز کیلئے ہی باہر نکلے، نماز فجر پوری ہونے کے بعد لوگوں کی طرف رخ کیا اور تشہد پڑھا (خطبہ پڑھا) پھر فرمایا امابعد! ''مجھ پر تمہاری رات کی کیفیت مخفی نہیں تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ صلاۃ اللیل کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور (فرض ہونے کے بعد) اس کی ادائیگی سے تم عاجز ہو جاؤ'' (تو تمہارے اوپر گناہ لازم ہوگا، اس لئے میں باہر نہیں نکلا رات میں)

باب الندب الاكيد الى قيام ليلة القدر

شب قدر کے قیام کی بھرپور تاکید

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

لیلۃ القدر کی تحقیق

۱۷۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ عَنْ زِرٍّ قَالَ: سَمِعْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُولُ- وَقِيلَ لَهُ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ قَامَ السَّنَةَ أَصَابَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ- فَقَالَ أُبَيٌّ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنَّهَا لَفِي رَمَضَانَ- يَحْلِفُ مَا يَسْتَثْنِي- وَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيُّ لَيْلَةٍ هِيَ. هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ صَبِيحَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَأَمَارَتُهَا أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فِي صَبِيحَةِ يَوْمِهَا بَيْضَاءَ لَا شُعَاعَ لَهَا.

حضرت زر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا جب ان سے کہا گیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو سال بھر جاگ کر قیام کرے اسے لیلۃ القدر مل جائے گی۔ تو ابی نے فرمایا۔ ''اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں لیلۃ القدر بلاشبہ رمضان میں ہوتی ہے اور ابیؓ بغیر استثناء کے حلف اٹھاتے تھے (اپنی قسم پر اتنا یقین تھا) اور فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے؟ وہ وہی

رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم فرمایا تھا، اور وہ ستائیسویں صبح کی رات تھی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی صبح کا سورج بالکل سفید طلوع ہوتا ہے۔ اس میں شعاعیں اور کرنیں نہیں ہوتیں''

تشریح:

''اصاب لیلۃ القدر'' یعنی کسی نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ کے بھائی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے پورے سال کی شب بیداری کی، وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ ابن مسعود کا مقصد یہ ہے کہ عبادت میں لوگ سستی نہ کریں، بلکہ سال بھر کی راتوں میں خوب عبادت کریں، ورنہ ان کو خوب معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے، ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور خاص کر ستائیس رمضان میں ہے۔ ''یحلف ما یستثنی'' یعنی حضرت ابی بن کعبؓ نے قسم کھائی اور انشاء اللہ بھی نہیں کہا، بلکہ پکی قسم کھالی کہ شب قدر ستائیس رمضان میں ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کس طرح قسم کھا کر کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان علامات کی وجہ سے کہتا ہوں جن کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، وہ یہ کہ شب قدر کی صبح طلوع آفتاب کے وقت سورج کی کرنیں تیز نہیں ہونگی، بلکہ ماند اور مدھم ہونگی۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی واضح نصوص اس پر دال ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے۔ ﴿انا انزلناہ فی لیلۃ القدر﴾ واضح آیت ہے۔ احادیث میں رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کی تصریح موجود ہے۔ ان تصریحات کے باوجود حضرت ابن مسعودؓ نے کیسے یہ کہہ دیا کہ لیلۃ القدر پورے سال کی راتوں میں ہے؟

جواب: شارحین نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے ہے تاکہ لوگ کسی خاص مہینہ کی خاص رات کی پابندی نہ کریں، بلکہ پورے سال کی تمام راتوں میں عبادت کی کوشش کریں۔ عارفین کہتے ہیں: ''من لم یعرف قدر اللیلۃ لم یعرف لیلۃ القدر'' یعنی ''ہر شب شبِ قدر است اگر قدر می دانی'' گویا ان شارحین کا خیال ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ کے تفردات میں سے ایک تفرد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لیلۃ القدر دو قسم پر ہے، ایک قسم وہ ہے جو سال بھر میں گھومتی رہتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ ایک لیلۃ القدر وہ ہے جو سال میں گھومتی ہے اور ایک وہ ہے جو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے، لہٰذا اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ لیلۃ القدر کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔ امام مسلمؒ نے اس کی عام احادیث کتاب الصوم کے بالکل آخر میں نقل فرمائی ہیں۔ وہاں انشاء اللہ تفصیل لکھی جائے گی، یہاں سلطان العارفین محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی ایک عربی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔ عربی عبارت آئندہ لکھی جائے گی۔ فتوحات مکیہ میں وہ فرماتے ہیں:

''لیلۃ القدر کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ رات کس زمانہ میں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ رات پورے سال میں ہے جو گھومتی رہتی ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ میرا بھی یہی خیال ہے، کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو شعبان میں بھی دیکھا ہے اور ماہ ربیع الاول میں بھی دیکھا ہے اور ماہ رمضان میں بھی دیکھا۔ اکثر میں نے رمضان کے آخری عشرہ میں دیکھا ہے۔ ایک دفعہ میں نے طاق راتوں کے

علاوہ نصف رمضان میں دیکھا اور اسی طرح طاق راتوں میں بھی دیکھا ہے تو مجھے پکا یقین ہے کہ یہ رات پورے سال میں گھومتی ہے اور مہینہ کی طاق اور جفت دونوں راتوں میں گھومتی ہے۔'' (زجاجۃ المصابیح ج۱ ص۵۸۴)

واضح رہے کہ لیلۃ القدر کی پوری تفصیل کتاب الصوم کے آخر میں آرہی ہے۔ یہاں ضمنی طور پر صرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے جو قسم کھائی ہے تو یہ ان کے دیکھنے کی بنیاد پر ہے۔ انہوں نے ستائیس رمضان میں دیکھا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے، جس صحابی نے رمضان کے آخری عشرہ میں جس طاق راتوں میں دیکھا اس نے اسی طرح بیان کیا۔ یہ دوام اور استمرار کی بات نہیں ہے، چونکہ یہ رات آخری عشرہ میں طاق راتوں میں گھومتی ہے تو جس نے جو دیکھا وہی بیان کیا۔

١٧٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَةَ بْنَ أَبِي لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ أُبَيٌّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهَا وَأَكْثَرُ عِلْمِي هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ - وَإِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِي هَذَا الْحَرْفِ - هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَ وَحَدَّثَنِي بِهَا صَاحِبٌ لِي عَنْهُ.

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا لیلۃ القدر کے بارے میں کہ: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ لیلۃ القدر کب ہوتی ہے؟ میرا زیادہ سے زیادہ علم یہی ہے کہ یہ وہ رات ہے جس میں قیام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا۔ ستائیسویں روزہ کی رات'' اور شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس بات میں شک ہے کہ ابی بن کعب نے فرمایا کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا اور شعبہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بات میرے ایک ساتھی نے ان سے نقل کی ہے۔

تشریح:

''و اکثر علمی'' یہ شعبہ کا قول ہے کہ میرا غالب گمان اور غالب علم یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ جو حضرت ابی بن کعبؓ نے ادا کئے، وہ اس طرح ہیں، یعنی ''ھی اللیلة التی امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بقیا مھا'' شعبہ کو ان الفاظ میں شک تھا، اس لئے کہہ دیا کہ میرا غالب گمان اس طرح ہے۔ امام مسلمؒ نے اسی کو بیان کیا ہے کہ ''و انما شك شعبة فی ھذا الحرف'' یعنی شعبہ کو اس جملہ میں شک ہوگیا ہے۔ کتاب الصوم کے آخر میں اس حدیث میں کچھ وضاحت ہے۔ اردو تراجم والوں نے بہت ہی غلط ترجمے کئے ہیں۔

''قال وحدثنی بھا صاحب لی عنه'' یہ محمد بن جعفر کا قول ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس روایت کو میرے ایک ساتھی نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔ منۃ المنعم نے اسی طرح کہا ہے۔ اردو مترجمین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شعبہ نے کہا کہ مجھے میرے ایک ساتھی نے یہ حدیث ''عبدۃ'' راوی سے بیان کیا ہے۔ و الله اعلم بحقیقة الحال۔ ''ولم یذکر'' یہ ساتھ والی روایت کا جملہ ہے۔ مطلب یہ کہ معاذ کے والد نے مذکورہ روایت کو بیان کیا ہے، لیکن ''و انما شك شعبه'' کو ذکر نہیں کیا۔

١٧٨٦ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ .نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِنَّمَا شَكَّ

شُعْبَةُ .وَمَا بَعْدَهُ.

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت اس سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔لیکن اس روایت میں شعبہ رضی اللہ عنہ کا شک اور اس کے بعد کا حصہ بیان نہیں فرمایا۔

باب صلوٰة النبی صلی الله علیه وسلم و دعائه باللیل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور رات کی دعائیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھبیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۷۸۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَتَى حَاجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوئًا بَيْنَ الْوُضُوئَيْنِ وَلَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَرَى أَنِّي كُنْتُ أَنْتَبِهُ لَهُ فَتَوَضَّأْتُ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَتَامَّتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِي دُعَائِهِ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَعَظِّمْ لِي نُورًا. قَالَ كُرَيْبٌ وَسَبْعًا فِي التَّابُوتِ فَلَقِيتُ بَعْضَ وَلَدِ الْعَبَّاسِ فَحَدَّثَنِي بِهِنَّ فَذَكَرَ عَصَبِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعَرِي وَبَشَرِي وَذَكَرَ خَصْلَتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری (تاکہ نبی علیہ السلام کی رات عبادت کا مشاہدہ کروں چنانچہ میں نے دیکھا کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اٹھے قضائے حاجت فرمائی اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر سو گئے، پھر اٹھے مشکیزہ کے پاس تشریف لائے اس کا منہ کھولا اور دونوں وضو کے درمیان کا وضو کیا (یعنی نہ بہت زیادہ طویل نہ بہت مختصر) پانی بہت زیادہ نہیں بہایا البتہ وضو پورے طور پر کیا (کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ گئی) پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔پھر میں بھی اٹھا اور اس خیال سے (مصنوعی) انگڑائی لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال نہ آ جائے کہ میں پہلے سے بیدار تھا اور ناگواری ہو، میں نے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کو گھمالیا، غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات پر پوری ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کی حالت میں خراٹے لیتے تھے، اس دوران بلال رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کیلئے آگاہ کیا، آپ اٹھے، اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی: اللھم اجعل فی قلبی نوراً......الخ اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا فرما، اوپر نور کردے نیچے نور کردے، میرے سامنے نور کردے میرے پیچھے نور فرمادے اور میرے لئے نور کو بڑھادے" کریبؒ (جو ابن عباسؓ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ سات الفاظ اور بھی تھے جو (میں بھول گیا) میرے تابوت (قلب یا سینہ) میں ہیں۔ (زبان پر نہیں آتے) پھر میں عباسؓ کی بعض اولاد سے ملا تھا، لوگوں نے مجھے بتلایا کہ وہ الفاظ یہ ہیں، میرے پٹھوں میں نور فرما، گوشت میں، خون میں، بال میں اور کھال میں نور فرما اور مزید دو باتیں ذکر کیں۔

تشریح:

"فأتى حاجته" یعنی تقاضائے بشری کیلئے آگئے۔ "غسل وجهه" نظافت اور نشاط کے حصول کیلئے ہاتھ منہ دھویا۔ "القربة" مشکیزہ کو کہتے ہیں۔ "فاطلق" کھولنے کے معنی میں ہے۔ "شناقها" مشکیزہ کے منہ کو جس تسمہ اور رسی سے بند کیا جاتا ہے، اس کو شناق کہا گیا ہے۔ نیز جس تسمہ سے مشکیزہ کو باندھ کر دیوار کی کیل سے باندھا جاتا ہے، اس کو بھی شناق کہتے ہیں۔ دونوں احتمال ہیں، علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: "قال ابو عبيد الشناق بكسر الشين الخيط الذى تعلق به فى الوتد و قيل الخيط الذى يربط به فمها"

"بين الوضوئين" درمیانہ وضو بنایا، نہ پانی زیادہ استعمال کیا اور نہ کم استعمال کیا، لیکن وضو مکمل بنالیا۔ "وقد ابلغ" کا یہی مطلب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ذہانت کو دیکھئے کہ کس طرح نپی تلی بات فرماتے ہیں، ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے ہیں، لیکن ایسا نقشہ کھینچا ہے جس سے بڑے بڑے عقلاء بھی عاجز ہیں۔

"فتمطيت" باب تفعل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، انگڑائی لینے کے معنی میں ہے۔ امرالقیس سبعہ معلقہ میں کہتا ہے:

فقلت لها لما تمطى بصلبها ۔۔۔ و اردف اعجازاً و ناء بكلكل

حضرت ابن عباسؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے یہ کوشش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ نہ چلے کہ میں آپ کے افعال کو دیکھتا رہا، بلکہ میں گویا سویا ہوا تھا، اس لئے جاگنے کے بعد آدمی سستی نکالنے کیلئے جو انگڑائی لیتا ہے، میں نے بھی اسی طرح انگڑائی لی۔

"انتبه له" یہ لفظ اسی مقصد کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں ان کے افعال دیکھنے کیلئے جاگتا رہا۔ حضرت ابن عباسؓ چھوٹے تھے، مکلّف نہیں تھے، اس لئے اگر کسی مصلحت کے تحت آپ نے خلاف واقعہ عمل کو ظاہر کیا تو یہ گناہ میں شمار نہیں ہوگا، یہاں زبان سے آپ نے کچھ بولا بھی نہیں ہے۔ "ادارنی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کان سے پکڑ کر بائیں طرف سے دائیں طرف موڑ کر کھڑا کر دیا، کیونکہ مقتدی جب ایک ہو تو اس کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے۔ "فتتامّت" یہ اتمام

اورتمام سے ہے، مکمل کرنے کے معنی میں ہے۔ ای تکاملت۔ "حتی نفخ" نیند میں زور زور سے سانس لینے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس نیند کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو بنائے بغیر نماز پڑھی ہے۔ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا، کیونکہ آنکھیں سوتی رہتی تھیں، مگر دل بیدار ہوتا تھا۔ "وکان فی دعائه" یعنی یہ لمبی دعائیں رات کے وقت نوافل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے، فجر کی نماز یا فجر کی سنتوں کی بات نہیں ہے۔ "اللهم اجعل فی قلبی نوراً" علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اعضاء کیلئے اور جسم کی تمام جہات کیلئے نور کی دعا مانگی ہے۔ اس سے نور ہدایت اور نور حق کی دعا مراد ہے تو آپ نے جسم کے تمام اعضاء کیلئے اور تمام حرکات وسکنات کیلئے ہدایت استقامت کی دعا مانگی۔ اس سے امت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ روحانی حفاظت کیلئے اس طرح دعا مانگا کرو۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور ہے اور نور اور ہے، کیونکہ جسم اور اس کے اعضاء مضاف ہیں اور نور مضاف الیہ ہے اور قاعدہ نحویہ عربیہ یہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مغائر ہوتا ہے، ورنہ اضافت الی نفسہ لازم آجائے گا، جو باطل ہے تو جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو نور قرار دیتے ہیں، ان کو سوچنا چاہئے کہ یہ اضافت کس طرح صحیح ہوگی۔ قرآن وحدیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بشر قرار دیا ہے، مگر بریلوی حضرات ذات کو نور کہتے ہیں اور بشر کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ خود بڑے خطرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ "وسبعا فی التابوت" تابوت صندوق کو کہتے ہیں، یہاں تابوت سے مراد دل ہے، کیونکہ دل بھی صندوق کی طرح خیالات کو محفوظ رکھتا ہے۔ "ای وسبعاً فی قلبی ولکن یسنتها" (نووی) "فلقیت" یہ مسلمہ بن کہیل راوی کا قول ہے اور کریب بھی اس کا قائل ہوسکتا ہے۔ "وذکر خصلتین" یعنی سات کلمات کی تکمیل کیلئے حضرت عباسؓ کے بعض بیٹوں نے دو مزید خصلتوں کا ذکر کیا۔ علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ مجھے ایک تفصیلی حدیث ملی ہے، جس میں ان دو خصلتوں کی وضاحت اس طرح ہے: "اللهم اجعل فی عظامی نورا و فی قبری نورا" (فتح الملهم) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ان دو خصلتوں سے "اللسان" اور "النفس" مراد ہے، "ای اللهم اجعل فی لسانی نورا و فی نفسی نورا"

۱۷۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ - وَهِيَ خَالَتُهُ - قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ

بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریبؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جوان کی خالہ تھیں، رات گزاری فرماتے ہیں کہ میں تکیہ کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ لمبائی میں لیٹ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی اور آدھی رات سے کچھ قبل یا کچھ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نیند کے اثرات کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنے لگے چہرہ پر سے۔ پھر سورۃ آل عمران کی اختتامی دس آیات تلاوت فرمائیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف بڑھے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا ویسا ہی کیا (یعنی ویسے وضو وغیرہ کیا) پھر میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، حضور علیہ السلام نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان سے پکڑ کر اسے مروڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھیں، پھر دو رکعات مزید پڑھیں، پھر دو رکعات، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت پڑھیں بعد ازاں وتر پڑھے (گویا کل پندرہ رکعات پڑھیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ موذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ اٹھے اور دو مختصر رکعات پڑھ کر باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی۔

تشریح:

"وهی خالته" یعنی حضرت میمونہؓ جو ام المومنین ہیں، وہ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ ان کے محارم میں سے تھے، نیز یہ دس سال کی عمر کے چھوٹے لڑکے تھے، اس لئے یہ گھر کے اندر سو گئے۔ یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت میمونہؓ کی ماہواری کے ایام تھے۔ اس لئے ایسے بچے کی موجودگی میں میاں بیوی کا صرف ایک بستر میں لیٹنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ "فی عرض الوسادة" عین پر زبر ہے، چوڑائی کو کہتے ہیں "وسادة" تکیہ کو کہتے ہیں، جس پر لیٹنے کے وقت سر رکھا جاتا ہے۔ "فی طولها" تکیہ کے جس حصہ پر سر رکھا جاتا ہے وہی اس کا طول اور لمبائی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ دونوں نے تکیہ پر سر رکھا اور حضرت ابن عباسؓ نے ان دونوں کے سروں کی جانب میں تکیہ کی چوڑائی کے پاس سر رکھا اور سو گئے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے افعال کی نگرانی کی تا کہ اس سے تعلیم حاصل کرے۔ شیخ ابوزرعہ رازیؒ نے "العلل" میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک تفصیلی حدیث نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ میں آپ حضرات کے ہاں رات گزارنا چاہتا ہوں۔ میری خالہ نے کہا کہ آپ کیسے رات گزاریں گے، حالانکہ ہمارے پاس صرف ایک بستر ہے۔ میں نے کہا مجھے آپ حضرات کے فراش کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اپنے ازار بند کو آدھا نیچے رکھ کر اس پر سو جاؤں گا اور تکیہ کیلئے میں آپ حضرات کے سروں کے ساتھ تکیہ کے پیچھے

سر رکھ دوں گا۔ اتنے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت میمونہ نے میری گفتگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کی۔ اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں فرمایا "ھذا شیخ قریش" (فتح الملھم)

"او قبلہ بقلیل" تعجب پر تعجب ہے کہ حضرت ابن عباس کی کتنی عظیم ذہانت ہے کہ رات کے لمحات کو کس احتیاط اور جامعیت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ بخاری پڑھاتے ہوئے حضرت ابن عباس کی ذہانت پر عش عش کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ سبحان اللہ اس چھوٹے بچے کی ذہانت کو تو دیکھو کس طرح نقشہ پیش کر رہا ہے۔

"یمنع النوم" آدمی جب نیند سے اٹھنے لگتا ہے تو جسم پر نیند کے اثرات ہوتے ہیں۔ اس کو دور کرنے کیلئے آدمی آنکھوں کو ہاتھوں سے ملتا ہے تاکہ نیند کا اثر ختم ہو جائے اور بدن میں سستی کے بجائے چستی آجائے۔ اسی مقصد کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح عمل کیا اور اسی کو حضرت ابن عباسؓ بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے نیند کے اثر کو ختم کرنے کیلئے چہرۂ انور اور آنکھوں کو ملتے تھے۔

"شن معلقة" پرانے چھوٹے مشکیزہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شنان ہے۔ پانی کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے عرب لوگ مشکیزہ کو لکڑیوں کے اوپر لٹکایا کرتے تھے۔ "معلقة" کے لفظ سے اسی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ "یغتلھا" یہ صیغہ ضرب یضرب سے ہے۔ کان کو پکڑ کر مروڑنے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کو نیند سے بیدار کرنے کیلئے یا امام کے ساتھ مقتدی کے صحیح مقام پر کھڑے ہونے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کان مروڑ رہے ہیں۔ "فصل رکعتین" یہ کل تیرہ رکعات بنتی ہیں۔ آٹھ رکعات تہجد ہیں دو رکعات تحیۃ الوضو ہیں اور تین رکعات وتر کے ہیں۔ "الی شجب" شین پر زبر ہے، جیم ساکن ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا پرانا مشکیزہ ہوتا ہے، لیکن دیگر علماء فرماتے ہیں کہ شجب ان لکڑیوں کو کہتے ہیں جن کو کھڑا کیا جاتا ہے اور ان پر مشکیزہ کو رکھا جاتا ہے تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ اس طرح لکڑیوں پر کپڑے بھی لٹکائے جاتے ہیں۔ آج کل گھروں میں لوہے کے بنے ہوئے کونٹے رکھے جاتے ہیں، جن پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ لفظ ساتھ والی حدیث میں ہے، اس کو مشجب بھی کہتے ہیں۔

۱۷۸۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْفِهْرِيِّ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى شَجْبٍ مِنْ مَاءٍ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ وَلَمْ يُهْرِقْ مِنَ الْمَاءِ إِلَّا قَلِيلاً ثُمَّ حَرَّكَنِي فَقُمْتُ . وَسَائِرُ الْحَدِيثِ نَحْوُ حَدِيثِ مَالِكٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ: "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پانی کے پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے، مسواک کیا، وضو فرمایا اور پوری طرح وضو فرمایا اور بہت تھوڑا پانی بہایا، پھر مجھے ہلایا تو میں اٹھ گیا"

۱۷۹۰ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ

فَصَلَّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سو گیا، اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے یہاں ہی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا پھر کھڑے ہو گئے نماز کیلئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کر لیا۔ اس رات آپ نے تیرہ رکعات پڑھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تھے تو خراٹے لیا کرتے تھے پھر موذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔ حضرت عمرو بیان فرماتے ہیں کہ میں نے بکیر بن اشج سے یہ روایت بیان کی تو انہوں نے کہا کہ کریب نے مجھ سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

۱۷۹۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقُلْتُ لَهَا إِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْقِظِينِي .فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَجَعَلَنِي مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَجَعَلْتُ إِذَا أَغْفَيْتُ يَأْخُذُ بِشَحْمَةِ أُذُنِي - قَالَ- فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ احْتَبَى حَتَّى إِنِّي لَأَسْمَعُ نَفَسَهُ رَاقِدًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کے یہاں گزاری اور ان سے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ جائیں تو مجھے بھی جگا دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (نماز کیلئے) تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کو کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کو کر لیا (دوران نماز) جب بھی مجھ پر نیند کی غفلت طاری ہونے لگتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کان کی لو پکڑتے (تاکہ نیند بھاگ جائے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر سو گئے یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانس کی آواز سنتا تھا پھر جب فجر ہو گئی تو مختصر سی دو رکعات پڑھیں۔

تشریح:

"فایقظینی" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کیلئے اٹھ جائیں تو آپ مجھے جگائیں، حضرت ابن عباسؓ نے بطور احتیاط اس طرح

وصیت کی، ورنہ وہ تو جاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال دیکھنے لگے تھے۔ **"اذا اغفیت"** ای اذا نعست و غلبتنی بوادر النوم من الاغفاء یعنی جب میں نیند میں چلا جاتا اور غنودگی طاری ہوجاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کان کی لو سے پکڑ کر مروڑتے تھے اور مجھے بیدار کرتے تھے۔ اس سے پہلے جو "یـفتـلـهـا" کا لفظ گزرا ہے، کان کا وہ مروڑنا بھی بیدار کرنے کیلئے تھا، راجح یہی ہے۔ "احتبی" گوٹ مار کر بیٹھنے کو احتباء کہتے ہیں۔ "نفسه" ای نفخه راقدا ای نائماً پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گوٹ مار کر بیٹھے، پھر کروٹ پر لیٹ گئے اور پھر اٹھ کر دو سنت پڑھ لی اور پھر فجر کیلئے گئے۔ **"یخففه ویقلله"** یعنی حضرت ابن عباسؓ اس وضو کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس کو خفیف وضو کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکا وضو کیا اور پانی بھی کم استعمال کیا۔ یہ جملہ آنے والی روایت میں ہے۔ "فبقیت" با اور قاف دونوں پر فتحہ ہے۔ متکلم کا صیغہ ہے، دیکھنے اور انتظار کے معنی میں ہے۔ ای رقبت و نظرت یہ جملہ بھی آنے والی روایت میں ہے۔

۱۷۹۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا - قَالَ وَصَفَ وُضُوءَهُ وَجَعَلَ يُخَفِّفُهُ وَيُقَلِّلُهُ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخْلَفَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَخَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ سُفْيَانُ وَهَذَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً لِأَنَّهُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات گزاری، رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ سے ہلکا سا وضو کیا۔ ابن عباسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی صفت بیان کی کہ بہت ہلکا وضو تھا اور پانی بھی کم استعمال کرتے تھے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر میں بھی اٹھا اور وہی کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کو کھڑا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے کی طرف سے مجھے کھینچ کر اپنے دائیں طرف کرلیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور نماز کا اعلان کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور بغیر وضو فرمائے صبح کی نماز ادا کی۔ سفیان کہتے ہیں کہ "یہ وضو نہ کرنا خصوصیت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن قلب مبارک پر نیند نہیں طاری ہوتی"

١٧٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ- وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ- حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبَقَيْتُ كَيْفَ يُصَلِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- فَقَامَ فَبَالَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ أَوِ الْقَصْعَةِ فَأَكَبَّهُ بِيَدِهِ عَلَيْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوئَيْنِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ- قَالَ- فَأَخَذَنِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَكَامَلَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكُنَّا نَعْرِفُهُ إِذَا نَامَ بِنَفْخِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَجَعَلَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ أَوْ فِي سُجُودِهِ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا أَوْ قَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا.

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری اور اس خیال سے (جاگتا) رہا کہ دیکھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور پیشاب سے فارغ ہو کر اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں دھوئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سو گئے کچھ دیر کے بعد دوبارہ اٹھے اور ایک مشکیزہ کا بند کھول کر اسے کسی پیالہ یا تھال میں انڈیلا اور اسے اپنے ہاتھوں سے جھکایا وضو فرمایا اور اچھی طرح وضو کیا، جو دونوں وضو کے درمیان تھا۔ (نہ بہت مختصر نہ بہت مبالغہ والا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے نماز کیلئے چنانچہ میں بھی آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعات میں پوری ہوئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹوں ہی سے جانتے تھے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے نکلے اور نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں یا سجدوں میں یہ دعا شروع کی۔ ''اے اللہ! میرے قلب میں، میری سماعت میں بصارت میں نور پیدا فرما دے، اور میرے دائیں جانب، بائیں جانب، سامنے اور پیچھے بھی نور پیدا فرما دے، اور میرے اوپر، نیچے بھی نور پیدا فرما دے میرے لئے نور فرما دے یا فرمایا کہ مجھے نور کر دیجئے۔''

١٧٩٤ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .قَالَ سَلَمَةُ فَلَقِيتُ كُرَيْبًا فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ .وَقَالَ: وَاجْعَلْنِي نُورًا .وَلَمْ يَشُكَّ.

ابن عباسؓ سے سابقہ حدیث (میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے) ہی منقول ہے۔ الفاظ کے معمولی فرق وتغیر (کہ اس روایت میں راوی نے بغیر کسی شک کے واجعلنی نورا کے الفاظ ذکر کئے ہیں) کے ساتھ۔

١٧٩٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي رِشْدِينٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ .وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ أَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا بَيْنَ الْوُضُوئَيْنِ ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَنَامَ ثُمَّ قَامَ قَوْمَةً أُخْرَى فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا هُوَ الْوُضُوءُ وَقَالَ: أَعْظِمْ لِي نُورًا .وَلَمْ يَذْكُرْ: وَاجْعَلْنِي نُورًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری۔ آگے سابقہ روایت کی طرح بیان کی لیکن اس روایت میں منہ اور ہاتھ دھونے کا ذکر نہیں ہے صرف اتنا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے پاس آئے اور اس کا بندھن کھولا دونوں وضوؤں کے درمیان کا وضو کیا پھر اپنے بستر پر تشریف لائے اور سو گئے پھر دوسری مرتبہ کھڑے ہوئے اور مشک کے پاس تشریف لائے اور اس کا بندھن کھولا اور وضو کیا کہ وہ وضو ہی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اعظم لی نورا بیان فرمایا جبکہ واجعلنی نورا نہیں کہا۔

١٧٩٦ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَلْمَانَ الْحَجْرِيِّ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَسَكَبَ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يُكْثِرْ مِنَ الْمَاءِ وَلَمْ يُقَصِّرْ فِي الْوُضُوءِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ وَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً . قَالَ سَلَمَةُ حَدَّثَنِيهَا كُرَيْبٌ فَحَفِظْتُ مِنْهَا ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَنَسِيتُ مَا بَقِيَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَمِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُورًا وَمِنْ خَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا.

کریبؒ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اٹھے ایک مشکیزہ کو جھکا کر اس سے وضو فرمایا لیکن زیادہ پانی نہیں بہایا، نہ ہی وضو میں کوئی کمی کی (آگے سابقہ حدیث ہی بیان کی) اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات دعا میں ارشاد فرمائے۔ سلمہؒ کہتے ہیں کہ کریبؒ نے وہ کلمات مجھ سے بیان کئے تھے ان میں سے بارہ کلمات تو

میں نے یاد رکھے۔ باقی بھول گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میرے قلب میں، زبان میں، سماعت، اور بصارت میں نور پیدا فرمادے میرے اوپر نور کردے، نیچے نور کردے، دائیں اور بائیں نور کردے، میرے سامنے اور پیچھے نور کردے، میری ذات میں نور پیدا کردے اور میرے لئے نور کو بڑھادے۔''

١٧٩٧ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي شَرِيكُ بْنُ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ رَقَدْتُ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ لَيْلَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا لِأَنْظُرَ كَيْفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ - قَالَ - فَتَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے یہاں تھے سو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ی رات کی نماز کی کیفیت کا مشاہدہ کرسکوں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر بات چیت فرمائی پھر سو گئے آگے حسب سابق بیان کیا۔ اس میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے وضو کیا اور مسواک کیا۔

١٧٩٨ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ فَقَرَأَ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، اللَّهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، مسواک کر کے وضو فرمایا اور آیت مبارکہ ان فی خلق السموات...... (آل عمران) پڑھی اور ختم سورہ آل عمران تک پڑھا۔ پھر کھڑے ہو کر دو رکعات پڑھیں جن میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجود کئے پھر اس سے فارغ ہو کر سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر حسب سابق اسی طرح کیا تین بار اور چھ رکعت پڑھیں ہر بار مسواک کیا، وضو اور آیت پڑھنے کا عمل کیا۔ اور مذکوہ آیات پڑھیں، پھر تین وتر پڑھے، پھر موذن نے

اذان دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے باہر تشریف لے گئے اور یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر تھے:
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوراً...... الخ ''اے اللہ! میرے قلب میں میری سماعت میں، بصارت میں نور پیدا فرمادے اور میرے دائیں جانب، بائیں جانب، سامنے اور پیچھے بھی نور پیدا فرمادے اور میرے اوپر، نیچے بھی نور پیدا فرمادے، میرے لئے نور فرمادے یا فرمایا کہ مجھے نور کر دیجئے۔''

۱۷۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ ذَاتَ لَيْلَةٍ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مُتَطَوِّعًا مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَتَوَضَّأَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ صَنَعَ ذَلِكَ فَتَوَضَّأْتُ مِنَ الْقِرْبَةِ ثُمَّ قُمْتُ إِلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ يَعْدِلُنِي كَذَلِكَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ. قُلْتُ أَفِي التَّطَوُّعِ كَانَ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ.

حضرت عطاء ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نفل نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کی طرف کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ میں بھی اسی طرح کھڑا ہوا۔ جیسا کہ آپ کو کرتے ہوئے دیکھا تھا اور مشکیزے سے وضو کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی پشت کے پیچھے سے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کرلیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہی نفل میں کیا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! نفل میں کیا۔

تشریح:

''فتسوک''، یہ مسواک کرنے کے معنی میں ہے۔ اس سے پہلے ''استن'' کا لفظ بھی مسواک کرنے کے معنی میں ہے۔ ''ثم اوتر بثلاث'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں تین رکعات کے ساتھ وتر پڑھ لی۔ اس سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر ادا کی ہیں اور تین رکعات وتر ثابت ہے۔ غیر مقلدین غلط تشویش میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۸۰۰ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَنِي الْعَبَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبِتُّ مَعَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَقَامَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَتَنَاوَلَنِي مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ فَجَعَلَنِي عَلَى يَمِينِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ چنانچہ میں اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھنے کھڑے ہوئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سے پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر دیا۔

١٨٠١ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ .نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ......الخ) اس سند سے بھی مروی ہے۔

١٨٠٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

١٨٠٣ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى .رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں ضرور آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ اللیل کا مشاہدہ کروں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو مختصر سی رکعات پڑھیں، پھر دو رکعت طویل سے طویل اور طویل تر پڑھیں، پھر مزید دو رکعات پڑھیں جو پہلی دو کے مقابلہ میں نسبتاً کم طویل تھیں، پھر دو رکعات پڑھیں وہ پچھلی دو کے مقابلہ میں بھی کم طویل تھیں، پھر مزید دو رکعات پچھلی دو کے مقابلہ میں نسبتاً کم طویل پڑھیں، پھر مزید دو رکعات سابقہ رکعات کے مقابلہ میں کم طویل پڑھیں، پھر وتر پڑھے تو یہ کل تیرہ رکعات ہوئیں۔

تشریح:

"لارمقن" ای لانظرن یعنی میں ضرور بالضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا۔ **"طویلتین طویلتین طویلتین"** یہ تکرار بطور تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حد طویل رکعتیں پڑھیں۔ "دون اللتین قبلھما" یعنی پہلے دو رکعت کی نسبت

یہ دو رکعتیں زیادہ طویل نہیں تھیں، بلکہ کچھ کم تھیں۔ "وذلك ثلاث عشر ركعة" اس جملہ سے بھی تین رکعت وتر ثابت ہوتا ہے۔

۱۸۰٤- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَشْرَعَةٍ فَقَالَ: أَلَا تُشْرِعُ يَا جَابِرُ. قُلْتُ بَلَى- قَالَ- فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْرَعْتُ- قَالَ- ثُمَّ ذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا- قَالَ- فَجَاءَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ فَقُمْتُ خَلْفَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اثناء سفر میں ہم ایک پانی کے گھاٹ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! تم اپنی حاجت پوری نہیں کرتے (پانی پینے میں یا اونٹنی کو پلانے میں) میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے، پھر میں نے پانی پیا (اور پلایا اونٹنی کو) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وضو کا پانی رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، وضو کیا اور کھڑے ہو کر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی جس کے دونوں کناروں کو متضاد طریقہ سے کندھوں پر ڈال دیا (یعنی دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کو دائیں پر ڈال دیا) پھر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (نیت باندھ کر) کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے دائیں پہلو میں کر لیا۔

تشریح:

"الی مشرعة" نہر کے کنارے سے پانی میں اترنے کا جو راستہ ہوتا ہے، اس کو مشرعۃ اور شریعۃ کہتے ہیں، یعنی پانی کا گھاٹ۔

"الاتشرع" اشراع باب افعال سے کسی چیز کے پانی میں اتارنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے جابر کیا تم اس پانی میں اپنے آپ کو یا اپنی اونٹنی کو اتارتے نہیں ہو؟ "فاشرعت" یعنی میں نے پانی عبور کرنے کیلئے اپنے آپ کو یا اونٹنی کو پانی میں اتار دیا۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں

المشرعة هى الطريق الى عبور الماء من حافة نهر او بحر قال اهل اللغة شرعت فى النهرو اشعرت ناقتى فيه وقوله الاتشرع معناه الا تشرع ناقتك او نفسك؟ (اى الاتدخل فى الماء)

۱۸۰٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ- أَخْبَرَنَا أَبُو حُرَّةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اٹھتے تہجد کی نماز کیلئے تو اس کی

ابتداءدومختصری رکعات سے کرتے تھے۔

۱۸۰۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:''جب تم میں سے کوئی رات میں اٹھے تو تہجد کی نماز کی ابتدادومختصری رکعات سے کرے''

۱۸۰۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی (درمیانی) رات کونماز کیلئے اٹھتے تو یہ کلمات فرماتے: اے اللہ! تمام تعریف آپ ہی کیلئے ہے آپ آسمانوں اورزمین کے نور ہیں تمام تعریف آپ کے لئے ہے آپ آسمانوں اورزمین کوتھامنے والے ہیں تمام تعریف آپ ہی کیلئے ہے آپ زمین وآسمان کے رب ہیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کے بھی رب ہیں آپ حق ہیں، آپ کا وعدہ حق ہے، آپ کا فرمان حق ہے، آپ سے ملاقات کا ہونا (آخرت میں) حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت کا قیام حق ہے۔اے اللہ! آپ ہی کیلئے میں اسلام لایا، آپ ہی پرایمان لایا، اورآپ ہی پر بھروسہ کیا، آپ ہی کی طرف رجوع کیا، آپ ہی کی مدداور استعانت سے دوسروں سے لڑائی کی، آپ ہی کے فیصلہ پر راضی ہوا، پس میرے اگلے پچھلے، خفیہ علانیہ گناہوں کوبخش دیجئے آپ میرے معبود ہیں آپ کے علاوہ کوئی معبودنہیں۔''

تشریح:

''من جوف اللیل'' ای فی جوف اللیل یعنی وسط اللیل۔ ''انت نور السماوات'' نورروشنی کوکہتے ہیں، اللہ تعالیٰ پرنورکا جو اطلاق ہوتا ہے، اس کے مطلب کے بارے میں مفسرین اور محدثین کے بہت سارے اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ نورمنور کے معنی میں ہے: ای انت منور السموات اسی اعتبار سے قرآن کی آیت ہے ﴿**الله نور السماوات والارض**﴾ ای منورھما۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:''قال العلماء معناه منورهما ای خالق نورهما وقال ابوعبید معناه بنورك یهتدی اهل السماوات والارض قال الخطابی و یحتمل ان یکون معناه ذوالنور و الاصح ان یکون النور صفة ذات الله تعالیٰ وانما هو صفة

فعل اعنی هو خالقه" بہرحال پہلا مطلب سمجھنا آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو روشن کرنے والا ہے۔

"قيام السموات والارض" قیام علام کی طرح مشدد ہے، مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قیوم کا لفظ بھی قرآن میں آیا ہے۔ قائم کا لفظ بھی آیا ہے اور آنے والی حدیث میں قیم کا لفظ بھی آیا ہے۔ علامہ نوویؒ ان الفاظ کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں: "هو القائم على كل شئ و معناه مدبر امر خلقه" حضرت ابن عباسؓ نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے: "القيوم الذى لايزول" علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا عمدہ مطلب یوں بیان کیا ہے: "القيوم اى الذى يحفظ ويرزق" یعنی جو حفاظت بھی کرتا ہے اور رزق بھی دیتا ہے۔ رب کا معنی تربیت کرنے والا پالنے والا ہے، یعنی رب وہ ہے جو آہستہ آہستہ تدریجاً کسی چیز کو نہایت ضعیف حالت سے درجہ کمال تک پہنچائے۔ منافع اس کی طرف متوجہ کرے اور مضار دفع کرے۔ **"انت الحق"** حق ثابت اور موجود کے معنی میں آتا ہے اور باطل کے مقابلے میں بھی آتا ہے۔ انت الحق کا مطلب یہ ہے کہ جس نے تجھے الہ اور معبود برحق مانا تو اس نے حق بات کہہ دی، حق تو یہی ہے، باقی الہ باطل ہیں۔ منۃ المنعم میں لکھا ہے: "اى انت الحق الموجود الثابت بلا شك فيه ويحتمل ان يكون معناه انت الحق بالنسبة الى من يدعى فيه انه اله اوبمعنى ان من سماك الها فقد قال الحق "ووعدك الحق" یعنی تیرا وعدہ حق ہے، اس میں خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔ "ولقاءك حق" یعنی تیری ملاقات حق ہے لہٰذا قیامت حق ہے کیونکہ قیامت میں ملاقات ہوگی "لك اسلمت" اس سے انقیاد اور استسلام واطاعت مراد ہے، یعنی تیرے اوامر ونواہی کی تابعداری کرتا ہوں۔ "واليك انبت" انابت سے رجوع اور اطاعت مراد ہے، یعنی صرف تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ "وبك خاصمت" خصومت سے ہے، یعنی تو نے مجھے جو دلائل اور قوت گویائی دی ہے، اس کی وجہ سے میں تیرے دشمنوں سے لڑتا ہوں، دلائل وزبان سے بھی اور تلوار سے بھی۔ "واليك حاكمت" یعنی جو کوئی حق کا انکار کرتا ہے اس کو فیصلہ کیلئے تیرے پاس لاتا ہوں اور تجھے فیصلہ کیلئے حاکم بناتا ہوں، تیرے سوا کسی کاہن کو یا بت کو یا شیطان وغیرہ کو حاکم نہیں بناتا ہوں اور نہ کسی اور پر بھروسہ واعتماد کرتا ہوں۔ یہ عظیم الشان دعا تعلیم امت کیلئے ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے پاک تھے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس دعا کو یاد کرے اور تہجد ونوافل میں پڑھا کرے۔

۱۸۰۸ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ فَاتَّفَقَ لَفْظُهُ مَعَ حَدِيثِ مَالِكٍ لَمْ يَخْتَلِفَا إِلَّا فِي حَرْفَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ مَكَانَ قَيَّامُ قَيِّمُ وَقَالَ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَيُخَالِفُ مَالِكًا وَابْنَ جُرَيْجٍ فِي أَحْرُفٍ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب درمیان شب میں نماز کیلئے اٹھتے تو یہ کلمات فرماتے: اللهم لك الحمد...... الخ ابن جریج اور مالک کی روایت متفق ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ابن جریج نے

قیام کے بجائے قیم کہا اور ما اشرت کا لفظ بولا ہے۔اور ابن عیینہ کی حدیث میں بعض باتیں زائد ہیں مالک اور ابن جریج کی روایت سے بعض باتوں میں مختلف ہے۔

۱۸۰۹ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ - وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَصِيرُ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَاللَّفْظُ قَرِيبٌ مِنْ أَلْفَاظِهِمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب درمیان شب میں نماز کیلئے اٹھتے تو یہ کلمات پڑھتے اللھم لك الحمد ......الخ)نقل کرتے ہیں۔

۱۸۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ بِأَيِّ شيء كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ:اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں صلوۃ اللیل کا آغاز کس چیز سے فرماتے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو ان کلمات سے آغاز فرماتے: "اللھم رب جبرئیل و میکائیل و اسرافیل الخ" اے اللہ! جو رب ہے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے غیب اور موجود کا جاننے والا ہے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں فیصلہ کرتا ہے، اپنے حکم سے مجھے ہدایت اور سیدھی راہ دکھا حق کی جس بات میں اختلاف کیا گیا اس میں بے شک تو ہی چاہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔"

۱۸۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يُوسُفُ الْمَاجِشُونُ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ .أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ

لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. وَإِذَا رَكَعَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي. وَإِذَا رَفَعَ قَالَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ. ثُمَّ يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو یہ کلمات فرماتے: "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السموات و الارض ......الخ" بیشک میں اپنا رخ کرتا ہوں اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تنہا ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، اور میرا جینا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! آپ بادشاہ ہیں، آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ میرے رب اور میں آپ کا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، پس میرے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے بیشک آپ کے علاوہ کوئی گناہ کو نہیں بخش سکتا اور مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت کیجئے کہ بہترین اخلاق کی طرف سوائے آپ کے کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور مجھ سے برائی کو پھیر دیجئے کہ سوائے آپ کے کوئی برائی کو پھیر نہیں سکتا۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرے لئے تمام نیکیاں ہیں اور تمام کی تمام خیر اور بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور شر و برائی سے تیری طرف نہیں آیا جاسکتا میں تیرا ہوں اور تیری ہی طرف لوٹنے والا ہوں، تو بڑی برکت والا اور بلندی والا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں" اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے تو فرماتے: اے اللہ! میں (آپ کے سامنے) جھکا آپ کیلئے اور آپ پر ایمان لایا اور آپ کے تابع فرمان ہوں، میری بصارت وسماعت، میرا دماغ اور ہڈیاں اور عصبات (پٹھے) سب آپ کیلئے جھک گئے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: اے اللہ! اے ہمارے رب! تمام تعریف آپ کیلئے ہیں تمام آسمان اور زمین بھر کر اور آسمان وزمین کے درمیان خلا بھر کر اور اس کے بعد جتنا آپ کسی بھی چیز سے چاہیں اتنا بھر کر۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو فرماتے: "اے اللہ! میں نے آپ کیلئے سجدہ کیا، آپ پر ایمان لایا، آپ کے سامنے سر جھکا دیا، میرے چہرے نے اس ذات کیلئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور

کان اور آنکھیں چیزیں، برکت والا ہے وہ اللہ کہ بہترین خالق ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اور سلام کے درمیان آخر میں یہ کلمات کہتے، اے اللہ! میری مغفرت فرمائیے اگلے گناہوں کی اور پچھلے گناہوں کی، خفیہ گناہوں کی اور علانیہ گناہوں کی، اور جو میں نے زیادتی کی (اسے معاف فرمائیے) اور وہ گناہ جسے آپ زیادہ جانتے ہیں مجھ سے، آپ ہی آگے کرنے والے، پیچھے کرنے والے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

تشریح:

''حنیفاً'' ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر دین اسلام اور دین حق کی طرف مائل ہونے والے شخص کو حنیف کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ دین ابراہیمی پر قائم تھے اور شرک نہیں کرتے تھے، ان کو حنفاء کہا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام پر تھے، آپ ابراہیمی بھی تھے اور ادیان باطلہ کو چھوڑ کر دین حق پر تھے، اس لئے حنیفاً سے آپ متصف تھے۔ ''لبیک'' یعنی البب لك الباباً بعد الباب ای ادوم علی طاعتك دواماً بعد دوام وقیل انا مقیم علی طاعتك اقامة بعد اقامة یعنی اے اللہ میں تیری خدمت اور طاعت میں بار بار حاضر ہوں۔ ''سعدیك'' بمعنی اسعد لك اسعاداً بعد اسعاد ای انا مساعد و متابع لامرك متابعة بعد متابعة یعنی میں ہر وقت تیری خدمت واطاعت میں مدد کرنے کیلئے تیار ہوں۔ ''والشر لیس الیک'' ای لا یضاف الشر الیك علی انفراده قاله الغزالیؒ یعنی انفرادی طور پر شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی ہے، ہاں مجموعی کائنات کی تخلیق میں شر بھی داخل ہے، لہٰذا انفرادی طور پر ''یا خالق القردة یا خالق الخنزیر'' کہنا جائز نہیں ہے، بے ادبی ہے۔ اسی طرح یا رب الشر کہنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت تو اس میں ہے کہ کہا جائے ''یا رب ابراهیم و یا رب اسماعیل و یا رب محمد صلی الله علیه و سلم و یا رب الملائكة و الروح و یا رب السماوات و الارض''

''انا بک و الیک'' ای وجودی و توفیقی بك و رجوعی و التجائی الیك یعنی میرا وجود اور میری توفیق تیری وجہ سے ہے اور میرا لوٹنا تیری طرف ہے اور میری التجاء و پناہ تیری طرف ہے۔ ''تبارکت'' ای تعظمت و تمجدت یعنی تو عظمتوں والا ہے، بلندیوں والا ہے اور بزرگیوں والا ہے۔ ''خشع لك سمعی'' ای خضع و تواضع یعنی میرے کان تیرے حکم کے سننے کیلئے جھک گئے ہیں۔ ''و بصری'' بصارت مراد ہے ''و مخی'' دماغ مراد ہے ''و عظمی'' ہڈیاں مراد ہیں ''و عصبی'' پٹھے مراد ہیں، یعنی یہ سب اعضاء تیرے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور تابع فرمان ہیں۔ ''وصورہ و شق بصرہ'' ان کلمات میں ایک عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ویصور فی الارحام کیف یشآء'' کافی عرصہ کی بات ہے کہ میں نے ایک مری ہوئی بھینس کی بچہ دانی سے نکالی گئی ایک تصویر کو دیکھا تھا۔ یہ تصویر پانی سے بنے ہوئے شیشہ نما ایک چھوٹے سی گیند میں ایسی نظر آرہی تھی جیسے صاف وشفاف بلور کے اندر سب کچھ نظر آتا ہے۔ بھینس کے اس بچے کی صرف تصویر تھی، جس میں جان نہیں تھی۔ اس تصویر میں دم کی شکل الگ تھی، ٹانگوں کی شکل الگ تھی، کانوں کی شکل الگ تھی۔ یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مادہ بھینس کی تصویر ہے۔ اس میں ناک کی جگہ پر نشان تھا، منہ کی جگہ پر نشان تھا، آنکھوں اور کانوں کی جگہ پر نشانات تھے۔ ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں کافی دیر تک

دکھایا اور پھر اس پانی کے اس شیشہ نما گیند کو ہاتھ میں مسل دیا تو نہ تصویر تھی اور نہ کچھ اور تھا، سب کچھ ختم ہوگیا۔ زیر بحث حدیث میں جو "خلقه و صوره" کے الفاظ ہیں، یہ مادر رحم میں بچے کے ایک دور کی طرف اشارہ ہے۔ "وشق سمعه و بصره" یہ ایک دوسرے دور کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جہاں نشان لگا ہوتا ہے، اسی جگہ فرشتے پھاڑ دیتے ہیں، جس سے کان بنتے ہیں اور منہ بنتا ہے اور آنکھیں بنتی ہیں۔ "فتبارك الله احسن الخالقين" "**ما قدمت وما اخرت**" یعنی گزشتہ کیے ہوئے گناہوں کی طرح اگر آئندہ گناہ ہو جائیں تو ان کو بھی بخش دیں۔ یہ سب عموم مغفرت کی طرف اشارہ ہے۔

۱۸۱۲- وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُونِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ: وَجَّهْتُ وَجْهِي. وَقَالَ: وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ .وَقَالَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَقَالَ: وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُورَهُ .وَقَالَ وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ .إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يَقُلْ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیر الفاظ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر وجهت وجهی پڑھتے اور انا اول المسلمين کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو سمع الله حمده ربنا و لك الحمد اور وصوره فاحسن صوره فرماتے اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اللهم اغفرلی ما قدمت آخر حدیث تک اور تشہد اور سلام کے درمیان کا تذکرہ نہیں کیا) کے ساتھ منقول ہے۔

باب استحباب تطويل القرأة فی صلوة الليل

رات کی نوافل میں طویل قرأت مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۸۱۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ .ثُمَّ مَضَى فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا .ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ

فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ. فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى. فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ. قَالَ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ مِنَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کردی۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید سو آیات پر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو سے گزر گئے تو میں نے دل میں کہا کہ شاید آپ ایک دوگانہ میں پوری سورت پڑھیں گے (آدھی ایک رکعت میں اور آدھی دوسری رکعت میں) آپ اس سے بھی گزر گئے (سوا پارے سے بھی آگے بڑھ گئے) تو میں نے دل میں کہا کہ شاید آپ ایک ہی رکعت میں پوری سورت پڑھیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نساء شروع کردی، اسے پڑھا، پھر آل عمران شروع کردی اور اسے پڑھا جبکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں۔ جب آپ دوران تلاوت کسی تسبیح والی آیت پر گزرتے تو اس میں تسبیح پڑھتے، جب کسی سوال والی دعا پر سے گزرتے تو دعا مانگتے جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں پناہ مانگی گئی ہوتی تو پناہ مانگتے، پھر رکوع کرتے تو فرماتے: سبحان ربی العظیم (میرا رب پاکیزہ ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع قیام کی طرح لمبا ہوتا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور تقریباً رکوع کے بقدر کھڑے رہتے، پھر سجدہ میں جاتے اور سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے قیام کے بقدر لمبے ہوتے تھے اور جریر کی روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد بھی فرمایا ہے۔

تشریح:

"یرکع عند المائة" یعنی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نوافل شروع کی تو میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا، معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہؓ کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا، تب ہی پیچھے کھڑے ہوگئے۔ "فقلت یرکع" یعنی میں نے دل میں سوچا کہ ایک سو آیتیں پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے جائیں گے اور ایک رکعت پوری ہوجائے گی۔ "ثم مضی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورت بقرہ پڑھتے رہے۔ "فقلت یصلی بھا فی رکعة" علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں رکعة سے پوری دو رکعت نماز مراد ہے تا کہ کلام میں ربط قائم رہے، یعنی میں نے سوچا کہ آپ دو رکعتوں میں سورت بقرہ پڑھیں گے؟ پڑھتے چلے گئے تو میں نے خیال کیا کہ آپ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھ کر رکوع کرلیں گے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ "ثم افتتح النسآء" یعنی آپ نے اسی رکعت میں سورۂ نساء بھی شروع فرمائی اور مکمل پڑھ لیا۔ پھر سورۂ آل عمران شروع کی اور اس کو بھی پورا پڑھ لیا۔ "مترسلاً" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ سوال کے مقام پر سوال کرتے تھے اور تعوذ کی جگہ تعوذ فرماتے تھے، اسی طرح طویل رکوع

اور طویل قومہ وسجدہ کر کے آپ نے نماز مکمل کر لی۔

کیا سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے یا توقیفی ہے؟

سوال: یہاں پر یہ سوال ہے کہ سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ نساء کو کیسے شروع کیا گیا، یہ تو ترتیب مصحفی کے خلاف ہے، ترتیب مصحفی میں سورت بقرہ کے بعد سورت آل عمران ہے تو ایسا کیوں کیا گیا؟ کیا سورتوں کی ترتیب اجتہادی معاملہ ہے یا توقیفی ہے؟

جواب: اس کا بہترین جواب قاضی عیاض نے دیا ہے۔ میں ان کی عربی کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب ایک اجتہادی معاملہ ہے۔ صحابہ کرام نے جب مصحف کو لکھا تو بطور اجتہاد اس طرح ترتیب قائم کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب کو خود متعین نہیں کیا، بلکہ اس معاملہ کو صحابہ کرامؓ پر چھوڑ دیا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ امام مالک کا مسلک ہے، بلکہ جمہور علماء کا یہی موقف ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اسی کو اختیار کیا ہے لہٰذا سورتوں کی ترتیب واجب نہیں ہے، نہ نماز میں واجب ہے نہ درس و تدریس میں واجب ہے اور نہ تعلیم میں واجب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی ایسی حد بندی منقول نہیں ہے، جس کی مخالفت جائز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ مصحف عثمانی کی ترتیب سے پہلے صحابہ کرامؓ کے مختلف مصاحف تھے جو مصحف عثمانی کی ترتیب سے مخالف تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ علماء کا ایک طبقہ اس طرف گیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی معاملہ ہے اور مصحف عثمانی کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب مقرر فرمائی تھی۔ جن حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ مصحف عثمانی کی ترتیب سے پہلے صحابہ کے مختلف مصاحف تھے جو اس ترتیب پر نہیں تھے تو اس کا جواب ان حضرات نے یہ دیا ہے کہ وہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ ترتیب توقیفی قائم نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت آزادی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں جب جبرئیل امین کے ساتھ مدارسہ کیا، اس کے بعد توقیف کی پابندی ہوگئی۔ زیر نظر حدیث کا معاملہ بھی پہلے دور کا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ تو سورتوں کی ترتیب کی بات ہے، قرآن کریم کی آیتوں کی موجودہ ترتیب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس کے علاوہ ترتیب سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح منکوس یعنی الٹے طریقہ سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ علامہ عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں سورتوں کی ترتیب قائم رکھنا احناف کے نزدیک تلاوت کے واجبات میں سے ہے۔ ہاں بچوں کی تعلیم کیلئے کچھ سہولت اور گنجائش ہے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ: "ویکره الفصل بسورة قصيرة و ان يقرأ منكوساً الا اذا اختتم فيقرأ من البقرة و لا يكره فى النفل شئ من ذلك" (فتح الملهم) بہر حال نماز میں اگر غلطی سے ترتیب کے خلاف سورت پڑھ لی تو گنجائش ہے، مگر عملاً ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

١٨١٤ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ - قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ - عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطَالَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قَالَ قِيلَ وَمَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ.

ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے قرأت بہت

طویل کی یہاں تک کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کرلیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ ابووائل نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

تشریح:

"ھمت بأمر سوء" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تطویل قرأت کی وجہ سے میں نے ایک برے کام کا ارادہ کرلیا تھا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ کس برے ارادے کا خیال کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نماز چھوڑ کر چلے جانے اور جا کر بیٹھنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ سب نوافل کا معاملہ ہے، فرائض کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت اعمشؒ سے حسب سابق روایت اس سند سے بھی منقول ہے۔

باب الحث على صلوة الليل و ان قلّت

نمازِ تہجد کی ترغیب اگرچہ تھوڑا ہی ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۱۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ قَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ .أَوْ قَالَ:فِي أُذُنِهِ.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ ساری رات صبح تک سوتا رہا آپ نے فرمایا: یہ آدمی وہ ہے کہ اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کردیا ہے۔

تشریح:

"رجل" اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کا صحابی نہ ہو، اس وقت نماز میں سستی کرنے والے اکثر منافق لوگ ہوتے تھے۔ "حتی اصبح" یعنی صبح ہوگئی اور اس نے کوئی نماز نہیں پڑھی، نہ تہجد کیلئے اٹھا اور نہ فجر کی نماز پڑھی۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ شاید اس شخص نے عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ فرماتے ہیں: "لعل هذا الرجل فاته العشاء ايضاً" (فتح الملهم) اشارہ اس طرف ہے کہ یہ وعید فرض کے ترک کرنے پر ہے۔ رات کی نوافل پر نہیں ہے۔ "بال الشيطان فی اذنه" شیطان کا کسی انسان کے کانوں میں پیشاب کرنے کا کیا مطلب ہے تو بعض علماء نے اس کلام کو مجاز پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ حربی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس پر غالب آگیا اور اس کا مذاق اڑایا۔ علامہ مہلب اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ استعارہ واشارہ اس طرف ہے کہ یہ آدمی شیطان کا تابع ہے اور شیطان اس کے سر میں گرہیں لگاتا ہے، اس کو ذلیل کرتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کان میں پیشاب

کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اس شخص کو دھوکہ دے کر ذلیل وخوار کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک حیوان شیر کو ذلیل کرنے کیلئے چپکے سے اس پر پیشاب چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سب مجاز کی صورت ہیں، لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس کلام کو حقیقت پر حمل کرنا کوئی بعید بات نہیں ہے، لہٰذا اس کو ظاہر پر حمل کرنا چاہئے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ کلام حقیقت پر محمول ہے۔ اس میں کوئی مشکل نہیں، کیونکہ شیطان کھاتا ہے، پیتا ہے، نکاح کرتا ہے تو پیشاب کرنا کیا مشکل ہے۔ بہرحال کان میں پیشاب کرنے کا انتخاب اس لئے شیطان نے کیا کہ احساس اور خواب سے بیدار ہونے کا معاملہ کانوں سے متعلق ہے، لہٰذا وہ اپنے پیشاب سے کانوں کو بند کرنا چاہتا ہے کہ نماز کیلئے نہ اٹھے۔ یہ نہایت تقبیح کی طرف اشارہ ہے کہ کان میں پیشاب کردیا اور پیشاب بھی شیطان کا ہے۔

۱۸۱٦ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ فَقَالَ: أَلَا تُصَلُّونَ .فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا .فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قُلْتُ لَهُ ذَلِكَ ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَيَقُولُ: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا.

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم لوگ نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، وہ جب چاہتا ہے ہمیں چھوڑ دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر لوٹ گئے، جب میں نے آپ سے یہ بات کہی تو میں نے سنا کہ آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مارے (اظہار افسوس کرتے ہوئے) اور فرماتے کہ ''انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔''

تشریح:

''ان الحسین'' یعنی حسین بن علیؓ نے روایت کی اپنے باپ حضرت علیؓ سے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، عام محدثین نے یہی کہا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہاں راوی حسین نہیں، بلکہ حسن بن علی ہے۔ یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ''طرقہ'' طروق اور طارق رات کے وقت کسی کے پاس آنے کو کہتے ہیں، یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس رات کو آگئے۔ ''الا تصلون'' یعنی کیا تم تہجد کی نماز کیلئے نہیں اٹھتے ہو؟ ''بعثنا'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، وہ جب چاہیں گے جگادیں گے۔ اس کلام کے اندر خفیہ طور پر کچھ ناراضگی کا اظہار ہے، جس سے مہذب طریقہ سے کسی کے کلام کو مسترد کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ کے طور پر قرآن عظیم کی آیت پڑھی کہ انسان اکثر چیزوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے اور غصہ کے اظہار کیلئے آنحضرتؐ نے اپنے مبارک ہاتھ کو اپنی ران پر مارا اور دور واپس چلے گئے۔ اس میں حضرت علی کی شان میں کوئی نقص ظاہر کرنے کا قصہ نہیں ہے، نہ کوئی تصریح ہے، صرف احتمال اور اشارہ کی بات ہے، لیکن اس طرح معاملہ اگر حضرت صدیق یا فاروق سے پیش آتا تو شیعہ لوگ آسمان سر پر اٹھا کر شور کرنے لگ

جاتے، شاعر نے کہا۔

فعین الرضا عن کل عیب کلیلة و لکن عین السخط تبدی المساویا

۱۸۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ ثَلَاثَ عُقَدٍ إِذَا نَامَ بِكُلِّ عُقْدَةٍ يَضْرِبُ عَلَيْكَ لَيْلًا طَوِيلًا فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَتَانِ فَإِذَا صَلَّى انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان تم میں کسی کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے جب وہ سوجاتا ہے اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ ''تو طویل رات تک یونہی سوتا رہے'' (اور پھونک دیتا ہے) پھر اگر وہ شخص بیدار ہوجائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وہ جب وضو بھی کرلیتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح کو تروتازہ پاکیزہ دل کے ساتھ ہوکر اٹھتا ہے، ورنہ وہ برے دل اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔''

تشریح:

''یعقد الشیطان'' ہوسکتا ہے مطلق جنس شیطان مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود ابلیس یہ کام کر رہا ہو، کیونکہ وہ بے حیاء اور بین الاقوامی بے غیرت ہے۔ انسان کو خراب کرنے کیلئے سب کچھ کرتا ہے۔ ''علی قافیة'' سر کے پچھلے حصے کو قافیہ کہتے ہیں، بلکہ ہر چیز کے پیچھے حصے پر قفی اور قافیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابلیس اس کام کیلئے خصوصی رسی اور دھاگہ استعمال کرتا ہے۔ گرہ لگانے کا یہ کلام بھی حقیقت پر مبنی ہے اور شیطان جادوگروں کی طرح منتر پڑھ کر تین گرہیں لگاتا ہے۔ بعض علماء نے اس کلام کو بھی مجاز پر حمل کیا ہے کہ اس سے شیطان کا وسوسہ ڈالنا مراد ہے، مگر جب حقیقت پر عمل ممکن ہے تو مجاز کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

''یضرب'' یعنی ہر گرہ پر یہ کلام بطور منتر پڑھ کر پھونکتا ہے اور پھینک کر مارتا ہے۔ ''علیك لیلا طویلا'' بعض روایات میں ''فارقد'' کے الفاظ بھی ہیں، یعنی ٹھنڈی ٹھنڈی لمبی لمبی رات ہے، آرام سے سوجاؤ، نمازوں کی فکر نہ کرو۔ ''علیك'' کالفظ ''اَلْزِم'' کے معنی میں ہے۔ اس لئے لیلاً منصوب ہے اور اگر مرفوع ہو تو وہ مبتدا اور خبر کے طور پر ہوگا ''ای باقی علیك لیل طویل''

''فذکر الله'' یعنی صرف ذکر اللہ سے ایک گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرنے سے دوسری کھل جاتی ہے اور نماز پڑھنے سے ساری گرہیں ختم ہو جاتی ہیں تو آدمی چست ہوکر اٹھ جاتا ہے، ورنہ سست اور مردار بن کر اٹھتا ہے۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ یہ مذمت اس آدمی کے بارے میں ہے جو قصداً فرض نماز کو ضائع کرتا ہے، لیکن جو آدمی نماز کی پابندی کرتا ہے اور کبھی ناغہ نہیں کرتا ہے، مگر کسی وقت نیند کا غلبہ ہوگیا اور نماز رہ گئی، پھر اس نے پڑھ لی تو ایسے آدمی کے بارے میں یہ وعید نہیں ہے۔ ''خبیث النفس'' یعنی سست پست بوجھل اور پریشان اٹھتا ہے۔

خبیث کا لفظ خود اپنے بارے میں استعمال کرنا منع ہے۔ یہاں تو ایک فعل کے نتیجے میں اس پر یہ لفظ صادق آتا ہے، لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ "خبثت نفسی" مت کہو، بلکہ "قلست نفسی" کہا کرو۔

باب استحباب صلوة النافلة فی البیت وجواز ها فی المسجد

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے مسجد میں بھی جائز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی نمازوں میں سے بعض اپنے گھروں میں ادا کیا کرو اور انہیں قبرستان مت بناؤ''

تشریح:

''من صلوتکم فی بیوتکم'' یعنی نماز کا کچھ حصہ گھروں کیلئے بنادو اور گھروں کو قبرستان مت بناؤ، جہاں نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس باب کی تمام احادیث میں ان نمازوں کا ذکر ہے جو فرائض کے علاوہ ہیں، خواہ وہ سنت مؤکدہ ہوں یا سنن زوائد ہوں یا تراویح کی نماز ہو یا تہجد کی نماز ہو۔ گھروں میں ان نمازوں کے پڑھنے کے بہت سارے فوائد ہیں۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ احادیث کے مطابق افضل حکم پر عمل ہو جاتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ گھروں میں نمازوں کی وجہ سے برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں گی۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ گھروں میں چھوٹے بچے نماز کو دیکھ کر نماز پڑھنے لگ جائیں گے۔ چوتھا فائدہ یہ کہ یہی بچے بڑوں سے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھ لیں گے۔ پانچواں فائدہ یہ کہ جس گھر میں نماز میں تلاوت ہوگی وہاں سے شیطان بھاگ جائے گا۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ فرائض کے علاوہ کچھ نمازیں ایسی ہیں جو اگرچہ فرض نہیں ہیں، لیکن مسجد کے ساتھ خاص ہیں جیسے تحیۃ المسجد کی نماز ہے یا صلوٰۃ کسوف ہے یا عیدین کی نمازیں ہیں یا افضل کی حیثیت سے تراویح کی نماز ہے یا استسقاء کی نماز ہے۔ یہ نمازیں گھروں میں نہیں بلکہ مسجدوں میں ہوتی ہیں۔

''ولا تتخذوھا قبوراً'' اس کا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں نماز پڑھا کرو، ان کو قبرستان نہ بناؤ، کیونکہ وہاں مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص گھر میں نماز نہیں پڑھتا ہے، وہ مردے کی طرح ہے اور اس کا گھر قبر کی طرح ہے۔

۱۸۱۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مکانوں میں بھی نماز پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

۱۸۲۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَضَى أَحَدُكُمُ الصَّلاَةَ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلاَتِهِ فَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلاَتِهِ خَيْرًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں اپنی نماز پوری کرلے تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز میں سے کچھ گھر کیلئے بھی رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ گھر میں اس کی نماز کی برکت سے خیر پیدا کرنے والا ہے۔''

۱۸۲۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللَّهُ فِيهِ وَالْبَيْتِ الَّذِي لاَ يُذْكَرُ اللَّهُ فِيهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے''

۱۸۲۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ- وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ- عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ بے شک جس گھر میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔''

۱۸۲۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ احْتَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَيْرَةً بِخَصَفَةٍ أَوْ حَصِيرٍ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيهَا- قَالَ- فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَائُوا يُصَلُّونَ بِصَلاَتِهِ- قَالَ- ثُمَّ جَائُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمْ- قَالَ- فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا .فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلاَةِ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلاَةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلاَّ الصَّلاَةَ الْمَكْتُوبَةَ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی چھال یا چٹائی کا ایک حجرہ بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر اس میں نماز پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے بہت سے لوگوں نے اس میں آنا شروع کر دیا اور نماز پڑھنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں۔ ایک رات (حسب معمول) لوگ تو آ گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اور اس رات باہر تشریف نہ لائے تو لوگوں کی آوازیں اونچی ہونے لگیں اور وہ دروازہ کھٹکھٹانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا: ''تمہارے مسلسل اس طرز عمل نے مجھے اس گمان میں ڈال دیا کہ کہیں تم پر یہ (تہجد کی نماز) فرض نہ کر دی جائے۔ لہٰذا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنے گھروں میں نماز تہجد پڑھو اس لئے کہ فرض نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں وہی بہتر ہیں جو انسان گھر میں ادا کرتا ہے۔

۱۸۲۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا لَيَالِيَ حَتَّى اجْتَمَعَ إِلَيْهِ نَاسٌ .فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ: وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ سا بنایا اور رات کی نماز اس میں پڑھنا شروع کر دی۔ آگے سابقہ حدیث کی مانند بیان کیا اور آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اگر یہ تہجد تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی نہ کر پاتے''

تشریح:

''احتجر''، حجرہ کیلئے احاطہ کرنا اور کسی جگہ کو چٹائی وغیرہ سے گھیر لینے کے معنی میں ہے، معتکف لوگ اعتکاف کیلئے مسجد میں جو جگہ بناتے ہیں اور کپڑوں سے پردہ کرتے ہیں وہی مراد ہے۔ یہاں اعتکاف کے علاوہ اوقات میں دن یا رات میں نوافل کیلئے آپ نے ایسا کیا، پھر نوافل گھر میں پڑھنا شروع کیا تو یہ کام چھوڑ دیا۔ (فتح الملہم)

''حجيرة'' یہ حجرۃ کی تصغیر ہے ''ای حوط حجيرة فی ناحية المسجد ليصلی فيه مع فراغ القلب و ذلك فی رمضان''

''بخصفه او حصير'' علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہی ہے۔ چٹائی کو کہتے ہیں، اگر اس عمل کو رمضان کے اعتکاف پر حمل کیا جائے تو یہ بہت آسان ہو جائے گا۔ ''وحصبوا الباب'' یعنی اس حجرہ کے دروازے پر کنکریاں پھینک دیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر آ کر نماز تراویح پڑھا دیں۔ آنحضرتؐ باہر نہیں آئے اور صبح بیان فرمایا کہ میں اس لئے نہیں نکلا کہ تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے لہٰذا اس کو الگ الگ گھروں میں پڑھا کرو۔ اسی طرح ہوتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مسجد میں ایک امام پر جمع کیا۔ اب تک تراویح مسجد میں ہوتی ہے۔

باب فضيلة العمل الدائم و ما يكره من التشديد

تہجد وغیرہ اعمال میں دوام کی فضیلت اور تشدد کی کراہت

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۲۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ - يَعْنِي الثَّقَفِيَّ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصِيرٌ وَكَانَ يُحَجِّرُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُصَلِّي فِيهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَثَابُوا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ. وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلُوا عَمَلًا أَثْبَتُوهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی جسے رات میں کھڑا کر کے حجرہ سا بنالیا کرتے اور اس میں تہجد کی نماز پڑھتے تھے لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دیکھا دیکھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنا شروع کردی، جب کہ اس چٹائی کو دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچھالیا کرتے تھے ایک رات لوگوں کا کافی ہجوم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر وہی اعمال ضروری ہیں جن کی تمہیں قدرت و طاقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ (اجر عطا فرماتے) نہیں اکتاتا جب کہ تم (عمل کرتے کرتے) اکتا جاتے ہو، اور بے شک اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل تمام اعمال میں وہ ہے جو خواہ مقدار میں تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ کیا جائے'' اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جب کوئی عمل کرتے تو اس پر ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے پابندی کرتے تھے۔

تشریح:

''لا یمل'' سمع سے ہے، اکتانے کے معنی میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں اکتاتے، تم زیادہ عمل کرنے سے اکتا جاؤ گے تو چھوڑ دو گے، اس لئے طاقت کے مطابق تھوڑا عمل کرو، مگر دوام کے ساتھ کرو، اگر ایک آدمی ایک دن میں سو رکعات پڑھ لیں اور دوسرے دن دو بھی نہ پڑھے تو اس کا کیا فائدہ ہوا؟ مثلاً بڑا سیلاب آتا ہے، پتھر کے اوپر سے گزر جاتا ہے مگر پتھر باقی رہتا ہے لیکن اگر دوام کے ساتھ پانی کا ایک معمولی قطرہ پتھر پر ٹپکتا رہتا ہو تو پتھر میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔ یہ دوام اور عدم دوام کا اثر ہے۔ اثبت، ادوم، دووم، دیمہ، لزم یہ سب الفاظ مداومت کے معنی میں ہیں۔

۱۸۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ: أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: ہمیشگی اور پابندی والا عمل خواہ تھوڑا ہی ہو۔''

۱۸۲۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قَالَ: قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لَا .كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ.

علقمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ اے ام المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیسا ہوتا تھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو بعض ایام کے ساتھ مخصوص کرتے تھے؟ فرمایا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو دائمی ہوتا تھا، اور تم میں سے کس کو ایسی پابندی کی استطاعت ہے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استطاعت تھی۔''

۱۸۲۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ .قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا عَمِلَتِ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ جل شانہ کے نزدیک دائمی عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔ خواہ تھوڑا ہی ہو' راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی عمل شروع کرتیں تو اسے ہمیشہ کیلئے لازم فرمالیتی تھیں۔

۱۸۲۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ فَقَالَ: مَا هَذَا .قَالُوا لِزَيْنَبَ تُصَلِّي فَإِذَا كَسِلَتْ أَوْ فَتَرَتْ أَمْسَكَتْ بِهِ .فَقَالَ: حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا كَسِلَ أَوْ فَتَرَ قَعَدَ .وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: فَلْيَقْعُدْ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک رسی دوستونوں کے درمیان بندھی دیکھی۔ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور جب سستی یا تھکاوٹ ہو جاتی ہے تو اسے پکڑ لیتی ہیں (تاکہ گرنے نہ پائیں) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا۔ فرمایا: اسے کھول ڈالو! تم میں جو نماز پڑھنا چاہے کہ نشاط اور رغبت کے ساتھ پڑھے، پھر جب سستی اور تھکاوٹ ظاہر ہو تو بیٹھ جائے۔

تشریح:

"وحبل ممدود"، یعنی ایک رسی دوستونوں کے درمیان لٹکا رکھی تھی۔ "کسلت" یہ سستی کے معنی میں ہے۔فترت بھی اسی معنی میں ہے، یعنی جب رات کو عبادت میں سستی آجاتی تو حضرت زینب اپنے آپ کو اس رسی سے باندھ لیتی تھی تا کہ عبادت جاری رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور رسی کو کھلوادیا۔حولاء بنت تویت ایک صحابیہ کا نام ہے، عابدہ تھیں مگر عبادت میں تشدد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔اس صحابیہ کا ذکر مقدمہ مسلم میں بھی گزرا ہے۔

۱۸۳۰ - وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل حسب سابق روایت نقل فرماتے ہیں۔

۱۸۳۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ تُوَيْتِ بْنِ حَبِيبِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى مَرَّتْ بِهَا وَعِنْدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ هَذِهِ الْحَوْلَاءُ بِنْتُ تُوَيْتٍ وَزَعَمُوا أَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنَامُ اللَّيْلَ خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَوَاللَّهِ لَا يَسْأَمُ اللَّهُ حَتَّى تَسْأَمُوا.

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ زوجہ مطہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ حولاء بنت تویت بن حبیب بن اسد بن عبدالعزی ان کے پاس سے گزری جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما تھے، میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا کہ یہ "حولہ بنت تویت" ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رات بھر سوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "رات کو نہیں سوتی؟" (اظہار حیرت اور ناراضگی کیا۔چنانچہ موطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے) وہ عمل جس کی تمہیں طاقت وقوت ہے اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اجر دیتے دیتے نہیں تھکے گا یہاں تک کہ تم تھک جاؤ گے" (مگر وہ نہیں تھکے گا)

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ. فَقُلْتُ امْرَأَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّي. قَالَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا. وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ

وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ أَنَّهَا امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں نماز پڑھتی رہتی ہے۔ فرمایا: تمہارے لئے وہ عمل مناسب ہے جس کی تمہیں قدرت ہو واللہ! اللہ تعالیٰ نہیں تھکے گا ثواب دیتے دیتے لیکن تم اکتا جاؤ گے (عمل کرتے کرتے) چنانچہ دین کے اعمال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل سب سے زیادہ پسند تھا جس پر مداومت کی جائے یا ابو اسامہؓ کی روایت میں ہے کہ وہ عورت بنو اسد کی تھی۔

باب اذا نعس احدکم فلیرقد

جب عبادت میں نیند آجائے تو سو جایا کرو

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۸۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں نیند آنے لگے تو اسے سو جانا چاہئے حتیٰ کہ اس کی نیند چلی جائے۔ کیونکہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے نیند کے غلبہ کی صورت میں تو (ممکن ہے کہ) وہ استغفار کرنا شروع کرے اور اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے (کیونکہ نیند میں معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہے تو وہ استغفار کر رہا ہو اپنے خیال کے مطابق جب کہ حقیقت میں وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہہ رہا ہو اس کا بہت زیادہ امکان ہے)

تشریح:

''اذا نعس'' اونگھ اور نیند کو کہتے ہیں۔ ''فلیرقد'' یعنی سو جائے۔ ''فیسب نفسہ'' یعنی نیند کی حالت میں اگر نماز پڑھے گا تو بہت ممکن ہے کہ استغفار کے بجائے آدمی اپنے آپ کو نیند کے غلبہ کی وجہ سے بددعا دیدے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اس طرح ہوتا ہے۔ ساتھ والی روایت میں ''استعجم'' کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ زبان بند ہو جائے اور اپنی مرضی پر نہ چلے، بلکہ نیند کے غلبے سے کچھ اور کہنے لگ جائے۔ ان تمام صورتوں میں سو جانے کا حکم ہے۔ فرض نماز کا وقت اگر لمبا ہے تو اس میں بھی اسی طرح عمل کرے کہ ہر شغل

سے فارغ ہوکر اطمینان سے نماز پڑھے اور نوافل خواہ دن میں ہوں یا رات میں ہوں سب کا حکم یہی ہے کہ پہلے آرام کرو پھر نوافل پڑھو۔

١٨٣٤ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلَى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُولُ فَلْيَضْطَجِعْ.

ہمامؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ صحیفہ ان احادیث پر مشتمل ہے جو ہم سے ابو ہریرہؓ نے بیان کیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے، اور پھر ہمام نے ان میں سے بعض احادیث ذکر کیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رات کو نماز کیلئے کھڑا ہو اور غلبہ نیند کی بناء پر قرآن کی تلاوت اس کی زبان پر جاری ہونا مشکل ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہوتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو ایسے آدمی کو سو جانا چاہئے۔ (تا کہ غلط تلاوت قرآن کا گناہ اور وبال نہ ہو)

کتاب فضائل القرآن

فضائل قرآن کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

قال الله تعالیٰ ﴿**یا ایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفآء لما فی الصدور و هدی و رحمة للمؤمنین قل بفضل الله و برحمته فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون**﴾ (یونس: ۸۵)

فضائل جمع ہے، اس کا مفرد فضیلة ہے۔ "و هی ما یزیده به الرجل علی غیره و اکثر ما یستعمل فی الخصال المحمودة" (طیبی)

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہدایت ہے جو انسانوں کی دینی رہنمائی کیلئے اتاری گئی ہے۔ اس کی فضیلت کیلئے یہی کافی ہے کہ یہ خالق کائنات کی کتاب ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اس کی بڑی شان اسی کے اوراق میں بیان فرمائی ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین اور اقوال وافعال کے ذریعہ سے اس کی بڑی عظمت ظاہر فرمائی ہے۔ گیارہ سو سال تک اس کتاب نے مسلمانوں کو دنیا کے تمام انسانوں پر حاکم وقائد کی حیثیت سے صفحہ عالم پر غالب رکھا اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کی مثالی حکومتیں قائم ہوئیں، جب مسلمانوں نے اس کتاب کو چھوڑا تو مسلمانوں کی قائدانہ صلاحتیں ختم ہوگئیں اور ان کی حکومتیں کفار اغیار کے دست نگر بن گئیں۔ آج کائنات میں اگر کوئی مظلوم ہے تو سب سے بڑا مظلوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہی کتاب ہے۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس کتاب کو حرز جان بنائے اور اس کا ناظرہ پڑھے، اس کو یاد کرے، اس کے معانی کو سمجھے اور اس پر عمل کرے تا کہ وہ دنیا کیلئے قائد بن جائے اور آخرت میں کامیاب ہو جائے۔

اس امت کے علماء نے مختلف انداز سے کتاب اللہ کی خدمت کی ہے، فقہاء نے فقاہت اور مسائل کے حوالہ سے خدمت کی ہے، اہل بلاغت نے اس کی فصاحت و بلاغت کے حوالہ سے خدمت کی ہے، صرف ونحو کے علماء نے اپنے فن کی روشنی میں اس کی بھرپور خدمت کی ہے اور قراء حضرات نے اس کی قراءت کی خدمت کی ہے، اہل تصوف نے اس کے تصوف کا پہلو اجاگر کیا ہے اور اہل عمل نے عملی میدان میں اس کی خدمت کی ہے، مفسرین نے اس کی تفسیر وتوضیح کی وہ خدمات انجام دی ہیں جسے دیکھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ دو لاکھ تفاسیر لکھ کر مفسرین نے کتاب اللہ کی خدمت کی ہے، الغرض اس عاجز انسان نے اپنی بساط کے مطابق اس کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ابدی کلام کا حق ادا ہو سکتا تو خدمت کرنے والوں کی اس بڑی خدمت سے اس کا حق ادا ہو جاتا، لیکن ایک فانی انسان اس ابدی کلام کی خدمت کا حق ادا نہیں کرسکتا، وہ اتنا ہی کہہ سکتا ہے۔

ما للعلوم و للتراب و انما　　　　یسعی لیعلم انه لا یعلم

یعنی علم اور مٹی میں کیا نسبت ہے، یہ بشر تو اتنا کرسکتا ہے جو یہ کہہ دے کہ کچھ نہیں جانتا ہے۔

اس باب میں پورے قرآن کے فضائل عمومی طور پر بیان کئے گئے ہیں اور بعض سورتوں یا آیتوں کے فضائل خصوصی طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن میں تفاضل کی بحث

اب یہاں یہ بحث ہے کہ آیا قرآن کی بعض سورتوں یا آیتوں کو دوسری آیتوں پر فضیلت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہوا ہے۔ ابن حبان، ابوالحسن اشعری اور قاضی ابوبکر باقلانیؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم میں تفضیل بعض علی بعض جائز نہیں ہے، کیونکہ سارا اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے۔

امام غزالیؒ نے جواہر القرآن میں جو کلام کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تیری بصیرت اور ذوق سلیم آیت الکرسی اور آیت مداینہ میں فرق نہ کر سکے، اسی طرح سورۃ اخلاص اور سورۃ لہب میں فرق نہ کر سکے کہ کون کس سے افضل ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرلو، آپؐ نے سورتوں اور آیتوں کے درمیان تفضیل کا شافی بیان کیا ہے۔ (مرقات)

ملا علی قاریؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کلام باعتبار اس کے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے، نہ تفاضل ہے، البتہ معانی اور مضامین کے اعتبار سے تفاضل ہے، کیونکہ سورۃ اخلاص کا مضمون جو وحدانیت باری تعالیٰ پر مشتمل ہے، وہ سورۃ لہب میں کہاں ہے، اسی اعتبار سے تفضیل ہے۔ ملا علی قاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن کا اطلاق کلام نفسی اور اس پر دال الفاظ دونوں پر ہوتا ہے۔

یعنی قرآن نظم ومعانی دونوں کا نام ہے، نظم سے الفاظ مراد ہیں، جو دال ہیں اور معانی سے کلام نفسی مراد ہے جو مدلول ہے۔ دونوں مل کر کلام اللہ بنتا ہے۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں یہ سب کائنات کا حصہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام کائنات کا حصہ نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اس لئے کلام اللہ قدیم ہے، اسکو حادث نہیں کہا جا سکتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ اور معتزلہ کے درمیان جو معرکہ ہوا اور ظالم بادشاہوں نے جو آپ کو تختۂ مشق بنایا وہ معرکہ اسی خلق قرآن کے مسئلہ میں تھا۔

۱۸۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو رات میں قرآن کریم پڑھ رہا تھا، فرمایا کہ: اللہ اس پر رحمت فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جسے میں فلاں فلاں سورت میں ساقط کر دیتا تھا'' (بھول کی وجہ سے)

تشریح:

''سمع رجلا'' ای صوت رجل و ھو عباد بن بشر صحابی جلیل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو رات کے وقت قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ذرا تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اور مسجد میں بھی ایک صحابی تہجد پڑھ رہے تھے، ان کی آواز جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ اے عائشہ یہ عباد کی آواز تو نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ عباد بن بشر کی آواز ہے، تب آپ نے دعا فرمائی۔ ایک روایت میں نام کی تصریح ہے کہ یہ عبداللہ بن یزید انصاری تھے۔ ہوسکتا ہے کہ دو واقعات ہوں۔

''كنت اسقطتها'' اسقاط گرانے کو کہتے ہیں۔ مراد بھولنا ہے، جس طرح باقی روایات میں ''أنسيتها'' کے الفاظ مذکور ہیں۔ ایک روایت میں ''نُسّيتها'' کے الفاظ بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس آیت کو بھول گیا تھا۔ اس کے پڑھنے سے مجھے آیت یاد آگئی۔

سوال: سوال یہ ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور اللہ تعالیٰ کی محفوظ کتاب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیت کے بھولنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: علامہ اسماعیلیؒ کے حوالہ سے فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرآن کی کسی آیت کے بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بھولنا دو قسم پر ہے۔ ایک قسم کا بھولنا اس طرح ہے کہ آیت امت تک پہنچانے کے بعد کچھ وقت کیلئے بھول جائے اور پھر یاد آجائے، اس طرح بھولنا واقع بھی ہے اور جائز بھی ہے۔ یہ بشری تقاضا ہے جس طرح نماز میں سہو ہوجانا ثابت ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون''

دوسری قسم بھولنا اس طرح کہ کوئی آیت منسوخ کرنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے اٹھالی جائے اور مکمل طور پر منسوخ بنالی جائے، جس طرح آیت میں ہے ''ما ننسخ من آية او ننسها الخ'' بہرحال پہلی قسم بھولنا عارضی ہے، تھوڑی دیر کے بعد یاد آجاتی ہے۔ زیر بحث حدیث میں نسیان سے مراد اسی قسم کا نسیان ہے۔ جب آپ نے صحابی سے سنا تو حافظہ میں محفوظ آیت ذہن میں حاضر ہوگئی تو یہ حقیقت میں مکمل نسیان نہیں ہے، بلکہ وقتی ذہول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح نسیان کا ہوجانا نبی علیہ السلام کیلئے منع نہیں ہے۔ بعض صوفیاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مطلقاً نسیان کو ممنوع قرار دیا ہے، یہ قول شاذ ہے۔

۱۸۳۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ .فَقَالَ: رَحِمَهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کی تلاوت سنتے تھے مسجد میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اس پر رحمت فرمائے اس نے مجھے وہ آیت یاد دلا دی جو مجھے بھلا دی گئی تھی''

۱۸۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے جس کے مالک نے اگر اس کا خیال رکھا تو وہ محفوظ رہا اور اگر اسے

چھوڑ دیا تو چلا گیا'' (جس کا مقصد یہ ہے کہ حافظ قرآن اگر قرآن کریم کو یاد کرتا رہے، دہراتا رہے تو قرآن کریم لمبا محفوظ رہے گا ورنہ بھول جائے گا)

تشریح:

''مثل صاحب القرآن'' صاحب قرآن سے مراد قرآن والا ہے، خواہ ناظرہ سے قرآن پڑھتا ہو یا حفظ کے طور پر قرآن اس کے پاس ہو۔ گویا قرآن کریم ایک عظیم دولت ہے جو اس شخص کے پاس ہے، اگر یہ شخص اپنی دولت کی قدر کرے گا اور قرآن کی تلاوت میں سستی نہیں کرے گا اور اس کی نگرانی کرے گا تو یہ دولت اس کے پاس رہے گی، ورنہ جس طرح دولت کی ناقدری کرنے سے وہ دولت چلی جاتی ہے تو اس شخص سے بھی یہ قرآن بھاگ جائے گا، جس طرح بندھے ہوئے اونٹوں کو اگر کھول دیا جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔ اونٹوں سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ جانوروں میں یہ سخت متنفر جانور ہے۔ فوراً بھاگ جاتا ہے اور بھاگنے کے بعد اس کو قابو کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ (فتح الملہم)

۱۸۳۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ - يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ - جَمِيعًا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ . بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ: وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ وَإِذَا لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث (بیشک صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے جس کے مالک نے اگر اس کا خیال رکھا تو وہ محفوظ رہا اور اگر اس کو چھوڑ دیا تو چلا گیا) ہی روایت فرماتے ہیں اس اضافہ کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب صاحب قرآن (حافظ قرآن) رات دن اٹھ کر اسے یاد کرتا اور پڑھتا رہتا ہے تو قرآن اسے یاد رہتا ہے اور اگر پڑھتا نہیں رہتا تو بھول جاتا ہے۔''

۱۸۳۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ يَقُولُ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ اسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ بِعُقُلِهَا.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''ان میں کا (حفاظ قرآن میں کا) بہت برا شخص ہے وہ جو یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا، (وہ بھولا نہیں) بلکہ بھلا دیا گیا۔ قرآن کو یاد

کرنے کی کوشش کیا کرو کہ قرآن لوگوں کے سینوں سے ان چوپایوں کی بہ نسبت جن کی ایک ٹانگ بندھی ہو اور وہ رسی تڑا کر بھاگتے ہوں زیادہ بھاگنے والا ہے۔"

تشریح:

"بئسما لاحدهم" یعنی مسلمانوں میں سے کسی کیلئے یہ بہت بری بات ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں نے فلاں آیت کو بھلا دیا، کیونکہ اس کہنے سے یہ آدمی اس شخص کے مشابہ ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كذالك اتتك آياتنا فنسيتها و كذالك اليوم تنسى﴾ "كيت و كيت" اى كذا و كذا فلاں فلاں آیت یعنی سیدھا سیدھا اپنی طرف یہ نسبت نہ کرو کہ میں نے فلاں فلاں آیت کو بھلا دیا۔ یہ تو اپنے خلاف گواہی دینے کے مترادف ہے، بلکہ یہ کہو کہ میں بھلایا گیا، گویا میں نے اپنے اختیار سے قرآن سے منہ نہیں موڑا، بلکہ مجبوری سے ایسا ہو گیا ہے۔ "استذكروا" یعنی قرآن کو یاد رکھا کرو "تفصيا" بھاگنے کے معنی میں ہے، دوسری روایت میں تفلتا کا لفظ ہے، وہ بھی چھوٹ کر بھاگنے کو کہتے ہیں۔ "من النعم" اونٹ، گائے، بیل اور بکریوں پر نعم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ انعام اس کی جمع ہے، یہاں نعم سے اونٹ مراد ہے۔ "عُقُل" یہ عقال کی جمع ہے۔ باندھنے کی رسی کو کہتے ہیں۔ اونٹ کو پاؤں سے جب باندھا جائے تو اس کو "الابل المعقلة" کہتے ہیں۔

قرآن کریم بھولنے کا گناہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ قرآن بھولنے کا جو گناہ ہے، یہ کس درجے کا گناہ ہے تو بعض سلف نے اس کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے قرآن کی کچھ آیات اور کچھ ضعیف احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں یہ حدیث ہے: "عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عرضت على ذنوب امتى فلم ار ذنباً اعظم من سورة من القرآن او تيها رجل ثم نسيها" (فى اسناده ضعف)

ابوالعالیہ نے ایک موقوف روایت اس طرح نقل کی ہے: "كنا نعد من اعظم الذنوب ان يتعلم الرجل القرآن ثم ينام عنه حتى ينساه (واسناد جيد) وفى ابى داؤد عن سعد بن عبادة مرفوعاً من قرأ القرآن ثم نسيه لقى الله و هو اجذم (وفى اسناده مقال)

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ قرآن بھولنے والے کو بہت ناپسند کرتے تھے اور اس کے بارے میں سخت قسم کا "قول" فرماتے تھے۔ (فتح الملہم)

علماء نے لکھا ہے کہ یہ شدید وعید اس آدمی کے بارے میں ہے کہ جو حفظ کرنے کے بعد یا ناظرہ پڑھنے کے بعد قرآن کو اس طرح بھول جائے کہ قرآن میں دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن کی تلاوت میں غفلت کرنے سے آدمی کو قرآن ایسا بھول جاتا ہے کہ پھر دیکھ کر قرآن کو نہیں پڑھ سکتا ہے۔ میں نے مسجد کے ایک امام کو دیکھا ہے جو ایک عام آدمی سے قرآن کا ناظرہ سیکھ رہا تھا، حالانکہ یہ امام پہلے اکثر قرآن کا حافظ تھا اور حافظ صاحب کے نام سے مشہور تھا۔

علماء نے لکھا ہے کہ قرآن عظیم کا حق ہے کہ سال میں ایک بار ناظرہ سے اس کو پڑھ لیا کرے۔ اسحاق بن راھویہ کا فتویٰ ہے کہ کسی بھی آدمی کے حق میں یہ مکروہ ہے کہ چالیس دن گزر جائے اور وہ قرآن عظیم کی تلاوت نہ کرے۔ بہر حال ان احادیث میں قرآن کریم کی حفاظت کی زبردست ترغیب ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کا درس قائم کیا جائے۔ اس کی مسلسل تلاوت کی جائے اور اس کے سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ (فتح الملہم)

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ تَعَاهَدُوا هَذِهِ الْمَصَاحِفَ - وَرُبَّمَا قَالَ الْقُرْآنَ - فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ .قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ.

شقیق کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مصحف (قرآن) کا خیال رکھو، بعض مرتبہ مصحف کی بجائے قرآن ہی کہا۔ کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں سے ایک ٹانگ بندھے چوپایوں کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے، اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا''

۱۸۴۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِئْسَمَا لِلرَّجُلِ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ سُورَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ أَوْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ.

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ: ''بہت ہی برا ہے وہ شخص جو یہ کہے کہ میں فلاں فلاں سورت یا فلاں فلاں آیت بھول گیا (وہ بھولا نہیں) بلکہ وہ بھلا دیا گیا ہے۔''

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَاهَدُوا هَذَا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا .وَلَفْظُ الْحَدِيثِ لِابْنِ بَرَّادٍ.

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کا خیال رکھا کرو جس ذات کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس کی قسم! یہ قرآن اس اونٹ سے جو بندھا ہو زیادہ بھاگنے والا ہے'' (ولفظ الحديث لابن براد)

باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن

قرآن کریم کو اچھی آواز سے پڑھنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۴۳ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ.

حضرت ابو ہریرہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کوئی چیز اتنے دھیان اور توجہ سے نہیں سنتے جتنا کسی خوش الحان نبی کی جو خوبصورت قرآن پڑھتا ہے تلاوت سنتے ہیں۔''

تشریح:

''ما اذن الله لشيء'' اس جملہ میں دو جگہ لفظ ''ما'' آیا ہے پہلا ''ما'' نافیہ ہے اور دوسرا ''ما'' مصدریہ ہے۔ عبارت اس طرح ہے: ''ما اذن الله لشيء مثل اذنه لنبي'' ''اذن'' سمع یسمع سے کان لگا کر کسی چیز کے سننے کو کہتے ہیں۔ اس کا مصدر اذنا ہے۔ اگلی حدیث میں کاذنہ کا لفظ صراحت کے ساتھ مذکور ہے جو مصدر ہے۔ قرآن کی آیت ﴿و اذنت لربها و حقت﴾ اسی طرح ہے۔ حدیث میں کان لگا کر سننے کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے۔ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ ''ما يليق بشانه تعالى'' جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، وہی معنی مراد ہے۔ علامہ نوویؒ اور علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ یہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کو اپنے قریب کرتا ہے اور اس کو ثواب عطا کرتا ہے۔

''يتغنى بالقرآن'' باب تفعل سے تغنی ترنم اور گنگناہٹ کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں، یہاں تحسين الصوت بقرأة القرآن مراد ہے۔ علامہ عثمانی لکھتے ہیں: ''و المراد بالتغنى تحسين الصوت و ترقيقه و تحزينه و به قال الشافعيؒ و اكثر العلماء'' بعض علماء کی طرف منسوب ہے کہ اس لفظ سے مستغنی ہونا مراد ہے، یعنی قرآن کی وجہ سے اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن یہاں حدیث کا مطلب اس طرح بیان کرنا غلط ہے کہ عام علماء نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔ بہرحال قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں خود زبردست مٹھاس ہے، لیکن آواز کو بہتر سے بہتر بنا کر پڑھنے سے قرآن کا حسن اور مٹھاس دو چند ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ مطلوب ہے: ''زينوا القرآن باصواتكم'' حدیث کے الفاظ ہیں۔ تاہم اہل عشق کے لہجے میں پڑھنا اور اس طرح غنہ اور قلقلہ کرنا کہ حروف اپنی حدود سے متجاوز ہو جائیں اور خشوع خضوع میں نقصان آجائے تو اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے

''لنبي حسن الصوت'' اچھی آواز والے نبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ آگے احادیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ تشبیہ کا ذکر آگیا ہے، لیکن یہاں قرآن پڑھنے کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ بہرحال قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے کہ اہل جنت کے سامنے قرآن پڑھ کر خاص لہجہ میں سنائیے، پھر اللہ تعالیٰ

خود اپنا کلام اہل جنت کو سنائے گا، جس کا لطف کیا ہوگا؟

۱۸۴۴ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ (ح) وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: كَمَا يَأْذَنُ لِنَبِيٍّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ.

حضرت ابن شہابؒ سے ان اسناد کے ساتھ روایت منقول ہے۔ فرمایا: جیسا کہ اس نبی سے سنتا ہے جو کہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم پڑھے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ - وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کسی چیز کو نہیں سنتا جس طرح کہ اس نبی کی آواز کو جو خوش الحانی اور بلند آواز سے پڑھے۔

۱۸۴۶ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مَالِكٍ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. مِثْلَهُ سَوَاءً وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَمْ يَقُلْ سَمِعَ.

حضرت ابن ہادؒ سے حسب سابق روایت ان اسناد کے ساتھ مروی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس روایت سمع کا لفظ نہیں ہے۔

۱۸۴۷ - وَحَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِقْلٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ كَأَذَنِهِ لِنَبِيٍّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس طرح نہیں سنتے جیسے کہ اس نبی کی آواز کو سنتے ہیں جو بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔

۱۸۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مِثْلَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ أَيُّوبَ قَالَ فِي رِوَايَتِهِ: كَإِذْنِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یحییٰ بن کثیر کی روایت (اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس طرح نہیں سنتے جیسے کہ اس نبی کی آواز کو سنتے ہیں جو بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے) کی طرح نقل کرتے ہیں۔ مگر ابن ایوب نے اپنی روایت میں کاذنہ کا لفظ بولا ہے۔

۱۸۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا

مَالِكٌ- وَهُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَوِ الْأَشْعَرِيَّ أُعْطِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ.

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبداللہ بن قیس یا اشعریؓ کو آل داؤد کی خوبصورت آوازوں میں سے آواز عطا کی گئی ہے۔''

تشریح:

''عبد الله بن قيس'' حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام عبداللہ ہے اور قیس ان کے والد کا نام ہے۔ راوی کو شک ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن قیس کا لفظ فرمایا تھا یا صرف ''الاشعری'' کا لفظ ادا فرمایا تھا۔ مطلب دونوں کا ایک ہے ''مزماراً'' مزمار اور زمارہ بانسری کو کہتے ہیں، جس سے قسم قسم کی اچھی آوازیں نکالی جاتی ہیں اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی اچھی اور میٹھی آواز کی تشبیہ بانسری کی اچھی میٹھی آواز سے دی گئی ہے۔ مزمار کی جمع مزامیر ہے۔ اس کا اطلاق خاص لہجہ اور لے پر بھی ہوتا ہے، پھر مطلب اور آسان ہو جائے گا، یعنی ابو موسیٰ اشعری کو حضرت داؤدؑ کی آواز، لے اور سر میں سے ایک لے دی گئی ہے۔

''ال دائود'' آل کا لفظ زائد ہے، خود حضرت داؤد علیہ السلام مراد ہیں، کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام پر حسن صوت کی انتہا ہو گئی تھی، جن کے ساتھ پرندے اور پہاڑ جھوم جھوم کر شریک ہوتے تھے۔ شارحین لکھتے ہیں: ''و ال داؤد هو داؤد عليه السلام نفسه و اليه المنتهى فى حسن الصوت بالقرأة و المعنى اعطى نغمة حلوة من نغمات داؤد عليه السلام''

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حسن صوت کے بارے میں علامہ عثمانی نے فتح الملہم میں ایک روایت نقل کی ہے: ''عن ابى عثمان النهدى قال دخلت دار ابى موسى الاشعرى فما سمعت صوت ضج و لا بربط و لا ناى احسن من صوته'' (كذا فى الحلية لابى نعيم) ''ضج'' یہ بجانے کا ایک آلہ ہے جو پیتل سے بنایا جاتا ہے، دو پلیٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک کو دوسرے پر مارا جاتا ہے، جس سے مزیدار آواز نکلتی ہے۔ ''بربط'' یہ بھی بجانے کا ایک آلہ ہوتا ہے، فارسی لفظ ہے، لکڑی سے بنایا جاتا ہے، جس سے اچھی آواز نکلتی ہے۔ ''نای'' یہ وہی بانسری ہے۔

۱۸۵۰- وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي مُوسَى: لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَائَتِكَ الْبَارِحَةَ لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ.

ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوموسیٰ اشعریؓ سے: ''کاش تم مجھے دیکھتے گزشتہ رات جب میں تمہاری قرأت سن رہا تھا۔ بیشک تمہیں آل داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے۔''

تشریح:

''لو رأيتنى'' یعنی گزشتہ رات تجھ پر میرا گزر ہوا، میں نے تمہاری قرأت کی میٹھی آواز سنی، اگر تم مجھے دیکھتے تو خوش ہو جاتے کہ نبی مکرم اور

رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کان لگا کر میری قرأت سن رہے ہیں۔ ایک تفصیلی روایت میں آیا ہے کہ رات کے وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دونوں ابوموسیٰ اشعریؓ کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے اور وہ اپنے گھر میں قرآن پڑھ رہے تھے (یعنی نماز میں) یہ دونوں کھڑے ہوگئے اور ان کی قرأت سننے لگے۔ صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو بتادیا تو انہوں نے فرمایا: "اما انی لو علمت بمکانك لحبرته لك تحبیرا" یعنی اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اپنی آواز کو اور زیادہ خوبصورت بنا دیتا۔ معلوم ہوا کہ قرآن کو بہتر سے بہتر آواز کے ساتھ پڑھنا چاہئے، خوش الحانی سے پڑھنا مطلوب و مرغوب ہے، البتہ تکلف کے لہجہ میں الحان کے ساتھ پڑھنے کو امام مالکؒ اور جمہور علماء نے مکروہ لکھا ہے، کیونکہ اس سے خشوع وخضوع اور سمجھ بوجھ میں خلل پڑتا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھنے کو مباح لکھا ہے، کیونکہ اس سے تشویق پیدا ہوتی ہے اور خشوع وخضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ نے ایک قول میں جائز لکھا ہے اور دوسرے قول میں مکروہ لکھا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ تمام علماء کے نزدیک ایسا الحان جائز نہیں ہے کہ جس سے حروف میں نقص واضافہ ہوتا ہے یا کلام میں تمدید وتمطیط آتی ہے یا مدوادغام میں فرق آتا ہو، جس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اہل عشق کے لہجے میں قرآن نہ پڑھو، بلکہ حکم یہ ہے کہ "اقرأوا القرآن بلحون العرب"

باب ذکر قرأة النبی سورة الفتح یوم فتح مکة

فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سورۂ فتح کے پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَوَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيَّ يَقُولُ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فِي مَسِيرٍ لَهُ سُورَةَ الْفَتْحِ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَرَجَّعَ فِي قِرَائَتِهِ .قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ يَجْتَمِعَ عَلَيَّ النَّاسُ لَحَكَيْتُ لَكُمْ قِرَائَتَهُ.

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے سال ایک سفر میں سورۃ الفتح پڑھی اپنی سواری پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دہرا کر پڑھتے رہے۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت تم کو بتاتا۔ (کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے تھے)

تشریح:

"فرجع فی قرأته" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب ترتیل کے ساتھ حلق میں قرأت کے الفاظ گھما گھما کر پڑھ لئے۔ "رَجَّعَ" دہرانے اور گھمانے کے معنی میں ہے۔ اس سے گنگنا کر اچھی آواز سے پڑھنا مراد ہے۔ منۃ المنعم میں اس طرح لکھا ہے:

"فرجع فی قرأته من الترجیع و هو تردید الصوت فی الحلق و قد حکی عبد الله بن مغفل رضی الله عنه قرأته صلی الله

علیہ و سلم نحو آ آ آ و هذ الترجيع اما ان يكون قصداً تحسينا للصوت و ترتيلا للقرأة و اما ان يكون قد حدث لاجل حركة الناقة دون قصده صلى الله عليه و سلم و الظاهر الاول" (منة المنعم)

"قال معاوية" یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ اس ترجیع کی وجہ سے اکھٹے ہوجائیں گے اور مجھ پر رش لگ جائے گا تو میں اس طرز پر تمہارے سامنے پیش کر کے نقل اتار دیتا جس طرح میں نے عبداللہ بن مغفلؓ سے سنا اور انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ "لحکیت لکم" نقل اتارنے کو کہتے ہیں، حکایت کا لفظ بھی اسی سے ہے کہ آدمی کسی کا قصہ سنا کر نقل کرتا ہے۔

"وقال الشيخ ابو محمد بن ابی جمرة معنى الترجيع تحسين التلاوة لا ترجيع الغناء لان القرأة بترجيع الغناء تنافی الخشوع الذی هو مقصود التلاوة" (فتح الملهم)

۱۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ .قَالَ فَقَرَأَ ابْنُ مُغَفَّلٍ وَرَجَّعَ .فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا النَّاسُ لَأَخَذْتُ لَكُمْ بِذَلِكَ الَّذِي ذَكَرَهُ ابْنُ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے روز اپنی اونٹنی پر سوار دیکھا کہ سورۃ الفتح پڑھ رہے ہیں۔ ابن مغفل نے پڑھ کر سنایا اور دہرا کر پڑھا۔ معاویہؒ بن قرۃ کہتے ہیں کہ اگر لوگ نہ ہوتے تو میں تمہیں وہ قرأت کر کے سناتا جسے ابن مغفلؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔

۱۸۵۳ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ عَلَى رَاحِلَةٍ يَسِيرُ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ.

حضرت شعبہؒ سے سابقہ روایت (ابن مغفل رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کو فتح مکہ کے دن سورۃ الفتح پڑھتے دیکھا...... الخ) ان اسناد کے ساتھ منقول ہے لیکن فرق یہ ہے کہ خالد بن حارث کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار تھے۔ اور سورۃ فتح پڑھتے جا رہے تھے۔ اونٹنی کا ذکر نہیں ہے۔

باب نزول السكينة لقراءة القرآن

قرآن کی تلاوت کی وجہ سے سکینہ کا نزول

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ

الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدُورُ وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا جبکہ اس کا گھوڑا قریب ہی لمبی دو مضبوط رسیوں سے بندھا ہوا تھا کہ اس پر ایک بدلی چھا گئی اور وہ گھومنے اور قریب ہونے لگی، گھوڑا بدکنے لگا اسے دیکھ کر، جب صبح ہوئی تو وہ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات ذکر کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (بدلی) درحقیقت ایک سکینت تھی جو قرآن کی برکت سے نازل ہوئی تھی۔

تشریح:

''رجل'' اس رجل سے مراد اسید بن حضیرؓ ہیں جو شان والے صحابی ہیں۔ آئندہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ''سورۃ الکھف'' ایک روایت میں سورۂ بقرہ کا ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں سورتوں کے پڑھنے میں سکینہ کا نزول ہوا ہو۔ دو واقعے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ الگ الگ صحابی کا واقعہ ہو۔ سورت کہف کا واقعہ اسید بن حضیرؓ سے پیش آیا ہو اور سورت بقرہ میں سکینہ کے نزول کا واقعہ ثابت بن قیس بن شماسؓ سے پیش آیا ہو۔ ''وعندہ فرس'' ایک روایت میں حصان کا لفظ بھی ہے اور دابۃ کا لفظ بھی آیا ہے، مراد گھوڑا ہے۔ ''مربوط'' یعنی باندھا ہوا تھا۔ ''شطنین'' شطن مضبوط رسی کو کہتے ہیں، جو بہت لمبی ہو اور مضبوط بھی ہو۔ دو رسیوں سے باندھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ گھوڑا طاقتور بھی تھا اور سرکش بھی تھا۔ ''سحابۃ'' بدلی اور بادل کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہی سکینہ ہے جو بادل کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ ''تدور وتدنو'' تدور گھومنے کے معنی میں ہے اور تدنو نزدیک ہونے کے معنی میں ہے، یعنی یہ بادل گھوم گھوم کر قریب ہو رہا تھا اور گھوڑا بدک رہا تھا۔ ''تلك السكينة'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا جو قرآن پڑھنے کے وقت نازل ہوتا ہے۔

سکینہ کیا چیز ہے؟

سکینہ تسکین اور سکون سے ہے جو اطمینان کے معنی میں ہے، یعنی سکینہ وہ تسکین قلبی، خاطر جمعی اور رحمت خداوندی ہے جس سے دل پاکیزہ اور منور ہو جاتا ہے۔ سکینہ اگرچہ عام طور پر مشاہدہ میں نہیں آتی ہے، مگر کبھی کبھی بادل وغیرہ چھاؤں کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور میدان جنگ و جہاد میں غنودگی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ عوام الناس بسا اوقات غفلت کو سکینہ سمجھتے ہیں۔ مجلس وعظ یا تلاوت میں شیطانی نیند کو سکینہ کہتے ہیں، یہ غلط ہے۔ علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی المعروف ''الابی المالکیؒ'' نے سکینہ کے متعلق کئی اقوال نقل کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سکینہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس آیت میں ہے: ﴿ان یأتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۴۸)

بعض علماء کہتے ہیں کہ سکینہ سے رحمت مراد ہے، بعض نے کہا کہ اس سے طمانیت واطمینان مراد ہے، بعض نے کہا کہ اس سے وقار اور انسان کی سنجیدگی مراد ہے، جس سے وہ سکون حاصل کرتا ہے، بعض نے کہا کہ سکینہ ایک عجیب شکل کی ہوا کا نام ہے جو نہایت نرم انداز سے تیز تیز چلتی ہے، جس کا انسان کی طرح چہرہ ہوتا ہے، بلکہ بعض نے کہا کہ اس کے دو سر ہوتے ہیں، بعض نے کہا کہ سکینہ بلی کی طرح ایک حیوان ہوتا ہے، جس کے دو پر ہوتے ہیں اور ایک دم ہوتی ہے، اسکی آنکھوں میں ایسی شعاعیں ہوتی ہیں جس سے جب وہ کسی لشکر کی

طرف دیکھتا ہے تو لشکر پسپا ہو کر بھاگ جاتا ہے، بعض نے کہا کہ سکینہ جنت میں سونے کے ایک سکہ کا نام ہے، بعض نے کہا کہ سکینہ ان آیات الٰہیہ اور دلائل قاطعہ کا نام ہے جس کے پہچاننے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام تعریفات میں ظاہر اور واضح تعریف یہ ہے کہ سکینہ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو تلاوت قرآن کے وقت نازل ہوتی ہے، اس میں مختلف روشنیاں ہوتی ہیں، کبھی بادل ساتھ ہوتا ہے، کبھی سایہ ساتھ ہوتا ہے، کبھی دھند کی شکل ہوتی ہے، اس رنگارنگی کی وجہ سے حیوان اسے دیکھ کر بدکنے لگ جاتا ہے، جس طرح اس باب کی احادیث میں ہے، ساتھ والی روایت میں ضبابۃ کا لفظ آیا ہے، ضباب دھند کو کہتے ہیں جو اکثر موسم برسات میں ہوتا ہے۔

١٨٥٥ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ - وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ قَالَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اقْرَأْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سورۃ الکہف کی تلاوت کی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ اچانک بدکنے لگا، اس شخص نے دیکھا تو ایک بدلی نے ڈھانپ لیا تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں! پڑھتے جاؤ! کیونکہ وہ سکینت تھی جو قرآن کی تلاوت کے وقت یا تلاوت کیلئے نازل ہوتی ہے۔

١٨٥٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ. فَذَكَرَا نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا تَنْقُزُ.

حضرت ابو اسحٰق رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت (ایک شخص نے سورۃ الکہف کی تلاوت کی تو ایک بدلی نے اس کو گھیر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بدلی سکینت ہے الخ) منقول ہے۔ مگر اس روایت میں تنقز کا لفظ بولا ہے۔

١٨٥٧ - وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ - وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ - قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ خَبَّابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَمَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِي مِرْبَدِهِ إِذْ جَالَتْ فَرَسُهُ فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ أُخْرَى فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا قَالَ أُسَيْدٌ فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَأْسِي فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا - قَالَ - فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَيْنَمَا أَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ أَقْرَأُ فِي مِرْبَدِي إِذْ جَالَتْ فَرَسِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأِ ابْنَ حُضَيْرٍ. قَالَ فَقَرَأْتُ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأِ ابْنَ حُضَيْرٍ. قَالَ فَقَرَأْتُ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأِ ابْنَ حُضَيْرٍ. قَالَ فَانْصَرَفْتُ. وَكَانَ يَحْيَى قَرِيبًا

مِنۡهَا خَشِيتُ أَنۡ تَطَأَهُ فَرَأَيۡتُ مِثۡلَ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمۡثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتۡ فِي الۡجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: تِلۡكَ الۡمَلَائِكَةُ كَانَتۡ تَسۡتَمِعُ لَكَ وَلَوۡ قَرَأۡتَ لَأَصۡبَحَتۡ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسۡتَتِرُ مِنۡهُمۡ.

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک رات وہ اپنے کھجوروں کے گودام میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران اچانک ان کا گھوڑا کودنے لگا۔انہوں نے تلاوت کی تو وہ پھر کودنے لگا،انہوں نے پھر قرأت کی تو پھر کودنے لگا۔اسیدؓ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ یحیٰی کو (جوان کے بیٹے تھے اور قریب میں سور ہے تھے) کچل نہ ڈالے لہذا میں اس کی طرف اٹھا تو دیکھا کہ ایک سایہ سا میرے سر پر سایہ فگن ہے جس میں چراغوں کی مانند روشنی ہے جو فضا میں چڑھتی جارہی ہے میری حد نظر تک۔اسیدؓ کہتے ہیں کہ صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آج رات تقریباً درمیانی شب میں میں اپنے کھجور کے گودام میں تلاوت کررہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا ابدکنے لگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن حضیر! پڑھے جاؤ۔اسیدؓ نے کہا میں پڑھتا رہا تو وہ پھر بدکنے لگا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن حضیر! پڑھے جاؤ۔انہوں نے کہا میں نے پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بھی بدکنے لگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن حضیر! پڑھے جاؤ انہوں نے کہا کہ پھر میں فارغ ہو گیا (قرأت سے) یحیٰی قریب ہی تھا مجھے خوف ہوا کہ گھوڑا کہیں اسے روند نہ ڈالے تو میں نے دیکھا کہ ایک سایہ ہے جس میں چراغ روشن ہیں جو حد نگاہ تک فضا میں بلند ہورہے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو ملائکہ تھے جو تمہاری تلاوت سن رہے تھے اور اگر تم تلاوت جاری رکھتے (اور پڑھتے رہتے) تو صبح اس حال میں کرتے کہ لوگ فرشتوں کو دیکھتے اور وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہتے۔

تشریح:

"فی مربدہ" غلہ جس جگہ جمع کیا جاتا ہے اور خوشوں سے نکال کر صاف کیا جاتا ہے اس جگہ کو مربد کہتے ہیں۔اس کو بیدر بھی کہتے ہیں۔ مربد اور بیدر کو کھلیان کہتے ہیں۔"جالت فرسہ" فرس مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔جال یجول اچھلنے کودنے اور گشت کرنے کو کہتے ہیں، یعنی بدک کر گھوڑا اچھلنے لگ گیا۔تین مرتبہ صحابیؓ نے خوش الحانی سے قرآن پڑھا اور تینوں مرتبہ گھوڑا اچھلنے لگا۔صحابی انتہائی خوبصورت آواز والے تھے۔

"اقرأ ابن حضیر" یہ کلام زمانہ ماضی کے استمرار احال کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اے ابن حضیر تم کو پڑھتے رہنا تھا۔اسید بن حضیر نے کہا کہ یارسول اللہ! میں تو پڑھتا گیا، مگر گھوڑا پھر کودنے لگا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھتے رہنا تھا، پڑھتے رہنا تھا۔یہ ترجمہ حضرت شاہ انور شاہ کاشمیریؒ نے کیا ہے جو زبردست ہے۔اس باب کی احادیث میں ینفر تنقز اور جالت کے الفاظ آئے ہیں۔سب کے معانی قریب قریب ہیں، جو اچھلنے کودنے گھومنے اور بدکنے کے معنی میں ہے۔فرس کی طرف مذکر اور مونث دونوں کی ضمیر راجع ہوسکتی ہے۔

باب فضيلة حافظ القرآن

حافظ قرآن کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۸۵۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلاَهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ - قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لاَ رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ.

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور ذائقہ بھی مزیدار اور پاکیزہ ہے اور وہ مومن کہ تلاوت قرآن نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ خوشبو کچھ نہیں البتہ مزا اور ذائقہ میٹھا ہے۔ وہ منافق کہ جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال گل ریحان کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور ذائقہ کڑوا ہے اور وہ منافق کہ قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل (اندرائن) کی سی ہے کہ نہ خوشبو کچھ ہے اور مزا بھی اس کا کڑوا ہے۔''

تشریح:

''مثل الذی'' علامہ نوویؒ کے عنوان باندھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی فضیلت کا تعلق حافظ قرآن کے ساتھ ہے، اگرچہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو حافظ قرآن کی طرف اشارہ کرتا ہو، لیکن اس فضیلت کو قرآن پڑھنے یا نہ پڑھنے والے عام مسلمانوں کیلئے عام مانا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہوگا۔ اگرچہ علامہ ابی نے اس حدیث کو حفظ قرآن کی ترغیب پر حمل کیا ہے۔ ان حضرات نے یقرأ کے لفظ سے استنباط کیا ہے کہ عموماً اس طرح پڑھنا یاد سے ہوتا ہے، دیکھ کر پڑھنے پر یتلو وغیرہ کا اطلاق زیادہ تر ہوتا ہے۔

''الاترجة'' ترنج، لیموں اور سنگترہ کو کہتے ہیں اردو میں اس لفظ کا ترجمہ سنگترہ سے کیا گیا ہے، لیکن لغت کی کتابوں میں منجد نے جو تصویر لکھی ہے، وہ لیموں کی ہے اور منجد و مصباح اللغات میں اس کو لیموں کہا گیا ہے۔ بہرحال یہ بڑے لیموں اور سنگترہ کینو اور مالٹا سب کے لئے استعمال ہوسکتا ہے۔ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ اس پھل سے انسان کے تمام قویٰ کو لذت حاصل ہو جاتی ہے، نرم ہونے کی وجہ سے ہاتھ کو اچھا لگتا ہے، دیکھنے میں آنکھ کو خوبصورت لگتا ہے، سونگھنے سے قوت شامہ اس سے لطف اندوز ہوتی ہے اور چکھنے سے قوت ذائقہ اس سے لطف اٹھاتی ہے، اسی طرح قرآن عظیم ہے، جس کے پڑھنے پڑھانے اور سننے اور سنانے سے خود قاری بھی لطف اٹھاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی محظوظ ہوتے ہیں۔ ''الحنظلة'' اندرائن کو کہتے ہیں، جو نہایت کڑوا بھی ہے، بدبودار بھی ہے، منافق کی یہی مثال ہے جو کڑوا بھی

ہے، بدبودار بھی ہے، جس میں ہر طرح سے ضرر ہی ضرر ہے۔ "ریحانہ" گل ریحان خوشبو کے اعتبار سے اچھا ہوتا ہے، مگر کڑوا ہوتا ہے تو منافق بھی اصل میں اندر سے کڑوا ہے، لیکن قرآن کریم پڑھنے سے ظاہری خوشبو پیدا ہو جاتی ہے جو سریع الزوال ہوتی ہے۔ یہ تشبیہ الهيئة المركبة بالهيئة المركبة ہے، جس کو تمثیل کہتے ہیں، جس کی مثال اس شعر میں ہے۔

كأن مثار النقع فوق رؤسنا و أسيافنا ليل تهاوى كواكبه

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پڑھنے والا مومن قرآن پڑھنے سے مزید روحانی ترقی کرتا ہے اور نہ پڑھنے والا اس ترقی سے محروم رہتا ہے۔

قاری قرآن کی تشبیہ جن پھلوں سے دی گئی ہے علامہ ابی مالکیؒ نے ان پھلوں کی خصوصیات کو اس طرح بیان کیا ہے، عربی عبارت کا خلاصہ ملاحظہ ہو: "لان الاترجة افضل الثمار كما ان المؤمن افضل الحيوان و بيان انها افضل الثمار فلانها جامعة للصفات المطلوبة قبل الأكل و بعده اما قبل الأكل فلكبر الجرم وحسن النظر اليه صفراء فاقع لونها تسر الناظرين، و طيب الريح ولين اللمس اشتركت فيها الحواس الاربع "البصر و الذوق و الشم واللمس" و اما بعد الأكل فالالتذاذ بذوقها و طيب النكهة و دباغ المعدة و قوة الهضم، و اما انقسامها على الطبائع فقشرها حار يابس و لحمها حار رطب وحامضها بارد يابس و بزرها حار محفف و عير ذلك من الفوائد"

۱۸۵۹ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ هَمَّامٍ بَدَلَ الْمُنَافِقِ الْفَاجِرِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور ذائقہ بھی مزیدار اور پاکیزہ......الخ) منقول ہے اور اس میں منافق کے بجائے "فاجر" کا لفظ مذکور ہے۔

باب فضل الماهر بالقرآن والذى يتتعتع فيه

ماہر قرآن اور قرأت میں اٹکنے والے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۸۶۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ - قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قرآن کریم کا ماہر (مشاق حافظ) منازل آخرت میں کاتبین ملائکہ کرام جو نیک اور بار ہیں ان کے ساتھ ہوگا اور جو شخص تلاوت قرآن میں اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس طرح پڑھنا اس پر شاق گزرتا ہے تو ایسے شخص کیلئے دو اجر ہیں (کیونکہ اٹک اٹک کر پڑھنے

سے تلاوت میں دل نہیں لگتا، لیکن یہ اس کے باوجود بھی محبت کرتا اور لگا رہتا ہے اس لئے اسے دوہرا اجر ملتا ہے)

تشریح:

"الماهر بالقرآن" ماہر قرآن سے وہ شخص مراد ہے جس کو قرآن خود یاد ہو اور مکمل روانی کے ساتھ پڑھتا ہو۔ "السفرة" سافر کی جمع ہے جو قاصد اور پیغام پہنچانے والے کو کہتے ہیں۔ یا السفرة، کتبة کے معنی میں ہے، اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ سے قرآن عظیم نقل کرتے ہیں۔ قرآن عظیم کے ماہرین ان فرشتوں کے ساتھ اس لئے ہوں گے کہ دونوں کا کام قرآن عظیم کو عام کرنا اور پھیلانا اور آگے بڑھانا ہے۔ "الکرام" یہ کریم کی جمع ہے، مکرم اور مقرب فرشتے مراد ہیں۔ "البررة" یہ البار کی جمع ہے، البار محسن نیکو کار اور اچھا سلوک کرنے والے کو کہتے ہیں۔ "يتتعتع" يتد حرج کی طرح باب ہے۔ "اى يتردد و يتلبد عليه لسانه" اٹک اٹک کر قرآن پڑھنے والے کو کہتے ہیں۔ "اجران" یعنی دوگنا اجر وثواب ہے۔ ایک ثواب تو قرآن کریم پڑھنے کا ہے اور دوسرا ثواب اس مشقت کی وجہ سے ہے جو پڑھنے والا اٹکنے کی وجہ سے برداشت کر رہا ہے۔

سوال: کیا اس حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص قرآن کا ماہر ہے، اس کو ایک اجر ملے گا اور جو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، اس کو دو ثواب ملیں گے تو ماہر سے غیر ماہر کا اجر بڑھ گیا؟

جواب: ایسا نہیں ہے، ماہر کا ثواب زیادہ ہے، لیکن غیر ماہر کو اس کے اپنے اعتبار سے دو ثواب مل گئے، اس کے دونوں ثواب ماہر کے ایک ثواب تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ گویا ماہر کا ثواب سونے کی طرح ہے جو وزن میں کم اور قیمت میں زیادہ ہے اور غیر ماہر کا ثواب چاندی کی طرح ہے، چاندی وزن میں اگرچہ زیادہ ہو، لیکن قیمت میں سونے سے بہت کم ہوتی ہے۔

۱۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ .وَقَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ: وَالَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے سابقہ روایت (قرآن کا ماہر منازل آخرت میں کاتبین ملائکہ کے ساتھ ہوگا......الخ) ان اسناد کے ساتھ منقول ہے، لیکن اس وکیع کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس پر سختی ہوتی ہے تو اس کیلئے دو ثواب ہیں۔

باب استحباب قراءة القرآن على اهل الفصل

اہل علم وفضل پر قرآن پڑھنے کا استحباب

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۶۲ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيٍّ: إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ .قَالَ آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ: اللَّهُ سَمَّاكَ لِي .قَالَ فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں'' انہوں نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر حکم فرمایا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لے کر حکم فرمایا ہے۔ یہ سن کر ابیؓ (مارے خوشی کے) رونے لگے۔

تشریح:

''لابی'' حضرت ابی بن کعبؓ سید القراء کے نام سے مشہور ہیں۔ اس حدیث میں ان کی بہت بڑی منقبت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو قرآن پڑھ کر سنا دو تا کہ ابی بن کعبؓ براہ راست نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد بن جائے اور پوری امت کیلئے قرأت میں امام بن جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس حدیث سے یہ فائدہ بھی معلوم ہوگیا کہ علم وقرأت میں افضل کبھی کبھی مفضول کو قرأت سنایا کرے جو کامل استعداد کے مالک ہو، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو سنایا اور سند قرأت عطا فرمائی۔ ''یبکی'' خوشی سے حضرت ابی بن کعبؓ روئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام بطور خاص ذکر فرمایا۔ یہ بڑی فضیلت ہے، جس میں حضرت ابی بن کعب منفرد ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۸۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ قَالَ وَسَمَّانِي لَكَ قَالَ: نَعَمْ .قَالَ فَبَكَى.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے لم یکن الذین کفروا ...... پڑھوں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۸۶٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ- يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ بِمِثْلِهِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے سابقہ روایت (اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے لم یکن الذین کفروا ...... پڑھنے کا حکم فرمایا ...... الخ) اس سند سے منقول ہے۔

تشریح:

''قتادة عن انس'' امام مسلمؒ نے اس سند کا اضافہ اس لئے کیا کہ سابق سند میں قتادہ حضرت انسؓ سے اس روایت کو عنعنہ کے ساتھ نقل کر رہا ہے اور قتادہ مدلس ہے اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہے، اس لئے امام مسلم نے اس سند میں قتادہ کے سماع کو نقل کیا اور کہا: ''قال

سمعت انسا" اس سے عنعنہ ختم ہو گیا، سبحان اللہ امام مسلم کی احتیاط کا کیا مقام ہے۔

باب فضل استماع القرآن من الغير

دوسرے سے قرآن سننے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۶۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ حَفْصٍ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ- عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ. قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ: إِنِّي أَشْتَهِي أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي. فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ:﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ رَفَعْتُ رَأْسِي أَوْ غَمَزَنِي رَجُلٌ إِلَى جَنْبِي فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ دُمُوعَهُ تَسِيلُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: میرے سامنے قرآن پڑھو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے پڑھوں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو نازل ہوا ہے۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں۔ چنانچہ میں نے سورۃ النساء کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ جب میں آیت: فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد...... الاية تک پہنچا تو میں نے سر اوپر اٹھایا یا کسی آدمی نے میرے پہلو میں ٹھوکا دیا تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے ہیں۔

تشریح:

"اقرأ علیّ القرآن" حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن پڑھ کر مجھے سنا دو۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود کو یہ حکم دیا تو اس لئے دیا کہ کوئی اور اس وقت آپ کے سامنے موجود نہیں تھا اور اگر دوسرے صحابہ کی موجودگی میں یہ حکم دیا ہے تو اس میں حضرت ابن مسعودؓ کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے کہ اس مجمع میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سے قرآن سننے کی وجہ اور علت کیا تھی؟ سو علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ آپ نے چاہا کہ دوسرے سے قرآن سنیں اور لذت حاصل کریں یا وجہ یہ تھی کہ آپ کا مقصود یہ تھا کہ آپ دوسرے کو پڑھنے اور کسی پر قرآن پیش کرنے کا طریقہ بتلائیں یا وجہ یہ تھی کہ دوسرے کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں تدبر اور سوچ وفہم کا خوب موقع مل جائے گا، کیونکہ آدمی جب خود پڑھتا ہے تو تلاوت میں مشغولیت کی وجہ سے سوچنے کا بھرپور موقع نہیں ملتا ہے۔ (کذا فی الابی)

"وعلیک انزل" یعنی قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے، آپ کا قلب اطہر مہبط الوحی ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ میں پڑھوں اور آپ مجھ سے قرآن سنیں؟ اصل ضابطہ تو یہ ہے کہ حکمت کا جملہ حکیم کی زبان سے مزہ دیتا ہے اور محبوب کا کلام تو محبوب ہی کی زبان سے

زیادہ بہتر لگتا ہے "ای جریان الحکمة علی لسان الحکیم احلی، و کلام المحبوب علی لسان الحبیب اولی"

"انی اشتھی" ای فی بعض الاحوال یعنی کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کسی اور سے سنوں۔"او غمزنی رجل" یعنی میں نے خود سر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھ لیا یا کسی اور نے مجھے چٹکی بھرلی تا کہ مجھے خیال آجائے اور میں دیکھ لوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں۔

سورۃ النساء کی ان آیتوں کا تعلق میدان محشر کے انتہائی مشکل حالات کی منظر کشی کے ساتھ ہے۔اس پس منظر کو سامنے رکھنے یا سننے سے رونا انتہائی قرین قیاس ہے۔حضرت ابن مسعودؓ کے انتخاب پر قربان جائیں کہ کس طرح آیتوں کا انتخاب کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا کافی ہے۔معلوم ہوا کہ قاری قرآن کو یہ کہنا جائز ہے کہ اتنا کافی ہے بس کرو۔

"شھیداً" آپ جب تک امت میں زندہ رہے تو مشاہدہ سے گواہی دیں گے کہ کس نے ایمان قبول کیا، کس نے کفر کیا اور کون منافق رہا اور وفات کے بعد گواہی کا مطلب یہ ہے کہ حدیث شفاعت میں جس طرح تفصیل ہے وہی مراد ہے کہ انبیائے کرام اور ان کی امتوں میں جھگڑا ہوگا کہ دعوت دی ہے یا نہیں دی ہے تو امت محمدیہ گواہی دے گی کہ نبیوں نے دعوت کا حق ادا کر دیا ہے۔امت کے تزکیہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ میری امت کی گواہی بالکل صحیح ہے۔"و جئنابك علی ھولآء شھیدا" کا یہی مطلب ہے۔ آنے والی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ مذکور ہے: "ما دمت فیھم او کنت فیھم" اس سے پہلا مطلب واضح ہوتا ہے کہ گواہی کا تعلق اس زمانے سے ہے جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے "فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم" یعنی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نگہبان رہے گا۔

١٨٦٦ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَمِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ جَمِيعًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ .وَزَادَ هَنَّادٌ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: اقْرَأْ عَلَيَّ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ میرے سامنے قرآن پڑھو تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت فرمائی......الخ

١٨٦٧ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي مِسْعَرٌ- وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ مِسْعَرٍ- عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: اقْرَأْ عَلَيَّ .قَالَ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي قَالَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ النِّسَاءِ إِلَى قَوْلِهِ:﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ فَبَكَى .قَالَ مِسْعَرٌ فَحَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مَا دُمْتُ فِيهِمْ أَوْ مَا كُنْتُ فِيهِمْ .شَكَّ مِسْعَرٌ.

ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی سے سنوں۔ چنانچہ انہوں نے سورۃ النساء کی ابتدا سے آیت: فکیف اذا جئنا...... الایۃ تک تلاوت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (تلاوت سن کر) رونے لگے۔ مسعر کہتے ہیں کہ مجھ سے معن نے جعفر بن عمرو بن حریث نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مذکورہ آیت کے جواب میں) فرمایا: ''میں جب تک ان کے درمیان ہوں ان کا گواہ ہوں۔''

شراب پینے والا قرآن پر اعتراض کرتا ہے

۱۸۶۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ بِحِمْصَ فَقَالَ لِي بَعْضُ الْقَوْمِ اقْرَأْ عَلَيْنَا. فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمْ سُورَةَ يُوسُفَ - قَالَ - فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَاللَّهِ مَا هَكَذَا أُنْزِلَتْ. قَالَ: قُلْتُ وَيْحَكَ وَاللَّهِ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: أَحْسَنْتَ. فَبَيْنَمَا أَنَا أُكَلِّمُهُ إِذْ وَجَدْتُ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ قَالَ فَقُلْتُ أَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ لَا تَبْرَحُ حَتَّى أَجْلِدَكَ - قَالَ - فَجَلَدْتُهُ الْحَدَّ.

عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں حمص (ملک شام) میں تھا تو بعض لوگوں نے مجھ سے کہا: ''ہمارے سامنے قرآن کی تلاوت کیجئے۔ چنانچہ میں نے سورۃ یوسف ان کے سامنے پڑھی۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ: اللہ کی قسم! یہ اس طرح تو نازل نہیں ہوئی۔ میں نے کہا تیرا ستیاناس! اللہ کی قسم! یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ بہت خوب پڑھا تم نے؟ میں ابھی اس سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ شراب کی بو میں نے اس کے منہ میں پائی۔ میں نے کہا کہ تو شراب پیتا ہے اور (اس سے نشہ میں) کتاب اللہ کی تکذیب کرتا ہے تو ٹھہرا رہے گا یہاں تک کہ میں تجھے کوڑے مارلوں۔ چنانچہ میں نے اس پر کوڑوں کی حد جاری کی۔

تشریح:

''کنت بحمص'' سرزمین شام میں حمص ایک مشہور شہر کا نام ہے، جہاں حضرت عکرمہ شہیدؓ کی قبر واقع ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جہاد کی غرض سے حمص تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے سورۃ یوسف کی تلاوت فرمائی تو کسی شخص نے اعتراض کیا کہ قرآن اس طرح نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تجھے ہلاکت ہو، میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی طرح پڑھا تھا، تم کیسے اعتراض کرتے ہو، ذرا تم پڑھو، تم کیسے پڑھتے ہو۔ اس شخص نے کہا بس جی آپ نے ٹھیک پڑھا ہے۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص سے شراب کی بدبو سونگھ لی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ شراب پیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتے ہو، ظالم ذرا

صبر کرو، پہلے تم پر شراب کی حد قائم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس کو اسی کوڑے مارے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ عدالتی مقدمہ اپنے تقاضوں کے مطابق پورا ہو گیا تھا یا نہیں تو شارحین لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس وقت کوفہ کے گورنر تھے، اس لئے یہاں حمص میں بھی حکم نافذ کیا یا ممکن ہے کہ علاقے کے قاضی کے پاس لے جا کر کوڑے لگوائے یا ممکن ہے آپ خود اس علاقے کے قاضی ہوں، اگر چہ یہ ثابت نہیں ہے، پھر یہ بات یاد رکھیں کہ اس شخص کے منہ سے شراب کی بد بو اٹھ رہی تھی، شاید سکر بھی ہو تو نشہ کی وجہ سے کوڑے مارے گئے، صرف بد بو کافی نہیں تھی یا ممکن ہے اس شخص نے اعتراف جرم کر لیا ہو کہ ہاں میں نے شراب پی ہے، تب اس پر حد لگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا دار بے ایمان لوگ ایسے ہوتے ہیں خود تو شراب پینے میں آلودہ گندے پڑے ہوتے ہیں اور سر اٹھا کر قرآن و اسلام اور علمائے حق اور دینی مدارس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی یہی سزا مناسب ہے، اس شخص نے کفر کی حد تک جرم نہیں کیا تھا تو حد لگ گئی، ورنہ ارتداد کی وجہ سے قتل ہو جاتا، خواہ ایک حرف کا بھی انکار کرتا۔

۱۸۶۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لِي: أَحْسَنْتَ.

حضرت اعمشؒ سے سابقہ روایت (حضرت عبداللہ سے لوگوں نے کہا کہ ہم کو قرآن سناؤ تو انہوں نے سورہ یوسف پڑھی......الخ) ان اسناد کے ساتھ مروی ہے اور اس ابو معاویہ کی روایت میں احسنت کا لفظ نہیں ہے۔

باب فضل قراءة آيات القرآن فی الصلوٰة

نماز میں قرآن کی آیتوں کو پڑھنے کا ثواب

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۸۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ. قُلْنَا نَعَمْ. قَالَ: فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ جب وہ (شام کو) گھر واپس لوٹے تو گھر میں تین نہایت فربہ اور موٹی حاملہ اونٹنیاں پائے۔؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا پس تین آیات جنہیں تم میں سے کوئی نماز میں پڑھے اس کیلئے تین فربہ حاملہ اونٹنیوں سے بہتر ہے۔''

تشریح:

”خلفات“ یہ خلفة کی جمع ہے، خاپر زبر ہے اور لام پر کسرہ ہے، کئی ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کو کہتے ہیں ”ای حاملات عظام“ دوسرا لفظ ”سمان“ ہے۔ یہ موٹے کو کہتے ہیں، یعنی جسم کے اعتبار سے بڑی ہوں اور کیفیت کے اعتبار سے موٹی ہوں۔

۱۸۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوْ إِلَى الْعَقِيقِ فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ . فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ نُحِبُّ ذَلِكَ .قَالَ: أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ أَوْ يَقْرَأَ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ.

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار صفہ میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا ”تم میں سے کس کو یہ بات پسند ہے کہ روزانہ صبح کو بطحان یا عقیق کی وادی میں جائے اور دو بڑے کوھان والی اونٹنیاں بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے لے آئے؟ (یعنی کسی کا مال چھینے یا ناحق بھی نہ لے اور بالکل حلال طریقہ سے اسے ملے) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک یہ بات پسند کرتا ہے۔ فرمایا: کیا تم میں سے کوئی صبح کو مسجد میں نہ چلا جایا کرے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی دو آیات پڑھ لے یا سکھا دے تو یہ اس کیلئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ اور تین آیات تین اونٹنیوں سے اور چار آیات چار سے بہتر ہیں اور اسی طرح جتنی بھی تعداد ہو (آیات کی) اتنے ہی اونٹوں سے بہتر ہے۔“

تشریح:

”فی الصفة“ مسجد نبوی کے پاس اسلام کے پہلے مدرسہ کا نام الصفہ ہے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قائم فرمایا ہے، جس کے استاد خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور جن کے طلباء خود صحابہ کرامؓ تھے، اب تک مسجد نبوی کے اندر اس مدرسہ کے نشانات موجود ہیں، بعض بے عقل لوگ کہتے ہیں کہ یہ مدرسہ نہیں تھا، بلکہ بے بس فقیر اور محتاج لوگ سر چھپانے کیلئے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ ”یغدو“ صبح کے وقت جانے کو کہتے ہیں۔ ”بطحان“ مدینہ منورہ کے قریب ایک نالہ کا نام ہے، اسی طرح عقیق مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔ ان دونوں مقامات میں اس وقت تجارتی منڈیاں لگتی تھیں، جس میں اونٹوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی، عرب کے ہاں اونٹ عمدہ مال ہوتے تھے، خصوصاً بڑے کوہان کے اونٹ تو گرانمایہ سرمایہ ہوتا تھا، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب مزاج کے مطابق ایک بلیغ اسلوب سے تلاوت کلام اللہ کی ترغیب دی ہے۔

”کوماوین“ کوماء کا تثنیہ ہے جو بلند مقام کو کہتے ہیں۔ اس سے وہ بڑی اونٹنیاں مراد ہیں، جن کے کوہان بہت بلند ہوں۔ عرب کے

ہاں یہ ایک عمدہ مال شمار ہوتا تھا۔ "فی غیر اثم" یعنی جس میں مثل سرقہ وغصب کوئی گناہ ہو۔ "و لا قطع رحم" یعنی جس میں گناہ کی خاص صورت قطع رحم نہ ہو یا کوئی ڈاکہ اور ظلم نہ ہو۔ یہ تخصیص بعد تعیم ہے۔ "و من اعدادھن من الابل" یعنی جتنی آیات کی تعداد بڑھے گی، اسی طرح اونٹ بڑھیں گے، یعنی پانچ آیات پانچ اونٹنیوں سے بہتر اور چھ آیات چھ اونٹنیوں سے بہتر الی اخرہ۔ ان دونوں مذکورہ حدیثوں میں قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کو اس کے بڑے ثواب کا ذکر کیا گیا ہے، اونٹ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس شخص نے ایک اونٹ اللہ تبارک اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر کے دیا اور اس کا ثواب پایا یا دو اونٹ یا چار یا دس اونٹوں کو صدقہ کیا اور ثواب کمایا۔

باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة

قرآن کی قراءت اور سورت بقرہ کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۷۲- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ- وَهُوَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ- حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ- يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ- عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لأَصْحَابِهِ اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلاَ تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ. قَالَ مُعَاوِيَةُ بَلَغَنِي أَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ.

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: "قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قرآن قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفیع بن کر آئے گا" دو چمکتی سورتیں پڑھا کرو البقرہ اور آل عمران، کہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا کہ یہ دو بادل ہیں یا دو سائبان ہیں یا دو ڈاریں ہیں اڑتے پرندوں کی اور اپنے پڑھنے والوں کے لئے حجت کریں گی سورۃ البقرہ پڑھو کہ اس کا پڑھنا موجب برکت اس کا چھوڑنا موجب حسرت ہے اور بطلہ کا زور ان دو سورتوں پر نہیں چلتا۔" معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ بطلہ جادوگروں کو کہتے ہیں۔

تشریح:

"الزھراوین" الزھراء کا تثنیہ ہے جو ازہر کی تانیث ہے، نہایت روشن اور چمکدار کے معنی میں ہے، کیونکہ اس میں ہدایت کا زبردست نور ہے، گویا یہ دو سورتیں آسمان عروج پر چاند اور سورج کی طرح ہیں اور باقی ستارے ہیں۔ "تأتیان" یعنی اس کا اجر و ثواب آئے گا یا خود یہ دونوں سورتیں ایک خاص جسم کے ساتھ متشکل ہو کر آئیں گی۔ "غمامتان" بادل کے دو چمکدار ٹکڑے۔ "او غیابتان" یہ سایہ کے معنی میں ہے، دو مزیدار سائبان۔ "او فرقان" فرق و فرقة کا تثنیہ ہے ای القطعتان پرندوں کے دو جھنڈ مراد ہے، جس کی وجہ سے سر پر سایہ

ہو جاتا ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں او شک کے لئے نہیں ہے، بلکہ مختلف اقسام وانواع بیان کرنے کیلئے ہے، پھر اس میں ترتیب دے کر فرماتے ہیں کہ اول صفت ان لوگوں کی ہے جو قرآن پڑھتے ہیں، لیکن معانی نہیں سمجھتے، دوسری صفت ان لوگوں کی ہے جو معلم بن کر دوسروں کو سمجھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، پھر علامہؒ اس تشبیہ کی تقسیم کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ بادل کا سایہ سائبان کے سایہ سے کم ہوتا ہے، نیز سائبان قریب بھی ہوتا ہے، بادل عوام الناس کیلئے عام ہے، لیکن سائبان بادشاہوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور پرندوں کے پروں کا سایہ تو عام بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، یہ تو حضرت سلیمانؑ کی طرح اخص الخواص کیلئے ہے، جنہوں نے فرمایا تھا: "رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی"

"صواف" صافة کی جمع ہے، پروں کے ساتھ پرندے جب قطار باندھ کر فضا میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کو صواف کہتے ہیں۔

"البطلة" اس سے یا تو جادوگر لوگ مراد ہیں جو اپنی گمراہی کی وجہ سے ان دو سورتوں کو نہ پڑھ سکتے ہیں نہ ان پر عمل کر سکتے ہیں یا اس سے وہ باطل لوگ مراد ہیں جو اپنی بے راہ روی، فسق وفجور اور سستی ومستی میں پڑے رہتے ہیں۔ ان کو طویل سورتوں کی توفیق کہاں ہوسکتی ہے۔

۱۸۷۳ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى - يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَكَأَنَّهُمَا .فِي كِلَيْهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُعَاوِيَةَ بَلَغَنِي.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سابقہ روایت (قرآن پڑھا کرو کیونکہ قرآن قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کیلئے شفیع بن کر آئے گا......الخ) ان اسناد سے مروی ہے، مگر اس روایت میں دونوں مقام پر او کے بجائے وکانهما کا لفظ ہے اور آخر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی مذکور نہیں۔

۱۸۷٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُرَشِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ .وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ: كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا.

نواس بن سمعان الکلابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، "قیامت کے روز قرآن کریم اور اس کے پڑھنے والوں کو جو اس پر عمل کرتے ہوں گے لایا جائے گا اس سے آگے سورۃ البقرہ اور آل عمران ہوں گی"، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کیلئے تین مثالیں بیان فرمائیں جنہیں میں اس کے بعد آج تک نہیں بھولا فرمایا کہ: گویا وہ دونوں بادل ہیں یا سیاہ سائبان ہیں جن کے درمیان روشنی ہوگی، یا دونوں اڑتے ہوئے پرندوں کی دو ڈاریں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی طرف سے حجت کریں گی۔"

تشریح:

"یؤتی بالقرآن" یعنی بعینہ قرآن کولایا جائے گا یا اس کے ثواب کو پیش کر دیا جائے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو ان کے ثواب کے ساتھ حاضر کیا جائے گا۔ "ظلتان سوداوان" بادل جب تہہ بہ تہہ اور گہرا ہوتا ہے تو اس کا سایہ مزیدار اور فرحت بخش ہوتا ہے، یہاں اس لفظ کا اضافہ کرنے سے یہی بیان کرنا مقصود ہے۔

"بینھما" یعنی یہ بادل تو نہایت گھرے ہوں گے، لیکن اس کے درمیان ایک چمک ہوگی، جس کی وجہ سے مزید ارروشنی میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور خوفناک اندھیرا نہیں ہوگا۔ علامہ طیبی اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ شرق کا معنی فرق کرنے کا ہے، یعنی بادل کے ان دوٹکڑوں کے درمیان ایک چمکدار فاصلہ ہوگا، یعنی بسم اللہ مذکور ہوگی، جس کی وجہ سے دونوں سورتوں کے درمیان فرق اور جدائی معلوم ہوگی۔

"صواف" یعنی گویا پرندوں کے جھنڈ آسمان میں باندھے ہوئے ہیں جو قرآن پڑھنے والے پر سایہ کئے ہوئے ہوں گے۔ "تحاجان" یعنی پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کریں گی اور حجت قائم کریں گی کہ اے اللہ اس شخص کو بخش دے، ورنہ ہم کو اپنی لوح محفوظ سے ہٹادے، یعنی شفاعت میں خوب مبالغہ کریں گی۔ ایک روایت میں حزقان کا لفظ ہے۔ فرقان و حزقان کا معنی ایک ہی ہے، یعنی جماعت اور جھنڈ مراد ہے۔

باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة

سورت فاتحہ اور آمن الرسول کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٨٧٥ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَأَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اپنے اوپر ایک زوردار آواز سنی، انہوں نے سر اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ: "یہ ایک دروازہ (کی آواز) ہے آسمان کے، جو آج کھولا گیا ہے، آج سے قبل کبھی نہیں کھولا گیا تھا، اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا زمین کی طرف جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا، اس نے سلام کیا اور کہا: آپ کو خوشخبری ہو دونوروں کی جو آپ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ ایک فاتحۃ الکتاب ہے اور دوسرا البقرہ کی اختتامی آیات ہیں، آپ ہرگز اس میں سے کوئی حرف نہیں پڑھیں گے، مگر یہ

کہ وہ آپ کو عطا ہوگا (جو کچھ اس میں مانگا گیا ہے)۔

تشریح:

"نقیضا" یہ اس آواز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے کھلنے یا بند کرنے یا ٹوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہاں دروازہ کھلنے کی آواز مراد ہے۔

"خواتیم سورة البقرة" اس سے "آمن الرسول" مراد ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے سورۃ بقرہ کی آخری تین آیات مراد ہیں جو آمن الرسول سے شروع ہوتی ہیں، مشہور یہی ہے۔ "اعطیتہ" یعنی ہر ہر کلمہ پر ثواب ملے گا اور ہر کلمہ میں جو سوال ہے اس سوال کے مطابق انعام دیا جائے گا، مثلاً فاتحہ میں "اهدنا الصراط المستقيم" ہے اور آمن الرسول "ربنا لا تواخذنا" ہے، وغیرہ۔

۱۸۷۶ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ لَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ عِنْدَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ فِي الآيَتَيْنِ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ .فَقَالَ نَعَمْ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ.

عبدالرحمٰنؒ بن یزید کہتے ہیں کہ میں ابومسعود رضی اللہ عنہ، سے بیت اللہ کے پاس ملا اور ان سے کہا کہ مجھے ایک حدیث آپ کے واسطے سے پہنچی ہے سورہ البقرہ کی دو آیات سے متعلق۔ انہوں نے کہا ہاں (ٹھیک ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کو جو بھی رات میں پڑھ لے گا وہ اس کیلئے کافی ہو جائیں گی۔"

تشریح:

"الا کفتاہ" اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سوتے وقت آمن الرسول پڑھ لیا تو اس کے رات بھر کے تہجد کیلئے یہ کافی ہے یا مطلب یہ ہے کہ عام آفات سے حفاظت کیلئے آمن الرسول کافی ہو جائے گا یا مطلب یہ ہے کہ شیاطین سے حفاظت کیلئے آمن الرسول کافی ہو جائے گا یا مطلب یہ ہے کہ ان تینوں مطالب کیلئے آمن الرسول کافی ہو جائے گا۔

۱۸۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلاَهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت منصور سے سابقہ روایت (سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کو جو بھی رات میں پڑھے گا وہ اس کیلئے کافی ہوں جائیں گی) ان اسناد سے مروی ہے۔

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ .قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے سورہ البقرہ کی آخری یہ دو آیات پڑھیں رات میں تو یہ اس کیلئے (ہر شر سے) کافی ہو جائیں گے۔'' عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ پھر میں ابومسعودؓ سے ملا وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے یہی بات بیان کی۔

۱۸۷۹ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (جس نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں رات میں تو یہ اس کیلئے ہر شر سے کافی ہوئیں گی) روایت نقل فرماتے ہیں۔

۱۸۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (جس نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات میں پڑھیں تو یہ اس کیلئے ہر شر سے کافی ہو جائیں گی) روایت کرتے ہیں۔

باب فضل سورة الكهف و آية الكرسي

سورۃ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۸۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْغَطَفَانِيِّ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے سورۃ الکہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ ہو گیا۔

تشریح:

''عصم من الدجال'' دجال کا فتنہ دنیا کے تمام فتنوں سے بڑا ہے، دجال خدائی کا دعوی کرے گا اور پھر آسمان سے کہے گا کہ بارش برسا، وہ فوراً برسائے گا، زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال کرلا، وہ فوراً نکال لے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنے

سے ڈرایا ہے۔ دجال کو استدراج کا وہ مقام حاصل ہوگا جس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مردوں کو زندہ کرنا اس کے استدراج میں ہوگا۔ اسی لئے سلف صالحین خصوصی طور پر مدارس میں بچوں کو دجال کے فتنے کی احادیث پڑھایا کرتے تھے۔ سورت کہف کی ابتدائی آیتوں میں چند نوجوانوں کا بیان ہے کہ انہوں نے وقت کے بڑے متکبر اور سرکش بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ کہہ دیا۔ اس نے قتل کرنا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو بچالیا۔ لہٰذا جو شخص ان آیتوں کو پڑھے گا تو وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورت کہف کی تلاوت کرے گا، وہ دوسرے جمعہ تک اللہ تعالیٰ کے انوارات میں رہے گا۔ بہر حال دشمن کے شر سے بچنے کیلئے اور عام فتنوں سے حفاظت کیلئے سورت کہف کی تلاوت مجرب نسخہ ہے۔

۱۸۸۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ شُعْبَةُ مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ .وَقَالَ هَمَّامٌ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ كَمَا قَالَ هِشَامٌ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت (جس نے سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ ہوگیا) ان اسناد سے مروی ہے۔ شعبہؒ نے بیان کیا سورہ کہف کی آخری دس آیتیں اور ہمام نے کہا سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں جیسا کہ ہشام نے بیان کیا۔

تشریح:

"قال شعبة من آخر الكهف" یعنی شعبہ نے سورت کہف کی آخری دس آیات کے پڑھنے کو دجال کے فتنہ سے حفاظت کا علاج بتایا اور ہمام راوی نے سورت کہف کی ابتدائی دس آیتوں کو بتایا۔ امام مسلمؒ نے ہشام اور ہمام اور شعبہ تمام راویوں کی روایتوں کو جمع کر کے رکھ دیا۔ ادھر ترمذی اور مسند احمد میں شعبہ کے حوالے سے اول کہف کی دس آیات کا ذکر ہے اور ابوداؤد میں ہشام نے آخر الکہف کا ذکر کیا ہے یہ اختلاف واضطراب ہے۔

سوال: اب یہاں سوال یہ ہے کہ ان روایتوں میں جو اختلاف آیا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: علامہ شوکانیؒ نے اس اختلاف کا جواب اس طرح دیا ہے کہ سورت کہف کی ابتدائی آیات بھی دجال کے فتنہ سے حفاظت ہے اور آخری دس آیات بھی حفاظت کا ذریعہ ہیں، لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔ یہ پڑھو یا وہ پڑھو، مقصود حاصل ہو جائے گا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کمال حفاظت چاہتے ہو تو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں پوری سورت کہف پڑھو تو سب پر عمل ہو جائے گا۔ (منة المنعم)

۱۸۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ .قَالَ: قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ

مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ .قَالَ: قُلْتُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ .قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ: وَاللَّهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے: اے ابوالمنذر ر! (یہ ان کی کنیت ہے) کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب کی آیات میں سے کونسی آیت جو تمہارے پاس ہے (تمہیں یاد ہے) سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی تو میں نے عرض کیا: وہ آیت الله لا اله ...... الاية (آیت الکرسی) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ابوالمنذر ر! تمہارا علم تمہیں مبارک ہو۔''

تشریح:

''ابو السليل'' یہ اس راوی کی کنیت ہے، سین پر زبر ہے، ان کا نام ضریب بن نقر ہے۔ دونوں تصغیر ہے، تعجب کہ کنیت بھی عجیب ہے اور نام بھی عجیب ہے۔ باپ کا نام اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ''یا ابا المنذر'' یہ حضرت ابی بن کعبؓ کی کنیت ہے جو سید القراء کے لقب سے مشہور ہیں۔ ''الله و رسوله اعلم'' صحابہ کرام کی عظیم شان تھی اور عظیم ادب تھا کہ بات کا علم ہوتے ہوئے بھی جواب نہیں دیا کرتے تھے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی الجھن پیدا نہ ہو، بلکہ ''الله و رسوله اعلم'' کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسئلہ بیان فرماتے تھے، یہاں جب نبی اکرمؐ نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابی بن کعب سمجھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی جواب مانگ رہے ہیں، تب آپ نے جواب دیا اور جواب صحیح نکلا، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر بطور انعام ایک اعزازی ڈگری عطا فرمائی اور فرمایا: ''لیهنئك العلم ابا المنذر'' یعنی تجھے تیرا علم مبارک ہو اے ابی بن کعب۔ اس مکالمہ سے دینی مدارس کے امتحانات اور نتائج اور تقسیم انعامات کا نقشہ ثابت ہو جاتا ہے۔ سوال کا پرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا، جواب حضرت ابی بن کعبؓ نے دیا۔ جواب کے صحیح ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور شاباش ان کے سینہ پر خوشی سے ہاتھ مارا اور پھر بطور انعام: ''لیهنئك العلم'' کی اعزازی ڈگری عطا فرمائی۔

''معک اعظم'' یعنی تیرے خیال میں تیرے اس قرآن کریم کی سب سے افضل اور سب سے عظیم کونسی آیت ہے؟ اب یہاں سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرآن کی آیتوں کے بارے میں یہ کہنا جائز ہے یا نہیں کہ فلاں آیت فلاں آیت سے افضل ہے؟ اس کی کچھ تفصیل ان ابواب کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔ یہاں قاضی عیاض کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے دلیل ہے جو قرآن کریم میں تفضیل کے قائل ہیں۔ تفضیل کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ ابوالحسن اشعری، قاضی ابو بکر باقلانی اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیتوں کو بعض سے افضل قرار دینا منع ہے، کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بعض آیات مفضول ہیں اور قرآن کی کسی آیت کو غیر افضل یا مفضول کہنا جائز نہیں ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں اعظم اسم تفضیل نہیں ہے، بلکہ یہ عظیم کے معنی میں ہے، لیکن اسحاق بن راہویہ، امام غزالی اور دیگر کے نزدیک آیتوں میں تفاضل جائز

ہے۔ابتدائی مباحث میں خوب تفصیل گزر چکی ہے۔

"لیهنئک العلم" یہ صیغہ 'هنأ یهنأ' ہمزہ کے ساتھ ہے۔هینئاً اسی سے ہے، مگر بطور تخفیف ہمزہ کے بغیر بھی استعمال ہوتا ہے۔ "ای لیکن العلم هنیئاً لك و كل امر اتاك من غير تعب و شقة فهو هينئ" علماء نے لکھا ہے کہ آیۃ الکرسی کے سب سے عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت سات اصول صفات الٰہیہ پر مشتمل ہے مثلاً (۱) الوہیت (۲) وحدانیت (۳) حیاۃ (۴) علم (۵) ملک (۶) قدرۃ اور (۷) ارادہ یہ سات صفات اصول ہیں۔

باب فضل قل هو الله احد

قل ھو اللہ احد کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٨٣٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. قَالُوا وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ قَالَ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ہم کیسے پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا: ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَد (سورۂ اخلاص) پڑھنا ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (اجر وثواب میں)

تشریح:

"ثلث القرآن" یعنی سورت اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اس کو جزء القرآن بھی کہا گیا ہے۔ قاضی عیاضؒ نے علامہ مازریؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم تین اقسام پر منقسم ہے: (۱) قصص ہیں (۲) احکام ہیں (۴) اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، یعنی توحید۔ قل ھو اللہ احد کا تعلق صفات سے ہے، لہٰذا یہ ایک تہائی قرآن ہے، جس نے تین دفعہ پڑھا تو گویا اس نے قرآن عظیم کے مکمل پڑھنے کا ثواب حاصل کرلیا۔

١٨٨٥ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ. وَفِي حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَزَّأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کے تین حصے کئے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کو قرآن کا ایک جزو بنادیا۔''

۱۸۸۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى - قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْشِدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ إِنِّي أُرَى هَذَا خَبَرٌ جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَذَاكَ الَّذِي أَدْخَلَهُ. ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ لَكُمْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ أَلَا إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب جمع ہو جاؤ کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھنے والا ہوں'' چنانچہ جس نے جمع ہونا تھا ہوگیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھی، پھر گھر میں داخل ہو گئے۔ اب ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پڑھوں گا، آگاہ ہو جاؤ کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد ثلث قرآن کے برابر ہے (اجر میں)

تشریح:

''احشدوا'' یعنی جمع ہو جاؤ ''حشد من حشد'' یعنی جن کو جمع ہونا تھا وہ سب جمع ہو گئے۔ حشد ضرب سے ہے۔ جمع ہونے کو کہتے ہیں۔
''ثم دخل'' یعنی سورت اخلاص بتا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر گھر چلے گئے۔ ''فقال بعضنا'' یعنی بعض صحابہ نے بعض سے کہا کہ شاید آسمان سے کوئی نئی خبر آئی ہوگی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی جلدی اندر چلے گئے۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر آگئے اور پھر فرمایا کہ سورت اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۱۸۸۷ - وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. فَقَرَأَ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ حَتَّى خَتَمَهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہارے سامنے ثلث قرآن پڑھوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد، اللّٰهُ الصَّمَد آخر تک پڑھی۔

۱۸۸۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَكَانَتْ فِي حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَعَثَ رَجُلاً عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِـ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ .فَسَأَلُوهُ فَقَالَ لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر امیر بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمازوں میں قرآن کی قرأت کرتے تو قُلْ هُوَ اللہُ اَحَد پر ختم کرتے۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان (امیر صاحب) سے پوچھو کہ کس وجہ سے انہوں نے یہ عمل کیا؟ لوگوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے پڑھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انہیں یہ بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں محبوب رکھتا ہے۔ (جیسے تم اس سورت سے محبت کرتے ہو)

تشریح:

''رجلاً علی سریة'' سریہ چار سو سے کم افراد پر مشتمل اس چھاپہ ماردستہ اور لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود نہ ہوں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں تو اس کو غزوہ کہتے ہیں، اگرچہ وہ لشکر چند افراد پر مشتمل ہو۔ یہاں اس آدمی کے نام کا معلوم نہ ہوسکا، البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سریہ کا امیر تھا اور انصار میں سے تھا۔ ان کا عمل عجیب تھا کہ نماز پڑھتے ہوئے قرأت کے آخر میں سورت اخلاص ضرور ملا کر پڑھتے تھے، جس کو عام صحابہؓ نے پسند نہ کیا اور اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ یہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس سورت سے محبت ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بیان کیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس شخص سے محبت کرتا ہے۔ ''فیختم'' اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص تمام رکعتوں کی آخری رکعت میں قل ھواللہ احد ضرور پڑھتا تھا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر رکعت کی قرأت کے آخر میں سورت اخلاص ملا کر پڑھتا تھا۔ یہ زیادہ واضح ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص ہر رکعت کی قرأت کی ابتداء میں سورت اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ یہ متعدد واقعات پر محمول ہے۔

''لانھا صفة الرحمن'' علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں یا اس کی صفات ہیں یا وہ اسماء ہیں جو اس کی صفات سے مشتق ہیں۔ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یہود آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جس رب کی عبادت کرتے ہیں، اس کی صفت ہمارے سامنے بیان کریں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قل ھواللہ احد کو اتارا، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے رب کی صفت اور تعارف ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب کا نسب بیان کریں، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (فتح الملھم)

باب فضل قراءة المعوذتين

معوذتین پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۸۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾.

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کیا تم نہیں دیکھتے ان آیات کو جو آج رات نازل ہوئیں کہ ان جیسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ قُلْ أعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ بربّ الناس (ان کے پڑھنے سے شیاطین وجنات کے اثرات اور آسیب وسحر سے حفاظت رہتی ہے۔)

تشریح:

"لم یر مثلهن قط" یعنی معوذتین قرآن کریم کی ایسی آیات ہیں جن کی مانند آیات نہیں دیکھی گئیں ہیں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سورت الفلق اور سورت الناس کی آیات قرآن ہیں، لیکن اس کا تعلق تعوذ اور استعاذہ سے ہے تو استعاذہ کے باب میں قرآن عظیم میں اس طرح آیتیں نازل نہیں ہوئی ہیں۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: "ای لم توجد آيات كلهن تعويذ للقارى من شر الاشرار مثل هاتين السورتيس اه" حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استعاذہ کیلئے مختلف دعائیں مانگتے تھے، لیکن جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو پھر آپ نے انہی کو استعمال میں رکھا اور باقی دعائیں چھوڑ دیں۔

سوال: بعض روایات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ان سورتوں کو قرآن کی حیثیت نہیں دیتے تھے، چنانچہ آپؓ نے ان سورتوں کو اپنے مصحف میں درج بھی نہیں کیا تو اس شبہ کا کیا جواب ہے؟

جواب: (۱): علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی طرف یہ نسبت باطل ہے کہ وہ معوذتین کا انکار کرتے تھے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی اسی طرح کہا ہے، ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وما نقل عن ابن مسعود من انكار قرآنية المعوذتين فهو كذب باطل"

(۲): "قال الفخر الرازى رحمه الله فى اوائل تفسيره الاغلب على الظن ان هذا النقل عن ابن مسعود كذب باطل"

(۳): "قال فى روح المعانى و لعل ابن مسعود رجع عن ذلك"

(۴): "قال فى روح البيان ان ابن مسعود كان لا يعد المعوذتين من القرآن و كان لا يكتبها فى مصحفه و يقول انهما منزلتان من السمآء وهذا كلام رب العالمين و لكن النبى صلى الله عليه و سلم كان يرقى و يعوذ بهما

فاشتبه عليه انهما من القرآن او ليسا منه فلم يكتبهما فى المصحف"

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابن مسعودؓ کے ہاں معوذتین قرآن کا حصہ ہیں۔ آسمان سے نازل شدہ وحی ہیں، لیکن ان کو استعاذہ اور تعوذ کے مقصد کیلئے اتارا گیا ہے، لہٰذا نماز ان کے ساتھ نہ پڑھائی جائے، بلکہ ان کی تلاوت اور ان سے استعاذہ کیا جائے تو خاص کر نماز میں استعمال نہ کرنا یہ حضرت ابن مسعود کی رائے تھی اور یہ ان کے تفردات میں سے ہوگا، اگر ان کی طرف نسبت صحیح مانی جائے، لیکن مفسرین ومحدثین نے اس نسبت کو غلط قرار دیا ہے یا ان کے رجوع کا قول کیا ہے، لہٰذا اب ان پر کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

"المعوذتين" آنے والی روایت میں یہ کلمہ منصوب واقع ہے۔ اس کا عامل ناصب محذوف ہے، جوکہ اعنی ہے۔

"من رفعاء" یہ کلمہ بھی آنے والی روایت میں ہے۔ رفعاء جمع ہے۔ اس کا مفرد رفیع ہے۔ مراتب عالیہ مراد ہیں، یعنی عقبہ بن عامرؓ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے مراتب عالیہ کے مالک تھے۔

۱۸۹۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُنْزِلَ - أَوْ أُنْزِلَتْ - عَلَيَّ آيَاتٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ایسی آیتیں نازل کی گئی ہیں اس جیسی کبھی نہیں دیکھی گئی یعنی معوذتین۔

۱۸۹۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ. وَفِي رِوَايَةِ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ وَكَانَ مِنْ رُفَعَاءِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت اسماعیل سے سابقہ روایت ان اسناد سے مروی ہے اور اس ابو سامہ کی روایت میں عقبہ بن عامر کے متعلق ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بلند مرتبہ والے تھے۔

باب اغتباط صاحب القرآن

صاحب قرآن قابل رشک ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ - حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.

سالمؒ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسد کرنا جائز نہیں ہے

سوائے دو افراد پر۔ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن کی دولت سے نوازا اور وہ دن رات اس کی تلاوت پر کمر بستہ رہتا ہے اور دوسرے وہ شخص جسے اللہ نے مال (حلال) سے نوازا اور وہ اسے رات دن (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہو"

تشریح:

"لاحسد" علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ حسد دو قسم پر ہے۔ایک قسم حقیقی ہے، دوسری قسم مجازی ہے۔ حقیقی حسد تو یہ ہے کہ کوئی شخص یہ تمنا کرے کہ فلاں شخص سے اس کی نعمت زائل ہو جائے، خود اس کو ملے یا نہ ملے۔یہ حسد بالا جماع حرام ہے۔مجازی حسد غبطہ ہے۔غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص یہ تمنا کرے کہ کاش فلاں شخص کی نعمت کی طرح نعمت مجھے مل جائے، اس کی نعمت اس سے زائل نہ ہو۔یہ غبطہ اگر دنیوی چیزوں میں ہو تو مباح ہے اور اگر دینی چیزوں میں ہو تو مستحب ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: "لاغبطة اعظم و افضل من الغبطة فی هذین الامرین"

"و حاصله انه لا تنبغی الغبطة فی الامور الخسیسة و انما تنبغی فی الامور الجلیة کالقیام بالقرآن و الجود بالمال" (منة المنعم)

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جب حسد سے غبطہ مراد لیا گیا تو غبطہ کرنے میں حصر کرنے کی کیا ضرورت ہے، غبطہ تو ہر چیز میں جائز ہے، صرف دو چیزوں میں غبطہ کرنے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: اس کا ایک جواب تو اوپر علامہ ابن حجرؒ کے کلام سے معلوم ہو گیا کہ کائنات میں ان دو چیزوں سے بڑھ کر کسی چیز میں غبطہ نہیں ہے، باقی امور اس قابل نہیں کہ ان میں غبطہ کیا جائے۔اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو اپنے ظاہری اور اپنے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ دو چیزیں اہم ہونے کی وجہ سے حسد کے عام ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں۔اس میں حسد جائز ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور فرض و تقدیر ہے کہ فرض کرلو اگر حسد کسی چیز میں جائز ہوتا تو ان دو چیزوں میں جائز ہوتا، مگر حسد کسی چیز میں جائز نہیں ہے۔ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حسد سے غبطہ مراد لیا جائے، مگر غبطہ سے رشک کرنا مراد نہ لیا جائے، بلکہ غبطہ کو مسابقت کے معنی میں لیا جائے، یعنی مسابقت اور ریس کرنا اگر ہے تو ان دو چیزوں میں کرنا چاہئے۔

"آناء اللیل" دن اور رات کے اوقات کو آناء کہتے ہیں۔اس کا مفرد آن ہے۔"علی هلکته" یہ لفظ آنے والی حدیث میں ہے، یعنی حق کے راستوں میں مال کو لٹاتا ہے۔ ای علی انفاقه فی سبیل البر و الخیر من نصرة المظلوم و عون الیتیم و المسکین و الارملة و بناء المساجد و المدارس و اقامة الجهاد و غیر ذلك

١٨٩٣ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ هَذَا الْكِتَابَ فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَتَصَدَّقَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "حسد روا نہیں مگر دو افراد پر، وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا فرمایا اور اسے حق کے کاموں پر ہلاک (خرچ) کرنے پر لگا دیا۔دوسرے وہ آدمی

جسے اللہ نے حکمت (مراد قرآن ہے) سے نوازا اور وہ اس کے موافق کرتا ہے اور اسے سکھاتا ہے'' (ایسے دو افراد کے بارے میں انسان کو رشک کرنا چاہئے کہ یہ نعمتیں ہمیں بھی عطا ہوں)

١٨٩٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ (ح)- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوسکتا ایک تو وہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی اور دوسرے وہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی کہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اس کو سکھاتا ہے۔

١٨٩٥ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ يَسْتَعْمِلُهُ عَلَى مَكَّةَ فَقَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلَى أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ ابْنَ أَبْزَى .قَالَ وَمَنِ ابْنُ أَبْزَى قَالَ مَوْلًى مِنْ مَوَالِينَا .قَالَ فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ إِنَّهُ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ .قَالَ عُمَرُ أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ.

عامرؒ بن واثلہ سے روایت ہے کہ نافع بن عبدالحارث، حضرت عمر رضی اللہ، سے ملے ''عسفان'' کے مقام پر، عمرؓ نے انہیں مکہ کا گورنر بنادیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اہل وادی (اہل مکہ مکرمہ) پر کس کو اپنا نائب مقرر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابن ابزی کو فرمایا کہ کون ابن ابزی؟ کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں پر ایک آزاد کردہ غلام کو حاکم بنادیا۔ نافع نے کہا کہ وہ (اصل میں) اللہ کی کتاب کے قاری اور فرائض ومیراث کے عالم ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا، سنو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ کچھ لوگوں (اقوام) کو مقام بلند عطا کرے گا اور کچھ دوسروں کو اسی کے ذریعہ رسوا کرے گا'' (یہ حدیث اسی واسطے بیان کی کہ ابن ابزی جو ایک غلام تھے اللہ نے ان کو قرآن کے ذریعہ عزت بخشی)

تشریح:

''ان نـافـع'' حضرت عمر فاروقؓ نے اہل مکہ پر ایک شخص کو گورنر مقرر کیا تھا جس کا نام نافع بن الحارث تھا جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مدینہ سے عسفان تشریف لائے تو مکہ مکرمہ کا گورنر حضرت نافع بن حارث حضرت عمرؓ کی ملاقات کیلئے عسفان آئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے گورنر سے پوچھا کہ آپ نے مکہ پر اپنا قائم مقام گورنر کس کو بنایا ہے؟ حضرت نافعؓ نے جواب دیا کہ میں نے ابن ابزیٰ کو بنایا ہے۔"عسفان" مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ مکہ سے دودن کے فاصلہ پر واقع ہے۔اس کے بعد جحفہ ہے، جو مکہ سے تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے۔گویا عسفان اور جحفہ یعنی رابغ کے درمیان ایک دن کا فاصلہ ہے۔ پانچ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان کے مقام پر بنولحیان کے خلاف جہاد کیا تھا۔

"اهل الوادی" مکہ کے ناموں میں سے ایک نام "الوادی" ہے، یعنی تم جب میرے پاس آئے ہو تو اہل مکہ کا گورنر کس کو بنایا ہے؟ اس سوال سے معلوم ہوا کہ اسلام میں خلافت کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ وقت کیلئے بھی لوگوں کو امیر کے بغیر رکھنے کو برداشت نہیں کیا، کیونکہ "الدین والحکومة توأمان" لہٰذا دین کے تمام احکام کی تنفیذ کا مدار قیام خلافت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے قیام خلافت کو فرض کفایہ قرار دیا ہے جو لوگ خلافت کی نفی کر کے اس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں، وہ نہ دین کو سمجھتے ہیں اور نہ دین کی تنفیذ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔"ابن ابزی" یہ شخص عبدالرحمٰن بن ابزی ہے جو کم عمر صحابہ میں سے تھے، بعض نے کہا صحابی نہیں تابعی تھے۔ یہ پہلے نافع ابن عبدالحارث کے غلام تھے، پھر انہوں نے اس کو آزاد کیا، لہٰذا یہ آزاد شدہ غلام تھے جو اس وقت گورنر بنائے گئے تھے۔

"فاستخلفت علیهم مولی؟" یہ جملہ حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کے انداز میں فرمایا کہ تم نے کیا غضب کیا کہ اشراف قریش پر ایک آزاد کردہ غلام کو گورنر بنا دیا؟ چونکہ غلام کے احساسات وجذبات اور حوصلے پست ہوتے ہیں اور جرأت کمزور ہوتی ہے، اس لئے اسلام میں ان کا حاکم وگورنر وقاضی مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس وقت اگرچہ آزاد کردہ تھے، مگر پھر بھی غلامی کا دور گزار چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے سوال کے جواب میں گورنر نافع بن عبدالحارثؓ نے کہا: "انه قارئ لکتاب الله" یعنی اہل مکہ میں سب سے زیادہ قرآن کے عالم یہی تھے۔ اس لئے میں نے قرآن کی وجہ سے اس کو گورنر بنا دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے حدیث پڑھ کر سنا دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کچھ لوگ آسمان عروج پر پہنچتے ہیں اور کچھ قعر مذلت میں گر جاتے ہیں۔

"یرفع بهذا الکتاب" حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف تلاوت کرنے نہ کرنے سے قوموں کا عروج وزوال متعلق ہے، بلکہ اس حدیث کا ایک جامع مفہوم ہے۔ اس کی طرف میں صرف اشارہ کرتا ہوں، یعنی اس کتاب کو جو قومیں اپناتی ہیں، اس کے اوامر ونواہی کو جائز مقام دیتی ہیں، اس کی تلاوت کرتی ہیں اور اس پر عمل کرتی ہیں، اس کو اپنا مقتدی بناتی ہیں اور اس کو معاشرہ میں قانون کی حیثیت سے نافذ کرتی ہیں، اپنی سیاست کا مدار اسی کتاب پر رکھتی ہیں اور اپنی داخلہ وخارجہ پالیسی اسی کتاب کی روشنی میں وضع کرتی ہیں اور اس کتاب کو اعزاز کا عالیشان مقام دیتی ہیں تو ایسی قوموں کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کتاب کی برکت سے آسمان عروج پر بلند فرماتا ہے اور جو قومیں ایسا نہیں کرتیں، اللہ تبارک تعالیٰ ان کو قعر مذلت میں نیچے گرا دیتا ہے، آج کل یہ امر مشاہدہ ہے، کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چھوڑ دیا۔

۱۸۹۶ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ الْخُزَاعِيَّ لَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بِعُسْفَانَ. بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے ابراہیم بن سعد کی روایت (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کچھ لوگوں کو مقام بلند عطا کرے گا اور کچھ دوسروں کو اس کے ذریعہ رسوا کرے گا) کی طرح مروی ہے۔

باب أنزل القرآن على سبعة أحرف

قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۸۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلْهُ اقْرَأْ. فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ. ثُمَّ قَالَ لِيَ: اقْرَأْ. فَقَرَأْتُ فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے ہشامؓ بن حکیم بن حزام سے سنا کہ وہ سورۃ الفرقان کو اس طریقہ سے ہٹ کر پڑھتے ہیں جس طریقہ سے میں پڑھتا ہوں۔ اور یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پڑھا چکے تھے، (اس لئے میں اس طریقہ کے خلاف پڑھتا دیکھ کر چونکا) اور قریب تھا کہ میں جلد بازی میں ان کو ٹوک دیتا لیکن پھر میں نے انہیں مہلت دی اور جب وہ فارغ ہو گئے تلاوت سے تو اپنی چادر ان کے گلے میں ڈال کر انہیں کھینچا اور (اسی حالت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہیں لے آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میں نے اسے سورت فرقان پڑھتے سنا ہے اور جس طریقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی ہے اس طریقہ کے خلاف پڑھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے چھوڑ دو (اور اس سے فرمایا کہ) پڑھو، اس نے اسی قرأت پر پڑھا جس پر میں نے اسے سنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طریقہ پر یہ نازل ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ میں نے (اپنے طریقہ سے) پڑھی تو فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ ''بیشک قرآن کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا جس طریقہ میں تمہیں سہولت ہو اس پر پڑھو۔

تشریح:

"انزل القرآن علی سبعۃ أحرف" یعنی قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔اس جملہ کا کیا مطلب ہے تو یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے۔اس کے سمجھنے کیلئے اس میں پینتیس یا چالیس توجیہات کی گئی ہیں، بطور تمہید آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے فصاحت و بلاغت اور لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف اسلوب اور مختلف لغات ہوتے ہیں۔عربی زبان تو سب سے زیادہ وسیع زبان ہے، اس میں تو لغات کا اختلاف سب سے زیادہ ہے، چنانچہ عرب کے قبائل کی مشہور لغات تقریباً سات تھیں تو اس حدیث کے سمجھنے کیلئے سب سے آسان توجیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ہے جو مختصر بھی اور آسان بھی ہے۔ میں اس کو بعد میں نقل کروں گا، لیکن پہلے یہ بات معلوم ہو جائے کہ سات احرف کا جو لفظ اس حدیث میں آیا ہے، کیا اس میں حصر ہے یا نہیں؟

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس میں حصر نہیں ہے کہ قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے، بلکہ اس جملہ سے تسہیل اور آسانی کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کو پڑھنے کیلئے آسان کر دیا گیا ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے، بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ سات کے عدد میں حصر ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سات حروف سے احکام مراد ہیں، جیسے حلال، حرام، وعد، وعید محکم، متشابہ، قصص و امثال، امر و نہی۔

بعض علماء نے سات حروف سے پڑھنے کے طریقے اور کیفیات مراد لی ہیں جیسے ادغام، اظہار، ترقیق، تخفیف، امالہ وغیرہ

علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے سات حروف پڑھنے کے عدد کے مختلف شواہد پیش کئے ہیں جو ایک ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کو اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔فرماتے ہیں:

(۱): پہلی صورت یہ ہے کہ حروف کی حرکات میں تغیر آجائے، معنی اور صیغہ میں تغیر نہ آئے، مثلاً "لا یضآرَّ کاتب و لا شهید" یہاں حرف را پر نصب بھی ہے اور پیش بھی ہے۔

(۲): دوسری صورت یہ ہے کہ صرف صیغہ میں تغیر آجائے، معنی میں نہ آجائے، مثلاً: "بِاعِدُ بین اسفارنا اور بَعَدَ بین اسفارنا" ایک میں امر کا صیغہ ہے، دوسرے میں ماضی کا صیغہ ہے۔

(۳): تیسری صورت یہ ہے کہ صرف نقطوں میں تغیر آجائے، مثلاً ننشزها اور ننشرها

(۴): چوتھی صورت یہ ہے کہ قریب المخرج حروف کو ایک دوسرے سے بدل دیا جائے، مثلاً طلح ممدود اور طلع ممدود۔ ح اور ع قریب المخرج ہیں۔

(۵): پانچویں صورت یہ ہے کہ لفظوں میں تقدیم اور تاخیر ہو جائے، مثلاً وجآء ت سکرۃ الموت بالحق اور وجآء ت سکرۃ الحق بالموت دونوں قراءتیں ہیں۔

(۶): چھٹی صورت یہ ہے کہ الفاظ کی زیادت اور نقصان کی وجہ سے تغیر آجائے، مثلاً حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابودرداؓ کی قرأت میں: واللیل اذ یغشی و النهار اذا تجلی و الذکر و الانثی میں وما خلق کا نقصان ہے اور زیادت کی مثال "و انذر عشیرتك

الاقربین و اھلك منھم المخلصین" ہے۔

(۷): ساتویں صورت یہ ہے کہ ایک کلمہ کو دوسرے مرادف کلمہ کے ساتھ بدل دیا جائے، مثلاً کالعھن المنفوش میں حضرت ابن مسعود کی قرأت کالصوف المنفوش ہے یا جیسے ان طعام الاثیم اور ان طعام الفاجر ہے۔

علامہ ابن قتیبہ کا یہ کلام بہت عمدہ ہے۔ اب آخر میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے کلام کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ احرف، حرف کی جمع ہے جو لغات کے معنی میں ہے ای سبعة لغات قرآن کا نزول قریش کی لغت میں ہوا تھا، مگر اس کے علاوہ عرب میں چھ لغات مشہور تھیں تو کل سات لغات ان قبائل کی تھیں: (۱) لغت قریش (۲) لغت بنو طے (۳) لغت بنو تمیم (۴) لغت ھوازن (۵) لغت اہل یمن (۶) لغت ثقیف (۷) اور لغت ہذیل

ان قبائل کی لغات چونکہ مختلف تھیں اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغت کو نہیں سمجھتا تھا، جس کی وجہ سے قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا دشوار ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اللہ پاک نے سات لغات تک آسانی فرمادی اور سات لغات تک پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ اجازت اس طرح نہیں تھی کہ ہر لغت میں سات طرح پڑھنا ہوتا تھا، بلکہ مجموعی اعتبار سے ان لغات کی تعداد سات تک پہنچ گئی تھی۔ قبائل کا یہ اختلاف ایسا ہی تھی جیسا کہ پشتو زبان میں مختلف قوموں کے ہاں لحاف کے مختلف نام ہیں مثلاً (۱) بڑستن (۲) رضائی (۳) کنجڑ (۴) تلتک (۵) ترنگڑ (۶) نالئے وغیرہ یہ ایک ہی زبان بولنے والے قبائل کی زبان میں اختلاف ہے۔

سات لغات کا مصداق قراء سبعہ کی سات قراتیں نہیں ہیں۔ اس آسانی کی ایک مثال وہ واقعہ ہے کہ ایک عرب دیہاتی کو حضرت ابن مسعودؓ یہ آیت پڑھا رہے تھے "طعام الاثیم" وہ شخص اثیم کے لفظ کو زبان سے ادا نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "ان طعام الفاجر" پڑھا کرو۔ وہ اسی طرح پڑھنے لگا۔ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کے عہد مبارک تک چلتا رہا۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ کے اصرار پر صدیق اکبرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ قرآن کریم کو لکھ کر ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ جامع قرآن مشہور ہو گئے، پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مختلف قبائل اسلام میں داخل ہو گئے اور قرآن کی ان سات لغات کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں تنازعات شروع ہو گئے تو عراق کے گورنر حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اس امت کو اختلاف وافتراق سے پہلے پہلے بچا لیجئے۔ تب حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم ابتدا میں لغت قریش پر اترا تھا۔ لہٰذا اس لغت کے مطابق قرآن کو جمع کیا جائے اور لغت قریش کے علاوہ لغات کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ہو گیا اور حضرت عثمانؓ جامع قرآن کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اس میں قرآن عظیم کے کسی حکم یا کسی آیت میں تبدیلی قطعاً نہیں ہوئی جیسا کہ شیعہ حضرات کی غلط فہمی ہے، بلکہ سات طرح پڑھنے کو ایک طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا تا کہ اختلاف وافتراق ختم ہو جائے اور قرآن کا نزول بھی اسی ایک لغت پر ہوا تھا، بعد میں جو کچھ ہوا وہ آسانی کیلئے تھا اور عارضی معاملہ تھا۔ "ثم لببتہ" یعنی گریبان سے پکڑ کر میں نے اس کو کھینچا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ ساتھ والی روایت میں "اساورہ" کا لفظ ہے، یعنی میں نے اس پر نماز کے دوران حملہ کرنا چاہا، مگر پھر صبر کیا تا کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔

۱۸۹۸ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے ھشام بن حکیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں سورۃ الفرقان پڑھتے سنا، آگے سابقہ حدیث کی مانند پورا واقعہ بیان کیا اس تبدیلی کے ساتھ کہ: قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان کو جکڑ لوں لیکن پھر میں نے صبر سے کام لیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر دیا۔''

۱۸۹۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرِوَايَةِ يُونُسَ بِإِسْنَادِهِ.

زہریؒ سے یونس کی روایت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہشام کو آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ ہی میں سورۃ الفرقان پڑھتے سنا......الخ) کی طرح ان اسناد سے مروی ہے۔

۱۹۰۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ فَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِي أَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ إِنَّمَا هِيَ فِي الْأَمْرِ الَّذِي يَكُونُ وَاحِدًا لَا يَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا، میں ان سے رجوع کر کے ایک سے زائد حرفوں پر قرأت کی درخواست کرتا رہا اور وہ اضافہ فرماتے رہے یہاں تک کہ سات حروف پر انتہا فرمائی'' ابن شہاب زھریؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ وہ سات حروف ایسے معاملات میں ہیں جو (معنی کے اعتبار سے) ایک ہی رہتے ہیں اور ان میں حلال وحرام کا اختلاف واقع نہیں ہوتا'' (حروف کی تبدیلی سے)

۱۹۰۱ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت زہریؒ سے یہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی کی درخواست پر زائد کرتے رہے یہاں تک کہ سات حروف تک نوبت پہنچ گئی) اس سند سے مروی ہے۔

۱۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَائَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَائَةً سِوَى قِرَائَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا قَرَأَ قِرَائَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرَائَةِ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَئَا فَحَسَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْنَهُمَا فَسُقِطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا فَقَالَ لِي: يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَإِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي. فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ. فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي. فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا. فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي. وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابیؓ بن کعب فرماتے ہیں کہ میں (ایک بار) مسجد میں تھا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنا شروع کردی۔ اس نے ایسی قرأت کی کہ جو میرے لئے اجنبی تھی، پھر ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے ایک دوسری قرأت کی جو اس کے ساتھی کی قرأت سے علاوہ تھی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ اس شخص نے ایسی قرأت پڑھی ہے جو (میں نے نہیں سنی) میرے لئے اجنبی ہے اور دوسرا آدمی داخل ہوا تو اس نے اس کی قرأت کے علاوہ کوئی اور قرأت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قرأت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تحسین فرمائی۔ ابیؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک ایسی تکذیب کا خیال آ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی کبھی نہ آیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس کیفیت کو ملاحظہ فرمایا جس نے مجھے ڈھانپ رکھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور (میری یہ حالت ہوگئی) گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں خوف سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابیؓ مجھے پہلے یہی حکم بھیجا گیا تھا کہ میں قرآن کی تلاوت ایک حرف پر ہی کروں لیکن میں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرمائی جائے۔ چنانچہ مجھے دو حروف (قرأت) پر پڑھنے کی اجازت دی گئی میں نے پھر جواباً عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرمائی جائے، چنانچہ مجھے تیسری بار جواب دیا گیا کہ سات حروف پڑھوں۔ اور بارگاہ الٰہی سے مجھے ارشاد ہوا کہ جتنی بار تم نے امت پر سہولت کیلئے عرض کیا ہر مرتبہ کے عوض ایک سوال ہم سے کرلو (ایک دعا مانگ لو جو قبول ہوگی) چنانچہ میں نے کہا۔

''اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرمائیے! اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرمائیے (دو دعائیں مانگ لیں) اور تیسری دعا میں نے موخر کر دی اس دن کیلئے جس دن کہ ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی حتی کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی۔ (یعنی قیامت کے دن جب ساری انسانیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کیلئے جائے گی اس دن میں تیسری دعا مانگوں گا)

تشریح:

''أنكرتها عليه'' یعنی وہ قرأت معروف نہیں تھی، اس لئے میں نے اس کا انکار کیا اور اس آدمی سے اس طرح پڑھنے کو برا مانا۔

''فسقط في نفسي'' یعنی میرے دل میں شیطان نے تکذیب نبوت کا اتنا بڑا وسوسہ ڈالا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی اس طرح تکذیب کا بڑا وسوسہ نہیں آیا تھا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے اس طرح شرمندہ ہو گیا، جس کا بیان ممکن نہیں۔ اس طرح شرمندگی تو مجھے جاہلیت کے زمانہ میں بھی نہیں ہوتی تھی۔

''نفضت عرقا'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے اور کامل توجہ کی وجہ سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کو خوف کے مارے آمنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ ''مسئلة'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جو تین بار تخفیف کا سوال کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آسانی بھی فرما دی اور یہ اکرام بھی کیا کہ ہر سوال کے بدلے تیری ایک دعا اور سوال قبول کروں گا۔ میں نے امت کی مغفرت کی دو دعائیں مانگ لیں اور تیسری دعا کو قیامت کے لئے مؤخر کیا۔ وہ شفاعت کبریٰ کی دعا ہو گی اور امت کی شفاعت کی بات ہو گی۔

''یرغب'' یعنی لوگ میری طرف رغبت کریں گے اور سوال کی خواہش ظاہر کریں گے، خواہ ابراہیم علیہ السلام کیوں نہ ہوں۔

۱۹۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَرَأَ قِرَائَةً وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے ایک قرأت کی باقی حدیث سابقہ ابن نمیر کی روایت کی طرح بیان فرمائی۔

۱۹۰۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ - قَالَ - فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ . فَقَالَ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذَلِكَ . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ فَقَالَ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ

ذَلِكَ .ثُمَّ جَائَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ .فَقَالَ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذَلِكَ .ثُمَّ جَائَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَئُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بنوغفار کے تالاب کے پاس تشریف فرما تھے کہ اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو ایک حرف (قرأت) پر پڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ سے معافی اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن کریم پڑھاؤ فرماتے ہیں کہ آپ کی امت دو حرفوں پر قرآن پڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ سے اس کی معافی اور مغفرت کا طالب ہوں۔ بے شک میری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ جبرئیل علیہ السلام تیسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت تین حروف پر قرأت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی و مغفرت کا سوال کرتا ہوں میری امت کو اس کی بھی طاقت نہیں۔ پھر جبرئیل چوتھی بار تشریف لائے اور فرمایا کہ: بے شک اللہ عز وجل نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قرآن کو سات حروف پر پڑھے، جس حرف پر بھی وہ پڑھیں گے وہ ٹھیک ہوگا۔''

تشریح:

''رضاة بنی غفار'' رضاۃ حصاۃ کی طرح پانی کے تالاب کو کہتے ہیں اور ٹیلہ کو بھی کہتے ہیں۔ قبیلہ بنوغفار کے ہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ لفظ مضاف ہے۔

۱۹۰۵- وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت شعبہؒ سے ان اسناد کے ساتھ حسب سابق روایت منقول ہے۔

باب ترتيل القراءة و اجتناب الهذ و هو السرعة

ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا اور تیزی سے بچنا

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ- عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ سِنَانٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كَيْفَ

تَقْرَأُ هَذَا الْحَرْفَ أَلِفًا تَجِدُهُ أَمْ يَاءً مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ أَوْ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَاسِنٍ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَكُلَّ الْقُرْآنِ قَدْ أَحْصَيْتَ غَيْرَ هَذَا قَالَ إِنِّي لَأَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ .فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّ أَقْوَامًا يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَلَكِنْ إِذَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ فَرَسَخَ فِيهِ نَفَعَ إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ .ثُمَّ قَامَ عَبْدُ اللَّهِ فَدَخَلَ عَلْقَمَةُ فِي إِثْرِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرَنِي بِهَا .قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَقُلْ نَهِيكُ بْنُ سِنَانٍ.

ابووائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس ایک شخص جسے نہیک بن سنان کہا جاتا تھا آیا اور اس نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا ی کے ساتھ مِن ماءِ غیرِ اسِنٍ یا یاسِنٍ؟ عبداللہؓ نے فرمایا: کیا تو نے اس حرف کے علاوہ سارے قرآن کو یاد کرلیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مفصل کی تمام سورتیں (یعنی سورۃ الحجرات سے آخر تک) ایک رکعت میں پڑھتا ہوں (گویا مجھے قرآن کا بہت سا حصہ حفظ ہے) حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: ایسے ہانکتا ہوگا جیسے جلدی جلدی شعر ہانکے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہوں گے جو قرآن تو پڑھتے ہوں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ لیکن قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ قلب میں اتر کر راسخ ہو جاتا ہے تو نفع دیتا ہے اور نماز میں بہترین رکن رکوع وسجود ہیں۔ اور بے شک میں بعض ایسی نظائر ومثالیں جانتا ہوں کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتوں کو ایک ایک رکعت میں ملا کر پڑھا ہے۔ پھر عبداللہؓ کھڑے ہوئے اور (گھر میں) داخل ہوگئے جب کہ علقمہؒ بھی (ان کے شاگرد) ان کے پیچھے داخل ہوگئے، پھر باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ مجھے اس بارے میں انہوں نے بتلایا۔ (سورتوں کو ملانے سے مراد یہ ہے کہ دو سورتیں ایک رکعت میں مثلاً سورۃ الرحمٰن اور سورۃ النجم ایک رکعت میں اور قمر والحاقہ ایک رکعت میں ملا کر پڑھیں) ابن نمیر نے اپنی روایت میں کہا کہ بنی بجیلہ کا ایک آدمی حضرت عبداللہ کی خدمت میں آیا اور نہیک بن سنان کا نام نہیں لیا۔

تشریح:

”غیر آسن“ آسن اور یاسن دونوں کا معانی ایک ہے۔ سڑے ہوئے بدبودار پانی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھنے والے اس سائل کا نام نہیک بن سنان تھا، جس کا تعلق بنوبجیلہ قبیلہ سے تھا، اس کو شک ہوگیا تھا کہ قرآن کریم میں یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ ”آسن“ ہے یا ”یاسن“ ہے۔ ”وکل القرآن“ یعنی تم نے پورے قرآن کے الفاظ ومعانی محفوظ کرلئے ہیں اور صرف یہ ایک حرف رہ گیا ہے، جس کے بارے میں تم سوال کرتے ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ کا خیال اس طرف گیا کہ یہ شخص کسی مجبوری اور رہنمائی کی بنیاد پر سوال نہیں کر رہا ہے، بلکہ بطور تعنت سوال کر رہا ہے، اس لئے حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دینے کے بجائے بطور انکار الٹا اس سے سوال کیا، اگر اس شخص کو حضرت ابن مسعودؓ واقعی طالب علم سمجھتے تو ضرور اس کو مسئلہ بتادیتے۔

"انی لا قرأ المفصل فی رکعة" اس شخص نے جواب دیا کہ میں ایک رکعت میں مفصلات کو مکمل پڑھتا ہوں۔ میں بہترین مضبوط حافظ قرآن ہوں۔

مفصلات کا بیان

سورت بقرہ سے سورت یونس تک سورتوں کو "طوال" کہتے ہیں، چونکہ یہ سات سورتیں ہیں، اس لئے ان کو "السبع الطوال" کہتے ہیں۔ سورت یونس سے سورت شعراء تک سورتوں کو "مئین" کہتے ہیں۔ یہ سورتیں سوسو آیتوں پر مشتمل ہیں، اس لئے مئین کے نام سے مشہور ہیں۔ سورت شعراء سے سورت حجرات تک سورتوں کو مثانی کہتے ہیں۔ یہ سورتیں چونکہ مضمون کے اعتبار سے مکرر ہیں، اس لئے مثانی کے نام سے مشہور ہوئیں، جو مکرر کے معنی میں ہے۔ سورت حجرات سے آخر قرآن تک سورتوں کو مفصلات کہتے ہیں، پھر مفصلات تین قسم پر ہیں۔ سورت حجرات سے سورت بروج تک طوال مفصل ہیں۔ سورت بروج سے سورت البینۃ تک اوساط مفصل ہیں اور سورت البینۃ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ ان سورتوں کو مفصلات اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان جلدی جلدی فاصلہ واقع ہوجاتا ہے اور یہ تقریباً قرآن کا ساتواں حصہ ہے، جب اس شخص نے ایک رکعت میں قرآن کا ساتواں حصہ پڑھ لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا کرتا تھا اور ظاہر ہے کہ ایک رات میں مکمل قرآن ٹھہر ٹھہر کر نہیں پڑھا جاسکتا ہے، لامحالہ یہ شخص انتہائی سرعت اور تیزی سے قرآن پڑھتا ہوگا۔ اسی پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سخت نکیر فرمائی اور فرمایا کہ "ھذاً کھذّ الشعر" یعنی اشعار کے پڑھنے کے طرز پر انتہائی جلدی سے جھٹکے کھا کر قرآن پڑھا ہوگا۔ ھذا فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق ہے۔ "ای اتھذا القرآن ھذاً فتسرع فیه کما تسرع فی قراء ۃ الشعر"

"فرسخ فیه" یعنی تیز تیز قرآن پڑھنے سے قرآن پاک پڑھنے والے قاری کے گلے سے نیچے نہیں جائے گا، حالانکہ قرآن پڑھنے کا مقصد اور فائدہ یہ ہے کہ وہ گلے سے اتر کر دل پر نقش ہوجائے اور اس کا مقصود سمجھ لیا جائے۔ "الرکوع والسجود" یہ حضرت ابن مسعودؓ کا مذہب ہے کہ نماز میں افضل رکوع اور سجدہ ہے، جبکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ نماز میں طول قیام وقرأت افضل ہے۔

"لا علم النظائر" یہ نظیرۃ کی جمع ہے۔ ہم مثل کو کہتے ہیں، یعنی جو سورتیں طول وقصر میں مشابہ ہیں اور مضامین ومعانی میں مماثل ہیں جیسے وعظ وامثال اور قصص میں ایک جیسے ہیں، وہ نظائر ہیں۔ "یقرن" ملانے کے معنی میں ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے دو دو سورتوں کو ایک ایک رکعت میں ملا کر پڑھتے تھے تو دس رکعات میں بیس سورتیں ہوجاتی تھیں۔ "قد اخبرنی بھا" یعنی حضرت ابن مسعودؓ اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد اپنے گھر چلے گئے۔ ان کے پیچھے ان کا شاگرد خاص حضرت علقمہ ان کے گھر میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھ لیں کہ وہ بیس سورتیں کون کونسی ہیں؟

حضرت علقمہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتادیا۔ حضرت علقمہ باہر آگئے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے مجھے ان سورتوں کا نام لے کر بتادیا۔ ابوداؤد میں اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

کان یجمع بین سورتین منھا فی رکعة (۱) وھی الرحمن و النجم فی رکعة (۲) واقتربت الساعة و الحاقة فی رکعة (۳)

والطور والذاريات في ركعة (٤) واذا وقعت الواقعة و نون في ركعة (٥) وسأل سائل والنازعات في ركعة (٦) وويل للمطففين و عبس في ركعة (٧) والمدثر و المزمل في ركعة (٨) و هل اتى و لا اقسم بيوم القيامة في ركعة (٩) و عم يتسآءلون و المرسلات في ركعة (١٠) و الدخان و اذا الشمس كورت في ركعة رواه ابوداؤد و قال هذا تأليف ابن مسعود اى ترتيب السور المذكورة في الحديث الترتيب الذى الف عليه ابن مسعود و السور في مصحفه اه (منة المنعم)

ساتھ والی روایت میں دس رکعتوں میں بیس سورتوں کا اجمالی تذکرہ ہے اور تالیف ابن مسعود کا ذکر بھی ہے۔ واضح رہے کہ تالیف ابن مسعودؓ مصحف عثمانی کی ترتیب پر نہیں تھی۔ ترتیب عثمانی کے بارے میں قاضی ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ یہ ترتیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قائم فرمائی تھی اور جبرائیل امین کے ساتھ رمضان میں دور قرآن اسی ترتیب پر ہوتی تھی۔

١٩٠٧ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ سِنَانٍ. بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَجَاءَ عَلْقَمَةُ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ سَلْهُ عَنِ النَّظَائِرِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ عِشْرُونَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ فِي تَأْلِيفِ عَبْدِ اللَّهِ.

ابووائلؒ سے سابقہ حدیث یہ منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ: علقمہؒ آئے اور عبداللہؓ کے گھر میں داخل ہونا چاہا، ہم نے ان سے کہا کہ عبداللہؓ سے ایسی مثالیں اور نظائر کے بارے میں پوچھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں ملا کر ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس داخل ہوئے اور ان سے اس بارے میں پوچھا، پھر باہر ہمارے پاس آئے اور کہا کہ وہ بیس سورتیں ہیں جو دس رکعات میں پڑھی جاتی تھیں مفصلات میں سے۔ عبداللہؓ کے جمع کردہ مصحف میں۔

١٩٠٨ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ. بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ إِنِّي لَأَعْرِفُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ. عِشْرِينَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ.

اعمشؒ سے حسب سابق دونوں روایتیں ان اسناد سے مروی ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان نظائر کو پہچانتا ہوں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ملا کر ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور وہ بیس سورتیں ہیں کہ دس رکعتوں میں پڑھتے تھے۔

١٩٠٩ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَوْمًا بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا- قَالَ- فَمَكَثْنَا بِالْبَابِ هُنَيَّةً- قَالَ- فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَتْ أَلَا تَدْخُلُونَ فَدَخَلْنَا فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ يُسَبِّحُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا وَقَدْ

أُذِنَ لَكُمْ فَقُلْنَا لَا إِلَّا أَنَّا ظَنَنَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْبَيْتِ نَائِمٌ. قَالَ ظَنَنْتُمْ بِآلِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ غَفْلَةً قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتَّى ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ قَالَ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَطْلُعْ فَأَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ قَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ قَدْ طَلَعَتْ. فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هَذَا- فَقَالَ مَهْدِيٌّ وَأَحْسِبُهُ قَالَ- وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا- قَالَ- فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ- قَالَ- فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا لَقَدْ سَمِعْنَا الْقَرَائِنَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَؤُهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم.

ابووائل فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم صبح کو فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس گئے، دروازہ پر جا کر ہم نے سلام کیا، ہمیں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی لیکن ہم ذرا دیر ٹھہرے رہے، اتنے میں ایک باندی نکلی اوراس نے کہا: اندر داخل نہیں ہوتے؟ پھر ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ عبداللہؓ بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تمہیں اندر داخل ہونے سے کیا مانع تھا؟ جب کہ تمہیں اجازت دی جا چکی تھی۔ ہم نے کہا کہ نہیں (کوئی مانع نہیں تھا) بس ہمیں یہ گمان گزرا کہ بعض گھر والے شاید سوئے ہوئے ہوں۔ فرمایا: تم ام عبد کے بیٹے کے اہل وعیال کے بارے میں غفلت کا گمان کرتے ہو؟ پھر دوبارہ اپنی تسبیح میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ جب یہ خیال ہوا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے تو باندی سے کہا: ارے دیکھو تو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ اس نے دیکھا تو سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ پھر تسبیح میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ جب دوبارہ سورج طلوع ہونے کا گمان ہوا تو باندی سے کہا: کہ اے لڑکی! دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا؟ اس نے دیکھا تو طلوع ہو چکا تھا۔ فرمایا: تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں آج کا دن واپس کر دیا ہے۔ مہدی (راوی) کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں ہلاک نہ کیا ہمارے گناہوں کے سبب سے۔" لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: آج کی رات میں نے تمام مفصلات پڑھیں۔ عبداللہؓ نے فرمایا کہ اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی ہوں گی جیسے (جلدی جلدی) شعر ہانکے جاتے ہیں۔ بے شک ہم نے دو ملی ہوئی سورتیں سنی ہیں اور بے شک مجھے یاد ہیں وہ ملی ہوئی سورتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا کر پڑھی تھیں۔ آٹھ سورتیں مفصلات میں سے اور دو سورتیں جن میں شروع میں حٰم ہے۔

تشریح:

"هنية" شد کے ساتھ ہے ای قليلاً من الوقت۔ "جالس يسبح" یعنی فجر کی نماز کے بعد حضرت ابن مسعود بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ اس سے نفل پڑھنا مراد نہیں ہے، بلکہ ذکر واذکار اور تسبیح پڑھنا مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تسبیحات پر اللہ تعالیٰ کا نام پڑھنا جائز ہے، کیونکہ تسبیح کا لفظ اگرچہ ذکر اذکار پڑھنے کے معنی میں ہے، مگر یہ لفظ تسبیحات پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کو شامل ہے۔ "غفلة" یعنی تم نے یہ خیال کیا کہ ابن مسعود کا گھرانہ غافل ہے جو فجر کی نماز کے بعد سو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد سو جانا غفلت کی علامت ہے۔ اس سے ذہن بھی متاثر ہوتا ہے اور مال میں بے برکتی بھی آتی ہے۔ ابن ام عبد حضرت ابن مسعود کو کہتے ہیں، جیسے حدیث

میں ہے:"رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد"

"ھل طلعت" یعنی دیکھ لو کہ سورج طلوع ہو چکا ہے یا نہیں، کیونکہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک نوافل پڑھنا ممنوع ہے جو لوگ اس میں لاپروائی کرتے ہیں، وہ دین میں لاپروا لوگ ہیں۔ "اقالنا یومنا" یعنی ہمارے آج کے دن میں ہمارے رب نے ہم کو معاف رکھا اور ہمارے گناہوں پر ہمارا مواخذہ نہیں کیا۔ "القرائن" یہ قرینة کی جمع ہے اور "قرینة" مقرونة کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سورتیں آپس میں مماثل اور مشابہ ہیں اور آپس میں طول وقصر اور مضامین کے اعتبار سے ملی ہوئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ "وسورتین من ال حٓم" یعنی حوامیم میں سے دو سورتیں پڑھتے تھے، اس سے صرف ایک سورت دخان مراد ہے۔

سوال: یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلے بیس سورتوں کا بیان ہے اور تصریح ہے کہ سب مفصلات ہیں، حالانکہ یہاں حوامیم میں سے دو کا ذکر ہے، یہ واضح تعارض ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بطور تغلیب سب کو مفصلات کہہ دیا، مجازاً یہ اطلاق ہوتا رہتا ہے۔

سوال: یہاں پر دوسرا سوال یہ ہے کہ روایات میں مفصلات کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ انیس ہیں اور ایک حوامیم میں سے ہے، حالانکہ یہاں دو سورتوں کو حوامیم میں سے قرار دیا گیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں انیس مفصلات ہیں اور ایک سورت دخان حوامیم میں سے ہے، لیکن جب بیان کرنے والے نے اٹھارہ مفصلات قرار دیا تو باقی دو کو حوامیم کہہ دیا، یہاں عبارت محذوف ہے: "ای ثم یقرن بین سورتین احدهما من آل حم و الدخان اه"

١٩١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ سِنَانٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ . فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِنَّ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ.

شقیقؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص بنی بجیلہ کا جسے نہیک بن سنان کہا جاتا تھا عبداللہؓ کے پاس آیا اور کہا میں مفصل کی تمام سورتیں ایک رکعت میں پڑھتا ہوں۔ عبداللہؓ نے فرمایا شعروں کے ہانکنے کی طرح ہانکا ہوگا (ترتیل سے نہ پڑھا ہوگا) بے شک میں وہ نظیریں (معنی میں مماثل سورتیں) جانتا ہوں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو ملا کر پڑھتے تھے۔

١٩١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ إِنِّي قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ كُلَّهُ فِي رَكْعَةٍ .فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ - قَالَ - فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَتَيْنِ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ.

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں نے مفصل کی ساری سورتوں کو رات ایک رکعت میں پڑھا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے یہ تو اشعار کی طرح پڑھنا ہوا پھر فرمایا: میں ان نظائر کو پہچانتا ہوں جنہیں ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ پھر مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا جو ایک ایک رکعت میں دو دو پڑھا کرتے تھے۔

باب ما يتعلق بالقراء ات

مختلف قراءتوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۱۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ وَهُوَ يُعَلِّمُ الْقُرْآنَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ أَدَالًا أَمْ ذَالًا قَالَ بَلْ دَالًا سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مُدَّكِرٍ .دَالًا.

ابواسحاقؒ کہتے ہیں میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے اسود بن یزید سے جبکہ وہ مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم دے رہے تھے سوال کرتے ہوئے کہا کہ تم اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہو؟ فهل من مدكر کو دال سے پڑھتے ہو یا ذال سے۔ انہوں نے کہا دال سے۔ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدکر دال سے پڑھتے سنا ہے۔

۱۹۱۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ هَذَا الْحَرْفَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فهل من مدكر دال سے اس حرف کو پڑھتے تھے۔

۱۹۱٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْنَا الشَّامَ فَأَتَانَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَفِيكُمْ أَحَدٌ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ نَعَمْ أَنَا .قَالَ فَكَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللَّهِ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى﴾ قَالَ وَأَنَا وَاللَّهِ هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ يُرِيدُونَ أَنْ أَقْرَأَ وَمَا خَلَقَ .فَلَا أُتَابِعُهُمْ.

علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ہم ملک شام آئے تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا

ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق قرأت کرتا ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! میں ہوں۔ فرمایا کہ تو تم نے عبداللہؓ کو یہ آیت (مراد سورت) کس طرح پڑھتے سنا ہے؟ و اللیل اذا یغشی ......الخ میں نے کہا میں نے انہیں اس طرح پڑھتے سنا ہے و اللیل اذا یغشی و الذکر و الانثی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ واللہ! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اسی طرح سنی ہے، لیکن یہاں کے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں و ما خلق الذکر و الانثی پڑھوں، لیکن میں تو ان کی پیروی کرنے سے رہا۔

۱۹۱۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَتَى عَلْقَمَةُ الشَّامَ فَدَخَلَ مَسْجِدًا فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ قَامَ إِلَى حَلْقَةٍ فَجَلَسَ فِيهَا - قَالَ - فَجَاءَ رَجُلٌ فَعَرَفْتُ فِيهِ تَحَوُّشَ الْقَوْمِ وَهَيْئَتَهُمْ .قَالَ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي ثُمَّ قَالَ أَتَحْفَظُ كَمَا كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقْرَأُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابراہیمؒ بیان فرماتے ہیں کہ علقمہؒ شام میں آئے اور مسجد میں گئے اور وہاں نماز پڑھی اور لوگوں کے ایک حلقہ پر سے گزرے اور ان میں بیٹھ گئے پھر ایک شخص آیا جس سے لوگوں کی طرف خفگی اور وحشت معلوم ہوتی تھی پھر وہ میرے بازو میں بیٹھ گئے اور بولا کہ آپ کو یاد ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح قرأت کرتے تھے؟ پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

تشریح:

"فجآء رجل" حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ "توحش القوم" ای انزوائهم و انکمائهم و انقباضهم احتراماً لقادم یعنی حضرت ابودرداءؓ کی آمد سے لوگ ایک جانب ہو کر احترام کے ساتھ سکڑ کر بیٹھ گئے۔

"هیئتهم" یہ اسی ادب واحترام کی صفت اور کیفیت کا بیان ہے ای اختیارهم صفة الادب تأدباً مع القادم و هو ابو الدرداءؓ حضرت ابودرداءؓ کی قرأت حضرت ابن مسعود کی قرأت کے موافق تھی، جو مصحف عثمانی کی مخالف تھی۔ مگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب مصحف عثمانی کے ظہور سے پہلے زمانہ کی تھی۔ اس وقت مختلف الفاظ اور حروف کے ساتھ قرآن کا پڑھنا جائز تھا۔ ترتیب مصحف عثمانی بعد میں قائم ہوئی۔

۱۹۱۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لِي مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ .قَالَ مِنْ أَيِّهِمْ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ . قَالَ هَلْ تَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ .قَالَ فَاقْرَأْ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ قَالَ فَقَرَأْتُ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى﴾ قَالَ فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا.

علقمہؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا: تم کہاں کے ہو؟ میں

نے کہا اہل عراق میں سے ہوں۔ کہنے لگے اہل عراق میں سے کہاں کے؟ میں نے کہا۔ کوفہ والوں میں سے ہوں۔ فرمایا: کیا تم عبداللہؓ بن مسعود کی قرأت کے مطابق قرأت کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا تو واللّیل پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کی۔ واللّیلِ اذا یغشٰی والنّھارِ اذا تجلّٰی و الذّکرِ و الأنثٰی یہ سن کر ابوالدرداءؓ ہنس پڑے، پھر فرمایا: میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے۔

۱۹۱۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ أَتَيْتُ الشَّامَ فَلَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ.

علقمہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں شام میں آیا اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملا پھر بقیہ حدیث ابن علیہ کی روایت کی طرح بیان فرمائی۔

باب الاوقات التی نھی الصلوۃ فیھا

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع کیا گیا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس اور فجر کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۱۹۱۹ - وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ - قَالَ دَاوُدُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ - أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زائد صحابہ جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی شامل ہیں اور وہ صحابہ میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک نماز سے منع فرمایا۔

۱۹۲۰ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَهِشَامٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت (فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک نماز پڑھنا ممنوع ہے......الخ) ان اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ مگر سعید اور ہشام کی روایت میں حتی تشرق الشمس (تاوقتیکہ سورج نہ نکلے) کے الفاظ موجود ہیں۔

۱۹۲۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں۔

۱۹۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا.

نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز کا نہ سوچے۔''

۱۹۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَيْ شَيْطَانٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''طلوع آفتاب وغروب آفتاب کے وقت اپنی نمازوں کا ارادہ مت کیا کرو کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔''

۱۹۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَابْنُ بِشْرٍ قَالُوا جَمِيعًا حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو موخر کر دو یہاں تک کہ خوب ظاہر ونمایاں ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو بھی نماز کو مؤخر کر دو یہاں تک کہ مکمل غائب وغروب ہو جائے۔''

١٩٢٥ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ خَيْرِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنِ ابْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بِالْمُخَمَّصِ فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ عُرِضَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَضَيَّعُوهَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَهَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ .وَالشَّاهِدُ النَّجْمُ.

ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخمص (ایک مقام ہے) میں عصر کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ یہ نماز تم سے پہلی امتوں پر پیش کی گئی لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ سو جو اس کی حفاظت کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔ اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ شاہد نہ نکل آئے اور شاہد ستارہ ہے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب رات آجائے پھر نماز پڑھنی ہے اس سے پہلے نہیں اور چونکہ ستارے رات میں طلوع ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ جب ستارہ نکل آئے)

تشریح:

"ابو تمیم جیشانی" ابو تمیم کا نام عبداللہ بن مالک ہے۔ یہ جیشانی کی طرف منسوب ہے جو یمن میں ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے "المخمص" محمد کے وزن پر ہے۔ بنو کنانہ کے شہروں میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اس روایت سے پہلے ایک روایت میں "حتی یطلع الشاھد" کا لفظ آیا ہے۔ شاہد ستارے کو کہتے ہیں اور طلوع شاہد سے مراد غروب آفتاب ہے، جس سے شام کا وقت آجاتا ہے۔ اسی طرح ان احادیث میں "لایتحریٰ" کا لفظ آیا ہے۔ اس سے انتظار کرنا اور سوچ و بچار کرنا مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو، تاکہ مکروہ وقت میں آدمی نماز پڑھے۔

"حتی تبرز" یعنی جب سورج خوب ظاہر ہو کر چڑھ جائے تب آدمی نماز پڑھے۔ "بین قرنی الشیطان" قرن سینگ کو کہتے ہیں۔ سورج تو بہت بڑا ہے، وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے کیسے طلوع ہوتا ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کی عبادت کوئی مسلمان نہیں کرتا نہ کافر شیطان کی پوجا کرتا ہے اور شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بغاوت پر کھڑا ہے، اس لئے یہ ہر چیز میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لاتا ہے، اس لئے صبح اور شام میں سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے تو جو لوگ سورج کو پوجتے ہیں تو شیطان بھی سامنے ہوتا ہے، یہ خوش ہو جاتا ہے کہ میرے لئے بھی عبادت ہو رہی ہے، اس لئے اسلام نے مسلمانوں کو ان اوقات میں نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے سے منع کر دیا ہے۔

١٩٢٦ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ خَيْرِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هُبَيْرَةَ السَّبَائِيِّ - وَكَانَ ثِقَةً - عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ .بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی (اور فرمایا

کہ یہی نماز تم سے پہلی امتوں پر پیش کی گئی لیکن انہوں نے اس کو ضائع کیا سو جو اس کی حفاظت کرے گا اس کو دوہرا اجر ملے گا ......الخ) پھر آگے حسب سابق حدیث بیان فرمائی۔

۱۹۲۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ.

حضرت موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ساعات میں نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو قبر میں اتارنے سے ہمیں منع فرمایا ہے۔(۱) سورج کے طلوع ہونے اور چمکنے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے (۲) جب سورج پوری دو پہر پہ ہو (زوال کے وقت) یہاں تک کہ ڈھلنا شروع ہو جائے (۳) جب سورج غروب کیلئے ڈھلنے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔''

تشریح:

''ثلاث ساعات'' ان تین اوقات مکروہہ میں سے ایک طلوع شمس کا وقت ہے، دوسرا استواء الشمس کا وقت ہے اور تیسرا غروب آفتاب کا وقت ہے۔ ''ان اصلی'' اس پر اتفاق ہے کہ ان مکروہ اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، ہاں شوافع حضرات سبب جدید کے ساتھ اس میں نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔ ''او ان نقبر'' ضرب یضرب سے قبر میں دفنانے کو کہتے ہیں، لیکن یہاں نقبر سے صلوٰۃ جنازہ مراد ہے کہ ان اوقات میں نماز جنازہ بھی ممنوع ہے، کیونکہ یہ بھی نماز ہے، لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ نقبر سے تدفین ہی مراد ہے۔ تدفین ان اوقات میں اگرچہ جائز ہے، لیکن سستی کر کے ان اوقات میں قصداً و ارادۃً مردے کو دفنانا بھی مکروہ ہے، لہٰذا حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ ''بازغة'' ای ظاھرۃ ''قائم الظھیرۃ'' ظہیر سے مراد سورج کا سایہ ہے کہ دوپہر کے وقت سایہ اس طرح کھڑا ہو جائے کہ نہ آگے کو حرکت کرتا ہو، نہ پیچھے کو حرکت کرتا ہو۔ یہ عین نصف النہار کا وقت ہوتا ہے کہ دائیں بائیں کہیں بھی سایہ نہیں ملتا ہے۔ ''تضیف'' یہ میلان کے معنی ہے۔ سورج کے ڈھلنے کو کہتے ہیں۔ غروب آفتاب کا وقت مراد ہے۔

باب اسلام عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبسہؓ کے اسلام کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۱۹۲۸ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو عَمَّارٍ وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ - قَالَ عِكْرِمَةُ وَلَقِيَ شَدَّادٌ أَبَا أُمَامَةَ وَوَاثِلَةَ وَصَحِبَ

أَنسًـا إِلَـى الشَّامِ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَضْلاً وَخَيْرًا- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَـالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ كُنْتُ وَأَنَا فِي الْـجَـاهِـلِيَّةِ أَظُـنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلاَلَةٍ وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شيءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُـخْبِرُ أَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَئَاءُ عَلَيْهِ قَـوْمُـهُ فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْتَ قَالَ: أَنَا نَبِيٌّ .فَقُلْتُ وَمَا نَبِيٌّ قَالَ: أَرْسَلَنِي اللَّهُ . فَـقُلْتُ وَبِأَيِّ شيءٍ أَرْسَلَكَ قَالَ: أَرْسَـلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ . قُـلْـتُ لَهُ فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا قَالَ: حُرٌّ وَعَبْدٌ .قَـالَ وَمَـعَـهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَبِلاَلٌ مِمَّنْ آمَنَ بِهِ .فَقُلْتُ إِنِّي مُتَّبِعُكَ .قَالَ: إِنَّكَ لَا تَسْتَـطِيـعُ ذَلِكَ يَـوْمَكَ هَـذَا أَلَا تَرَى حَالِي وَحَالَ النَّاسِ وَلَكِنِ ارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي .قَالَ فَذَهَبْتُ إِلَى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَكُنْتُ فِي أَهْلِي فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الْأَخْبَارَ وَأَسْأَلُ النَّاسَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ حَتَّى قَدِمَ عَلَيَّ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ مِنْ أَهْلِ الْـمَـدِينَةِ فَـقُـلْـتُ مَـا فَـعَـلَ هَـذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقَالُوا النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَلِكَ .فَـقَـدِمْـتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنِي قَالَ: نَعَمْ أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ .قَالَ فَقُلْتُ بَلَى .فَـقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ . أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ: صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيـنَـئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الـصَّلَاةِ فَـإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُـمَّ أَقْـصِـرْ عَـنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ .قَالَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَالْوُضُوءُ حَدِّثْنِي عَنْهُ قَالَ: مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ إِلَّا خَـرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِـحْيَتِـهِ مَـعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَـرَّتْ خَـطَـايَـا رَأْسِـهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَـامِـلِـهِ مَـعَ الْـمَـاءِ فَـإِنْ هُـوَ قَـامَ فَصَلَّى فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَبَا أُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُولِ الـلَّـهِ صَـلَّـى الـلَّـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ يَا عَمْرُو بْنَ عَبَسَةَ انْظُرْ مَا تَقُولُ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هَذَا الـرَّجُـلُ فَقَالَ عَمْرٌو يَا أَبَا أُمَامَةَ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي وَرَقَّ عَظْمِي وَاقْتَرَبَ أَجَلِي وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى

اللّٰهِ وَلَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا- حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ- مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَبَدًا وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

عکرمہ بن عمار کہتے ہیں کہ شداد بن عبداللہ ابوعمار اور یحییٰ بن کثیر نے ابوامامہ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ شداد، حضرت ابوامامہؓ، واثلہؓ (بن الاسقع) سے ملے ہیں اور حضرت انسؓ کی صحبت بھی اٹھائی ہے شام میں۔ اور ان کی تعریف فرمائی فضل وکمال اور نیکی کی۔ ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ جاہلیت کے دور میں میرا خیال یہ تھا کہ یہ لوگ سب گمراہی پر ہیں اور کسی (صحیح) راہ پر نہیں ہیں وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ مکہ میں ہوتا ہے اور بعض خبریں بتلاتا ہے (غیب کی) چنانچہ (تحقیق حال کیلئے) میں اپنی سواری پر بیٹھا، اور مکہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں چھپے ہوئے تھے کیونکہ آپ کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب اور مسلط تھی، فرماتے ہیں کہ میں نے ذرا نرمی سے کام لیا اور مکہ میں آپ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں نبی ہوں۔ میں نے کہا، نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے کہا کہ کس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے؟ فرمایا کہ، مجھے ان احکامات کے ساتھ بھیجا ہے، صلہ رحمی، بتوں کو توڑنا اور اللہ واحد کی توحید پر لانا کہ اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے کچھ بھی۔ میں نے کہا اس (پیغام یا دین) پر آپ کا ساتھ کس نے دیا؟ فرمایا کہ آزاد نے اور ایک غلام نے۔ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں آپ کے ہمراہ صرف حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی آپ کے نقش قدم پر ہوں۔ فرمایا: تم آج (ان دنوں) اس کی استطاعت نہیں رکھتے (کہ اپنا اسلام ظاہر کرو کیونکہ مسلمان کمزور اور کفار غالب ہیں) کیا تم میری حالت نہیں دیکھتے اور ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے۔ لہٰذا تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ اور جب تم یہ سنو کہ میں غالب ہو چکا ہوں تو پھر آنا میرے پاس۔ عمرو فرماتے ہیں کہ: چنانچہ میں واپس اپنے گھر چلا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے، میں اپنے گھر والوں میں ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبریں حاصل کرتا اور لوگوں سے پوچھتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ (ایک روز) اہل یثرب و مدینہ کے چند لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے کہا: یہ صاحب (محمد ﷺ) جو مدینے سے آئے ہیں کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ لوگ تو ان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، انکی اپنی قوم نے ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے'' چنانچہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے پہچانا؟ فرمایا ہاں! تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے میں نے عرض کیا کیوں نہیں، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جن باتوں سے میں جاہل ہوں اور اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی ہیں مجھے ان کے بارے میں بتلائیے۔ مجھے نماز کے بارے میں بتلائیے۔ فرمایا: صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس

وقت کفار (سورج پرست) اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے (آفتاب بلند ہونے کے) بعد نماز پڑھو کیونکہ اس کے بعد کی نماز کی گواہی دی جائے گی اور اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزہ کے برابر ہو جائے (جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج بالکل اوپر آ جائے اور ہر چیز کا سایہ ختم ہو جائے۔ نہ مشرق کی طرف نکلتا ہو نہ مغرب کی طرف اور وہ وقت عین زوال کا ہے) تو اس وقت نماز سے رک جاؤ کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔ پھر جب سایہ ڈھلنے لگے تو (ظہر) کی نماز پڑھو کیونکہ یہ نماز مشہود (گواہی شدہ) اور محضور (فرشتوں کی موجودگی والی) ہوتی ہے یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ لو۔ پھر (عصر کی نماز کے بعد) نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت (سورج پرست) کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! مجھے وضو کے بارے میں بتلائیے۔ فرمایا، تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ وضو کا پانی لے کر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے مگر یہ کہ اس کے چہرے، منہ اور ناک کے بانسے نتھنوں کے گناہ گر جاتے ہیں، پھر جب وہ چہرہ دھوتا ہے اللہ کے حکم کے مطابق تو اس کے چہرہ کے گناہ ڈاڑھی کے اطراف سے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر وہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ پانی کے ساتھ اس کی انگلیوں کے پوروں سے گر جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ بالوں کے اطراف سے پانی کے ساتھ ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے ٹخنوں تک، تو اس کی ٹانگوں کے گناہ انگلیوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ (وضو کر کے) کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے، اس میں اللہ کی حمد و ثنا اور ایسی تمجید کرے جیسی تمجید و بزرگی اس کی شان کے لائق ہے اور اپنے قلب کو صرف اللہ کیلئے فارغ کرلے تو وہ نماز سے فارغ ہو کر گناہوں سے ایسا صاف ہو جاتا ہے جیسے اپنی پیدائش کے وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے پیدا کیا تھا'' حضرت عمرو بن عبسہؓ نے یہ حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی جو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو ابوامامہؓ نے ان سے کہا: اے عمرو بن عبسہ! ذرا دیکھو (سوچ کر بولو) کہیں ایک ہی جگہ پر اتنا ثواب ایک آدمی کو مل سکتا ہے؟ (شاید تمہارے بیان کرنے یا سننے میں غلطی ہو) عمروؓ بن عبسہ نے فرمایا: اے ابوامامہ! مجھے کیا ضرورت ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں۔ حالانکہ میری عمر اتنی ہو چکی ہے، میری ہڈیاں گھل چکی ہیں اور میری موت قریب آ چکی ہے۔ (اب مجھے کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات منسوب کروں، مجھے تو اب اپنی موت اور آخرت کی فکر ہے اس عمر میں آ کر میں جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں) اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار، دو بار تین بار یہاں تک کہ سات بار نہ سنی ہوتی تو میں کبھی تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سے بھی زائد مرتبہ سنی ہے۔

تشریح:

''و لقی شداد'' یعنی ان راویوں میں سے شداد نے ابوامامہ اور واسلہ بن اسقع سے ملاقات کی اور شداد نے حضرت انسؓ سے شام کے

سفر میں ساتھ دیا۔شداد نے حضرت انس کی خوب تعریف بیان کی۔یہی شداد حضرت ابوامامہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عبسہؓ نے اپنے اسلام کا قصہ اس طرح تفصیل سے بیان کیا۔ "قال عمرو بن عبسة" ان کی کنیت ابو النجیح ہے۔بنو سلیم کی طرف منسوب ہیں۔قدیم الاسلام ہیں۔کہتے ہیں یہ چوتھے مسلمان تھے۔ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلام قبول کرنے سے پہلے ورقہ بن نوفل اور قیس بن ساعدہ اور ابو ذر غفاری عمرو بن نفیل اور دیگر حنفاء کی طرح شرک سے بیزار تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم میں رہو، جب میں مدینہ کی طرف ہجرت کروں پھر آجاؤ۔غزوہ خیبر کے موقع پر یہ آئے ہیں اور پھر مدینہ میں رہے۔

''کنت'' یہ کان اپنے اسم کے ساتھ ہے۔اس کی خبر آنے والا جملہ ہے، جو اظن سے شروع ہوتا ہے۔کان کا اسم اور خبر کے درمیان "و انا فی الجاهلية" کا جملہ معترضہ واقع ہے۔مطلب یہ ہے کہ میں جب جاہلیت میں تھا، اس وقت مجھے یقین تھا کہ جو لوگ بتوں کو پوجتے ہیں، یہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کا مذہب کچھ بھی نہیں، صرف اوہام پرستی ان کا مذہب ہے۔

''مستخفياً'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم بن ابی ارقم یا کسی اور گھر میں چھپے بیٹھے تھے۔"جراء عليه" یعنی آپ کی قوم قریش آپ پر بڑی جرأت مند تھی اور آپ پر احاطہ کئے ہوئے مسلط ہو چکی تھی۔"ما أنت" یہ لفظ ذوی العقول کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں سوال نہیں کیا بلکہ آنحضرت کے اوصاف نبوت سے متعلق سوال کیا ہے، اس لئے من انت کی جگہ کہہ دیا کہ آپ کی صفت کیا ہے؟ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا نبی" یعنی میری صفت نبوت ہے۔تب اس نے نبوت کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا چیز ہے۔

''علی هذا'' یعنی اس نئے افکار اور نئے مذہب میں آپ کے ساتھ کون لوگ ہیں جو آپ کو نبی تسلیم کرتے ہیں؟ "حر و عبد" یعنی ہر طبقہ کے لوگ میرے ساتھ ہیں۔ان میں اشراف بھی ہیں اور غلام بھی ہیں۔اشراف میں سے ابو بکر ہیں اور غلاموں میں سے بلال ہیں۔اس وقت حضرت علی بھی تھے، مگر چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا، نیز خدیجہؓ بھی تھیں، لیکن چونکہ وہ عورت تھیں، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ "اتخبر الاخبار" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات مسلسل کرتا رہا اور مختلف لوگوں سے پوچھتا رہا۔"سراع" یعنی مدینہ کے لوگ بہت جلدی سے ان کے مذہب کو قبول کرتے ہیں۔"قومه" یعنی اهل مکہ نے بڑی کوشش کی کہ ان کو مکہ ہی میں قتل کر دیں، مگر وہ قتل نہ کر سکے۔یہ مدینہ کے ایک وفد نے عمرو بن عبسہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال بیان کئے۔

''اتعرفنی'' عجیب پیارے انداز سے اس صحابی نے سوال کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عجیب انداز سے جواب دیا ہے۔اس تعارف کے بعد اس صحابی نے احکام اسلام میں سے نماز اور وضو سے متعلق سوال کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے مکروہ اوقات کو بیان کیا اور وضو کے فضائل بیان کئے۔ "فحدث عمرو" یعنی ان تمام تفصیلات کو حضرت عمرو بن عبسہؓ نے حضرت ابو امامہؓ کے سامنے بیان کیا تو ابو امامہ کو اس پر تعجب ہوا اور کہا کہ اے عمرو بن عبسہ ذرا خیال کرو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ایک ہی شخص کو اتنی تفصیل سے اتنی باتیں بیان کیں۔اس کلام کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن عام ترجمہ کرنے والوں نے یہ مطلب لیا ہے کہ اے عمرو بن عبسہ ذرا خیال کرو کہ ایک آدمی کو ایک جگہ میں اتنا بڑا ثواب کیسے مل سکتا ہے۔میرے خیال میں پہلا والا مطلب زیادہ

اچھا ہے۔ مقام واحد کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مگر علامہ نوویؒ نے مقام واحد میں تاویل کر کے عمل واحد کے معنی میں لیا اور کلام کو ثواب پر حمل کیا۔ میرے خیال میں تکلف ہے۔ "ماحدثت به ابداً" یعنی میری عمر بڑھ گئی ہے، ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور مجھے کوئی مجبوری بھی نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں، اگر میں سات بار بھی سنتا تب بھی میں بیان نہ کرتا، مگر میں نے اس سے زیادہ بار سنا ہے۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں، حضرت عمرو بن عبسہؓ نے امر واقعی کے طور پر یہ کلام ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مرتبہ یا سات مرتبہ حدیث کو سن کر بیان کرنا جائز نہیں، جب تک اس سے زیادہ بار نہ سنے۔ آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے بار بار اس حدیث کو سنا ہے، تب بیان کر رہا ہوں۔ یہ مقصد نہیں کہ سات مرتبہ سے زیادہ سننا حدیث بیان کرنے کیلئے شرط ہے۔

باب لاتتحروا بصلوتكم طلوع الشمس و لا غروبها

نماز کیلئے طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے وقت کا انتظار نہ کرو

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

۱۹۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ وَهِمَ عُمَرُ إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَحَرَّى طُلُوعُ الشَّمْسِ وَغُرُوبُهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

"وهم عمرؓ"، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ عصر کے بعد کسی قسم کی نماز جائز نہیں ہے، اس میں حضرت عمرؓ کو وہم ہوگیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد مطلقاً نماز کو منع نہیں فرمایا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نماز کو عصر کے بعد منع فرمایا ہے جو قصد و ارادہ کے ساتھ انتظار کرتا ہے اور تلاش کرتا ہے کہ عصر کے بعد کا وقت آجائے اور اس میں آدمی نماز پڑھے، یہ انتظار کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف وہم کی نسبت کیوں کی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہیں اور عمر فاروقؓ اس کو منع کرتے ہیں جو مناسب نہیں، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے فعل کو وہم پر حمل کیا۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دو رکعتیں پڑھتے تھے، وہ قضاء رکعتیں تھیں، جو ایک دفعہ ظہر کی نماز کے بعد بوجہ عذر آنحضرت سے رہ گئی تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد اس کی قضاء کی، پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی تو یہ حکم آپ کے ساتھ خاص ہے۔ امت کیلئے نہیں ہے، جس طرح اگلے باب میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔ علامہ نوویؒ نے خواہ مخواہ کئی ابواب باندھ کر لائن لگادی ہے۔

۱۹۳۰ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمْ يَدَعْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَتُصَلُّوا عِنْدَ ذَلِكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں ترک کیں اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''طلوع آفتاب وغروب آفتاب کے اوقات میں نماز کا ارادہ مت کیا کرو کہ انہی اوقات میں نماز پڑھنے لگو۔''

باب وجه الركعتين بعد العصر

نمازِ عصر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو رکعت نفل پڑھنے کی وجہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۳۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو - وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ - عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقُلْ إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُمَا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَصْرِفُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ النَّاسَ عَنْهَا. قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ. فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ. فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا أَمَّا حِينَ صَلَّاهُمَا فَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنْبِهِ فَقُولِي لَهُ تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ - قَالَ - فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ.

کریبؒ جو ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم ان تینوں حضرات نے انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا کہ انہیں سلام کہنا ہم سب کی جانب سے اور ان سے عصر کے بعد دو رکعت کے بارے میں دریافت کرنا اور کہنا کہ

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، کے ساتھ مل کر لوگوں کو اس سے روکتے تھے۔ کریبؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور ان کا پیغام پہنچا دیا کہ کس مقصد کیلئے انہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (اس بارے میں) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں دوبارہ ان حضرات کے پاس آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات انہیں بتلائی تو انہوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا دیا اسی پیغام کے ساتھ جیسے انہوں نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے (عصر کے بعد کی دو رکعتوں سے) منع فرمایا کرتے تھے۔ (لیکن پھر میں نے آپ کا فعل) یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر گھر میں تشریف لائے تو میرے پاس انصار کے قبیلہ بنی حرام کی چند خواتین بیٹھی تھیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے ایک لڑکی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور عرض کرنا کہ یا رسول اللہ! ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے منع فرماتے سنا ہے اور اب میں دیکھ رہی ہوں آپ کو کہ یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں؟ پھر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہو کر کھڑی رہنا چنانچہ وہ لڑکی گئی اور ویسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے تو (معاملہ یہ ہے کہ) میرے پاس بنی عبدالقیس کے چند لوگ اپنی قوم کے اسلام لانے کا پیغام لائے تھے لہذا میں ان میں مشغول رہا اور اس مشغولیت کی وجہ سے ظہر کے بعد جو دو رکعتیں پڑھتا تھا وہ نہ پڑھ سکا تو یہ دو رکعتیں وہی ہیں (اور قضا یعنی تلافی مافات کے طور پر پڑھ رہا ہوں)

تشریح:

''ارسلوہ'' حضرت عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمٰن بن ازھر اور مسور بن مخرمہ تینوں نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب کو حضرت عائشہؓ کے پاس مسئلہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ ''اقراء علیھا السلام'' یعنی ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہہ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ غائب کی طرف سے غائب کیلئے سلام بھیجنا جائز ہے اور وہ سلام کا جواب اس طرح دیا کرے: ''وعلیك وعلیه السلام''

''وسلھا عن الرکعتین'' یعنی ان سے معلوم کرو کہ عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع کیا کرتے تھے، حالانکہ اے عائشہ آپ اس کو پڑھتی ہیں، اس کی وضاحت فرمائیں۔ ادھر حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ لوگوں کو عصر کے بعد دو رکعتوں کے پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ ''سل ام سلمة'' یعنی یہ مسئلہ ام سلمہ کو زیادہ معلوم ہے۔ واقعہ کا تعلق ان سے ہے۔ ان سے جا کر پوچھ لو۔ ''فخرجت الیھم'' یہ کریب کی ہوشیاری بھی تھی اور سلیقہ بھی تھا کہ اپنے بھیجنے والوں کے پاس گئے کہ اصل حقیقت اس طرح ہے کہ مسئلہ ام سلمہ سے متعلق ہے، اب تمہارا کیا خیال ہے، میں ان سے جا کر معلوم کروں یا کیا کروں؟ انہوں نے اس غلام کو حکم دیا کہ تم جا کر ام سلمہ سے پوچھ لو۔ حضرت ام سلمہؓ نے پوری حقیقت واضح فرمادی، جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کو ایک مجبوری کے تحت بطور قضاء پڑھ لی، پھر اس پر دوام فرمایا، لہٰذا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ امت کے کسی فرد کے لئے اس پر عمل کرنا نہیں ہے۔ یہ ایک جزئی خصوصی واقعہ ہے۔ امت کے لئے ضابطہ وہی ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا صحیح نہیں ہے، باقی حضرت عائشہ جو پڑھتی تھیں تو اس کے بارے میں حضرت زید بن ثابتؓ یوں فرماتے ہیں: یغفر الله عائشة نحن اعلم برسول الله صلى الله عليه وسلم من عائشة انما نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم عن الصلوة بعد العصر (رواه احمد، مجمع الزوائد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد کوئی نفل صحیح نہیں ہے، خواہ ذوات اسباب ہوں یا غیر ذوات اسباب ہوں۔ یہ احناف کی مضبوط دلیل ہے۔ شوافع ذوات الاسباب نوافل پڑھنے کے قائل ہیں۔ احناف نے ان عام احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں مکروہ اوقات میں مطلقاً نوافل پڑھنے کو منع کیا گیا ہے۔

۱۹۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ - وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ - قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ إِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا .قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ تَعْنِي دَاوَمَ عَلَيْهَا.

ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ان دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل میں دو رکعت عصر سے قبل پڑھتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہوتے یا بھول جاتے تو انہیں عصر کے بعد پڑھ لیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ہر کام پر مداومت فرماتے، چنانچہ جب کوئی نماز پڑھتے تو اس کو ہمیشہ پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے یہاں کبھی بھی عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو ترک نہیں فرمایا ہے۔

۱۹۳٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَاتَانِ مَا تَرَكَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي قَطُّ سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو نمازیں ایسی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمائیں میرے گھر میں نہ خفیہ نہ علانیہ، دو رکعت فجر سے قبل کی اور دو رکعت عصر کے بعد کی۔

۱۹۳۵- وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَمَسْرُوقٍ قَالَا نَشْهَدُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا كَانَ يَوْمُهُ الَّذِي كَانَ يَكُونُ عِنْدِي إِلَّا صَلَّاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي .تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ابواسحاقؒ نے اسودؒ اور مسروقؒ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس روز میرے گھر میں باری ہوتی اور آپ میرے پاس ہوتے تو عصر کے بعد دو رکعات ضرور پڑھا کرتے تھے۔

باب استحباب ركعتين قبل صلوة المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۹۳۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ- عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْأَيْدِي عَلَى صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّي عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ .فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا .فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا.

مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عصر کے بعد نوافل پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عصر کے بعد نماز پڑھنے پر ہاتھوں پہ مارتے تھے، البتہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے قبل دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ دو رکعات (قبل المغرب) پڑھتے تھے؟ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وہ نماز پڑھتے دیکھا تو نہ تو ہمیں (مزید) پڑھنے کا حکم فرمایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا۔

تشریح:

"یضرب الأیدی"، یعنی جو لوگ عصر کے بعد نفل پڑھنے کیلئے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو سینہ پر باندھ دیا کرتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ ان کے ہاتھوں کو مار مار کر چھڑواتے تھے کہ یہ نفل مت پڑھا کرو۔ چنانچہ پہلے لکھا گیا ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نفل

خصوصیت پیغمبری تھی، امت کو اس کی اجازت نہ تھی۔ یہ تو ایک مسئلہ تھا، جس کو حضرت انسؓ نے اس حدیث میں بیان کیا۔ اب حضرت انسؓ نے دوسرا مسئلہ بیان کیا کہ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے ہم دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ مختار بن فلفل نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے؟

حضرت انسؓ نے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت ہمیں دیکھتے تھے کہ ہم پڑھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہمیں منع کرتے تھے اور نہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

نمازِ مغرب سے پہلے دو نفل کا حکم

زیر بحث حدیث اور اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پڑھی جاتی تھیں۔ آنے والے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی حدیث ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اگر چاہو تو نفل پڑھا کرو۔ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب سے پہلے دو نفل پڑھنے کا معمول نہیں تھا۔ روایات کے اس اختلاف کی وجہ سے فقہاء کرام میں اختلاف آ گیا ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راھویہ اور سلف کی ایک جماعت کا مذھب یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مغرب سے پہلے دو نفل مستحب نہیں ہیں۔ شیخ ابراھیم نخعیؒ نے ان دو نفلوں کے پڑھنے کو بدعت کہا ہے۔

دلائل:

فریق اول یعنی احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ اور ان کے موافقین نے اس باب کی دونوں روایتوں سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح آنے والے باب کی دونوں حدیثوں سے بھی استدلال کیا ہے کہ یہ دو نفل مستحب ہیں۔ ان کا استدلال واضح تر ہے۔ ان حضرات نے صحیح بخاری کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

انه صلى الله عليه وسلم قال صلوا قبل المغرب ثم قال صلوا قبل المغرب ثم قال في الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة (اى طريقة لازمة مسلوكة في الشرع)

ان حضرات نے ابوداؤد شریف کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"قال عليه السلام صلوا قبل المغرب ركعتين" (رواه ابوداؤد)

ان حضرات نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، جس کو عون المعبود میں سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ محمد بن نصرؒ نے قیام اللیل میں سند صحیح کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

"عن ابن بريدة ان عبد الله المزني حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى قبل المغرب ركعتين ثم قال صلوا

قبل المغرب رکعتین ثم قال عند الثالثة لمن شآء خاف ان یحسبها الناس سنة قال الشیخ العثمانیؒ فی شرحه فتح الملهم وقد صح فی ابن حبان حدیث آخر ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی رکعتین قبل المغرب ملخصاً

فریق ثانی یعنی امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کی ایک دلیل وہ حدیث ہے، جو ابوداوٗد میں مذکور ہے۔ وہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''عن طائوس قال سئل ابن عمر رضی الله عنه عن الرکعتین قبل المغرب فقال مارأیت احدا علی عهد رسول الله صلی الله علیه و سلم یصلیهما'' (رواه ابودائود)

ان حضرات کی دوسری دلیل مسند بزار اور بیہقی کی روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''عن ابن بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم بین کل اذانین صلوة الا المغرب و فی روایة ما خلا المغرب''

ان حضرت نے ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت انتہائی تنگ ہے، اگر اس میں یہ دونفل شروع ہو جائیں تو فرض نماز میں تاخیر ہو جائے گی، بلکہ وقت کے نکلنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

فریق ثالث یعنی ابراھیم نخعیؒ کی دلیل ان کی اپنی ہی ایک مرسل روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''قال ابراهیم النخعیؒ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابا بکر و عمر رضی الله عنهما لم یکونوا یصلونهما و هذا و ان کان مرسلا فجماعة من الحفاظ صحوا مراسیل ابراهیم النخعی کما فی التهذیب'' (کذا فی فتح الملهم)

الجواب و التطبیق و ترجیح الراجح:

احادیث صحیحہ صریحہ کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ مغرب سے پہلے دونفل پڑھنا مستحب ہے، فریق اول کے مستدلات میں کئی روایات کو ہم نے نقل کیا ہے۔ فریق ثانی یعنی جمہور نے حضرت ابن عمرؓ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی روایت کی بنیاد پر فیصلہ فرما رہے ہیں کہ میں نے کسی کو دونفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کے مقابلے میں صریح اور صحیح کثیر احادیث موجود ہیں، لہٰذا ان دو رکعات کا استحباب ان کے قول کی وجہ سے متاثر نہیں ہوسکتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے شاید ان دونفلوں کا انکار کیا ہے جو عصر کی نماز کے بعد لوگ پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان اوقات میں یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی۔

جمہور کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ "الا المغرب" کا لفظ شاذ ہے۔ اس کا اعتبار نہیں ہے۔

باقی جمہور نے جو عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے کہ اس سے فرض نماز میں تاخیر آجائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونفلوں میں اتنا وقت صرف نہیں ہوتا ہے جس سے فرض میں تاخیر آئے گی۔

فریق ثالث یعنی ابراھیم نخعی کے قول کا جواب یہ ہے کہ ان کے قول میں یہ تاویل کی جائے گی کہ ان دونفلوں میں غلو اور تشدد کرنے کو انھوں نے بدعت کہا ہے، جس طرح حضرت ابن عمرؓ نے چاشت کی نماز میں غلو کرنے کی وجہ سے بدعت کہا ہے، ورنہ اس طرح صریح اور صحیح

روایات سے ثابت عمل کو بدعت کہنا بہت بڑی جرأت ہے۔

محاکمہ وفیصلہ:

خلاصہ اور محاکمہ وفیصلہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا عام امت کے نزدیک مستحب ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"المختار استحباب لهذه الاحاديث الصحيحة الصريحة و اما قولهم يؤدى الى تاخير المغرب فهذا خيال منابذ للسنة فلا يلتفت اليه و مع هذا فهو زمن يسير لا تتأخر به الصلوة عن اول وقتها و اما من زعم النسخ فهو مجازف لان النسخ لا يصار اليه الا اذا عجزنا عن التاويل والجمع بين الاحاديث و علمنا التاريخ و ليس هنا شئ من ذلك اه"

حضرت مولانا علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہے کہ احادیث کثیرہ کی وجہ سے ان دونفلوں کا استحباب یقینی طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ وہ فقہاء کی عبارات کو یوں نقل کرتے ہیں: "و ما ذكر من استلزام تأخير المغرب فقد قدمنا من القنية استثناء القليل و الركعتان لاتزيد على القليل اذا تجوز فيهما (فتح القدير) قال ابن عابدين دافا و فى الفتح وطاقره فى الحلية و البحر ان صلوة ركعتين اذا تجوز فيهما لا تزيد على اليسير فيباح فعلهما اه و قال الحافظ و مجموع الادلة يرشد الى استحبابهما تخفيفاً اه"

وقال الشيخ العثماني رحمه الله : "لما تحقق ان مذهب اصحابنا فى كراهة الركعتين قبل المغرب انما هو للكراهة تأخير فرض المغرب الا يسيراً و ان التجوز فى الركعتين ينفى هذه الكراهة عند المحققين فبقى الامر على الاباحة و حينئذ ان ثبت الاستحباب ايضاً من الاحاديث فلا يخالف مذهبنا و غاية الامر انه يصير مما سكت عنه الفقه و نطق به السنة فقد ثبت التنفل بركعتين قبل المغرب عن النبى صلى الله عليه و سلم فعلاً كما فى صحيح ابن حبان و محمد بن نصر و قولاً بالعموم فى جميع الاوقات كما فى احاديث الصحيحين و بالخصوص فى المغرب كما فى حديث البخارى "صلوا قبل المغرب" و تقريراً كما فى سائر الاحاديث المذكورة فى الباب و غيرها" (فتح الملهم)

ایک اہم فائدہ:

آج کل علماء دیوبند کی چند مساجد میں مغرب کی اذان کے بعد دو منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے تاکہ اہل محلہ جماعت میں آسانی سے شریک ہوسکیں، یہ اچھا اقدام ہے اور عوام کا اصرار بھی ہے، لیکن مغرب کی اذان کے بعد لوگ دو منٹ کے انتظار میں مسجد میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ فقہاء احناف نے ان دونفلوں کا انکار نہیں کیا ہے۔ احناف نے فرض نماز میں تاخیر کی وجہ سے اور فرض کو نقصان پہنچنے کے خوف سے کہہ دیا کہ نفل نہ پڑھنا راجح ہے۔ ادھر احادیث میں پڑھنے نہ پڑھنے دونوں صورتوں کی گنجائش ہے تو جو لوگ پڑھتے ہیں، وہ بھی شریعت کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور جو نہیں پڑھتے وہ بھی شریعت کے حکم پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا ایک دوسرے پر طعن کرنا نہ عقلاء کا کام ہے اور نہ علماء کا کام ہے۔ تاہم جب کسی مسجد میں اذان کے بعد دو منٹ کا وقفہ ہے تو خاموش بیٹھے رہنے میں کیا فائدہ ہے، پھر تو وقت سے فائدہ اٹھا کر دو نفل پڑھنا ہی بہتر ہے۔ جب فرض میں کچھ تاخیر ہو رہی ہے تو ان دونفلوں سے کیا دشمنی ہے کہ اس کو نہ پڑھا جائے۔ اسی طرح حرمین

شریفین میں جب وہاں کا معمول ہے کہ وہ لوگ نفل پڑھتے ہیں تو ایک حنفی کو چپ چاپ بیٹھنا بالکل مناسب نہیں ہے۔ خاص کر جب ان کا یہ عقیدہ بن رہا ہو کہ پڑھنا جائز نہیں ہے تو ہر طرف سے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اسی طرح رمضان میں بعض ائمہ حضرات دیر تک افطار کرتے ہیں اور لوگ خاموش مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں، جب وقت مل رہا ہے تو پڑھنا چاہئے، احادیث سے جب ثابت ہے تو شرم کی کیا بات ہے۔

۱۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ - وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلاَةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَيَرْكَعُونَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلاَةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا.

انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں تھے تو موذن مغرب کی نماز کیلئے جب اذان دیتا تو سب جلدی سے ستونوں کی طرف لپکتے اور دو دو رکعتیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ کوئی اجنبی آدمی اگر مسجد میں ہوتا تو وہ یہی خیال کرتا تھا کہ نماز ہو چکی ہے کیونکہ لوگوں کی اکثریت وہ دو رکعات پڑھا کرتی تھی (لہٰذا وہ اجنبی یہ سمجھتا کہ شاید مغرب کے بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں)

باب بين كل اذانين صلوة

اذان واقامت کے درمیان نماز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۱۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ - قَالَهَا ثَلاَثًا قَالَ فِي الثَّالِثَةِ - لِمَنْ شَاءَ.

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے (دو اذانوں سے مراد ایک اذان دوسرے اقامت ہے) تین بار یہ بات ارشاد فرمائی اور تیسری بار یہ فرمایا کہ "جس کا جی چاہے" (یعنی موکدہ نماز نہیں کہ ضروری ہی پڑھے)

تشریح:

"اذانین صلاۃ" "اذانین تثنیہ ہے، بطور تغلیب اذان اور اقامت کو اذانین کہہ دیا گیا ہے یا ایک اذان الغائبین ہے تو دوسری اذان الحاضرین ہے۔ اس لئے دونوں اذان ہیں۔ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہ جملہ نماز فجر، ظہر و عصر و عشاء پر تو واضح طور پر صادق آتا ہے، کیونکہ ان نمازوں کی اذان واقامت کے درمیان یا سنن موکدہ ہیں یا سنن زوائد ہیں، البتہ یہ جملہ نماز مغرب کو بھی شامل ہے، مگر اس طرح شامل ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل کو مانا جائے "لمن شاء" میں جو اختیار ہے، یہ سنن زوائد اور نوافل میں ہے، سنن موکدہ اگر چہ فرض یا واجب نہیں ہیں، لیکن ان کا ترک کرنا باعث عتاب ہے۔

۱۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: لِمَنْ شَاءَ.

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار فرمایا جس کا جی چاہے۔

باب صلوة الخوف

صلوۃ خوف کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ مُقْبِلِينَ عَلَى الْعَدُوِّ وَجَاءَ أُولَئِكَ ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَضَى هَؤُلَاءِ رَكْعَةً وَهَؤُلَاءِ رَكْعَةً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ الخوف ادا فرمائی دونوں جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور اس وقت دوسری جماعت دشمن کے روبرو تھی۔ پھر یہ پہلی جماعت والے فارغ ہو کر چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ سنبھال لی دشمن کے مقابلہ میں۔ اور دوسری جماعت والے آ گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت ان کے ساتھ پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سلام پھیر دیا اور دونوں جماعتوں نے اپنی اپنی رکعت پوری کر لی۔

تشریح:

"صلوۃ الخوف"

نماز خوف کا بیان

قال الله تعالى: "**واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معک و ليأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم و لتأت طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معک وليأخذوا حذرهم و اسلحتهم ود الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم و امتعتكم فيميلون عليكم ملية واحدة**" (سورة نساء)

صلوۃ خوف کی مشروعیت کب ہوئی، اس میں کئی اقوال ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ صلوۃ خوف کی مشروعیت چار ہجری میں ہوئی تھی، بعض نے پانچ، بعض نے چھ اور بعض نے سات ہجری کا قول کیا ہے، مگر جمہور چار ہجری کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، سب سے پہلے یہ نماز مکہ اور جدہ کے درمیان ایک مقام میں ہوئی، جس کا نام عسفان ہے۔ حدیث میں اس طرح تصریح ہے کہ ضجنان پہاڑ اور عسفان کے درمیان پہلی نماز خوف ادا کی گئی۔

کفار کے خوف اور دشمن کے ہلہ بولنے اور حملہ آور ہونے کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو نماز خوف کہتے ہیں۔ خوف کی یہ نماز کتاب اللہ سے ثابت ہے اور ایک حد تک کتاب اللہ میں اس کے ادا کرنے کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے، یہ نماز سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے، البتہ حالات و مقامات کے پیش نظر اس کے مختلف طریقے وارد ہیں۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس نماز کے آٹھ طریقہ بیان کئے ہیں۔ ابن حبان نے نو طریقے ذکر کئے ہیں۔ ابن حزم نے اس کے متعلق مستقل جزء لکھا ہے۔ اس میں آپ نے چودہ طریقے بیان کئے ہیں۔ بعض نے سولہ سترہ تک طریقے بیان کئے ہیں۔

اس پر امت کا اتفاق واجماع ہے کہ نماز خوف ایک مشروع اور جائز نماز ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بارہا ثابت ہو چکا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بھی خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ کے دور میں اس کی مشروعیت باقی رہی ہے۔ اس پر بھی جمہور کا اتفاق ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صلوۃ خوف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، اب یہ نماز مشروع نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل

امام ابو یوسف قرآن کریم کی آیت: "واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ" سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور آپ کی موجودگی کی طرف واضح اشارہ ہے، گویا صلوۃ خوف کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی قید اور شرط ہے، جب حضورؐ دنیا میں نہ رہے تو آپ کے ساتھ مخصوص یہ نماز نہ رہی۔ دوسری دلیل یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگ آپ کے سوا کسی اور امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو برداشت نہیں کرتے تھے، لہٰذا الگ الگ جماعتوں کی گنجائش نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صورت اس طرح نہ رہی۔ لہٰذا ایک جماعت کے بجائے کئی جماعتیں الگ الگ کروائی جائیں تو صلوۃ خوف کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں امت میں سے کسی نے بھی امام ابو یوسف کا ساتھ نہیں دیا، اس لئے اس رائے کو ان کے تفردات اور شواذ میں شمار کیا گیا ہے، پھر جمہور فقہاء کے نزدیک نماز خوف پڑھنے کے طریقوں میں کچھ اختلاف ہے۔

امام احمدؒ کے نزدیک صلوۃ خوف کا طریقہ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں جتنے طریقے وارد ہیں، موقع و مقام اور حالت و زمان کے پیش نظر تمام طریقے جائز ہیں، علماء کہتے ہیں کہ دو ایک طریقے کے علاوہ امام احمدؒ کے نزدیک تمام طریقے جائز ہیں۔

امام شافعیؒ و مالکؒ کے ہاں نماز خوف کا طریقہ

امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے ہاں بھی نماز خوف کے سارے طریقے جائز ہیں، البتہ ان کے نزدیک ایک طریقہ راجح اور پسندیدہ ہے۔ وہ طریقہ اس طرح کہ پیش امام لوگوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے ایک طائفہ کو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر دے اور ایک طبقہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ یہ طائفہ اپنی دوسری رکعت پڑھ کر چلا جائے اور مورچہ زن طائفہ کو نماز کے لئے بھیج دے اور امام ان کے انتظار میں کھڑا رہے، جب وہ طائفہ آجائے تو امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے۔ اب امام مالک فرماتے ہیں کہ امام قعدہ کے بعد سلام پھیر دے اور فارغ ہو جائے، مگر امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام سلام نہ پھیرے، بلکہ مقتدیوں کا انتظار کرے، جب یہ طائفہ ثانیہ اپنی نماز کو مکمل کر لے تو امام ان کے ساتھ مل کر سلام پھیر دے اور نماز سے فارغ ہو جائے۔ امام مالک و شافعی کے درمیان یہی تھوڑا سا فرق ہے۔ اس طریقہ میں یہ خوبی تو ہے کہ اس میں نماز کے دوران مقتدیوں کا آنا جانا نہیں ہے، لیکن اس میں یہ نقصان ہے کہ قلب موضوع لازم آتا ہے، وہ اس طرح کہ امام مقتدیوں کا انتظار کرتا ہے تو پیش امام ''پشو'' امام بن جائے گا۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ طائفہ اولیٰ کے مقتدی اپنے امام سے پہلے نماز سے فارغ ہو جائیں گے، یہ بھی قلب موضوع ہے کہ امام اب تک نماز میں ہے اور مقتدی فارغ ہو کر مورچہ اور سنگر پر پہنچ گئے۔

احناف کے ہاں نماز خوف کا مختار طریقہ

احناف کے ہاں نماز خوف کا ایک طریقہ متون میں مذکور ہے اور ایک طریقہ شروحات میں مذکور ہے۔ دونوں طریقے پسندیدہ ہیں۔ احناف کی کتابوں میں متون میں جو طریقہ مذکور ہے، وہ اس طرح ہے کہ امام تمام نمازیوں کو دو طائفوں میں تقسیم کرے، پہلا طائفہ نماز کی طرف آئے، دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ پہلا طائفہ ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پڑھ کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نماز کی حالت میں مورچہ کی طرف چلا جائے، وہاں سے دوسرا طائفہ آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے۔ امام قعدہ کے بعد سلام پھیر کر فارغ ہو جائے، کیونکہ یہ سفر کی حالت کی نماز ہے جو دو رکعت ہے، بہر حال یہ طائفہ نماز کی حالت میں مورچہ و سنگر پر جائے اور وہاں سے پہلا طائفہ آکر اپنی دوسری رکعت مکمل کر کے جائے اور وہ دوسرا طائفہ آکر اپنی نماز مکمل کر لے۔ اس طریقہ میں آنا جانا بہت زیادہ ہے اور یہ طریقہ ''اقرب الی حکم القرآن'' ہے، کیونکہ قرآن کی آیت میں بھی زیادہ آنا جانا مذکور ہے۔ احناف نے اسی ابن عمر کی حدیث سے یہ طریقہ لیا ہے۔

چونکہ نماز کے بارے میں یہ طے ہے کہ جہاں پر شروع کیا ہے وہیں پر ختم کرنا ہے، اس لئے آنا جانا زیادہ ہوا، تاہم یہاں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ پہلا طائفہ جب اپنی دوسری رکعت پڑھے گا تو وہ قرأت نہیں کرے گا، بلکہ خاموش کھڑا رہے گا، کیونکہ وہ لاحقین ہیں اور لاحق اپنی نماز میں قرأت نہیں کر سکتا ہے۔ احناف کی شروحات کی کتابوں میں جو مختار طریقہ لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ دوسرا طائفہ جب ایک رکعت پڑھ لے تو مورچہ کی طرف بغیر نماز کے نہ جائے بلکہ اپنی دوسری رکعت مکمل کر کے چلا جائے۔

اب دونوں طریقوں کو مختار عندالاحناف اس لئے کہا گیا ہے کہ پہلے طریقے میں نقل وحرکت اور آنا جانا زیادہ ہے اور دوسرے طریقے میں اگرچہ نقل وحرکت کم ہے، لیکن اس میں یہ نقصان ہے کہ لاحقین سے مسبوقین پہلے فارغ ہوگئے، حالانکہ لاحقین کو اصول کے مطابق مسبوقین سے پہلے فارغ ہوجانا چاہئے، غرضیکہ دونوں طریقوں میں کچھ خوبیاں اور کچھ نقصان ہے، لہٰذا دونوں مختار ہونے میں مساوی ہیں۔

دلائل

مالکیہ اور شوافع نے اس باب کی آنے والی حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت یزید بن رومانؒ سے مروی ہے اور بخاری نے اس کو سہل بن ابی حثمہؓ سے روایت کیا ہے۔ ائمہ احناف نے اس باب کی پہلی حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے، ابن عمرؓ کی یہ روایت قرآن کریم کے سیاق وسباق سے زیادہ قریب ہے لہٰذا احناف کا مختار طریقہ اقرب الی القرآن ہے۔

جواب

مالکیہ اور شوافع نے اپنے مختار طریقہ کو افضل قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں نماز کے اندر آنا جانا نہیں ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ نماز کے اندر نقل وحرکت اور آنا جانا شریعت کے قواعد کی روشنی میں مجبوری کے وقت درست اور معہود ومعروف ہے جیسے بچھو وسانپ کے مارنے کیلئے یا بے وضو ہو، وضو کیلئے آنا جانا ثابت ہے، لیکن شوافع و مالکیہ نے جو طریقہ اپنایا ہے وہ تو اصول امامت کے خلاف ہے اور اس میں قلب موضوع ہے کہ امام تابع ہو جاتا ہے اور مقتدی متبوع ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ طریقہ افضل نہیں، بلکہ جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ افضل ہے، بہر حال یہ اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، جواز وعدم جواز کا اختلاف نہیں ہے۔

دو طریقے معمول بہ نہیں

ہاں ان تمام طریقوں میں دو طریقے ایسے ہیں جن پر عمل ممکن نہیں ہے۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہر طائفہ ایک ایک رکعت پڑھ کر جائے، امام کی دو رکعتیں ہوں گی اور قوم کی ایک ایک رکعت ہو جائے گی۔ یہ طریقہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں، اگرچہ امام احمد بن حنبل اس کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طریقہ میں مشکل یہ ہے کہ ایک رکعت نماز شریعت میں معہود ومعروف نہیں ہے۔ دوسرا غیر معمول بہ طریقہ وہ ہے کہ ہر طائفہ دو دو رکعت ادا کرے، امام کی چار رکعتیں ہوگئیں اور مقتدیوں کی دو دو رکعتیں ہوگئیں۔ اس میں مشکل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں پر سلام پھیرا ہے۔ اگر یہ نماز مسافر کی تھی تو چار رکعتیں کیوں پڑھی گئیں اور اگر یہ نماز مقیم کی تھی تو بیچ میں سلام کیوں پھیرا گیا ہے؟ بہر حال اس میں یہ تاویل کرنی ہوگی کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب فرض نماز دو مرتبہ ادا کی جاسکتی تھی۔

۱۹۴۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَوْفِ وَيَقُولُ صَلَّيْتُهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِهَذَا الْمَعْنَى.

سالم بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز خوف کے بارے میں بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی ہے (اور اس کا طریقہ حسب سابق حدیث بیان کیا)

۱۹۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ذَهَبُوا وَجَاءَ الْآخَرُونَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَضَتِ الطَّائِفَتَانِ رَكْعَةً رَكْعَةً- قَالَ- وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَإِذَا كَانَ خَوْفٌ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَصَلِّ رَاكِبًا أَوْ قَائِمًا تُومِئُ إِيمَاءً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایام میں "صلوۃ الخوف" پڑھی اس طرح کہ ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ میں تھی، جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی، پھر وہ لوگ چلے گئے جب کہ دوسرے لوگ آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر دونوں جماعتوں نے اپنی اپنی رکعت پوری کر لی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو سواری پر ہی نماز پڑھ لو یا کھڑے کھڑے اشارہ سے نماز پڑھ لو (یہ بھی جائز ہے)

صلوٰۃ خوف کا ایک اور طریقہ

۱۹۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ صَفٌّ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَرَفَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُودَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ وَقَامُوا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَأَخَّرَ الصَّفُّ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَرَفَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ الَّذِي كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نُحُورِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُودَ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ فَسَجَدُوا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِيعًا .قَالَ جَابِرٌ كَمَا يَصْنَعُ حَرَسُكُمْ هَؤُلَاءِ بِأُمَرَائِهِمْ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوۃ الخوف میں حاضر تھا ہم نے دو صفیں بنائیں۔ ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھی دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا تو ہم سب نے رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی اٹھایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیلئے جھکے تو جو صف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھی وہ بھی جھک گئی جب کہ پچھلی صف دشمن کے مدمقابل کھڑی رہی (وہ سجدہ میں نہیں گئی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدے پورے کر لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل والی صف بھی کھڑی ہوگئی تو پچھلی صف جھک کر سجدہ میں چلی گئی، پھر پچھلی صف کے لوگ کھڑے ہوئے اور پچھلی صف آگے آگئی جب کہ اگلی صف پیچھے ہوگئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور ہم سب نے بھی رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر اٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیلئے جھکے اور وہ صف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھی اور پہلی رکعت میں وہ پچھلی صف تھی وہ بھی جھک گئی سجدہ کیلئے جب کہ پچھلی صف (جو پہلی رکعت میں اگلی تھی) وہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے پورے کر چکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل اگلی صف نے بھی سجدے کر لئے (اور وہ صف کھڑی ہوگئی) تو پچھلی صف سجدے میں چلی گئی اور انہوں نے سجدے کئے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم سب نے بھی ساتھ سلام پھیرا (دونوں صفوں والوں نے) جابرؓ نے فرمایا: جیسے تمہارے یہ چوکیدار اور پہرے دار اپنے امراء سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔"

تشریح:

"وقام الصف الذی یلیہ" صلوٰۃ خوف کا یہ ایک اور طریقہ ہے۔ اس میں صورت یہ تھی کہ دشمن قبلہ کی طرف تھا، اب لشکر اسلام کے کسی حصہ کو کسی اور طرف متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے تمام صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز خوف میں قبلہ رخ کھڑے ہوگئے، اسلحہ ساتھ تھا، دشمن سمجھ رہا تھا کہ یہ لوگ سارے ہمارے مقابلے میں کھڑے ہیں، رکوع تک تو تمام صحابہ ایک جیسے کھڑے تھے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے تو اب صحابہ کی دو جماعتیں بن گئیں، جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والی صفوں میں تھے وہ تو حضور اکرمؐ کے ساتھ رکوع میں چلے گئے۔ مگر پچھلی صفوں والے صحابہؓ کھڑے ہی رہے اور دشمن کو آنکھیں دکھا رہے تھے، جب ایک رکعت مکمل ہوگئی تو جن لوگوں نے ایک رکعت پڑھی، وہ پچھلی صفوں میں چلے گئے اور جو پیچھے تھے، وہ آگے چلے گئے اور ایک رکعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پیچھے صفوں والے دشمن کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مکمل ہوگئی تو صحابہ کرامؓ نے اپنی بقیہ رکعت کو مکمل کرلیا۔

اس طرح نماز خوف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عسفان میں پڑھائی ہے۔

١٩٤٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا مِنْ جُهَيْنَةَ فَقَاتَلُونَا قِتَالًا شَدِيدًا فَلَمَّا صَلَّيْنَا الظُّهْرَ قَالَ الْمُشْرِكُونَ لَوْ مِلْنَا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً لَاقْتَطَعْنَاهُمْ .فَأَخْبَرَ جِبْرِيلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- وَقَالُوا إِنَّهُ سَتَأْتِيهِمْ صَلَاةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَوْلَادِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ- قَالَ- صَفَّنَا صَفَّيْنِ وَالْمُشْرِكُونَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ- قَالَ- فَكَبَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا وَرَكَعَ فَرَكَعْنَا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الْأَوَّلُ فَلَمَّا قَامُوا سَجَدَ الصَّفُّ الثَّانِي ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفُّ الْأَوَّلُ وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الثَّانِي فَقَامُوا مَقَامَ الْأَوَّلِ فَكَبَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا وَرَكَعَ فَرَكَعْنَا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الْأَوَّلُ وَقَامَ الثَّانِي فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ الصَّفُّ الثَّانِي ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا سَلَّمَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ ثُمَّ خَصَّ جَابِرٌ أَنْ قَالَ كَمَا يُصَلِّي أُمَرَاؤُكُمْ هَؤُلَاءِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہینہ کے لوگوں کے ساتھ جہاد کیا۔ انہوں نے ہم سے سخت لڑائی کی۔ جب ہم نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے (باہم یہ کہا کہ) اگر ہم ان پر ایک بارگی حملہ کردیں تو ہم ان کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ارادہ کی خبر دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر ہم سے کیا اور مشرکین نے یہ کہا کہ ان کی ایک نماز عنقریب آنے والی ہے اور وہ نماز انہیں اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے (یعنی عصر کی نماز، کیونکہ عصر کی نماز کی حفاظت اور اہتمام کا قرآنی حکم ہے خصوصیت کے ساتھ اس لئے صحابہ اس کا نہایت اہتمام کرتے تھے حتیٰ کہ مشرکین تک کو علم تھا کہ یہ نماز انہیں اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے) چنانچہ جب عصر کا وقت ہوا تو ہم نے دو صفیں بنائیں۔ مشرکین ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے (یعنی بالکل سامنے مقابلہ پر تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو ہم نے بھی رکوع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اگلی صف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سجدہ میں چلی گئی پھر جب وہ کھڑے ہوگئے۔ تو اب دوسری صف نے سجدہ کیا، پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے بڑھ گئی اور وہ پہلی صف کی جگہ کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی تکبیر کہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا ہم نے بھی رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا تو صف اول والوں نے سجدہ کیا اور صف ثانی والے کھڑے رہے، پھر جب سجدہ کر چکے تو صف ثانی نے سجدہ کیا پھر سب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ سلام پھیرا۔

ابوالزبیرؒ کہتے ہیں کہ جابرؓ نے ایک خاص بات یہ بھی کہی تھی کہ جیسے تمہارے یہ حکمران نماز پڑھتے ہیں۔''

تشریح:

''قال المشرکون'' اس حدیث میں نماز خوف کی ابتداء، اس کی مشروعیت اور اس کی ضرورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کس مجبوری

سے کس وقت کہاں پر یہ نماز مشروع اور پھر شروع ہوئی تھی۔

''ضجنان'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے اور عسفان اور جدہ کے درمیان ایک علاقہ کا نام ہے، عین پر ضمہ ہے، سین ساکن ہے۔

بہر حال صلوٰۃ خوف کے اس پورے منظر اور پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فریضہ ہے اور اس کے قیام سے باقی فرائض کی حفاظت ہوتی ہے لہٰذا اس کو ہر حالت میں قائم رکھا جائے گا، خواہ اس کی وجہ سے دیگر عبادات کے نقشے بدل کیوں نہ جائیں۔ چنانچہ نماز کے پڑھنے کے نقشے بدل گئے، نماز کے اوقات کے نقشے بدل گئے، جیسا خندق میں ہوا۔ صوم کے نقشے بدل گئے، مگر جہاد کو باقی رکھا گیا۔ آج مسلمان سب کچھ کیلئے تیار ہیں، مگر جہاد کیلئے نہیں اور کفار تمام عبادات کی مراعات واجازت دینے کیلئے تیار بلکہ کوشاں ہیں، لیکن جہاد کی قطعاً کسی گنجائش اور اجازت دینے کیلئے تیار نہیں۔

۱۹۴۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فَصَفَّهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ فَصَلَّى بِالَّذِينَ يَلُونَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوا وَتَأَخَّرَ الَّذِينَ كَانُوا قُدَّامَهُمْ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ تَخَلَّفُوا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ.

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ صلوۃ الخوف ادا کی تو صحابہ کو دو صفوں میں تقسیم کر دیا اپنے پیچھے جو صف آپ سے متصل تھی اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر کھڑے ہو گئے اور اس وقت تک کھڑے رہے کہ پچھلی صف والوں نے بھی ایک رکعت پڑھ لی، پھر وہ پچھلی صف والے آگے ہو گئے اور اگلی صف والے پیچھے گئے۔ پھر آپ نے ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر بیٹھ گئے یہاں تک کہ پیچھے والوں نے بھی ایک رکعت پڑھ لی، پھر آپ نے سلام پھیرا۔

۱۹۴۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ. فَصَلَّى بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ. ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

صالح بن خوات رضی اللہ عنہ نے روایت کی ایسے شخص سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ ذات الرقاع کے دن صلوۃ الخوف ادا کی تھی اس طریقہ پر کہ ایک جماعت نے تو صف بندی کر کے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی اور دوسری جماعت دشمن کے مد مقابل رہی۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی، پھر (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کھڑے رہے جب کہ صف والوں نے

اپنی نماز پوری کرلی، خود ہی۔ پھر وہ واپس ہوگئے اور دشمن کے مدمقابل صف بندی کرلی جب کہ دوسری جماعت آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسری جماعت والوں کے ہمراہ بقیہ ایک رکعت پڑھی، پھر آپ بیٹھ گئے اور صف والوں نے خود اپنی دوسری رکعت پوری کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ سلام پھیرا۔

تشریح:

"یوم ذات الرقاع" یہ ایک غزوہ کا نام ہے جو ۵ھ میں واقع ہوا تھا۔ "رقاع" کپڑے کے ٹکڑوں اور چھیتھڑوں کو کہتے ہیں، چونکہ اس غزوہ میں صحابہؓ کے پاس جوتے نہیں تھے یا پھٹ گئے تھے اور وہ ننگے پاؤں سفر کررہے تھے، جس سے ان کے پاؤں زخمی ہوگئے اور ان میں سوراخ ہوگئے، تب انہوں نے پاؤں پر کپڑوں کے چھیتھڑے باندھ لئے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جس زمین پر مجاہدین سفر کررہے تھے، اس زمین کے مختلف رنگ اور ٹکڑے تھے، اس لئے غزوہ کو ذات الرقاع کہا گیا۔

اس حدیث میں نماز خوف کا جو طریقہ مذکور ہے، یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مسلک کے موافق ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے جیسا کہ اس سے پہلے حدیث احناف کی دلیل ہے اور حنابلہ کے ہاں سب طریقے جائز ہیں، وہ فرماتے ہیں:

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ　　　یہ بھی سجن واہ واہ وہ بھی سجن واہ واہ

۱۹۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ - فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَأَخَذَ سَيْفَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَخَافُنِي قَالَ: لَا. قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ: اللَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْكَ. قَالَ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهُ - قَالَ - فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ.

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم ذات الرقاع تک پہنچے تو ہم جب کسی سایہ دار درخت تک آتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آرام فرمائیں۔ ایک دن ایک مشرک شخص آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لے کر اسے نیام سے کھینچ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا مجھ سے تم کو کون بچا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مجھے تجھ سے بچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اسے ڈرا دھمکایا تو اس نے تلوار نیام میں کر لی اور اسے واپس لٹکا دیا۔ پھر نماز کیلئے اذان دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں پھر وہ جماعت والے پیچھے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جماعت کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو چار رکعات ہو گئیں اور بقیہ لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔

تشریح:

"فاخترطه" اختراط تلوار کو نیام سے کھینچ کر نکالنے اور سونتنے کے معنی میں ہے۔ "قال لا" اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشجع العرب اور سب سے زیادہ بہادر تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید جیسے عرب کے بڑے بڑے بہادر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے تابع ہو گئے، ورنہ طبیعت انسانی اس طرح واقع ہوئی ہے کہ بہادر آدمی کبھی بزدل آدمی کی تابعداری نہیں کرتا۔
علامہ واقدی کا کہنا ہے کہ یہ مشرک جب عاجز آ گیا تو پھر مسلمان ہو گیا اور اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے، لیکن ابو عوانہ وغیرہ جیسے محدثین فرماتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہوا، ہاں اس نے عہد کیا تھا کہ آئندہ مقابلہ نہیں کروں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کیا اور کوئی سزا نہیں دی۔

سوال: شیخ مظہرؒ فرماتے ہیں کہ نماز خوف کا یہ واقعہ بھی ذات الرقاع میں پیش آیا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات نماز پڑھائی اور اس سے پہلے یزید بن رومان کی حدیث کا واقعہ بھی ذات الرقاع کا ہے، حالانکہ وہاں دو رکعت صلوٰۃ خوف کا ذکر ہے۔ یہ دونوں روایتوں میں تضاد ہے، حالانکہ واقعہ ایک ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ شاید غزوۂ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا تھا تو یزید بن رومانؒ نے جس طریقہ کو بیان کیا ہے، وہ فجر کی نماز پر محمول ہے اور زیر بحث حدیث میں حضرت جابرؓ نے جس طریقہ کا ذکر فرمایا ہے، شاید یہ ظہر یا عصر کی نماز پر محمول ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں کا تعلق ایک جگہ یا ایک واقعہ سے نہیں ہے، بلکہ الگ الگ غزوات پر محمول ہیں۔
یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ زیر بحث حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں کیوں پڑھیں، حالانکہ سفر میں دو رکعتیں قصر کے ساتھ ہوتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھی ہیں، وہ مقام قصر کا نہیں تھا۔
دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت قصر کا حکم نازل نہیں ہوا ہوگا۔

۱۹۴۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى - يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ - وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ - أَخْبَرَنِي يَحْيَى أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ

ابو سلمہؒ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں اور دوسرے گروہ کے ساتھ بھی دو رکعتیں پڑھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت پڑھیں اور ہر جماعت نے دو رکعات پڑھیں۔

تشریح:

اس حدیث میں صلوٰۃ خوف کا جو طریقہ ہے، یہ عجیب پیچیدہ طریقہ ہے۔ حنفیہ کیلئے پیچیدگی یہ ہے کہ اس میں چار رکعات نماز خوف ہوئی ہے، اگر یہ سفر کی نماز تھی تو چار رکعات کیوں ہوئی اور اگر حضر کی نماز تھی تو دو رکعتوں کے بعد سلام کیوں پھیرا گیا؟ صحیح مسلم میں اگر چہ سلام کا ذکر نہیں ہے، لیکن دیگر کتابوں مثلاً مشکوٰۃ اور شرح السنۃ میں سلام کا ذکر ہے۔

بہر حال شوافع حضرات کیلئے تو کوئی پریشانی نہیں، کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں قصر کی پڑھیں، لوگوں کے ایک طائفہ نے آپ کی اقتدا کی، پھر آپ نے دو رکعت نفل پڑھی۔ ایک طائفہ نے آپ کے پیچھے دو رکعت فرض پڑھیں اور متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست ہے، لہٰذا کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ یہ نماز نہ سفر کی نماز تھی اور نہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے تھی، بلکہ یہ حضر کی نماز تھی، پھر اس میں دو رکعتوں پر جو سلام پھیرا گیا ہے، احناف فرماتے ہیں کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، دوسروں کیلئے جائز نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کے سولہ یا چوبیس طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جو معمول بہ نہیں ہے جیسا کہ ابتداء میں لکھا جا چکا ہے۔ امام طحاویؒ نے اس حدیث کی بہت اچھی توجیہ فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ایک فرض کی نماز دو مرتبہ پڑھی جا سکتی تھی، لہٰذا اب اشکال نہیں رہا۔

کتاب الجمعة

جمعہ کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع﴾(جمعہ)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿والیوم الموعود وشاھدو مشھود﴾ (بروج)

لفظ جمعہ میں کئی لغات ہیں، سب سے افصح لغت جیم اور میم کا ضمہ "جُمُعه" ہے۔اس کے بعد عمدہ لغت جیم پر ضمہ، میم ساکن ہے اور پھر جیم کا ضمہ اور میم کا فتحہ ہمزہ کی طرح ہے۔ جمعہ کے لفظ میں تاء تانیث کیلئے نہیں ہے، بلکہ مبالغہ کیلئے ہے۔

جمعہ کا نام اس کا اسلامی نام ہے، جاہلیت میں اس کا نام "یوم العروبة" تھا۔عروبہ رحمت کے معنی میں ہے۔اب یہ بات کہ جمعہ کو جمعہ نام رکھنے کی کوئی وجہ ہے یا نہیں تو علماء نے چند وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

(۱): اس دن چونکہ لوگوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے،لوگ جمع ہوجاتے ہیں تو اس کو جمعہ کہہ دیا، گیا یعنی یوم الفوج المجموع۔

(۲): اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کے جسد مبارک کا خمیرہ جمع کیا گیا تھا۔

(۳): اس دن میں زمین پر حضرت حوا اور حضرت آدم کا جنت سے خروج کے بعد پہلی ملاقات اور اجتماع ہوا تھا۔

(۴): بعض حضرات کہتے ہیں کہ کعب بن لوئی اس دن میں لوگوں کو جمع کر کے وعظ کہتا تھا۔اس جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام جمعہ پڑ گیا، بہرحال مسلمانوں کیلئے جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نعمت اور بڑی رحمت ہے۔یہود ونصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے محروم رکھا اور مسلمانوں کو اس دولت عظیمہ سے مالا مال فرمایا، جس کی روحانی برکات کے علاوہ بیشمار مادی فوائد بھی ہیں۔ پیسہ خرچ کئے بغیر تقریباً ستر کروڑ سے زیادہ مسلمان دنیا بھر میں جمعہ کے اجتماعات میں ہفتہ وار اکٹھے ہوتے ہیں۔مساجد کا رخ کرتے ہیں اور خطباء حضرات سے وعظ سنتے ہیں اور قرآن وحدیث اور دین اسلام سے جڑے رہتے ہیں۔ستر کروڑ انسانوں کو ہفتہ وار دنیا کا کونسا مذہب اکٹھا کرسکتا ہے؟ اور اگر اکٹھا بھی کرے تو اس پر کتنا خرچہ آئے گا واقعی اللہ تعالیٰ کا دین رحمت ہے۔

باب وجوب غسل الجمعة علی کل بالغ من الرجال

ہر عاقل بالغ مرد پر غسل جمعہ واجب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ " إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ " .

نافع ؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کو آنا چاہے تو اسے چاہئے کہ غسل کر لے۔''

تشریح:

''فلیغتسل''، یعنی جو شخص جمعہ کے لئے آئے وہ ضرور غسل کرے۔ اس باب میں نو احادیث میں غسل جمعہ سے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے اور مختلف الفاظ سے غسل جمعہ کا حکم دیا گیا ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان عاقل بالغ پر جمعہ کے لئے غسل واجب ہے، لیکن حضرت ابن عباس ؓ نے غسل جمعہ کے وجوب اور پھر اس میں تخفیف کا پورا پس منظر بیان کیا ہے جو سنن کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس باب کی آخری حدیث میں حضرت عائشہ ؓ نے اس کی طرف معمولی سا اشارہ کیا ہے۔ بہر حال غسل جمعہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

غسل جمعہ میں فقہاء کرام کا اختلاف

اہل ظواہر اور بعض سلف کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے۔ امام مالک ؒ اور امام احمد ؒ کا ایک قول بھی اسی طرح ہے، مگر جمہور فقہاء کے نزدیک جمعہ کا غسل سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں ہے۔

دلائل

بعض سلف اور اہل ظواہر کی دلیل نہایت واضح ہے جو زیر بحث باب کی تمام احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری کی ایک روایت اس طرح ہے: ''غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم'' صحیح مسلم میں بھی روایت ہے۔ ان تمام احادیث میں غسل کیلئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور امر جب کسی قرینہ صارفہ کے بغیر مطلق آجائے تو وہ وجوب کا فائدہ دیتا ہے، لیکن جمہور فقہاء نے حضرت عثمان بن عفان ؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن غسل کے بغیر مسجد نبوی میں آئے۔ پھر حضرت عمر ؓ کی تنبیہ پر آپ نے عذر پیش کیا تو حضرت عمر ؓ نے ان کو غسل کیلئے واپس نہیں بھیجا۔ معلوم ہوا غسل جمعہ سنت ہے، واجب نہیں ورنہ حضرت عثمان ؓ کو حضرت عمر ؓ واپس بھیج دیتے۔

جمہور علماء کی دوسری دلیل سنن کی وہ روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''عن سمرة ؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من توضأ یوم الجمعة فبها و نعمت و من اغتسل فالغسل افضل'' (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

جمہور کی تیسری دلیل حضرت ابن عباس ؓ کی تصریح اور وضاحت ہے کہ ابتداء اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حکم دیا تھا لیکن پھر حالات بدل گئے تو حکم بدل گیا، گویا انتہاء علت سے انتہاء حکم ہو گیا۔

الجواب

جمہور نے بعض سلف اور اہل ظواہر کے مستدلات کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ غسل جمعہ کے واجب ہونے کا حکم ابتدا میں تھا پھر منسوخ ہو گیا ہے۔ جمہور نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس باب کی احادیث میں وجوب کا جو لفظ آیا ہے، یہ واجب اصطلاحی نہیں ہے جو فقہاء کے

نزدیک معروف ہے، بلکہ یہ واجب لغوی ہے جو ضروری معنی میں ہے۔

"قال الجمهور ان الوجوب ليس ههنا بمعناه الفقهي المطلع عليه عند الفقهاء بل هو بمعناه اللغوى الذى لا يقتضى الالزام الشرعي اى انه امر متاكد فى حق كل بالغ" (منة المعنم)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل جمعہ کا حکم ایسا مستحب ہے جس پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ اس پر یہ قرینہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جمعہ کا حکم جمعہ کے دن مسواک کرنے اور خوشبو لگانے کے ساتھ جوڑ دیا ہے، حالانکہ مسواک کرنا اور خوشبو لگانا واجب نہیں ہے۔ گویا واجب کا لفظ ثابت کے معنی میں ہے، جس سے تاکید ثابت ہوتی ہے۔

جمہور نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ غسل جمعہ کا حکم "من قبل انتهاء الحكم بانتهاء العلة" ہے، یعنی ایک علت کے تحت یہ حکم واجب قرار دیا گیا تھا، جب وہ علت ختم ہوگئی تو اس کا وجوب بھی ختم ہوگیا۔ اس حقیقت کی طرف حضرت ابن عباسؓ نے ایک حدیث میں اشارہ کیا ہے جس کو ابوداؤد اور طحاوی نے نقل کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ سے غسل جمعہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا واجب نہیں ہے، البتہ جس نے غسل کیا وہ پاکیزگی ہے اور جس نے غسل نہیں کیا تو یہ واجب نہیں ہے۔ میں تمہیں اس غسل کی ابتداء کے متعلق بتاتا ہوں، وہ یہ کہ ابتداء میں لوگ محنت کش تھے اور اون کے موٹے کپڑے پہنتے تھے اور خود کام کرتے تھے۔ اس وقت مسجد نبوی بھی تنگ تھی، ایک دن شدید گرمی تھی، لوگوں کا پسینہ چھوٹا، جس سے ایک دوسرے کو بدبو کی وجہ سے ایذا پہنچی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو جب جمعہ کا دن ہو تو تم غسل کر کے آؤ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت فرمائی اور اون کے لباس کے بجائے نرم کپڑے پہن لئے اور غلاموں کی وجہ سے محنت و مشقت سے جان چھوٹی اور مسجد بھی وسیع ہوگئی تو پھر حکم بدل گیا۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ جب غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہوگیا یا انتہاء حکم بانتہاء علت ہوگیا تو اس کا مطلب یہ رہ گیا کہ غسل جمعہ مسنون بھی نہیں رہا، کیونکہ منسوخ ہونے کے بعد کوئی حکم مسنون نہیں رہ سکتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے بعض فقہاء نے اس قاعدہ کے تحت جمعہ کے غسل کو سنت مؤکدہ کے بجائے مستحب کہا ہے، لیکن ابن امیر حاجؒ نے فرمایا کہ واضح اور راجح حکم یہ ہے کہ جمعہ کا غسل سنت ہے۔ مجمع الزوائد میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے:

"عن ابن مسعودؓ من السنة الغسل يوم الجمعة" (رواه البزار و رجاله ثقات)

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہے۔ علماء وطلباء اور عوام کو اس میں سستی نہیں کرنی چاہئے۔ فقہاء نے واجب اور فرض کی نفی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غسل کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ سنت نہیں ہے۔

غسل جمعہ کی نماز کیلئے ہے یا دن کیلئے ہے؟

اب یہ بات رہ گئی کہ جمعہ کا یہ غسل جمعہ کے دن کیلئے ہے یا جمعہ کی نماز کیلئے ہے؟ اس میں فقہاء احناف کا آپس میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کیلئے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی نے صبح کے وقت غسل کیا اور پھر وضو ٹوٹ گیا اور جمعہ کیلئے نیا وضو کیا تو جمعہ کے غسل پر عمل نہیں ہوا۔ احناف میں سے حسن بن زیادؒ نے کہا کہ یہ غسل جمعہ کے دن کیلئے ہے، نماز کیلئے نہیں ہے۔ اہل ظواہر کا بھی یہی خیال ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ کا قول راجح ہے، کیونکہ جمعہ کے دن سے نماز جمعہ افضل ہے، لہٰذا غسل افضل عمل کیلئے ہونا چاہئے کہ وہ جمعہ کی نماز ہے نہ جمعہ کا دن۔ حدیث میں ہے: "من جاء منكم الجمعة فليغتسل" دوسری حدیث ہے: "من اتى الجمعة فليغتسل" چنانچہ ان احادیث میں جمعہ کا لفظ موجود ہے، معلوم ہوا کہ غسل نماز جمعہ کیلئے ہے، چنانچہ امام مالکؒ اور اوزاعی شامیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ غسل نماز جمعہ کے ساتھ متصلاً ہونا چاہئے، کیونکہ حدیث میں اتصال کی طرف اشارہ ہے۔ بہرحال نماز جمعہ سے پہلے غسل مسنون ہے خواہ متصلاً ہو یا منفصلاً ہو، واللہ اعلم۔

١٩٥٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ، شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ " مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ " .

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے: ''تم میں جو شخص جمعہ کیلئے آئے اسے چاہئے کہ غسل کرلے۔''

١٩٥١ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ، ابْنَىْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . بِمِثْلِهِ .

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح (جو شخص جمعہ کیلئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرلے) فرماتے ہوئے سنا۔

١٩٥٢ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ . بِمِثْلِهِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (تم میں جو شخص جمعہ کیلئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرلے) حدیث نقل کی ہے۔

١٩٥٣ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، . أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ فَقَالَ إِنِّي شُغِلْتُ الْيَوْمَ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى

سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَلَمْ أَزِدْ عَلَى أَنْ تَوَضَّأْتُ . قَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوءَ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ .

سالمؒ بن عبداللہ، اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اس اثناء میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں پکارا اور کہا یہ آنے کا کونسا وقت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ، میں آج ایک کام میں مشغول ہوگیا (اور اس مشغولیت کی بناء پر) وضو کے علاوہ کچھ نہ کرسکا (صرف وضو ہی کیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا صرف وضو ہی کیا۔ یہ بھی (یعنی یک نہ شد دوشد ایک تو دیر سے آئے دوسرے صرف وضو کر کے آئے) حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

تشریح:

"دخل رجل" اس آدمی سے حضرت عثمان بن عفانؓ مراد ہیں۔ اگلی روایت میں تصریح ہے۔ "فناداه عمر" چونکہ حضرت عمرؓ کی رائے میں حضرت عثمانؓ آپ کے بعد خلیفہ بننے والے تھے، اس لئے آپ کو راہ راست پر رکھنے کیلئے حضرت عمرؓ زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اس لئے آپ پر عتاب کیا، جس طرح ولی عہد کے ساتھ وقت کے خلفاء اس طرح کیا کرتے تھے۔ "والوضوء ایضاً" یعنی ایک غلطی تم نے یہ کی کہ دیر سے آئے، دوسری غلطی یہ کی کہ غسل نہیں کیا، بلکہ صرف وضو کر کے آئے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ غسل کیا کرو۔ اس مکالمہ میں صرف تنبیہ ہے، عتاب ہے اور یہ حکم نہیں ہے کہ جاؤ غسل کر کے آؤ، معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل نہ فرض ہے اور نہ واجب ہے۔

"والوضوء ایضاً"، وضوء کا لفظ منصوب ہے "الوضوء ایضاً اقتصرت علیه؟"

١٩٥٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الأَوْزَاعِيِّ، قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَعَرَّضَ بِهِ عُمَرُ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَأَخَّرُونَ بَعْدَ النِّدَاءِ . فَقَالَ عُثْمَانُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا زِدْتُ حِينَ سَمِعْتُ النِّدَاءَ أَنْ تَوَضَّأْتُ ثُمَّ أَقْبَلْتُ . فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوءَ أَيْضًا أَلَمْ تَسْمَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف (نام لئے بغیر) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "ان لوگوں کا کیا حال ہوگیا ہے کہ اذان کے بعد بھی تاخیر کرتے ہیں۔" عثمانؓ نے فرمایا: امیر المومنین! میں نے اذان سننے کے بعد وضو کرنے کے علاوہ کچھ مزید کام نہیں کیا، یہاں آگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

اچھا یہ اور صرف وضو ہی۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: جب تم میں سے کوئی جمعہ کو آئے تو غسل کر لے۔''

۱۹۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ، بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ " .

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کے روز غسل ہر بالغ آدمی پر واجب ہے۔''

۱۹۵۶ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ مِنَ الْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْعَبَاءِ وَيُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ فَتَخْرُجُ مِنْهُمُ الرِّيحُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا " .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ لوگ جمعہ کے روز ایک ایک کر کے اپنے گھر اور عوالی مدینہ سے آتے تھے عبائیں پہن کر (راستہ میں) ان پر گرد مٹی پڑتی تھی اور ان کے اندر سے بدبو نکلتی تھی۔ ایک مرتبہ ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کاش! تم آج کے دن کیلئے پاکیزگی حاصل کیا کرو'' (تو کتنا اچھا ہو)

تشریح:

''**ينتابون الجمعة**'' یعنی عوالی مدینہ کے دیہاتی لوگ باری باری جمعہ کیلئے آتے تھے، معلوم ہوا کہ دیہاتیوں پر جمعہ فرض نہیں ہے، ورنہ کچھ کا آنا اور کچھ کا نہ آنا کیسے جائز ہوتا یا مطلب یہ ہے کہ لوگ آگے پیچھے جمعہ کیلئے آیا کرتے تھے، ایک ساتھ نہیں آتے تھے۔

''**وفی العباء**'' یہ عباءۃ اور عبایۃ کی جمع ہے، اون کے چوغے کو کہتے ہیں یا ایک قسم کی چادر ہوتی تھی۔ ''**وھو عندی**'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے، میرے حجرہ میں تھے۔ ''**لو انکم تطھرتم**'' اس لفظ سے بھی فقہاء نے جمعہ کے غسل کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ یہاں ایک تمنا کا اظہار ہے۔

۱۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ عَمَلٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ كُفَاةٌ فَكَانُوا يَكُونُ لَهُمْ تَفَلٌ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ زیادہ تر کام کاج والے مزدور، پیشہ تھے۔ ان کے پاس کوئی خدام و نوکر وغیرہ تو تھے نہیں۔ (خود محنت مشقت کرتے تھے) لہٰذا ان میں ناگوار بدبو پیدا ہو جاتی تھی۔ ان سے کہا گیا کاش تم جمعہ

کے روز غسل کرلیا کرو۔"

تشریح:

"اهل عمل" یعنی کام کاج والے اور مزدور کار لوگ تھے۔ "کفاة" یہ لفظ قضاة کی طرح ہے، کاف پر پیش ہے۔ اس کا مفرد کاف ہے۔ اس سے مراد خدام ہیں۔ "ای و هم الخدم الذین یکفونهم العمل"

"تفل" یہاں تفل سے بدبو مراد ہے۔ "ای رائحة کریهة"۔ "فقیل لهم" یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکو کہا گیا۔

باب الطیب والسواک یوم الجمعة

جمعہ کے دن عطر لگانے اور مسواک کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٩٥٨ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ، وَبُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ، حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَسِوَاكٌ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيبِ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ. إِلَّا أَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَالَ فِي الطِّيبِ وَلَوْ مِنْ طِيبِ الْمَرْأَةِ.

عبدالرحمٰن بن ابی سعیدؓ الخدری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل کرنا ضروری ہے اور مسواک کرنا، حسب استطاعت خوشبو لگانا بھی ضروری ہے اور ایک روای کے مطابق (خوشبو لگانا) خواہ عورتوں ہی کی خوشبو ہو۔ اور بکیر راوی نے اپنی روایت میں عبدالرحمٰن کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح:

"محتلم" احتلام سے ہے، بالغ آدمی مراد ہے، کیونکہ نابالغ کو احتلام نہیں ہوتا ہے۔ "ما قدر علیه" یعنی اتنا عطر لگائے جتنا اس کے بس میں ہو اور جتنے پر اس کو قدرت وطاقت حاصل ہو، یہ تاکید میں مبالغہ ہے۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ اگر چہ یہ عطر عورتوں کے لگانے والا عطر ہو، پھر بھی لگائے۔ یہ تاکید اس لئے ہے تا کہ جمعہ کے عام مجمع میں لوگوں کو بدبو نہ پہنچے، بلکہ محفل معطر ہو۔ حالانکہ عورتوں کا عطر مردوں کو استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ عورتوں کے عطر کا رنگ زرد اور چمک والا ہوتا ہے اور خوشبو دھیمی ہوتی ہے اور مردوں کے عطر کا رنگ نہیں ہوتا ہے، مگر خوشبو تیز ہوتی ہے۔ بہر حال اللہ کا کرم ہے کہ مسلمانوں کا عمل سنت پر جاری ہے، جمعہ کے دن خوب عطر لگاتے ہیں۔

١٩٥٩ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ

النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . قَالَ طَاوُسٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ وَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ قَالَ لاَ أَعْلَمُهُ .

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے غسل کے بارے میں قول ذکر کیا:
طاؤسؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ کیا خوشبو یا تیل لگانا اگرچہ اس کے گھر والوں (اہلیہ) کے پاس ہو (وہ بھی لگانا چاہیے؟) فرمایا مجھے نہیں معلوم۔

تشریح:

"قال لا اعلمه" یعنی شیخ طاؤس نے اپنے استاذ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول تو نقل کر دیا کہ آنحضرتؐ نے جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "و یمس طیبا او دھناً ان کان عند اھله" کے الفاظ بھی ارشاد فرمائے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کے ساتھ ان الفاظ کا ذکر کیا ہے۔

سوال: علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ میں عبید ابن سباق نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جو زیر بحث روایت کی مخالف ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن ابن عباس مرفوعاً من جاء الی الجمعة فلیغتسل و ان کان له طیب فلیمس منه" (رواہ ابن ماجہ) ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: علامہ عثمانیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کسی ایک پہلو میں بھول گئے ہوں پھر یاد آ گیا ہو۔
منۃ المنعم کے مؤلف نے اس طرح جواب دیا ہے، پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"ای لست اذکر مس الطیب او الدھن فی قول النبی صلی الله علیه و سلم و انتفاء علم او ذ کر ابن عباس لایستلزم عدم المشروعیة" (منة المنعم ج ۲، ص ۳)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ کہنا کہ مجھے معلوم نہیں، یہ اصل مسئلہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ صرف ان کے اپنے علم کی نفی ہے۔

١٩٦٠ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، كِلاَهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ .

ابن جریج رضی اللہ عنہ سے یہ روایت (کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے غسل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر کیا) ان اسناد کے ساتھ مروی ہے۔

١٩٦١ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " حَقٌّ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ

يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دنوں میں غسل کرے کہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔''

تشریح:

''**حق لله**'' ''اى ثابت و لازم او جدير و لائق على كل مسلم اى بالغ عاقل''

''**فى كل سبعة ايام**'' یعنی ہفتہ وار ہر مسلم پر لازم ہے کہ وہ ایک دن غسل کرے اور صفائی حاصل کرے، کیونکہ اسلام صفائی کا حکم دیتا ہے۔ رحمان کا نظام پاکیزگی ہے اور شیطان کا نظام گندگی ہے۔ اس حدیث میں ہفتہ کے سات دنوں میں کسی دن کا تعین نہیں ہے، لیکن نسائی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس دن سے جمعہ کا دن مراد ہے:

''وقد عينه فى حديث جابر عند النسائى انه يوم الجمعة'' (فتح الملهم)

١٩٦٢ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلاَئِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جمعہ کے روز غسل جنابت کیا، پھر (مسجد کو) گیا (اول ساعت میں) گویا اس نے ایک بدنہ (اونٹ) قربان (کرنے کا ثواب حاصل) کیا۔ جو شخص ساعت ثانیہ میں گیا اس نے گویا گائے قربان کرنے کا اجر حاصل کیا، جو شخص تیسری ساعت میں گیا گویا اس نے سینگوں والا دنبہ قربان کیا، جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی قربان کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈا صدقہ کرنے کا ثواب حاصل کیا۔ پھر جب امام نکل جائے (خطبہ کیلئے) تو ملائکہ حاضر ہو جاتے ہیں (مسجد میں) اور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ (یعنی وہ فرشتے جو مساجد کے دروازوں پر آنے والوں کے اوقات کے حساب سے انکا اجر لکھتے ہیں، امام کے نکلنے کے بعد اپنے رجسٹر بند کر کے مسجد میں آ کر خطبہ سننے لگ جاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کیلئے کوئی اجر نہیں لکھا جاتا)

تشریح:

''من اغتسل'' اس حدیث میں غسل کرنے کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ آگے ایک باب میں ایک اور حدیث ہے۔ دراصل وہ باب اس جیسی احادیث کے لئے عنوان ہے۔ نہ معلوم یہ حدیث باب کے عنوان کے برعکس یہاں کیوں ذکر کی گئی ہے، اس میں نہ مسواک کا بیان ہے، نہ عطر کا ذکر ہے، بہر حال اصل مسئلہ وہاں بیان ہوگا، یہاں اس حدیث کے سمجھنے کی حد تک کچھ لکھ دیتا ہوں۔ یہاں غسل کے

ساتھ غسل جنابت کالفظ لگایا گیا ہے تاکہ غسل کرنے کا اہتمام ظاہر ہو جائے۔

جمعہ کیلئے پہلے وقت میں آنے کی فضیلت

"ثم راح" راح چلنے کے معنی میں ہے، پہلے وقت میں چلنا مراد ہے۔اس حدیث میں پانچ اوقات کا ذکر ہے، گویا زوال شمس کے بعد جمعہ کے دن کے اوقات کو فرشتوں نے پانچ حصوں پر تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ میں آنے والوں کی الگ الگ فضیلت مقرر فرمائی ہے۔

"قرب بدنة" یعنی گویا اس شخص نے بیت اللہ کے ہدیہ کے لئے بطور قربانی اونٹ کا صدقہ کیا اور ثواب کمایا۔"بقرة" گائے کو اونٹ کے بعد ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بدنة" اونٹ پر بولا جاتا ہے، اگرچہ احناف اونٹ اور گائے دونوں کو بدنہ قرار دیتے ہیں۔

"کبشاً اقرن" کبش دنبے کو کہتے ہیں، اقرن اس کی صفت ہے، یعنی بڑے بڑے سینگوں والا عمدہ دنبہ صدقہ کیا۔"دجاجة" دال پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ہے، پیش نہیں ہے۔مرغی کو کہتے ہیں۔"بیضة" انڈے کو کہتے ہیں، یعنی جو مسلمان مقرب اوقات کے پانچویں حصہ میں آ گیا اس کو انڈا صدقہ آنے کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا، گویا انڈا کی جگہ ڈنڈا ملے گا۔فرشتے رجسٹر کو بند کر کے خطبہ سننے لگتے ہیں جیسا کہ آئندہ باب میں آ رہا ہے۔

باب الانصات یوم الجمعة فی الخطبة

جمعہ کے خطبہ میں خاموش رہنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۶۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، قَالَ ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم قَالَ " إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ . يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ " .

سعیدؒ بن المسیب (مشہور تابعی ہیں) سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز امام کے خطبہ کے دوران یہ کہہ دیا کہ خاموش ہو جاؤ! تو تم نے لغو کام کیا (مقصد یہ ہے کہ دوران خطبہ کسی کو بات کرنے سے روکنا اور منع کرنا بھی غلط ہے اور لغو عمل ہے)۔

تشریح:

"انصت" یعنی جمعہ کے عربی خطبہ کے دوران جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ خاموش رہو تو اس کہنے والے نے لغو کام کیا اور جس نے جمعہ کے عربی خطبہ کے دوران لغو کام کیا تو اس کے جمعہ کا اضافی ثواب ضائع ہو گیا، کیونکہ دوسرے کو یہ کہنا کہ خاموش ہو جاؤ تو یہ بھی تو شور ہے، اس نے بھی شور کیا جو لغو کام ہے۔سوچنا چاہئے کہ کسی کو خاموش کرنا اصل میں نیک کام ہے، جب نیک کام میں باتیں کرنا منع ہے

تو جولوگ جمعہ کے وقت طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔ یادر ہے یہ سزا اس وقت ہے جبکہ جمعہ کا عربی خطبہ امام شروع کرے، عجم کے علاقوں میں عربی خطبہ سے پہلے اردو یا کوئی اور زبان میں تقریر ہوتی ہے، اس میں بھی خاموش رہنا مطلوب ہے، لیکن شاید ثواب کا ضائع ہونا اس خطبہ کے ساتھ خاص ہے جو عربی میں ہوتا ہے۔

"لغوت" عام احادیث میں اسی طرح ہے جو لغو اور باطل کلام کو کہتے ہیں۔ یہ صیغہ نصر ینصر سے ہے جیسے غزا یغزو ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ صیغہ لغیت ہے جو باب سمع یسمع سے لغی یلغی، عمی یعمی کی طرح ہے۔ اگلی حدیث میں لغیت کا لفظ آیا ہے۔ شیخ ابوزناد نے کہا کہ یہ ابو ہریرۃؓ کی لغت ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ عربی میں دونوں لغت رائج ہیں۔

خطبہ کے دوران خاموش رہنے کی شرعی حیثیت

جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اکثر علماء کے نزدیک بالکل خاموش رہنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کے خطبہ کے دوران نہ نماز جائز ہے، نہ کوئی دیگر کلام جائز ہے، کیونکہ "اذا خرج الامام فلا صلاة و لا كلام" امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ زبان سے بلند آواز سے اس دوران درود پڑھنا بھی جائز نہیں، بلکہ دل میں پڑھے اور جو لوگ خطبہ کی آواز نہیں سنتے، بلکہ دور بیٹھتے ہیں اور لاؤڈ اسپیکر نہیں ہے تو ان کو بھی خاموش رہنا چاہئے۔ فقہ کی عبارت "والنائی کالقریب" کا یہی مطلب ہے۔

علماء نے خطبہ کے آداب میں لکھا ہے کہ اس وقت لکھنا پڑھنا بھی منع ہے، بلکہ چھینک کا جواب دینا بھی مکروہ ہے۔ درمختار میں یہ قاعدہ لکھا ہے: "و كل شئ حرم في الصلوة حرم في الخطبة" بہرحال اس حدیث کی بنا پر جمعہ کیلئے آداب کا خیال رکھتے ہوئے سویرے جانا بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ "ومن بطاء به علمه لم يسرع به نسبه" جس شخص کو اس عمل نے پیچھے کر دیا، اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

١٩٦٤ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ، وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ . بِمِثْلِهِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون (خطبہ جمعہ کے دوران کسی کو یہ کہنا کہ خاموش ہو جاؤ تو تم نے لغو کام کیا) ہی منقول ہے۔

١٩٦٥ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِالإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا فِي هَذَا الْحَدِيثِ . مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارِظٍ .

ابن شہاب نے دونوں سندوں کے ساتھ اسی طرح (خطبہ جمعہ کے دوران ساتھی سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ تم نے گناہ کا کام کیا) روایت نقل کی ہے۔

١٩٦٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى

الله عليه وسلم قَالَ " إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ . يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغِيتَ " . قَالَ أَبُو الزِّنَادِ هِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هُوَ فَقَدْ لَغَوْتَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے ساتھی سے جمعہ کے دن کہے چپ رہو اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو تم نے لغو بات کی۔ ابو الزناد کہتے ہیں کہ لغیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی لغت ہے ورنہ اصل لفظ لغوت ہے۔

باب في الساعة التى في يوم الجمعة

جمعہ کے دن قبولیت دعا کی گھڑی

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۶۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: فِيهِ سَاعَةٌ لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ. زَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ جو اس وقت میں نماز پڑھے اور اللہ سے کچھ مانگے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مطلوبہ شی ضرور عطا کرتا ہے۔ "قتیبہؒ" نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی بہت تھوڑی سی ہے (بڑی مختصر ہے)۔

تشریح:

"فیه ساعة" اس باب کی احادیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اس گھڑی اور ساعت کو پوشیدہ رکھا ہے تا کہ ہر آدمی جمعہ کے پورے دن میں عبادت اور دعاؤں کی خوب محنت و مشقت کرے اور کسی خاص مختصر وقت کا انتظار نہ کرے۔

"الا اعطاه ایاه" قبولیت دعا کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ جو دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پوری فرمادی اور آدمی کو اس کے نتیجے کا علم ہوگیا۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں اس دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، مگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے میں اس شخص کو ثواب عطا فرمادیتا ہے، یہ بھی "الا اعطاه" کی ایک صورت ہے۔ کبھی قبولیت دعا کی صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ دعا مانگنے والے پر ایک غیبی آفت آنے والی ہوتی ہے، مگر دعا کی برکت سے یہ مصیبت و آفت ٹل جاتی ہے۔ یہ بھی "الا اعطاه" کی ایک صورت ہے۔ بہر حال مسلمان کی دعا ضائع نہیں جاتی ہے۔ "وهو یصلی" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ واقعی وہ آدمی نماز میں کھڑا ہوا اور سوال کر رہا ہو اور یہ

گھڑی آ پہنچی ہو۔اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ آدمی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہو، کیونکہ یہ بھی حکماً نماز میں شمار ہوتا ہے۔ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ آدمی بس نماز ہی پڑھتا ہو، یعنی نماز کی بہت پابندی کررہا ہو۔یہ مطالب اس لئے بیان کردیئے ہیں تاکہ اس بارے میں تمام احادیث میں تطبیق آجائے۔"یقللها" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھڑی کو بہت مختصر بتایا کہ یہ بہت قلیل وقت ہے۔اس کو یزهدها سے بھی بیان کیا اور "وهی ساعة خفيفه" سے بھی بیان کیا ہے۔اس باب کی آخری حدیث میں تفصیل آرہی ہے۔

١٩٦٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لاَ يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ " . وَقَالَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا يُزَهِّدُهَا .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں کوئی مسلمان کھڑا ہوکر نماز پڑھے اور اللہ سے خیر مانگے اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔''
اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی بہت مختصر ہے اور تھوڑی سی ہے۔اور اس کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

١٩٦٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ .

اس سند سے بھی حدیث سابقہ کا مضمون (جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں مسلمان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے) منقول ہے۔

١٩٧٠ - وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، - يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے: (جمعہ کی ایک ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے)۔

١٩٧١ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلاَّمٍ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ، - يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ " إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ " . قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور دے دیتے ہیں اور وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔

١٩٧٢ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . وَلَمْ يَقُلْ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت نقل فرماتے ہیں لیکن اس میں ساعت خفیفہ کا ذکر نہیں۔

١٩٧٣ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلاَةُ " .

ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم نے اپنے والد (ابوموسیٰؓ) سے جمعہ کی (فضیلت والی) ساعت کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! میں نے اپنے والد سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''وہ ساعت فضیلت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے پورا ہونے تک ہے۔''

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کس وقت ہوتی ہے؟

تشریح:

''فی شان ساعة الجمعة'' یعنی جمعہ کے دن قبولیت دعا کی جو گھڑی ہے، اس کے بارے میں آپ نے اپنے اباجان ابوموسیٰ سے کچھ سنا ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بیٹے ابو بردہ سے یہ سوال کیا ہے۔ ابو بردہ نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی۔ بہر حال جمعہ کے دن قبولیت دعا کی یہ ساعت اور گھڑی تو یقینی ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور نہ اس میں شک ہے، لیکن اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ گھڑی کس موقع پر آتی ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا ہے اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا ہے، اسی طرح جمعہ کی اس گھڑی کو بھی پوشیدہ رکھا ہے۔
بعض علماء کی رائے ہے کہ وہ گھڑی ہر جمعہ میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی جمعہ میں صبح کے وقت آتی ہے، کسی میں ظہر یا زوال کے وقت آتی ہے اور کسی جمعہ میں عصر کے بعد آتی ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ گھڑی جمعہ کے ایک متعین وقت میں آتی ہے، اب وہ متعین وقت کونسا ہے۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اس میں پینتیس اقوال ہیں۔ زیر بحث حدیث میں بتایا گیا ہے کہ امام کے خطبہ کے وقت سے لے کر نماز کے اختتام تک جو وقت ہے اس میں یہ گھڑی موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ گھڑی عصر کی نماز کے بعد ہوتی ہے،

لیکن زیر بحث حدیث میں جب ایک وقت کے متعلق تصریح آگئی ہے، بس یہی کافی ہے۔

باب فضل يوم الجمعة

جمعہ کے دن کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۷۴ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جن ایام پر سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی تمام ایام میں) ان میں سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے کہ جس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی، اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔'' (جنت سے نکالا جانا بھی بہت زبردست خیر ومصالح کا سبب تھا)

تشریح:

''فیہ اخرج منھا'' آنے والی احادیث میں اسی قسم کی کئی چیزوں کا تذکرہ جمعہ کی فضیلت میں کیا گیا ہے کہ جمعہ اس لئے تمام ایام سے افضل ہے کہ اس میں بڑے بڑے واقعات ہوئے ہیں یا ہوں گے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بہشت سے اخراج بظاہر کوئی فضیلت کی بات نہیں، اس کا جمعہ کی فضیلت سے کیا واسطہ؟ نیز قیامت کا قائم ہونا ایک آفت ومصیبت ہے، اس کا جمعہ کی فضیلت سے کیا کام ہے؟

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں۔ اول جواب یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج ایک عظیم منصوبہ کی تکمیل کیلئے تھا کہ انسان اس دنیا میں آکر آباد ہو جائے۔ اللہ کی کائنات سے فائدہ اٹھائے اور عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے جنت میں چلا جائے۔ اسی طرح قیامت کے قیام سے انسان کی رسائی اللہ تعالیٰ تک ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت سے جنت مل جاتی ہے۔ لہٰذا یہ چیزیں جمعہ کی فضیلت کا ذریعہ ہیں۔

اس سوال کا واضح اور صحیح جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی فضیلت اس انداز سے بیان فرمائی ہے کہ جمعہ میں بڑے بڑے واقعات وانقلابات رونما ہوئے ہیں اور آئندہ بھی اس عظیم دن میں عظیم واقعات ظاہر ہوں گے اور جس دن میں اتنے بڑے یادگار تاریخی واقعات ظاہر ہوئے ہیں، وہ دن خود کتنا بڑا ہوگا۔ اسی سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا عظیم الشان واقعہ، پھر جنت سے ان کے اخراج کا بہت بڑا واقعہ اور پھر قیامت میں کائنات کی ٹوٹ پھوٹ جیسے بڑے واقعات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کے ساتھ وابستہ کر کے جمعہ کی انقلابی شان کو بیان فرمایا ہے۔ یہ بہت اچھا جواب ہے اور ان تمام احادیث میں جاری ہوسکتا ہے، جن

احادیث میں اس طرح واقعات کا ذکر آیا ہے۔

اب اس میں بحث ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے یا جمعہ کا دن افضل ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ عرفہ افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ افضل ہے۔ بہرحال اس میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ سال میں سب سے افضل دن عرفہ کا ہے اور ہفتہ کے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے تو کوئی تضاد نہیں ہے۔

۱۹۷۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ، - يَعْنِي الْحِزَامِيَّ - عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلاَ تَقُومُ السَّاعَةُ إِلاَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ " .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا ہے کہ اس میں تخلیق آدم ہوئی اور جنت میں ان کا دخول وخروج بھی اسی دن ہوا اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔''

باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة

جمعہ کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو توفیق دی

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " نَحْنُ الآخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّ كُلَّ أُمَّةٍ أُوتِيَتِ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْنَا هَدَانَا اللَّهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ الْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ " .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہم (امت محمدیہ) پیچھے آنے والے لوگ ہیں (یعنی تمام امتوں کے آخر میں آئے ہیں) اور قیامت کے روز ہم ہی سب سے اگلے ہوں گے (دخول جنت کے اعتبار سے) البتہ اتنی بات ہے کہ ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی اور یہ دن (جمعہ کا) جسے اللہ نے ہمارے لئے مقرر فرمادیا اسی کی ہمیں ہدایت دی (کہ ہم نے اسے اختیار کیا) سارے لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں۔ یہود اگلے دن میں (ہفتہ) اور نصاریٰ اگلے سے اگلے دن (اتوار) (مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا روز پہلے یہودیوں کو پیش کیا کہ اجتماعی عبادت کیلئے اسے اپناؤ انہوں نے اسے ٹھکرا کر ہفتہ کا دن منتخب کیا نصاریٰ کو پیش کیا تو انہوں نے اتوار کا انتخاب کیا۔ مسلمانوں کو اللہ نے ہدایت دی اور انہوں نے اسے اختیار کیا)

تشریح:

''نحن الآخرون'' اس باب کی ساری احادیث مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں، البتہ چند الفاظ میں کبھی کبھی فرق

آتا ہے، میں باب کی اس پہلی حدیث کے ساتھ تمام احادیث کی تشریح لکھنا چاہتا ہوں، اگر چہ تشریح آنے والی حدیث نمبر ۴ سے متعلق ہے، کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا، ناراض نہ ہونا۔ "نحن الآخرون" یعنی ہم دنیا میں سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، لیکن شرف و منزلت اور رتبہ ومقام کے اعتبار سے قیامت کے روز ہم سب سے آگے ہوں گے، تمام مخلوق سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ علماء نے احادیث کی روشنی میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہور اور بعثت کے اعتبار سے اگر چہ سب سے آخر میں آئے تھے، لیکن سرفرازی نبوت کی برکات کے ظہور کے اعتبار سے آپ سب سے پہلے اور مقدم تھے، چنانچہ "کنت نبیا و آدم بین المآء و الطین" حدیث کا یہی مطلب ہے۔

"فرض علیهم" یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح مسلمانوں پر جمعہ کے دن کی عبادت فرض فرمائی ہے، اسی طرح اس دن کی عبادت اہل کتاب یہود ونصاریٰ پر بھی فرض قرار دی تھی اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس دن جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جایا کرو اور دنیوی کاموں کو چھوڑ دیا کرو، لیکن ان لوگوں نے اپنی کج فہمی اور باغیانہ ذہنیت کی بنیاد پر اس سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دن مسلمانوں کو عطا فرمایا۔

یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق جمعہ کا دن یہود ونصاریٰ پر عبادت کیلئے پیش فرمایا اور حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے ایک دن تمہارے لئے منتخب کیا ہے لہٰذا تم اپنی فکری قوت اور اجتہادی سوچ سے کام لو اور اس دن کو چن لو، گویا اس صورت میں یہود ونصاریٰ کا امتحان تھا کہ وہ اپنے اجتہاد سے صحیح بات تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں اور اس امتحان میں وہ پاس ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

چنانچہ ان دونوں فرقوں کی سوچ غلط سمت پر چلی گئی اور صحیح چیز کو نہ پاسکے، بلکہ صحیح چیز میں اختلاف کرنے لگے اور فیل ہو گئے۔

"فاختلفوا" یعنی اہل کتاب نے اس دن کے انتخاب میں اختلاف کیا اور اپنی عقل کے سرکش گھوڑے غلط سمت میں دوڑا دیئے، چنانچہ یہود نے ہفتہ یعنی سنیچر کے دن کو اختیار کیا اور یہ اجتہاد کیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق سے فارغ ہوئے تھے تو ہم بھی اس دن تمام مشاغل سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول رہیں گے، چنانچہ یہود کو شنبہ سنیچر کا دن دیا گیا اور وہ آج تک یوم السبت کو مقدس دن کے طور پر مناتے ہیں۔

اہل کتاب میں سے دوسرے بڑے فرقے نصاریٰ نے یہ اجتہاد کیا کہ اتوار کے دن چونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتدا فرمائی ہے اور چونکہ یہی دن مبدا کمالات وانعامات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر فیض رسانی کیلئے متوجہ ہوئے اور ان کو وجود بخشا، لہٰذا عبادت الٰہی کیلئے یہی دن سب سے افضل واہم ہے۔ چنانچہ نصاریٰ نے اتوار کے دن کو بطور مقدس دن منانا شروع کر دیا اور آج تک منا رہے ہیں۔

یہود ونصاریٰ اپنی کج فہمی اور متمرد وسرکش عادت کی وجہ سے جمعہ کی حقیقت کو نہ پاسکے اور وہ اس کی دولت سے محروم ہوئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ مسلمان امت بھی خیر الامم ہے اور جمعہ کا دن بھی سید الایام ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس سے نوازا۔ اب ہوا یہ کہ جمعہ کے دن سے پورے ہفتے کے دنوں کی ابتدا ہوتی ہے تو مسلمان پہلے نمبر جمعہ پر آگئے۔ دوسرے نمبر سنیچر پر یہود رہ گئے اور نصاریٰ تیسرے نمبر اتوار پر آگئے۔ "و ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء"

"تبع" یعنی عبادت میں لوگ ہمارے تابع ہیں، اس لئے کہ جمعہ کا دن مبدأ تخلیق آدم اور مبدأ تخلیق انسانی ہے، انسان کا وجود اسی دن آیا اور انسان کا وجود عبادت کیلئے ہے، لہٰذا عبادت میں جمعہ کا دن متبوع اور سب سے پہلا دن ہے اور ہفتہ واتوار اس کے تابع ہیں۔ مسلمانوں کا

ہفتہ، جمعہ کے دن سے شروع ہوتا ہے، جمعہ سے سات دنوں کا تعارف کرنا چاہئے۔ تبع کا مطلب یہی ہے اوراوپر جو مطلب لکھا گیا ہے کہ جمعہ ہفتے کے سات دنوں کیلئے پہلا دن ہے، اسی سے ہفتہ شروع ہوتا ہے، وہ مطلب لینا بھی صحیح ہے۔ "بید" یہ غیر کے معنی میں ہے۔

۱۹۷۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " نَحْنُ الآخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " . بِمِثْلِهِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے کرنے والے ہوں گے۔

۱۹۷۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " نَحْنُ الآخِرُونَ الأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَاخْتَلَفُوا فَهَدَانَا اللَّهُ لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ فَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ هَدَانَا اللَّهُ لَهُ - قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ - فَالْيَوْمُ لَنَا وَغَدًا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى " .

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہم (امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے اور ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ البتہ یہ ہے کہ انہیں (سابقہ امتوں کو) ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی، سوانہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت ہمیں نصیب فرمائی جس حق کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا۔ سو یہ وہی دن ہے (جمعہ کا) جس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ عزوجل نے ہمیں اس کے اختیار کرنے کی ہدایت نصیب کی۔ یہ جمعہ کا دن تو ہمارے لئے ہے اگلا دن (ہفتہ کا) یہود کیلئے اوراس سے اگلا دن (اتوار) نصاریٰ کیلئے۔''

۱۹۷۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللَّهُ لَهُ فَهُمْ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ فَالْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہم (امت محمدیہ) سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے اور ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ البتہ یہ ہے کہ انہیں (سابقہ امتوں کو) ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی، سوانہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت ہمیں نصیب فرمائی جس حق کے بارے میں انہوں اختلاف کیا۔ سو یہ وہی دن

ہے (جمعہ کا) جس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ عزوجل نے ہمیں اس کے اختیار کرنے کی ہدایت نصیب کی یہ جمعہ کا دن تو ہمارے لئے ہے اگلا دن (ہفتہ کا) یہود کیلئے اور اس سے اگلا دن (اتوار) نصاریٰ کیلئے۔''

۱۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، الأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالاَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " أَضَلَّ اللَّهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارَى يَوْمُ الأَحَدِ فَجَاءَ اللَّهُ بِنَا فَهَدَانَا اللَّهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالأَحَدَ وَكَذَلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَحْنُ الآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلاَئِقِ " . وَفِي رِوَايَةِ وَاصِلٍ الْمَقْضِيُّ بَيْنَهُمْ .

حضرت ابوہریرہ وحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے بارے میں ہم سے پہلی امتوں کو گمراہی میں ڈال دیا، سو یہود کیلئے ہفتہ کا دن اور نصاریٰ کیلئے اتوار کا دن مقرر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ دن لائے اور ہمیں یوم الجمعہ اختیار کرنے کی ہدایت کی اور ترتیب یہ بنائی جمعہ، ہفتہ اور اتوار، اسی طرح وہ قیامت میں بھی ہمارے تابع ہوں گے۔ ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں اہل دنیا میں سے اور قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں میں سے ہوں گے جن کا فیصلہ کیا جائے گا خلائق سے پہلے۔'' ایک روایت میں یہ ہے کہ ''لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ ہمارا کیا جائے گا۔''

۱۹۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، حَدَّثَنِي رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " هُدِينَا إِلَى الْجُمُعَةِ وَأَضَلَّ اللَّهُ عَنْهَا مَنْ كَانَ قَبْلَنَا " . فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ فُضَيْلٍ .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں جمعہ کے دن کی ہدایت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے گمراہ فرمایا جو ہم سے پہلے تھے۔ بقیہ حدیث ابن فضیل کی حدیث کی طرح ذکر کی۔

باب فضل التهجير يوم الجمعة

نماز جمعہ کیلئے سویرے جانے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۸۲ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ، قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، الأَغَرُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ

الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي الْبَدَنَةَ ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْكَبْشَ ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الدَّجَاجَةَ ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْبَيْضَةَ "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے مسجد کے تمام دروازوں میں سے ہر دروازہ پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو سب سے پہلے پھر اس کے بعد (باری باری) آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں۔ پھر جب امام (منبر پر خطبہ دینے کے لئے) بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر اور اعمال نامے لپیٹ کر مسجد میں آجاتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔ سب سے پہلے جو آیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹ قربان کیا اس کے بعد آنے والے کی مثال گائے قربان کرنے والے کی سی ہے اور پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا قربان کرنے والے کی سی ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مرغی قربان کرنے والے کی سی ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال انڈہ صدقہ کرنے والے کی سی ہے۔

تشریح:

''اذا کان'' یہ کان تامہ ہے، لہٰذا اس کیلئے خبر کی ضرورت نہیں ہے۔ ''فالاول'' یہ منصوب ہے جو ''یکتبون'' کیلئے مفعول بہ ہے اور ''فا'' ترتیب کیلئے ہے۔ ''المهجر'' یہ باب تفعیل سے ہے، تہجیر ہاجرہ سے ہے، دوپہر کے زوال شمس کے وقت کو ہاجرہ کہتے ہیں، یہاں جلدی اور اول وقت میں آنے کو کہا گیا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوجاتا ہے، اب اس وقت سے لے کر امام کے منبر پر بیٹھنے تک جو وقت ہے اس وقت کو فرشتوں نے پانچ حصوں پر تقسیم کیا ہے، انہی پانچ حصوں کا بیان اس حدیث میں کیا گیا ہے، یعنی جو شخص اس وقت کے پہلے حصہ میں جمعہ کیلئے آگیا گویا اس نے بیت اللہ کی قربانی کیلئے بطور ہدیہ وصدقہ اونٹ بھیجا اور جو شخص دوسرے حصہ میں آیا گویا اس نے بیت اللہ کی قربانی کیلئے گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسرے حصہ میں آیا گویا اس نے دنبے کا صدقہ بھیجا اور جو چوتھے حصے میں آیا گویا اس نے مرغ کا صدقہ دیا اور جو پانچویں حصہ میں آیا گویا اس نے انڈے کا صدقہ کیا۔ اس کے بعد صدقات کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، کیونکہ امام نکل آتا ہے، خطبہ شروع ہوجاتا ہے، اب انسانوں کی طرح فرشتے بھی خطبہ سننے کے پابند ہوجاتے ہیں لہٰذا رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے کیلئے بیٹھ جاتے ہیں۔

''طووا'' رجسٹر بند کرنے اور لپیٹنے کے معنی ہیں۔ اس باب کی آخری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو اونٹ کی مثال دی اور پھر ادنیٰ مثال بیان کرنے میں لوگوں کو نیچے اتارا، یہاں تک کہ انڈے تک چھوٹی مثال بیان فرمادی کہ پہلے آنے والوں کو اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور آخر میں آنے والوں کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

۱۹۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت نقل کرتے ہیں۔

١٩٨٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ - يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَكٌ يَكْتُبُ الأَوَّلَ فَالأَوَّلَ - مَثَّلَ الْجَزُورَ ثُمَّ نَزَّلَهُمْ حَتَّى صَغَّرَ إِلَى مَثَلِ الْبَيْضَةِ - فَإِذَا جَلَسَ الإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ وَحَضَرُوا الذِّكْرَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسجد کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ ہوتا ہے جو پہلے پہلے آنے والوں کیلئے لکھتا ہے (اجر وثواب) مثل اونٹ کی قربانی کے، پھر درجہ بدرجہ نیچے کرتا رہتا ہے (ثواب میں) یہاں تک کہ انڈہ صدقہ کرنے کے اجر کے مثل تک لکھتا ہے۔ پھر امام بیٹھ جاتا ہے (منبر پر) تو فرشتے نامہ اعمال لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ میں حاضر ہوجاتے ہیں۔''

باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة

خطبہ جمعہ کے سننے اور خاموش رہنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

١٩٨٥ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، - يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ - حَدَّثَنَا رَوْحٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى وَفَضْلَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے غسل کیا، پھر جمعہ کیلئے آیا اور حسب تقدیر وتوفیق نماز پڑھی، پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموشی سے بیٹھا رہا، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے تمام گناہ اگلے جمعہ تک کے معاف کردیئے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے (گناہ بھی معاف کردیئے جاتے ہیں)۔

تشریح:

'' ما قدر له'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جو نماز مقرر فرمائیں اس مقدار تک نماز ادا کی اور پھر خاموشی سے خطبہ سننے کیلئے بیٹھ گا۔

''ثم انصت'' چونکہ جمعہ وعیدین میں ازدحام ہوتا ہے، وہاں خاموشی سب سے زیادہ اہم چیز ہوتی ہے تاکہ نظم وضبط برقرار رہے، اس لئے جمعہ کے اس اضافی ثواب کے حصول کیلئے یہ بنیادی شرط لگائی گئی ہے کہ آدمی زبان سے کچھ بھی نہ کہے، بلکہ خاموش رہے حتیٰ کہ کوئی نیک بات بھی بول کر نہ کرے، مثلاً کسی کو یہ کہنا کہ خاموش ہوجاؤ، یہ امر بالمعروف ہے، مگر یہ بھی جائز نہیں ہے۔

''غفر له'' یعنی اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک اس شخص کے تمام گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اس سے صغائر گناہ مراد ہیں اور اگر سچی توبہ کی تو کبائر بھی معاف ہوجائیں گے، ورنہ کمزور تو ہو ہی جائیں گے۔

"الجمعة الاخرى" شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ دوسرے جمعہ تک سے وہ جمعہ مراد ہے جو اس جمعہ سے پہلے گزر چکا ہے، گویا آخری کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ ایک اور جمعہ، اب یہ ضروری نہیں کہ وہ اور جمعہ وہی ہو جو آئندہ آرہا ہے، بلکہ گزشتہ جمعہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ توجیہ شارحین اس لئے کرتے ہیں کہ آئندہ کچھ احادیث کا سمجھنا اس پر موقوف ہے۔ "ثلاثة ايام" اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سات دن بنتے ہیں اور اس امت کی ایک نیکی دس گنا تک بڑھتی ہے، لہٰذا جمعہ کا ایک دن دس دن کے برابر ہونا چاہئے، اسی لئے سات ایام پر تین دن کا اضافہ فرما کر "من جآء بالحسنة فله عشر امثالها" کو اس سے پورا کیا گیا۔

۱۹۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا " .

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر جمعہ کے لئے آیا اور کان لگا کر خاموشی سے (خطبہ) سنا اس کے جمعہ سے جمعہ کے درمیان کے سارے گناہ بخش دیئے گئے اور تین دن مزید بھی اور جو (دوران خطبہ) کنکریوں سے کھیلا اس نے لغو کام کیا۔"

تشریح:

"ومن مسّ الحصى" کنکریوں کو چھونا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے نماز میں یہ شغل کیا کہ کنکریوں سے کھیلنا شروع کیا، یعنی سجدہ کی جگہ سے ایک دفعہ کے بجائے بار بار کنکریوں کو ہٹانا شروع کردیا تو اس نے لغو کام کیا اور جس نے لغو کام کیا اس کے جمعہ کا اضافی ثواب ضائع ہوگیا۔ اس سے عرب وعجم کے ان سلفی بھائیوں کو تنبیہ ہوتی ہے جو نماز میں بہت کچھ کرتے ہیں۔ دوسروں کی جیب سے ٹشو پیپر نکال کر ناک صاف کرتے ہیں اور موبائل فون بھی سنتے ہیں اور نماز کے دوران ادھر ادھر جانا اور کسی کو کھینچ کر اپنی طرف لانا تو ان کے ہاں معمول کی بات ہے۔ بعض شارحین نے اس حدیث کا مطلب یہ لیا ہے کہ خطبہ کے دوران ایک آدمی خطبہ سننے کے بجائے کنکریوں سے کھیلتا ہے، اس کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ مطلب زیادہ واضح ہے۔

باب صلوة الجمعة حين تزول الشمس

زوال شمس کے وقت جمعہ پڑھنا بہتر ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۸۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى، بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى

اللہ علیہ وسلم ثُمَّ نَرْجِعُ فَنُرِيحُ نَوَاضِحَنَا . قَالَ حَسَنٌ فَقُلْتُ لِجَعْفَرٍ فِي أَيِّ سَاعَةٍ تِلْكَ قَالَ زَوَالَ الشَّمْسِ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے پھر لوٹ کر جاتے تھے اور اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو آرام دیتے تھے۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر سے کہا کہ یہ کس وقت میں ہوتا تھا؟ فرمایا: ''زوال شمس کے وقت۔''

تشریح:

''ثم نرجع'' اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جمعہ کی نماز جلدی ادا کی جاتی تھی، جونہی زوال شمس ہو جاتا، جمعہ کی نماز شروع ہو جاتی تھی، پہلے اذان ہوتی تھی پھر خطبہ جمعہ ہوتا تھا اور پھر نماز ہوتی تھی۔ اس کے بعد لوگ کھانے کیلئے جاتے تھے یا قیلولہ کرنے جاتے تھے یا اونٹوں کو سنبھالنے کیلئے جاتے تھے۔ زیر بحث حدیث میں یہی بیان کیا جا رہا ہے۔

''فنریح'' یہ راحت پہنچانے کے معنی میں ہے، یعنی ہم اپنے اونٹوں کو راحت پہنچاتے تھے۔

''نواضحنا'' یہ ناضح کی جمع ہے، ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن پر پانی بھر کر لایا جاتا ہے، پھر مطلق اونٹوں پر اس کا اطلاق ہو گیا ہے۔ ان الفاظ سے صحابی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عہد نبوی میں جمعہ کی نماز بہت سویرے ہوتی تھی لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ زوال شمس سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کی گئی ہو یا اس کو جائز سمجھا گیا ہو۔ چنانچہ زیر بحث روایت میں بھی حسن راوی نے جب جعفر راوی سے پوچھا کہ یہ کونسا وقت ہوتا تھا تو اس نے کہا کہ زوال شمس کا وقت ہوتا تھا۔ ساتھ والی روایت میں ''ثم نذهب الى جمالنا فنريحها'' کے الفاظ آئے ہیں، اس سے بھی نواضح اونٹ مراد ہیں۔ چنانچہ راوی اس کی وضاحت ''يعني النواضح'' سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد والی روایت میں کنا نقیل کا لفظ ہے کہ ہم جمعہ پڑھنے کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔ اسی طرح یہ ڈھونڈنے کیلئے نستظل اور نتتبع الفیئ کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک روایت میں کنا نجمع کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جمعہ پڑھتے۔ ای نصلي الجمعة ثم نرجع ان تمام اقوال سے اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ جمعہ کی نماز جلدی ہوتی تھی، اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ زوال شمس سے پہلے جمعہ پڑھنا کیسا ہے تو اس میں تفصیل ہے، ملاحظہ ہو:

کیا زوال شمس سے پہلے خطبہ و جمعہ جائز ہے؟

آیا زوال شمس اور ظہر کے وقت آنے سے پہلے جمعہ کی نماز اور اس کا خطبہ جائز ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز زوال شمس سے پہلے جائز ہے۔ ان کے ہاں جمعہ کے دن مکروہ وقت بھی نہیں ہے، لہٰذا وقت کی آمد سے پہلے جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ و شافعیؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک وقت کے آنے سے پہلے جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی ہے اور نہ جائز ہے۔

دلائل

امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ نے اس باب کی ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کیا کرتے تھے۔

جمہور فقہاء نے اس باب کی ان احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں واضح الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس کے بعد جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

جواب

امام احمدؒ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ استدلال واضح نہیں ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے کہ وقت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ پڑھایا ہے، بلکہ وہاں یہ بیان ہے کہ جمعہ کے دن ہم قیلولہ بعد میں کرتے تھے اور کھانا بعد میں کھاتے تھے تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ وقت سے پہلے جمعہ ہوا تھا، ویسے اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ان کے اوقات کے ساتھ جوڑا ہے۔ اس سے آگے پیچھے نماز جائز نہیں ہے ﴿ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا﴾ یہ قرآن کی آیت ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال عین زوال کے وقت جو نماز پڑھائی گئی ہے، یہ سردیوں کا نقشہ ہے۔ گرمیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈے وقت کا انتظار فرماتے تھے، جس طرح بخاری کی صریح حدیث اس پر موجود ہے:

"اذا اشتد البرد بكر بالصلوة واذا اشتد الحر ابرد بالصلوة يعنى الجمعة" (بخاری)

۱۹۸۸ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالاَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ مَتَى كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي ثُمَّ نَذْهَبُ إِلَى جِمَالِنَا فَنُرِيحُهَا . زَادَ عَبْدُ اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ .

جعفر نے اپنے والد سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کب پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز پڑھتے پھر ہم جاتے اپنے اونٹوں کی طرف اور انہیں آرام دیتے۔ عبداللہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ زوال آفتاب کے وقت اور اونٹ سے مراد پانی لانے والے اونٹ ہیں۔

۱۹۸۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ - زَادَ ابْنُ حُجْرٍ - فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم .

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نہ قیلولہ کرتے تھے نہ دوپہر کا کھانا کھاتے تھے مگر جمعہ کی نماز کے بعد۔ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔"

١٩٩٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ .

ایاسؒ بن سلمہ بن الاکوعؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے زوال آفتاب کے بعد، پھر ہم واپس لوٹتے تھے تو سایہ ڈھونڈتے تھے (یعنی اتنی جلدی جمعہ ہوتا تھا کہ ابھی اشیاء کا سایہ بھی پوری طرح پھیلنا شروع نہ ہوا ہوتا تھا)"

١٩٩١ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ لِلْحِيطَانِ فَيْئًا نَسْتَظِلُّ بِهِ .

ایاسؒ بن سلمہ بن الاکوعؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور جب لوٹتے تھے تو دیواروں کا کوئی سایہ نہیں پاتے تھے کہ ہم اس کے سایہ میں آجائیں۔

باب ذكر الخطبتين قبل صلوٰة الجمعة

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

١٩٩٢ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ خَالِدٍ، - قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ . قَالَ كَمَا يَفْعَلُونَ الْيَوْمَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے، پھر (دوسرے خطبہ کیلئے) کھڑے ہو جاتے تھے جیسے کہ آج کل تم لوگ کرتے ہو۔

تشریح:

"يخطب يوم الجمعة قائماً" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دیتے تھے اور درمیان میں کچھ وقفہ کیلئے بیٹھ جاتے تھے، جس طرح آج کل ہوتا ہے۔

جمعہ کے دو خطبوں کا حکم

لغوی اعتبار سے خطبہ وخطاب مطلق تقریر اور گفتگو وکلام کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے سے لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہو، لیکن اصطلاح شرع میں خطبہ اس مجموعہ کلام کا نام ہے جو وعظ ونصیحت اور ذکر اللہ وشہادت، توحید ورسالت پر مشتمل ہو۔ جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے خطبہ فرض اور شرط ہے، پھر اس میں بحث ہے کہ فرض خطبہ کی مقدار کیا ہے تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ فرض خطبہ کی کم از کم مقدار ایک بار سبحان اللہ یا الحمد اللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ دینا کافی ہے۔ اس سے زائد سنت ہے، صحت جمعہ کیلئے یہ شرط نہیں کہ طویل خطبہ کے بغیر نماز جمعہ درست نہ ہوتی ہو۔

لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ فرض خطبہ کی مقدار اتنی ہونی چاہئے جس میں طویل ذکر ہو اور وہ پند ونصیحت پر مشتمل ہو، جس کو عرف عام میں خطبہ کہا جاتا ہو۔ صرف سبحان اللہ کو خطبہ نہیں کہا جا سکتا۔ احناف کا عمل صاحبین کے قول پر ہے اور یہی راجح ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جلوس اور دو طویل خطبے فرض ہیں، اگر دو خطبے نہ ہوئے تو جمعہ کی نماز جائز نہیں، بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے دو خطبوں کو ظہر کی چار رکعت نماز کی دو رکعتوں کے بدلے میں رکھا ہے، اس لئے یہ ضروری ہیں۔ عرب میں یہی دو خطبے ان کی تقریر ہے، لیکن عجم عربی کو نہیں سمجھتے ہیں، اس لئے پہلے عام زبان میں تقریر ہوتی ہے اور پھر عربی میں خطبہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اچھا ہے، لیکن حدیث پر عمل کے دعویدار غیر مقلدین حضرات کے ہاں اردو میں خطبہ ہوتا ہے، وہی خطبہ ہے اور وہی تقریر ہے، وہ کھڑے ہو کر اردو میں تقریر کرتے ہیں اور اس کو خطبہ کہتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کے محراب ومنبر میں بدعت داخل ہوگئی۔ صحابہ کرام نے دنیا کو فتح کیا، مگر کسی مفتوحہ علاقہ میں عربی کے سوا خطبہ جاری نہیں کیا۔

۱۹۹۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے، دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے اور خطبوں میں قرآن کریم پڑھتے اور لوگوں کو تذکیر وموعظت ونصیحت فرماتے تھے۔

۱۹۹٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ أَنْبَأَنِي جَابِرُ بْنُ، سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ

جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ سو جو شخص تمہیں یہ خبر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا۔ بے شک اللہ کی قسم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

تشریح:

"فقد کذب" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جمعہ کے دن کھڑے کھڑے دو خطبے دیا کرتے تھے اور درمیان میں کچھ دیر کیلئے بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں کسی نے بتایا کہ آنحضرت بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے تو اس شخص نے جھوٹ بولا۔ "اکثر من الفی صلوۃ" میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار نمازوں سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صحابیؓ نے خطبہ کھڑے ہو کر دینے پر اتنا زور کیوں دیا، قسم بھی کھائی اور یہ بھی کہا کہ دو ہزار نمازوں سے زیادہ پڑھی ہیں، آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

جواب: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صحابی کے دور میں بنوامیہ کے حکام میں کہیں یہ رواج ہو گیا تھا کہ وہ جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے، اس لئے صحابی نے اس پر نکیر فرمائی اور تاکید فرمائی۔ اگلے باب میں عبدالرحمٰن گورنر کا بیٹھ کر خطبہ دینا مذکور ہے، جس کو دیکھ کر حضرت کعب بن عجرہؓ نے اسکو خبیث کے نام سے یاد کیا ہے۔

سوال: اس صحابی نے فرمایا کہ میں نے دو ہزار جمعوں سے زیادہ جمعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدنی دور کے دس سالوں میں دو ہزار جمعات ممکن نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی دور میں پانچ سو کے قریب جمعے بنتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اس سے پنج وقتہ نمازیں مراد ہیں، صرف جمعہ مراد نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے جمعہ کی نمازیں مراد ہیں، لیکن یہ عدد تکثیر کیلئے بطور مبالغہ استعمال کیا گیا ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔

باب قول الله تعالىٰ و تركوك قائما

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ان لوگوں نے آپ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیا

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۱۹۹۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ، - قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، - عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه

وسلم كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَائَتْ عِيرٌ مِنَ الشَّامِ فَانْفَتَلَ النَّاسُ إِلَيْهَا حَتَّى لَمْ يَبْقَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ الَّتِي فِي الْجُمُعَةِ ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے ایک مرتبہ شام سے قافلہ آیا اونٹوں کا سارے لوگ اسی کے پاس دوڑ گئے حتی کہ کوئی بھی باقی نہ رہا۔ سوائے بارہ افراد کے تو اس وقت وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ الجمعہ میں ہے واذا رأوتجارۃ......الایۃ اور (بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کیلئے بکھر جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ (الجمعہ ۲/۱۱/۲۹ = ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

تشریح:

" یخطب قائما" اس لفظ سے ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا، کیونکہ آیت میں یہی لفظ ہے۔ "یوم الجمعة" یہ تصریح ہے کہ خطبہ جمعہ کا تھا، جمعہ کے بعد کوئی خطبہ نہیں تھا۔ "فجاء ت عیر" اونٹوں کے بھر پور قافلے کو عیر کہتے ہیں۔ یہ تجارتی قافلہ شام سے آرہا تھا۔

"فانفتل الناس" انفتال سے ہے، لوٹ کر چلے جانے کو کہتے ہیں ای انصرف الناس الیھا صحابہ کا خیال تھا کہ کچھ دیر کیلئے قافلہ کی آمد کا نظارہ کریں گے اور جلدی جلدی واپس آجائیں گے، نماز باجماعت پڑھ لیں گے، سال بھر کا انتظار تھا، اسلام کا ابتدائی دور تھا، نماز نہیں تھی، خطبہ تھا، خطبہ کی شرعی حیثیت کا پورا اندازہ نہیں تھا، ادھر تکمیل شریعت کیلئے ایسا ہونا تھا، ان آیات کا نازل ہو کر قرآن بنتا تھا اور قیامت تک امت کو ایک عظیم نقشہ فراہم ہونا تھا، پھر اکابر صحابہ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں، پھر بھی شیعہ شنیعہ صحابہ پر طعن کرتے ہیں کہ دیکھو نماز سے بھاگ گئے، اس کیلئے اتنا کہنا کافی ہے:

فعين الرضاء عن كل عيب كليلة و لكن عين السخط تبدى المساويا

رضامند آنکھیں ہر عیب سے اندھی ہوتی ہیں، لیکن نارضا آنکھیں عیب ہی دکھاتی ہیں۔

"اثنا عشر رجلا" اگلی روایت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور حضرت جابرؓ کے ناموں کی تصریح موجود ہے کہ یہ حضرات اٹھ کر نہیں گئے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان جانے والے حضرات کی اصلاح فرمائی اور تنبیہ فرما دی کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، دنیا فانی ہے، آخرت باقی ہے، باقی کو اختیار کرو اور فانی کے پیچھے نہ دوڑو۔

١٩٩٦ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ حُصَيْنٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ . وَلَمْ يَقُلْ قَائِمًا .

حضرت حصین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ تجارتی قافلہ شام سے آگیا......الخ) ان اسناد سے مروی ہے، اس روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور کھڑے

ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۱۹۹۷ - وَحَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، - يَعْنِي الطَّحَّانَ - عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمٍ، وَأَبِي، سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدِمَتْ سُوَيْقَةٌ قَالَ فَخَرَجَ النَّاسُ إِلَيْهَا فَلَمْ يَبْقَ إِلاَّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً أَنَا فِيهِمْ - قَالَ - فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، اس دوران ایک تجارتی قافلہ آیا، تمام لوگ اس کے پاس چل دیئے اور سوائے بارہ افراد کے کوئی باقی نہ بچا، ان بارہ میں، میں بھی تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: و اذا رأوا تجارة...... الاية

۱۹۹۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، وَسَالِمِ، بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَائِمٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَدِمَتْ عِيرٌ إِلَى الْمَدِينَةِ فَابْتَدَرَهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى لَمْ يَبْقَ مَعَهُ إِلاَّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ - قَالَ - وَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ آیا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سبقت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے ان بارہ (آدمیوں) میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: و اذا رأوا تجارة...... الاية

۱۹۹۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ، بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم بیٹھے بیٹھے خطبہ دے رہا ہے۔ کعبؓ نے فرمایا: دیکھو اس خبیث کو کہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کیلئے بکھر جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ اور یہ بیٹھ کر پڑھ رہا ہے۔)

زَيْدٍ، - يَعْنِي أَخَاهُ - أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مِينَاءَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا، سَمِعَا رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ " لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ " .

حکم بن میناء سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے منبر کی لکڑیوں پر بیٹھ کر کہ: ''لوگ ضرور بالضرور باز آجائیں جمعہ کو چھوڑنے سے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب پر مہر لگادے گا اور وہ غافلین میں سے ہوجائیں گے۔''

تشریح:

''**اعواد منبرہ**'' اعواد، عود کی جمع ہے، لکڑی کو کہتے ہیں، چونکہ ۲ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عائشہ انصاریہؓ کے حکم پر ان کے غلام باقوم رومی نے جو منبر تیار کیا تھا، وہ غابہ جنگل کے جھاؤ درخت کی لکڑی سے بنا تھا۔ اسی وجہ سے صحابیؓ نے لکڑی کا ذکر کیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ میں اس حدیث کو خوب سمجھ کے ساتھ اور ہوش وحواس کے ساتھ بیان کررہا ہوں کہ وہ منبر لکڑی کا بنا تھا، کسی لوہے یا پتھر کا نہیں تھا۔ جھاؤ کے درخت کو پشتو میں غنر کہتے ہیں۔ صوبہ خیبر پختون خواہ میں یہ درخت بہت ہیں۔

''**ودعهم**'' فتح یفتح سے ودع چھوڑنے اور ترک کرنے کے معنی میں ہے، یعنی لوگ جمعہ چھوڑنے سے لازمی طور پر باز آجائیں، ورنہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر جباریت لگادے گا، پھر یہ لوگ غفلت ہی میں پڑے رہیں گے اور پھر عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ جمعہ کی فرضیت کا اگر کوئی آدمی انکار کرے تو وہ کافر ہے اور سستی سے اس کو چھوڑ دے تو فاسق ہے۔ آئندہ اس سے بھی زیادہ سخت وعیدات آنے والی ہیں۔ ''**او لیختمن الله**'' ختم مہر کو کہتے ہیں، دلوں پر مہر سے مراد ہر خیر سے محرومی ہے اور لطف الٰہی سے دوری اور خالی ہونا ہے، جب دل ہر خیر سے محروم ہوجائے تو وہ زنگ آلود ہوجاتا ہے، اب وہ کسی چیز کو قبول نہیں کرسکتا ہے، جب قبولیت خیر کی استعداد ختم ہوجاتی ہے تو اسی کو مہر جباریت کہتے ہیں۔ مہر جباریت باہر سے دل پر کوئی ٹھپہ نہیں لگایا جاتا، بلکہ خود دل کا سیاہ ہوجانا مہر جباریت ہے۔ اس حدیث سے جمعہ کی فرضیت خوب واضح ہوجاتی ہے۔ علامہ یحییٰ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز محکم فریضہ ہے جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ احادیث کثیرہ سے بھی ثابت ہے اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔ ﴿فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع﴾ کی آیت جمعہ کی فرضیت کی دلیل ہے اور احادیث بھی آرہی ہیں کہ جس سے جمعہ کا فرض ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے لہٰذا جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور چھوڑنے والا فاسق ہے، جن علماء نے جمعہ کو فرض کفایہ کہا ہے، انہوں نے بڑی غلطی کی ہے۔ جمعہ فرض عین ہے، ہاں کچھ لوگ جمعہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہؓ کے گھر پر جمعہ کی نماز قائم ہوئی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جمعہ قائم کیا تھا، مگر ابھی تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں تھے، ہجرت نہیں فرمائی تھی، لیکن بعض روایات میں ہے کہ اسعد بن زرارہؓ نے اپنے اجتہاد اور اپنی فراست ایمان اور کشف صادق سے جمعہ شروع کیا تھا۔

تشریح:

"وعبد الرحمن بن الحكم" یہ شخص بنوامیہ میں سے تھے، وقت کے حاکم کی طرف سے گورنر ہو نگے، یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے، جس پر شان والے صحابی نے سخت الفاظ میں تنقید فرمائی اور منکر پر رد کرنا صحابہ کرام کا طرۂ امتیاز تھا۔

"عیر" مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط آپڑا، اسی قحط سالی کے وقت شام سے کوئی قافلہ غلہ لے کر مدینہ آگیا، جمعہ کا دن تھا، مسجد والوں کو جب معلوم ہوا تو بوجہ مجبوری قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے، چند صحابہ بھی تھے، مگر اکثر باہر چلے گئے۔ اسی سے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہونے کا بیان ہے۔ الحمد للہ دین اسلام کا ایک ایک شعبہ اور اس کا پورا خدوخال محفوظ و مامون ہیں۔ کیا دنیا کے کسی بھی مذہب والے اپنے نبی یا دینی پیشوا کے حالات کا اس طرح ٹھوس نقشہ پیش کر سکتے ہیں؟ نہیں نہیں ہر گز نہیں۔ یہ نعمت صرف اسلام اور اہل اسلام کو حاصل ہے۔

"فجاءت عیر" اونٹوں کے بھر پور تجارتی قافلے کو "عیر" کہتے ہیں۔ بخاری میں تجارۃ کا لفظ ہے۔ "انظروا الی هذا الخبیث" یعنی اس خبیث کو دیکھو، یہ بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "و تركوك قائما" ان لوگوں نے آپ کو خطبہ دیتے ہوئے کھڑا چھوڑ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صحابی نے اس گورنر کو خبیث کے لفظ سے کیوں یاد کیا تو اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے یہ دیا ہے کہ اس گورنر نے حرام کا ارتکاب کیا اور حرام کے ارتکاب پر اس طرح سختی کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام پر مداومت فرمائی، اس کا خلاف کرنا اور اس طرح خلاف کرنا کہ تمام لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرنا یہ بڑا جرم تھا، اس لئے صحابی نے سخت نکیر فرمائی، ویسے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں معمولی تغیر بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ وہ سنن زوائد کے خلاف کرنے پر شدید ردعمل ظاہر کیا کرتے تھے۔ یہاں تو بڑا عمل تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا مخالف تھا۔ لہٰذا یہ بے جا تشدد نہیں ہے، بلکہ برمحل اظہار حق کا بھر پور مظاہرہ ہے اور پھر آیت پڑھ کر صحابیؓ نے بہترین استدلال کیا ہے۔ اس باب کی احادیث میں ایک لفظ "عیر" آیا ہے، یہ اونٹوں کے قافلے پر بولا جاتا ہے، مراد تجارتی قافلہ ہے۔ "سويقة" یہ دوسرا لفظ ہے جو قافلہ سے تعبیر ہے۔ سويقة سوق کی تصغیر ہے۔ اس سے اونٹوں کا قافلہ مراد ہے جو اس سے پہلے عیر کے لفظ سے مذکور ہے۔ قافلہ چونکہ تجارتی اموال کو اٹھا کر لاتا ہے، اس لئے اس کو سويقة کہہ دیا گیا، سوق بازار کو کہتے ہیں، اس کی طرف بھی مال کھینچ کر لایا جاتا ہے۔ ساق یسوق ہنکانے اور چلانے کے معنی میں ہے "فابتدرها" جلدی کرنے کے معنی میں ہے، یعنی لوگوں نے قافلہ کی طرف جلدی کی اور دیکھنے کیلئے جلدی گئے۔

باب التغليظ فی ترك الجمعة

جمعہ چھوڑنے پر شدید وعید کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۲۰۰۰ - وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، - وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ - عَنْ

"حق واجب" ان دونوں الفاظ سے فرض کا ارادہ کیا گیا ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح نصوص سے فرض ہے، یعنی مذکورہ اشخاص کے علاوہ تمام انسانوں پر جمعہ فرض ہے۔

"فی جماعة" یعنی جماعت کے ساتھ فرض ہے، کیونکہ جمعہ انفرادی طور پر قائم نہیں کیا جاسکتا۔ "عبد" چونکہ غلام دوسرے کے حق میں ہوتا ہے اور دوسرے کی ملکیت وتصرف میں رہتا ہے، اس لئے اس پر جمعہ فرض نہیں آزاد لوگوں پر فرض ہے۔ "امرأة" عورت پر ایک تو اس وجہ سے جمعہ فرض نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی خدمت میں رہتی ہے، گھریلو نظام اس کے ذمہ ہے، نماز جمعہ میں شرکت سے یہ حقوق ضائع ہوسکتے ہیں، اس لئے ان پر جمعہ فرض نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر شوہروں کی خدمت کوئی رضا کارانہ معاملہ نہیں، بلکہ ان پر فرض ہے اور ان کی ذمہ داری ہے، جمعہ کے لئے نہیں جائے گی، مگر خدمت کرے گی۔ عورت پر جمعہ میں شرکت اس وجہ سے بھی فرض نہیں کہ جامع مسجدوں میں اور راستوں میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کا خطرہ ہے، جمعہ کے دن مردوں کا ہجوم رہتا ہے، اس لئے عورتوں کی شمولیت فتنہ وفساد کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس لئے ان پر ضروری نہیں ہے۔

"صبی" بچہ چونکہ غیر مکلف ہوتا ہے، اس لئے اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ "مریض" مریض سے مراد بیمار آدمی ہے، جو اس طرح بیماری میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جمعہ میں شریک نہیں ہوسکتا ہے یا شریک ہونا اس کیلئے دشوار ہے۔ بچہ کے حکم میں دیوانہ اور بے عقل آدمی بھی ہے، اس پر بھی بچہ کی طرح جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح لنگڑے لولے پر بھی جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔ اسی طرح ایسے تیماردار پر بھی جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے جو ایسے مریض کی خدمت میں مصروف ہو کہ اگر یہ چلا جائے تو مریض کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اسی طرح مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے، ہاں اگر یہ لوگ جمعہ میں حاضر ہوگئے تو جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

جمعہ کے لئے کتنے فاصلے سے آنا ضروری ہے؟

امام مسلمؒ نے اس مسئلہ کی طرف کسی حدیث میں اشارہ نہیں کیا ہے، لیکن ترمذی کی ایک ضعیف حدیث میں اس مسئلہ کا بیان موجود ہے، تکمیل فائدہ کیلئے اس مسئلہ کو لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ترمذی کی روایت اس طرح ہے:

"وعن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال الجمعة علی من آواه اللیل الی اهله رواه الترمذی و قال هذا حدیث اسناده ضعیف"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جمعہ کی نماز اس پر فرض ہے جو رات اپنے گھر بسر کر سکے" (امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے)

"آواہ" یعنی ایک آدمی جب شہر میں جمعہ پڑھ کر گھر کو روانہ ہو جائے اور رات کو اپنے گھر پہنچ جائے تو ایسے مقام پر رہنے والے مسلمان پر جمعہ میں شرکت ضروری اور واجب ہے۔ ان کی نماز اپنے مقام میں جمعہ کے علاوہ ظہر کے وقت جائز نہیں ہے۔

یہاں دو الگ الگ مسئلے ہیں، جس میں اختلاط سے بچنا ضروری ہے اور ہر ایک کو الگ الگ سمجھنا ضروری ہے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ آیا وہ

کونسے مقامات ہیں جہاں جمعہ پڑھنا صحیح اور اس کا ادا کرنا جائز ہوتا ہے، آیا جمعہ کی صحت کیلئے مصر کا ہونا شرط ہے یا قصبہ کبیرہ ضروری ہے یا ہر آبادی میں جمعہ صحیح ہوتا ہے، خواہ وہ مصر ہو یا قریہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو۔ یہ مسئلہ آئندہ آرہا ہے۔

یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جن مواضع میں جمعہ ہوتا ہے، مثلاً شہر ہے یا قصبہ کبیرہ ہے تو اس کے اندر کی آبادی کے لوگوں پر تو شرکت واجب ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن جو لوگ شہر کے قریب رہتے ہوں یا قصبہ کبیرہ کے قریب رہتے ہوں، ان کیلئے کتنے فاصلے سے جمعہ کیلئے حاضر ہونا ضروری اور واجب ہے، اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعیؒ اور ایک قول میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی اذان سنے، اس پر جمعہ کی حاضری واجب ہے، ورنہ نہیں۔ مگر اذان کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اونچی جگہ پر ہو اور لوگوں تک پہنچنے میں کوئی مانع نہ ہو، مثلاً ہوا کا شدید دباؤ دوسری طرف نہ ہو کہ لوگوں تک آواز نہ پہنچ سکے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ پڑھنے کے بعد اگر رات کو اپنے گھر تک پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ میں شرکت فرض ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شہر کے اطراف واکناف اور مضافات میں رہتا ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔ مثلاً جن اطراف میں حکومت کے کارندوں کے دفاتر ہوں، تھانہ وتحصیل ہو، حکومتی چوکیاں ہوں، ایسے مقامات ملحقات شہر میں سے ہیں، ان جیسے مقامات میں جو لوگ رہتے ہوں ان پر جمعہ فرض ہے۔

دلائل

امام شافعیؒ واحمدؒ نے ابوداؤد کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں واضح طور پر اذان کے سننے کو جمعہ میں حاضری کیلئے شرط قرار دیا ہے، الفاظ یہ ہیں: "عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال الجمعة علی من سمع النداء" (ابو دائود)

امام ابو یوسفؒ نے ترمذی کی ایک ضعیف روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں واضح طور پر رات تک گھر پہنچنے کا ذکر ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے شہر کے اطراف واکناف اور عوالی وتوابع مصر مراد ہیں، اسی مقصد کو واضح کرنے کیلئے یہ حدیث ہے کہ کوئی اذان سنے اور اسی مقصد کو بیان کرنے کیلئے یہ تعبیر ہے کہ جمعہ پڑھنے کے بعد گھر تک پہنچ سکے، کیونکہ اگر ان حدیثوں سے عوالی ومضافات شہر مراد نہ لیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ شہر کے بالکل بیچ میں ایک شخص اذان کی آواز نہ سن سکے تو کیا اس پر جمعہ نہیں ہوگا؟ رات تک گھر پہنچنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہوتا ہے، جہاں شہر کے ملحقات ومضافات واقع ہوں، معلوم ہوا ان دونوں حدیثوں میں جو تحدید وتعین ہے، یہ درحقیقت شہر کے مضافات وملحقات کے ذکر کرنے کی ایک تعبیر ہے۔

جمعہ فی القریٰ یعنی گاؤں میں جمعہ کا حکم

امام مسلمؒ نے اگرچہ اس مسئلہ کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن تکمیل فائدہ کی غرض سے میں کچھ تفصیل لکھ دیتا ہوں، سب سے پہلے یہ بات جاننا چاہئے کہ تمام فقہاء متبوعین کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کیلئے کچھ شرائط ہیں، شرائط کے بغیر سوائے غیر مقلدین کے کسی نے جمعہ کی فرضیت کی

بات نہیں کی ہے، اب صحت اداء جمعہ کیلئے وہ شرائط کیا ہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ہر اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے جہاں صیفاً و شتاءً چالیس گھر آباد ہوں اور چالیس عاقل بالغ جمعہ کی نماز میں شریک ہوں، اگر ۳۹ آدمی شریک ہوئے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔

امام مالکؒ کے نزدیک جس گاؤں میں صیفاً و شتاءً ۵۰ گھر آباد ہوں، اس میں جمعہ جائز ہے، ورنہ نہیں اور آبادی بھی متصل ہو، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جمعہ ہر جگہ فرض ہے، کسی شہر قصبہ وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کے بدعتی بھی اسی طرح کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی صحت ادائیگی کیلئے مصر کا ہونا شرط ہے اور اگر مصر نہ ہو تو کم از کم قصبہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، اس کے بغیر چھوٹے گاؤں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

ائمہ احناف کا شہر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں اور شہر کی تمام تعریفات درحقیقت رسومات ہیں، یعنی سمجھنے کیلئے عرف عام کے تحت مختلف تعبیرات ہیں، یہی تعبیرات ملاحظہ ہوں۔

(۱): احناف کے ہاں شہر کی ایک تعریف یہ ہے کہ شہر وہ ہوتا ہے جہاں مفتی ہو یا قاضی ہو، جو دین کے احکام اور حدود کی تنفیذ پر قدرت رکھتے ہوں اور وہاں اتنی آبادی ہو جتنی آبادی منیٰ میں ہوتی ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں اسی تعریف کو قابل اعتماد بتایا ہے، البتہ تنفیذ احکام سے مراد یہ ہے کہ اس پر قدرت ہو، بالفعل نافذ کرنا شرط نہیں ہے۔

(۲): مصر کی دوسری تعریف یہ ہے کہ مصر کا اطلاق اس بڑے شہر پر ہوتا ہے جہاں بازار ہوں اور وہاں ایسا حاکم رہتا ہو جو بزور بازو ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ صاحب بدائع نے اس تعریف کو سب سے عمدہ اور صحیح قرار دیا ہے۔

(۳): مصر کی تیسری تعریف یہ ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں اتنے لوگ رہتے ہوں کہ اگر سب لوگ علاقے کی تمام مسجدوں میں سے ایک بڑی مسجد میں اکھٹے ہو جائیں تو اس بڑی مسجد میں نہ سما سکیں، صاحب شرح وقایہ نے اس تعریف کو راجح قرار دیا ہے۔

(۴): چوتھی تعریف یہ ہے کہ مصر وہ ہے جہاں بازار ہوں، گلیاں ہوں اور اتنی گنجان آبادی ہو کہ وہاں آدمی کے گم ہو جانے کا خطرہ ہو اور ضرورت کی تمام اشیاء مہیا ہوں۔

(۵): بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں دس ہزار کی آبادی ہو۔

(۶): بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں ہر روز ایک انسان پیدا ہوتا ہو اور ایک مرتا ہو۔

(۷): بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ علاقہ ہے کہ اگر طاقتور دشمن نے اچانک حملہ کر دیا تو اس شہر کے لوگ تنہا دفاع کر سکتے ہوں۔

(۸): حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں مردم شماری کے اعتبار سے کم وبیش تین ہزار آدمی رہتے ہوں (بہشتی زیور)

(۹): مفتی الہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تین ہزار کے بجائے اگر ڈیڑھ ہزار آدمی بھی ہوں، مگر ٹیلیفون موجود ہو، ڈاک خانہ موجود ہو، بچوں کا اسکول موجود ہو، آٹا پینے کی مشین ہو، ضروری اشیاء خریدنے کیلئے دکانیں ہوں، موچی، کمہار، بڑھئی، لوہار اور دھوبی موجود ہوں تو ایسے مقام پر جمعہ درست ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ آبادی سے مراد متصل آبادی ہے، بیچ میں نہر یا کھیت وغیرہ حائل نہ ہوں۔

دلائل

ائمہ جمہور نے قرآن عظیم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع﴾ (جمعه)

طرز استدلال اس طرح ہے کہ "فاسعوا" امر کا صیغہ ہے۔ اس میں مصر یا قریہ کبیرہ کی کوئی قید نہیں ہے، لہٰذا جمعہ کچھ شرائط کے ساتھ ہر جگہ جائز ہے۔ قریب قریب اسی طرح استدلال غیر مقلدین نے بھی کیا ہے اور صوبہ خیبر پختون خواہ کے دیہاتوں میں جمعہ پڑھنے والے اہل بدعت بھی اسی طرح استدلال کرتے ہیں۔

(۲): ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل حضرت ابن عباسؓ کی وہ حدیث ہے، جس کی تخریج امام ابوداؤد نے کی ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله صلی الله علیه و سلم بالمدینه لجمعة جمعت بجواثی قرية من قری البحرین" (رواه ابو دائود ص : ۲۸۰)

اس حدیث کو الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ امام بخاری نے بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں "قرية" کا لفظ آیا ہے، جو گاؤں کے معنی میں ہے، لہٰذا شہر کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳): ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل حضرت عمر فاروقؓ کا ایک فرمان ہے، آپ کو صحابہ نے خط لکھا الفاظ یہ ہیں:

"عن ابی هريرةؓ انهم کتبوا الی عمر یسئلون فی الجمعة فکتب عمرؓ ان جمعوا حیث ما کنتم۔" (بیهقی و مصنف ابن ابی شیبة)

(۴): ائمہ ثلاثہ کی چوتھی دلیل ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے نقیع الخضمات میں جمعہ قائم کیا۔ وھی قرية علی میل من المدينة معلوم ہوا کہ قریہ اور بستی میں جمعہ جائز ہے۔

ائمہ احناف نے گاؤں میں جمعہ صحیح نہ ہونے پر بہت ساری دلیلیں جمع فرمائی ہیں، چند کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔

(۱): احناف کی پہلی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے:

﴿یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع﴾

طرز استدلال اس طرح ہے کہ اس آیت میں کئی اشارات ہیں، جن سے اشارہ ملتا ہے کہ جمعہ کیلئے یہ آیت مطلق نہیں، بلکہ مقید ہے اور کئی قیودات وشرائط کے بعد جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہوجاتا ہے مثلاً "الذین" میں کم ازکم تین آدمی آگئے۔ "اذا نودی" میں ایک اذان دینے والا آگیا۔ "یوم الجمعة" میں ایک معتد بہ اور قابل ذکر اجتماع کی طرف اشارہ ہے۔ "فاسعوا" میں کم ازکم تین آدمی آگئے۔ "الی ذکر اللہ" سے اشارہ ملتا ہے کہ وہاں مسجد میں پہلے سے کوئی نہ کوئی ذکر کرنے والا موجود ہے۔ "وذروا" بھی جمع کا صیغہ ہے، جس سے کم ازکم تین افراد مراد ہوسکتے ہیں۔ "البیع" یہ لفظ ایسے بازار کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں چہل پہل ہو، ٹھیک ٹھاک بازار ہو اور تاجروں کو حکم دیا جارہا ہو کہ بازار بند کرلو۔ اتنے اشارات کے بعد نہیں کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ کیلئے کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے، یہی وجہ اور یہی مجبوری تھی کہ ائمہ ثلاثہ نے بھی جمعہ کے قیام کے لئے محض صحرا اور جنگل کو کافی نہیں مانا ہے، بلکہ وہ بھی چالیس یا پچاس گھروں اور افراد کو جماعت میں شمولیت کیلئے شرط قرار دیتے ہیں، یہاں تعجب صرف غیر مقلدین اور اہل بدعت حضرات پر ہے جن کو اتنے زیادہ خدائی اشارات نظر نہیں آتے ہیں اور وہ کسی بھی قید کے بغیر پہاڑ کی چوٹی پر جمعہ جیسے مسلمانوں کے عظیم اجتماع اور شوکت اسلام کو بے دردی سے ذبح کرتے رہتے ہیں۔

(۲): ائمہ احناف کی دوسری دلیل بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"کان الناس ینتابون الجمعة من منازلھم و العوالی" (بخاری، باب الجمعة)

یہ صریح حدیث ہے کہ اہل قریٰ اور گاؤں دیہات کے لوگوں پر جمعہ نہیں، ورنہ عوالی مدینہ کے لوگ کبھی بھی باری باری نہ آتے، بلکہ فرض ہونے کی صورت میں سب حاضر ہوجاتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمعہ پڑھتے اور پھر واپس دیہاتوں میں چلے جاتے، جبکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مدینہ کے اطراف اور دیہاتوں سے باری باری آتے تھے۔

(۳): ائمہ احناف کی تیسری دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے:

"عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعة جمعت بعد الجمعة فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین" (بخاری ص،۱۲۲)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ بحرین کے شہر جواثی میں قائم کیا گیا تھا، اگر جمعہ گاؤں اور دیہات میں صحیح ہوتا تو مدینہ اور بحرین کے درمیان سینکڑوں گاؤں آباد تھے، ان میں کیوں نہیں ہوا اور صرف بحرین میں اس وقت جمعہ قائم ہوا جب 8ھ میں یہ شہر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آگیا۔ سوچنے کا مقام ہے، اتنے لمبے عرصے میں اتنے زیادہ گاؤں میں اس فریضے کو صحابہ کے دور میں بلکہ عہد نبوی میں کیوں نظر انداز کیا گیا؟

(۴): ائمہ احناف کی چوتھی دلیل حضرت حذیفہ ؓ کی حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن حذیفة قال لیس علی اھل القری جمعة فانما الجمعة علی اھل الا مصار" (رواہ ابن ابی شیبة مرسل)

یہ واضح دلیل ہے اور جمہور کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔

(۵): ائمہ احناف کی پانچویں دلیل یہ ہے: "عن علی قال لا جمعة ولا تشریق ولا فطر و لا ضحیٰ الا فی مصر جامع او

مدینة عظیمة" (رواه عبد الرزاق فی مصنفه و ابن ابی شیبة) اس روایت کو اگرچہ امام نووی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے کہ اس کے مرفوع طرق نہیں ملے ہیں، لیکن علامہ عینیؒ نے جواب میں فرمایا کہ حدیث کے صحیح مرفوع طرق موجود ہیں اور اثبات رفع انکار رفع پر مقدم ہوتا ہے، نیز اگر یہ حدیث موقوف بھی ہو تو غیر مدرک بالقیاس حکم سے متعلق روایت مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے، لہٰذا حضرت علیؓ کی یہ روایت مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

(۶): چھٹی دلیل: ائمہ احناف کی ایک مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ہزاروں شہر فتح کئے، لیکن جمعہ بعض بعض مقامات میں قائم کیا، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے چھتیس ہزار شہر فتح کئے، لیکن جمعہ صرف نو سو جامع مسجدوں میں قائم کیا، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں آپ نے گیارہ یا اس سے بھی زیادہ دن گزارے اور آپ نے بوجہ قریہ ہونے کے وہاں مسجد قبا میں جمعہ نہیں پڑھایا۔ نیز عرفات کے میدان میں جمعہ کا دن تھا، چالیس ہزار نفوس قدسیہ یا اس سے زیادہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھایا اس کی صرف یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ عرفات دیہات ہے، مزدلفہ دیہات ہے، منیٰ دیہات ہے، آج بھی وہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے۔

الجواب

جمہور کی پہلی دلیل قرآنی آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مطلق نہیں، بلکہ مشروط ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے تعامل نے اس کو شہر یا قصبہ کبیرہ کے ساتھ مقید کر دیا ہے، ویسے بھی اس آیت میں کئی ایسے اشارات موجود ہیں، جس کی موجودگی میں آیت مطلق نہیں ہو سکتی ہے جیسا کہ ائمہ احناف کی دلیل نمبر ایک کے تحت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔

جمہور کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ بحرین میں واقع جواثی کوئی گاؤں نہیں تھا، بلکہ وہ بہت بڑا شہر تھا اور وہاں پر بڑی تجارتی منڈی قائم تھی، وہ ایک بندرگاہ تھا، دیہات کہاں تھا؟ اور اگر وہ حضرات یہ کہہ دیں کہ اس پر قریہ کا اطلاق ہوا ہے تو اہل لغت نے قریہ گاؤں کے ساتھ خاص نہیں مانا ہے، بلکہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے جیسے قرآن میں ﴿علی رجل من القریتین عظیم﴾ میں طائف اور مکہ کو قریہ کے نام سے یاد کیا ہے، حالانکہ یہ بڑے شہر تھے۔ ﴿و اسئل القریة التی کنا فیها﴾ میں قریہ کا اطلاق ملک مصر پر ہوا ہے اور مصر قریہ نہیں بلکہ مصر تھا، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جواثی والی حدیث تو احناف کی دلیل ہے کیونکہ تمام دیہات کو چھوڑ کر جواثی میں جمعہ قائم کرنا اس کے شہر ہونے کی دلیل ہے۔

جمہور کی تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ "حیث کنتم" کے عموم کو دیگر نصوص کی وجہ سے خاص کرنا پڑے گا۔ مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تم جہاں کہیں شہر میں ہو تو جمعہ قائم کرو۔

دوسرا جواب یہ کہ اس وقت حضرت ابو ہریرۃؓ اس مقام کے گورنر تھے، جہاں حضرت عمر کا فرمان گیا تھا اور گورنر شہر میں ہوتا ہے، بستیوں اور جھونپڑیوں میں نہیں ہوتا ہے، لہٰذا حیث ما کنتم سے مراد شہر ہے۔

جمہور کی چوتھی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے مدینہ کے عوالی میں جو جمعہ قائم کیا تھا، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے نہیں تھا، بلکہ اب تک جمعہ فرض بھی نہیں ہوا تھا، آپ نے اپنے اجتہاد اور صائب رائے اور روحانی انکشاف سے اس کا ادراک کیا اور قائم کیا۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: "جمع اهل المدينه قبل ان يقدمها رسول الله صلى الله عليه و سلم و قبل ان نزل الجمعة" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تو کجا، ابھی تک جمعہ فرض بھی نہیں ہوا تھا کہ اہل مدینہ نے جمعہ قائم کیا تھا۔

بہر حال دیہاتوں میں جمعہ قائم کرنا شوکت جمعہ کی توہین ہے اور سلف صالحین کے عملی نمونے کی خلاف ورزی ہے۔ البتہ جن علاقوں میں سڑکیں موجود ہوں، بجلی ہو، ٹیلیفون اور پبلک اسکول وغیرہ ضروریات موجود ہوں تو وہاں جمعہ میں سختی نہیں کرنی چاہئے۔ اقامت جمعہ سے امت کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ عوام تک حق کی آواز پہنچ جاتی ہے اور اسلام کی عظمت کا جھنڈا بلند ہو جاتا ہے۔

حضرت مولینا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ بہت نرم ہے، اس کے پیش نظر جمعہ کی شرائط میں کافی نرمی آجاتی ہے۔ اسی کو قبول کرنا چاہئے۔

باب تخفيف الصلوة و الخطبة

خطبۂ جمعہ اور نماز مختصر کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پندرہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ درمیانہ ہوتے تھے (نہ بہت مختصر نہ بہت طویل)

تشریح:

"صلوته قصراً و خطبة قصراً" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی متوسط تھی اور خطبہ بھی متوسط تھا، نہ اس میں زیادہ طوالت تھی اور نہ زیادہ مختصر تھا "ای متوسطة بين الافراط و التفريط، من التقصير و التطويل و ذالك لا يقتضى مساواة الخطبة للصلوة"

سوال: ایک مرفوع حدیث ہے "ان طول صلوة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه" اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ نماز کو طویل کرنا چاہئے، خطبہ مختصر ہونا چاہئے، لیکن زیر بحث اس باب کی حدیث میں خطبہ اور نماز کو برابر قرار دیا گیا ہے، واضح تعارض ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ توسط کا مطلب درمیانہ ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دونوں میں مساوات اور برابری ہوتی تھی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں افراط و تفریط نہیں تھی، ہر عبادت کا توسط اپنے انداز سے ہوتا ہے۔ ایک شارح لکھتے ہیں: "و ذالك لا يقتضى مساواة الخطبة للصلاة اذ توسط كل شئ يعتبر فى بابه اه" یعنی ہر چیز کا اپنا توسط ہے جس کا الگ الگ اعتبار ہے۔

٢٠٠٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ، نُمَيْرٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، حَدَّثَنِي سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلاَتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا . وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ زَكَرِيَّاءُ عَنْ سِمَاكٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھیں، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ درمیانہ ہوتا تھا۔ اور ابوبکر کی روایت میں زكريا عن سماك ہے۔

تشریح:

"وفی روایة ابی بکر" یعنی ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں زكريا عن سماك کے الفاظ ہیں، جس میں عنعنہ ہے اور ابن نمیر کی روایت میں عن زكريا قال حدثنی سماك کے الفاظ ہیں، جس میں تحدیث ہے، عنعنہ نہیں ہے۔ امام مسلمؒ یہی فرق بتانا چاہتے ہیں کہ ایک سند میں عنعنہ ہے، دوسری سند میں تحدیث کے الفاظ ہیں تو دونوں روایتوں میں تحدیث اور عنعنہ کا فرق ہے۔

٢٠٠٣ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلاَ صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ " صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ " . وَيَقُولُ " بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ " . وَيَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَيَقُولُ " أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ " . ثُمَّ يَقُولُ " أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلأَهْلِهِ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، آواز بلند اور غصہ تیز ہو جاتا تھا (اور ایسا لگتا تھا کہ) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے (وہ لشکر) گویا صبح آیا یا شام آیا۔ اور فرماتے تھے اپنی دو انگلیوں کو شہادت کی اور درمیانی انگلی ملا کر کہ میں اور قیامت ان انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔ (یعنی میری بعثت کے بعد اب قیامت دور نہیں رہی) اور فرماتے اما بعد! جان لو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے۔ اور بدترین معاملہ وہ ہے جو دین میں نیا نکالا جائے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ پھر فرماتے: میں ہر مومن کا زیادہ حقدار ہوں اس کی جان سے زیادہ سو جس نے مال چھوڑا (ترکہ میں) تو وہ اس کے اہل وعیال کا ہے اور جس نے کوئی قرض یا بچے چھوڑے جن کی پرورش ہونی ہے تو وہ میرے لئے اور میرے ذمہ ہے۔

تشریح:

"احمرت عیناہ" یعنی امت کے غم اور معاصی کی کثرت اور کفر وشرک کی تاریکیوں اور اس میں امت کی گرفتاری کا مشاہدہ کرنے کی وجہ

سے خطبہ کے دوران آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ اسی طرح اپنی امت کی ہدایت کی فکر میں اور حاضرین کے کانوں تک آواز پہنچانے کی وجہ سے آپ کی آواز اونچی ہو جاتی تھی، گویا آپ ایمرجنسی میں کسی دشمن کے حملہ آور ہونے سے قوم کو ڈرانے والے ہوتے تھے، جس سے آواز بلند ہو جاتی تھی۔ "كانه منذر جيش" کا مطلب یہی ہے۔ "يقول" یعنی اس لشکر سے اپنی قوم کو ڈرانے والا گویا کہتا ہو کہ "صبحكم" یعنی تم پر صبح کے وقت دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ "مساكم" یعنی تم پر شام کے وقت دشمن دھاوا بولنے والا ہے۔ یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ یقول کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہو، مطلب یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اعلان فرماتے تھے کہ "صبحكم" تم پر صبح کے وقت دشمن حملہ کرنے والا ہے یا شام کو تم پر دشمن حملہ آور ہونے والا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچی آواز سے اور زوردار انداز سے خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور یہ جائز ہے اور خوب محنت سے سامعین کو سمجھاتے تھے، کیونکہ بیدار خطیب قوم کو بیدار رکھنے کیلئے بیدار خطبہ دیتا ہے۔ "ويقرن" یعنی وسطیٰ اور سبابہ کو ملا کر اشارہ فرماتے کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ ہیں، جس طرح سبابہ کے ساتھ وسطیٰ ہے، یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں اور وسطیٰ کچھ آگے ہے، اسی طرح قیامت میرے ساتھ ملی ہوئی ہے، صرف میں کچھ آگے ہوں، اس حدیث میں آپ نے قرب قیامت کو بتایا ہے۔ "الهدى" ہاء پر فتح ہے اور دال پر سکون ہے، سیرت اور سنت اور طریقہ کو کہتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سیرت مراد ہے۔ "محدثاتها" اس سے دین میں نو ایجاد چیزیں مراد ہیں، جو لوگ بدعات کر کے پیدا کرتے ہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا:

و خير امور الدين ما كان سنة   و شر الامور المحدثات البدائع

"أنا أولى" أولى أحق اور أقدم کے معنی میں ہے، یعنی میرا حق مؤمنوں پر اس سے زیادہ ہے، جس طرح کہ مؤمنوں کا حق ان کے اپنی جانوں پر ہے، لہٰذا میں خیر خواہی کے اعتبار سے ان کے اپنی جانوں کی خیر خواہی سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ "اى فحقى على المؤمن ارجح من حقه على نفسه فكذلك انا اولى بالنصح له من نصحه لنفسه اه" "من ترك مالا" سابقہ جملہ پر یہ جملہ بطور نتیجہ متفرع ہے، یعنی جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل و عیال کی میراث ہے، مجھے اس میں کوئی حق نہیں۔

"ديناً او ضياعاً" یعنی جس شخص نے مرنے کے بعد کوئی قرض چھوڑا یا ایسی اولاد چھوڑ دی جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی حفاظت میرے ذمہ پر ہے، میں بیت المال سے اس کا حق ادا کروں گا۔ یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے، اس سے پہلے آپ کسی مدیون کے جنازے کی نماز نہیں پڑھاتے تھے، اس کے بعد آپ نے یہ اعلان کیا اور جنازہ پڑھانا شروع کر دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچی آواز سے اور زوردار انداز سے خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور خوب محنت و مشقت کے ساتھ سامعین کو سمجھاتے تھے، کیونکہ بیدار خطیب قوم کو بیدار رکھنے کیلئے بیدار خطبہ دیا کرتا ہے۔

٢٠٠٤ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ، بْنُ

مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ كَانَتْ خُطْبَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَحْمَدُ اللَّهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِثْرِ ذَلِكَ وَقَدْ عَلاَ صَوْتُهُ . ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ .

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے روز خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد بلند آواز سے فرماتے...... آگے سابقہ حدیث کا مضمون ہی بیان کیا۔

۲۰۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ النَّاسَ يَحْمَدُ اللَّهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ " مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَخَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ " . ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے تو (اولاً) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ایسی فرماتے جو اس کی شایان شان ہو۔ پھر اس کے بعد فرماتے جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرنے والا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دینے والا اور بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے۔ آگے سابقہ ثقفی والی حدیث کے مطابق بیان کیا۔

۲۰۰٦ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، كِلاَهُمَا عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى، - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الأَعْلَى، وَهُوَ أَبُو هَمَّامٍ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ ضِمَادًا، قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ . فَقَالَ لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يَشْفِيهِ عَلَى يَدَىَّ - قَالَ - فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ وَإِنَّ اللَّهَ يَشْفِي عَلَى يَدِي مَنْ شَاءَ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ " . قَالَ فَقَالَ أَعِدْ عَلَىَّ كَلِمَاتِكَ هَؤُلاَءِ . فَأَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثَلاَثَ مَرَّاتٍ - قَالَ - فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هَؤُلاَءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوسَ الْبَحْرِ - قَالَ - فَقَالَ هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الإِسْلاَمِ - قَالَ - فَبَايَعَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " وَعَلَى قَوْمِكَ " . قَالَ وَعَلَى قَوْمِي - قَالَ - فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً فَمَرُّوا بِقَوْمِهِ فَقَالَ صَاحِبُ السَّرِيَّةِ لِلْجَيْشِ هَلْ أَصَبْتُمْ مِنْ هَؤُلاَءِ شَيْئًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَصَبْتُ مِنْهُمْ مِطْهَرَةً . فَقَالَ رُدُّوهَا فَإِنَّ هَؤُلاَءِ قَوْمُ ضِمَادٍ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ضماد نامی شخص جو قبیلہ ازدشنوہ سے تعلق رکھتا تھا مکہ آیا اور وہ آسیب و غیرہ کا تعویذ وغیرہ کیا کرتا تھا، اس نے مکہ کے بیوقوفوں سے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہیں (نعوذ باللہ) اس نے کہا کہ اگر میں اس شخص کو دیکھوں (محمد ﷺ) تو شاید اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ پر شفا عطا کردے (وہ حقیقتاً مجنون سمجھا) چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا اے محمد! میں آسیب سحر وغیرہ کا تعویذ وغیرہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر جسے چاہتا ہے شفا عطا کرتا ہے تو کیا تمہیں کوئی شکایت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کی ہم حمد وثنا کرتے ہیں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد (یہ کلمات سن کر) ضماد نے کہا یہ کلمات دوبارہ دہرایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ کلمات دہرا دیئے تو وہ کہنے لگا۔ بے شک میں نے بڑے بڑے کاہنوں، جادوگروں اور شعراء کے کلام سنے ہیں لیکن اس جیسے کلمات نہیں سنے اور یہ کلمات تو دریائے بلاغت وفصاحت کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اس نے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ لایئے میں اسلام کیلئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اور تمہاری قوم پر بھی بیعت کرتا ہوں اس نے کہا میری قوم پر بھی کیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا وہ ضمادؓ کی قوم پر سے گزرے تو امیر لشکر نے لشکر سے کہا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے تو کچھ نہیں لوٹا؟ لشکر میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ ہاں! میں نے ان سے ایک لوٹا لے لیا ہے۔ امیر لشکر نے فرمایا کہ اسے واپس کردو کیونکہ یہ ضمادؓ کی قوم والے ہیں۔

تشریح:

''ان ضماداً قدم مكة'' یہ ضماد بن ثعلبہ ازدی ہے، ضاد پر کسرہ ہے اور میم پر زبر ہے، یہ شخص یمن کے ایک مشہور قبلہ ازدشوءۃ سے تعلق رکھتے تھے، جاہلیت کے زمانہ میں یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے، یہ جھاڑ پھونک کے ماہر تھے اور حکیم طبیب بھی تھے، ان کو مکہ کے بیوقوف لوگوں نے بتادیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون ہوگئے ہیں، اس لئے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت مانگی۔ ''ارقی'' یہ رقیہ سے ہے، جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں ''من هذا الريح'' جنون کو ریح کہا گیا ہے اور جنات کو بھی ریح کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ارواح کا لفظ ہے۔ جنات بھی ہوا کی مانند نظر نہیں آتے ہیں۔ ''فهل لك'' ای هل ملك حاجة و رغبة؟ یعنی آپ کو ضرورت ہے کہ میں جھاڑ پھونک کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر جواب دیا اور فصیح و بلیغ کلمات کے ساتھ ایک خطبہ پڑھا، جس نے ضماد کو حیران کر کے رکھا اور وہ مسلمان ہوگیا۔ ''فاعوس البحر'' ایک روایت میں قاموس البحر کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا معنی ایک ہے، سمندر کے درمیان میں جو گہرا پانی ہوتا ہے، اسی گہرائی کو ناعوس اور قاموس کہتے ہیں ای لجة البحر و عمقه ''وعلی قومک'' یعنی خود اسلام پر بیعت کی، اسی طرح اپنی قوم کی جانب سے بھی اسلام کی بیعت کرلو، اس نے ایسا ہی کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنی قوم کا سردار اور بااثر آدمی تھا۔ ''قوم ضماد'' یعنی ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجاہدین کو جہاد کیلئے بھیجا تو مجاہدین کے امیر نے کہا کہ یہ لوگ ضماد کی قوم ہیں، تم میں سے کسی نے ان کے مال کو تو نہیں لیا۔ ایک شخص نے کہا میں نے ایک لوٹا لیا ہے۔ امیر نے کہا لوٹے کو واپس کرلو۔ یہ ضماد کی قوم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان لوگوں نے اسلام کی بیعت کی ہے، اس احسان کا بدلہ یہ ہے کہ ان سے کسی قسم کا تعارض نہ کیا جائے۔

۲۰۰۷ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ خَطَبَنَا عَمَّارٌ فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا أَبَا الْيَقْظَانِ لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ . فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " إِنَّ طُولَ صَلاَةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيلُوا الصَّلاَةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا " .

واصل بن حیان کہتے ہیں کہ ابو وائل نے فرمایا، حضرت عمارؓ نے ہمیں ایک نہایت مختصر اور بلیغ خطبہ دیا، جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا اے ابوالیقظان! آپ نے بہت مختصر اور بلیغ خطبہ دیا اگر آپ کچھ طویل کرتے (تو بہت اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: ''آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی فقاہت وسمجھ کی علامت ہے، لہٰذا نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو اور فرمایا کہ بے شک بعض بیان جادو (اثر) ہوتے ہیں۔''

تشریح:

''تنفست'' تنفس سانس لینے کو کہتے ہیں، مراد خطبہ کو طویل کرنا ہے ''ای لو طولت قلیلا لکان احسن اه''

''ابو الیقظان'' حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ ''ابلغت'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی بلیغ خطبہ دیا ''و او جزت'' یعنی آپ نے نہایت اختصار سے کام لیا، اگر یہ مزید اور خطبہ کچھ طویل ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اس کے جواب میں حضرت عمارؓ نے ایک حدیث بیان کی، جس میں خطبہ کے اختصار کی ترغیب ہے۔ ''مئنة'' میم پر فتحہ ہے، ہمزہ پر کسرہ ہے، نون پر تشدید ہے ''مَئِنَّة'' علامت اور دلیل کے معنی میں ہے، یعنی جو شخص خطبہ مختصر پڑھتا ہو اور جمعہ کی نماز کو طویل پڑھتا ہو، یہ اس شخص کی فقاہت اور دانائی وحکمت کی علامت اور دلیل ہے، بشرطیکہ نماز سنت کے مطابق ہو، نہ زیادہ لمبی ہو نہ زیادہ مختصر ہو اور خطبہ اسی کے مناسب مختصر ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جمعہ اصل ہے اور خطبہ اس کے لئے فرع ہے اور اصل کا اہتمام فرع سے زیادہ ہونا چاہئے، ویسے بھی خطیب جب تک خطبہ دیتا ہے تو خود بھی عجب کا شکار ہوسکتا ہے اور لوگوں کی توجہ بھی بجائے خالق کے مخلوق پر پڑسکتی ہے اور نماز میں خطیب بھی عجب سے عجز کی طرف آتا ہے اور عوام کی توجہ بھی مخلوق سے خالق کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اس لئے خطبہ میں کم سے کم وقت بدرجہ ضرورت لگانا چاہئے اور باقی وقت نماز میں صرف کرنا چاہئے۔ بعض خطباء ڈیڑھ گھنٹہ تقریر پر صرف کرتے ہیں اور پھر سورت کوثر اور سورت اخلاص کے ساتھ تین منٹ میں جمعہ کی نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ظلم اور نادانی ہے اور ان کی غفلت کی نشانی ہے۔ ''لسحرا'' اس کلام کے دو پہلو

ہیں۔ایک میں مدح کی صورت ہے، دوسرے میں مذمت کی صورت ہے، اگر خطبہ سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے تو یہ شعبدہ باز جادوگر خطیب ہے، یہ مذمت کی صورت ہے اور اگر لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرانا مقصود ہے تو یہ شریں کلام جادو اثر رکھنے والا بیان ہے۔ یہ مدح کی صورت ہے، بہر حال خطیب میں جب اخلاص ہوگا اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق ہوگا تو اس کا بیان عوام کے دلوں کو متاثر کرتا ہے اور لفاظی اور خوش الحانی وقتی تاثیر رکھتی ہے، مگر پائیدار نہیں ہے۔

٢٠٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ رَجُلاً، خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوَى . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ . قُلْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ " . قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ غَوِيَ .

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اور یوں کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بلاشبہ وہ ہدایت یاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی بلاشبہ وہ گمراہ ہوا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کتنا برا خطیب ہے۔ یوں کہو کہ: ومن یعص اللہ و رسولہ (یعنی جس طرح پہلی مرتبہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا الگ الگ تذکرہ کیا تھا، اسی طرح معصیت کے ذکر میں بھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا الگ الگ تذکرہ کرو) ابن نمیر نے اپنی روایت میں فقد غوی کا لفظ کہا ہے۔

تشریح:

"بئس الخطیب"، یعنی تم برے خطیب ہو بیٹھ جاؤ۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو برا خطیب کیوں فرمایا، آخر اس نے کیا نقصان کیا؟

جواب: اس سوال کے جواب میں شارحین نے مختلف توجیہات پیش کی ہیں:

(۱): قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس خطیب نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کیا اور کہا "ومن یعصھما" اس اجتماع سے مساوات کا خطرہ پیدا ہو گیا، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا، چنانچہ اسی حدیث میں ہے کہ "قل و من یعص اللہ و رسولہ" گویا یہ اس طرح ہے کہ "ما شاء اللہ و شاء محمد کہنا غلط ہے اور "ما شاء اللہ ثم شاء محمد" کہنا صحیح ہے۔ اس جواب کو عام شارحین نے نقل کیا ہے، مگر اس پر بعض علماء نے اور علامہ نوویؒ نے رد کر کے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خطبہ نکاح میں یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے: و من یعصھما فانہ لا یضر الا نفسہ علامہ نووی نے بھی قاضی عیاض کے جواب کو رد کر دیا ہے۔

(۲): پھر علامہ نوویؒ نے خود ایک جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خطاب کا حق اور شان یہ ہوتی ہے کہ اس میں

تصریحات ہوں۔ وضاحت کے ساتھ ہو۔ اس میں اشارات و کنایات نہ ہوں۔ اس خطیب کے کلام میں اختصار تھا اور اشارات تھے۔ اس لئے اس پر نکیر کی گئی۔ یہ جواب واضح نہیں ہے۔

(۳): علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ضمیر کے اشتراک کی وجہ سے کلام کرنے والے بعض افراد کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عظمت شان میں خلل واقع ہو سکتا ہے اور بعض افراد کے اذہان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان برابری اور تسویہ کا وہم پیدا ہو سکتا ہے، اس لئے اس طرح کلام کرنے سے اس خطیب کی سرزنش کی گئی۔

(۴): بعض حضرات کا کہنا ہے کہ "و من یعصھما" سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی نافرمانی کرے گا تو گمراہ ہوگا، اکیلے ایک کی نافرمانی سے گمراہ نہیں ہوگا۔ اس غلط تاثر کی وجہ سے سرزنش کی گئی۔ حدیث کے آخر میں اس توجیہہ کی طرف اشارہ بھی ہے۔

میرے خیال میں یہ سرزنش شاید اس لئے ہوئی کہ صحابہ کرامؓ کے بھرے مجمع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی خود بخود اٹھ کر خطاب شروع کرتا ہے اور پھر ضمیر تثنیہ بھی لاتا ہے، اس سینہ زوری پر سرزنش ہوئی ہوگی۔

"قل و من یعص اللہ" یہ کلام اس پر صریح دلالت کرتا ہے کہ سرزنش اشتراک تثنیہ پر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تثنیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے تو وہاں غلط وہم کا امکان نہیں تھا، لہٰذا آپؐ کے لئے جائز ہے۔ "فقد غوی" بعض نے اس کو سمع کے وزن پر پڑھا ہے، راجح غوی ضرب سے ہے، گمراہی اور انھماك فی الشر کے معنی میں ہے۔

۲۰۰۹ – حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، – قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، – عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَطَاءً، يُخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ، يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾

صفوانؓ بن یعلی اپنے والد یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: ﴿و نادوا یامٰلك لیقض علینا ربك﴾

۲۰۱۰ – وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، بْنُ بِلاَلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُخْتٍ، لِعَمْرَةَ قَالَتْ أَخَذْتُ ﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ.

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا کی بہن سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر یاد کی ہے جمعہ کے روز، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو منبر پر یہ پڑھا کرتے تھے۔

۲۰۱۱ – وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ

أُختٍ، لِعَمرَةَ بِنتِ عَبدِ الرَّحمنِ كَانَتُ أَكبَرَ مِنهَا . بِمِثلِ حَدِيثِ سُلَيمَانَ بنِ بِلَالٍ .

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا کی بہن جو کہ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے بڑی ہیں سلیمان بن بلال کی روایت (سورہ ق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے) کی طرح بیان کیا۔

۲۰۱۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعبَةُ، عَن خُبَيبٍ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ مَعنٍ عَن بِنتٍ لِحَارِثَةَ بنِ النُّعمَانِ، قَالَت مَا حَفِظتُ ﴿ق﴾ إِلَّا مِن فِي رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ . قَالَت وَكَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاحِدًا .

حارثہ بن نعمان کی صاحبزادیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورہ ق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن کر ہی یاد کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو یہ پڑھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اور فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور ایک تھا (یہ اس لئے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے احوال سے کتنا قرب تھا)

۲۰۱۳- وَحَدَّثَنَا عَمرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ إِبرَاهِيمَ بنِ سَعدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَن مُحَمَّدِ بنِ إِسحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبدُ اللّٰهِ بنُ أَبِي بَكرِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ عَمرِو بنِ حَزمٍ الأَنصَارِيُّ، عَن يَحيَى بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَبدِ الرَّحمَنِ بنِ سَعدِ بنِ زُرَارَةَ، عَن أُمِّ هِشَامٍ بِنتِ حَارِثَةَ بنِ النُّعمَانِ، قَالَت لَقَد كَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاحِدًا سَنَتَينِ أَو سَنَةً وَبَعضَ سَنَةٍ وَمَا أَخَذتُ ﴿ق وَالقُرآنِ المَجِيدِ﴾ إِلَّا عَن لِسَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقرَؤُهَا كُلَّ يَومِ جُمُعَةٍ عَلَى المِنبَرِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ .

ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تنور تھا سال یا دو سال یا چند ماہ تک۔ اور میں نے سورۂ ق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر ہی یاد کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو جب لوگوں سے خطاب فرماتے تو یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔

تشریح:

"عن بنت لحارثة" یہ خاتون صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، نجاریہ ہیں۔ بنو نجار سے ان کا تعلق ہے۔ ام ہشام کی کنیت سے معروف ہیں۔ یہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی ماں شریک بہن ہیں۔ سابقہ دو روایتوں میں ان کا تذکرہ "عن اخت لعمرة" کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ان کے نام کی تصریح نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ صحابیہ ہیں اور صحابہ سارے عادل ہیں، لہٰذا نام کی مجہولیت سے روایت مخدوش نہیں ہوسکتی۔ "ما حفظت ق" یعنی سورت قاف میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے یاد کی ہے، کیونکہ جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ پوری سورت "ق" مراد ہے، کچھ حصہ مراد لینا مجاز ہے، اچھا نہیں ہے۔ "من فی" فیّ کا لفظ شد کے ساتھ ہے، اصل میں یہ لفظ من فمٍ تھا، میم کو ی سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ ایک

روایت میں لسان کا لفظ بھی آیا ہے۔ "تنورنا و تنور رسول اللہ" یعنی کم وبیش دوسال تک ہمارا روٹی پکانے کا تندور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تندور ایک تھا۔ اس کلام سے یہ خاتون بتانا چاہتی ہیں کہ ان کا بیان یقینی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، ان کو تمام احوال کا مشاہدہ ہے۔ منبر پر خطبہ کے دوران سورت ق پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قرآن پڑھنا چاہئے، نیز ایسے مضامین پر مشتمل قرآن ہونا چاہئے جو انسان کے عقائد واعمال کے لئے زیادہ مؤثر ہوں۔ اس سے پہلے حدیث میں "یا مالك لیقض علینا ربك" کا بیان بھی اسی پر دال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران نہایت دردناک آیتوں کا انتخاب فرماتے تھے۔ ان احادیث سے چند فوائد اور چند مسائل ثابت ہوتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی میں خطبہ دیا کرتے تھے، آپ کا وعظ آپ کا خطبہ ہوتا تھا اور آپ کی زبان عربی تھی۔ آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے مشرق ومغرب میں مختلف ممالک کو فتح کیا اور وہاں جمعات قائم کئے عمر فاروق نے چھتیس ہزار شہروں میں چار ہزار مساجد قائم کیں اور نوسو جامع مسجدیں بنوائیں اور ان میں جماعت شروع ہوگئی، لیکن تاریخ میں کہیں بھی ثابت نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ یا تابعین یا تبع تابعین کے خیر القرون میں کہیں جمعہ کے خطبوں میں عربی کے بجائے عجمی زبان استعمال کی گئی ہو، تمام مقامات میں باوجودیکہ لوگ عربی زبان سے واقف نہیں ہوتے تھے، عربی میں خطبہ جاری ہوتا تھا اور چونکہ منبر ومحراب مرکز اسلام ہے اور اسلام کی زبان عربی ہے تو یہ نہایت نامناسب ہے کہ اسلام کے مرکز میں اس کی اپنی زبان کے بجائے کوئی اور زبان جاری ہوجائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ عربی کے بجائے عجمی زبان میں جمعہ کا خطبہ دینا بدعت ہے۔ غیر مقلدین کو چاہئے کہ وہ اس بدعت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی مساجد میں عین جمعہ کے مبارک وقت میں منبر ومحراب کے اندر بدعت کا ارتکاب نہ کریں۔ محققین علماء کے نزدیک عربی کے علاوہ کسی زبان میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہے۔

٢٠١٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عُمَارَةَ، بْنِ رُؤَيْبَةَ قَالَ رَأَى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَقُولَ بِيَدِهِ هٰكَذَا . وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ .

عمارہؓ بن رویبہ فرماتی ہیں کہ بشر بن مروان کو دیکھا کہ منبر پر دونوں ہاتھ بلند کئے ہوئے ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب و بدصورت کردے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اپنے ہاتھ کو اس سے زیادہ اونچا نہ کرتے تھے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (دوران خطبہ ہاتھوں کو زیادہ اٹھانا جیسے کہ اکثر خطباء کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا کما قالہ النووی۔ واللہ اعلم)

تشریح:

"قبح اللہ" اس حدیث میں اس صحابی نے وقت کے حکمران کو ایک منکر پر سخت الفاظ میں تنقید فرمائی ہے، وہ شخص خطبہ کے دوران ہاتھوں کو

ضرورت سے زیادہ ہلا رہا تھا۔علماء نے لکھا ہے کہ خطبہ کے دوران ہاتھ ہلانا یا اٹھانا یہ ایک طبعی اور عادی معاملہ ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق صرف انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔زیادہ ہاتھ نہ ہلاتے۔اس طرح عادات کے اپنانے کا کسی کو سختی سے پابند نہیں کیا جاسکتا ہے،لیکن صحابہ کرامؓ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے،وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا میں ذرا تغیر کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے،اس لئے ایک امر عادی میں خلاف ورزی پر اس شخص کو ڈانٹا اور سخت جملے ارشاد فرمائے۔"فجزاه الله خيرا"

۲۰۱۵ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ رَأَيْتُ بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ . فَقَالَ عُمَارَةُ بْنُ رُؤَيْبَةَ . فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

حصین بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں بشر بن مروان کو دیکھا کہ اس نے جمعہ کے دن (خطبہ میں) اپنے ہاتھوں کو اٹھا رکھا ہے پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

باب التحية و الامام يخطب

خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، - وَ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه و سلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه و سلم " أَصَلَّيْتَ يَا فُلاَنُ " . قَالَ لاَ . قَالَ " قُمْ فَارْكَعْ " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے فلاں! تم نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا ''اٹھو اور دو رکعات پڑھو۔''

تشریح:

''اذ جاء رجل'' اس سے مراد سلیک غطفانیؓ ہیں۔یہ ایک غریب صحابی تھے۔آئندہ احادیث میں ان کا نام مذکور ہے۔''أصليت يا فلان'' یعنی کیا تم نے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھی نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قم فاركع'' یعنی کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت پڑھو۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ صحابی بیٹھ گئے تھے،پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا اور دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا،لہٰذا اس سے شوافع وحنابلہ استدلال نہیں کر سکتے ہیں،کیونکہ بیٹھنے کے بعد ان کے نزدیک تحیۃ المسجد کا استحباب باقی نہیں رہتا ہے۔
بہر حال اس باب کی احادیث میں جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت تحیۃ المسجد کا ذکر موجود ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے وقت تحیۃ المسجد کا حکم

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اس میں فقہاء کا شدید اختلاف ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران بھی دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد بیٹھ کر خطبہ سننا چاہئے۔ یہ مستحب ہے، غیر مقلدین حضرات کے ہاں تحیۃ کی دو رکعتیں عند الخطبة واجب ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ و امام ابو یوسف واوزاعیؒ شام اور سفیان ثوریؒ سب فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران کسی اور کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ نماز کیوں نہ ہو، لہٰذا دو رکعت تحیۃ المسجد بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ اور حضرت علیؓ جیسے اکابر صحابہؓ سے اسی طرح منقول ہے۔ (معارف السنن)

دلائل

امام شافعی و احمدؒ نے زیر نظر جابرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو قولی حدیث ہے۔ حضرت جابرؓ کی ساتھ والی روایت میں بطور قاعدہ وضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ دو رکعت مختصر طور پر پڑھنا چاہئے۔ اگرچہ اس حدیث کے دیگر اکثر طرق میں قاعدہ وضابطہ کے طور پر حکم نہیں، بلکہ ایک جزئی واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ بیٹھ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو اور مختصر طور پر دو رکعت تحیہ پڑھو۔ اب اگر یہ ایک ہی واقعہ ہے تو شوافع کی ایک دلیل ہے اور اگر دو الگ الگ واقعات ہیں تو شوافع وحنابلہ کی دو دلیلیں بن جائیں گی۔ امام نوویؒ نے تو اس حدیث کو اس طرح مضبوط دلیل اور قاعدہ کلیہ کے طور پر مانا ہے کہ خود فرماتے ہیں: "لا اظن عالماً یبلغه هذا الحدیث صحیحا بهذا اللفظ ثم یخالفه"

گویا امام مالکؒ اور ابوحنیفہؒ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی، اگر پہنچ جاتی تو وہ کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کرتے۔ ائمہ احناف و مالکیہ کے پاس اس مسئلہ میں بہت دلائل ہیں، چند ملاحظہ ہوں۔

(۱): ان حضرات کی پہلی دلیل قرآن عظیم کی آیت ہے: ﴿و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا الخ﴾ یہ آیت جس طرح قرأت خلف الامام کے بارے میں ہے، اسی طرح خطبہ جمعہ کے بارے میں بھی ہے، کیونکہ خطبہ میں بھی قرآن کریم کی آیتیں ہوتی ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ خطبہ جمعہ کا سننا بموجب قرآن فرض ہوا۔ تحیۃ المسجد مستحب ہے تو ایک مستحب پر عمل کیلئے فرض کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ صحابہؓ کے دور میں بھی اس کا تعامل نہیں تھا اور بعد میں امت کا تعامل بھی اس پر نہیں رہا۔

(۲): احناف و مالکیہ کی دوسری دلیل سابقہ باب کی وہ تمام احادیث ہیں، جن میں خطبہ جمعہ کے دوران انصات اور خاموشی کا حکم ہے، مثلاً ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے: "اذا قلت لصاحبك یوم الجمعة انصت و الامام یخطب فقد لغوت" (بخاری و مسلم)

یہاں کسی کو خاموش کرنے کیلئے خاموش ہو جاؤ، کا لفظ نہی عن المنکر ہے جو واجب ہوتا ہے، مگر خطبہ کے دوران اس واجب پر عمل کرنے سے

سارا ثواب باطل ہوجاتا ہے تو تحیۃ المسجد جو ایک مستحب عمل ہے، اس کی اجازت خطبہ کے دوران کیسے ہوسکتی ہے۔

(۴): احناف و مالکیہ کی تیسری دلیل معجم طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث ہے۔: "قال سمعت النبی صلی الله علیه و سلم یقول اذا دخل احدکم المسجد و الامام علی المنبر فلا صلوة و لا کلام حتی یفرغ الامام" (طبرانی) موطا مالک میں امام مالکؒ نے یہ روایت نقل کی ہے: "اذا خرج الامام فلا صلوة و لا کلام" (موطا مالك) اسی طرح امام طحاویؒ نے طحاوی میں یہ روایت نقل فرمائی ہے: "خروج الامام یمنع الصلوة و کلامه الکلام" (طحاوی)

اسی طرح جمعہ کے دن نمازیوں کے درجات لکھنے والے فرشتے اپنے رجسٹر اس وقت بند کر کے خطبہ سننے لگتے ہیں جب امام خطبہ کیلئے نکل آتا ہے، اسی طرح عہد نبوی میں بہت سارے واقعات ایسے موجود ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران لوگ آئے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے اور کسی کو نفل یا تحیۃ پڑھنے کا کبھی حکم نہیں دیا ہے۔ خود ابن مسعودؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیا کہ بیٹھو تو حضرت ابن مسعودؓ دروازے میں بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے نہیں کہہ رہا ہوں، تم آگے آجاؤ۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران حضرت عثمانؓ کے غسل نہ کرنے پر ڈانٹ پلائی ہے، مگر دو رکعت پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

(۵): احناف و مالکیہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بطور اثر منقول ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "انهما کانا یکرهان الصلوة و الکلام یوم الجمعة بعد خروج الامام" (ج ۲ ص ۱۲٤)

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں حضرت ثعلبہ بن مالک قرظی کی روایت موجود ہے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے عہد مبارک کا معمول نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں: "ادرکت عمر و عثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعة ترکنا الصلوة فاذا تکلم ترکنا الکلام" (مصنف ابن ابی شیبہ حوالہ بالا)

ان تمام روایات و معمولات سے واضح ہوجاتا ہے کہ خطبہ کے دوران کلام و سلام اور نفل و تحیہ جائز نہیں ہے۔

جواب

حضرت سلیک غطفانیؓ کی فعلی روایت اور ان کے فعل سے جو شوافع و حنابلہ نے استدلال کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام نسائی نے اپنی کتاب سنن نسائی میں ذکر کیا ہے کہ سلیک غطفانیؓ ایک نووارد غریب و فقیر آدمی تھے، ان کے کپڑے پھٹے پرانے بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عین خطبہ کے وقت عام مجمع میں نماز کیلئے کھڑا کیا تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر ان کی مدد کریں۔ یہ ان کی مدد کا ایک بہانہ تھا، تحیہ عند الخطبہ کا قاعدہ و ضابطہ نہیں تھا، گویا یہ ایک جزئی واقعہ ہے جو ایک خاص مقصد کے لئے ہوا ہے۔ قاعدہ و ضابطہ نہیں ہے، یہاں کئی اور احتمالات بھی ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ خطبہ شروع ہی نہیں ہوا ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کو شروع کرنے کے بعد روک لیا ہو، اس کو تو دار قطنی نے واضح طور پر ذکر بھی کیا ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے خطبہ روکا تھا۔ اس باب کی روایات میں یہ تاکید بھی ہے کہ تم یہ دو رکعت انتہائی اختصار کے ساتھ پڑھ لو۔ معلوم ہوا یہ کوئی عارضی قصہ تھا۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ جمعہ کا خطبہ نہ ہو، کوئی دوسرا خطبہ ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خصوصیت پیغمبری ہو۔ اگر یہ احتمالات شوافع نہیں مانتے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہاں تحیۃ المسجد کہاں ہوئی ہے؟ حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ سلیک غطفانی آکر پہلے مسجد میں بیٹھ گئے تھے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا، حالانکہ بیٹھنے کے بعد تو تمہارے نزدیک تحیۃ المسجد ہوتی ہی نہیں، پھر اس سے کیسے استدلال کروگے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ ایک جزئی واقعہ ہے کسی خاص مقصد کیلئے ہے، اس کو ضابطہ کے طور پر نہیں اپنایا جاسکتا، کیونکہ اس سے بہت ساری احادیث اور تعامل امت سے تعارض آئے گا۔ باقی سلیک غطفانی ؓ سے متعلق قولی حدیث کا جواب یہ ہے کہ دارقطنی نے امام بخاری کی ایک سو روایات پر تنقید کی ہے۔ اس میں ایک یہی مذکورہ روایت ہے، جس کو مسلم نے تو کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن امام بخاری نے شاید اسی وجہ سے اس کو ترجمۃ الباب میں تو نقل کیا ہے، لیکن اصل کتاب میں درج نہیں فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ خطبہ جمعہ کے دوران سلام منع ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا منع ہے، ذکر وتلاوت منع ہے تو تحیۃ المسجد ایک مستحب حکم کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے، جبکہ یہ اباحت وحرمت کا مسئلہ بھی ہے، جس میں ترجیح حرمت کو دی جاتی ہے۔

۲۰۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ، عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَمَا قَالَ حَمَّادٌ وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّكْعَتَيْنِ .

اس سند سے بھی حماد والی مذکورہ حدیث (خطبہ جمعہ کے دوران ایک شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا، اٹھو اور نماز پڑھو) ہی منقول ہے۔ باقی اس روایت میں دو رکعت کا ذکر نہیں۔

۲۰۱۸- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ، إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ " أَصَلَّيْتَ " . قَالَ لاَ . قَالَ " قُمْ فَصَلِّ الرَّكْعَتَيْنِ " . وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ " صَلِّ رَكْعَتَيْنِ " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ قتیبہ کی روایت میں "فصل الرکعتین" کے بجائے "صل رکعتین" ہے۔

۲۰۱۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ " أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ " . قَالَ لاَ . فَقَالَ " ارْكَعْ " .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو نے دو رکعت پڑھ لیں؟ اس نے جواب دیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو دو رکعت پڑھ لو۔

۲۰۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ فَقَالَ " إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ خَرَجَ الإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ " .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام بھی نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت (تحیۃ المسجد خطبہ سے پہلے) پڑھ لے۔

۲۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ " . قَالَ لاَ . قَالَ " قُمْ فَارْكَعْهُمَا " .

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز اس وقت آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ چکے تھے، سلیک بھی بیٹھ گئے، نماز پڑھنے سے پہلے ہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نے دو رکعتیں پڑھ لیں؟ انہوں نے کہا نہیں! فرمایا کہ اٹھو دو پڑھو۔"

۲۰۲۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، كِلاَهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، - قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى، - عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ " يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا - ثُمَّ قَالَ - إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، سلیک رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلیک اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو اور مختصر پڑھنا۔ پھر فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کیلئے آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہئے کہ دو رکعات پڑھے اور ان میں مختصر قرأت کرے۔"

باب حديث التعليم فى الخطبة

خطبہ کے دوران کسی کے ساتھ تعلیم کی باتیں کرنا

اس باب میں امام مسلمؒ نے ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۲۳ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ قَالَ أَبُو رِفَاعَةَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ - قَالَ - فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيدًا - قَالَ - فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا .

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ ابو رفاعہؓ نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ایک اجنبی غریب الدیار شخص آپ سے اپنے دین کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے وہ نہیں جانتا کہ دین (کے احکامات) کیا ہیں؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اپنا خطبہ چھوڑ دیا، یہاں تک کہ میرے بالکل قریب آگئے ایک کرسی لائی گئی، میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے اور مجھے وہ احکامات سکھانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھائے تھے، پھر خطبہ کیلئے آئے اور اس کے آخری حصہ کو پورا فرمایا۔

تشریح:

"قال ابو رفاعة" یہ ابو رفاعہ عدوی صحابی ہیں، ان کا نام تمیم بن اسد تھا۔ صحابہ کے فصحاء اور خطباء میں سے شمار ہوتے تھے۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ ۴۴ھ میں کابل کے ایک جہادی معرکہ میں شہید ہوگئے تھے۔ حضرت ابن عامرؓ نے کابل کو فتح کیا تھا۔

"وهو يخطب" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ "رجل غريب" حضرت ابو رفاعہ نے اپنے آپ کو غائب بنا کر انتہائی لطیف انداز سے سوال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

یہاں یہ سوال ہے کہ یہ خطبہ کونسا تھا، آیا جمعہ کا خطبہ تھا یا عام خطبہ اور بیان تھا۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ خطبہ امر بالمعروف کا کوئی خطبہ تھا، جمعہ کا خطبہ نہیں تھا۔ اس لئے اس میں یہ طویل فاصلہ جائز سمجھا گیا اور ممکن ہے کہ جمعہ کا خطبہ ہو، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ختم کیا اور اس شخص کو تعلیم دینے کے بعد پھر شروع کیا اور ممکن ہے کہ اس شخص کی تعلیم خطبہ کا حصہ ہو۔ جمعہ کے خطبہ میں اس طرح کلام کرنا جائز ہے اور چلنا بھی منع نہیں ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے صرف احتمال اول کو صحیح قرار دیا ہے، باقی دو کو مسترد کر دیا ہے، پھر علامہ عثمانیؒ نے بدائع صنائع کا ایک کلام نقل کیا ہے، عربی عبارت ملاحظہ ہو:

"قال صاحب البدائع من اصحابنا و يكره للخطيب ان يتكلم فی حالة الخطبة و لو فعل لاتفسد الخطبة لانها ليست بصلاة فلا يفسدها كلام الناس لكنه يكره لانها شرعت منظومة كالاذان و الكلام يقطع النظم الا اذا كان الكلام امرا بالمعروف فلا يكره الخ" (فتح الملهم)

بہر حال حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران حضرت عثمانؓ سے باتیں کی ہیں۔ نہاوند میں لڑنے والے کمانڈر ساریہ سے خطبہ کے دوران باتیں کی ہیں۔ یہ امر معروف تھا جو جائز ہے۔ "فأتي بكرسي" یعنی ایسی کرسی لائی گئی جس کے پائے لوہے کے تھے۔ "فقعد عليه" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کرسی پر بیٹھ گئے، اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرسی پر بیٹھنا ثابت ہے۔

علامہ نوویؒ نے اس حدیث سے چند فوائد کا استنباط کیا ہے، فرماتے ہیں کہ سائل کو انتہائی لطیف انداز سے سوال کرنا چاہئے، جس طرح اس سائل نے طریقہ اختیار کیا، اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت وتواضع اور صحابہؓ کے ساتھ انتہائی رحمت سے پیش آنا ثابت ہوتا ہے اور اس سے مستفتی کے سوال کا جلدی جلدی جواب دینا ثابت ہوتا ہے اور اہم سے اہم حکم کو پہلے بیان کرنا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہ سائل ایمان اور عقائد سے متعلق سوال کر رہا تھا۔

باب ما يقرأ في صلاة الجمعة

جمعہ کی نماز میں کونسی سورتیں پڑھی جاتی ہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٠٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، - وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ - عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ - قَالَ - فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ . فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

ابن ابی رافع کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود مکہ آ گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی اور دوسری رکعت میں سورۂ جمعہ کے بعد سورۂ منافقون بھی پڑھی۔ جب ابو ہریرہؓ نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو میں نے انہیں جالیا اور کہا کہ آپ نے دو سورتیں پڑھی ہیں اور حضرت علیؓ بن ابی طالب بھی یہی دو سورتیں پڑھا کرتے تھے کوفہ میں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن یہی دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح:

"ابا هريرة على المدينة" مروان بن حکم مدینہ منورہ کا گورنر تھا، کبھی کبھی سفر پر جاتے تھے تو حضرت ابو ہریرہؓ کو مدینہ پر اپنا قائم مقام

مقرر کرتے تھے۔اس روایت میں یہی قصہ ہے۔"و خرج الی مكة"یعنی مروان مکہ کیلئے روانہ ہوگیا۔اس کے بعد نمازوں کا انتظام ابو ہریرہؓ کے سپرد ہو گیا۔آپ نے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورت جمعہ اور دوسری رکعت میں سورت منافقون پڑھ کر نماز پڑھادی۔ ابن ابی رافع کی ملاقات جب حضرت ابو ہریرہؓ سے ہوئی تو وہ ان سے کہنے لگے کہ میں نے کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بھی یہی سورتیں پڑھیں۔حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے خودسنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔اس باب کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے ساتھ ان سورتوں کو پڑھا ہے۔یہ مطلب نہیں ہے کہ دیگر سورتوں کو نہیں پڑھا۔آگے روایات میں دیگر سورتوں کے پڑھنے کا ذکر ملتا ہے،لہٰذا یہ حکم اکثری ہے،حکم کلی نہیں ہے۔تاہم مساجد کے ائمہ کو چاہئے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کریں اور حدر کے ساتھ ان سورتوں کے پڑھنے کا اہتمام کریں،ایسا لزوم بھی نہ کریں کہ عقیدہ خراب ہو،جن روایتوں میں السجدة الاولی کا لفظ آیا ہے،اس سے رکعت اولی مراد ہے"تسمية الكل باسم الجزء"

۲۰۲۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالاَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، - يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ - كِلاَهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ . بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي، رِوَايَةِ حَاتِمٍ فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي السَّجْدَةِ الأُولَى وَفِي الآخِرَةِ ﴿ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ وَرِوَايَةُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِثْلُ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ .

حضرت عبیداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حسب سابق روایت نقل کی،فرق صرف اتنا ہے کہ حاتم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون پڑھی اور عبدالعزیز کی روایت سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرح ہے۔

۲۰۲۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ، - قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، - عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ، سَالِمٍ مَوْلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِـ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى﴾ وَ ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلاَتَيْنِ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سورة الاعلىٰ اور سورة الغاشية پڑھا کرتے تھے اور جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جاتے (یعنی عید جمعہ کی پڑ جاتی) تو بھی انہی دو سورتوں کو دونوں ہی نمازوں میں پڑھتے تھے۔

۲۰۲۷- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، بِهَذَا الإِسْنَادِ .

حضرت ابراہیم بن منتشر سے اسی سند حسب سابق روایت مروی ہے۔

۲۰۲۸ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ يَسْأَلُهُ أَيَّ شَيْءٍ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِوَى سُورَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ ﴿هَلْ أَتَاكَ﴾

عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیرؓ کو لکھا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کونسی سورت پڑھا کرتے تھے؟ سورۃ الجمعہ کے علاوہ؟ نعمانؓ نے فرمایا، آپ سورۃ الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے۔

باب ما يقرأ في يوم الجمعة

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں جو سورت پڑھی جاتی ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الم * تَنْزِيلُ﴾ السَّجْدَةُ وَ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ﴾ وَأَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلاَةِ الْجُمُعَةِ سُورَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی فجر میں سورۃ الم تنزیل السجدہ اور سورۃ الدہر پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے۔

۲۰۳۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح، وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، كِلاَهُمَا عَنْ سُفْيَانَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . مِثْلَهُ .

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ یہ روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی فجر میں سورۃ السجدہ اور سورۃ دہر پڑھا کرتے تھے اور جمعہ میں سورۃ الجمعہ و سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے) ان اسناد سے مروی ہے۔

۲۰۳۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُخَوَّلٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . مِثْلَهُ فِي الصَّلاَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا . كَمَا قَالَ سُفْيَانُ.

مخول سے اسی سند کے ساتھ روایت منقول ہے، دونوں نمازوں کے بارے میں جیسا کہ سفیان نے بیان کیا۔

۲۰۳۲ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الم* تَنْزِيلُ﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَى﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز فجر کی نماز میں الم تنزیل اور سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے۔

۲۰۳۳ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، . أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِـ ﴿الم *تَنْزِيلُ﴾ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم تنزیل پہلی رکعت میں اور دوسری میں سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے۔

تشریح:

"**فی الصبح یوم الجمعة**" سورت الم سجدہ اور سورت دہر جمعہ کے دن پڑھنے کا ثبوت اس باب کی تمام احادیث سے ملتا ہے اور فجر کی نماز کی تصریح بھی ہے اور سعودی عرب میں مساجد میں اور حرمین شریفین میں اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ پاکستان کے علماء اور ائمہ حضرات کو چاہئے کہ اس سنت کو زندہ کریں اور جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اس کا اہتمام رکھیں، حدر کے ساتھ پڑھنے سے بارہ منٹ میں نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ کراچی میں قاری مفتاح اللہ صاحب، قاری قاسم صاحب اور مولانا نورالرحمٰن صاحب اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں نے قلندر آباد کی اپنی مسجد ابوذر غفاری میں اپنے بیٹے مولوی رشید احمد کو اس کی ترغیب دی ہے، وہ عمل کر رہا ہے۔ الحمد للہ عوام اس میں شوق رکھتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لزوم کی حد تک اس کا اہتمام نہ کیا جائے، لزوم کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، لیکن عجم کے ہاں لزوم کہاں ہے، اس استحبابی عمل کو کسی نے دیکھا تک نہیں ہے۔

باب الصلوة بعد الجمعة

جمعہ کی نماز کے بعد سنتوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۳۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي، هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا " .

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھا کرے۔"

تشریح:

"بعدها اربعاً"، یعنی جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو اس کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لیا کرو، اس باب کی احادیث میں جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات سنتوں کا ذکر بھی ہے اور دو رکعتوں کے پڑھنے کا ذکر بھی ہے اور بعض روایات میں چھ رکعات کا ذکر بھی ہے، اس لئے فقہاء کرام کی آراء میں کچھ اختلاف ہے، لیکن یہ صرف افضل اور اولیٰ کا اختلاف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد سنتوں کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات سنت ہیں اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔ کتاب الام میں امام شافعیؒ نے چار رکعات پڑھنے کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعات سنت ہیں، پہلے چار سنت پڑھی جائیں اور پھر دو سنت پڑھ لی جائے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ کامل سنت چار رکعات ہیں اور اقل قلیل دو رکعات ہیں۔ علامہ اسحاق بن راہویہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں سنت پڑھنا چاہتا ہے تو وہ چار رکعات پڑھے اور اگر گھر میں سنت پڑھنا چاہتا ہے تو پھر دو رکعت پڑھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو رکعتیں پڑھنا چاہے یا چار پڑھنا چاہے یا چھ پڑھنا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

دلائل

امام شافعیؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں چار رکعات کا ذکر ہے۔ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: "فنص الشافعی فی "الام" علی انه یصلی بعد الجمعة اربع رکعات اه" امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔
امام ابو یوسفؒ نے چار رکعت والی حدیث کو بھی لیا اور دو رکعات والی حدیث کو بھی لیا تو دونوں پر عمل کرنے کیلئے چھ رکعات کا فتویٰ دیا۔
امام احمد بن حنبلؒ نے تمام روایات پر عمل کرنے کی غرض سے دو، چار اور چھ کا قول کیا ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے جمعہ کے بعد سنتوں کو مسجد میں پڑھنے اور گھر میں پڑھنے کا فرق کیا ہے کہ مسجد میں چار پڑھیں اور گھر میں دو پڑھیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت بھی اسی طرح ہے۔
غیر مقلد حضرات کہتے ہیں کہ دو رکعت سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہیں اور چار مستحب کے درجہ میں ہیں تو تعارض نہیں یا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو دو رکعات پڑھی ہیں اور امت کو چار کا حکم دیا ہے تو تعارض نہیں ہے۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں پر عمل کر کے چھ رکعات بھی پڑھ سکتے ہیں۔ خلاصہ بحث یہی نکلتا ہے کہ سب کے نزدیک چھ رکعات پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ "لما روی عن علیؓ انه قال من کان مصلیاً بعد الجمعة فلیصل ستاً" (فتح الملهم) "و اخرج ابن ابی شیبة فی مصنفه عن ابی عبد الرحمن انه قدم علینا ابن مسعودؓ فکان یأمرنا ان نصلی اربعاً فلما قدم علینا علیؓ أمرنا ان نصلی ستاً فأخذنا بقول علی و ترکنا قول عبد الله" (فتح الملهم) اور اسی پر احناف کا عمل ہے۔

اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ جمعہ کی نماز سے پہلے دوسنت ہیں یا چار ہیں تو ائمہ احناف چار کے قائل ہیں۔ان کا استدلال اس روایت سے ہے، جس کو حافظ عراقی نے نقل کیا ہے۔الفاظ یہ ہیں:"انه علیه السلام کان یصلی قبلها اربعاً" "و روی الترمذی ان ابن مسعود یصلی قبلها اربعاً و بعدها اربعاً و الظاهر انه موقوف" (فتح الملهم)

۲۰۳۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوا أَرْبَعًا " . - زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سُهَيْلٌ فَإِنْ عَجِلَ بِكَ شَىْءٌ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَكْعَتَيْنِ إِذَا رَجَعْتَ " .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جمعہ کی نماز کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعات پڑھو۔" عمر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابن ادریس نے کہا کہ سہیلؒ نے فرمایا: اگر تمہیں کچھ جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں پڑھ لو اور دو رکعت گھر لوٹنے کے بعد پڑھ لو۔"

۲۰۳۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، كِلاَهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا " . وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ " مِنْكُمْ " .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چاہئے کہ چار رکعات پڑھے۔" اور جریر کی روایت میں "منکم" کا لفظ نہیں ہے۔

۲۰۳۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالاَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ انْصَرَفَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ ذَلِكَ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس پلٹتے تو گھر میں آ کر دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا۔

۲۰۳۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ وَصَفَ تَطَوُّعَ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَكَانَ لاَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ . قَالَ يَحْيَى أَظُنُّنِي قَرَأْتُ فَيُصَلِّي أَوِ الْبَتَّةَ .

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کو بیان کیا اور فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد کوئی نماز نہ پڑھتے تھے یہاں تک کہ واپس پلٹتے اور گھر میں دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ یحیٰ (راوی) کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ میں نے یہ حدیث پڑھتے وقت یہ بھی پڑھا تھا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پڑھتے تھے۔''

تشریح:

''**اظنه قرأت فيصلي او البتة**'' یعنی یحیٰ فرماتے ہیں کہ فیصلی کا جو لفظ ہے، اس میں مجھے تردد ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے امام مالکؒ پر جو پڑھا، وہ فیصلی کا لفظ تھا۔ اس شک کو دور کرنے کیلئے پھر فرمایا کہ نہیں، بلکہ مجھے یقین ہے کہ یہ لفظ فیصلی ہی ہے۔ گویا ''او البتة، بل البتة'' کے معنی میں ہے۔ ''قال واحد من الشراح معناه أظن أني قرأت على مالك في روايتي عنه "فيصلي" او اجزم على ذلك يعني ان لفظة "فيصلي" متردد في قرأته اياها بين الظن و اليقين''

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ .

سالمؒ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ أَبِي الْخُوَارِ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ، رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلاَةِ فَقَالَ نَعَمْ . صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الإِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَىَّ فَقَالَ لاَ تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلاَ تَصِلْهَا بِصَلاَةٍ حَتَّى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَمَرَنَا بِذَلِكَ أَنْ لاَ تُوصَلَ صَلاَةٌ حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ .

عمر بن عطاء بن ابی الخوار کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انہیں سائب ابن اخت نمر کے پاس بھیجا یہ پوچھنے کیلئے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز میں کیا دیکھا ہے؟ سائبؓ نے کہا کہ ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا ہے، جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، جب کہ وہ اندر چلے گئے تو مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ جو تم نے کیا (یعنی نماز جمعہ کے فوراً بعد نماز پڑھی) آئندہ ایسا مت کرنا، جب تم جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ کوئی نماز نہ ملاؤ، یہاں تک کہ تم کچھ بات چیت کر لو یا اس جگہ سے نکل جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم فرمایا ہے کہ ہم ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز کو نہ ملائیں، یہاں تک کہ کوئی گفتگو کر لیں یا اس جگہ سے نکل جائیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ دو نمازوں کے درمیان کوئی بیان کر لینا چاہئے خواہ کسی سے گفتگو کر کے ہو یا جگہ تبدیل کر کے۔ واللہ اعلم)

تشریح:

''**السائب ابن أخت نمر**'' یہ سائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ الکندی ہیں۔ چھوٹی عمر کے صحابی ہیں، سات سال کی عمر میں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کو سوق المدینہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ ۹۱ھ میں مدینہ منورہ میں سب سے آخری صحابی ہیں، جن کا انتقال ہوا تھا۔ "رآہ منہ معاویۃ" یعنی حضرت معاویہؓ نے ان سے نماز کا ایک عمل دیکھا تھا۔ نافع بن جبیر اسی سے متعلق ان سے سوال کرنا چاہتا تھا۔ "قال نعم" یعنی سائب بن یزید نے کہا کہ جی ہاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ "فی المقصورۃ" یعنی میں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں نماز پڑھی، جب امام نے سلام پھیرا تو میں کھڑا ہوا، اسی مقصورہ میں جمعہ کے بعد سنت پڑھنے لگا، جب حضرت معاویہ ؓ گھر چلے آئے تو میری طرف آدمی کو بھیجا اور پھر فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو، بلکہ جگہ تبدیل کر کے نماز پڑھا کرو۔ "المقصورہ" مسجد کے اندر ایک مخصوص کمرہ اور چبوترہ کو مقصورہ کہتے ہیں۔ اس بند کمرے میں خاص خاص لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ پر جب ایک خارجی نے حملہ کیا تو بطور حفاظت آپ نے مسجد میں ایک مخصوص جگہ بنالی۔ آج بھی خاص حکام کیلئے مخصوص جگہ ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح جگہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اکثر سلف صالحین نے اس طرح مخصوص جگہ میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے، البتہ حضرت ابن عمرؓ اور احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راھویہؒ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب اس طرح مقصورہ میں ہوتے تو نماز کے وقت اس سے نکل کر کھلی مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جب مقصورہ میں آنے جانے کی کھلی اجازت ہو تو اس میں جمعہ کی نماز جائز ہے، ورنہ نہیں۔ بہرحال اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جمعہ پڑھنے کے بعد جگہ تبدیل کرنا مستحب ہے، خواہ گفتگو کرنے سے فاصلہ آجائے یا جگہ تبدیل کر کے فاصلہ آجائے تاکہ الگ الگ جگہ سجدہ کرنے کیلئے گواہ بن جائے۔

جمعہ کے دن کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ

۲۰۴۱- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءٍ، أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ . وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمَ قُمْتُ فِي مَقَامِي وَلَمْ يَذْكُرِ الإِمَامَ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کے دونمازوں کے درمیان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرق کرنے کا حکم دیا) مروی ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب امام نے سلام پھیرا میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور امام کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح:

اس حدیث سے متعلق تو کوئی تشریح نہیں ہے، لیکن امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں کسی اور مقام پر ایک حدیث نقل کی ہے جو جمعہ سے متعلق ہے۔ میں اس حدیث کو یہاں لکھتا ہوں اور اس کی تشریح لکھ دیتا ہوں:

"وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لا يُقيمنَّ احدُكم أخاه يومَ الجمعةِ ثم يخالف الى مقعده فيقعد فيه و لكن يقول افسحوا" (رواہ مسلم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن (جامع مسجد میں پہنچ کر) اپنے مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے اور وہاں خود بیٹھنے کا خود ارادہ نہ کرے۔ ہاں (لوگوں سے) یہ کہہ دے کہ (بھائیو) جگہ کشادہ کرو۔'' (مسلم)

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن ازدحام کی وجہ سے جگہ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے اور خاص کر حرمین شریفین میں یہ مسئلہ سنگین صورت اختیار کرتا ہے، یہ حکم تمام نمازوں کیلئے ہے، لیکن اس کی صورت جمعہ میں یا عیدین میں زیادہ پیش آتی ہے، اس لئے اس کو جمعہ میں ذکر فرمایا ہے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص آ کر دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے بزور قوت اٹھا کر خود اس جگہ میں بیٹھتا ہے۔ یہ تو خالص حرام ہے اور اگر وہ شخص رضا کارانہ طور پر جگہ چھوڑتا ہے تو ظاہر وباطن دونوں کی رضا ضروری ہے، نہ یہ کہ خوف وحیا، یا امید ولالچ کی وجہ سے وہ اجازت دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو پہلے مسجد کی طرف بھیجتا ہے اور وہ جا کر اس شخص کیلئے جگہ گھیر لیتا ہے اور خود اس میں بیٹھتا ہے، پھر وہ شخص آتا ہے اور اس جگہ میں بیٹھ جاتا ہے اور خود یہ جگہ پکڑنے والا اٹھ کر چلا جاتا ہے، یہ صورت اس وقت جائز ہے جبکہ آنے والا شخص عالم فاضل ہو اور مخدوم و بزرگ ہو تو اس کمتر خادم کیلئے یہ ایثار کرنا جائز ہے، لیکن اگر وہ شخص عالم فاضل نہیں، نہ درجہ میں اس سے بڑا ہے تو اس کا بیٹھنا اور اس کا اٹھ کر چلا جانا یہ مکروہ ہے اور یہ صورت اس وقت قبیح تر بن جاتی ہے، جبکہ جگہ پکڑنے والا شخص اس لئے جگہ گھیرتا ہے کہ وہ اس کو کچھ پیسہ دیدیگا جیسا کہ آج کل رمضان میں حرم شریف میں عرب شیوخ کا تکرونی غریب کالے مسلمانوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے اور شاید زمانہ قدیم میں بھی یہی سلسلہ کسی دوسری صورت میں ہوتا ہوگا، تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ آج کل تو یہ صورت حال ظلم کی حد تک پہنچ چکی ہے، اسی لئے ایک اللہ والے نے کہا کہ جن لوگوں کی عبادت میں یہ ظلم ہوتا ہے عبادت کے علاوہ ان کے ظلم وگناہ کا کیا عالم ہوگا؟

مسجدوں کی زمین وقف ہے، جو شخص پہلے آگیا اسی کا حق ہے کہ وہاں بیٹھ جائے، اب مسئلہ ''ایثار بالتبرع'' کا ہے، یعنی ایک طالب علم اپنے استاد کو اگلی صف میں اپنی جگہ کھڑا کرتا ہے اور خود ایثار وقربانی کر کے ثواب سے دستبردار ہو کر پیچھے صف میں چلا جاتا ہے۔ اس کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ جائز ہے، بعض کہتے ہیں ''ایثار بالتبرع'' مکروہ ہے۔

''افسحوا'' یہ حدیث ہمیں یہ تعلیم دے رہی ہے کہ ایک دوسرے سے جگہ پکڑنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ تم آپس میں کشادگی اور وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرو، نہ کسی کو بھگاؤ اور نہ کسی کو اٹھاؤ۔

جمعہ کے دن ایک سے زائد اذان کی بحث

جمعہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے ایک زائد اذان کا اضافہ ہوگیا تھا، اس کی شرعی حیثیت کیلئے امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے، اسی کو تشریح کے ساتھ لکھتا ہوں:

"وعن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس الامام على المنبر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و عمر فلما كان عثمان و كثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء" (رواه البخاري)

اور حضرت سائب ابن یزید فرماتے ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان وہ ہوتی تھی جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے مگر جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو تیسری اذان کا اضافہ کیا گیا جو زوراء میں دی جاتی تھی۔'' (بخاری)

تشریح:

''النداء الثالث'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جمعہ کے لئے ایک ہی اذان اس وقت ہوتی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی یہی طریقہ تھا پھر جب حضرت عثمانؓ بن عفان کا دور آ گیا اور لوگ زیادہ ہو گئے، مشاغل بھی بڑھ گئے اور لوگوں کے مکانات بھی مسجد نبویؐ سے کافی دور تک چلے گئے، اب لوگوں کیلئے جمعہ کی نماز میں شامل ہونا مشکل ہو گیا، کیونکہ منبر پر بیٹھنے کے وقت اذان کے بعد اس قلیل وقت میں لوگ خطبہ سننے سے بھی محروم ہو جاتے اور جماعت میں شریک ہونا بھی مشکل ہو رہا تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے مدینہ سے باہر ایک بلند مقام زوراء پر وقت شروع ہونے پر اذان دینے کا حکم دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والی اذان اول کو بھی اسی وقت میں برقرار رکھا۔ اس سے لوگوں کو یہ آسانی حاصل ہوئی کہ وقت کے شروع ہونے پر مسجد میں اکھٹے ہو جاتے اور پھر خطبہ کی اذان کے وقت مسجد ہی میں حاضر رہتے اور خطبہ وجمعہ میں شریک ہوتے۔ آج تک مسلمانوں میں یہی طریقہ رائج ہے۔ اس مبارک دور میں بھی کسی نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض نہیں کیا۔ صحابہ نے دیکھا اور سنا اور خاموش رہے۔ اس طرح اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہو گیا لہٰذا اس اذان کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

جس طرح غیر مقلد حضرات کہتے ہیں اور اپنی مساجد میں اس پر عمل بھی نہیں کرتے ہیں۔ میں نے خود ایک غیر مقلد سے سنا کہ یہ اذان حضرت عثمانؓ نے گھڑلی ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ ان کی خود ایک شرعی حیثیت اور اتھارٹی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين" کہ میری سنت اور طریقہ کو اپناؤ اور خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ کو مضبوطی سے اپناؤ۔

پھر صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی ہو گیا اور تمام مسلمانوں نے اس کو قبول بھی کر لیا۔ حرمین شریفین میں اس پر عمل ہو رہا ہے، پھر اس کو گھڑی ہوئی اذان کہنا اور اس پر عمل نہ کرنا بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین نے ہر اس مسئلہ کا انکار کیا ہے جو صحابہ کی جماعت سے ثابت ہو یا خلفاء راشدینؓ کے قول وفعل سے رائج ہوا ہو، مثلاً بیس رکعات تراویح اور طلقات ثلاثہ کا واقع ہونا، جمعہ کی تیسری اذان ور دیگر کئی مسائل کا وہ اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ صحابہؓ کے زمانے سے رائج ہوئے ہیں۔

سوال: یہاں اس حدیث میں اس اذان کو "النداء الثالث" کے نام سے یاد کیا گیا ہے، حالانکہ جمعہ کے دن ظہر کے وقت دو اذانیں

ہوتی ہیں، تین کہاں ہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کے تحت جب یہ تیسری اذان اذان جمعہ کے دن وقت ظہر کی آمد پر کہی جانے لگی تو یہ سب سے اول اذان بن گئی۔ اس کے بعد منبر کے سامنے خطیب کی آمد پر بوقت خطبہ جواذان تھی وہ ترتیب کے اعتبار سے دوسری اذان بن گئی اور اس کے بعد نماز کیلئے اقامت تیسری اذان بن گئی، کیونکہ اقامت بھی "اذان الحاضرین" ہے۔ آج کل لوگ اسی ترتیب کو سمجھتے ہیں اور شمار کرنے میں بھی اسی طرح شمار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے پہلی اذان وہی تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بوقت خطبہ ہوتی تھی، اس کے بعد اقامت کو اذان ثانی سے یاد کیا گیا اور جب یہ اذان حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شروع ہوئی تو یہ اصل ترتیب کے لحاظ سے تیسری اذان تھی، اسی لئے زیر بحث روایت میں اس کو اذان ثالث کہہ دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اقامت کو اذان کہنے کی وجہ سے اذانیں تین ہوگئیں اور اصل ترتیب کے اعتبار سے یہ زائد اذان تیسرے نمبر پر تیسری اذان سے موسوم ہوگئی تو آج کل جس اذان کو ہم پہلی اذان کہتے ہیں یہ تیسری اذان ہے اور جس کو ہم دوسری اذان کہتے ہیں وہ پہلی ہے۔

"فلما کان" یہ کان تامہ ہے یا خبر محذوف ہے: "ای فلما کان عثمان رضی الله عنه خلیفة"

خرید وفروخت کس اذان سے بند ہوگی؟

اب سوال یہ ہے خرید وفرخت کی ممانعت کس اذان سے وابستہ ہوگی، اسی طرح "سعی الی الجمعة" کس اذان کے بعد واجب ہوگی؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے لمعات ج ۴ص ۱۸۴ پر لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق اسی اذان سے ہے جو خطیب کے سامنے بوقت خطبہ ہوتی ہے، لیکن عام علماء وفقہاء فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وجوب سعی اور حرمت بیع وشراء میں اسی نئی اذان کا اعتبار ہے جو حضرت عثمانؓ کے دور میں شروع ہوگئی تھی، کیونکہ اصل مدار اِس پر ہے کہ لوگوں کو وقت کے اندر جمعہ کی اذان جب سنائی دے گی تو ان پر لازم ہو جاتا ہے کہ سعی شروع کریں اور خرید وفروخت ترک کریں، اعلان اسی جدید اذان سے ہوتا ہے اور لوگ اسی اذان کو سنتے ہیں، لہٰذا اسی کا اعتبار ہوگا۔ ہدایہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

کتاب صلوٰة العیدین

عیدین کی نماز کا بیان

قال اللہ تعالیٰ : ﴿**اللھم انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا**﴾ (مائدہ)

و قال اللہ تعالیٰ : ﴿**فصل لربک و انحر**﴾ و قال اللہ تعالیٰ : ﴿**و لتکبروا اللہ علی ما ھدکم**﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ نے وہاں دیکھا کہ لوگ ایک دن خوشی منا رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے، جس میں تم کھیلتے ہو اور خوشی مناتے ہو؟ انہوں نے جواب میں بتایا کہ اسلام سے پہلے ہم ان دو دنوں یعنی نیروز اور مہرجان میں جاہلیت کے زمانے میں کھیلتے اور خوشی منایا کرتے تھے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو دنوں کے بدلے میں تم کو بہترین دو دن عطا کئے۔ ان میں سے ایک عید الفطر کا دن ہے اور ایک عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ یہ تفصیل سنن کی کتابوں میں ہے۔

اسلام چونکہ کامل و مکمل بلکہ اکمل مذہب ہے، اس لئے اس میں خوشی اور غم کے تمام قواعد اور احکام موجود ہیں۔ چنانچہ دنیا کے لوگ کوئی دیوالی کے موقع پر خوشی مناتے ہیں، کوئی کرسمس کے دن، کوئی دیگر ناموں سے دیگر ایام میں خوشیوں کا اہتمام کرتے ہیں، اسلام میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سال بھر میں دو دن خوشی کے عطا فرمائے، لیکن اسلام نے مسلمانوں کو جو عیدیں عطا فرمائی ہیں، وہ دیگر اقوام کی عیدوں کی طرح نہیں ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، عیاشیاں اور بدمعاشیاں ہوتی ہیں اور غفلت کا پورا انتظام ہوتا ہے، مسلمانوں کی عید کی ابتداء اطاعت خداوندی سے ہوتی ہے، جس میں صبح صبح سارے مسلمان ایک جان ایک زبان ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھروں مساجد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اپنے مذہبی پیشواؤں سے خوشی منانے اور خوشی اپنانے کی ہدایت و رہنمائی کی باتیں سنتے ہیں، پھر نماز عید پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی تقصیرات کو معاف کرتے ہیں، محبت کا اظہار کرتے ہیں، بڑوں کا احترام کرتے ہیں، قبرستان میں اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے جا کر دعا کرتے ہیں، پھر شرعی حدود میں رہ کر دن بھر اپنی خوشی مناتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں تاریخی دن ہیں۔

عید الفطر کے دن مسلمان اس لئے خوشی مناتے ہیں کہ اس سے پہلے پورے رمضان میں مسلمانوں نے روزے رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک مشکل عبادت کو پورا کیا۔ اب ان کو خوشی کی اجازت دی گئی۔ عید الاضحیٰ میں مسلمانوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی قربانی کو بطور یادگار اپنانے کا حکم دیا گیا تاکہ مسلمان اپنے بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں سے وابستہ رہیں اور جس طرح ان کے مذہبی پیشوا ایک بڑے امتحان میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی کا اظہار کیا، اسی طرح ان کے پیروکار بھی اللہ کو راضی کرنے کیلئے اور قربانی دینے کی عادت ڈالنے کیلئے قربانی کریں اور اس میں کامیاب ہونے پر اس دن میں شرعی حدود میں رہ کر خوشی منائیں۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی عید دنگل و فساد اور بدتمیزی کا نام نہیں، جیسا دوسری قوموں میں ہوتا ہے، بلکہ یہ سنجیدگی، عظمت و وقار و ہمدردی و خیر

خواہی اور اطاعت شعاری وخدمت گزاری کا نام ہے اور اپنے شعائر اسلام کے ساتھ وابستگی کا ایک بھرپور مظاہرہ ہے۔ مسلمان اس موقع پر یہ نعرہ لگا سکتے ہیں۔

من معشر سنت لهم آباء هم　　　ولكل قوم سنة و امامها

ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے اچھے طریقے بنا کر دیئے ہیں اور ہر قوم کے کچھ اچھے طریقے ہوتے ہیں اور اس کے بزرگ ہوتے ہیں۔

"العیدین" چونکہ سال میں دو عیدیں ہوتی ہیں، اس لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ عید عود سے ہے، لغوی طور پر عود لوٹنے کے معنی میں ہے، اب عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے، جس طرح ایک شاعر نے کہا۔

عيد و عيد و عيد اجتمعا　　　وجه الحبيب و يوم العيد و الجمعا

مگر خوشی کا یہ معنی عید کی تخصیص پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ سال میں لوٹ کر آنے والی چیزیں تو اور بھی بہت ہیں، اس لئے عید کے مفہوم میں خوشی اور سرور کو داخل مانا گیا ہے، یعنی عید عود سے ہے، کیونکہ یہ ہر سال نئی خوشیاں لے کر آتی ہے۔

شاعر ساحر کہتا ہے۔

عيد بأية حال عدت يا عيد　　　بما مضى ام بأمر فيك تجديد

یعنی کوئی نئی خوشی لے کر عید بن کر آرہی ہو یا وہی پرانی چیزیں دہرا کر آرہی ہو۔

نمازِ عید کی شرعی حیثیت

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ امام احمدؒ کا ایک قول فرض کفایہ کا بھی ہے؟ صاحبین بھی سنت مؤکدہ کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عیدین کی نماز واجب ہے۔

دلائل

جمہور کی دلیل ضمام بن ثعلبہ کی روایت ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں "الا ان تطوع" یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ سب تطوع اور سنت ہیں۔

جمہور کی دوسری دلیل یہ ہے کہ عید کی نماز کیلئے اذان نہیں ہے، اقامت نہیں ہے، یہ سنت ہونے کی دلیل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل ﴿ولتكبروا الله على ما هداكم﴾ قرآن کریم کی آیت ہے، اس آیت کا مصداق تکبیرات صلوٰۃ عید ہیں، جب تکبیرات امر کے صیغے کے ساتھ واجب قرار دیا گیا تو تکبیرات پر مشتمل نماز بھی واجب ہوگئی۔

اسی طرح ﴿فصل لربك و انحر﴾ میں بھی صلوٰۃ العید مراد ہے اور امر وجوب کے لیے ہے۔ لہٰذا عید کی نماز واجب ہے، یہ امام صاحب کی دوسری دلیل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تیسری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت ہے کہ آپ نے مدۃ العمر عیدین

کی نماز پڑھی ہے اور کبھی ترک نہیں کی۔ مواظبت من غیر ترک بھی وجوب کی دلیل ہے، نیز صحابہ کرامؓ اور اس کے بعد پوری امت نے عیدین کی نمازوں پر مواظبت فرمائی ہے۔ یہ بھی وجوب کی دلیل ہے۔

جواب

ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابتداء زمانہ کی بات ہے۔ اس وقت تک عید کا وجوب نہیں ہوا تھا یا یہ کہ اس حدیث میں فرائض قطعیہ کی بات ہے، عیدین کو ہم فرض قطعی نہیں کہتے، بلکہ واجب کہتے ہیں۔ باقی اذان فرض اعتقادی کیلئے ہوتی ہے، عید کی نماز فرض اعتقادی نہیں، بلکہ فرض عملی یعنی واجب ہے یا یہ جواب ہے کہ داعیہ کے موجود ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان واقامت نہیں دلوائی، آپ کا عدم عمل عدم جواز کی دلیل ہے، عید کے وجوب سے اذان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ کسی حدیث میں اذان کی ممانعت ہے۔

باب صلوٰۃ العیدین

صلوٰۃ عیدین کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۴۲- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، - قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، - أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ صَلاَةَ الْفِطْرِ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ قَالَ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَقَالَ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لاَ يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ فَتَلاَ هَذِهِ الآيَةَ حَتَّى فَرَغَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا " أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكِ " فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا مِنْهُنَّ نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لاَ يُدْرَى حِينَئِذٍ مَنْ هِيَ قَالَ " فَتَصَدَّقْنَ " . فَبَسَطَ بِلاَلٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ فِدًى لَكُنَّ أَبِي وَأُمِّي . فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِمَ فِي ثَوْبِ بِلاَلٍ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں عید الفطر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ شریک رہا ہوں۔ یہ سب حضرات نماز کو خطبہ سے قبل پڑھتے تھے اور نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ گویا میں اپنی آنکھوں سے (چشم تصور سے) یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے کر منبر سے نیچے اترے اور اپنے ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو بٹھا رہے ہیں، پھر ان کی صفیں چیرتے ہوئے عورتوں کی

صفوں تک آئے، بلال ؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: یاایھاالنبی اذا جاء ك المؤمنات یبایعنك......الایة پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔''تم سب بھی اسی بیعت وعہد پر ہو؟ ایک عورت نے جس کے علاوہ ان میں سے کسی نے جواب نہیں دیا جی ہاں یا نبی اللہ! راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خاتون کون ہے، پھران خواتین نے صدقہ دینا شروع کر دیا، بلالؓ نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور فرمانے لگے کہ: لاؤ''تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔اور ان خواتین نے چھلے، انگوٹھیاں بلال رضی اللہ عنہ، کے کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیں۔

تشریح:

''ثم یخطب'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر خلفائے راشدینؓ کے دور تک عیدین کی نماز کا طریقہ اس طرح ہوتا تھا کہ پہلے عید کی نماز ہوتی تھی اور نماز کے بعد عید کے دو خطبے ہوتے تھے۔جب بنوامیہ کے حکمرانوں کا دور آیا تو مروان بن حکم نے مدینہ منورہ میں اپنی گورنری کے زمانہ میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ خطبہ پہلے پڑھنے لگا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مروانی لوگ حضرت علیؓ کے بارے میں اچھا خیال نہیں رکھتے تھے، کبھی بیان میں ان کی طرف اشارے کرتے تھے۔لوگ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔خطبہ عید کا سننا چونکہ مسنون ہے، اس لئے اکثر لوگ واجب نماز پڑھ کر چلے جاتے اور یہ حکمران تنہا رہ جاتے۔اس پر ان حکمرانوں نے یہ حیلہ کیا کہ عید کا خطبہ پہلے پڑھنے لگے، لوگ نماز کے انتظار میں ان حکمرانوں کا خطبہ مجبوری کے تحت سنتے تھے۔سنت کے اس نقشے کی تبدیلی پر صحابہ کرامؓ اور تابعین علماء کرام نے وقتاً فوقتاً انکار کیا ہے۔اس باب کی آخری حدیث میں یہ قصہ اور پورا نقشہ مذکور ہے۔''یجلس الرجال'' تجلیس باب تفعیل سے ہے اور رجـال اس کیلئے مفعول بہ ہے۔لوگوں کے بٹھلانے کے معنی میں ہے کہ ہاتھ سے اشارہ فرما کر کہا کہ بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔''یشـقـهـم''یعنی لوگوں کی صفوں کو چیر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حلقے میں جا کر پہنچ گئے۔حضرت بلالؓ ساتھ تھے۔ ''انتن علی ذلك؟''یعنی آیت کریمہ میں عورتوں کی بیعت میں جن باتوں کا ذکر ہے تم ان باتوں کو مانتی ہو؟ وہ باتیں یہ ہیں کہ (۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (۵) بہتان تراشی نہ کرو (۶) کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرو۔ ''لـم یـجبـه غیرها'' یعنی عورتوں کی جماعت میں ایک خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ ہاں ہم یہ ساری باتیں مانتی ہیں۔ اس خاتون کا نام معلوم نہ ہوسکا کہ کون تھی۔''لایـدری مـن هـی'' یہ مجہول کا صیغہ عام نسخوں میں اسی طرح ہے۔مطلب یہ کہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ عورت کون تھی۔بعض شارحین کہتے ہیں کہ اس لفظ میں تصحیف ہوگئی ہے۔یہ مجہول کا صیغہ نہیں، بلکہ معروف کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل اس حدیث کا راوی حسن ہیں ''ای لا یدری حسن'' صحیح بخاری میں بھی امام بخاری نے اسی طرح نقل کیا ہے۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تصحیف یقینی نہیں ہے۔مجہول کا صیغہ بھی صحیح ہوسکتا ہے، یعنی عورتوں کی کثرت کی وجہ سے اور کپڑوں میں لپٹنے کی وجہ سے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ عورت کون تھی۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ خاتون اسماء بنت یزید بن سکن تھیں۔یہ اس زمانہ میں عورتوں کی خطیبہ کے نام سے مشہور تھیں۔''التی تعرف بخطیبة النساء''

"الفتخ" فا پر زبر ہے تا پر بھی ہے، خا ساکن ہے، یہ فتخة کی جمع ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ فتخ بڑی انگوٹھی کو کہتے ہیں۔ علامہ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ یہ وہ انگوٹھی ہوتی ہے جس میں نگینہ نہیں ہوتا ہے۔ فتخات اور افتاخ بھی اس کی جمع ہیں۔ میرے خیال میں فتخ اس انگوٹھی کو کہتے ہیں جو اوپر سے انگلی پر پہنی جاتی ہے۔ انگلی کی پشت پر آگے کی طرف لمبی نوکیلی ہو کر جاتی ہے۔ اس میں نگینہ نہیں ہوتا، اس کو پشتو میں شلے کہتے ہیں۔ اس کو انگوٹھی نہیں کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد "الخواتم" کا لفظ آیا ہے۔ اگر یہ خود انگوٹھی ہے تو اس کے بعد انگوٹھی کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے، چونکہ یہ قبائلی نظام کا لفظ ہے، لہٰذا شہری علماء اس کو نہیں سمجھتے ہیں اور عجیب انداز سے طرح طرح کی تشریح کرتے ہیں۔ یہاں ہاتھوں میں پہننے کے چار قسم کے زیورات ہوتے ہیں۔ میں نام لیتا ہوں، کچھ اردو کے نام ہوں گے، کچھ نام پشتو کے ہوں گے (۱) انگوٹھی (۲) سلے (۳) بازوبند یعنی مٹے (۴) وخے۔

٢٠٤٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ - قَالَ - ثُمَّ خَطَبَ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ فَذَكَّرَهُنَّ وَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ وَبِلاَلٌ قَائِلٌ بِثَوْبِهِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْخَاتَمَ وَالْخُرْصَ وَالشَّىْءَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید خطبہ سے قبل پڑھی، پھر اس کے بعد خطبہ دیا، دوران خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ خواتین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ نہیں سن پا رہی ہیں، لہٰذا آپ ان کے پاس آئے انہیں وعظ نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا، بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کپڑا پھیلائے ہوئے تھے عورتوں نے انگوٹھیاں چھلے اور دیگر اشیاء اس میں ڈالنا شروع کر دیں۔

٢٠٤٤ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، كِلاَهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث مروی ہے۔ یعنی کہ عید کی نماز خطبہ سے قبل ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے پڑھائی پھر خواتین کو بھی وعظ فرما کر صدقات کا حکم دیا۔ جس کو جمع کرنے والے بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

٢٠٤٥ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلاَةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَزَلَ وَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلاَلٍ وَبِلاَلٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِينَ النِّسَاءُ صَدَقَةً . قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ

لَا وَلَكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ بِهَا حِينَئِذٍ تُلْقِي الْمَرْأَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ وَيُلْقِينَ . قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَحَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ حِينَ يَفْرُغُ فَيُذَكِّرَهُنَّ قَالَ إِي لَعَمْرِي إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی ابتدا نماز سے کی خطبہ سے قبل۔ پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوگئے تو نیچے اترے (منبر سے) خواتین کے پاس آئے انہیں نصیحت وغیرہ کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلالؓ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کی اشیاء ڈالتی جا رہی تھیں۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے کہا کہ کیا یہ صدقۃ الفطر تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ یہ عام صدقہ تھا جو عورتیں کر رہی تھیں۔ چنانچہ بعض عورتیں اپنے چھلے ڈال رہی تھیں اور ڈال رہی تھیں، اور ڈال رہی تھیں، ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے کہا کہ کیا امام (حاکم) پر اب بھی واجب ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو کر خواتین کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کرے؟ فرمایا، ہاں میری جان کی قسم یہ تو ان کا حق ہے اور نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ یہ حاکم ایسا نہیں کرتے۔

تشریح:

''قائل بثوبه'' اوپر والی روایت میں یہ لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ چادر سے اشارہ کر رہے تھے۔ اسی کو دوسری روایت میں ''باسط ثوبه'' فرمایا ہے۔ ''یلقین ویلقین'' یہ تکرار کثرتِ عطیات کی طرف اشارہ ہے، یعنی عورتیں تو اپنے زیورات پھینکتی رہیں، پھینکتی رہیں۔ مختلف زیورات کی طرف بھی اشارہ لگتا ہے۔ ''احقا'' یعنی کیا یہ حق بنتا ہے، جہاں عورتوں تک آواز نہیں پہنچتی تو وقت کے خطیب و حاکم کو چاہئے کہ ان کے پاس جا کر بات سنا دے، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، مگر یہ حکمران اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے ہیں۔

۲۰۴۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الصَّلَاةَ يَوْمَ الْعِيدِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلَى بِلَالٍ فَأَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَحَثَّ عَلَى طَاعَتِهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ ثُمَّ مَضَى حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ " تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ " . فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ " . قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِينَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ مِنْ أَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِمِهِنَّ .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے روز نماز میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے قبل بغیر اذان اور اقامت کے عید کی نماز پڑھی، پھر بلال رضی اللہ عنہ کے سہارے کھڑے

ہوئے اور اللہ سے ڈرنے تقویٰ اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم فرمایا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر عورتوں کی طرف چلے اور ان کے پاس پہنچ کر انہیں بھی وعظ و نصائح سے نوازا اور فرمایا کہ تم صدقہ دیا کرو، کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کی ایندھن ہیں۔ اس اثناء میں ایک پچکے ہوئے گالوں والی عورت عورتوں کے درمیان میں سے اٹھی اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ (یعنی اکثر عورتیں جہنم کا ایندھن کیوں ہیں؟) فرمایا، اس لئے کہ تم عورتیں شکایت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکر گزار ہوتی ہو پھر عورتیں صدقہ دینا شروع ہو گئیں اپنے زیورات میں سے اور وہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں وغیرہ۔

تشریح:

''متو کئاً'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلال کے کندھے پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور عورتوں کے حلقے کی طرف جا رہے تھے۔ ''من سطة النساء'' سطة کا جو لفظ ہے، یہ اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے، بعض نسخوں میں واسطة النساء کا لفظ بھی ہے، اس سے عمدہ خاندان کی عورت مراد ہے۔ قاضی عیاض کا یہی خیال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ ''سفلة النساء'' ہے، یعنی ادنیٰ خاندان کی عورت تھی۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ''سِطَةٌ'' ہے جو وسط کے معنی میں ہے، یعنی وہ عورت مجلس کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ''سفعاء الخدین'' یعنی زیادہ مشقتوں اور غموں کی وجہ سے ان کے چہرے پر سیاہ دھبے پڑ گئے تھے۔ متغیر اللون کے معنی میں ہے۔ ''اقرطتهن'' قرط کی جمع ہے۔ یہ وہ زیورات ہیں جس کا تعلق کانوں سے ہوتا ہے، یعنی کانوں کی بالیاں نچھاور کرنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ''الخرص'' کا لفظ آیا ہے۔ وہ بھی کان کی بالیوں کو کہتے ہیں۔ قرط اور خرص میں فرق ہوتا ہے، مگر بہت کم فرق ہے۔

۲۰۴۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِيِّ، قَالاَ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلاَ يَوْمَ الأَضْحَى . ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ حِينٍ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَنِي قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِيُّ أَنْ لاَ أَذَانَ لِلصَّلاَةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِينَ يَخْرُجُ الإِمَامُ وَلاَ بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلاَ إِقَامَةَ وَلاَ نِدَاءَ وَلاَ شَىْءَ لاَ نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلاَ إِقَامَةَ .

حضرت ابن عباسؓ و جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہم دونوں فرماتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں ہوتی تھی۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عطاءؒ سے تھوڑی دیر کے بعد یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مجھے جابر بن عبداللہؓ نے بتلایا کہ عید الفطر میں جب امام نکلتا تھا تو اذان نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی امام کے نکلنے کے بعد ہوتی تھی۔ نہ اقامت تھی نہ اذان نہ کچھ اور۔ اس دن نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

تشریح:

''یعنی عطاء'' اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ابن جریج نے اپنے استاد شیخ عطاء سے یہی مسئلہ پہلے پوچھا تھا اور عطاء نے جواب دیا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ دونوں نے فرمایا کہ اذان نہ تو عید الفطر میں دی جاتی تھی اور نہ بقر عید میں ہوتی تھی۔ ابن جریج نے شاید

تفصیل معلوم کرنے کی غرض سے دوبارہ وہی مسئلہ پھر عطاء سے پوچھا۔اب شیخ عطاء نے صرف جابر بن عبداللہؓ کے حوالے سے حدیث بیان کی اور ابن عباسؓ کا نام نہیں لیا۔اسی طرح جابر بن عبداللہؓ نے اس دفعہ صرف عیدالفطر کا ذکر کیا اور عیدالاضحیٰ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ دونوں کا مسئلہ اور حکم ایک جیسے ہے۔لیکن یہاں اس حدیث میں بار بار تاکیدات آئی ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ ایک تاکید تو "و لا نداء و لا شیء" میں ہے جو "ان لا اذان و لا اقامة" کی تاکید ہے اور خود "لاشیء" بھی "لا نداء" کی تاکید کر رہا ہے۔اس کے بعد ایک اور تاکید ہے جو "لا نداء یومئذ و لا اقامة" میں ہے، یہ جملہ "لانداء و لاشیء" کی تاکید میں آیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ان تاکیدات کی وجہ کیا ہے، آخر ان تاکیدات کا مقصد کیا ہے؟

اس سوال کے سمجھنے کیلئے بلکہ اس حدیث کے سمجھنے کیلئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ملا علی قاریؒ کی تحقیق کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔دونوں کی الگ الگ تحقیق ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "نداء" سے "الصلوة الصلوة" یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ مراد ہیں، جو نماز کی اطلاع دینے کیلئے پکارے جاتے ہیں۔اس کے بعد "لا شیء" کا لفظ "لا نداء" کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے، پھر اسی کی تاکید کیلئے حدیث کے آخری الفاظ "لا نداء یومئذ و لا اقامة" لایا گیا ہے۔حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز کیلئے نہ اذان ہے نہ اقامت ہے اور نہ اس کے علاوہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ کے اعلانات ہیں۔یہ سب ناجائز ہیں۔ شیخ عبدالحق کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں جو رواج ہے کہ اذان تو نہیں دیتے، لیکن عید کی نماز کیلئے دوسرے اعلانات کرتے ہیں، اس حدیث سے سب ممنوع قرار پاتے ہیں۔شیخ عبدالحق کی یہ تحقیق بہت ہی عمدہ ہے اور حدیث کے سمجھنے کیلئے بالکل بے غبار کلام ہے۔اس کے مقابلے میں حضرت ملا علی قاریؒ کی تحقیق اس کے برعکس ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "و لا نداء" سے لے کر آخر تک جملہ پہلے کلام کیلئے تاکید ہے اور یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ "نداء" سے اذان مراد لی جائے اور اذان ہی کی نفی کی بار بار تاکید مقصود ہو، کیونکہ اذان کے علاوہ "الصلوة جامعة" وغیرہ کے الفاظ سے لوگوں کو عید کی نماز کیلئے بلانا مستحب ہے، لہٰذا اس کی نفی نہیں ہونی چاہئے تو ندا سے اذان مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ملا علی قاری کی تشریح کا مقصد یہ ہے کہ بار بار جو نفی کی گئی ہے۔یہ صرف اذان و اقامت کی نفی ہے۔اس کے علاوہ اعلانات کی نفی نہیں ہے۔اب یہ دونوں اقوال آپس میں متضاد ہیں۔اس کی تطبیق کیلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیخ عبدالحق نے "الصلوة جامعة" کی جو نفی کا حکم دیا ہے وہ اس ندا کی نفی ہے جو التزام کے ساتھ عیدگاہ کے اندر ہوتا ہے۔ظاہر ہے عیدگاہ کے اندر مسلسل اس طرح نعرے لگانا جائز نہیں ہے اور ملا علی قاری کا مطلب یہ ہوگا کہ عیدگاہ سے باہر کبھی کبھی اگر اس طرح "الصلوة جامعة" کی آواز لگا کر لوگوں کو بلایا جائے تو زیادہ حرج نہیں ہوگا۔بہرحال ملا علی قاری کی تحقیق ظاہر حدیث کے موافق نہیں ہے۔شیخ عبدالحق کی تحقیق واضح اور بہتر ہے۔آج کل یہ بدعت پاکستان میں موجود نہیں۔شاید دوسرے ملکوں میں ہو۔

٢٠٤٨ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ أَوَّلَ مَا بُويِعَ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ فَلَا تُؤَذِّنْ لَهَا - قَالَ - فَلَمْ يُؤَذِّنْ لَهَا

ابنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَهُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مَعَ ذَلِكَ إِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلاَةِ وَإِنَّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يُفْعَلُ - قَالَ - فَصَلَّى ابْنُ الزُّبَيْرِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ .

عطاء سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے ابن زبیرؓ کی طرف پیغام بھیجا جب ان سے (ابن زبیرؓ سے) اول اول بیعت لی گئی تھی کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں ہوتی نماز عید کیلئے۔ لہٰذا اس کیلئے اذان نہ دی جائے، لہٰذا ابن زبیرؓ نے اذان نہ دلوائی اس دن اور اس کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا کہ خطبہ نماز کے بعد ہوگا اور وہ یہی کیا کرتے تھے، چنانچہ ابن زبیرؓ نے خطبہ سے قبل ہی نماز پڑھی۔

۲۰۴۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلاَ مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلاَ إِقَامَةٍ .

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عیدین کی نماز ایک دو بار نہیں (کئی بار) پڑھی بغیر اذان واقامت کے۔

۲۰۵۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ، اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ .

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سب کے سب عیدین کی نمازیں خطبہ سے قبل پڑھا کرتے تھے۔

۲۰۵۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلاَةِ فَإِذَا صَلَّى صَلاَتَهُ وَسَلَّمَ قَامَ فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مُصَلاَّهُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهُ لِلنَّاسِ أَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذَلِكَ أَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُولُ " تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا " . وَكَانَ أَكْثَرَ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتَّى أَتَيْنَا الْمُصَلَّى فَإِذَا كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْ بَنَى مِنْبَرًا مِنْ طِينٍ وَلَبِنٍ فَإِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِي يَدَهُ كَأَنَّهُ يَجُرُّنِي نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَأَنَا أَجُرُّهُ نَحْوَ الصَّلاَةِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ مِنْهُ قُلْتُ أَيْنَ الاِبْتِدَاءُ بِالصَّلاَةِ فَقَالَ لاَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ تُرِكَ مَا تَعْلَمُ . قُلْتُ كَلاَّ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَأْتُونَ بِخَيْرٍ مِمَّا أَعْلَمُ

ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ.

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز نکلتے تھے (عیدگاہ کی طرف) اور ابتداء نماز سے کرتے تھے۔ پھر جب نماز پڑھ لیتے تو کھڑے ہوتے، لوگوں کی طرف رخ کرتے، سب لوگ اپنی اپنی جائے نماز پر بیٹھے ہوتے تھے۔ پھر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ فرماتے یا اس کے علاوہ کوئی اور ضروری کام ہوتا تو لوگوں کو اس کا حکم فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صدقہ دو، صدقہ دو، صدقہ کرو، اور اس دن عورتیں زیادہ صدقہ کرتیں پھر گھر کو لوٹتے تھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی) عید کی ترتیب یہی رہی یہاں تک کہ مروان بن حکم حاکم بنا۔ میں مروان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر نکلا یہاں تک کہ ہم عیدگاہ آئے۔ وہاں پر کثیر بن صلت نے گارے اور اینٹوں سے ایک منبر بنا رکھا تھا، مروان اپنا ہاتھ مجھ سے چھڑانے لگا گویا کہ وہ مجھے بھی منبر کی طرف کھینچ رہا ہو جب کہ میں اسے نماز کی طرف کھینچ رہا تھا۔ پھر جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو اس سے کہا کہ وہ نماز سے ابتدا کرنا کہاں گیا؟ اس نے کہا اے ابوسعید جو سنت تم جانتے ہو وہ متروک ہوگئی۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس سے زیادہ بہتر طریقہ نہیں لاسکتے جو میں جانتا ہوں۔ میں نے تین مرتبہ اس سے یہ کہا پھر وہاں سے مڑا۔

تشریح:

"بعث" بعث ایک اصطلاحی لفظ ہے، دشمن کے مقابلے کیلئے جہاد کی غرض سے فوجی دستہ بھیجنے کو کہتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین میں لوگ جمع ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان موقعوں میں صحابہ کو منتخب کر کے روانہ فرماتے تھے، اس کے علاوہ بھی اگر کوئی اجتماعی کام کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو روانہ فرماتے تھے، الغرض خطبہ بعد میں ہوتا تھا، نماز پہلے ہوتی تھی۔

"تصدقوا" تکرار تاکید کیلئے یا مختلف احوال کی طرف اشارہ ہے، یعنی (۱) صدقہ دو اپنی زندگی کیلئے (۲) صدقہ دو اپنی موت کیلئے (۳) اور صدقہ دو اپنی آخرت کیلئے۔ "مخاصر" باہوں میں باہیں ڈال کر ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر دو آدمیوں کے چلنے کو مخاصرہ کہتے ہیں، جبکہ ہاتھ کوکھ کے قریب ہو۔ "مرون ابن الحکم" یہ شخص مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ حضرت معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بہت نقصانات کئے ہیں۔ جنگ جمل میں بہت نقصان کیا۔ یہ زیادہ ہوشیار آدمی نہیں تھا، پہلے گورنر تھا پھر بادشاہ بن گیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ ایک نڈر حق گو انسان تھے اور صحابی کی یہی شان ہوتی ہے۔

مروان کا خطبہ چند شکایتوں غیبتوں کا مجموعہ ہوتا تھا، الا ماشاء اللہ لوگ نماز کے بعد اس کے سننے کیلئے نہیں بیٹھتے تھے۔ اب خطبہ و تقریر کو جبری سنانے کیلئے مروان نے یہ کوشش کی کہ خطبہ عید کی نماز سے پہلے ہو جائے۔ چنانچہ صحابی کو کھینچ کر منبر کی طرف لے جا رہا تھا تاکہ پہلے تقریر ہو جائے پھر نماز ہو جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ان سے فرمایا کہ نماز کی ابتداء کا کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ پہلے اسی طرح تھا کہ نماز پہلے اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا، لیکن اب اس طرز کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوسعید خدریؓ نے ان سے فرمایا کہ خدا کی قسم تم سنت کے

مقابلے میں کبھی کوئی خیر و بھلائی نہیں لا سکتے ہو۔ اس صحابی کی جرأت اور حق گوئی کو بھرپور سلام کرنا چاہئے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "و لا یخافون لومة لائم" مروان دو ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ یہ صحابی نہیں ہے، اس حدیث کی تشریح کتاب الایمان میں ہو چکی ہے۔

نمازِ عید پڑھنے کا مکمل طریقہ

عید کی نماز دو رکعت ہے اور اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والا دو رکعت واجب کی اس طرح نیت کرے کہ عید کی دو رکعت واجب نماز کی نیت کرتا ہوں تمام زائد تکبیرات کے ساتھ امام کے پیچھے اللہ اکبر۔ یہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر نمازی ثناء پڑھے اور قرأت شروع کرنے سے پہلے تین زائد تکبیرات اس طرح پڑھے کہ ہر تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے اور ہاتھ لٹکائے رکھے، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے، بلکہ باندھ کر خاموش کھڑا رہے اور امام کی قرأت سنے۔ امام اس رکعت کو پڑھ کر دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے حالت قیام میں زائد تین تکبیرات پڑھے، لیکن ان تکبیرات میں یہ خیال رہے کہ تیسری تکبیر کے بعد چوتھی تکبیر کے ساتھ امام اور مقتدی ناف پر ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں چلے جائیں اور دوسری رکعت کو مکمل کر کے قعدہ سے فارغ ہو کر سلام پھیریں۔ اس کے بعد امام کو چاہئے کہ دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے۔ عید الفطر کے موقع پر لوگوں کو صدقہ فطر دینے کے مسائل بیان کرے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے مسائل بتا دیا کرے اور تکبیرات تشریق کو بیان کرے۔ تکبیرات تشریق بقر عید میں ہوتی ہیں اور یہ واجب ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے "الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله و الله اکبر الله اکبر و لله الحمد" پڑھا جائے۔ یہ تکبیرات تشریق ہیں۔ تکبیرات تشریق یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر کی نماز تک ہیں۔ یہ تکبیرات عورتوں پر نہیں ہیں۔ اسی طرح مسافر پر واجب نہیں ہیں، اہل حق علماء دیوبند کو چاہئے کہ ان تکبیرات کو ذرا اونچی آواز سے پڑھا کریں۔ اہل حق کی مساجد میں اس کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے کہ وہ تکبیرات زور سے نہیں پڑھتے ہیں۔ عورتوں پر اگرچہ تکبیرات واجب نہ ہوں، پھر بھی ثواب کیلئے ان کو پڑھنا چاہئے۔ ثواب تو ملے گا، منفرد نمازی کو بھی پڑھنا چاہئے۔

باب اباحة خروج النساء فی العیدین

عیدین میں عورتوں کا عیدگاہ کی طرف نکلنے کا جواز

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۵۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ أَمَرَنَا - تَعْنِي النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم - أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ .

امام ابوحنیفہ ؒ کا مسلک نہیں ہے، بلکہ یہ قول ان کی طرف خلاصۃ الفتاویٰ نے منسوب کیا ہے جو شاذ قول ہے۔ تمام فقہاء احناف نے خلاصۃ الفتاویٰ کے قول کو مسترد کیا ہے، البتہ اتنا اختلاف ضرور ہے کہ صاحبینؒ عید الفطر میں جمہور کی طرح تکبیرات کو زور سے پڑھنے کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ ؒ آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں تو نفس تکبیرات میں اختلاف نہیں، بالجہر اور بالسر میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ بالسر کے قائل ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ احناف کو چاہئے کہ وہ عید الفطر میں بھی تکبیرات کا اہتمام کریں۔ تکبیرات عیدین اس طرح ہیں:

" الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله و الله اکبر الله اکبر و لله الحمد"

دوسری بحث: خطبہ کے دوران تکبیرات کا حکم

خطبہ کے دوران تکبیرات کے بارے میں امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کے خطبہ کے وقت جب امام تکبیرات پڑھتا ہے تو عوام کو بھی ساتھ پڑھنا چاہئے۔ امام مالکؒ کے علاوہ تمام فقہاء اور علماء کے نزدیک عوام کو خطبہ کے وقت تکبیرات نہیں پڑھنا چاہئے۔ (فتح الملہم)

تیسری بحث: ایام تشریق کی تکبیرات کا حکم

ایام تشریق کی تکبیرات کے بارے میں علماء اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں کہ کس وقت سے شروع ہوں گی اور کب ختم ہوں گی، اس میں تقریباً دس اقوال ہیں، مگر یہ مشہور چند اقوال بیان کرتا ہوں: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور علماء کی ایک جماعت کا مختار مسلک یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن ظہر کی نماز سے یہ تکبیرات شروع ہوں گی اور آخر ایام تشریق کی صبح تک جاری رہیں گی۔ امام شافعیؒ کا ایک قول عصر کی نماز تک ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یوم عرفہ کی صبح سے تکبیرات تشریق شروع ہوں گی اور آخر ایام تشریق کی عصر کی نماز تک جاری رہیں گی۔ ائمہ احناف کے نزدیک یہی قول معمول ہے اور آج تک اسی پر احناف کا عمل جاری ہے، البتہ سعودی عرب میں عید کے دن کے علاوہ تکبیرات نہیں ہوتی ہیں۔

چوتھی بحث: تکبیراتِ عیدین کی تعداد کیا ہے؟

اس سے پہلے یہ بحث مکمل ہو چکی ہے کہ نماز عید پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس میں عیدین کی نماز کا مکمل نقشہ بیان کیا گیا ہے۔ تکبیرات صلوٰۃ عید بھی اس میں مذکور ہیں۔ ان تکبیرات میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اس کا بیان کرنا ضروری ہے۔ امام مسلمؒ نے اگرچہ ایسی کوئی روایت نقل نہیں فرمائی ہے، جس میں تکبیرات کی تعداد کی طرف اشارہ ہو، صرف تکبیرات کیلئے "یکبرن" کا لفظ عورتوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ میں کثیر بن عبداللہ کی ایک روایت کے پیش نظر اس بحث کو یہاں لکھتا ہوں۔

''سبعا'' اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عیدین کی نماز میں کچھ زائد تکبیرات ہیں، مگر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ ہر رکعت میں ان تکبیرات کی تعداد کیا ہے۔

فتنہ کا ذریعہ ہیں اور رہ گئیں بوڑھی عورتیں تو ان کو عیدین میں نکلنے کی اجازت دی جائے گی، اگرچہ افضل یہ ہے کہ مطلقاً عورتوں کو کسی بھی نماز میں نکلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر عورتیں نکل گئیں اور عیدگاہ میں پہنچ گئیں تو حسن بن زیاد کی روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اب نماز پڑھ کر واپس آئیں، لیکن امام ابو یوسفؒ کی روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ نماز نہ پڑھیں۔ صرف مسلمانوں کی جماعت بڑھائیں اور دعا میں شریک ہوں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ جوان عورتوں کا نمازوں کیلئے نکلنا مکروہ ہے، کیونکہ فتنہ کا خطرہ ہے، ہاں بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں نکل سکتی ہیں، مگر صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورتیں تمام نمازوں میں نکل سکتی ہیں، کیونکہ ان میں فتنہ کا خوف نہیں ہے۔

"قال فی العنایة و اجاز فی الصلوت کلها لانتفاء الفتنة بقلة الرغبة فی العجائز کما اجیزهن ذلك فی العید بالاتفاق اه"

"وفی الدر المختار و یکره حضورهن الجماعة و لو لجمعة و عید و وعظ ملطلقاً و لو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی به لفساد الزمان اه" "قال ابن عابدین ای علی مذهب المتاخرین اه"

"والحاصل انه لا یضیق فی اصل المذهب عندنا بل اتفق الائمة الثلاثة علی خروج العجائز الی شهود العیدین کما فی الهدایة و العنایة و انما منعه المتأخرون لشیوع الفتنة و کثرة النساء اه" "قال ابن الهمام تخرج العجائز للعید لا الشواب اه" "قال علی القاری و هو قول عدل لکن لا بد ان یقید بان تکون غیر مشتهاة فی ثیاب بذلة باذن حلیلها مع الامن من المفسدة بان لا یختلطن بالرجال و یکن خالیات من الحلی و الحلل و البخور و الشموم و التبختر و التکشف و نحوها مما احدثن فی هذا الزمان من المفاسد اه" اس سے پہلے تفصیلات گزر چکی ہیں۔

"**یکبرن مع الناس**"، یعنی عید کے دن لوگ تکبیرات پڑھیں گے تو یہ عورتیں بھی تکبیرات پڑھیں گی، اگرچہ حالت حیض میں عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتی ہیں، لیکن تکبیرات پڑھنا اور دعا مانگنا تو حالت حیض میں منع نہیں ہے۔

تکبیراتِ عیدین کی بحث

عیدین کی تکبیرات میں چند مباحث ہیں، انہی کو ترتیب کے ساتھ لکھتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

پہلی بحث: راستوں میں تکبیرات کا حکم

عیدین کی نماز کیلئے جانے میں راستوں میں اور خصوصاً عیدین کی راتوں میں تکبیرات پڑھنے میں سلف صالحین کے وقت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک جماعت ان تکبیرات کو مستحب جانتی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ زور زور سے راستوں میں تکبیرات پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ عیدگاہ تک پہنچ جاتے۔ اسی کو امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور صاحبینؒ نے اختیار کیا ہے۔ ان کے ہاں رات کو تکبیرات زیادہ مستحب ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عید الاضحیٰ میں زور زور سے تکبیرات مستحب ہیں، لیکن عید الفطر میں نہیں ہیں۔ صاحبینؒ جمہور کے ساتھ ہیں، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں طویل بحث کے تحت فرمایا ہے کہ عید الفطر میں تکبیرات نہ پڑھنا

سے مرفوع ہے۔اصل عبارت اس طرح ہے "ای کنا نؤمر نحن و المخبأة" یعنی ہمیں اوراسی طرح پردہ نشین عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا۔"جلباب" اگلی روایت میں یہ لفظ مذکور ہے۔اس کی جمع جلابیب ہے جو بڑی اوڑھنی کو کہتے ہیں۔اس میں عیدگاہ کی طرف نکلنے کیلئے ترغیب ہے کہ اگر پردہ کیلئے اپنے پاس کوئی چادر نہیں ہے تو کسی مسلمان پڑوسی سہیلی سے بطور عاریت مانگیں اور عیدین میں حاضر ہو جائیں تا کہ مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور خود بھی دعائیں مانگیں اور تکبیرات پڑھیں، جب فتنہ نہ ہو تو عورتیں اس طرح بھلائی کے اجتماعات میں شریک ہوسکتی ہیں۔اس حدیث میں "کنا نؤمر بالخروج" کا جملہ ہے، یعنی ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم عورتیں عیدین کی نماز میں عیدگاہ کی طرف نکلا کریں۔اب یہاں یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا کیسا ہے؟ اس میں سلف صالحین اور متاخرین فقہاء کا کیا مؤقف ہے؟ اسی کو ملاحظہ فرمائیں۔

کیا عورتیں عیدین کی نماز کیلئے جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(۱): حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جوان اور پردہ نشین عورتیں صرف ان مقامات پر گھر سے باہر جاسکتی ہیں، جن اوقات و مقامات کی شریعت نے ان کو اجازت دی ہے۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عیدین کی نماز کیلئے عورتوں کا جانا مستحب ہے۔

(۲): علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اجازت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، آج کے زمانہ میں جوان اور قابل صورت عورتوں کا نکلنا منع ہے۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی وہ حالت دیکھ لیتے جو آج عورتوں نے پیدا کی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مساجد سے اسی طرح منع فرماتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکا گیا تھا۔ علامہ عثمانیؒ فتح الملہم میں اس حدیث کے نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول اس زمانہ میں ہے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک زیادہ دور نہیں تھا، آج تو فتنہ و معاصی اور فساد کا دور ہے، اس لئے مطلقاً عورتوں کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، خواہ عید کی نماز ہو یا کوئی اور نماز ہو۔علامہ سراج الدین بن الملقن جو علامہ مغلطائی حنفی کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین میں سے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کو عیدین میں نماز کیلئے جانے کا حق حاصل ہے، انہی حضرات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ اور ابن عمرؓ شامل ہیں۔

مگر ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کا عیدین میں جانا منع ہے۔ان میں سے حضرت عروہ، حضرت قاسم، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری، امام مالک اور امام ابو یوسف شامل ہیں۔امام ابوحنیفہؒ نے ایک مرتبہ منع کرنے کا کہا اور دوسری مرتبہ اجازت کا قول کیا۔بعض علماء نے جوان عورتوں کے جانے کو منع کیا اور بوڑھی عورتوں کے جانے کو جائز قرار دیا اور امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ کی یہی رائے ہے۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جانے کی یہ اجازت اس لئے تھی تا کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کی نظر میں زیادہ نظر آئے۔صاحب بدائع صنائع لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جوان عورتوں کو عیدین میں نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔اسی طرح جمعہ میں بلکہ کسی نماز میں بھی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "و قرن فی بیوتکن" اور اس لئے بھی اجازت نہیں کہ جوان عورتیں

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا ہم (خواتین) بھی عید کے دن عید گاہ کو نکلیں۔ کنواری لڑکیاں بھی اور پردہ نشین خواتین بھی اور حائضہ خواتین کو حکم فرمایا کہ وہ (نکلیں تو) لیکن مسلمانوں کی عید گاہ سے ذرا دور رہیں۔

تشریح:

"**العواتق**" یہ جمع ہے، اس کا مفرد عاتق ہے۔ اس کے مصداق میں اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں "قیل هی الجارية البالغة" یعنی باکرہ بالغہ لڑکی مراد ہے "و قال ابن درید هی التی قاربت البلوغ و قال ابن سکیت هی ما بین ان تبلغ الی ان تفس ما لم تتزوج" یعنی جب بلوغ سے لے کر پکی عمر تک لڑکی پہنچ جائے اور بغیر شادی والدین کے گھر میں بیٹھی رہے، وہ عاتقہ ہے۔ ایک شارح نے جامع جملہ کہہ کر لکھا ہے "ای النبات الابکار البالغات او المقاربات للبلوغ" اس کو عواتق اس لئے کہا کہ یہ اب شادی کرے گی تو ماں باپ کی پابندی اور قہر و جبر سے آزاد ہو جائے گی۔ "**و ذوات الخدور**" "خدور" جمع ہے، اس کا مفرد "خدر" ہے۔ گھر کے اس چھوٹے سے چبوترے کو کہتے ہیں، جس میں یہ پردہ نشین عورت چھپ کر بیٹھتی ہے۔ امرأالقیس کہتے ہیں:

و یوم دخلت الخدر خدر عنيزة فقالت لك الويلات انك مرجلی

آنے والی روایت میں "والمخبأة" کا معنی بھی یہی "ذوات الخدور" عورت ہے۔ "خدر" پردہ اور ستر کو بھی کہتے ہیں۔

"**الحیض**" یہ الحائض کی جمع ہے، یہ وہی عورت ہے جو حالت حیض میں ہو۔ "یعتزلن" یعنی حائضہ عورتیں عید گاہ میں داخل نہ ہوں، کیونکہ عید گاہ کا حکم مسجد کا ہے، بعض نے داخل ہونے کو مکروہ کہا ہے، بعض نے حرام کہا ہے۔

٢٠٥٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ، سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالْخُرُوجِ فِي الْعِيدَيْنِ وَالْمُخَبَّأَةُ وَالْبِكْرُ قَالَتِ الْحُيَّضُ يَخْرُجْنَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ يُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں عیدین میں نکلنے کا حکم دیا گیا۔ پردہ نشین بھی اور باکرہ بھی۔ فرماتی ہیں کہ حائضہ خواتین کو فرمایا کہ وہ نکلیں تو لیکن پیچھے رہیں اور تکبیر کہتی رہیں لوگوں کے ساتھ۔

تشریح:

"والمخبأة" یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے، پردہ نشین اور باپردہ عورت کو کہتے ہیں۔ "ذوات الخدور" اور "المخبأة" کا معنی ایک ہی ہے۔ الخباء اصل میں خیمہ کو کہتے ہیں تو الخباۃ گویا خیمہ کے اندر چھپی ہوئی عورت کو کہا گیا ہے۔

سوال: اب یہاں سوال یہ ہے کہ "والمخبأة" مرفوع ہے جو معطوف ہے، اس کا عطف کس پر ہے اور مرفوع کیوں ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ "نؤمر" کی ضمیر فاعل پر عطف ہے، وہ نائب فاعل کی وجہ سے مرفوع ہے تو یہ لفظ بھی عطف کی وجہ

فقہائے کرام کا اختلاف

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت فاتحہ سے پہلے تکبیرات تحریمہ سمیت سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں۔ جمہور کا آپس میں اتنا فرق ضرور ہے کہ امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک سات اور پانچ تکبیرات کے ساتھ اصل تکبیر بھی شامل ہے، یعنی تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک سات اور پانچ تکبیرات زائد ہیں، تکبیر تحریمہ و رکوع اس میں شمار نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں قرأت فاتحہ سے پہلے تین تکبیرات ہیں، تینوں زائد ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے زائد تکبیریں تین ہیں، یعنی کل چھ تکبیریں زائد ہیں۔

دلائل

جمہور نے کثیر بن عبداللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح دلیل ہے، جس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ ائمہ احناف نے ابوداؤد کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت سعید بن العاصؓ کی روایت ہے اور جس میں سوال و جواب اور پوری بحث و تحقیق کے بعد شان والے صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے نہایت وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز کی طرح عیدین میں چار تکبیریں پڑھتے تھے، یعنی ایک اصل تکبیر اور تین زائد تکبیریں ہوتی تھیں۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ "صدق" یعنی ابوموسیٰ اشعریؓ نے سچ فرمایا، ایسا ہی معاملہ تھا۔ احناف نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا ہے اور اسی طرح مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جس میں تین زائد تکبیرات کا ذکر ہے۔ نصب الرایہ میں ان روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام طحاویؒ نے قاسم بن عبدالرحمٰن کی حدیث نقل فرمائی ہے، جس میں انہوں نے انگلیوں پر گن کر بتا دیا کہ عیدین میں چار چار تکبیرات ہیں۔ ایک اصلی اور تین زائد ہیں۔ اسی طرح امام طحاویؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا اور عیدین کی تکبیرات کی تعداد پر گفتگو ہوئی، اتفاق چار تکبیرات پر ہوا، گویا چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو گیا ہے۔ احناف ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ زائد تکبیرات عام معمول کے برعکس ہیں اور جو چیز عام معمول کے برعکس ہو، اس میں قلیل پر اکتفا کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے، لہٰذا سات کے بجائے چار پر اکتفا زیادہ بہتر ہے، ایک تکبیر اصلی اور تین زائد ہیں۔

جواب

کثیر بن عبداللہ کی روایت میں زائد تکبیرات شاید بیان جواز کیلئے ہوئی ہوں گی یا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی معمول ہوگا، ویسے یہ عجیب بات ہے کہ کثیر بن عبداللہ کو شوافع خود ضعیف قرار دیتے ہیں، بعض نے ان پر کذاب کا الزام لگایا ہے اور پھر بھی ان کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ امر بھی تعجب سے خالی نہیں ہے کہ اس متفق علیہ ضعیف راوی کی اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے جو ترمذیؒ کیلئے باعث تعجب ہے۔

۲۰۵٦ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالأَضْحَى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلاَةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَانَا لاَ يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ " لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا " .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم خواتین کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نکالیں کنواری لڑکیوں کو بھی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی۔ جہاں تک ماہواری والی خواتین کا تعلق ہے تو وہ نماز سے ذرا پرے رہیں اور خیر کے کام میں حاضر ہوں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا اس کی کوئی (مسلمان) بہن اسے اپنی چادر پہنا دے (عاریۃ)

باب ترک الصلوٰۃ قبل العید و بعدها

عید کی نماز سے پہلے یا بعد کوئی نفل نہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۰۵۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يَوْمَ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلاَ بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَتُلْقِي سِخَابَهَا .

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ اس سے قبل اور اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی۔ پھر خواتین کی طرف آئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو (عورتوں کا حال یہ تھا کہ) کوئی عورت اپنے چھلے ڈالنے لگی اور کوئی لونگوں کے ہار ڈالنے لگی۔

تشریح:

دین ایک منقولی قانون شریعت ہے جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، اس پر عمل ہوگا، جس کا نقل نہیں ہے اس کو چھوڑا جائے گا۔ چنانچہ عیدین سے پہلے عیدگاہ میں نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے اور بعد میں بھی کوئی ثبوت نہیں ہے تو پڑھنا غلط ہے، البتہ عید کی نماز کے بعد گھر میں نفل پڑھ سکتے ہیں۔ عیدگاہ میں نہیں۔

"خرصها" کانوں میں بالیوں کی مانند ایک زیور ہے جو چوڑا ہوتا ہے، اس کو خرص کہتے ہیں اور سخاب ایک ہار ہوتا ہے جو بے کار قسم کے مرجان سے بنایا جاتا ہے۔ لونگ سے بھی بنایا جاتا ہے اور خوشبودار پھول بھی اس میں جوڑا جاتا ہے۔ اس سے خوشبو اٹھتی ہے۔ ایک شارح

لکھتے ہیں:"و السخاب بالکسر قلادة من طيب من مسك أو قرنفل أو غيرهما معجون على هتية الحزر اه"

۲۰۵٦- وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ، كِلاَهُمَا عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

گزشتہ حدیث کی مثل اس سند سے بھی مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے عید کے دن ''صلوۃ العید'' صرف دو رکعت پڑھیں، پھر عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کو جمع کرنے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

باب ما يقرأ في صلوٰة العيدين

نماز عید میں جو قرأت کی جاتی ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو پیش کیا ہے۔

۲۰۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي الأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِـ ﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ وَ ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾

عبید اللہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد اللیثی سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سورۂ ق سورۂ قمر پڑھا کرتے تھے۔ (حضرت عمرؓ نے ابو واقدؓ سے کیوں پوچھا؟ علماء نے فرمایا کہ غالباً انہیں شک ہوگا لہٰذا اس کی تاکید اور وضاحت کیلئے ابو واقدؓ سے دریافت فرمایا)

۲۰۵۸- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، قَالَ سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَمَّا قَرَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي يَوْمِ الْعِيدِ فَقُلْتُ بِـ ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ وَ ﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾

ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ علیہ السلام عید الفطر میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ میں نے کہا کہ آپ علیہ السلام ان میں) اقتربت الساعة اور ق والقرآن المجيد (پڑھتے تھے)

باب الرخصة في اللعب المباح في أيام العيد

عید کے ایام میں جائز کھیل کی اجازت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَبِمُزْمُورِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا " .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو میرے پاس دو لڑکیاں انصاری لڑکیوں میں سے بیٹھی تھیں اور وہ ایسے اشعار گا رہی تھیں جن سے جنگ بعاث میں انصار نے نیک شگون حاصل کی تھی۔ اور وہ دونوں با قاعدہ مغنیہ نہیں تھیں اور وہ دن بھی عید کا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شیطانی مزامیر (شیطانی سر اور تان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! ''ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' (لہٰذا انہیں اپنا دل خوش کرنے دو)۔

تشریح:

"جاریتان" اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو بچیاں تھیں، بڑی عورتیں نہیں تھیں، بلکہ قریب البلوغ لڑکیاں تھیں۔ المفرد جارية "و هي الصبية قربت الفتوة" (منۃ المنعم) کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا، دوسری کا نام زینب تھا۔ دونوں کا تعلق مدینہ منورہ کے انصار سے تھا۔

''بما تقاولت'' یعنی انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج نے جنگ بعاث سے متعلق جو اشعار کہے تھے، جس میں انہوں نے اپنے اپنے مفاخر اور ضرب و حرب میں اپنی شجاعت اور ایک دوسرے پر بڑھائی ظاہر کی تھی۔ "یوم بعاث" "ب" پر ضمہ ہے، علامہ بکریؒ فرماتے ہیں کہ بعاث مدینہ منورہ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔ علامہ ابوموسیٰ کا کہنا ہے کہ یہ قبیلہ اوس کے ایک مشہور قلعہ کا نام ہے۔ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب میں ہے کہ یہ جگہ بنوقریظہ کے علاقوں میں ہے، جہاں بنوقریظہ کے اموال اور مواشی ہوتے تھے۔ یہ جنگ ایک کھیت اور چراگاہ میں ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے دو یا تین سال پہلے انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان جاہلیت کے دور میں یہ جنگ ہوئی تھی۔ اس میں قبیلہ اوس قبیلہ خزرج پر غالب آ گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بعاث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور تمہید قائم فرمایا تھا۔ اوس وخزرج کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں مارے گئے۔ آپس میں یہ لوگ سخت دشمنی میں پڑے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور ان دونوں قبیلوں کے درمیان صلح فرمادی۔ یہ لوگ بھائی بھائی بن کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ ''ولیستا بمغنیتین'' یعنی یہ دو بچیاں کوئی پیشہ ور با قاعدہ

گانے والیاں نہیں تھیں، بلکہ جس طرح طبعی طور پر کوئی گانا گاتا ہے، یہ بھی اسی طرح گا رہی تھیں۔ان کے گانے میں کوئی طبلہ، سارنگی اور آرمونیم نہیں تھی۔سادے انداز میں دھن تھا اور لے کے ساتھ آواز کی تحسین تھی۔اس پر آج کل کے ڈانس، رقص اور باجے گاجے اور موسیقی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ای لم یکن الغنا عادة لهما و لا هما معروفتان به بل انشدتا کماينشد عامة الناس ممن لا يعرفون الالحان و لا الموسيقى و انما يمدون الصوت مع الترنم حسب مقتضى الطبيعة قال فی شرح السنة كان الشعر الذي تغنيان به فی وصف الحرب و الشجاعة و فی ذكره معونة لأمر الدين واما الغناء بذكر الفواحش و المنكرات من القول فهو المحظور من الغناء و حاشا ان يجرى شئ من ذلك بحضرته عليه السلام اه" (منة المنعم)

"بمزمور الشیطان" مزمور میں پہلا میم مفتوح ہے، دوسرے میم پر پیش ہے۔یہ لفظ زمیر سے مشتق ہے اور زمیر اس آواز کو کہتے ہیں، جس میں سیٹی بجتی ہو، پھر اس کا اطلاق گانے کی خوبصورت آواز پر ہو گیا ہے۔اس لفظ کا اطلاق بانسری پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ اس سے بھی اچھی آواز نکلتی ہے۔اس کو "زمارة" کہتے ہیں۔"الشیطان" اس کو شیطان کی آواز اس لئے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیز ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے اس عقیدہ کی بنیاد پر اس کو شیطان کی آواز کہہ دیا کہ اسلام میں گانے بجانے کی ممانعت ہے۔آپ نے اس کو اسی قبیلہ سے سمجھ کر انکار کیا۔آپ کا خیال یہ بھی تھا کہ نبی علیہ السلام سوئے ہوئے ہیں۔اگر وہ جاگتے ہوتے تو اس کو منع فرماتے، اس لئے نبی علیہ السلام کی نیابت میں آپ نے انکار کیا اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا خیال یہ ہوگا کہ اس کی آواز سے نبی علیہ السلام جاگ جائیں گے تو آپ کو تکلیف ہوگی۔اس لئے اب یہ اعتراض نہیں آئے گا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس چیز کو کس طرح شیطان کا کام کہہ دیا، جبکہ نبی علیہ السلام نے اس کو برقرار رکھا، بہر حال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کو بتا دیا کہ اس طرح اشعار کہنا منع نہیں ہے، جبکہ اس کے ساتھ طبلے اور باجے گاجے نہ ہوں۔خصوصاً جبکہ ایام عید واعراس ہوں۔دوسری روایت میں "دف" کا لفظ آیا ہے، دال پر ضمہ ہے اور فتحہ بھی جائز ہے، ڈھول ڈمامہ کو کہتے ہیں۔اس زمانہ میں برتن کی ایک جانب پر چمڑا چڑھایا جاتا تھا اور پھر بجایا جاتا تھا، صرف دف بجانا منع نہیں ہے۔ہاں دف کو ہمیشہ کیلئے بجانا منع ہے، مداومت صحیح نہیں ہے۔البتہ اس کے ساتھ دیگر آلات لہو ولعب منع ہیں۔اس کے جواز پر اس سے استدلال کرنا غلط ہے۔صوفیوں کے سماع کا مسئلہ اور باجے گاجے کا مسئلہ اور غنا و ملاہی کا مسئلہ میں یہاں نہیں لکھ سکتا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی تو کتاب النکاح میں یا ابواب الشعر میں اس مسئلہ کو لکھوں گا یا ادھر ہی لکھ دوں گا۔فتح الملہم ج ۵ ص ۵۵ پر ہے۔

سماع وغناء کی بحث

"ان لكل قوم عيد" اسلام سے پہلے اہل مدینہ سال میں خوشی کے دو دن منایا کرتے تھے۔ایک دن کا نام نوروز تھا، دوسرے کا مہرجان تھا۔یہ فارس والوں کے ہاں عید اور خوشی منانے کے ایام تھے، جس میں ہوا معتدل اور موسم خوشگوار ہوتا تھا۔فارسیوں کے یہ ایام عرب میں بھی آگئے اور انہوں نے بھی ان کا بطور عید منانا شروع کر دیا جیسے آج کل ایران، عراق اور شام وغیرہ بعض ممالک میں اس کا رواج موجود ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے اس کی حقیقت جاننا چاہا تو انہوں نے صاف بتلا دیا کہ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جواب میں فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تم کو دو الگ دن خوشی منانے کیلئے دیدیئے ہیں۔ ایک عید الفطر کا دن ہے، دوسرا عید الاضحیٰ ہے۔ (نسائی)

اب کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ غیر مسلموں کی عیدوں میں شرکت کرے یا ان کو تحفہ دے یا ان کو مبارکباد پیش کرے، کیوں کہ اس سے غیر مسلموں کے تہوار کی تعظیم ہو جائے گی، جو حرام ہے، بلکہ کفر کا خطرہ ہے، کیونکہ اگر کوئی مسلمان کافروں کے تہوار میں بطور تعظیم شریک ہوا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر صرف کھیل کود کے طور پر شریک ہوتا ہے تو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس سے کافروں سے مشابہت آتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی عید میں اپنی خوشی منایا کریں اور دوسری قوموں کی عیدوں میں شرکت نہ کریں۔ چنانچہ فتح الملہم میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے: "و استنبط منه كراهة الفرح في اعياد المشركين و التشبه بهم و بالغ الشيخ ابو حفص الكبير النسفي من الحنفية فقال من أهدى فيه بيضة الى مشرك تعظيماً لليوم فقد كفر بالله تعالىٰ" (فتح الملهم ج ٥ ص ٥٤٩)

فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ہولی اور دیوالی دیکھنے کیلئے بطور خاص نکلتا ہے، وہ حدود کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔ نوادر الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ جو شخص غیر مسلموں کی رسومات کو اچھا سمجھتا ہے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔

بہر حال مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ غیر مسلموں کی محبت میں بڑھ کر ان کی رسومات میں شرکت نہ کریں، یہ بہت ہی خطرناک ہے اور نہ ان کے تہواروں کو کوئی اہمیت دیں۔ یہ اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ روافض اور اہل بدعت و اہل باطل کی محافل و مجالس و جلوس میں شرکت کرنا بھی سخت منع ہے، جو باز نہیں آتا وہ نہ آئے۔ ان کا اپنا نقصان ہوگا، ہدایت کے دروازے کھلے ہیں، کوئی آئے یا نہ آئے۔

٢٠٦٠ – وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . وَفِيهِ جَارِيَتَانِ تَلْعَبَانِ بِدُفٍّ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام نے عید کے دن گانا گانے (اشعار پڑھنا) کی اجازت دی تھی ابو بکر رضی اللہ کے ٹوکنے پر) مذکور ہے۔ مگر ان میں یہ اضافہ ہے کہ دو باندیاں تھیں جو دف سے کھیل رہی تھیں۔

٢٠٦١ – حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مُسَجًّى بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْهُ وَقَالَ : دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَقَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ وَأَنَا جَارِيَةٌ فَاقْدِرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْعَرِبَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ان کے پاس تشریف لائے منیٰ کے ایام میں (یعنی گیارہ بارہ ذی الحجہ کو) تو ان کے پاس دو لڑکیاں بیٹھی گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں۔ جب کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ نے ان لڑکیوں کو جھڑک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: اے ابوبکر! انہیں رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے مجھے پردہ میں لیا اور میں حبشیوں کا کھیل تماشا دیکھ رہی تھی اور میں ایک نو عمر لڑکی تھی۔ اب خود ہی اندازہ کرلو کہ ایک جواں عمر لڑکی جو کھیل کود کی شوقین ہو وہ کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہوگی۔

تشریح:

"فی ایام منیٰ" یعنی عید الاضحیٰ کے بعد ایام تشریق میں منیٰ میں ٹھہرنے کے دنوں میں یہ واقعہ ہوا۔ "تضربان" یعنی دونوں بچیاں دف بجارہی تھیں۔ "مسجی بثوبہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے میں لپٹے ہوئے لیٹے تھے۔ آپ کا چہرہ دیوار کی طرف تھا، گویا آپ خود اس دف کی آواز میں دلچسپی نہیں لے رہے تھے۔ "فانتھرھما" حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں بچیوں کو دف بجانے اور اشعار گانے پر ڈانٹا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کو ڈانٹا تو ممکن ہے کہ دونوں کو ڈانٹا ہوگا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں: "و انما سکت النبی صلی اللہ علیہ و سلم عنھن لانہ مباح لھن و تسجی بثوبہ و حول وجھہ اعراضاً عن اللھو و لئلا یستحیین فیقطعن ما ھو مباح لھن و کان ھذا من رأفتہ و حلمہ و حسن خلقہ اہ" (نووی)

"ایام منیٰ" یہ ایام تشریق اور منیٰ میں جمرات کے مارنے کے ایام کا ذکر ہے کہ ان دنوں میں دو بچیاں دف بجارہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔ صدیق اکبر آئے اور ان کو ڈانٹا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو، یہ عید کے ایام ہیں۔

اب مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک صرف زبان سے اشعار کا پڑھنا ہے، وہ ایسا معاملہ ہے کہ اگر اشعار اچھے ہیں تو پڑھنا اچھا ہے، اگر اشعار قبیح ہیں تو پڑھنا قبیح ہے، گویا اشعار باتوں کی طرح چیز ہے۔ "فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح" دوسرا اشعار کے ساتھ اگر باجے گاجے ہوں، سارنگیاں ہوں، بانسریاں ہوں، ستار اور رباب ہوں، ہارمونیم اور میوزک ہوں تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الغناء حرام فی الادیان کلھا" ایک اور حدیث ہے: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل" عارفین کہتے ہیں: "الغناء رقیۃ الزنا" فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: "استماع صوت الملاھی حرام و معصیۃ لقولہ علیہ السلام استماع الملاھی معصیۃ و الجلوس علیھا فسق و التلذذ بھا من الکفر"

اس سلسلے میں کتاب "کف الرعاع عن محرمات اللھو و السماع لابن حجر الھیثمی" بہت عمدہ کتاب ہے اور بڑے پیمانے پر میوزک سے متعلق احادیث اس میں جمع ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی احکام القرآن جزء خامس میں سورۂ لقمان کی ابتداء میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے کلام کیا ہے۔ میں نے توضیحات جلد چہارم میں کتاب النکاح میں کچھ لکھا ہے اور کچھ باب الشعر میں لکھا ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم میں اس حدیث کے تحت بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ میں یہاں تفصیل نہیں کرسکتا، مذکورہ بالا دو صورتوں کے علاوہ تیسری صورت اس دف بجانے کی ہے جس کے ساتھ اشعار ہوں، لیکن اس دف میں کوئی جھنکار اور بجنے والی چیز نہ ہو اور نہ آلات لہو

طرب ساتھ ہوں تو یہ دف عیدین کے مواقع ،ختنوں ،شادیوں وایام سرور میں جائز ہے،اگر چہ بچنا اس سے بھی بہتر ہے۔تاہم مباح ہے جیسا کہ یہاں ان بچیوں نے بجایا اور صدیق اکبرؓ نے سمجھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ نہیں ہیں ،اس لئے ان کو ڈانٹا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا تذکرہ فرمایا اور اجازت دیدی ، چونکہ یہاں سادہ دف تھا جس کی آواز بھی دف دف ہوتی ہے ، پھر چھوٹی بچیاں تھیں اور اشعار بھی جرأت و بہادری کا درس دینے والے تھے ،اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔اس پر بڑی عورتوں کا رقص وسرود اور باجے گاجے اور ڈانس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے ،جس طرح اہل باطل قیاس کر کے ڈانس کیلئے جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"وانا انظر الی الحبشة"یعنی میں حبشہ کے نیزہ بازوں کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی ،جبکہ وہ مسجد میں نیزوں اور تلواروں سے کھیل رہے تھے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ اجنبی مردوں کی طرف عورتوں کا دیکھنا ممنوع ہے تو حضرت عائشہؓ نے ان کی طرف کیسے دیکھا؟

جواب: اس سوال کا ایک جواب علامہ نوویؒ نے یہ دیا ہے کہ شاید اس زمانہ کی بات ہے جبکہ حجاب کا حکم نہیں آیا تھا اور مردوں کی طرف نظر کرنا حرام نہیں تھا۔دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں مردوں کی طرف دیکھنے کی بات نہیں ہے ، بلکہ ان کے کھیل کو دیکھنے کی بات ہے ، جب اصل مقصود کھیل کو دیکھنا ہو تو بلا قصد اًاگر مردوں پر نظر پڑ جائے اور فوراً ہٹائی جائے تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔اس سوال کا تیسرا جواب قاضی عیاضؒ نے دیا ہے ،وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجنبی مردوں کے افعال کی طرف عورتوں کا نظر کرنا جائز ہے۔ہاں ان مردوں کے محاسن کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کیلئے اس طرح ترجمۃ الباب باندھا ہے:"باب نظر المرأة الى الحبش و نحوهم من غير ريبة" یعنی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورت مردوں کی طرف نظر کرسکتی ہے۔

اس سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ تمام شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ حبشہ کے لوگوں کا یہ کھیل محض کھیل نہیں تھا ، بلکہ یہ جہادی تربیت ،حربی مظاہرہ اور جہادی مشق اور ٹریننگ تھی ، جو عبادت کے زمرے میں آتا تھا ،اسی لئے یہ مسجد میں ہو رہا تھا ،لہٰذا اس جہادی تربیت کی طرف اگر حضرت عائشہؓ نے دیکھا ہے تو یہ نیکی کا ایک حصہ تھا۔چند سال پہلے کشمیر کے علاقوں میں جب مجاہدین حربی مظاہرہ کرتے تھے تو دیہاتی عورتیں گھروں کی چھتوں پر بیٹھ کر اس مظاہرہ کو دور سے دیکھتی تھیں۔وہاں کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ مردوں اور عورتوں میں نظر بازی ہو رہی تھی ، بلکہ سب کا جذبہ عبادت اور جہاد کا بن رہا تھا۔یہاں تو حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھیں ،صرف آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کے پاس سے دیکھ رہی تھیں ،مسجد نبوی تھی ،صحابہ کی جماعت تھی ، نبی مکرم کی اجازت تھی ، وحی کے نزول کا زمانہ تھا ،حضرت عائشہؓ کی پاکیزہ سیرت وطبیعت تھی ،ایک حدیث میں ہے: "خذوا شطر دينكم عن الحميراء" یعنی اپنا آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو (فتح الملہم) لہٰذا اس پر کسی طرح اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس پر آج کل کی فحاشی پر مبنی کھیلوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔آج کل کرکٹ دیکھنا عورتوں کیلئے حرام ہے ، بلکہ کھلاڑیوں کی برہنہ رانوں کی طرف تو مردوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

سوال: یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا مسجد نبوی میں اس طرح کھیل کا میدان قائم کرنا جائز تھا؟

جواب: اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب شارع علیہ السلام خود موجود ہیں اور اس کا اہتمام فرما رہے ہیں تو اس پر اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حربی جہادی مظاہرہ تھا جو عبادت کا حصہ ہے۔ اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عمل مسجد نبوی کے اس حصہ میں ہو رہا تھا جو کھلا میدان تھا، نماز کی جگہ سے باہر ریت کے تودے تھے۔ اس کو صرف مسجد کی حیثیت حاصل تھی، مسجد کا کوئی عمل اس میں نہیں ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دیہاتی نے آ کر یہاں پیشاب کیا، اونٹ باندھا تو یہ حربی مظاہرہ مسجد کے اندر کسی فرش پر تو نہیں ہو رہا تھا کہ کسی کو شبہ کا موقع ملے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

"فيه جواز اللعب بالسلاح و نحوه من آلات الحرب في المسجد و يلتحق به ما في معناه من الأسباب المعينة على الجهاد و انواع البر و فيه جواز نظر النساء الى لعب الرجال من غير نظر الى نفس البدن اه" (نووی)

"و قال على القارى في المسجد اى في رحبة المسجد المتصلة به" "قال المهلبؒ المسجد موضوع لأمر جماعة المسلمين فما كان من الاعمال بجمع منفعة الدين و أهله جاز فيه اه"

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "قال الحافظؒ و اللعب بالحراب ليس لعباً مجرداً بل فيه تدريب الشجعان على مواقع الحروب والاستعداد للعدو اه" "و قال الزين المنير سماه لعباً و ان كان أصله التدريب على الحرب لما فيه من شبه اللعب اه"

"و قال الشيخ العثمانيؒ و انما سومحوا فيه لان لعبهم بالحراب كان يعد من الحرب مع اعداء الله تعالى فصار عبادة بالقصد اه" **"فاقدروه"** دال پر ضمہ ہے، امر کا صیغہ ہے۔ "من قَدَرْتَ الشئ اذا نظرت فيه و دبرته اى انظروا و تاملوا او من المقدار فاقدروا من الزمان مقدار وقفة الجارية الصغيرة في العمر اه" یعنی "فاقدروا" کا لفظ یا تو اندازہ کرنے سوچنے اور غور وتدبر کرنے کے معنی میں ہے کہ اس نوعمر لڑکی کی قدر و قیمت میں سوچو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کتنا اہم مقام دیا۔ اس لفظ کا دوسرا مطلب مقدار ہے یعنی تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے اور طویل زمانہ تک ٹھہرنے کا اندازہ کر لو کہ ایک نوعمر لڑکی جو کھیل کا شوق رکھتی ہو، وہ کتنی دیر تک تماشہ دیکھتی ہو گی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمال اخلاق کی وجہ سے اور میری قدر و قیمت کی وجہ سے کتنی دیر تک میرا ساتھ دیا ہو گا۔ یہاں تک کہ میں نے ہی کہہ دیا کہ بس اب بس ہے، میں تماشہ سے سیر ہو گئی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے اس کلام سے دوسری ازواج مطہرات کو بتانا چاہتی تھیں کہ دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں میرا کتنا اونچا مقام ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "وفيه حسن خلقه صلى الله عليه و سلم مع أهله و كرم معاشرته و فضل عائشةؓ و عظيم محلها عنده اه" (فتح الملهم)

"العربة" عین پر زبر ہے اور را پر زیر ہے، کھیل کود سے محبت رکھنے کے معنی میں ہے "اى المشتهية للعب المحبة له اه"

"الحديثة السن" یعنی نوعمر کم عمر لڑکی، اگلی حدیث میں "حريصة على اللهو" کا لفظ آیا ہے، یعنی وہ کھیل کا کتنا شوق رکھتی ہوں گی،

کیونکہ نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو کھیل سے بہت محبت ہوتی ہے۔ایک راوی میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "حسبك" یعنی اب تم تماشہ دیکھنے سے سیر ہوگئیں۔ میں نے کہا جی ہاں، تب حضرت نے فرمایا کہ اب جاؤ۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھڑے رہے، یہاں تک کہ میں خود ہی واپس چلی گئی۔

۲۰۶۲ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي - وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ لِكَيْ أَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ . فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ حَرِيصَةً عَلَى اللَّهْوِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور حبشی لوگ اپنے ہتھیاروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کھیل رہے تھے (جنگی کرتب کا مظاہرہ ہو رہا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر سے پردہ میں کرلیا تاکہ میں بھی ان حبشیوں کے کرتب کو دیکھ سکوں۔ پھر آپ میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی (محظوظ ہوکر) واپس پلٹ گئی۔ پس تم اندازہ کرلو کہ ایک نوعمر اور کھیل کود کی شوقین لڑکی کتنی دیر تک (کھیل تماشا) دیکھتی رہی ہوگی۔

۲۰۶۳ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، - وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ - قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ " دَعْهُمَا " فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَإِمَّا قَالَ " تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ " . فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ " دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ " . حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ " حَسْبُكِ " . قُلْتُ نَعَمْ . قَالَ: "فَاذْهَبِي"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میرے گھر میں) داخل ہوئے تو میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی جنگ بعاث کے بعض گیت گا رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آکر بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔اس دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا کہ شیطان کی تان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو: انہیں چھوڑ دو۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا غافل ہو گئے (نیند آ گئی) تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گئیں اور وہ عید کا دن تھا۔ حبشی کالے لوگ ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے پھر یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اس طرح کہ میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے لگا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے بنو ارفدہ! (یہ ان حبشیوں کا لقب تھا) تم اپنے کھیل میں لگے رہو۔ یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کافی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا تو جاؤ پھر۔

تشریح:

"مزمار الشیطان" "ای صوت الشیطان یعنی آواز الشیطان" **"فلما غفل"** اس فعل میں ضمیر حضرت ابوبکرؓ کی طرف لوٹتی ہے، یعنی جب ابوبکرؓ کا خیال دوسری طرف گیا تو میں نے ان دونوں بچیوں کو اشارہ کیا کہ اب نکل جاؤ۔ "غمزتھما" یہ اشارہ کرنے کے معنی میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا ہو اور ہوسکتا ہے کہ آنکھ سے جانے کا اشارہ کیا ہو۔ "السودان" حبش کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ "بالدرق" یہ جمع ہے اس کا مفرد "درقۃ" ہے۔ ڈھال کو کہتے ہیں۔ شمشیر زنی میں ڈھال کو بچاؤ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ "والحراب" چھوٹے نیزوں کو حراب کہتے ہیں۔

"فاما سألت" یہ کلام اگر راوی کا ہے تو تانیث کی ضمیر حضرت عائشہؓ کی طرف لوٹے گی اور اگر حضرت عائشہؓ کا کلام ہے تو یہ واحد متکلم کا صیغہ ہوگا، حضرت عائشہؓ نے شاید پہلے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا سے پوچھا کہ کیا تم یہ تماشہ دیکھنا چاہتی ہو؟ **"دونکم"** یہ اسم فعل ہے، منصوب ہے "ای ابدأوا و استمروا فی لعبکم"

"یا بنی ارفدۃ" حبش کا لقب بنو ارفدہ ہے یا اس کے دادا کا نام ارفدہ تھا، اس کی طرف منسوب ہیں۔ کھیل کے میدان مقابلہ میں دونوں کو مقابلہ میں لانے کیلئے اس طرح الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جس طرح اردو میں کہتے ہیں ایک دو تین۔ اس پر کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں "دونکم" اسی طرح ہے۔ "مللت" اکتا جانے اور تھک جانے کو کہتے ہیں۔ "حسبك" یعنی کھیل تماشہ سے سیر ہو گئی، تیرے لئے اتنا تماشہ کافی ہو گیا؟ "فاذھبی" بس اب جاؤ۔ **"فرس او حبش"** آنے والی روایت میں شیخ عطاء کو شک ہو گیا کہ یہ لوگ فارسی تھے یا حبش کے تھے، مگر ابن ابی عتیق نے جزم کے ساتھ کہا کہ حبش تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ تمام نسخوں میں یہی ہے۔

۲۰۶۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلَى مَنْكِبِهِ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشی لوگ آئے اور عید کے دن مسجد میں کھیلنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

بلایا۔ میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اوران کے کھیل کی طرف دیکھنے لگی (اور دیر تک دیکھتی رہی) یہاں تک کہ میں خود ہی ان کو دیکھنے سے فارغ ہو کر پلٹ گئی۔

٢٠٦٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْمَسْجِدِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عید کے دن حبشیوں کا کھیل نیزہ بازی) مسجد میں آپ علیہ السلام کے کندھے پر سر رکھ کر دیکھا) مروی ہے مگر اس حدیث میں مسجد کے اندر کا نہیں فرمایا۔

٢٠٦٦ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ، وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي، عَاصِمٍ - وَاللَّفْظُ لِعُقْبَةَ - قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ، أَنَّهَا قَالَتْ لِلَعَّابِينَ وَدِدْتُ أَنِّي أَرَاهُمْ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقُمْتُ عَلَى الْبَابِ أَنْظُرُ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ . قَالَ عَطَاءٌ فُرْسٌ أَوْ حَبَشٌ . قَالَ وَقَالَ لِي ابْنُ عَتِيقٍ بَلْ حَبَشٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے کھیلنے والوں سے کہلا بھیجا کہ میں ان کا مظاہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور میں دروازہ پر کھڑی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں اور کندھے کے درمیان سے دیکھتی رہی اور وہ مسجد میں مظاہرہ کر رہے تھے۔ عطاء کہتے ہیں وہ فارس کے لوگ تھے یا حبشہ کے۔ ابن عتیق نے کہا کہ حبشہ کے تھے۔

٢٠٦٧ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ بَيْنَمَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِحِرَابِهِمْ إِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ يَحْصِبُهُمْ بِهَا . فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم دَعْهُمْ يَا عُمَرُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے تیروں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے کہ اس دوران حضرت عمر بن الخطابؓ داخل ہوئے اور کنکر ان کی طرف پھینکنے کیلئے کنکر اٹھانے کو جھکے (تا کہ انہیں منع کریں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! انہیں چھوڑ دو۔"

کتاب صلاة الاستسقاء

قال الله تعالی: ﴿استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السمآء علیکم مداراً﴾ (نوح)

استسقاء باب استفعال کا مصدر ہے، مجرد میں اس کا مصدر "السقی" ہے، جو سیرابی کے معنی میں ہے۔ استسقاء میں سین اور تا طلب کیلئے ہے، مطلب یہ ہے کہ "طلب السقی" سیرابی اور بارش مانگنا۔ اصطلاح شرع میں استسقاء کی تعریف اس طرح ہے: "الاستسقاء هو طلب السقی بوجه مخصوص بانزال المطر و دفع الجدب و القحط اه" اردو میں تعریف اس طرح ہے خشک سالی میں بارش طلب کرنے کیلئے مخصوص طریقہ کے مطابق نماز پڑھنا اور دعا کرنا۔

باب صلوة الاستسقاء

نماز استسقاء کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۶۸ – وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْمَازِنِيَّ، يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِدَائَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ .

عبداللہ بن زید المازنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور استسقاء کی نماز پڑھی اور قبلہ رخ جب کیا تو اپنی چادر کو تبدیل کر دیا (ایک سرا دوسرے سرے کی طرف کر دیا)

تشریح:

"الی المصلی" قرآن وحدیث سے نماز استسقاء کی تین صورتیں معلوم ہوتی ہیں: (۱): نماز پڑھنے کے بغیر صرف استغفار کرنا اور دعا مانگنا۔ (۲): خطبہ جمعہ کے دوران اور فرض نمازوں کے بعد بارش کیلئے دعا کرنا۔ (۳): بارش کیلئے باقاعدہ طور پر صلوٰۃ استسقاء کی نماز پڑھنا اور اس کے بعد دعا کرنا۔ استسقاء میں اعلیٰ صورت یہی ہے کہ سب لوگ کھلے میدان میں نکل آئیں، کافر اور ذمی کے علاوہ تمام مسلمان میدان میں آ کر نہایت شکستگی اور عاجزی کے ساتھ عیدگاہ میں نماز پڑھیں اور خوب توبہ و استغفار کریں اور پھر بارش کیلئے دعا مانگیں اور صدقہ وخیرات کریں۔ استسقاء کی سنت صرف نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک استسقاء کی سنت کا پورا ہونا نماز میں منحصر ہے، اگر نماز نہیں ہوئی تو استسقاء کی سنت رہ گئی اور نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے امام دو رکعت نماز پڑھائے اور پھر خوب گڑگڑا کر دعا مانگے اور تحویل رداء کرے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء صرف نماز میں منحصر نہیں ہے، یعنی استسقاء کی سنیت نماز میں بند نہیں، بلکہ یہ سنت دعا سے بھی پوری ہو جاتی ہے اور مذکورہ بالا تینوں طریقوں سے بھی استسقاء کا عمل پورا ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ استسقاء کا قطعاً انکار نہیں کرتے، بلکہ وہ نماز میں استسقاء کو منحصر اور بند کرنے کے قائل نہیں۔ اس کے باوجود احناف کا فتویٰ صاحبین کے مسلک پر ہے۔ امام صاحب کے قول پر نہیں ہے، کیونکہ استسقاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ثابت ہے۔

دلائل

جمہور ان تمام احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں نماز کا ذکر ہے جیسے زیر بحث حدیث ہے۔ اس میں نماز کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح فصل ثالث کی حدیث نمبر ۱۲ میں "فصلی رکعتین" سے نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ چند احادیث اس طرح بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کیلئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ نماز پڑھنے کا ذکر اگرچہ نہیں ہے، لیکن عیدگاہ جانے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز مقصود تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: ﴿استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا﴾ اس آیت میں بارش مانگنے کیلئے صرف استغفار کا ذکر کیا گیا ہے اور بارش کو صرف استغفار کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ نیز سعید بن منصور امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ "خرج عمر یستسقی فلم یزد علی الاستغفار فقالوا ما رأیناك استسقیت فقال لقد طلبت الله الغیث بمجادیح السماء الذی یتنزل به المطر ثم قرأ ﴿استغفروا ربکم...... الخ﴾

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ استسقاء کیلئے صرف استغفار کو کافی سمجھتے تھے، نماز کو لازم نہیں سمجھتے تھے، یہ عمل سب صحابہ کے سامنے تھا۔ گویا اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا، اسی طرح بخاری و مسلم کی اعرابی والی حدیث تو مشہور ہے کہ اس نے خشک سالی کی شکایت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر خطبہ کے دوران دعا فرمائی، اس میں بھی نماز کا ذکر نہیں ہے۔

اس باب میں بھی امام مسلمؒ نے اکثر احادیث ایسی نقل فرمائی ہیں جن میں صرف دعا کا ذکر ہے اور نماز کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا استسقاء کیلئے صرف نماز متعین نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی کچھ ایسے طریقے ہیں جن سے استسقاء کی سنت پوری ہو جاتی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت اس طرح ہے: "و عن عطاء بن ابی مروان الاسلمی عن ابیه قال خرجنا مع عمر بن الخطاب یستسقی فما زاد علی الاستغفار" (ابن شیبه زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۴۲۲)

بہرحال استسقاء کے تین طریقے ہیں، موقع و محل کے اعتبار سے جو میسر آیا اس پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ بہتر طریقہ وہی ہے جس میں نماز کے ضمن میں استسقاء ہو اور اسی پر احناف کا فتویٰ ہے۔

"جهر فیهما بالقراءة"، معلوم ہوا نماز استسقاء میں قرأت بلند آواز سے ہے۔ "و رفع یدیه" یہاں دعا کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد سے زیادہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے، معلوم ہوا ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ایک ادب ہے، غیر مقلدیت کے جنون کی وجہ سے جزیرہ عرب میں دعا کے اندر ہاتھ اٹھانا ختم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان کے دلوں سے حلاوت ایمانی رخصت ہو چکی ہے، کیونکہ سلفیت نے ان کو خراب کر دیا ہے۔ نماز استسقاء میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورت قاف یا سورت اعلیٰ میں سے کوئی ایک سورت پڑھی جائے

اور دوسری رکعت میں سورت غاشیہ پڑھی جائے۔"وحول ردائه" چادر پھیرنا استسقاء کا کوئی لازمی حصہ نہیں ہے، احناف کے نزدیک تحویل رداء بطور نماز نہیں، بلکہ تفاول اور حالات بدلنے کی طرف اشارہ ہے، چادر پھیرنے کا طریقہ معروف ہے۔مگر تھوڑا سا مشکل ہے۔

۲۰۶۹- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَائَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

عبادؒ بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے، اور (دعا کر کے) پانی مانگا اور قبلہ رخ ہو کر اپنی رداء کو الٹ پلٹ کیا اور دو رکعات نماز پڑھی۔

۲۰۷۰- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَأَنَّهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَائَهُ .

عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف استسقاء اور طلب باران کیلئے نکلے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعا کا ارادہ فرمایا تو قبلہ رخ ہو گئے اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ دیا۔

۲۰۷۱- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ الْمَازِنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَمَّهُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا يَسْتَسْقِي فَجَعَلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ يَدْعُو اللَّهَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَائَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

عباد بن تمیم المازنیؒ نے اپنے چچا سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے سنا انہوں نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز طلب باران رحمت کیلئے نکلے، لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ کر کے قبلہ رخ ہوئے اور اللہ سے دعا کرنے لگے اور پھر تحویل رداء (چادر کے ایک سرے کو دوسرے سرے کی طرف الٹ دیا) فرمایا اور پھر دو رکعتیں پڑھیں۔

باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء

نماز استسقاء کی دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۷۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ .

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتنے اٹھائے ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔

۲۰۷۳ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اسْتَسْقَى فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باران رحمت کی طلب کیلئے استسقاء پڑھی اور ہتھیلیوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی دعا مانگی ہاتھ اٹھا کر)

تشریح:

"لا يرفع يديه" سوال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے علاوہ کئی مواضع میں ہاتھ اٹھائے ہیں، یہاں نفی کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہاں اس حدیث میں مطلق ہاتھ اٹھانے کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ استسقاء میں جتنا ہاتھ اٹھاتے تھے، اس طرح دوسرے مواضع میں نہیں اٹھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روایت میں "بياض ابطيه" کا ذکر آیا ہے۔ راوی یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ استسقاء میں ہاتھ اتنے بلند کئے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ یہ نہایت خوبصورتی کی وجہ سے ایک چمک تھی، حالانکہ لوگوں کے بغل سفید نہیں ہوتے ہیں۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خوبصورتی ثابت کرنا بھی مقصود ہے اور استسقاء کی دعا میں غیر معمولی ہاتھ بلند کرنے کا بیان بھی مقصود ہے۔ ساتھ والی روایت میں ہاتھ کی کیفیت کا بیان ہے وہ اس طرح ہے: "بظهر كفيه" استسقاء میں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرنا بھی ایک تفاول ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح ہاتھ الٹ گئے ہیں اور ہتھیلی زمین کی طرف آ گئی ہے اسی طرح بادلوں کی حالت کو تبدیل فرما اور بارش برسا۔

۲۰۷٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلاَّ فِي الاِسْتِسْقَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ . غَيْرَ أَنَّ عَبْدَ الأَعْلَى قَالَ يُرَى بَيَاضُ إِبْطِهِ أَوْ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ .

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں دعا کیلئے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے ماسوائے استسقاء کے (اور اتنا اوپر اٹھاتے تھے) حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔" مگر عبدالاعلی کی روایت میں (راوی کو شک ہے) انہوں نے کیا فرمایا ایک بغل کی سفیدی یا دونوں کی۔

۲۰۷۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ انس بن مالك حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ .

انس بن مالک سے یہ حدیث سابقہ حدیث کی طرح مروی ہے کہ آپ علیہ السلام استسقاء کیلئے اتنے ہاتھ اٹھاتے کہ بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔

باب الدعاء فی الاستسقاء

خطبہ کے وقت دعا استسقاء

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٠٧٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَومَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يُغِثْنَا . قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ " اللَّهُمَّ أَغِثْنَا اللَّهُمَّ أَغِثْنَا اللَّهُمَّ أَغِثْنَا " . قَالَ أَنَسٌ وَلاَ وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلاَ قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلاَ دَارٍ - قَالَ - فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ - قَالَ - فَلاَ وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا - قَالَ - ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا - قَالَ - فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ " اللَّهُمَّ حَوْلَنَا وَلاَ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ " . فَانْقَلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ . قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الأَوَّلُ قَالَ لاَ أَدْرِي .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں جمعہ کے روز دار القضا کی طرف والے دروازہ سے داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے (خشک سالی کی وجہ سے) اور راستے منقطع ہوگئے سو اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بارش برسا دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا دے، اے اللہ ہم پر بارش برسا دے، اے اللہ ہم پر پانی برسا دے'' انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم آسمان پر کوئی بادل یا بدلی گھٹا نہ دیکھتے تھے اور ہمارے اور (جبل) سلع کے درمیان کوئی گھر یا محلّہ تھا (آسمان بالکل صاف تھا اور سلع تک بالکل

صاف نظر آرہا تھا) کہ اچانک سلع کے پیچھے سے ایک بدلی نکلی ایک ڈھال کی مانند اور جب آسمان کے وسط میں پہنچی تو پھیل گئی اور بارش ہونے لگی۔ اللہ کی قسم! پھر ہم نے ہفتہ بھر سورج نہ دیکھا۔ (اور ہفتہ بھر مینہ برستا رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بطور معجزہ) پھر اگلے جمعہ کو وہی شخص اسی دروازہ سے مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! (مینہ کی کثرت سے) مال مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے مسدود ہوگئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ پانی روک دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں، بلندیوں، نالوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں برسا'' انسؓ فرماتے ہیں کہ فوراً ہی بارش رک گئی اور ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں نکلے۔ شریک (راوی) کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔

تشریح:

''دار القضاء'' یہ حضرت عمرؓ کے گھر کا نام ہے۔ آپ پر جب ابولؤلؤ مجوسی نے حملہ کیا تو زخمی حالت میں آپ نے حضرت ابن عمر کو وصیت فرمائی کہ مجھ پر قرض ہے، اس کی ادائیگی کیلئے اس گھر کو فروخت کردو ''ای بع داری فی قضاء دینی فباع فی قضاء دینه'' اس لئے اس کا نام دارالقضاء پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ پر چھیاسی ہزار درہم کا قرض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس گھر کو حضرت معاویہؓ پر فروخت کیا اور کچھ اور جائیداد فروخت کی اور قرض ادا کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ دارالقضاء اس گھر کا نام پڑ گیا تھا جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے شوریٰ بٹھائی اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلافت کیلئے منتخب کیا۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے اور راجح ہے۔ مسجد نبوی میں باب السلام کے پاس باب الرحمۃ کے نام سے آج کل ایک دروازہ موجود ہے، اسی کی سمت میں آگے مغرب کی جانب یہ گھر دارالقضاء کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔ یہ عدالت نہیں تھی، بلکہ قضاء دین کی وجہ سے دارالقضاء مشہور ہوگیا۔ پہلے اس کا نام دار قضاء دین عمر تھا۔ پھر تخفیف ہوگیا تو دارالقضاء ہوگیا۔ ''ھلکت الاموال'' اس سے مال مویشی حیوانات مراد ہیں، کیونکہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہیں نہیں جاسکتے تھے۔ ''وانقطعت السبل'' جب پانی نہ ہوتو انسان اور حیوان کہیں پانی کیلئے نہیں جاسکتے تھے تو راستے بھی ویران ہوگئے، اس لئے فرمایا کہ راستے کٹ گئے۔ ''یغثنا'' باب افعال سے ''یغیثنا'' تھا، جواب امر میں ''یغیثنا'' سے ی ساقط ہوگئی۔ ''یغثنا'' رہ گیا، یہ لفظ بارش کیلئے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب سخت خشک سالی ہورہی ہو، اس کے بعد جو بارش آتی ہے، اس کو ''الغیث'' کہتے ہیں۔

''فرفع'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ دعا استسقاء کیلئے اٹھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے اور یہاں اجتماعی دعا میں اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھانا ثابت ہوگیا، یہاں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ دعا میں تین بار الفاظ کو دہرانا اجابت دعا کیلئے مفید ہے۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ استسقاء کا عمل صرف نماز میں منحصر نہیں ہے، یہ سنت جس طرح نماز سے پوری ہوتی ہے، اسی طرح دعا سے بھی پوری ہوتی ہے، جس طرح اس حدیث میں ہے۔ علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ احناف میدان میں نکل کر نماز استسقاء کو بدعت کہتے ہیں۔ علامہ نوویؒ کا قول احناف کے مسلک کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے جو صحیح نہیں ہے۔

"لا واللہ" یعنی قسم کی ضرورت نہیں، لیکن میں پھر بھی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ "قزعة" بادل کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ اس طرح ٹکڑے اکثر موسم خزاں میں ہوتے ہیں۔ "سحاب" مجتمع بادل کو کہتے ہیں اور "قزعة" متفرق بادل کو کہتے ہیں۔ "وبین سلع" سین پر فتحہ ہے اور لام ساکن ہے۔ مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ اسی خطہ میں جنگ خندق ہوئی تھی۔ حضرت انس یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے اور اس پہاڑ کے درمیان کوئی گھر حائل ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اس کی آڑ میں کوئی بادل ہو جو ہمیں نظر نہ آتا ہو، مگر ایسا نہیں تھا، بلکہ واضح طور پر نظر آ رہا تھا کہ اس پہاڑ کے آس پاس کوئی بادل نہیں تھا، مگر اچانک اس پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی مانند ایک بادل آ گیا اور پھیل گیا اور ایک ہفتہ تک شدید بارش ہوتی رہی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو گیا۔

"مثل الترس" یعنی ابتدا میں یہ بادل ڈھال کی مانند بالکل معمولی تھا۔ "سبتا" "ای اسبوعاً کا ملاً" یہود سات دنوں پر مشتمل زمانہ کو سبت کہتے تھے، کیونکہ یوم السبت ان کے ہاں معظم دن تھا۔ انصار مدینہ ان کی متابعت میں یہ لفظ بولتے تھے، پھر اسلام نے سات دنوں پر جمعہ کا اطلاق کیا تو چار جمعے ایک مہینہ ہے۔ "حولنا" عام روایات میں "حوالینا" کا لفظ ہے۔ مراد اطراف مدینہ ہے۔ چونکہ یہ بارش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے شروع ہوتی تھی، اس میں معجزہ ظاہر ہوا تھا، اس لئے اس رحمت اور برکت کو بند کرنے اور روکنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ الٰہی اس بارش کو روک دیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ یہ بارش جاری رہے، لیکن اطراف مدینہ میں ہو، جنگلات اور پہاڑوں پر ہو، ہم پر نہ ہو۔ "علی الآکام" یہ "اکمة" کی جمع ہے۔ بڑے پہاڑ سے ذرا چھوٹے پہاڑ اور ٹیلے کو کہتے ہیں۔ ریت کے بڑے تودے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ "حوالینا" کی تفصیل ہے۔ "قیل التراب الحتمع و قیل الجبل الصغیر وقیل ما ارتفع من الارض اه" "والظراب" ظ پر کسرہ ہے، اس کا مفرد "ظرب" ہے۔ یہ اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو زیادہ بلند نہ ہو، مگر پھیلا ہوا ہو۔ "والاودیة" یہ "واد" کی جمع ہے۔ پہاڑوں کے درمیان نشیبی علاقہ کو وادی کہتے ہیں۔ "ومنابت الشجر" یہ منبت کی جمع ہے، درختوں کے اگنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ درختوں کے اگنے کی جگہ اور جڑیں مراد ہیں، کیونکہ ایسے علاقے بارش کو زیادہ برداشت کرتے ہیں۔ یہ سب "حوالینا" کی تفصیلات ہیں۔

"فانقلعت" "ای فانقلعت السحاب او السماء فامسکت عن المطر علی المدینة" یعنی مدینہ سے بادل چھٹ گیا، پھٹ گیا اور دھوپ نکل آئی۔ "و فی روایة فانقطعت و فی روایة فانجاب عن المدینة انجیاب الثوب و فی روایة تمزق السحاب وفی البخاری فجعل السحاب یتصدع عن المدینة یریهم الله کرامة نبیه و اجابة دعوته و فی روایة تفرجت حتی رئیت المدینة مثل الجوبة و فی روایة فتقشعت عن المدینة و انها لفی مثل الاکلیل" ان تمام الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بطور معجزہ مدینہ سے بادل کٹ گیا، چھٹ گیا، پھٹ گیا، ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، الگ الگ ہو گیا اور مدینہ حوض کی طرح رہ گیا یا تاج کی طرح رہ گیا اور چمک رہا تھا۔ "لاادری" یعنی معلوم نہ ہو سکا کہ گزشتہ جمعہ جس شخص نے بارش کی دعا کی سفارش کی تھی، آئندہ جمعہ بارش روکنے کی سفارش وہی شخص کر رہا تھا یا کوئی اور شخص تھا۔

٢٠٧٧ - وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَبَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ . وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ . وَفِيهِ قَالَ " اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا " . قَالَ فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ إِلاَّ تَفَرَّجَتْ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَدِينَةَ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ وَسَالَ وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا . وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلاَّ أَخْبَرَ بِجَوْدٍ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار لوگ خشک سالی کا شکار ہوگئے۔اسی زمانہ میں جمعہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے منبر پر کہ ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑا ہوا اور کہا کہ: یارسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے اور اہل وعیال بھوکے مرنے لگے۔غرض سابقہ حدیث کے مانند بیان کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں دعا فرمائی: اے اللہ ہمارے اردگرد برسا، ہم پر اب نہ برسا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے جس طرف بھی اشارہ کردیتے تھے وہاں سے آسمان کھل جاتا تھا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مدینہ درمیان میں سے صحن کی طرح کھل گیا تھا جب کہ وادی کا نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا اور اطراف میں سے جو بھی آیا اس نے ارزانی کی خبر دی۔

تشریح:

"أصاب الناس سنة" یعنی لوگوں کو خشک سالی پہنچی، قحط ہوگیا، بارش بند ہوگئی۔ "فما يشير بيده" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے تھے، بادل وہاں سے چھٹ جاتا تھا۔ابوطالب نے کہا تھا:

و أبيض يستقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل

"وادى قناة شهراً" قناة احد پہاڑ کے جنوب میں ایک مشہور وادی ہے۔اس کا نام وادی قناۃ ہے، یعنی ایک ماہ تک وادی قناۃ میں زوردار پانی بہتا رہا۔"أخبر بجود" یعنی ہر طرف سے لوگوں نے آکر اطلاع دیدی کہ زبردست بارش ہوگئی۔

٢٠٧٨ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالاَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَصَاحُوا وَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَحِطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ . وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الأَعْلَى فَتَقَشَّعَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ . فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوَالَيْهَا وَمَا تُمْطِرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً . فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الإِكْلِيلِ .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک لوگ کھڑے ہوگئے اور شور مچایا اور کہنے لگے، اے اللہ کے نبی! بارش کا قحط پڑ گیا، درخت (سوکھ کر) لال ہوگئے جب کہ جانور چوپائے مر گئے۔ آگے سابقہ حدیث کے مثل بیان کیا۔ عبدالاعلی کی روایت میں ہے کہ بادل مدینہ پر سے کھل گیا اور اس کے اردگرد بارش برستی رہی جب کہ مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ اور میں نے مدینہ طیبہ کو دیکھا وہ ایک گولائی میں ٹوپی کی طرح درمیان میں سے کھلا ہوا تھا (یعنی مدینہ کے اوپر آسمان صاف ہوگیا تھا جب کہ اردگرد بادل مینہ برسا رہے تھے)

تشریح:

"قحط المطر" ق پر زبر ہے، ح پر زبر اور زیر دونوں ہے "ای امسك و كف" یعنی بارش رک گئی۔ "و احمر الشجر" یعنی درختوں کے پتے اور چھلکے متغیر ہوکر سرخ ہوگئے۔ "فتقشعت" یعنی بادل مدینہ کی فضاء سے چھٹ گیا اور پھٹ گیا۔

"الاکیل" تاج کے معنی میں ہے، یعنی مدینہ کے اوپر سے جب بادل چاروں طرف سے ہٹ گیا تو نیچے مدینہ تاج کی مانند رہ گیا، جیسا مدینہ سر ہے اور بادل اس سر کے اوپر تاج کی مانند منڈلا رہا ہے اور اس سر پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ ساتھ والی روایت میں ہے "تهمه نفسه" یعنی طاقتور آدمی کی سب سے بڑی فکر یہ ہوتی تھی کہ وہ صحیح سالم اپنے گھر پہنچ جائے، کیونکہ شدید بارش تھی اور بہت زیادہ کیچڑ راستوں میں تھا، اس کے بعد کی روایت میں یہ لفظ ہے "كانه الملاء حين تطوى" گویا بادل چادر کی مانند لپیٹا جا رہا تھا۔

۲۰۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، بِنَحْوِهِ وَزَادَ فَأَلَّفَ اللَّهُ بَيْنَ السَّحَابِ وَمَكَثْنَا حَتَّى رَأَيْتُ الرَّجُلَ الشَّدِيدَ تَهِمُّهُ نَفْسُهُ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام نے لوگوں کے قحط کی خبر دینے پر دعا فرمائی جس سے اتنی بارش ہوئی کہ لوگ تنگ آگئے پھر آپ علیہ السلام کی دعا سے آس پاس ہونے لگی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو اکٹھا کر دیا اور ہمارا یہ حال تھا کہ زبردست آدمی بھی اپنے گھر جانے سے ڈرتا تھا۔

۲۰۸۰ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أُسَامَةُ، أَنَّ حَفْصَ بْنَ، عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ . وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَزَادَ فَرَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَمَزَّقُ كَأَنَّهُ الْمُلاَءُ حِينَ تُطْوَى .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی جمعہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آگے سابقہ حدیث کا واقعہ بیان کر کے آخر میں فرمایا کہ: میں نے بادل کو دیکھا گویا وہ ایک لپٹی ہوئی چادر کی طرح تھا اور پھٹ رہا تھا۔

تشریح:

"یتمزق" یعنی بادل پھٹ رہا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اور بعض اجزاء بعض سے مل رہے تھے۔ "کانه الملآء" یہ "ملاة" کی جمع

ہے۔ میم پر ضمہ ہے، یہ عمدہ نفیس چادر کو کہتے ہیں۔ "حین تطوی" یہ "طی" سے ہے، لپیٹنے کے معنی میں ہے، یہاں بادلوں کے الگ ہونے اور اجزاء کے آپس میں ملنے کی تشبیہ اس چادر سے دی گئی ہے جو پھیلانے کے بعد ملائی جاتی ہو، یہ بادل بھی اسی طرح پھیلنے کے بعد گویا لپیٹا جا رہا تھا۔

۲۰۸۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ قَالَ أَنَسٌ أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثَوْبَهُ حَتَّى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ . فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا قَالَ " لأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ تَعَالَى " .

انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے اوپر بارش برسی، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا بدن پر سے کھول دیا اور بدن مبارک پر بارش برسنے لگی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ یہ پانی رب عزوجل کے پاس سے ابھی ابھی آرہا ہے۔

تشریح:

''**فحسر**''، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کے اوپر حصہ سے قمیص یا چادر ہٹادی اور بدن ظاہر فرمادی۔ ''لم صنعت''، یعنی آپ نے یہ عمل کیوں کیا کہ بدن کو ظاہر کیا اور بارش کے نیچے بیٹھ گئے؟ ''**حدیث عهد بربه**'' ''ای جدید النزول بأمر ربه او بایجاد ربه و تکوینه ایاه یعنی ان المطر رحمة و هی قریبة العهد بخلق الله تعالیٰ فیتبرك بها'' یعنی ابھی ابھی یہ بارش اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہے، اس نے اس کو پیدا کیا اور ہماری طرف بھیجا، نیچے گناہ گار مخلوق سے ابھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے، لہٰذا یہ اس قابل ہے کہ اس سے برکت حاصل کی جائے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: ''و یستحب الدعاء عند نزول الغیث و ان یخرج الیه عند نزوله لیصیب جسده منه اھ''، یعنی بارش کے وقت دعا مانگنی چاہیے اور برستے وقت اس کے نیچے آجانا چاہئے تاکہ آدمی کے جسم پر خوب بارش برس جائے۔

باب التعوذ عند رؤية الريح و الغيم و الفرح بالمطر

شدید ہوا اور سخت بادل سے خوف اور بارش سے خوشی کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، - يَعْنِي ابْنَ بِلاَلٍ - عَنْ جَعْفَرٍ، - وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا كَانَ يَوْمُ الرِّيحِ وَالْغَيْمِ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مَطَرَتْ سُرَّ بِهِ وَذَهَبَ

عَنهُ ذَلِكَ . قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ " إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ عَذَابًا سُلِّطَ عَلَى أُمَّتِي " . وَيَقُولُ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ " رَحْمَةٌ " .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب آندھی اور بادل کا دن ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوف کے اثرات واضح پہچانے جاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے پلٹتے (فکر کے مارے) پھر اگر بارش ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوتے تھے اور وہ غم کے اثرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ختم ہو جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ''میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ کہیں یہ کوئی عذاب نہ ہو جو میری امت پر مسلط کیا گیا ہو'' اور جب بارش دیکھتے تو فرماتے ''رحمت ہے۔''

تشریح:

''یوم الریح'' اس سے عادی ہوا مراد نہیں ہے، بلکہ شدید طوفانی ہوا مراد ہے۔ ''الغیم'' شدید سیاہ بادل دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے تھے، جس کا اثر آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ ''واقبل و ادبر'' یعنی پریشانی کی وجہ سے ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتے تھے، کبھی آگے جاتے، کبھی پیچھے آتے۔ ''سُرّ بہ'' یعنی آپ خوش ہو جاتے، کیونکہ خوف کا سبب ختم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت آجاتی۔ ''ویقول اذا رأی المطر رحمۃ'' رحمۃ کا لفظ ''یقول'' کیلئے مقولہ ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور ''رحمۃ'' کا لفظ منصوب ہے۔ اس کا فعل محذوف ہے۔ ''ای یقول اللھم اجعلہ رحمۃً'' اور اگر یہ لفظ مرفوع ہو تو یہ متبدا محذوف کیلئے خبر ہے۔ ''ای یقول ھذہ رحمۃ''

۲۰۸۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ جُرَيْجٍ، يُحَدِّثُنَا عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ " اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ " . قَالَتْ وَإِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَاءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفْتُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ . قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ " لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ ﴿ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا ﴾ " .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات فرماتے اللھم انی اسالک سے ارسلت بہ تک ''اے اللہ! میں آپ سے اس (ہوا کی) خیر طلب کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور جس چیز کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے،

اس کے اندر موجود چیز کے شر سے اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں' فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل آجاتے اور ابر چھا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ کبھی باہر نکل جاتے کبھی اندر آتے، کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے پلٹتے پھر جب بارش ہو جاتی تو خوش ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو بھانپ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! شاید یہ وہی ہو جیسا کہ قوم عاد کے بارے میں کہا گیا ہے۔ فلما راوہ عارضا...... الایۃ' پھر جب دیکھا کہ اس کو ابر کہ سامنے آیا ان کے نالوں کے تو بولے یہ ابر ہے جو برسے گا ہم پر کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے' (الاحقاف ۲۶/۳) (گویا یہ کہیں عذاب کی شکل نہ ہو جیسا قوم عاد پر بھیجا گیا تھا اور وہ اسے ابر اور بارش سمجھ رہے تھے)

تشریح:

"**اذا عصفت الریح**" شدید طوفانی ہوا کو عاصفہ کہتے ہیں۔ "**و اذا تخیلت السماء**" "ای اذا تھیئت السحاب للمطر فالسماء ھنا بمعنی السحاب و معنی تخلیت ظھر فیھا اثر المطر" یعنی بادل میں جب بارش کے آثار نمودار ہو جاتے اور بادل گھٹاٹوپ ہو جاتا اور گرج چمک شروع ہو جاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ پر خوف طاری ہو جاتا کہ کہیں انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے اس میں عذاب نہ آرہا ہو۔ "**سری عنہ**" یعنی جب بارش ہو جاتی تو آپ سے خوف اور پریشانی کی کیفیت دور ہو جاتی۔ "ای کشف عنہ الخوف و الحزن" "**کما قال قوم عاد**" قوم عاد بڑی سرکش اور بدبخت قوم تھی۔ حضرت ھود علیہ السلام سے دشمنی رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش بند کی۔ یہ لوگ ایک جرگہ کی شکل میں مکہ مکرمہ آئے کہ بارش کیلئے دعا کریں۔ مکہ میں کچھ اچھے لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے بارش مانگو، ورنہ عذاب ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان کو پیغمبر نہیں مانتے ہیں، مکہ میں ان لوگوں نے دعا مانگی تو آسمان پر تین قسم کے بادل نمودار ہو گئے۔ سفید بادل، سیاہ بادل اور سرخ بادل اور غیب سے آواز آئی کہ ایک قسم بادل منتخب کرلو۔ وہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ ان لوگوں نے مشورہ کیا تو کہا کہ سرخ بادل میں عذاب ہوتا ہے، سیاہ بادل میں پانی کم ہوتا ہے۔ سفید بادل میں بارش اور پانی زیادہ ہوتا ہے، یہی ہمیں چاہئے۔ یہ لوگ واپس جانے لگے۔ بادل بھی ساتھ ساتھ جارہا ہے۔ یہ لوگ اپنے نبی کو مزید سخت سست کہتے رہے کہ دیکھو اس کے بغیر ہم کو بارش کیلئے اللہ تعالیٰ نے بادل عطا کیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو جب معلوم ہوا تو فرمانے لگے کہ یہ بادل نہیں، بلکہ عذاب ہے۔ بہر حال جب یہ لوگ اپنے شہر میں پہنچ گئے، بادل بھی پہنچ گیا۔ وہاں بادل سے ایک طوفانی ہوا پیدا ہو گئی اور تنکوں کی طرح اس قوم کو ٹکڑا ٹکڑا کر کے فضاؤں میں اڑا دیا۔ اسی حقیقت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے۔ ساتھ والی روایت میں "مستجمعا ضاحکا" کا لفظ آیا ہے، یعنی آپ کبھی کامل و مکمل طور پر ایسے نہیں ہنستے تھے، جس سے آپ کا تالو ظاہر ہو جائے۔ "لھوات" تالو کو کہتے ہیں۔

۲۰۸۴ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ،

أَخبرَنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخبرَنا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ - قَالَتْ - وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ . فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَى النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا . رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عَرَفْتُ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقَالَ " يَا عَائِشَةُ مَا يُؤَمِّنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا ﴿ هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا﴾ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ اہتمام کر کے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ جب ابر آلود آسمان ہوتا یا تیز ہوا چلنے لگتی تو آپ کے چہرہ انور پر غم کے اثرات پہچانے جاتے تھے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ جب وہ ابر وغیرہ دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ اس میں بارش ہوگی۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ ابر دیکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات نظر آتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں اس میں وہ عذاب نہ ہو جس سے ایک قوم کو آندھی کا عذاب دیا گیا تھا۔ اور جب قوم نے عذاب کی اس شکل کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا (حالانکہ اس میں عذاب تھا)

باب فی ریح الصبا و الدبور

مشرقی اور مغربی ہوا کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۰۸۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ " نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ " .

ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری مدد کی گئی 'صبا' سے جبکہ قوم عاد کو 'دبور' سے ہلاک کیا گیا۔

تشریح:

''نصرت بالصبا'' بادصبا اور بادنسیم اس نرم ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب سے چل پڑتی ہے۔ اس میں ہلاکت نہیں ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ونصرت اس مشرقی ہوا سے جنگ خندق میں ہوئی تھی، جب اہل مکہ کی دس ہزار فوج نے مدینہ کا محاصرہ کیا۔تقریباً ایک ماہ تک وہ لوگ محاصرہ کئے ہوئے تھے۔آخری دنوں میں ہوا آگئی اور ابوسفیان کا لشکر بھاگنے پر مجبور ہوگیا۔یہ الگ بات ہے کہ ان لوگوں کی قسمت میں اسلام لکھا ہوا تھا، لہٰذا اس ہوا سے کوئی ہلاک نہیں ہوا، البتہ مفلوج ہوکر بھاگ گئے۔

"عاد بالدبور" قوم عاد پر مغربی ہوا آگئی اور سب کو تباہ کر کے رکھ دیا، جس کا مختصر قصہ میں نے پہلے لکھ دیا ہے۔

٢٠٨٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، - يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ - كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . بِمِثْلِهِ .

اس سند سے بھی مذکورہ حدیث منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری مدد کی گئی صبا سے اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔

کتاب الکسوف

قال الله تعالیٰ: ﴿وما نرسل بالایات الا تخویفا﴾

خسوف اور کسوف دو لفظ ہیں، ائمہ لغت نے ان دونوں لفظوں میں فرق بیان کیا ہے۔

امام لغت شیخ ثعلب فرماتے ہیں کہ کسوف کا اطلاق زیادہ تر سورج گرہن پر ہوتا ہے اور خسوف کا زیادہ تر اطلاق چاند گرہن پر ہوتا ہے۔ علامہ جوہریؒ نے اس کو افصح قرار دیا ہے۔

فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ سورج گرہن کیلئے کسوف اور چاند گرہن کیلئے خسوف کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ویسے بھی خسف زمین میں دھنسنے کو کہتے ہیں، اس کا چاند کے ساتھ کچھ نہ کچھ علاقہ بھی ہے، کیونکہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ جب زمین چاند اور سورج کے درمیان حائل ہوجاتی ہے تو چاند کا نور ختم ہوجاتا ہے۔ قرآن میں آیت ہے ﴿فاذا برق البصر و خسف القمر﴾ (قیامہ) بعض اہل لغت نے ان دونوں الفاظ میں ترادف کا قول کیا ہے، کیونکہ ان کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا رہتا ہے۔ یہاں زیر بحث باب کی بعض احادیث میں خسوف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، بعض میں کسوف کا لفظ بولا گیا ہے۔ حالانکہ تمام احادیث میں سورج کو گرہن لگنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چاند گرہن کا ذکر صراحت سے کسی حدیث میں نہیں ہے۔ محدثین عام طور پر ان دونوں لفظوں میں فرق نہیں کرتے ہیں، اسی لئے امام مسلمؒ نے عنوان میں تو کسوف کا لفظ رکھا ہے، لیکن احادیث میں دونوں لفظ آئے ہیں۔

مشہور ماہر فلکیات علامہ محمود پاشا مصری نے اپنی کتاب "نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام" میں تصریح کی ہے کہ قواعد ریاضیہ کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کسوف شمس صرف ایک مرتبہ بنتا ہے، اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

اکثر علماء کا بھی یہی قول ہے، البتہ چاند گرہن کا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئی مرتبہ ہوا ہے۔

کسوف الشمس کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی، اس کی وجہ کیا ہے؟ پھر سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نماز ادا فرمائی؟ جاہلیت میں سورج گرہن کے موقع پر عرب کیا تصور قائم کرتے تھے؟ یہ تمام مباحث آئندہ احادیث کے ضمن میں آنے والے ہیں، کچھ انتظار فرمائیے۔

باب صلوة الكسوف

نماز کسوف کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۸۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ

خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي فَأَطَالَ الْقِيَامَ جِدًّا ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ جِدًّا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ جِدًّا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ جِدًّا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَإِنَّهُمَا لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَكَبِّرُوا وَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنْ مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرَ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ " . وَفِي رِوَايَةِ مَالِكٍ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ " .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار سورج گرہن ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور قیام بہت زیادہ طویل کیا، پھر رکوع فرمایا تو رکوع بھی زیادہ طویل کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا تو بھی زیادہ قیام کیا، البتہ پہلے قیام کی بہ نسبت یہ قیام کم تھا، پھر دوبارہ رکوع میں گئے اور بہت طویل رکوع کیا لیکن پچھلے رکوع سے ذرا کم۔ پھر سجدہ کیا، پھر کھڑے ہوگئے اور طویل قیام کیا لیکن پہلی رکعت کے قیام سے کم، پھر طویل رکوع فرمایا لیکن پہلی رکعت کے رکوع سے کم، پھر سر اٹھایا اور طویل قیام کیا اور یہ قیام پچھلے قیام سے کم تھا، دوبارہ پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا (گویا ہر رکعت میں دو رکوع کئے) نماز سے فارغ ہوکر مڑے تو سورج روشن ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، اور ان دونوں کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ پس اگر تم گرہن دیکھو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس سے دعا اور نماز پڑھو، صدقہ دو۔ اے امت محمدیہ! اللہ جل جلالہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں اس بات سے کہ اس کا بندہ باندی زنا کرے اے امت محمد! اللہ کی قسم! اگر تم وہ کچھ جان جاؤ جو میں جانتا ہوں تو البتہ تم روتے زیادہ اور ہنستے کم، آگاہ رہو! کیا میں نے پہنچا دیا۔'' مالک رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ بیشک سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں میں سے۔

تشریح:

''خسفت الشمس'' یہاں خسف کا لفظ سورج کے گرہن کیلئے استعمال کیا گیا ہے جو کسف کے معنی میں ہے۔ دونوں میں ترادف معلوم ہوتا ہے، پہلے بحث گزر چکی ہے۔ ''یصلی'' نماز کسوف میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ عام نمازوں کی طرح ہے یا اس میں کئی رکوعات ہیں۔ یہ اختلاف آئندہ آرہا ہے، زیر بحث حدیث میں دو رکعتوں میں چار رکوعات کا ذکر ہے۔ یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مستدل ہے۔

"فخطب الناس" نماز کسوف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیمؓ بن محمدؐ کی وفات کی وجہ سے آپ نے دیا ہے، کیونکہ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ سورج گرہن کسی بڑے انسان کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق سے اس دن حضرت ابراہیمؓ کی موت واقع ہوئی تھی۔ اس عقیدہ کو رد کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا کہ عارضی امر تھا، باقاعدہ خطبہ نہیں تھا، لیکن احناف کے دیگر فقہاء نے صلوٰۃ کسوف کے بعد خطبہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ اور قاضی خان اور علامہ شامی نے اس کو مستحب کہا ہے۔ احادیث میں خطبہ کا ذکر ہے، لہٰذا علامہ ابن ہمام کی تاویل صحیح نہیں ہے۔

"من آیات اللہ" یعنی سورج اور چاند میں تغیر اور کسوف وخسوف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، لہٰذا ان کی عبادت نہیں کرنی چاہئے۔ "لموت احد" جاہلیت کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی بڑے آدمی کی پیدائش یا اس کی موت سے وابستہ ہے۔ "ان یزنی عبدہ" یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو غیرت نہیں آتی، جبکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرتی ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کے گرہن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور بندوں کی معصیت سے ہے۔ "لو تعلمون" یعنی اگر اہل معاصی سے اللہ تعالیٰ کے عظیم انتقام وشدید عذاب کو تم دیکھ لیتے اور قیامت کے ہولناک مناظر اگر تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوتے، جس طرح میرے سامنے ہیں تو تم ہمیشہ کیلئے روتے رہتے اور کبھی ہنسنے کا نام ہی نہ لیتے۔

۲۰۸۸ - حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ " أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ " . وَزَادَ أَيْضًا ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ " اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ " .

اس سند سے بھی سابقہ روایت (کہ آپ علیہ السلام نے سورج گرہن کے موقع پر نماز پڑھی پھر لوگوں پر خطبہ پڑھا۔ جس کی تفصیل پچھلی حدیث میں گزری) مروی ہے۔ مگر اتنی بات زیادہ ہے کہ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اما بعد! بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے اور فرمایا اے اللہ!''میں نے پہنچا دیا۔''

۲۰۸۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَامَ وَكَبَّرَ وَصَفَّ النَّاسُ وَرَائَهُ فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قِرَائَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ " سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ " . ثُمَّ قَامَ فَاقْتَرَأَ قِرَائَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَائَةِ الأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ " سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ " . ثُمَّ سَجَدَ - وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو الطَّاهِرِ ثُمَّ

سَجَدَ - ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى اسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْزَعُوا لِلصَّلَاةِ " . وَقَالَ أَيْضًا " فَصَلُّوا حَتَّى يُفَرِّجَ اللَّهُ عَنْكُمْ " . وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُمْ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أُقَدِّمُ - وَقَالَ الْمُرَادِيُّ أَتَقَدَّمُ - وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيهَا ابْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ " . وَانْتَهَى حَدِيثُ أَبِي الطَّاهِرِ عِنْدَ قَوْلِهِ " فَافْزَعُوا لِلصَّلَاةِ " . وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ .

حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک بار سورج گرہن ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے، کھڑے ہو کر تکبیر کہی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کر لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت فرمائی پھر تکبیر کہی اور طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد فرمایا پھر کھڑے ہو کر طویل قرأت فرمائی جو پہلی قرأت سے کم تھی، پھر تکبیر کہی اور طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سمع اللہ...... الخ کہہ کر کھڑے ہوئے سجدہ کیا۔ دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا حتی کہ چار رکعات پوری کیں اور چار سجدے کئے (ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے گویا دو رکعت میں چار سجدے کئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے پلٹنے سے قبل ہی سورج روشن ہو گیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطبہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان فرمائی جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے پھر فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں۔ یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، جب تم ایسی حالت دیکھو تو نماز کی طرف دوڑو اور فرمایا کہ نماز پڑھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے اوپر سے کھول دے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنی اس جگہ پر ہر وہ چیز دیکھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے حتی کہ میں نے دیکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ جنت (کے پھلوں) کا ایک خوشہ لے لوں اور یہ اس وقت ہوا تھا جب تم نے مجھے دیکھا تھا کہ میں آگے بڑھا تھا (تو وہ جنت کے خوشے توڑنے کیلئے ہی آگے بڑھا تھا) اور میں نے جہنم دیکھی کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھا رہا ہے (اور میں اس سے بچنے کیلئے پیچھے ہٹا) یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا اور میں نے جہنم میں عمرو بن لحی کو دیکھا اور یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے جانور چھوڑے (بت پرستی کے نام پر اور اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا)

تشریح:

''فاقترأ قرأة طويله'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف میں بہت طویل قرأت فرمائی۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں طویل قرأت ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ قرأت جہراً ہے یا سراً ہے۔ اختلاف اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

"فافزعوا للصلوة" یعنی نماز کی طرف جلدی جلدی دوڑ کر جاؤ، نماز پڑھو اور صدقہ دو۔ "فی مقامی هذا کل شئ" یعنی صلوٰۃ کسوف کے اس مقام میں وہ سب کچھ میں نے دیکھا جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاص وقت میں خاص خاص چیزیں میں نے دیکھیں، اس وقت انکشاف تام ہو گیا تھا تو یہ عارضی معاملہ تھا، ہمیشہ کیلئے استمراری عمل ایسا نہیں کہ ہر وقت ہر چیز آپ کے سامنے ہو۔ "قطفاً" انگور کے خوشے کو کہتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے، ویسے قطف پھلوں کے گچھے کو کہتے ہیں، خواہ انگور ہو یا کھجور ہو یا کچھ اور ہو۔ "اقدم" باب تفعیل سے متکلم کا صیغہ ہے "ای اقدم نفی او رجلی"

"وقال المرادی اتقدم" یعنی مرادی راوی نے اقدم کی جگہ اتقدم کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ "یحطم" توڑنے کے معنی میں ہے، یعنی جہنم کی آگ بعض بعض کو توڑ کر کھا رہی تھی۔ "عمرو بن لحی" لام پر ضمہ ہے، حا پر فتح ہے اور یا پر شد ہے۔ عمرو بن لحی بھی مذکور ہے اور عمرو بن مالک بھی آتا ہے تو مالک اس کا باپ ہے اور لحی دادا ہے، کبھی باپ اور کبھی داد کا ذکر آتا ہے۔ یہ شخص بنو خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک زمانہ میں بیت اللہ کا متولی ہو گیا، کاہن قسم کا آدمی تھا۔ ایک دفعہ یہ بیمار ہو گیا تو کسی نے کہا کہ شام کی زمین میں پانی کا ایک چشمہ ہے، اس کے پانی میں تم غسل کرو، ٹھیک ہو جاؤ گے۔ یہ وہاں گیا تو وہاں اس نے بتوں کو دیکھا کہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ اس نے واپسی میں ان سے ایک بت مانگا۔ انہوں نے اس کو "هبل" بت دیدیا۔ اس نے اس بت کو بیت اللہ کے پاس رکھا، مگر کسی کو اس کی عبادت کی طرف نہیں بلایا، پھر اس کے بعد شیطان ابلیس نے اس سے کہا کہ حدہ کے پاس ایک جگہ میں قوم نوح کے پانچ معبود پڑے ہیں، ان کو نکال کر لاؤ۔ اس نے ابلیس کی رہنمائی اور تعاون سے وہ بت حاصل کئے اور لا کر بیت اللہ میں رکھ دیئے اور لوگوں کو ان کی پوجا کی طرف بلایا۔ اس طرح جزیرہ عرب اور حجاز میں اس کی کوششوں سے شرک شروع ہو گیا، پھر اس نے ان بتوں کے لئے سانڈ چھوڑ دیئے۔ یہ رسم اور شرک بھی اس نے شروع کی۔ "سوائب" جمع ہے، اس کا مفرد "سائبة" ہے۔ سائبہ چھوڑنے کے معنی میں ہے۔ مشرک لوگ اپنے بتوں کیلئے جانور چھوڑتے تھے، نہ ان پر سوار ہوتے تھے نہ ذبح کرتے تھے نہ دودھ نکالتے تھے، اسی کو سانڈ کہتے ہیں۔ سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی، جس کے مسلسل دس مادہ بچے پیدا ہو جاتے تھے، درمیان میں کوئی نر بچہ نہ ہوتا، ایسی اونٹنی کو مشرک لوگ اپنے بتوں کیلئے وقف کرتے تھے۔ عمرو بن لحی نے سب سے پہلے یہ بدعت اور شرک ایجاد کیا۔ اس حدیث میں اس پس منظر کا ذکر ہے اور عمرو بن لحی کی دوزخ میں بری حالت کا بیان ہے۔ حدیث میں عمرو بن لحی بھی ہے، عمرو بن مالک بھی ہے اور عمرو بن عامر بھی ہے، یہ ایک ہی شخص ہے۔

صلوٰۃ کسوف کا طریقہ

۲۰۹۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ قَالَ الأَوْزَاعِيُّ أَبُو عَمْرٍو وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ الزُّهْرِيَّ، يُخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ الشَّمْسَ، خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَبَعَثَ مُنَادِيًا " الصَّلاَةَ جَامِعَةً " . فَاجْتَمَعُوا وَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ . وَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج گرہن ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو بھیجا (کہ جاؤ آواز لگاؤ) نماز جمع کرنے والی ہے (یعنی سب جمع ہو جاو) چنانچہ سب جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، تکبیر کہی اور دو رکعات میں چار رکوع کئے (اس طرح کہ دو رکوع کئے ہر رکعت میں) اور چار سجدے کئے۔

تشریح:

''فبعث منادیا'' صلوٰۃ کسوف کیلئے اذان واقامت نہیں ہے، ہاں لوگوں کو اکٹھا کرنے کیلئے بلند جگہ سے زور سے اس طرح پکارنا چاہئے ''الصلوۃ جامعۃ'' چنانچہ آج کل حرمین شریفین میں اس قسم کی پکار لاؤڈ اسپیکر پر دی جاتی ہے، حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

''علی عھد رسول اللہ'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی مرتبہ سورج گرہن ہوا تھا اور اتفاق سے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم ؓ کا انتقال ہوا تھا، یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے، عرب جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ چاند اور سورج میں گرہن کا تغیر کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے آتا ہے۔ ابراہیم کی وفات سے یہ غلط عقیدہ مزید پختہ ہوسکتا تھا۔ چنانچہ بعض نو مسلم یا کمزور عقیدہ کے مسلمانوں نے کہنا بھی شروع کر دیا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز کے بعد ایک طویل خطبہ دیا اور جاہلیت کے اس عقیدہ کی سختی سے تردید فرمائی۔

''فصلی اربع رکعات'' صلوٰۃ کسوف کی مشروعیت اور جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ صحیح احادیث اور اجماع امت سے یہ نماز ثابت ہے، بلکہ بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل بھی ہو گئے ہیں۔

لیکن جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کسوف سنت ہے، البتہ جمہور کا آپس میں اس نماز کے پڑھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مختلف احادیث میں مختلف طریقوں کا ذکر ہے، ایک سے لے کر پانچ رکوعات تک کا ثبوت ملتا ہے۔

فقہائے کرام کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں جتنے طریقوں کا ذکر آیا ہے، سب جائز ہیں، موقع ومحل کے اعتبار سے جو طریقہ میسر آیا اسے اپنایا جاسکتا ہے، جب تک انجلاء شمس نہیں ہوتا، ان طریقوں کو استعمال کرنا چاہئے اور رکوعات میں لگا رہنا چاہئے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک رکعت میں صرف دو رکوع کرنا چاہئے، اس سے زیادہ نہیں۔

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کسوف کا طریقہ عام نمازوں کی طرح ہے، ایک رکعت میں ایک ہی رکوع ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

دلائل:

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں جتنے رکوعات کا ذکر آیا ہے، سب طریقے جائز ہیں، جب تک سورج میں انجلاء نہیں آتا، اس وقت تک رکوعات میں مشغول رہنا چاہئے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس باب کی تمام احادیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح دلائل ہیں۔ ائمہ احناف نے حضرت قبیصہ ہلالی کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اپنی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

"اذا رأیتموها فصلوا کأحدث صلوة صلیتموها من المکتوبة" (ابو دائود)

ائمہ احناف کی دوسری دلیل حضرت نعمان بن بشیر کی روایت ہے، فرمایا: "ان النبی صلی اللہ علیه و سلم کان یصلی فی کسوف الشمس کما تصلون رکعة و سجدتین" (ابوداؤد، نسائی وطحاوی)

بہر حال بہت ساری روایات ہیں، جن میں ایک رکوع کا ذکر ہے۔ امام طحاویؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور زجاجۃ المصابیح نے بھی دس سے زیادہ روایات کا ذکر کیا ہے، سب میں قریب قریب یہی الفاظ ہیں: "فصلی کما تصلون یا مثل صلوتکم یا نحوا من صلوتکم" حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم صلی فی کسوف الشمس نحوا من صلوتکم یرکع و یسجد" رواہ احمد و النسائی (زجاجۃ المصابیح ج ا ص ۴۱۵)

جواب

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کسوف کا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ پیش آیا ہے اور اس میں فعلی احادیث آپس میں متعارض ہیں، اب تو یہ ممکن نہیں کہ ان متعارض فعلی روایات کو ایک واقعہ پر منطبق کیا جائے، لہٰذا حل صرف یہ ہے کہ ان فعلی روایات کو بوجہ تعارض وتضاد چھوڑ دیا جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی روایت پر عمل کیا جائے اور قولی روایت میں تصریح ہے کہ تم نے جو ابھی ابھی نماز پڑھی، اسی طرح کسوف کی نماز پڑھو اور وہ فجر کی نماز تھی۔

احناف فرماتے ہیں کہ ہم واضح الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ صلوٰۃ کسوف میں ایک سے زائد رکوعات ہوئے ہیں، ایک سے لے کر دو تین چار پانچ تک کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح عمل کیا ہے، ہمیں اس سے قطعاً انکار نہیں اور نہ ہمیں اس میں کوئی تردد ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو حکم دیا ہے ہم اسی پر چلیں گے اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل فرمایا ہے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیں گے۔

دوسرا جواب یہ کہ نماز کسوف میں ایک مقام پر نہیں کئی مقامات پر ایسے افعال کا ظہور ہوا ہے کہ ہم اس کو سوائے خصوصیت پیغمبری کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں، ہم پوچھتے ہیں کہ اس نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے گئے ہیں، پیچھے آئے ہیں، دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑنے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ افعال اگر کسی اور سے ظاہر ہو جائیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے اس شخص کی نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ معلوم ہوا یہاں خصوصیت پیغمبری کا معاملہ تھا تو کثرت رکوعات کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے کہ صلوٰۃ کسوف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ عمل فرمایا، وہ بیشک و بے تردد ہے، لیکن ہمیں جو حکم دیا گیا ہے، ہم اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ قول وفعل کے تضاد کے وقت ترجیح قول کو دی جاتی ہے۔

نیز یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر جو کثرت سے رکوعات کئے ہیں، یہ رکوعات صلوٰۃ نہیں تھے، بلکہ رکوعات آیات تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کو صلوٰۃ کسوف میں دیکھنے پر بار بار آپ نے رکوع فرمایا ہے، جو خالص خصوصیت ہے۔

خلاصہ یہ کہ رکوع صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کیا ہے، اس سے زائد جتنے رکوعات تھے وہ رکوعات صلوٰۃ نہیں، بلکہ رکوعات آیات تھے، واللہ اعلم۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں صلوٰۃ کسوف سے متعلق ایسی احادیث نقل فرمائی ہیں جو احناف کے دلائل ہیں۔ حضرت مصعب سے کسی نے پوچھا کہ عبداللہ بن زبیر تو دو رکعت عام طرز پر بتاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں، حدیث بخاری صلوٰۃ الکسوف میں ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔

نماز کسوف میں قرأت کا حکم

۲۰۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ، يُخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم جَهَرَ فِي صَلَاةِ الْخُسُوفِ بِقِرَائَتِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ .

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خسوف کی نماز میں جہراً قرأت کی اور چار رکعات دو رکعتوں میں چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔

۲۰۹۲ - قَالَ الزُّهْرِيُّ وَ أَخْبَرَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ

زہری کہتے ہیں کہ مجھے کثیر بن عباس نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات میں چار رکعات چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔

تشریح:

"جهر النبی" نماز کسوف میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ آیا اس میں بلند آواز سے قرأت کرنی چاہئے یا آہستہ آواز سے کرنی چاہئے؟ اس بارے میں روایات میں کچھ اختلاف کی وجہ سے فقہاء میں بھی تھوڑا سا اختلاف آیا ہے۔

فقہائے کرام کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف میں جہری قرأت کے ساتھ نماز ہونی چاہئے۔

جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز کسوف میں آہستہ قرأت ہونی چاہئے۔

دلائل

امام احمدؒ اور صاحبینؒ وغیرہ کی دلیل زیر بحث بخاری ومسلم کی حدیث ہے جو اپنے مدعا پر واضح تر دلیل ہے۔ جمہور کی دلیل ترمذی میں حضرت سمرہؓ کی حدیث ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں: "صلی بنا رسول الله صلی الله علیه و سلم فی کسوف لا نسمع له صوتا" (ترمذی وابوداؤد)

فقہائے احناف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دونوں طرح کا عمل جائز ہے، تاہم امام احمدؒ اور صاحبینؒ کی دلیل بخاری ومسلم کی حدیث ہے جو اپنے مدعا پر واضح تر ہے اور روایات میں قوی تر ہے۔ جمہور کے پاس مضبوط دلیل نہیں ہے، کیونکہ "لا نسمع له صوتاً" سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ ہم نہیں سنتے تھے، لیکن نہ سننا جہر نہ کرنے کی قطعی دلیل تو نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ قرأت جاری ہو اور دوری کی وجہ سے آدمی نہ سنتا ہو۔ بہر حال کسوف کی نماز جمعہ پڑھانے والے خطیبوں کے ذمہ پر ہے۔ امام کے ذمہ نہیں ہے، جن خطباء کو لمبی سورتیں خوب یاد ہوں، وہ جہر کریں اور جن کو لمبی سورتیں یاد نہ ہوں، وہ سری نماز پڑھائیں گے، چونکہ دونوں طریقے جائز ہیں، لہٰذا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۰۹۳ - وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ كَانَ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلَاةِ، رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ .

ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی سورج گرہن کے موقع پر پڑھی گئی نماز کے بارے میں فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پچھلی روایت کے مثل کہ دو رکعت پڑھیں جس میں چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

۲۰۹۴ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً، يَقُولُ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، يَقُولُ حَدَّثَنِي مَنْ، أُصَدِّقُ - حَسِبْتُهُ يُرِيدُ عَائِشَةَ - أَنَّ الشَّمْسَ انْكَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم فَقَامَ قِيَامًا شَدِيدًا يَقُومُ قَائِمًا ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ قَالَ " اللَّهُ أَكْبَرُ " . ثُمَّ يَرْكَعُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَالَ " سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ " . فَقَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ كُسُوفًا فَاذْكُرُوا اللَّهَ حَتَّى يَنْجَلِيَا " .

عبیدؒ بن عمیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایسی ہستی نے بیان کیا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور (میرا خیال ہے کہ ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک بار سورج گرہن ہوگیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہو گئے اور قیام کیا سخت (طویل) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار کھڑے ہوتے پھر رکوع فرماتے، پھر کھڑے ہوتے پھر رکوع فرماتے، پھر کھڑے ہوتے پھر رکوع فرماتے اس طرح دو رکعت پڑھتے کہ ہر رکعت میں تین رکوع اور چار سجدے فرماتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو کہتے اللہ اکبر پھر رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ (نماز سے فارغ ہو کر) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر ارشاد فرمایا ''بیشک سورج اور چاند کسی (بڑے یا چھوٹے) آدمی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے نہ ہی کسی کی زندگی سے ان کے گرہن ہونے کا کوئی تعلق ہے، لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ (بندوں کو) ڈراتا ہے، لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو ان کے روشن ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہو (نماز اور استغفار وغیرہ کے ذریعہ)۔

۲۰۹۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، - وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ - حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ رکعات (رکوع) پڑھیں (مراد یہ ہے کہ دو رکعت میں چھ رکوع کئے جیسا کہ سابقہ حدیث میں گزرا) اور چار سجدے کئے۔''

تشریح:

''ست رکعات'' یعنی دو رکعتوں میں چھ رکوعات کئے، ہر ایک رکعت میں تین تین رکوع ہوئے، مذکورہ دونوں حدیثیں سابقہ روایات سے معارض ہیں، جہاں دو رکوعات کا ذکر ہے، شوافع اور غیر مقلد حضرات اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ تین رکوعات کی روایات زیادہ صحیح نہیں ہے، لہٰذا دو رکوعات کی روایت راجح ہوگی، ہم حیران ہیں کہ صحیح مسلم میں منقول روایتوں میں کم صحیح اور زیادہ صحیح کا کیا مطلب ہے۔ احناف نے ان احادیث کا جو محمل بتایا ہے، وہاں کسی روایت کو ترک کرنا نہیں پڑتا ہے، بلکہ سب کا محمل اچھے طریقے سے متعین ہو جاتا ہے اور فقہ حنفی میں یہی خوبی ہے۔

باب ذکر عذاب القبر فی صلوۃ الخسوف

نماز کسوف کے بیان میں عذاب قبر کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، - يَعْنِي ابْنَ بِلاَلٍ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، أَنَّ يَهُودِيَّةً، أَتَتْ عَائِشَةَ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ . قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

يُعَذَّبُ النَّاسُ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَائِذًا بِاللَّهِ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ . قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجْتُ فِي نِسْوَةٍ بَيْنَ ظَهْرَيِ الْحُجَرِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ مَرْكَبِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مُصَلاَّهُ الَّذِي كَانَ يُصَلِّي فِيهِ فَقَامَ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ - قَالَتْ عَائِشَةُ - فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ ذَلِكَ الرُّكُوعِ ثُمَّ رَفَعَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ " إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ كَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ " . قَالَتْ عَمْرَةُ فَسَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ فَكُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ ذَلِكَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ .

عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کوئی سوال کیا اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہوگا؟ عمرہؓ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی پناہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن ہوگیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے جلو میں حجروں کے پیچھے سے مسجد میں نکل آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے تشریف لائے اور اپنی جائے نماز تک آگئے جس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً) نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز میں کھڑے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگ بھی کھڑے ہوگئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو طویل رکوع فرمایا۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر (دوبارہ) طویل قیام فرمایا البتہ یہ قیام پچھلے قیام کی بہ نسبت تھوڑا تھا پھر دوبارہ طویل رکوع کیا لیکن پچھلے رکوع کی بہ نسبت مختصر تھا پھر سر اٹھایا اس اثناء میں سورج روشن ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو دیکھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنہ دجال کی طرح۔ عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا: فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کے عذاب اور عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

۲۰۹۷- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ.

اس سند سے بھی پچھلی روایت منقول ہے۔ کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے سورج گرہن کے موقع پر نماز

پڑھی اور فرمایا کہ تم لوگ قبروں میں دجال کے فتنے کی طرح آزمائے جاؤ گے۔

باب عرض الجنة و النار فی صلوة الکسوف

صلوٰۃ کسوف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جنت اور دوزخ کا ظہور

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۰۹۸ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِأَصْحَابِهِ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى جَعَلُوا يَخِرُّونَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِنْ ذَاكَ فَكَانَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ ثُمَّ قَالَ " إِنَّهُ عُرِضَ عَلَيَّ كُلُّ شَىْءٍ تُولَجُونَهُ فَعُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ حَتَّى لَوْ تَنَاوَلْتُ مِنْهَا قِطْفًا أَخَذْتُهُ - أَوْ قَالَ تَنَاوَلْتُ مِنْهَا قِطْفًا - فَقَصُرَتْ يَدِي عَنْهُ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ وَرَأَيْتُ أَبَا ثُمَامَةَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ . وَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَخْسِفَانِ إِلاَّ لِمَوْتِ عَظِيمٍ وَإِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيكُمُوهُمَا فَإِذَا خَسَفَا فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ " .

جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شدید گرم دن میں سورج گرہن ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے ہمراہ نماز کسوف پڑھی اور اس میں اتنا طویل قیام فرمایا حتیٰ کہ لوگ (مارے تھکاوٹ کے) گرنے لگے پھر رکوع فرمایا تو وہ بھی طویل سر اٹھا کر دوبارہ طویل قیام کیا پھر دوبارہ طویل رکوع کیا پھر سر اٹھا کر طویل قیام کیا پھر دو سجدے کر کے کھڑے ہو گئے اور حسب سابق کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دو رکعات میں) چار رکوع اور چار سجدے فرمائے۔ بعد ازاں فرمایا میرے سامنے وہ تمام چیزیں پیش کی گئیں جن میں تم داخل کئے جاؤ گے (یعنی جنت وجہنم وغیرہ) سو میرے سامنے جنت پیش کی گئی۔ میں نے اس میں سے ایک پھلوں کا خوشہ لینا چاہا یا فرمایا اگر میں لینا چاہتا تو میرا ہاتھ چھوٹا رہ گیا (یعنی میرا ہاتھ نہ پہنچ سکا یا نہ پہنچ پاتا) اسی طرح جہنم کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت ہے جسے ایک بلی کے معاملہ میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ اس نے بلی کو باندھ ڈالا تھا اور نہ تو اسے کچھ کھانے کو دیتی تھی اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی کہ از خود زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے کھا لیتی (اس بے زبان جانور پر ظلم کی وجہ سے اس پر عذاب ہو رہا تھا) اور میں نے اس میں ابو ثمامہ عمرو بن مالک کو بھی دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں کھینچ رہا ہے۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ سورج اور چاند صرف کسی عظیم اور بڑے

آدمی کی موت پر ہی گرہن ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، لہٰذا جب یہ گرہن ہوں تو نماز پڑھا کرو یہاں تک کہ روشن ہو جائیں۔ (ابو ثمامہ عمرو بن مالک سے وہی عمرو بن لحی مراد ہے، کیونکہ ابی نے قرطبی سے نقل کیا ہے کہ لحی کا نام مالک تھا)

تشریح:

"فی یوم شدید الحر" سیاق سباق سے واضح ہے کہ یہ کسوف وہی ہے، جس دن حضرت ابراہیمؓ بن محمد کا انتقال ہوا تھا، تمام اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال دس ہجری میں ہوا تھا اور کسوف شمس دس ہجری میں ۲۸ یا ۲۹ شوال میں صبح ساڑھے آٹھ بجے واقع ہوا تھا۔ (منۃ المنعم) "یخرون" یعنی قیام اتنا طویل تھا کہ صحابہ کرامؓ قیام کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے زمین پر گر جاتے تھے۔ "تولجونہ" باب افعال سے مجہول کا صیغہ ہے۔ "تدخلون" کے معنی میں ہے: "ای تدخلون من جنة و نار و قبر و محشر و غیرھا" "فی ھرة" "ای بسبب ھرة" "خشاش الارض" خا پر زبر زیر اور پیش سب جائز ہے، زمین کے کیڑے مکوڑے مراد ہیں۔ "عمرو بن مالك" یہ وہی عمرو بن لحی ہے، عمرو بن عامر کا ذکر بھی ملتا ہے، ہوسکتا ہے کہ مالک لحی کا نام ہو اور لحی لقب ہو۔ یہ وہی بدبخت ہے جس نے شرک کی بنیاد حجاز میں رکھی تھی، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ "قصبه" قصب آنتوں کو کہتے ہیں، جیسے مقولہ ہے: "رأیت القصاب ینقی الاقصاب" یہاں یہ مذکور ہے کہ جہنم میں عمرو بن لحی کا پیٹ پھٹ چکا تھا، آنتیں باہر آ گئی تھیں اور وہ انہیں کھینچ کر گھمار ہا تھا۔ جیسے رہٹ اور کولھے کا گدھا گھومتا ہے۔ "امرۃ حمیریة" یعنی اس روایت میں بنی اسرائیل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ حمیر قبیلہ سے تعلق رکھنے والی عورت تھی۔

۲۰۹۹ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ " وَرَأَيْتُ فِي النَّارِ امْرَأَةً حِمْيَرِيَّةً سَوْدَاءَ طَوِيلَةً " . وَلَمْ يَقُلْ " مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام نے سورج گرہن کے موقع پر لمبی نماز پڑھائی پھر بنی اسرائیل کی عورت کا قصہ بیان کیا) مروی ہے۔ مگر اس میں اضافہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آگ میں نے حمیر قبیلہ کی ایک عورت کو دیکھا جو لمبی اور کالی تھی اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کی تھی۔

۲۱۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ - قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ النَّاسُ إِنَّمَا انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ . فَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ بَدَأَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الأُولَى ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا

مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ أَيْضًا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَيْسَ فِيهَا رَكْعَةٌ إِلَّا الَّتِي قَبْلَهَا أَطْوَلُ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا وَرُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ تَأَخَّرَ وَتَأَخَّرَتِ الصُّفُوفُ خَلْفَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا – وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى النِّسَاءِ – ثُمَّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى قَامَ فِي مَقَامِهِ فَانْصَرَفَ حِينَ انْصَرَفَ وَقَدْ آضَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ " يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ – وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِمَوْتِ بَشَرٍ – فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هَذِهِ لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ يُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا وَحَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَإِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِي . وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ وَحَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِي رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا ثُمَّ جِيءَ بِالْجَنَّةِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَقَدَّمْتُ حَتَّى قُمْتُ فِي مَقَامِي وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوا إِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ لَا أَفْعَلَ فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هَذِهِ " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس روز (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (کم سنی میں) انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ''سورج (یقیناً) ابراہیم کی موت کی وجہ سے گرہن ہوا ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور (دو رکعت میں) چھ رکوع، چار سجدوں کے ساتھ کئے، تکبیر کہہ کر نماز شروع فرمائی قرأت فرمائی اور طویل قرأت کی۔ پھر قیام جتنا طویل رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر دوبارہ (قیام میں) قرأت کی پہلی رکعت کی قرأت سے ذرا کم اور تقریباً اتنا ہی طویل رکوع بھی کیا، اس کے بعد دوبارہ سر اٹھایا رکوع سے اور قرأت فرمائی جو دوسری مرتبہ کی قرأت سے نسبتاً کم تھی اور اسی کے بقدر طویل رکوع کیا، اس کے بعد سجدہ میں جھک گئے اور دو سجدے کر کے کھڑے ہوئے اور حسب سابق تین رکوع کئے ان میں سے ہر پہلی رکعت دوسری سے طویل تھی اور اسی طرح ہر رکوع سجدہ کے بقدر تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے دوران ہی) پیچھے ہٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی صفوف بھی پیچھے ہٹیں یہاں تک کہ ہم انتہا کو پہنچ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کیا کہ ہم عورتوں کی صفوں تک جا پہنچے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مڑے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''اے لوگو! بے شک سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور بلاشبہ یہ دونوں لوگوں میں سے کسی

کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو (کہ گرہن ہو گیا ہے) تو نماز پڑھا کرو، یہاں تک کہ وہ روشن ہو جائے اور ہر وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (مثلاً جنت، دوزخ، قبر وغیرہ) وہ میں نے اپنی اس نماز میں دیکھی ہے، آگ جہنم کی لائی گئی اور یہ اس وقت ہوا تھا جب تم نے مجھے دیکھا تھا کہ میں پیچھے ہٹا تھا اس ڈر سے کہ کہیں اس آگ کی لپٹ مجھے نہ لگ جائے۔ حتیٰ کہ میں نے اس میں ایک ٹیڑھے منہ والی لکڑی والے آدمی کو دیکھا کہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا وہ حجاج کی چیزیں اس آنکڑہ نما لکڑی کے ذریعے چوری کیا کرتا تھا (بایں طور پر کہ چلتے چلتے وہ لکڑی کسی کپڑے چادر وغیرہ میں پھنسا دی اور وہ کپڑا اس میں اٹک جاتا تھا اور وہ لے کر چلتا بنتا) پھر اگر اس کا مالک آگاہ ہو جاتا تو اس سے کہہ دیتا کہ یہ تو (اتفاقاً) میری آنکڑہ نما لکڑی میں پھنس گئی ہے، اور اگر اس کا مالک بے خبر رہتا تو لے کر چلتا بنتا، اسی طرح میں نے جہنم میں ایک بلی والی عورت کو دیکھا جس نے ایک بلی کو باندھ ڈالا تھا اور اسے نہ تو کچھ کھلاتی تھی اور نہ ہی اسے آزاد چھوڑتی تھی کہ وہ خود ہی کچھ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر پیٹ بھر لے اور اسی طرح وہ بھوکی مرگئی۔ پھر اس کے بعد میرے سامنے جنت لائی گئی اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھا تھا یہاں تک کہ اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا تھا، اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا (جنت کی طرف) میں چاہتا تھا کہ اس کے پھل وغیرہ میں سے کچھ لے لوں تا کہ تم بھی اسے دیکھ لو پھر معاً میں نے یہ مناسب جانا کہ میں ایسا نہ کروں، غرض ہر وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ میں نے اپنی اس نماز میں ملاحظہ کی۔

تشریح:

"**آضت الشمس**" یہ "آض یئیض" سے ہے، رجوع کے معنی میں ہے، یعنی سورج اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ گیا تھا، مراد سورج کا روشن ہونا ہے۔ "**من لفحها**" "ای من احراقها و ضرب لهبها" جھلنے اور شعلہ مارنے کے معنی میں ہے۔ "**صاحب المحجن**" مجن اس لاٹھی کو کہتے ہیں، جس کے سر میں کونٹا لگا ہو، اس شخص سے مراد وہی عمرو بن لحی ہے۔ "**یسرق الحجاج**" یعنی اسی ٹیڑھی لاٹھی سے حاجیوں سے چوری کرتا تھا، وہ اس طرح کہ راستے میں بیٹھ کر لاٹھی کو کسی حاجی کی چادر وغیرہ سے الجھا دیتا تھا، اگر اس آدمی کو معلوم ہو جاتا تو یہ کہتا کہ ہائے افسوس غلطی سے چادر اٹک کر آ گئی اور کسی کو پتہ نہ چلتا تو اڑا کر لے جاتا تھا۔

۲۱۰۱ – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ يُصَلُّونَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ قَالَتْ نَعَمْ . فَأَطَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْقِيَامَ جِدًّا حَتَّى تَجَلاَّنِي الْغَشْيُ فَأَخَذْتُ قِرْبَةً مِنْ مَاءٍ إِلَى جَنْبِي فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي أَوْ عَلَى وَجْهِي مِنَ الْمَاءِ – قَالَتْ – فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " أَمَّا بَعْدُ مَا مِنْ شَىْءٍ لَمْ أَكُنْ رَأَيْتُهُ

إلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا أَوْ مِثْلَ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ - لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ - لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ جَائَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَأَطَعْنَا . ثَلَاثَ مِرَارٍ فَيُقَالُ لَهُ نَمْ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنَّكَ لَتُؤْمِنُ بِهِ فَنَمْ صَالِحًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ - لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ " .

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار سورج گرہن ہو گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا کہ لوگ کس وجہ سے نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ کی نشانی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں (اشارہ سے) غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کو بہت زیادہ طویل فرمایا۔ یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی میں پانی کی ایک مشک سے جو میرے پہلو میں رکھی تھی اس میں سے پانی اپنے سر پر بہانے لگی یا چہرہ پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد فرمایا، ''امابعد! کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نے اپنے اس مقام پر نہ دیکھا ہو۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھا اور مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ تم لوگ (امت محمدیہ) اپنی قبروں میں مبتلائے امتحان کئے جاؤ گے عنقریب یا فرمایا کہ مسیح دجال کے مثل کسی فتنہ میں آزمائے جاؤ گے۔ (رواوی کہتے ہیں) مجھے نہیں معلوم دونوں میں سے کیا فرمایا۔ اسماءؓ فرماتی ہیں کہ تم میں سے کسی کے سامنے ایک آدمی (کی شبیہ) لائی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ اس آدمی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ چنانچہ جو مومن یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھنے والا ہو گا وہ تو کہے گا کہ ''یہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایت (والی کتاب) لائے ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا، ان کی اطاعت کی، تین بار یہ بات کہے گا چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ سو جا۔ ہم جانتے تھے کہ تو اس شخصیت پر ایمان لا چکا ہے۔ لہذا اچھا بھلا سوتا رہا اور جو منافق یا شک میں پڑنے والا ہو گا (مجھے نہیں معلوم کہ کیا کہا) وہ کہے گا میں نہیں جانتا یہ شخصیت کون ہیں۔ لوگ ان کے بارے میں کچھ کہا کرتے تھے تو میں بھی یہی کہتا تھا۔''

۲۱۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ وَإِذَا هِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ .

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی لوگ کھڑے تھے (نماز میں) وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے۔ باقی حدیث سابقہ حدیث کی مثل ہے (کہ آپ علیہ السلام نے سورج

گرہن کے موقع پر نماز پڑھی۔لوگوں کو خطبہ دیا۔قبر کا حال بیان کیا)

۲۱۰۳- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ لاَ تَقُلْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَلَكِنْ قُلْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ .

عروۃ نے کہا سورج کو کسوف ہوا نہ کہو بلکہ کہو سورج کو خسوف ہوا۔

تشریح:

''لا تقل کسفت الشمس'' یہ حضرت عروہ کی لغوی تحقیق ہے، مگر اہل لغت اس کے مخالف ہیں، کسف سورج اور خسف چاند کے لئے بولا جاتا ہے۔یہی زیادہ واضح ہے اور یا یہ کہہ دو کہ اس میں ترادف ہے۔اس سے تمام روایات میں اتحاد آجائے گا۔اس روایت سے پہلے حضرت اسماءؓ کی حدیث میں فاطمہ کو بار بار شک ہو گیا ہے کہ اصلی لفظ جو اسماء نے ادا کیا تھا کیا تھا۔ساتھ والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کا ذکر ہے اور چادر بھولنے کی بات ہے۔''حتی ادرک بردائہ'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ تک پہنچائی گئی، کیونکہ آپ نے گھبراہٹ اور اشتغال کی وجہ سے بعض ازواج کی قمیص اٹھالی تھی اور خیال بھی نہیں آیا، تب کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کی چادر پہنچادی۔یہ الفاظ ساتھ والی روایت میں ہیں۔

۲۱۰۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ، صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهَا قَالَتْ فَزِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا - قَالَتْ تَعْنِي يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ - فَأَخَذَ دِرْعًا حَتَّى أُدْرِكَ بِرِدَائِهِ فَقَامَ لِلنَّاسِ قِيَامًا طَوِيلاً لَوْ أَنَّ إِنْسَانًا أَتَى لَمْ يَشْعُرْ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَكَعَ مَا حَدَّثَ أَنَّهُ رَكَعَ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ .

حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ ایک روز جس دن کہ سورج گرہن ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور مارے گھبراہٹ کے کسی کی چادر اٹھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کو پہنچائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے لوگوں کیلئے اور طویل قیام کیا حتیٰ کہ اگر کوئی انسان آتا تو اسے احساس بھی نہ ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع فرمایا ہے اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد بھی طویل قیام فرمایا۔

۲۱۰۵- وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الأُمَوِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ قِيَامًا طَوِيلاً يَقُومُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَزَادَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ أَسَنَّ مِنِّي وَإِلَى الأُخْرَى هِيَ أَسْقَمُ مِنِّي .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ سورج گرہن کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی چادر اٹھالی گھبراہٹ سے اور لمبی نماز پڑھی) مروی ہے۔اس میں اضافہ ہے کہ بہت دیر تک کھڑے ہوتے تھے پھر رکوع فرماتے تھے اور یہ بھی اضافہ ہے کہ میں نے (اسماء) ایک عورت کی طرف دیکھا جو مجھ سے زیادہ عمر والی تھی اور دوسری کی طرف دیکھا وہ مجھ سے زیادہ بیمار تھی۔

۲۱۰۶- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَفَزِعَ فَأَخْطَأَ بِدِرْعٍ حَتَّى أُدْرِكَ بِرِدَائِهِ بَعْدَ ذَلِكَ قَالَتْ فَقَضَيْتُ حَاجَتِي ثُمَّ جِئْتُ وَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمًا فَقُمْتُ مَعَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى رَأَيْتُنِي أُرِيدُ أَنْ أَجْلِسَ ثُمَّ أَلْتَفِتُ إِلَى الْمَرْأَةِ الضَّعِيفَةِ فَأَقُولُ هَذِهِ أَضْعَفُ مِنِّي . فَأَقُومُ فَرَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى لَوْ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ خُيِّلَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَرْكَعْ .

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک بار سورج گرہن ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور کسی زوجہ کی چادر لے لی (جلدی اور گھبراہٹ میں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئی۔ فرماتی ہیں کہ میں قضائے حاجت سے فارغ ہوئی اور پھر آ کر مسجد میں داخل ہوگئی دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) کھڑے ہیں، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جماعت میں) کھڑی ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے دل میں سوچا کو بیٹھ جاؤں پھر میں نے ایک ضعیف خاتون کی طرف نگاہ ڈالی تو میں نے کہا یہ تو مجھ سے زیادہ ضعیف ہیں (جب یہ کھڑی ہوئی ہیں تو مجھے تو ضرور ہی کھڑا ہونا چاہئے) لہٰذا میں کھڑی رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل رکوع فرمایا رکوع سے سر اٹھا کر دوبارہ طویل قیام فرمایا حتی کہ اگر کوئی آدمی آتا تو اسے یہی خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی رکوع نہیں کیا ہے۔

۲۱۰۷- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً قَدْرَ نَحْوِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ " . قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هَذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَفَفْتَ . فَقَالَ " إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ وَرَأَيْتُ

أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ " . قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " بِكُفْرِهِنَّ " . قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ قَالَ " بِكُفْرِ الْعَشِيرِ وَبِكُفْرِ الإِحْسَانِ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ " .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار سورج گرہن ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام فرمایا تقریباً سورۃ البقرہ کی تلاوت کے بقدر پھر طویل رکوع فرمایا پھر رکوع سے اٹھے تو دوبارہ قیام فرمایا البتہ یہ قیام پچھلے قیام کی نسبت ذرا کم طویل تھا۔ پھر دوسرا رکوع کیا جو پچھلے رکوع سے ذرا کم طویل تھا۔ پھر سجدہ کیا بعدازاں پھر دوسری رکعت میں قیام کیا لیکن پچھلی رکعت کی بہ نسبت کم طویل قیام فرمایا، رکوع فرمایا تو وہ بھی نسبتاً کم طویل کیا رکوع اول کے مقابلہ میں پھر اٹھ کر دوبارہ طویل قیام فرمایا جو پچھلے قیام سے ذرا کم تھا۔ پھر طویل رکوع فرمایا البتہ سابقہ رکوع کی نسبت کم طویل تھا۔ پھر سجدہ کر کے نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک سورج اور چاند اللہ کی آیات میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت کی وجہ سے یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو ذکر کیا کرو (اسے یاد کیا کرو) صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے رک گئے ہوں؟ فرمایا: ''میں نے جنت کا نظارہ کیا تو اس میں سے ایک خوشہ پھلوں کا لیا (لینا چاہا) اگر میں اسے توڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اسے کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا) اور میں نے جہنم کا مشاہدہ کیا تو آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، میں نے دیکھا کہ اہل جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیوں؟ فرمایا: ان کے کفر (ناشکری) بلکہ شوہر کی ناشکری کی وجہ سے اور احسان (کرنے کے باوجود) ناشکری کرنے کی وجہ سے (ان کا حال تو یہ ہے کہ) اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ زمانہ بھر احسان کرتے رہو، پھر کبھی یہ تمہاری جانب سے کچھ ناگوار بات دیکھیں تو کہیں گی کہ: میں نے تو آج تک کبھی تیری جانب سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں'' (یعنی ساری زندگی کے احسانات وانعامات کو یکسر بھلا دیں گی)

تشریح:

''لموت أحد'' جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ سورج گرہن اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہے، اتفاق سے اس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تھا، جو ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھی۔ اس انتقال سے جاہلیت کا عقیدہ اور پختہ ہوسکتا تھا کہ واقعی کسی بڑے آدمی کے مرجانے سے سورج گرہن ہوتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تردید کیلئے باقاعدہ خطبہ دیا اور اعلان فرمایا کہ چاند اور سورج میں تغیر لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی نشانی ہے، یہ تغیر کسی آدمی کے مرنے کی وجہ سے نہیں ہے، بس تم پر لازم ہے کہ جب چاند یا سورج میں اس طرح تغیر دیکھو تو نمازیں پڑھا کرو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاؤ۔

''تکعکعت'' یہ لفظ اگلی روایت میں ہے۔ پیچھے ہٹنے کے معنی میں ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کسوف میں آگے پیچھے آئے گئے تھے، لہذا ایسی سوال صحابہؓ نے پوچھا ہے۔ بہرحال سورج چاند کے گرہن کا سبب یہ نہیں ہے کہ یہ کسی کی موت کا اثر ہے، پھر نماز دونوں میں ہے، لیکن چاند کا معاملہ رات کا ہوتا ہے، اس لئے اس میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں، بلکہ گھروں میں انفرادی طور پر پڑھی جاتی ہے، لہٰذا اس کے مسائل الگ اور کم ہیں اور سورج گرہن چونکہ دن کے وقت ہوتا ہے اور دن میں اس کیلئے جماعت ہوتی ہے، لہٰذا اس کے مسائل زیادہ ہیں۔ باقی ابن ہمامؒ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف میں خطبہ نہیں ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہے تو وہ اہل جاہلیت کی رسومات اور کسوف شمس کے بارے میں عرب کے عقیدہ باطلہ کی تردید مقصود تھی۔ شوافع حضرات کے نزدیک کسوف میں خطبہ ہے، احناف کے عام فقہاء کے نزدیک بھی خطبہ مستحب ہے، صرف ابن ہمامؒ نے تاویل کی ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ ''تکعکعت'' یعنی آپ پیچھے ہٹ گئے۔

۲۱۰۸ – وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، - يَعْنِي ابْنَ عِيسَى - أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر بہت لمبی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا کہ یہ گرہن کسی کی موت زندگی سے نہیں ہوتا اور فرمایا کہ جہنم میں بہت سی عورتیں ناشکری کی وجہ سے جائیں گی۔) منقول ہے۔ مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پیچھے ہٹے۔

باب ذكر ثمان ركعات في أربع سجدات

جس نے کہا کہ آپؐ نے دو رکعتوں میں آٹھ رکوعات کئے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

۲۱۰۹ – حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ . وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذَلِكَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر ۸ رکوع چار سجدوں میں کئے۔ (یعنی دو رکعات پڑھیں جن میں آٹھ رکوع کئے) حضرت علیؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

۲۱۱۰ – وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلاَّدٍ كِلاَهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ، - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى، - عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ صَلَّى فِي كُسُوفٍ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ . قَالَ

وَالْأُخْرَى مِثْلُهَا .

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے صلوٰۃ کسوف پڑھی قرات کی (اس میں) پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر سجدہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے دوسری رکعت بھی ایسی ہی پڑھی۔

باب النداء فی الکسوف "الصلوٰۃ جامعۃ"

کسوف کے وقت "الصلوٰۃ جامعۃ" کی آواز

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۱۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، - وَهُوَ شَيْبَانُ النَّحْوِيُّ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ خَبَرِ عَبْدِ، اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نُودِيَ بِـ ﴿ الصَّلَاةَ جَامِعَةً ﴾ فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَكَعْتُ رُكُوعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهُ .

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گرہن ہوا تو آواز لگائی گئی، نماز کیلئے جمع ہو جائیں" نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سجدہ (یعنی ایک رکعت میں) دو رکوع کئے، پھر کھڑے ہو گئے (دوسری رکعت میں) اور ایک سجدہ (رکعت) میں دو رکوع کئے۔ پھر سورج روشن ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ، میں نے اس سے زیادہ طویل رکوع و سجود کبھی نہیں دیکھے۔"

۲۱۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ " .

ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک سورج اور چاند اللہ کی

نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یہ دونوں لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم سے کھول دے (اس مصیبت کو)''

٢١١٣- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيْسَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَقُومُوا فَصَلُّوا " .

ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، آپ علیہ السلام نے فرمایا: سورج اور چاند کسی انسان کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے بلکہ وہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم گرہن دیکھو تو اٹھو اور نماز پڑھو۔

٢١١٤- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، وَوَكِيعٌ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَمَرْوَانُ، كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَوَكِيعٍ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ .

اس سند سے سابقہ حدیث (کہ جب تم گرہن دیکھو تو اٹھو اور نماز پڑھو اور آپ علیہ السلام نے بھی نماز پڑھی) منقول ہے۔ مگر اتنی بات زیادہ ہے کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا اس دن سورج گرہن ہوا اور لوگوں نے کہا ان ہی کی موت سے یہ ہوا۔

تشریح:

''ابراھیم'' یہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، اٹھارہ ماہ کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰ھ میں شیرخوارگی کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس روایت میں ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کا بیان ہے۔

٢١١٥- حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الأَشْعَرِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ، قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ فَقَامَ يُصَلِّي بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ يَفْعَلُهُ فِي صَلاَةٍ قَطُّ ثُمَّ قَالَ " إِنَّ هَذِهِ الآيَاتِ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ لاَ تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُرْسِلُهَا يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ " . وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ الْعَلاَءِ كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ " يُخَوِّفُ عِبَادَهُ " .

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر

گئے کہ کہیں قیامت تو نہیں آ ئی۔ حتی کہ آپ مسجد میں تشریف لائے اور نہایت ہی طویل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا طویل قیام ورکوع کرتے نہیں دیکھا نماز میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ سب نشانیاں ہیں جو اللہ نے بھیجی ہیں۔ کسی کی موت، زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں بھیجتا ہے تا کہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈرائے لہذا جب تم گرہن وغیرہ دیکھوتو گڑ گڑا کر اللہ کی یاد کرو اور اس سے دعا استغفار میں مشغول ہو جاؤ۔'' ابن علاء کی روایت میں کسفت کا لفظ ہے اور یہ ہے کہ وہ اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

تشریح:

''یخشی ان تکون الساعة'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے کہ کہیں قیامت برپا نہ ہو جائے۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ سورج گرہن ایک امر عادی ہے ''حیلولة الارض بین الشمس و القمر'' ہو جاتا ہے، اس میں گھبرانے کی کونسی بات تھی اور اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی؟ اور قیامت کی علامات سے پہلے قیامت کیسے آئے گی؟

جواب: کسوف الشمس قیامت کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ہے، جس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ اور یہ بڑے بڑے دریا اور یہ نظام علوی وسفلی اور یہ نظام سماوی سب آناً فاناً اڑ کر چکنا چور ہو جائیں گے۔ یہ ستارے اور یہ چاند، سورج اور اس کا اس طرح بے نور ہو جانا یہ قیامت کی علامت کا ایک نمونہ ہے اور قیامت کی گھبراہٹ کا ایک عکس ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے اور مسجد کی طرف آئے اور امت کو بھی حکم دیا کہ تم بھی گھبرا کر مسجد جاؤ اور نماز پڑھو، ذکر کرو، کہیں یہیں سے قیامت قائم ہونا شروع نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے، وہ کسی شرط کے پابند نہیں ہے۔

۲۱۱۶ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَرْمِي، بِأَسْهُمِي فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى مَا يَحْدُثُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُو وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتَّى جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَأَ سُورَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک بار اپنے تیروں سے تیر اندازی کر رہا تھا کہ اسی دوران سورج گرہن ہو گیا۔ میں نے فوراً تیر پھینک دیئے اور کہا کہ میں ضرور بالضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج سورج گرہن کے موقع پر کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے تھے اور تکبیر وتحمید وتہلیل میں مشغول تھے، یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعات ادا کیں۔

۲۱۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - قَالَ كُنْتُ أَرْتَمِي بِأَسْهُمٍ لِي بِالْمَدِينَةِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى مَا حَدَثَ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلَاةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَدْعُو حَتَّى حُسِرَ عَنْهَا . قَالَ فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَأَ سُورَتَيْنِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ منورہ میں تیر پھینک رہا تھا کہ سورج گرہن ہو گیا تو میں نے تیروں کو پھینک دیا اور دل میں کہا کہ خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن ہونے پر کیا کرتے ہیں چنانچہ جب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہاتھ اٹھائے ہوئے پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کر رہے تھے اور اللہ کی حمد اور لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور اللہ کی بڑائی کرتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب کھل گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعتیں پڑھیں۔

تشریح:

"کنت ارمی" دیگر روایات میں "اترمی" اور "ارتمی" کا لفظ ہے، مراد تیر پھینکنا ہے۔ اس سے تیراندازی بھی مقصود ہے کہ نشانہ ٹھیک ہو جائے اور یہاں کسی باغ میں پھل توڑنے کیلئے تیر مارنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ "فلما حسر عنها" یعنی جب سورج کا گرہن ختم ہو گیا۔

"و صلی رکعتین" اس جملہ پر یہ اشکال ہے کہ سورج گرہن ختم ہونے کے بعد نماز پڑھنے کا کیا مطلب ہے، نماز کسوف تو سورج کے گرہن کی وجہ سے ہوتی ہے تاکہ گرہن ختم ہو جائے، یہاں گرہن ختم ہونے کے بعد نماز شروع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صحابی نے صلوٰۃ کسوف کے آخری منظر کو بیان کیا ہے تو صلوٰۃ کسوف میں لمبی قرأت ہوئی، پھر سورج کا گرہن ختم ہو گیا، مگر نماز کی تکمیل بعد میں ہوئی۔ اسی کو "و صلی رکعتین" کہہ دیا گیا۔ بہر حال یہ ساری ذمہ داری راوی کے بیان پر ہے۔

"و کان من أصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم" عبدالرحمٰن بن سمرہؓ چونکہ نوعمر اور کم عمر نوجوان تھے، اس لئے شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ صحابی نہیں ہوگا، اس لئے امام مسلمؒ نے تصریح فرمادی کہ یہ صحابی تھے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ قریشی ہیں، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ہیں اور پھر غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے، پھر عراق کی تمام فتوحات میں جہاد کرتے رہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں سجستان اور پھر کابل کو فتح کیا۔ امام بخاریؒ نے فتح کابل کے موقع پر ان کی تقریر کو بخاری میں نقل کیا ہے، پھر بصرہ آکر سکونت اختیار کی۔ اسی لئے ان کا شمار بصرہ کے محدثین اور ان کے باشندوں میں ہوتا ہے۔ بصرہ ہی میں ۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ "رضی الله عنه و

عن جميع الصحابة" فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی حال نزیل قلندر آباد ضلع ایبٹ آباد ۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ

۲۱۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ، أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ حَيَّانَ بْنِ، عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَتَرَمَّى، بِأَسْهُمٍ لِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ . ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ حضرت عبدالرحمٰن نے تیر پھینکنا چھوڑ کر آپ علیہ السلام کے پاس گئے کہ دیکھیں کہ آپ علیہ السلام کیا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح وتحمید وتہلیل کرتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے پایا) منقول ہے۔

۲۱۱۹ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا " .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سورج اور چاند کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ تو دونوں نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں میں سے تو جب تم انہیں دیکھو کہ گرہن ہیں تو نماز پڑھا کرو۔''

۲۱۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ، - وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ - حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلاَقَةَ، - وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ زِيَادُ بْنُ عِلاَقَةَ - سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْكَشِفَ " .

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی روز سورج گرہن ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ لہٰذا جب تم انہیں گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا کیا کرو اور نماز پڑھا کرو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔''

كتاب الجنائز

"جنائز" جمع ہے، اس کا مفرد "جنازة" ہے۔ یہ لفظ باب ضرب یضرب کا مصدر ہے۔ "جنزه" ستر اور چھپانے کے معنی میں ہے، جنازہ کے جیم پر کسرہ بھی ہے اور فتحہ بھی جائز ہے، مگر کسرہ کے ساتھ پڑھنا فصیح لغت ہے، لیکن جنائز کا لفظ صرف جیم کے فتحہ کے ساتھ جائز ہے، کسرہ جائز نہیں ہے۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ جنازہ جیم کے فتحہ کے ساتھ میت کی چارپائی پر بولا جاتا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ میت کی لاش پر بولا جاتا ہے۔ "و قیل عکسه"

کسی میت کا جنازہ پڑھنا واجب علی الکفایہ ہے، البتہ جب جنازہ حاضر ہو جائے تو پھر حاضرین پر جنازہ پڑھنا فرض عین ہو جاتا ہے۔

باب تلقين الموتى لا اله الا الله

قریب الموت آدمی کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلاَهُمَا عَنْ بِشْرٍ، - قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، - حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، بْنُ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ " .

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنے قریب الموت لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔"

تشریح:

"موتاکم" قریب المرگ پر باعتبار ما یؤل الیہ مردے کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت نزع میں قریب المرگ آدمی کے سامنے کلمہ وغیرہ پڑھا کرو تا کہ وہ سن کر پڑھنا شروع کر دے۔ یہاں تلقین سے یہی تعلیم مراد ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ مریض کو سناؤ، مگر یہ حکم نہ کرو کہ تم بھی پڑھو، کیونکہ کہیں پریشانی میں وہ انکار نہ کر دے۔ مرنے کے بعد قبر پر تلقین کا مسئلہ الگ چیز ہے، یہاں تو قریب المرگ آدمی کی تلقین کا بیان ہے۔ یہ تلقین مستحب ہے، احناف کے ہاں "تلقین القبور" راجح قول کے مطابق نہیں ہے۔ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ تلقین قبور نہ کی جائے۔ (درمختار مع ردالمختار ج ا ص ۶۲۸ وامداد الفتاویٰ ج ا ص ۴۹۹)

۲۱۲۲ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، جَمِيعًا بِهَذَا الإِسْنَادِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ اپنے قریب الموت لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو) مروی ہے۔

۲۱۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالُوا جَمِيعًا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (اپنے نزع کی حالت میں مریضوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو) مروی ہے۔ مگر اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

باب ما يقال عند المصيبة

مصیبت پہنچنے کے وقت کیا پڑھنا چاہئے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ، حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، - قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنِ ابْنِ، سَفِينَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا . إِلاَّ أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا " . قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَىُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ إِنِّي قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللَّهُ لِي رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . قَالَتْ أَرْسَلَ إِلَىَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَاطِبَ بْنَ أَبِي بَلْتَعَةَ يَخْطُبُنِي لَهُ فَقُلْتُ إِنَّ لِي بِنْتًا وَأَنَا غَيُورٌ . فَقَالَ " أَمَّا ابْنَتُهَا فَنَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُغْنِيَهَا عَنْهَا وَأَدْعُو اللَّهَ أَنْ يَذْهَبَ بِالْغَيْرَةِ " .

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''جو مسلمان بھی اپنی کسی مصیبت کے موقع پر اللہ عز وجل کے حکم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ: اے اللہ اس مصیبت پر مجھے اجر نصیب فرمائیے اور اس کے بدلہ میں مجھے بہترین نصیب فرمائیے'' تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس سے بہتر نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ (سابقہ شوہر) کا انتقال ہوا تو میں نے (دل میں) کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر بھی مسلمانوں میں کوئی ہو سکتا ہے۔ ان کا گھر ہی پہلا گھر تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر میں نے یہی کلمات کہے (جو اوپر ذکر ہوئے) اللہ تعالیٰ نے (ان کلمات کی برکت سے) مجھے ابو سلمہؓ کے بدلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بطور شوہر) کے نصیب فرمائے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو میرے پاس بھیجا پیغام نکاح دے کر۔ میں نے عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے اور میں غصہ والی بھی ہوں (یعنی ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جہاں تک ان کی بیٹی کا تعلق ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹی کے غم وفکر سے بے نیاز کردے اور یہ بھی دعا کریں گے کہ اللہ ان کے غصہ کو ختم کردے۔"

تشریح:

"مصيبة"، مسلمان کو جس چیز سے درد اور غم پہنچے وہی مصیبت ہے۔"کل شئ ساء المؤمن فهو مصيبة" (رواہ ابن السنی)

"أمره الله" امر کے صیغے سے انا للہ پڑھنے کا حکم قرآن میں موجود نہیں ہے، لیکن مصیبت کے وقت اس آیت کے پڑھنے کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ "و بشر الصابرين" سے تعریف فرمائی ہے اور قاعدہ وقانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تعریف کرے تو اس تعریف کے ضمن میں اس چیز کا امر اور حکم موجود ہوتا ہے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ مذمت بیان کرے تو اس کے ضمن میں اس چیز سے نہی وممانعت موجود ہوتی ہے، لہٰذا یہاں "امره الله" کا جملہ درست ہے۔"اللهم أجُرْني" یہاں ہمزہ ساکن ہے اور جیم پر ضمہ ہے، یہ "نصر ينصر" سے اجر وثواب کے معنی میں ہے۔اسی طرح یہ لفظ ہمزہ کے مد کے ساتھ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ باب افعال سے بھی ہے۔اجر وثواب کے معنی میں ہے۔"ای اللهم اعطني الاجر و الجزاء" "وأخلِف لي" یعنی فوت شدہ چیز کے بدلے میں مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرمادے۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ "أخلف" باب افعال سے امر کا صیغہ ہے۔اہل لغت فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے ایسی چیز فوت ہوجائے، جس کے قائمقام ملنے کی امید ہو، جیسا بیٹا مرجائے تو اس وقت باب افعال سے "أخلَفَ الله عليك" کے الفاظ سے دعا مانگی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی ایسی چیز فوت ہوجائے جس کے قائمقام ملنے کی امید نہ ہو، جیسے والدین فوت ہوجائیں تو اس موقع پر "خَلَفَ الله عليك" کے الفاظ سے دعا مانگی جاتی ہے:"ای كان الله خليفة منه عيك"

"فلما مات ابو سلمة" ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی ہے، ام سلمہؓ کے شوہر تھے، حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر میں شریک ہوئے، پھر احد کی جنگ میں ان کو زخم لگا، پھر ٹھیک ہوگیا، مگر پھر زخم کھل گیا اور چار ہجری میں انتقال ہوگیا۔

"أيّ المسلمين خير من أبي سلمة" یہ استفہام استبعاد کیلئے ہے، کیونکہ اس دعا میں یہ ہے کہ اس فوت شدہ چیز سے مجھے بہتر عطا فرما تو مطلب یہ ہوا کہ میرے شوہر سے مجھے اچھا شوہر مل جائے، مگر میرا عقیدہ تھا کہ ابوسلمہؓ سے کوئی بہتر مسلمان شوہر مجھے نہیں مل سکتا ہے تو یہ دعا کیوں کروں۔حضرت ام سلمہؓ نے عام مسلمانوں کے بارے میں یہ قول کیا۔ان کو یہ امید نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوگا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حساب میں نہیں رکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عموم سے خارج تھے۔

"يخطبني له" یعنی حاطب بن ابی بلتعہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیغام نکاح مجھے دیا۔"و أنا غيور" حضرت ام سلمہؓ نے پیغام نکاح کے جواب میں دو عذر پیش کئے۔ایک یہ کہ میری چھوٹی بچی ہے، اس کا کیا بنے گا۔دوسرا یہ کہ میں ایک غیور عورت ہوں۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ میں کسی ایسی جگہ میں نکاح کروں جہاں پہلے سے کئی بیویاں موجود ہوں۔ وہ میرے لئے سوکنیں بن جائیں گی اور میں

سوکنوں کو برداشت نہیں کرسکوں گی، کیونکہ مجھے غیرت آتی ہے۔ "غیور" کے لفظ میں مذکر و مونث برابر ہیں۔ عرب کہتے ہیں: "رجل غیور و امرأۃ غیور" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں عذر کا جواب دیا کہ بچی کیلئے میں دعا کروں گا کہ وہ ماں سے مستغنی ہو جائے اور ام سلمہ کیلئے یہ دعا کروں گا کہ ان کے دل سے سوکنوں کی غیرت ختم ہو جائے۔

''ام سلمة'' حضرت ام سلمہؓ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ احادیث بیان کرنے میں ان کا مقام حضرت عائشہؓ کے قریب قریب ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہلے سے سن رکھی تھی کہ مصیبت کے وقت مسلمان کو "انا اللہ الخ" پڑھنا چاہئے اور ساتھ یہ کلمات بھی ادا کرنا چاہئے کہ فوت شدہ چیز کے بدلے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ ام سلمہؓ کے شوہر چونکہ شان والے صحابی تھے، اخلاص کے ساتھ ہجرت فرمائی اور پھر انتقال ہوا۔ حضرت ام سلمہؓ کے خیال میں وہ بڑی خوبیوں والے تھے، اس لئے ان کو خلجان ہوا کہ میرے شوہر سے بہتر کون ہوسکتا ہے، لیکن چونکہ شریعت کا حکم تھا، اس لئے ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ کی وفات پر یہ کلمات ادا فرمادیئے، جن کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ام سلمہ کو ان کے شوہر سے کروڑ ہا درجہ بہتر شوہر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئے۔ سلمہ ایک لڑکے کا نام تھا۔ اس کا باپ ابوسلمہ اور ماں ام سلمہؓ سے مشہور ہیں۔

''و أخلف'' یہ باب افعال سے ہے اور یہ باب ان امور میں مستعمل ہوتا ہے جن کا حصول متوقع ہو، جیسے مال، اولاد، زوجہ وغیرہ اور جن چیزوں کا حصول متوقع نہ ہو، ان میں خلف باب تفعیل سے استعمال ہوتا ہے۔ "انا للہ الخ......" کا مفہوم یہ ہے کہ مصیبت کے وقت مصیبت زدہ شخص کہتا ہے کہ چلو یہ مصیبت تو آگئی ہے، لیکن ہم اور ہماری اولاد اور ہماری جان و مال سب اللہ ہی کے ہیں اور آخر کار سب کو اسی رب کی طرف جانا ہے، یہ دعا مسلمانوں کیلئے ایک بڑی نعمت و راحت ہے کہ بڑی جانکاہ مصیبت کا صدمہ بھی برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جن لوگوں کے پاس یہ مرہم اور تسلی و دوا نہیں، ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان پر صدمہ کا کیسا اثر ہوتا ہے تو وہ بتادیں گے کہ مایوسی اور حوصلہ شکنی اور درد و غم کے سوا ان کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب بھی آدمی کو گزری ہوئی مصیبت یاد آجائے، اس کو چاہئے کہ یہ کلمات ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ جدید ثواب عطا فرماتا ہے۔

''ثم عزم الله'' "ای خلق اللہ فی قلبی عزماً و قصداً" آنے والی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

۲۱۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَفِينَةَ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا إِلاَّ أَجَرَهُ اللَّهُ فِي مُصِيبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا " . قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْلَفَ اللَّهُ لِي خَيْرًا مِنْهُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: ''مصیبت کے وقت جو بندہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میری مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور اس کا مجھے نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے اجر اور نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے (اس کی برکت سے) مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیئے۔

٢١٢٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ، - يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ - عَنِ ابْنِ سَفِينَةَ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَزَادَ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ مَنْ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ عَزَمَ اللَّهُ لِي فَقُلْتُهَا . قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم .

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا پھر آگے حدیث ابواسامہ والی روایت کی طرح ہے، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابوسلمہ کا جب انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ ان سے کون اچھا ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، پھر اللہ نے مجھے ہمت دی اور میں نے یہ دعا پڑھی۔ فرماتی ہیں کہ اس دعا کی برکت سے میرا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔

باب ما يقال عند المريض و الميت

مریض یا مردے کے پاس کیا کہنا چاہیے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

٢١٢٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ " . قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ قَالَ " قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً " . قَالَتْ فَقُلْتُ فَأَعْقَبَنِي اللَّهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم .

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم بیمار کے پاس جاؤ یا میت میں جاؤ تو (بیمار سے یا میت کے بارے میں اس کے لواحقین سے) اچھی بات کہو کیونکہ ملائکہ تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں۔ فرماتی ہیں

کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسلمہ انتقال کر گئے ہیں۔ فرمایا یہ کلمات کہو: ''اے اللہ! میری اور ان کی مغفرت فرما اور مجھے بہتر بدل نصیب فرما'' فرماتی ہیں کہ میں نے یہ کلمات کہے۔ اللہ تعالیٰ نے (ان کی برکت سے) مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیئے۔

تشریح:

''فقولوا خیرا'' یعنی اچھے الفاظ ادا کرو، مثلاً مریض کیلئے شفاء کاملہ عاجلہ کی دعا مانگو اور مردے کیلئے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگو اور شر کی بات نہ کرو، مثلاً یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے۔ ''علی ما تقولون'' یعنی تم جس طرح دعا مانگو گے تو فرشتے آمین کہیں گے، اگر شر کی دعا ہے تو فرشتے آمین کہیں گے اور اگر خیر کی دعا ہے تو فرشتے اس پر بھی آمین کہیں گے اور فرشتے معصوم مخلوق ہیں، ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

''اعقبنی'' ''ای اعطنی فی عقبه ای بدلنی و عوضنی'' یعنی ان کے چلے جانے کے بعد مجھے اس کے عوض اچھا بدلہ عطا فرما۔

باب اغماض المیت و الدعاء له

میت کی آنکھیں بند کرنا اور اس کیلئے دعا کرنا

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۱۲۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ " إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ " . فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ " لاَ تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلاَّ بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ " . ثُمَّ قَالَ " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ . وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ" .

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہؓ کے پاس آئے۔ ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دبا دیا۔ پھر فرمایا: جب روح قبض ہو جاتی ہے تو نگاہیں اس کا تعاقب کرتی ہیں'' ان کے گھر والوں میں سے لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لئے اچھی ہی دعا کرو اس لئے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں اس پر جو تم کہتے ہو۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور ان کے پسماندگان کو بہتر بدل نصیب فرما اور ہماری اور ان کی مغفرت فرما اے رب العالمین اور ان کی قبر کو کشادہ فرما اور ان کیلئے قبر میں نور پیدا فرما۔''

تشریح:

"و قد شق بصره" بصر کا لفظ مرفوع بھی ہے جو شق کا فاعل ہے اور منصوب بھی ہے تو شق کیلئے مفعول بہ ہے اور شق میں ضمیر ابوسلمہ کو راجع ہے۔ "ای شخص ابو سلمه بصره" لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ صرف مرفوع ہے، منصوب نہیں ہے۔ یہ زیادہ واضح ہے۔

"شق بصره" "ای بقی بصره منفتحاً و هی کنایة عن الموت" انسان کی عادت ہے کہ موت کے وقت بھی یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے بدن سے کیا چیز نکلتی ہے۔ اس طرح آنکھیں اوپر کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی ہیں، لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو پھر یہ آنکھیں واپس حرکت نہیں کر سکتی ہیں، کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں، اگر جلدی کسی نے بند کر دیا تو بند ہو جاتی ہیں، ورنہ بری حالت میں کھلی رہتی ہیں۔ کوئی دیکھ نہیں سکتا، اس لئے اسلام کی تعلیم ہے کہ جلدی جلدی اس کی آنکھوں اور منہ کو بند کر دیا کرو۔

عوام الناس میں شق البصر کا مفہوم یہ ہے کہ آنکھوں کی نظر اور اندر کی پتلی پھٹ کر سفید ہو جاتی ہے۔ یہ موت کے واقع ہونے کی یقینی نشانی ہے۔ "فضج المسلمون" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ابوسلمہؓ کا انتقال ہو گیا اور جب آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں تو یہ بھی دلیل تھی کہ انتقال ہو گیا، اس لئے گھر والوں نے چیخ کر رونا شروع کر دیا۔

"فی الغابرین" یعنی پیچھے رہنے والے پس ماندگان۔ "نسیتها" یعنی دعا کے ان چھ الفاظ کے ساتھ ایک ساتویں دعا بھی تھی، مگر میں اسے بھول گیا ہوں، لہٰذا صرف چھ دعاؤں کو نقل کر دیا ہے۔ یہ "اللهم اغفر" سے شروع ہیں اور "و نور له فیه" پر ختم ہیں۔ یہ الفاظ آنے والی حدیث میں ہیں۔

۲۱۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ " وَاخْلُفْهُ فِي تَرِكَتِهِ ". وَقَالَ " اللَّهُمَّ أَوْسِعْ لَهُ فِي قَبْرِهِ ". وَلَمْ يَقُلِ " افْسَحْ لَهُ ". وَزَادَ قَالَ خَالِدٌ الْحَذَّاءُ وَدَعْوَةٌ أُخْرَى سَابِعَةٌ نَسِيتُهَا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اور اس میں یہ کہا (اضافہ کیا ہے) کہ آپ علیہ السلام نے دعا میں عرض کیا کہ اے اللہ تو ان کے بال بچوں میں جو یہ چھوڑ کر مرے ہیں خلیفہ ہو جا اور کہا اے اللہ ان کی قبر چوڑی کر اور "افسح لہ" کا لفظ نہیں کہا اور یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ خالد (راوی) نے کہا اور ایک دعا کی ساتویں چیز میں بھول گیا ہوں۔

باب فی شخوص بصر المیت یتبع نفسه

روح کو دیکھنے کیلئے مرنے والے کی آنکھیں اٹھتی ہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۱۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ، يَعْقُوبَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " أَلَمْ تَرَوُا الإِنْسَانَ إِذَا مَاتَ

شَخَصَ بَصَرُهُ " . قَالُوا بَلَى . قَالَ " فَذَلِكَ حِينَ يَتْبَعُ بَصَرُهُ نَفْسَهُ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو تم نہیں دیکھتے کہ اس کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا: اس کی وجہ یہی ہے کہ نگاہ جان کے تعاقب میں جاتی ہے۔''

تشریح:

''بصرہ نفسہ'' یعنی روح جب بدن سے نکلتی ہے تو انسان ٹکٹکی باندھ کر اس کو دیکھتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسان دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے۔

روح کی حقیقت

ارواح کو ایک خاص کیفیت کے ساتھ زندگی ملتی ہے، جس سے وہ سلام کلام کرتی ہیں، یہ کوئی بعید نہیں کہ ان کو ایک خاص جسم کے ساتھ مجسم کر کے زندگی دی جائے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ روح کی حقیقت میں بعض گمراہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، وہ لوگ کبھی سانس کو روح کہتے ہیں، کبھی خون کو روح قرار دیتے ہیں، لیکن اہل اسلام جسم انسانی میں روح کو ایک الگ حقیقت کے طور پر مانتے ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک فیکٹری ہے، اس میں پوری مشینری لگی ہے، لیکن اس میں حرکت نہیں جب اس میں پاور اور بجلی چھوڑ دی جاتی ہے تو پورا کارخانہ حرکت میں آجاتا ہے، روح بھی درحقیقت انسانی جسم کے کارخانے کیلئے بمنزلہ پاور اور بجلی ہے کہ انسانی جسم بالکل ایک تیار مشینری ہے، مگر بے حس و بے حرکت ہے اور جونہی اس میں روح آگئی تو یہ پوری مشینری حرکت میں آگئی، یہی ایک آسان تعبیر ہے، جس سے ہم ایک حد تک ارواح کی حقیقت پہچان لیتے ہیں، ورنہ قرآن کا اعلان ہے: ﴿**قل الروح من امر ربی و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا**﴾ (سورہ بنی اسرائیل)

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ روح آسمان سے آئی ہے اور جسم زمین سے متعلق ہے، روح اگر بن جاتی ہے تو یہ اس جسم کو اڑا کر آسمانوں تک پہنچاتی ہے، لیکن اگر روح خراب ہو جاتی ہے تو یہ انسانی جسم کو زمین کے اندر پھنسا دیتی ہے اور اسے قعر مذلت میں نیچے تحت الثریٰ تک گرا دیتی ہے۔

یہاں یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ روح جب اندر گندی ہو جاتی ہے تو وہ اندر سے جسم کے باہر والے حصوں کو متاثر کرتی ہے اور ظاہری جسم مسخ ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انڈے کی زردی و سفیدی اگر انڈا اندر سے صحیح ہے تو انڈے کا باہر والا خول بھی صاف و شفاف رہتا ہے، لیکن جب انڈا اندر سے گندا ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے انڈے کا باہر حصہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ لوگوں کو ہوشیار ہونا چاہئے کہ خرابی اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ روح کے سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

روح سے متعلق نہایت عالمانہ حکیمانہ انداز سے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے تفسیر عثمانی میں سورۂ بنی اسرائیل کی

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے تحت بھرپور کلام فرمایا ہے، وہاں دیکھ لینا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں زیر نظر باب میں اسلام نے کسی کے مرنے اور رونے کے سلسلہ میں اعتدال کا راستہ بتایا ہے۔ اسلام نے طبعی جذبات کے اظہار پر پابندی نہیں لگائی، لہٰذا رونے کی اجازت دیدی ہے، لیکن حد اعتدال سے آگے بڑھنے پر پابندی لگائی ہے، یعنی جزع فزع اور چیخنے چلانے اور زبان سے نامناسب کلام نکالنے پر پابندی لگائی ہے۔ غم کے طبعی اثرات تین دن تک زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے تین دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔ سوگ کا مطلب یہ ہے کہ زیب وزینت کو ترک کرنا رنج وغم کی کیفیت میں رہنا۔ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ منانے کی اجازت نہیں ہے، ہاں عورت اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن تک سوگ کا اظہار کرسکتی ہے، کیونکہ اس کا صدمہ بہت بڑا ہے کہ اس کا پورا گھر اجڑا ہے۔ تین دن سے زیادہ صدمہ کی وجہ سے آنسوؤں کے ساتھ رونا جائز ہے، جبکہ صدمہ یاد آجائے صرف رونے کی ممانعت نہیں ہے۔ رونے میں شریعت نے یہ اعتدال رکھا ہے کہ نوحہ کرنا حرام ہے، چیخنا چلانا حرام ہے اور میت کے بے جا قصیدے پڑھنا اور تعریف کے بے جا پل باندھنا جائز نہیں ہے۔

کسی کے رشتہ دار کی موت پر اس کی تعزیت کرنا مسنون ہے، تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اس صدمہ میں میت کے پس ماندگان کو صبر وثبات اور سنجیدگی ووقار کی تلقین کی جائے اور آخرت کے اجر وثواب کا تذکرہ کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفرؓ، حضرت زیدؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت پر مسجد نبوی میں بیٹھ گئے تھے اور صحابہؓ نے آکر تعزیت کی تھی، لہٰذا مسجد میں بیٹھنا زیادہ بہتر ہے۔

تعزیت کا وقت صرف تین دن تک ہے۔ اس سے زیادہ تعزیت کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر غمزدہ شخص فی الحال موجود نہ ہو تو جب ملاقات ہو جائے، اس وقت تعزیت کی جائے۔ میت کے دفن کرنے کے بعد تعزیت کرنا دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بہتر ہے۔ میت والوں کے گھر کھانا بھیجنا بھی تعزیت کا حصہ ہے۔ تعزیت کرتے وقت یہ الفاظ ادا کرنا چاہئے:

"ان للہ ما أخذ و لہ ما أعطی و کل شئ عند بأجل مسمیٰ انا للہ و انا الیہ راجعون عظم اللہ أجرك و غفر مصابك"

۲۱۳۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، - يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ - عَنِ الْعَلَاءِ، بِهَذَا الإِسْنَادِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ نگاہ جان کی تعاقب میں جاتی ہے) منقول ہے۔

باب البكاء على الميت

میت پر رونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و انا اليه راجعون﴾

کسی عزیز ورشتہ دار کی موت اور فراق پر غم والم کا صدمہ لاحق ہونا ایک فطری اور طبعی امر ہے۔ دل ودماغ کے اس صدمے کی وجہ سے آنسو بہنا بھی ایک طبعی اور غیر اختیاری عمل ہے۔ دین اسلام چونکہ کامل ومکمل بلکہ اکمل مذہب ہے، اس لیے اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی فرمائی ہے، چنانچہ غم وخوشی کے ہر موقع کے لیے اسلام میں قواعد وضوابط موجود ہیں۔

٢١٣٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ، نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، - عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيبٌ وَفِي أَرْضِ غُرْبَةٍ لأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ . فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّأْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الصَّعِيدِ تُرِيدُ أَنْ تُسْعِدَنِي فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ " أَتُرِيدِينَ أَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ مِنْهُ " . مَرَّتَيْنِ فَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ أَبْكِ .

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ، جب ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ ایک پردیسی غریب الدیار دیارِ غیر میں مرگیا، میں اس کیلئے ایسی آہ و بکا کروں گی کہ لوگوں میں اس کا خوب چرچا ہوگا۔ چنانچہ میں نے رونے کیلئے تیاری مکمل کرلی تھی کہ اچانک ایک عورت اوپر کے علاقہ سے آگئی اور وہ آہ و بکا کے عمل میں میری مدد کرنا چاہتی تھی اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے آگئے اور فرمایا: ''کیا تو اس گھر میں دوبارہ شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ اسے دومرتبہ نکال چکا ہے۔؟'' ام سلمہؓ فرماتی ہیں پھر میں آہ بکا سے رک گئی اور رونا پیٹنا نہیں کیا۔

تشریح:

''غریب'' یعنی مسافر تھے اور پردیس میں انتقال ہوگیا ہے، ام سلمہؓ نے یہ اس لئے کہا کہ ابوسلمہؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو وہ مسافر تھے اور مدینہ ان کیلئے وطن سفر تھا۔ ''یتحدث عنہ'' یعنی ایسی روؤں گی کہ لوگ اس کے تذکرے کریں گے۔ ''من الصعید'' زمین کے بلند حصے کو بھی صعید کہتے ہیں اور زمین کے ہموار سطح کو بھی صعید کہتے ہیں۔ مدینہ کے عوالی میں سے ایک جگہ کا نام ہے ''ای من احدی قری العوالی'' ''تسعدنی'' یعنی وہ عورت رونے میں میری مدد کرنے آرہی تھی تاکہ وہ بھی میرے ساتھ رونے کی مجلس گرمادے۔ ''مرتین'' یعنی دومرتبہ اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہؓ کے گھر سے شیطان کو بھگایا ہے۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو شیطان بھاگ گیا۔ دوسری مرتبہ جب انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو شیطان بھاگ گیا، اب تم رو رو کر بھاگے ہوئے شیطان کو دوبارہ اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہو؟ ایسا نہ کرو۔ ''مرتین'' کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے۔ شارحین نے یہ بھی لکھا ہے۔ ''فلم ابک'' یعنی میں رونے سے رک گئی، پس میں بالکل نہیں روئی۔

٢١٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، - يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ - عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِحْدَى بَنَاتِهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيًّا لَهَا - أَوِ ابْنًا لَهَا - فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُولِ " ارْجِعْ إِلَيْهَا فَأَخْبِرْهَا إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَىْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ " فَعَادَ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ أَقْسَمَتْ لَتَأْتِيَنَّهَا . قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَقَامَ مَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَانْطَلَقْتُ

مَعَهُمْ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ كَأَنَّهَا فِي شَنَّةٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ " .

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو بلایا یہ بتلاتے ہوئے کہ ان کا کوئی بچہ یا بیٹا قریب الموت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے کہا جاؤ لوٹ جاؤ اور جا کر کہہ دو کہ: اللہ نے جو لیا ہے وہ اسی کا ہے اور جو اس نے دیا تھا وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز کا اللہ کے یہاں وقت موعود مقرر ہے۔ لہٰذا انہیں صبر اور اجر وثواب کی امید رکھنے کا حکم کرنا۔ وہ قاصد (چلا گیا اور ذرا دیر میں) پھر لوٹ کر آیا اور کہا کہ: انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں (اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کو قسم دینا کسی کام پر آمادہ کرنے کیلئے جائز ہے) یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور معاذؓ بن جبل بھی کھڑے ہو گئے، جبکہ میں (اسامہؓ) بھی ان حضرات کے ہمراہ چل پڑا، اس بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا جیسے کہ کسی مشکیزہ میں سانس لے رہا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! یہ کیا؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں) فرمایا: یہ اس رحمت و ہمدردی کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے انہی پر رحم کرتا ہے جو (دنیا میں) رحم دلی کا معاملہ کرتے ہیں۔

تشریح:

"احدی بناتہ"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک نے آپ کو بلایا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اس سے یا تو حضرت زینبؓ مراد ہیں جو حضرت ابوالعاص کی زوجہ تھیں۔ ان کے اس چھوٹے بیٹے کا نام علی تھا جو ابوالعاص کا بیٹا تھا یا اس بلانے والی صاحبزادی کا نام رقیہ تھا جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ تھیں۔ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔ دونوں بچوں کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تھا۔ "ولتحتسب"، یعنی ثواب کی نیت رکھو۔ "انها قد اقسمت" یعنی اس صاحبزادی نے قسم کھالی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور آئیں گے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھلادی کہ آپ ضرور آئیں گے۔ قسم کے یہ دونوں طرز قبائلی طرز پر ہیں۔ مثلاً میں خدا کی قسم کھاتا ہوں آپ ہمارے ہاں قیام کریں گے یا میں تجھے خدا کی قسم کھلاتا ہوں آپ ہمارے ہاں قیام کریں گے۔ یہ قبائلی طرز ہے۔

"تقعقع"، یعنی جان اکھڑ کر بے ترتیب حرکت کر رہی تھی، جس طرح حالت نزع میں جان کی حالت ہوتی ہے۔ "کأنها فی شنة" گویا یہ جان ایک پرانے مشکیزہ میں ہے تو جس طرح مشکیزہ میں پانی بے ترتیب حرکت کرتا رہتا ہے اور آواز بھی ہوتی ہے، اسی طرح اس بچے کی کیفیت تھی۔ "شنة" پرانے مشکیزہ کو کہتے ہیں۔ "ففاضت عیناہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ وہ رونے کی تمام اقسام کو ناجائز سمجھ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب انواع حرام نہیں۔

یہ تو قلبی رحمت کا ایک اثر ہے، ہاں چیخنا چلانا بین کرنا حرام ہے۔اسی طرح زبان سے ناجائز الفاظ نکالنا منع ہے۔

٢١٣٤ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي، شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، جَمِيعًا عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ حَمَّادٍ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ .

اس سند سے سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام بچہ کی وفات پر روئے اور بتلایا کہ رونا صبر کے خلاف نہیں یہ تو حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے جو بندوں کے دل میں رکھی ہے) مروی ہے۔

٢١٣٥ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّدَفِيُّ، وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ، قَالاَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ، اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِي غَشِيَّةٍ فَقَالَ " أَقَدْ قَضَى " . قَالُوا لاَ يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَبَكَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَكَوْا فَقَالَ " أَلاَ تَسْمَعُونَ إِنَّ اللَّهَ لاَ يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلاَ بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا - وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ - أَوْ يَرْحَمُ " .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، کسی مرض کا شکار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ جب آپؐ، سعدؓ کے پاس داخل ہوئے تو انہیں غنودگی اور بے ہوشی میں پایا، فرمایا کہ کیا انتقال ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں یا رسول اللہ! اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ لوگوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ارے سنتے ہو! اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا (کہ کسی کی تکلیف پر دل کو رنج و غم ہونا اور اس کے اثر سے آنکھ سے آنسو بہنا فطری عمل ہے اور جذبہ ترحم کی علامت ہے) وہ تو اس پر عذاب دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ یا اسی کی وجہ سے رحم فرماتا ہے۔ (یعنی اگر غم اور مصیبت میں زبان سے کلمات بد اور ناشکری کے کلمات نکالے جائیں تو اس پر عذاب ہوتا ہے اور اگر اس حالت میں صبر اور رضاء بالقضاء کے اظہار کے کلمات زبان سے کہے جائیں تو اس پر رحم فرماتا ہے)

تشریح:

''اشتکی'' بیمار کیلئے عربی میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ''شکوی'' بھی بیمار کو کہتے ہیں۔ ''فی غشیة'' بیہوشی کی حالت کو کہتے ہیں۔

"غاشیة" کا لفظ بھی ہے۔ "اقد قُضی" یہ مجہول کا صیغہ ہے "ای قد مات موتا" کیا یہ مر گئے؟ حضرت سعد بن عبادہؓ انصار کے ایک قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ ایک دفعہ یہ بیمار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکابر صحابہ کی معیت میں ان کی عیادت فرمائی۔ حضرت سعدؓ بیہوش تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ مر گئے؟ گھر والوں نے جواب دیا نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ لوگ بھی رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ کیا آپ رو رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رونے پر عذاب نہیں، زبان کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے یا ثواب ملتا ہے۔

باب فی عیادة المریض

مریض کی عیادت کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

٢١٣٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ عُمَارَةَ، - يَعْنِي ابْنَ غَزِيَّةَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلَّى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذْ جَائَهُ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْبَرَ الأَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " يَا أَخَا الأَنْصَارِ كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ " . فَقَالَ صَالِحٌ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ " . فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلاَ خِفَافٌ وَلاَ قَلاَنِسُ وَلاَ قُمُصٌ نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ حَتَّى جِئْنَاهُ فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتَّى دَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے تھے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں) کہ ایک انصاری شخص آپ کے پاس آیا، سلام کیا اور واپس جانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصاری بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون کون ان کی عیادت کرنے کیلئے تیار ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم بھی تقریباً دس سے زائد افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ہمارے پاس نہ تو جوتے تھے نہ چمڑے کے موزے نہ ٹوپیاں اور نہ کرتے (غربت و افلاس کا یہ عالم تھا) اسی حال میں ہم سنگلاخ پتھریلی زمین پر چلتے رہے یہاں تک کہ سعدؓ کے پاس آئے ان کی قوم کے ارد گرد سے ہٹ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو ہمراہ تھے وہ قریب ہو گئے (ان سب احادیث سے واضح ہے کہ مریض کی عیادت کرنا اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مسلمان کا حق اور باہمی محبت و الفت کی علامت ہے)

تشریح:

"نعال" یہ نعل کی جمع ہے، نعل جوتے کو کہتے ہیں۔ "ولا خفاف" اس کا مفرد خف ہے، پاؤں سے پہننے کے موزے کو کہتے ہیں۔ "ولا قلانس" یہ قلنسوۃ کی جمع ہے، سر پر پہننے کی ٹوپی کو کہتے ہیں۔ "ولا قمص" اس کا مفرد قیمص ہے، اوپر پہننے کیلئے بنے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے صحابہ کرامؓ کی تنگ دستی کا پورا منظر سامنے آتا ہے۔ وہ زاہد اور تارک دنیا لوگ تھے۔

"فی السباخ" یہ جمع ہے، اس کا مفرد "سبخة" ہے۔ شورہ نمکین اور پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

باب الصبر عند الصدمة الاولیٰ

ابتدائی مصیبت میں صبر کا اعتبار ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، - يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى " .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "صبر تو شروع صدمہ کے وقت (معتبر) ہے۔"

تشریح:

"الصبر" یعنی کامل صبر جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے اور صبر کرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے، وہ صبر ہے جو مصیبت کی ابتداء میں آدمی صبر کرے، بعد میں تو تھک کر ہر آدمی صبر کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس کا اعتبار نہیں ہے۔ "الصدمة" اور "الصدم" ایک ہی چیز ہے۔ ایک بار کیلئے الصدمة بولا جاتا ہے۔ صدم اور مصادمہ کسی ٹھوس چیز پر ضرب لگانے کو کہتے ہیں، پھر ہر اس مصیبت کو کہا جاتا ہے جو اچانک سر پر آجائے۔ یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے قصہ میں اشارد فرمایا۔ قصہ ساتھ والی روایت میں ہے۔

۲۱۳۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَتَى عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا فَقَالَ لَهَا " اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي " . فَقَالَتْ وَمَا تُبَالِي بِمُصِيبَتِي . فَلَمَّا ذَهَبَ قِيلَ لَهَا إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ فَأَتَتْ بَابَهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَعْرِفْكَ . فَقَالَ " إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ " . أَوْ قَالَ " عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ " .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس جو اپنے بچہ پر رو رہی تھی تشریف لائے اور اس سے کہا کہ: اللہ سے ڈر اور صبر سے کام لے'' اس نے کہا: تمہیں کوئی میری جیسی مصیبت پہنچی ہے (یعنی تمہیں کیا اندازہ میری مصیبت کا ورنہ صبر کا مشورہ نہ دیتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اس کے بعد اس سے کہا گیا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ سن کر اس پر تو گویا موت چھا گئی۔ وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی تو دروازہ پر دربان نہ پائے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبر تو صدمہ کے شروع کا معتبر ہے۔''

تشریح:

''**علی امرأة**'' اس عورت کا نام کہیں نہیں مل سکا۔ مدینہ میں کوئی مصیبت رسیدہ عورت تھی۔ ''علی صبی لها'' یہاں کچھ اختصار ہے۔ بخاری میں بھی اور مسلم کی آنے والی روایت میں بھی ''قبر'' کے الفاظ ہیں، یعنی بچے کے مرنے کے بعد اس کی قبر کے پاس رو رہی تھی اور زبان سے کچھ نامناسب الفاظ بول رہی تھی۔ ''اتقی الله'' یعنی خدا کا خوف کرو۔ اس طرح الفاظ نہ کہو اور صبر سے کام لو۔

''**و ما تبالی بمصیبتی**'' یعنی میری مصیبت کی آپ کو کیا پرواہ ہے۔ ایک روایت میں ہے ''الیك عنی'' یعنی مجھ سے دور ہو جاؤ، آپ کو میری مصیبت کی طرح مصیبت نہیں پہنچی ہے۔ ''مثل الموت'' یعنی اس خاتون کو جب بتایا گیا کہ تم نے یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، جو مناسب نہیں تھا تو اس کو اس طرح پریشانی ہوئی کہ گویا موت نے اس کو پکڑ لیا۔ ''بوابین'' یہ ''بواب'' کی جمع ہے، چوکیدار کو کہتے ہیں، یعنی دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع تھی کہ گھر پر کوئی ایسا آدمی نہیں رکھا کہ جو آنے جانے والے کو روکا کرے اور اجازت سے جانے دے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو چوکیدار پہریدار کی ضرورت نہیں ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ کوئی چوکیدار پہریدار نہ رکھے۔ بعض مواقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوکیدار رکھا ہے تو مطلقاً منع نہیں ہے۔

''**لم اعرفک**'' یہ اس خاتون نے اپنا عذر پیش کیا کہ یہ نامناسب جملہ میں نے اس وجہ سے بولا کہ میں نے آپ کو بالکل نہیں پہچانا۔

''**عند أول صدمة**'' یعنی صبر کا معیار یہ ہے کہ صدمہ پہنچتے ہی آدمی صبر کرے۔ اس پر ثواب ملتا ہے، تم سے ثواب ضائع ہو گیا۔ میں تو ناراض نہیں ہوں۔ میں تمہارے عذر کو قبول کرتا ہوں، لیکن جو ثواب تمہیں صبر پر مل سکتا تھا، وہ نہیں ملا۔

۲۱۳۹ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالُوا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ بِقِصَّتِهِ . وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ .

اس سند سے بھی مذکورہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام نے ایک عورت کو روتے ہوئے پا کر صبر کا مشورہ دیا جس پر اس نے سخت جواب دیا بعد میں جب پتہ چلا کہ وہ تو نبی کریم علیہ السلام تھے تو معذرت کیلئے گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صبر تو صدمہ کے شروع کا معتبر ہے) منقول ہے۔ مگر ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر تھی۔

باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه

اہل وعیال کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢١٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ بِشْرٍ، - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ، - عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ حَفْصَةَ، بَكَتْ عَلَى عُمَرَ فَقَالَ مَهْلاً يَا بُنَيَّةُ أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ " .

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمرؓ پر رونے لگیں (یعنی جب انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا مجوسی غلام نے) حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے میری بیٹی! صبر کرو، کیا تم جانتی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "بے شک میت کے اوپر اس کے گھر والوں کی آہ بکا کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔"

تشریح:

"ان حفصة بكت" حضرت حفصہ ام المومنین ہیں۔ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عمرؓ پر جب ابولؤلؤ مجوسی نے حملہ کر کے زخمی کیا تو اس وقت مختلف لوگوں نے آپ پر رونا رویا تھا۔ آپ نے ہر ایک کو منع کر دیا تھا اور یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ میت کو رونے والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ "مہلاً" یعنی آپ رک جائیں، صبر کریں، رونا بند کریں۔

"ان الميت يعذب" یعنی میت کو اس پر رونے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، چنانچہ کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔

زندوں کے رونے سے میت کو عذاب کیوں دیا جاتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے تحت ایک ضابطہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جو قابل توضیح وتشریح ہے۔

سوال: یہاں حدیث کا یہ حصہ بظاہر قرآن عظیم کی ایک آیت سے معارض معلوم ہوتا ہے۔ آیت یہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿و لا تزر وازرة وزر أخرى﴾ یعنی ہر آدمی اپنے فعل وعمل کا ذمہ دار ہے۔ اپنے فعل وعمل کا بوجھ خود اٹھائے گا۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آیت کا مفہوم ومضمون تو یہ ہے کہ مردے پر جب اس کے اہل وعیال اور خویش واقارب روئیں گے تو ان کے رونے کا وبال مردے پر نہیں آئے گا، بلکہ اس کے وبال کے ذمہ دار خود رونے والے ہیں، جبکہ زیر بحث حدیث واضح طور پر بتاتی ہے

کہ پسماندگان کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ آیت وحدیث میں یہ کھلا تعارض ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: یہ حدیث چونکہ متعدد طرق سے ثابت ہے اور صحیح ہے، لہٰذا علماء نے آیت وحدیث کے درمیان تعارض کو دور کرنے کیلئے کئی توجیہات فرمائی ہیں اور حدیث کو مؤول قرار دے کر تاویلیں کی ہیں۔

(۱): ام المومنین حضرت عائشہؓ نے یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ اس حدیث کا تعلق ایک جزئی واقعہ سے ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت کی قبر کے پاس سے گزرے، وہاں لوگ اس کی قبر پر رو رہے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں اس یہودی عورت کو عذاب ہو رہا ہے اور لوگ اس پر رو رہے ہیں، یعنی لوگ اس عورت کو مرحومہ سمجھ رہے ہیں، حالانکہ کفر کی وجہ سے وہ ملعونہ ہے اور سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہؓ کا کلام موجود ہے۔ حضرت عائشہؓ کا خیال یہ ہے کہ حدیث اپنی جگہ پر صحیح اور ثابت ہے، اس کا انکار نہیں، لیکن اس حدیث کا جو مفہوم ابن عمرؓ نے سمجھا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابن عمرؓ نے ایک جزئی واقعہ کو کلیہ اور ضابطہ کے طور پر پیش کر دیا، جس سے حدیث اور آیت میں تعارض پیدا ہو گیا۔ اس میں ابن عمرؓ سے خطاء ہو گئی ہے۔ انہوں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ نہیں کیا، صرف مفہوم میں ان سے غلطی ہو گئی، گویا عائشہ صدیقہؓ "ان المیت یعذب ببکاء أھلہ علیہ" کے الفاظ کو حضرت ابن عمر کی طرف سے سمجھ رہی ہیں، پوری بحث اس باب کی ایک حدیث کے متن میں مذکور ہے۔ شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ حدیث کے یہ الفاظ اکیلے حضرت ابن عمرؓ سے منقول نہیں ہیں، بلکہ دیگر متعدد صحابہؓ نے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ مثلاً اس باب میں آئندہ آنے والی حدیث میں حضرت عمرؓ خود یہ الفاظ نقل فرما رہے ہیں: "أتبکی علی و قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان المیت لیعذب ببعض بکاء أھلہ علیہ" یہ الفاظ عام ضابطہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جزئی واقعہ نہیں ہے۔ اسی طرح زیر بحث حدیث میں بھی کسی جزئی واقعہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے، لہٰذا عام صحابہ اور عام شارحین نے حضرت عائشہؓ کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا ہے۔

بہرحال حضرت عائشہؓ کی توجیہہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا تعلق ایک یہودی عورت سے ہے، جس کو بوجہ کفر قبر میں عذاب ہو رہا تھا، اہل وعیال کے رونے سے نہیں ہو رہا تھا، اس طرح ﴿و لا تزر وازرۃ وزر اخری﴾ سے اس حدیث کا نہ تعلق رہا نہ تعارض رہا۔

(۲): دیگر علماء اور شارحین نے اس حدیث کی یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ میت کو اہل وعیال کے رونے پر اس وقت عذاب ہوتا ہے کہ میت خود اپنی زندگی میں اس کی وصیت کر لے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ پر خوب رویا جائے تو یہ خود میت کا گناہ ہوا، جیسے جاہلیت کے زمانہ میں لوگ وصیت کر دیا کرتے تھے۔ طرفہ بن العبد یوں وصیت کرتا ہے، اپنی بیوی سے کہتا ہے:

اذا مت فانعینی بما أنا أھلہ   و شقی علی الحیب یا ابنۃ معبد

ایک اور شاعر سال بھر رونے کے بعد قبر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تجھ پر رونے کا حق ادا کر دیا، اب میں معذور ہوں۔

الی الحول ثم اسم السلام علیکم   و من یبك حولا کاملا فقد اعتذر

(۳): بعض علماء نے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ یہ عذاب اس وقت ہوگا کہ میت کو اپنی زندگی میں خوب معلوم ہے کہ گھر میں ماتم کرنے اور چیخنے چلانے کا دستور ہے، اس کے باوجود وہ خاموش رہا اور نہ رونے کی تاکید نہیں کی تو یہ بھی اس شخص کا اپنا جرم اور اپنا گناہ ہے، اس کے گھر والوں کے رونے پر اسے عذاب ہوگا، لہٰذا آیت سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

۲۱۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ ".

حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مردے کو اپنی قبر میں عذاب ہوتا ہے اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے۔''

۲۱۴۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ، بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ ".

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔''

۲۱۴۳ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي، صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ ".

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا نیزہ مار کر تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ لوگوں نے ان پر چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ جب عمرؓ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: ''کیا تم جانتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''میت کو زندہ کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔''

تشریح:

''لما طعن عمرؓ''، حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ مدینہ منورہ میں کوئی غیر مسلم نہ رہے، چنانچہ اس قانون کے تحت مدینہ میں غیر مسلم غلاموں کا رکھنا بھی ممنوع تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک غلام تھا، جس کا نام ابولؤلؤ مشہور تھا۔ یہ ایرانی مجوسی تھا، بہت ماہر کاریگر مستری تھا۔ حضرت عباسؓ نے اس کی سفارش کی اور حضرت عمرؓ سے اس کو مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت مانگی اور فرمایا کہ اہل مدینہ کو کچھ مختلف کاموں میں کاریگر کی ضرورت پڑتی ہے، آپ اس کو اجازت دیدیں تاکہ یہ مدینہ میں رہے۔ چنانچہ یہ مدینہ میں رہنے لگا۔ ایک موقع پر اس نے حضرت عمرؓ سے حضرت مغیرہؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے مجھ پر زیادہ ٹیکس مقرر کیا ہے، آپ اس میں تخفیف کرائیں۔ حضرت عمرؓ نے

ابولؤلؤ مجوسی سے اس کے ہنر کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہر فن میں مہارت رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس بہت سارے ہنر ہیں، اس کے پیش نظر یہ ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔ اس سے یہ غلام غصہ ہو گیا اور دل میں حضرت عمرؓ کے قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اس غلام سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم بہت اچھی چکیاں بناتے ہو، میرے لئے ایک چکی بنالو۔ ابولؤلؤ نے کہا کہ میں آپ کیلئے ایسی چکی تیار کرلوں گا کہ مشرق و مغرب میں اس کے تذکرے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "هددني العبد" یعنی مجھے اس غلام نے قتل کی دھمکی دیدی ہے۔ ابولؤلؤ مجوسی بظاہر ٹیکس کے کم نہ کرنے کی وجہ سے انتقام پر اتر آیا، لیکن میرے خیال میں اس کے پیچھے بڑا منصوبہ تھا کہ شاید ایرانی مجوسیوں نے حضرت عمرؓ سے اس بات کا انتقام لینا تھا کہ انہوں نے ہماری قدیمی شخصی ایرانی ساسانی بادشاہت کو ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ آج بھی ایران میں ابولؤلؤ مجوسی کا سالانہ جشن منایا جاتا ہے اور ابولؤلؤ مجوسی کا "بابا شجاع الدین" کے نام سے بڑا مزار بنا ہوا ہے۔ بہرحال ابولؤلؤ مجوسی نے فجر کی نماز میں حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا اور آپ پر زہر آلود خنجر سے کئی وار کئے، سب سے گہرا زخم پیٹ میں لگا جو باعث شہادت ثابت ہوا۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ یہ دعا مانگتے تھے: "اللهم انی اسألك شهادة فی سبیلك و أسألك موتا فی بلد حبیبك" یہ دعا پوری ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کی پوری تفصیل کتاب المساجد میں "باب اکل الثوم" میں لکھی جا چکی ہے۔

٢١٤٤ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُولُ وَاأَخَاهُ . فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ " .

ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخم لگا تو صہیبؓ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی۔ (یعنی غم کا اظہار کرنے لگے) عمرؓ نے ان سے فرمایا: اے صہیب! کیا تم جانتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے زندہ کے آہ بکا کرنے سے۔"

٢١٤٥ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ أَبُو يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ أَقْبَلَ صُهَيْبٌ مِنْ مَنْزِلِهِ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عُمَرَ فَقَامَ بِحِيَالِهِ يَبْكِي فَقَالَ عُمَرُ عَلاَمَ تَبْكِي أَعَلَىَّ تَبْكِي قَالَ إِي وَاللَّهِ لَعَلَيْكَ أَبْكِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ . قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنْ يُبْكَى عَلَيْهِ يُعَذَّبُ " . قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِمُوسَى بْنِ طَلْحَةَ فَقَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ إِنَّمَا كَانَ أُولَئِكَ الْيَهُودَ .

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا تو صہیب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے تشریف لائے، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے روبرو کھڑے ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ عمرؓ نے ان سے

فرمایا: کس بات پر رورہے ہو؟ کیا میرے اوپر رورہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! اے امیر المومنین آپ ہی کے اوپر رورہا ہوں۔ عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس شخص (مردے) پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر موسیٰ بن طلحہ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ: حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ یہ تو صرف یہود کے بارے میں تھا۔

تشریح:

''صهيب'' یہ صہیب رومی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے خاص محبین میں سے تھے۔ ''بحياله'' اى بجنبه یعنی حضرت عمرؓ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ ''علام تبكى'' یعنی کیوں روتے ہو؟ کیا مجھ پر روتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: مت رویا کرو۔

٢١٤٦ – وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، لَمَّا طُعِنَ عَوَّلَتْ عَلَيْهِ حَفْصَةُ فَقَالَ يَا حَفْصَةُ أَمَا سَمِعْتِ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ " . وَعَوَّلَ عَلَيْهِ صُهَيْبٌ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَمَا عَلِمْتَ " أَنَّ الْمُعَوَّلَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ " .

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب نیزہ سے زخمی کیا گیا تو ان کی (صاحبزادی) حضرت حفصہؓ چیخ کر رونے لگیں انہوں نے فرمایا کہ اے حفصہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نہیں فرماتے تھے کہ: ''جس پر چیخ کر رویا جائے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔'' اور صہیبؓ بھی ان پر چیخ کر روئے تو ان سے بھی یہی فرمایا۔

تشریح:

''عولت عليه حفصة'' ''من التعويل و هو البكاء بالصوت'' یعنی زور زور سے چیخ چیخ کر رونے کو تعویل کہتے ہیں، یہ باب تفعیل سے ہے، اس کا اسم مفعول ''مُعَوّل'' ہے تو ''مُعَوّل عليه'' وہ شخص ہوتا ہے جس پر زور زور سے رونا رویا جائے۔ گزشتہ روایات میں ''نيح عليه'' کا جملہ بھی ہے۔ ناح ينوح نوحاً سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ میت پر بین کرنے کو کہتے ہیں۔

٢١٤٧ – حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ، أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ جَنَازَةَ أُمِّ أَبَانَ بِنْتِ عُثْمَانَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُودُهُ قَائِدٌ فَأُرَاهُ أَخْبَرَهُ بِمَكَانِ ابْنِ عُمَرَ، فَجَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَكُنْتُ بَيْنَهُمَا فَإِذَا صَوْتٌ مِنَ الدَّارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ – كَأَنَّهُ يَعْرِضُ عَلَى عَمْرٍو أَنْ يَقُومَ فَيَنْهَاهُمْ – سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ " . قَالَ فَأَرْسَلَهَا عَبْدُ اللَّهِ مُرْسَلَةً لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ " . قَالَ فَأَرْسَلَهَا عَبْدُ اللَّهِ مُرْسَلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنَّا مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا

هُوَ بِرَجُلٍ نَازِلٍ فِي شَجَرَةٍ فَقَالَ لِيَ اذْهَبْ فَاعْلَمْ لِي مَنْ ذَاكَ الرَّجُلُ . فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ . فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ أَمَرْتَنِي أَنْ أَعْلَمَ لَكَ مَنْ ذَاكَ وَإِنَّهُ صُهَيْبٌ . قَالَ مُرْهُ فَلْيَلْحَقْ بِنَا . فَقُلْتُ إِنَّ مَعَهُ أَهْلَهُ . قَالَ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَهْلُهُ - وَرُبَّمَا قَالَ أَيُّوبُ مُرْهُ فَلْيَلْحَقْ بِنَا - فَلَمَّا قَدِمْنَا لَمْ يَلْبَثْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ أُصِيبَ فَجَاءَ صُهَيْبٌ يَقُولُ وَاأَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ . فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ تَعْلَمْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ - قَالَ أَيُّوبُ أَوْ قَالَ أَوَلَمْ تَعْلَمْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ " . قَالَ فَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ فَأَرْسَلَهَا مُرْسَلَةً وَأَمَّا عُمَرُ فَقَالَ بِبَعْضٍ - فَقُمْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَحَدَّثْتُهَا بِمَا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَتْ لاَ وَاللَّهِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَطُّ " إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَحَدٍ " . وَلَكِنَّهُ قَالَ " إِنَّ الْكَافِرَ يَزِيدُهُ اللَّهُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَذَابًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى " . قَالَ أَيُّوبُ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ قَالَتْ إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبَيْنِ وَلاَ مُكَذَّبَيْنِ وَلَكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ .

عبداللہ بن ابی ملکیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور ہم ام ابان بنت عثمان رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ عمروؓ بن عثمان بھی ان کے قریب ہی تھے۔ اس اثناء میں حضرت ابن عباسؓ بھی تشریف لائے کہ کوئی ان کو لے کر آ رہا تھا (ہاتھ پکڑ کر کیونکہ ابن عباسؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے) پھر میرا خیال ہے کہ انہیں ابن عمرؓ کی نشست کے بارے میں بتلایا گیا تو وہ وہیں آ کر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور میں دونوں (ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ) کے درمیان میں ہو گیا۔ اسی دوران گھر میں سے (رونے کی) آواز آئی۔ ابن عمرؓ نے گویا عمرو بن عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ کھڑے ہوں اور (ان رونے والوں کو) منع کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: ''بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے (زور زور سے آہ و بکا کی وجہ سے) عذاب دیا جاتا ہے''۔ اور ابن عمرؓ نے اس حدیث کو عام رکھا (یعنی اسے یہود کے ساتھ مخصوص نہ کیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا تھا) اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: ''ہم ایک بار امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے کسی سفر میں جب ہم ''بیداء'' تک پہنچے تو وہاں ایک آدمی درخت کے سایہ میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اس سے معلوم کرو کہ یہ آدمی کون ہے؟ میں گیا تو دیکھا وہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہیں، میں واپس لوٹ آیا اور ان سے جا کر کہا کہ آپؓ نے مجھے حکم دیا تھا کہ معلوم کروں وہ آدمی کون ہے؟ تو وہ صہیبؓ ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ انہیں حکم دو کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائیں، میں نے عرض کیا کہ ان کے گھر والے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ فرمایا کہ: اگر چہ ان کے بیوی بچے ساتھ ہوں (تو بھی کیا مضائقہ ہے) انہیں کہو کہ ہمارے ساتھ ہو جائیں (تنہا سفر نہ

کریں) چنانچہ پھر ہم مدینہ آئے تو (مدینہ واپسی کے بعد) زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا گیا۔ حضرت صہیبؓ (روتے پیٹتے) آئے کہتے جاتے کہ ہائے میرا بھائی! ہائے میرا ساتھی! عمر رضی اللہ عنہ، نے ان سے فرمایا کہ: ''بیشک میت کو اس کے گھر والوں کی آہ بکا کی بناء پر عذاب ہوتا ہے'' اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن عمرؓ نے تو اس حکم کو مطلق اور عام رکھا، جب کہ عمرؓ نے کہا کہ بعض لوگوں کے رونے کی وجہ سے ہوتا ہے (یعنی یہ حکم مطلق نہیں) (ابن ابیؒ ملکیہ فرماتے ہیں کہ) پھر میں اٹھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور ان سے ابن عمرؓ کی بیان کردہ حدیث بیان کی۔ تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میت کو کسی کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے تو یہ فرمایا ہے: ''بیشک کافر کے عذاب کو اللہ تعالیٰ مزید بڑھا دیتے ہیں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے'' اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا بھی ہے اور رلاتا بھی ہے اور کوئی دوسرا کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ایوبؒ (راوی) کہتے ہیں کہ ابن ابی ملکیہؒ نے فرمایا کہ مجھ سے قاسمؒ بن محمد نے بیان کیا کہ جب حضرت عائشہؓ کو عمرؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ اقوال کی اطلاع پہنچی تو فرمانے لگیں کہ تم لوگ مجھ سے ان لوگوں کی باتیں بیان کرتے ہو جو نہ تو خود جھوٹے ہیں اور نہ ہی ان کی باتیں جھٹلائی جاسکتی ہیں، لیکن بعض اوقات سماعت میں غلطی ہو جاتی ہے۔

تشریح:

''جنازة ام ابان'' یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی بیٹی تھیں، جو مکہ مکرمہ میں فوت ہوگئی تھیں۔ ''یقوده قائد'' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک رہبر ہاتھ دیکر لا رہے تھے۔ حضرت ابن عباس آخری عمر میں نابینا ہو چکے تھے، اس لئے رہبر ان کو کھینچ کر لا رہا تھا۔

''فاراه اخبره'' اس قول کا قائل عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں۔ ''صوت من الدار'' یعنی زور سے گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ ''کانه یعرض علی عمرو'' یعنی حضرت ابن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی، جس میں یہ بیان تھا کہ رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث سے حضرت ابن عمرؓ تعریض اور کنایہ کرنا چاہتے تھے کہ عمرو بن عثمان کو چاہئے کہ کھڑے ہو کر ان رونے والوں کو منع کر دے۔ ''فارسلها عبد الله مرسلة'' ای اطلقها اطلاقاً و لم یقیدها بقید یعنی عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث کو کسی قید کے بغیر مطلق بیان کیا، جبکہ بعض نے اس کو یہود کے ساتھ مقید کیا اور بعض نے وصیت کے ساتھ مقید کیا اور بعض نے ببعض بکاء اهله کے ساتھ مقید کیا ہے۔ ''فقال ابن عباس'' حضرت ابن عباسؓ یہاں سے اپنا چشم دید واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ صہیبؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ کا کتنا گہرا تعلق تھا۔ ''بالبیداء'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ شاعر نے کہا

رای المجنون فی البیداء کلباً — فجر الیه للاحسان ذیلا

فلاموه علی ما کان منه — وقالوا لم منحت الکلب نیلا

فقال دعوا الملامة ان عینی — رأته مرة فی حي لیلا

''معه اهله'' یعنی یہ آدمی صہیب ہے، لیکن ان کے ساتھ اہل وعیال ہیں، میں کس طرح ان کو بلاؤں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بلالو، اگرچہ

ان کے ساتھ اہل وعیال کیوں نہ ہوں۔"فلما اصیب"یعنی جونہی یہ لوگ مدینہ پہنچے تو حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا، جس میں وہ زخمی ہو گئے۔ بتانے والا یہ بتانا چاہتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت صہیبؓ کے آپس میں بہت زیادہ گہرے تعلقات تھے۔"وا أخاہ" یہ ندبہ کے الفاظ ہیں، یعنی ہائے میرے بھائی، ہائے میرے دوست۔"فاما عبد الله"یعنی عبداللہؒ بن ابی ملیکہ راوی نے "ببکاء اھله" کو مطلق چھوڑا، مگر عبداللہ بن عمرؓ نے "ببعض بکاء اھله" میں بعض کے لفظ سے مقید بنادیا ہے۔

"غیر کاذبین" یعنی تم مجھے دو جھوٹوں سے نہیں، بلکہ دو سچوں سے خبر دے رہے ہو۔"و لا مکذبین"یعنی ان دونوں کی کسی نے تکذیب بھی نہیں کی ہے۔"ولکن السمع یخطیٔ"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ دونوں سچے ہیں، لیکن کبھی کبھی سننے میں غلطی ہوجاتی ہے، شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور فرمایا ہو اور انہوں نے صحیح طرح نہ سننے کی وجہ سے کچھ اور سنا ہو۔ آئندہ حدیث میں اسی مفہوم کے ادا کرنے کیلئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے"وھل"کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ان کو وہم ہوگیا۔ بہرحال اختلاف کو میں نے اس باب کی ابتداء میں خوب لکھا ہے اور تطبیق دی ہے۔

۲۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ قَالَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا - قَالَ - فَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا - قَالَ - جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ أَلاَ تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ " . فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذَلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ شَجَرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هَؤُلاَءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ - قَالَ - فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِي . قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ . فَلَمَّا أَنْ أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَاأَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ . فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَىَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ " . فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ لاَ وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَحَدٍ " . وَلَكِنْ قَالَ " إِنَّ اللَّهَ يَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ " قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ ﴿ وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذَلِكَ وَاللَّهُ أَضْحَكَ وَأَبْكَى . قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ فَوَاللَّهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ شَىْءٍ .

عبداللہ بن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی کا مکہ میں انتقال ہوگیا۔ ہم ان

کے جنازہ میں شرکت کیلئے حاضر ہوئے وہاں پر ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ میں دونوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ وہ اس طرح کہ میں ایک کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے آئے تو وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئے (اس طرح میں دونوں کے درمیان میں ہوگیا) فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عثمان (حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے) کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ کیا تم آہ وبکا سے منع نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''بے شک میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے۔'' اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: حضرت عمرؓ تو اسے بعض لوگوں کے لئے فرماتے تھے (یعنی عموم نہیں رکھتے تھے) پھر انہوں نے بیان کیا کہ: ''میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ سے آیا، جب ہم بیداء کے مقام پر تھے تو وہاں چند سوار ایک درخت کے سائے میں موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: جاؤ اور دیکھو کہ یہ سوار کون لوگ ہیں؟ میں گیا اور دیکھا تو وہ حضرت صہیبؓ تھے میں نے حضرت عمرؓ کو بتلا دیا تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ، میں واپس صہیبؓ کے پاس لوٹا اور کہا کہ یہاں سے کوچ کیجئے اور امیر المومنین کے ساتھ مل جائیے۔ پھر جب (مدینہ میں) امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو صہیبؓ ان کے پاس روتے ہوئے داخل ہوئے کہتے تے کہ ہائے میرا بھائی! ہائے میرا ساتھی! عمرؓ نے ان سے فرمایا: اے صہیب! کیا میرے اوپر روتے ہو؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ 'میت کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔'' ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عمرؓ کا انتقال ہوگیا تو میں نے حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا فرمانے لگیں: ''اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے، نہیں! اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کسی کے رونے پر عذاب دے گا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ: ''اللہ تعالیٰ کافر کے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے'' اور حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تمہارے لئے قرآن کی یہی آیت کافی ہے: ''کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے'' اور اس موقع پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: ہنساتا اور رلاتا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! اس پر ابن عمرؓ نے کچھ نہیں فرمایا۔

تشریح:

''لنشهدها'' ای نشهد جنازتها ''وهو مواجهه'' یعنی عمرو بن عثمان حضرت ابن عمرؓ کے سامنے بیٹھے تھے۔ ''یقول بعض ذلك'' یعنی حضرت عمرؓ بھی اسی طرح بعض باتیں کرتے تھے کہ میت کو رونے والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔

''ثم حدث فقال'' یعنی ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کے سفر کا قصہ شروع کیا۔ ''بر کب'' یعنی اچانک ایک قافلہ نظر آیا جو سایہ میں آرام کر رہا تھا۔ ''فلما ان اصیب عمر'' حضرت ابن عباسؓ نے پہلے حضرت عمر اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہما کے درمیان گہر اتعلق اور محبت ظاہر کی اور پھر حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت میں حضرت صہیبؓ کی حاضری اور رونے کا ذکر کیا۔ ''وا أخاه'' ہائے میرے بھائی، ہائے میرے ساتھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے پھر حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت عمرؓ کا جملہ نقل کیا تو حضرت عائشہؓ نے اس میں تاویل کی اور اپنے موقف پر قرآن کی آیت سے استدلال کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بس اللہ تعالیٰ رلاتا ہے اور ہنساتا ہے، ہم کو آپس میں

لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے شاید غیر جانب داری کا اشارہ دیا ہے، تاہم حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کے استدلال کے جواب میں حضرت ابن عباسؓ کو کچھ نہیں کہا، خاموش ہو گئے۔

۲۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، كُنَّا فِي جَنَازَةِ أُمِّ أَبَانَ بِنْتِ عُثْمَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَنُصَّ رَفْعَ الْحَدِيثِ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَمَا نَصَّهُ أَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَحَدِيثُهُمَا أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرٍو .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ البتہ اس میں حضرت عمرؓ نے حدیث کو مرفوع نہیں کیا ہے، تاہم ایوب اور ابن جریج نے اس کی صراحت کی ہے اور ان دونوں کی بیان کردہ حدیث عمرو کی حدیث سے زیادہ کامل ہے۔

۲۱۵۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ " .

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میت کو زندہ کے رونے پر عذاب ہوتا ہے۔''

۲۱۵۱ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ، - قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ . فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَحْفَظْهُ إِنَّمَا مَرَّتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ وَهُمْ يَبْكُونَ عَلَيْهِ فَقَالَ " أَنْتُمْ تَبْكُونَ وَإِنَّهُ لَيُعَذَّبُ " .

ہشام بن عروہ اپنے والد (عروہؒ) سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''حضرت عائشہؓ کے سامنے ابن عمرؓ کی یہ بات ذکر کی گئی کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے پر عذاب ہوتا ہے'' تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے انہوں نے کچھ بات تو سنی لیکن اسے یاد نہ رکھا، (بات یہ تھی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی کے جنازہ پر گزر ہوا تو اس کے گھر والے اس پر آہ و بکا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو اسے رو رہے ہو اور اسے عذاب دیا جا رہا ہے۔''

۲۱۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، يَرْفَعُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ " . فَقَالَتْ وَهَلَ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ أَوْ بِذَنْبِهِ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الآنَ " . وَذَاكَ مِثْلُ

قَوْلِهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ يَوْمَ بَدْرٍ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ " إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ " . وَقَدْ وَهَلَ إِنَّمَا قَالَ " إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ " . ثُمَّ قَرَأَتْ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ يَقُولُ حِينَ تَبَوَّءُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ".

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی بناء پر عذاب دیا جاتا ہے۔'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عمر بھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ اسے تو اپنے گناہوں کے سبب سے ہی عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اب اس پر رو رہے ہیں۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے روز کنویں کے کنارے کھڑے ہوئے اور اس کنویں میں بدر کے روز قتل ہونے والے مشرکین کی لاشیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ مقتولین میری باتوں کو سنتے ہیں۔ اس معاملہ میں بھی ابن عمرؓ کو وہم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ: یہ مقتولین جانتے تھے کہ جو میں کہتا تھا وہ حق تھا، پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی کہ انك لا تسمع الموتیٰ...... الایة کہ آپ مرنے والوں کو کچھ سنا نہیں سکتے ہیں اور جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں بھی کچھ سنانے والے نہیں ہیں' اور یہ ان کے حال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا جب کہ وہ مشرکین جہنم میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے۔

تشریح:

"فقالت وَهَل" یہ ذہول کے معنی میں ہے "ای غلط و نسی" "و ذلك مثل قوله" اس کلام سے حضرت عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کی دوسری غلط فہمی بیان کر رہی ہیں۔ وہ یہ کہ قلیب بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی لاشوں سے کلام کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ مردوں سے کلام فرما رہے ہیں جو سنتے نہیں ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انهم ليسمعون ما أقول" یعنی یہ لوگ خوب سنتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "یعلمون" فرمایا ہے، یعنی کفار کو اب علم ہو گیا کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ حضرت عائشہؓ نے یہاں بھی سماع کا انکار کیا ہے۔ اب ہر پڑھنے والے کو سوچنا چاہئے کہ سماع موتی اور عدم سماع میں صحابہ کرام کا اختلاف رہا ہے۔ اس میں کوئی شخص یک طرفہ فیصلہ کیسے کر سکتا ہے؟ دلائل کی بنیاد پر ایک طرف کو راجح کہنا الگ بات ہے، لیکن غلط کہنا تو بہت بری بات ہے۔ اس کا فتویٰ تو یقیناً صحابہ کی جماعت پر جا کر لگے گا تو صحابہ کرام کی کسی جماعت کو پتھری اور ربڑی کہنا کتنا بڑا جرم ہے۔ "حین تبؤوا مقاعدهم" اللہ تعالیٰ فرمانا چاہتا ہے کہ کفار کے مرنے اور دوزخ میں پہنچنے کے بعد اے نبی آپ ان کو نہیں سنا سکتے ہیں۔

۲۱۵۳ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَحَدِيثُ أَبِي أُسَامَةَ أَتَمُّ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معناً منقول ہے، یعنی دونوں کا معنی ایک ہے اگر چہ الفاظ میں کچھ فرق ہے۔

٢١٥٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ، أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا، سَمِعَتْ عَائِشَةَ، وَذُكِرَ، لَهَا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ . فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَغْفِرُ اللَّهُ لأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلَكِنَّهُ نَسِيَ أَوْ أَخْطَأَ إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى يَهُودِيَّةٍ يُبْكَى عَلَيْهَا فَقَالَ " إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا "

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جب ان کے سامنے عبداللہ بن عمرؓ کا قول ذکر کیا گیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ: میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے۔'' تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے، انہوں نے تو جھوٹ نہیں بولا لیکن وہ بھول گئے یا غلطی کر گئے۔ واقعہ تو صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ عورت پر ہوا جسے رویا جارہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم تو اس پر رورہے ہو جب کہ وہ اپنی قبر میں عذاب جھیل رہی ہے۔''

٢١٥٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ الطَّائِيِّ، وَمُحَمَّدِ، بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ أَوَّلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ بِالْكُوفَةِ قَرَظَةُ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " .

علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس کی میت پر نوحہ گری کی گئی وہ قرظہ بن کعب تھا اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے فرمایا تھا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس پر نوحہ گری کی جائے اسے اس نوحہ کئے جانے کی وجہ سے قیامت کے روز مبتلائے عذاب کیا جائے گا۔''

تشریح:

''من نيح عليه''، یعنی جس پر نوحہ کیا گیا تو اس کو اس نیاحت کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، یہ لفظ ''ناح ینوح'' سے ہے۔ بین کرنے اور نوحہ کرنے کو کہتے ہیں۔ عرب میں نوحہ اور بین کرنے کیلئے چند الفاظ ایسے بھی ہوتے تھے، جب نائحہ عورت کہتی تھی، مثلاً:

''واعضداه، واناصراه، واكاسياه، واجبلاه، واسيداه، واويلاه، واحسرتاه''

٢١٥٦ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ، الأَسَدِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الأَسَدِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام نے فرمایا جس پر نوحہ گری کی جائے اسے اس پر نوحہ کیے جانے کی وجہ سے عذاب ہوگا)

٢١٥٧ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، - يَعْنِي الْفَزَارِيَّ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ، الطَّائِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ (میت کو اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے) منقول ہے۔

باب التشديد في النياحة

نوحہ کرنے پر شدید وعید کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢١٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ، ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، بْنُ مَنْصُورٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلاَلٍ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ زَيْدًا، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلاَّمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لاَ يَتْرُكُونَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ وَالاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ " . وَقَالَ " النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ " .

حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کی رہیں گی انہیں ترک نہیں کریں گے۔ ایک تو حسب ونسب پر فخر ومباہات کا اظہار۔ دوسرے، دوسروں کے نسب میں طعن کرنا تیسرے ستاروں کی چال وگردش سے پانی کی طلب کرنا (بارش کیلئے ستارں کی گردش کا حساب رکھنا)۔ چوتھے نوحہ گری کرنا اور فرمایا کہ: نوحہ خوانی کرنے والی عورت نے اگر اپنی موت سے قبل توبہ نہ کی تو قیامت کے روز اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے اوپر تارکول کی چادر اور خارش کی اوڑھنی ہوگی۔''

تشریح:

''الفخر فی الاحساب'' احساب حسب کی جمع ہے اور حسب ان اچھی صفات کو کہتے ہیں جو کسی انسان کے اندر موجود ہوں اور اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل اور بہتر سمجھتا ہو جیسے فصاحت وبلاغت، جرأت وشجاعت اور علم وہنر کی صفات ہیں۔ یہاں حسب سے یہی صفات مراد ہیں، اگرچہ حسب اصل میں انسان کی ماں کی طرف سے سلسلہ نسب کو کہا جاتا ہے، جس طرح کہ نسب باپ کی جانب سے سلسلہ نسب پر بولا جاتا ہے۔ نسب پر طعن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے باپ دادا پر اس طرح نکتہ چینی کرے کہ ان کے خاندان اور نسب میں عیب جوئی کرے، اس میں کیڑے نکالے اور ان کے باپ دادا کے درجہ کو برائی کے ذریعہ گھٹانے کی کوشش کرے۔ اسلام نے ان دو چیزوں کو اس لئے منع کردیا کہ اس سے اپنی بڑائی اور دوسرے مسلمان کی تحقیر لازم آتی ہے۔ ہاں اگر کفر کے مقابلے میں ایک مسلمان اپنے ان محاسن کو بیان کرتا ہے تو وہ جائز ہے۔

''الاستسقاء بالنجوم'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بارش اللہ تعالیٰ برساتا ہے اور ایک شخص اس کی نسبت کسی ستارہ کی طرف کرتا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ یہ بارش نچھتر ستارے یا سہیل ستارے نے برسادی یا اس کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی، یہ شرک کا حصہ ہے۔ اس لئے منع ہے۔ ''النیاحہ'' قدیم زمانہ میں غم کے موقع پر بازار سے کرائے پر رونے رلانے والی عورتوں کو لایا جاتا تھا اور وہ میت کے بے جا محاسن بیان کرتی تھیں، خود بھی روتی تھیں اور دوسروں کو بھی رلاتی تھیں، جو میت پر خوب نوحہ خوانی اور بین کرکے پیسہ لیتی تھیں، اس کی ممانعت کی بات اس حدیث میں ہے، آج کل بھی نیاحہ کی مختلف شکلیں موجود ہیں، بعض دفعہ تعزیت کے جلسوں میں نوحہ کا پورا منظر سامنے آجاتا ہے۔ ''سربال'' شلوار کو کہتے ہیں۔ ''ودرع'' قمیص کو کہتے ہیں۔ ''جرب'' خارش کو کہتے ہیں۔ ''قطران'' ایک درخت ہے، جس کا نام ابہل ہے، اس سے ایک سیاہ سیال مادہ نکلتا ہے جو انتہائی بدبودار ہوتا ہے اور اس میں گرمی کی حرارت ہوتی ہے اور وہ بہت جلد آگ پکڑ لیتی ہے۔ اس مادے کو بطور دوا خارشی اونٹوں پر مل دیا جاتا ہے، جس سے خارش جل جاتی ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے، یہ ''کولتار'' کی مانند ایک چیز ہے، نرم تارکول کی طرح ہے۔ پشتو میں اس کو ''رنزڑہ'' کہتے ہیں۔ اس کے درخت کوہستان اور کشمیر کے دور دراز بالائی جنگلوں میں ہوتے ہیں۔ ان درختوں کی لکڑی تیل کی طرح جلتی ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ نہ کرے تو قیامت کے روز اس کو قطران کا لباس پہنایا جائے گا، اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے اس کے جسم میں سخت خارش شروع ہو جائے گی، پھر اس پر اس مادے کا بنا ہوا لباس پہنایا جائے گا، جس سے اس کا بدن جل کر آگ پکڑ لے گا۔ ﴿ولباسهم من قطران و تغشى وجوههم النار﴾

۲۱۵۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ، تَقُولُ لَمَّا جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ قَالَتْ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ - شَقِّ الْبَابِ - فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ فَأَتَاهُ فَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " اذْهَبْ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ " . قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ وَاللَّهِ مَا تَفْعَلُ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْعَنَاءِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے قتل (شہادت) کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے غم جھلک رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دروازہ کی آڑ اور دروازوں میں

سے دیکھ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! جعفرؓ کی عورتیں (یعنی ان کے گھر کی خواتین) ان کے رونے اور آہ بکا کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ جائے اور انہیں آہ و بکا سے منع کرے۔ وہ چلا گیا پھر آیا اور بتلایا کہ انہوں نے بات نہیں مانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسے حکم دیا کہ جائے اور انہیں روکے۔ وہ چلا گیا پھر آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! وہ ہمارے اوپر غالب آگئی ہیں (یعنی ان کا رونا ہماری بات پر غالب آگیا) فرماتی ہیں کہ غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: جاؤ اور ان کے منہ میں خاک بھر دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے کہ تو نہ تو وہ کام کرتا ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے تکلیف پہنچانے سے (یعنی تیرا بار بار آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے۔ لیکن یہ بار بار آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہا ہے)۔

تشریح:

"قتل زید" "أي خبر قتل زید بن حارثة" غزوۂ موتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام پر تین امیر مقرر فرمائے تھے، پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اگر یہ شہید ہو گئے تو امیر لشکر جعفر طیار ہوں گے، اگر وہ شہید ہو گیا تو امیر لشکر عبد اللہ بن رواحہ ہوں گے، چنانچہ روما سلطنت سے شدید جنگ میں موتہ کے مقام پر یہ تینوں شہید ہو گئے۔ آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے پہلے غزوۂ موتہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے حجابات ہٹا دیئے۔ چنانچہ آپ خود میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے، آخر میں مسلمانوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو امیر لشکر مقرر کیا۔ آپ نے عظیم حکمت عملی سے مسلمانوں کو بچا لیا اور کفار کو شکست کا سامنا ہوا۔ حدیث میں اسی قصہ کا تذکرہ ہے۔ "صائر الباب" هو شق الباب یعنی دروازے کے شگاف سے حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھیں۔ "نساء جعفر" اس سے حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ اور گھر کی دیگر خواتین مراد ہیں۔

"فزعمت" یعنی حضرت عائشہؓ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ اور ان عورتوں کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ یہ جملہ یا حقیقت پر مبنی ہے کہ مٹی ان کے منہ میں پھینک دو یا یہ جملہ بطور زجر مبالغہ ہے کہ ان کو ذلیل کر دو۔

"ارغم الله أنفک" یعنی اللہ تعالیٰ تیری ناک کو خاک میں ملا دے۔ رغام مٹی کو کہتے ہیں، یہ بددعا ہے، مگر اس سے بددعا مراد نہیں ہوتی ہے، بلکہ غصہ کے وقت عرب یہ کلمہ بطور زجر کہتے ہیں۔ "العناء" مشقت کو کہتے ہیں، یعنی نہ تو عورتوں کو خاموش کر سکتے ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام سے بیٹھنے دیتے ہو، بار بار اطلاع کرتے ہو کہ عورتیں رو رہی ہیں، جب عورتوں کو روک نہیں سکتے تو اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے غمگین ہیں اور تم مزید غم میں ڈال رہے ہو۔ ساتھ والی حدیث میں "العی" کا لفظ ہے۔ وہ بھی مشقت کے معنی میں ہے۔

٢١٦٠ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ

الْعَزِيزِ، - يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ - كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . نَحْوَهُ . وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْعِيِّ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عورتوں کو منع فرمایا رونے سے لیکن وہ باز نہ آئیں تو آپ علیہ السلام نے زجراً فرمایا: کہ ان کے منہ میں خاک بھر دو۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں (محالی مطلع) تو بیخاً کہا کہ تو بار بار کیوں آکر خبر دیتا ہے) منقول ہے۔ مگر اس میں آخر میں یہ ہے کہ تو نے نہ چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکانے سے۔

٢١٦١ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ الْبَيْعَةِ أَلاَّ نَنُوحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ إِلاَّ خَمْسٌ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلاَءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ أَوِ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ .

ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لی تھی اس بات پر کہ ہم (میت پر) نوحہ وبین نہ کریں گی۔ لیکن ہم عورتوں میں سے سوائے پانچ کے کسی نے اس بیعت کو پورا نہ کیا۔ پانچ میں سے ایک تو ام سلیمؓ اور ام العلاء، ابوسبرہ کی بیٹی جو معاذؓ کی زوجہ تھیں۔ یا فرمایا کہ ابوسبرہ کی بیٹی اور معاذؓ کی زوجہ۔ (انہوں نے بیعت کی تکمیل کی)

٢١٦٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَسْبَاطٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْبَيْعَةِ أَلاَّ تَنُحْنَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا غَيْرُ خَمْسٍ مِنْهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (عورتوں) سے بیعت لی تھی کہ تم نوحہ نہیں کروگی۔ لیکن ہم میں سے کسی نے اسے پورا نہیں کیا سوائے پانچ کے جن میں سے ایک ام سلیم تھیں۔

٢١٦٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، - قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، - حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لاَ يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ ﴿وَلاَ يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ قَالَتْ كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ . قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلاَّ آلَ فُلاَنٍ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلاَ بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أُسْعِدَهُمْ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِلاَّ آلَ فُلاَنٍ " .

ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لاَ يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا الآية، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اے نبی! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں بیعت کرنے کے لئے اس بات پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، الخ اور یہ کہ کسی معروف اور قاعدہ کے موافق بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی''۔ تو ان باتوں میں

ایک یہ تھی کہ نوحہ گری بھی نہ کریں گی۔اس پر میں نے (ام عطیہؓ نے) عرض کیا یا رسول اللہ (نوحہ نہیں کروں گی) سوائے فلاں کی اولاد کے بارے میں (کہ ان کی میت پر نوحہ کروں گی) کیونکہ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی میرے ساتھ نوحہ میں شریک ہوتی تھیں لہٰذا میرے لئے ضروری ہے اور کوئی چارہ نہیں نوحہ کرنے سے کہ میں بھی نوحہ میں ان کی مدد کروں (اور نوحہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ٹھیک ہے فلاں کی اولاد میں (اجازت ہے)

تشریح:

"لما نزلت" یہ آیت بیعت کہلاتی ہے، اس کا نام سورۃ ممتحنہ ہے۔اس آیت میں عورتوں سے چھ چیزوں کے بارے میں بیعت لی گئی ہے۔آیت یہ ہے: ﴿**یا ایھا النبی اذا جاء ک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن و لا یزنین و لا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدھین و ارجھلن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن و استغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم**﴾ (آیت:۱۲)

ان چھ چیزوں کے ساتھ ساتویں چیز یہ تھی کہ عورتیں بین نہیں کریں گی، نیاحہ کیلئے یہاں حدیثوں میں "ان لا ننوح" کا لفظ بھی آیا ہے۔ "ان لا تنحن" کا لفظ بھی آیا ہے اور "کان منہ النیاحۃ" کا لفظ بھی آیا ہے۔سب سے مراد میت پر نوحہ کرنا اور بین کرنا ہے۔

"فما وفت" یعنی ام عطیہ کے ساتھ پانچ خواتین نے تو مکمل پابندی کی، لیکن ان پانچ کے علاوہ نے کبھی کبھار نوحہ کیا، شاذ و نادر کے حکم میں ہے، یہی مطلب ہے کہ انہوں نے مکمل طور پر وفا نہیں کی، یہ مطلب نہیں کہ وہ آئندہ نوحہ کرتی رہیں۔"فقلت" یعنی ام عطیہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ فلاں خاندان پر نوحہ کرنے کا میرے لئے استثناء فرمائیں، کیونکہ جاہلیت میں ان لوگوں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی، اب مجھ پر ان کا ایک بدلہ ہے، جس کو اتارنا ضروری ہے، آپ "الا آل فلان" کے الفاظ سے استثناء فرمادیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء فرمادی۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاتون کیلئے خصوصیت تھی، امت کے دیگر افراد اس سے جواز نہیں نکال سکتے ہیں۔تمام علماء کے نزدیک نوحہ مطلقاً حرام ہے۔

باب نھی النساء عن اتباع الجنائز

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ممنوع ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢١٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا .

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ہمیں (خواتین کو) جنازوں کے ساتھ چلنے سے روکا جاتا تھا، لیکن بہت تاکید کے ساتھ نہیں۔(گویا حرام نہیں ہے، لیکن مکروہ ہے۔قرطبیؒ نے فرمایا کہ ام عطیہ کی اس بات سے یہی

واضح ہوتا ہے)

تشریح:

"ولم یعزم علینا"، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ممانعت کو مؤکد اور لازم نہیں کیا، بلکہ صرف منع کر دیا، اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ قبرستان وغیرہ تک جانا حرام نہیں ہے، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے کہا ہے کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کر دیا جائے گا۔ البتہ مدینہ منورہ کے علماء نے جانے کی اجازت دی ہے۔ امام مالکؒ نے صرف جوان عورتوں کو جانے سے منع کیا ہے۔

اہل ظواہر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کے طور پر تھی، پھر آخر میں عورتوں کے جانے کو حرام قرار دیا گیا۔
اس پر مسند یعلی کی روایت دلالت کرتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأى نسوة فقال اتحملنه؟ قلن لا، قال اتدفنه؟ قلن لا، قال فارجعن مأزورات غير مأجورات اه" یعنی جب میت کو اٹھانا نہیں، دفنانا نہیں تو ثواب بھی نہیں، بلکہ گناہ کے ساتھ واپس جاؤ۔

٢١٦٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث مروی ہے بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ کہ (جنازوں کے ساتھ چلنے سے روکا جاتا تھا، لیکن تاکید کے ساتھ نہیں)۔

باب في غسل الميت

میت کو غسل دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢١٦٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ " اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي " . فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ " أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ " .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم ان کی صاحبزادی (زینبؓ) کے جنازہ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین مرتبہ، یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زائد بار غسل دو اور آخری بار کافور (خوشبو) سے غسل دینا اور جب غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔ فرماتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنا ازار ہماری طرف پھینک دیا پھر فرمایا کہ: اسے زینبؓ کے کفن کا اندرونی کپڑا بنادو، (یعنی کفن کے اندر رکھ دو، حصول تبرک کیلئے) (اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے کپڑے سے عورت کو کفن دیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں تبرکات بھی جنازہ میں اور قبر میں رکھنے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے)

تشریح:

''نغسل'' یعنی ہم غسل دے رہے تھے، اس باب میں وہ احادیث بیان کی جائیں گی جن سے مردہ کے نہلانے، کفنانے اور اس کے آداب کا علم حاصل ہوگا۔ تمام علماء کے نزدیک میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور یہ مردے کا حق ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے یہ حق ادا کیا تو باقی کا ذمہ ساقط ہو جائے گا، لیکن سب نے چھوڑ دیا تو سب کے سب گناہ گار ہو جائیں گے۔

میت کو غسل دینے کا سبب کیا ہے؟ اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ غسل دینے کا سبب یہ ہے کہ موت کی وجہ سے مردے کے پورے جسم پر نجاست پھیل جاتی ہے۔ اس لیے غسل دینا ضروری ہو گیا تا کہ پورا جسم پاک ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ موت سے استرخاء مفاصل ہوتا ہے اور استرخاء مفاصل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا وضو کرنا ضروری ہو گیا، مگر زندگی میں بوجہ حرج وضو میں صرف چار اعضاء کا دھولینا کافی سمجھا گیا اور موت کے بعد چونکہ حرج نہیں ہے تو اصل پر عمل کیا گیا اور اصل یہ ہے کہ پورے بدن کا وضو کیا جائے اور وہ غسل سے ہوگا، اس قول کے مطابق میت کو غسل دینا بوجہ نجاست نہیں ہے، اول قول کے مطابق غسل دینا بوجہ نجاست ہے۔

''ابنتہ'' واضح اور راجح یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں، جو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کا ام کلثوم اور تیسری کا نام رقیہ تھا، یہ دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں اور چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمۃؓ الزہرا تھیں، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئی تھیں، شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی سے زیادہ کا انکار کرتے ہیں۔

''اغسلنھا ثلاثا او خمسا'' یہاں لفظ ''او'' صرف ترتیب کے لیے ہے، تخییر کے لیے نہیں ہے، یہاں اصل مدار پاکی حاصل ہو جانے پر ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر پاکی ایک یا دو بار پانی بہانے سے حاصل ہوگئی تو پھر تین بار غسل دینا مستحب ہے، زیادہ مکروہ ہے اور اگر پاکی پانچ مرتبہ دھونے سے حاصل ہوگئی تو پھر سات بار تک پانی استعمال کرنا مکروہ ہے، سات مرتبہ سے زیادہ منقول نہیں ہے۔

''بماء و سدر'' بیری کے پتوں کو سدر کہا گیا ہے، اس میں ترتیب یہ ہے کہ صاف پانی میں بیری کے پتے ڈال کر پانی کو ابالا جائے اور پھر مناسب گرم پانی سے غسل دیا جائے، پھر تیسری بار پانی میں کافور ملا کر اس سے غسل دینا چاہیے۔ بیری کے پتوں کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے اچھی طرح صفائی حاصل ہوتی ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے حشرات الارض میت کے قریب نہیں آتے، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے لاش جلدی خراب نہیں ہوتی۔ کافور ملانے کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں اس کو ملایا جائے یا میت کے جسم پر چھڑکا جائے، میت کے غسل کے لیے الگ کافور ہوتا ہے جو غسالوں کے پاس ہوتا ہے۔

''حقوہ'' ازار بند کو حقہ کہا گیا ہے، کمر پر حقوۃ کا اطلاق ہوتا ہے، تہہ بند بھی کمر پر باندھا جاتا ہے۔ ''اشعرنھا'' یعنی تہہ بند کو کفن کے

دیگر کپڑوں سے نیچے اس کے بدن کے ساتھ لگا کر پہنا دو تا کہ اس سے برکت آجائے، اس سے برکت کا ثبوت مل گیا کہ بزرگوں کی مستعمل اشیاء میں برکت ہوتی ہے، ہاں برکت دہندہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، امام بخاریؒ نے برکات اور تبرکات کے لیے صحیح بخاری میں مستقل ابواب رکھے ہیں۔ مثلاً "باب بركة النخلة" البتہ بزرگوں کے تبرکات یا کپڑوں کو کفن میں شامل کر کے پہنانا چاہیے، کفن سے زائد کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز مردے کے بدن کے ساتھ رکھنا جائز نہیں ہے۔

"وابدأ بميامنها" یعنی میت کو اس کے دائیں ہاتھ، دائیں پاؤں اور دائیں پہلو کی جانب سے نہلانا چاہیے۔ علماء نے غسل کی ترتیب اس طرح لکھی ہے کہ آدمی اپنے ہاتھوں کو پہلے کپڑے کے دستانے پہنا دے، پھر تیار پانی سے میت کے اعضاء وضو کو دھویا جائے، میت کے ستر کی جگہ کپڑا ڈالا جائے اور مکمل وضو کرایا جائے، اعضاء وضو سے مراد وہ اعضاء ہیں، جن کا دھونا وضو میں فرض ہے، لہٰذا منہ اور ناک میں پانی نہیں ڈالنا چاہیے۔ البتہ سر پر مسح کرنا چاہیے۔ "فضفرنا شعرها" یعنی ہم نے ان کے سر کے بالوں کو تین مینڈیوں میں بٹ لیا، مطلب یہ کہ تین چوٹیاں گوندھ کر پیچھے کمر کی طرف ڈال دیں۔ یہ زیر بحث حدیث میں نہیں ہے، دیگر احادیث میں ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ شوافع حضرات کا مسلک اسی طرح ہے، لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دار زینت دنیا ہے، جس کا تعلق حیات کے ساتھ ہے اور موت کے بعد تو "دار البلی" ہے، وہاں زینت نہیں بوسیدگی ہے، لہٰذا ترک زینت اولیٰ ہے، زیر بحث حدیث میں بالوں کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ یہ صحابیات کا اجتہادی عمل تھا، لہٰذا بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سینہ پر ڈالنا چاہیے، جیسے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، فقہاء کا یہ فیصلہ دونوں طرف سے اجتہاد پر مبنی ہے، یہ جواز و عدم جواز کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا مسئلہ ہے، البتہ کنگھی کرنے کو حضرت عائشہؓ نے خود منع کیا ہے۔ مصنف عبد الرزاق کی بعض روایات میں ہے: "علام تنصون ميتكم" یعنی تم عورتوں کی کنگھی چوٹی کیوں کرتے ہو؟

۲۱۶۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے (زینبؓ کے جسد خاکی) کے بالوں میں کنگھی کر کے تین چوٹیاں بنادی تھیں۔

۲۱۶۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ، بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، كُلُّهُمْ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَتْ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ . وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ . بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ابن علیہ کی روایت میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ جب آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آگے سابقہ حدیث کے مثل ذکر کیا۔

۲۱۶۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، . بِنَحْوِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ " ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكِ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكِ " . فَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلاَثَةَ قُرُونٍ .

حفصہ ام عطیہؓ سے مذکورہ بالا حدیث روایت کرتی ہیں اوراس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں تین یا پانچ یا سات بار غسل دو، اگر اس سے زائد کی ضرورت محسوس کرو تو اس سے زائد بار بھی غسل دو اور حفصہ روایت کرتی ہیں کہ ام عطیہؓ نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا دیں۔

۲۱۷۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، وَأَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، قَالَ وَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتِ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا قَالَ وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ مَشَطْنَاهَا ثَلاَثَةَ قُرُونٍ .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے اس سند سے بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو طاق اعداد میں یعنی تین، پانچ یا سات بار غسل دو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے کنگھی کی اور تین لڑیاں بنا دیں۔

۲۱۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، - قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ أَبُو مُعَاوِيَةَ، - حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ لَمَّا مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا وَاجْعَلْنَ فِي الْخَامِسَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا غَسَلْتُنَّهَا فَأَعْلِمْنَنِي " . قَالَتْ فَأَعْلَمْنَاهُ . فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ وَقَالَ " أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ " .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ وفات فرما گئیں تو آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ ان کو طاق بار نہلاؤ، تین بار یا پانچ بار۔ اور پانچویں بار (کے پانی) میں کافور یا فرمایا تھوڑا سا کافور ڈال دو۔ پھر جب نہلا چکو تو مجھے خبر دو۔ پھر جب ہم نے خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند پھینک دیا اور فرمایا کہ اس کا کپڑا کفن کے اندر کر دو۔

۲۱۷۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ، بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ نَغْسِلُ إِحْدَى بَنَاتِهِ فَقَالَ " اغْسِلْنَهَا وِتْرًا خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكِ " . بِنَحْوِ حَدِيثِ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلاَثَةَ

أَثْلَاثٍ قَرْنَيْهَا وَنَاصِيَتَهَا .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم ان کی ایک صاحبزادی (کے جنازہ کو) نہلا رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ طاق بار غسل دو، پانچ بار یا اس سے زیادہ (جیسے کہ پیچھے روایت میں گزرا) اور اس حدیث میں ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان کے بالوں میں تین چوٹیاں گوندھ دیں دونوں کنپٹیوں کی طرف اور ایک پیشانی کے سامنے کی۔

۲۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَيْثُ أَمَرَهَا أَنْ تَغْسِلَ ابْنَتَهُ قَالَ لَهَا " ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا " .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو نہلانے کا حکم دیا تو فرمایا ہر عضو کو داہنی طرف سے شروع کرنا اور پہلے وضو کے اعضاء دھونا۔

۲۱۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، - عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ " ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا " .

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں اپنی صاحبزادیؓ کے غسل دینے کا حکم فرمایا تو ان سے کہا: ''ہر عضو کو داہنی طرف سے دھونا شروع کرنا اور وضو کے اعضاء کو پہلے دھونا۔''

باب فی کفن المیت

مردے کے کفن کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۷۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، - عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ خَبَّابِ بْنِ الأَرَتِّ، قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي سَبِيلِ اللَّهِ نَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ . قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ شَىْءٌ يُكَفَّنُ فِيهِ إِلاَّ نَمِرَةٌ فَكُنَّا إِذَا وَضَعْنَاهَا عَلَى رَأْسِهِ خَرَجَتْ رِجْلاَهُ وَإِذَا وَضَعْنَاهَا عَلَى رِجْلَيْهِ

خَرَجَ رَأْسُهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " ضَعُوهَا مِمَّا يَلِي رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الإِذْخِرَ " . وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول تھا لہٰذا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ پر لازمی ہو چکا (یہاں لازم بمعنی حقیقی نہیں، بلکہ اس معنی میں ہے کہ خود اللہ نے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور لازم بمعنی الیقین ہے واللہ اعلم۔ زکریا) پس ہم میں سے بعض تو وہ تھے جنہوں نے اپنے اجر کا کچھ صلہ یہاں وصول نہ کیا، ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے اور ان کے واسطے کفن کیلئے بھی کچھ نہ ملتا تھا، سوائے ایک چادر کے (جو اتنی چھوٹی تھی کہ) جب ہم اسے ان کے سر پر ڈالتے تو ان کی ٹانگیں چادر سے باہر ہو جاتیں اور جب ٹانگوں پر ڈالتے تو ان کا سر چادر سے باہر ہو جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر کو سر پر ڈال دو اور ان کے قدموں پر اذخر گھاس ڈال دو (تو بعض تو اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ دنیا سے ذرا بھی فائدہ نہ اٹھایا) اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پک گیا اور وہ اس میں سے چن چن کر کھا رہے ہیں (یعنی وہ صحابہؓ جنہوں نے فتوحات کا زمانہ پایا اور فتوحات کے نتیجہ میں مالی وسعت وخوشحالی کا دور دیکھا وہ مالی وسعت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)

تشریح:

"نمرة" ایک چھوٹی منقش چادر کو کہتے ہیں، جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ "خرجت رجلاه" یعنی ایک چادر تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی تھی کہ سر پر ڈالنے سے پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ "ممایلی رأسه" سر کی جانب پر چادر ڈال دو اور پاؤں پر گھاس ڈال کر چھپالو۔ "الاذخر" ایک جنگلی گھاس کا نام ہے جس کو پشتو میں "سرکپرے" اور "بروزہ" کہتے ہیں۔ "اینعت" ای نضجت پکنے اور تیار ہونے کے معنی میں ہے۔ "یھدبھا" نصر اور ضرب دونوں سے پھل توڑنے اور چن چن کر کھانے کو کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں اسلام کے دو زمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک میں سخت تنگی تھی اور دوسرے دور میں فتوحات وغنائم کی کثرت ہوگئی، لوگ آسودہ حال ہو گئے، جہاد کی برکت سے ایسا ہو گیا۔

۲۱۷۶ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . نَحْوَهُ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جان دی۔ بعض کو شہادت نصیب ہوئی اور بعض کو فتوحات اور مال غنیمت۔ پھر مصعب بن عمیر کا تذکرہ ہے کہ وہ ان اصحاب میں سے تھے جنہیں کفن بھی پورا نہ ملا) منقول ہے۔

۲۱۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى - قَالَ يَحْيَى

أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ أَمَّا الْحُلَّةُ فَإِنَّمَا شُبِّهَ عَلَى النَّاسِ فِيهَا أَنَّهَا اشْتُرِيَتْ لَهُ لِيُكَفَّنَ فِيهَا فَتُرِكَتِ الْحُلَّةُ وَكُفِّنَ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ فَأَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لأَحْبِسَنَّهَا حَتَّى أُكَفِّنَ فِيهَا نَفْسِي ثُمَّ قَالَ لَوْ رَضِيَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ لَكَفَّنَهُ فِيهَا . فَبَاعَهَا وَتَصَدَّقَ بِثَمَنِهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی (سحول یمن یا شام کی ایک جگہ ہے) کپڑوں میں جو روئی کے بنے ہوئے تھے، کفن دیا گیا تھا اور ان تین میں نہ تو قمیص تھی نہ عمامہ۔ جہاں تک حلہ (جبہ) کا تعلق ہے تو لوگوں کو اس بارے میں اشتباہ ہو گیا۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خرید اتو گیا تھا تا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا جائے، لیکن پھر حلہ کو چھوڑ دیا گیا اور تین سفید سحولی کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفنایا گیا اور وہ حلہ عبداللہ بن ابی بکرؓ نے لے لیا ہے کہ میں اسے رکھوں گا تا کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے، لیکن پھر کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کو یہ کپڑا پسند ہوتا اپنے نبی کیلئے تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی میں کفن دیا جاتا (لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کفن نہیں دیا گیا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کو پسند نہ تھا کہ اس میں آپ کو کفن دیا جائے، لہٰذا میں بھی اسے کفن کیلئے استعمال نہ کروں گا) چنانچہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دی۔

تشریح:

"بیض" یہ ابیض کی جمع ہے، سفید کپڑے کو کہتے ہیں۔ "سحولیة" اس کلمے میں حرف سین پر فتحہ بھی پڑھا گیا ہے اور ضمہ بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن ہمام اور نووی فرماتے ہیں کہ فتحہ زیادہ مشہور ہے، لغت کی کتاب فائق میں لکھا ہے کہ اگر سین پر فتحہ پڑھا جائے تو یہ "شیخ سحول" کی طرف منسوب ہوگا، جو ایک دھوبی تھا اور اس طرح کے کپڑے دھویا کرتا تھا، نیز اس صورت میں یہ ایک گاؤں کی طرف منسوب ہو سکتا ہے، سحول یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے، یہ کپڑے وہاں بنائے جاتے تھے۔ اور اگر لفظ سحول کے سین پر ضمہ پڑھا جائے تو یہ سحل کی جمع ہوگی جو خالص کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ بہر حال زیادہ ظاہر یہ ہے کہ "سحول" یا "سحولی" یمن میں ایک جگہ کا نام ہے اور اسی جگہ کی طرف یہ کپڑا منسوب ہے۔

"من کرسف" سفید روئی کو کرسف کہتے ہیں، مطلب یہ کہ یہ سفید کپڑے خالص کاٹن کے تھے۔ "لیس فیها قمیص" اس جملے کے دو مفہوم لیے جا سکتے ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے صرف تین کپڑے تھے، اس میں عمامہ اور قمیص نہیں تھی، بلکہ چادر کے صرف تین کپڑے تھے، بعض نے یہ مفہوم لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے ان تین کپڑوں میں عمامہ اور قمیص نہیں تھی، بلکہ وہ ان تین کپڑوں کے علاوہ تھے، لہٰذا مرد کے کفن میں پانچ کپڑے ہونے چاہیے۔ مفہوم کے اس اختلاف میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف آ گیا ہے۔

امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور جمہور فرماتے ہیں کہ کفن میں صرف تین لفافہ ہوں، یعنی تین چادریں ہوں، جن میں میت کو لپیٹ لیا جائے،

اس میں قمیص وعمامہ کی گنجائش نہیں ہے۔ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ کفن میں تین کپڑے ہونے چاہئیں۔(۱):ازار یعنی لنگی (۲) قمیص یعنی کفنی (۳):لفافہ یعنی چادر۔یہ اختلاف صرف تعبیر میں ہے، ورنہ چادروں میں کوئی فرق نہیں ہوتا، صرف قمیص کی خاص شکل ہوتی ہے، کھلی چادر نہیں ہوتی۔حدیث میں قمیص کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد سلی ہوئی قمیص کی نفی ہے۔احناف کے ہاں جو قمیص ہے وہ کفنی ہے، باقاعدہ قمیص نہیں، البتہ قمیص کی شکل ہوتی ہے۔

"فأخذها عبد الله" یعنی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جو کفن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سوت کی شکل میں تیار کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کفن پہنایا بھی گیا تھا، پھر صحابہ کرام ؓ کی رائے یہ ہوئی کہ یہ نہیں ہونا چاہیے۔تو یہ کپڑا چونکہ عبداللہ بن ابی بکرؓ کی ذاتی ملکیت کا تھا تو آپؓ نے اس کو ہٹا دیا اور محفوظ کر کے رکھ دیا اور کہا کہ اس میں مرنے کے بعد میں کفنایا جاؤں گا، یہ میرا کفن بنے گا لیکن بعد میں آپؓ کی رائے بدل گئی اور فرمایا کہ اس میں کوئی خیر ہوتی تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن بنتا، اس لیے اس کو میں بھی اپنے کفن کے لیے استعمال نہیں کروں گا۔ پھر آپؓ نے اس کو فروخت کر دیا اور اس کی رقم کو صدقہ کر دیا۔اگلی روایت میں "فرفع عبد الله" کا مطلب محفوظ کرنا ہے۔

۲۱۷۸- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ أُدْرِجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي حُلَّةٍ يَمَنِيَّةٍ كَانَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ نُزِعَتْ عَنْهُ وَكُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ يَمَانِيَةٍ لَيْسَ فِيهَا عِمَامَةٌ وَلَا قَمِيصٌ فَرَفَعَ عَبْدُ اللَّهِ الْحُلَّةَ فَقَالَ أُكَفَّنُ فِيهَا . ثُمَّ قَالَ لَمْ يُكَفَّنْ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَأُكَفَّنُ فِيهَا . فَتَصَدَّقَ بِهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لمبے حلہ میں لپیٹا (کفن دیا) گیا تھا جو عبداللہ بن ابی بکرؓ کا تھا۔ پھر اسے اتار دیا گیا اور تین سحولی لمبے کپڑوں میں آپؐ کی تکفین کی گئی جن میں عمامہ اور قمیص شامل نہیں تھی۔ عبداللہؓ نے حلہ اٹھا لیا اور کہا کہ: اس میں مجھے کفن دیا جائے گا۔ پھر کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس میں کفن دیا نہیں گیا تو مجھے کیسے اس میں کفنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسے صدقہ کر دیا۔

۲۱۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ إِدْرِيسَ وَعَبْدَةُ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ قِصَّةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ایک لمبے حلے میں کفن دیا گیا، پھر اسے اتار کر تین سحولی کپڑوں میں کفنایا گیا) مروی ہے، لیکن اس میں عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قصہ کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۸۰- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ لَهَا فِي كَمْ كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه

وسلم فَقَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولِيَّةٍ .

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ فرمانے لگیں کہ تین سحولی کپڑوں میں۔

تشریح:

"سحولية" یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سفید کپڑوں میں کفنائے گئے، جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا، عمامہ تو ہر حالت میں مکروہ ہے اور قمیص سے مراد سلی ہوئی قمیص ہے، جو نہیں ہونی چاہیے، البتہ ایک کفنی ہوتی ہے جو میت کے لیے قمیص ہوتی ہے۔ اس باب کی احادیث میں بار بار "حلة" کا لفظ آیا ہے اور تین کپڑوں پر مشتمل کفن کا لفظ آیا ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ "حلة" ایک رنگ کے دو کپڑوں کو حلہ اور سوٹ کہا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ بہتر کفن وہی ہوتا ہے جو ایک رنگ میں ہو، لفافہ بھی سفید ہو، قمیص و ازار بھی سفید ہو، اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ بہترین کفن وہ ہے، جس میں دو کپڑے استعمال کئے جائیں، جو کفن کفایہ ادنیٰ درجہ کی سنت ہے، اس سے کم کپڑا نہ ہو، یعنی ایک کپڑا نہ ہو تو اعلیٰ درجۂ کمال سنت تین کپڑے ہیں، ادنیٰ درجۂ کمال دو کپڑے ہیں، اس سے کم بہتر نہیں ہے، بلکہ وہ کفن ضرورت ہے، مرد کے لیے کفن ضرورت ایک کپڑا ہے، عورت کے لیے کفن ضرورت تین کپڑے ہیں، اگلے باب کی حدیث میں "حبرة" کا لفظ ہے، یہ یمن کی خصوصی چادر پر بولا جاتا ہے۔ بیض سحولية اور حبرة ایک ہی چیز ہیں۔

باب تسجية الميت

میت کو کفن میں ڈھانپنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

۲۱۸۱ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ، الآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ، شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ سُجِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ مَاتَ بِثَوْبِ حِبَرَةٍ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یمنی چادر اڑھائی گئی۔

۲۱۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالاَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الإِسْنَادِ سَوَاءً

اس سند سے بھی گزشتہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام کو ایک یمنی چادر اڑھائی گئی) مروی ہے۔

باب فی تحسین کفن المیت

مردے کے کفن کوخوبصورت بنانے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کونقل کیا ہے۔

۲۱۸۳ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالاَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ يَوْمًا فَذَكَرَ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ وَقُبِرَ لَيْلاً فَزَجَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلاَّ أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطاب کرتے ہوئے اپنے صحابہؓ میں سے ایک کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو انہیں ایک ناکافی کفن دے کر رات میں دفن کر دیا گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا اس بات پر کہ کسی کو رات میں قبر میں اتارا جائے، حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے۔ الا یہ کہ کوئی ایسا کرنے پر مجبور ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بھائی کو کفن دو تو اچھی طرح کفنایا کرو (کہ پورا جسم اس میں چھپ جائے)

تشریح:

"غیر طائل" ای حقیر غیر جید و لا کامل یعنی کپڑا بھی کمزور تھا اور کفن بھی کامل نہیں تھا۔ "باللیل" یعنی رات میں مردے کو دفن کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت نکیر فرمائی۔ "حتی یصلی علیه" یعنی جب تک نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس وقت تک کسی کو رات میں دفن نہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان حضرات کو ڈانٹا تھا وہ اس پر تھا کہ انہوں نے میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی، بغیر جنازہ کے دفنایا تھا۔ "الا ان یضطر" اس کلام سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوری کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے اور مجبوری میں بہرحال گنجائش ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ رات میں میت کا دفنانا کیسا ہے تو حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مجبوری کے بغیر رات کو دفنانا مکروہ ہے، انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور علماء وفقہاء فرماتے ہیں کہ میت کو رات میں دفنانا جائز ہے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفنانے سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ کو رات میں دفنایا گیا تھا، نیز مسجد نبوی کے خادم اور ایک خادمہ کو بھی رات میں دفنایا گیا تھا، مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا رات کے دفنانے کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ میت پر جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ سے تھا، یا کفن کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے تھا، یا نمازیوں کی قلت کی وجہ سے تھا یا ان تمام امور کی وجہ سے تھا۔

"فليحسن كفنه" اچھے کفن سے مراد یہ کہ کفن کا کپڑا پورا ہو، کفن سفید ہو، اسراف کے بغیر مزید ار کپڑا ہو، خواہ نیا یا دھلا ہوا ہو۔ علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اسراف کرنے والوں میں جو طریقہ رائج ہے، وہ یہ ہے کہ بہت زیادہ قیمتی کپڑا کفن میں استعمال کرتے ہیں جو شرعی اعتبار سے ممنوع ہے، کیونکہ اس سے خوامخواہ مال ضائع ہو جاتا ہے۔

باب الاسراع بالجنازة

جنازہ کو جلدی اٹھا کر لے جانے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢١٨٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، - عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ - لَعَلَّهُ قَالَ - تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ " .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنازہ اٹھانے میں جلدی کیا کرو، کیونکہ اگر وہ نیک جنازہ ہے تو اسے تم (جلدی) خیر کی طرف لے جاؤ گے اور اگر اس کے علاوہ ہے۔ (یعنی نیک جنازہ نہیں یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بطور تفاؤل کے برا جنازہ نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور ہے) تو اس برائی کو اپنے کندھوں سے جلد اتار دو گے (لہٰذا جنازہ میں جلدی کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے نیک یا بد مقام پر پہنچ جائے)

تشریح:

"اسرعوا بالجنازة" یعنی جنازہ کو قبرستان کی طرف دفنانے کے لیے جلدی لے جایا کرو، اس باب میں اور آنے والے چند ابواب کی احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جنازے کو آرام سے لے جایا جائے، ہچکولے نہ ہو، میت کو جلدی دفنایا جائے، گھر میں دیر تک نہ رکھا جائے، جنازے کے ساتھ قبرستان تک جایا جائے، حادثہ فاجعہ سمجھ کر جنازے کے لیے کھڑا ہو جائے، جنازہ پڑھنے کا طریقہ کیا ہے، جنازہ گاہ میں بہتر ہے یا مسجد میں، امام جنازہ کے کس سمت میں کھڑا ہو جائے، جنازے میں لوگوں کی شرکت اور میت کی تعریف کس طرح ہو، کس عمر کے بچے کا جنازہ ہوتا ہے، جنازے کی دعا کا طریقہ کیا ہے اور اس قسم کے دیگر مسائل اور فضائل آئیں گے۔ ان ابواب میں یہ بیان بھی ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے، اگرچہ سوار ہو کر جانا بھی جائز ہے، نیز جنازے سے آگے پیچھے جانا بھی جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ پیچھے جائے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، جب بعض نے پڑھ لی تو باقی سے ذمہ ساقط ہو جائے گا۔

نماز جنازہ کے لیے چند شرائط ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ (۲): حالت طہارت میں ہونا شرط ہے۔ (۳): جنازہ کا سامنے رکھا ہوا ہونا شرط ہے، لہٰذا غائب کا جنازہ صحیح نہیں، اختلاف آرہا ہے۔

٢١٨٥ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح وَحَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، كِلاَهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ قَالَ لاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ رَفَعَ الْحَدِيثَ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ جنازہ اٹھانے میں جلدی کرو، کیونکہ اگر وہ نیک جنازہ ہے تو جلدی خیر کی طرف لے جاؤ گے اور اگر خیر کے علاوہ (بد) ہے تو جلدی اپنے کاندھوں سے اتارو گے) منقول ہے، لیکن معمر کی روایت میں ہے کہ میں اس حدیث کو مرفوع جانتا ہوں۔

۲۱۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَرَّبْتُمُوهَا إِلَى الْخَيْرِ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذَلِكَ كَانَ شَرًّا تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ " .

اس سند سے بھی گزشتہ حدیث کہ (جنازہ جلد لے کر جاؤ، اگر اچھا ہے تو جلدی اسے خیر کی طرف پہنچا دو گے اور اگر برا ہے تو اپنے کندھوں سے جلدی اتاردو گے) مروی ہے۔

باب فضل الصلوٰة على الجنازة واتباعها

جنازے کی نماز پڑھنے اور ساتھ جانے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۱۸۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، - وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ وَحَرْمَلَةَ - قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ الأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ " . قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ " مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ " . انْتَهَى حَدِيثُ أَبِي الطَّاهِرِ وَزَادَ الآخَرَانِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمَّا بَلَغَهُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ ضَيَّعْنَا قَرَارِيطَ كَثِيرَةً .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی (مسلمان کے) جنازہ میں شریک ہوا اور نماز جنازہ تک وہیں رہا اسے (اجر وثواب کا) ایک قیراط (ایک عظیم پیمانہ) ملے گا اور جو تدفین تک حاضر رہا اسے دو قیراط ملیں گے۔'' کہا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔ اور

ایک روایت میں ہے کہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ: ان کے والد (ابن عمرؓ) عموماً یہ کرتے تھے کہ نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہو جاتے تھے۔ جب انہیں ابو ہریرہؓ کی حدیث پتہ چلی تو فرمایا: ''بے شک ہم نے تو نہ جانے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے (تدفین میں شرکت نہ کر کے)

تشریح:

''فلہ قیراط'' یعنی جو شخص کسی میت کے جنازے میں شریک ہوا اسے ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔ قیراط نقود میں ایک سکہ کا نام ہے۔ جو بہت چھوٹا ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ پانچ جو کے دانوں کے برابر ایک قیراط کا وزن ہوتا ہے یا ایک دینار کے دسویں حصے کے آدھے کے برابر ایک قیراط ہوتا ہے۔ "قال الجوهري: القيراط نصف دانق و الدانق سدس الدرهم"

قیراط مفرد ہے، اس کی جمع "قراریط" اور تثنیہ "قیراطان" ہے، بہر حال قیراط کا اطلاق شئی قلیل پر ہوتا ہے، جس طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "كنت ارعى غنما لقريش على قيراط" یعنی میں چونی اٹھنی پر قریش کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ قیراط کا اطلاق جنازے کے ابواب میں شئی عظیم پر کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ قیراط کو چھوٹا نہ سمجھو، یہ تو ثواب کے اعتبار سے پہاڑ کے برابر ہے۔ "فله قيراطان" یعنی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کے ساتھ دفن کے لیے قبرستان بھی اگر کوئی شخص گیا تو اس کو دو قیراط کا ثواب ملے گا، ایک جنازہ کی نماز پر اور دوسرا قبرستان جانے پر۔ یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ کے علم میں نہیں تھی، جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے بیان کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے عدم علم کی وجہ سے بطور تعجب فرمایا کہ ابو ہریرہ تو بس احادیث کو بیان کرتا ہی چلا جا رہا ہے، حضرت خبابؓ نے کہا کہ یہ حدیث تو حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے تصدیق کیلئے قاصد کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا، جب حضرت عائشہؓ نے تصدیق فرما دی تو حضرت ابن عمرؓ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تو بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے۔

۲۱۸۸ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ، بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي، هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى قَوْلِهِ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ . وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْأَعْلَى حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی روایت کی ہے (جو پیچھے گزری) یہاں تک کہ دو بڑے بڑے پہاڑوں کا ذکر کیا اور اس کے بعد جو سابقہ حدیث ہے اس کو ذکر نہیں کیا اور عبدالاعلیٰ کی روایت میں ہے کہ (دفن تک حاضر رہنے کے بجائے) یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں ان کے دفن سے اور عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ رکھا جائے جنازہ قبر میں۔

۲۱۸۹ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ، بْنُ خَالِدٍ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي رِجَالٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . بِمِثْلِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَقَالَ " وَمَنِ اتَّبَعَهَا حَتَّى تُدْفَنَ " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون (جو نماز پڑھے اسے ایک قیراط ملے گا اور جو دفن تک رہے اسے دو قیراط) مروی ہے۔

۲۱۹۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ وَلَمْ يَتْبَعْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ فَإِنْ تَبِعَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ " . قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ " أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس کے پیچھے نہ چلا تو اسے ایک قیراط ملے گا (اجر کا) اور جو جنازہ کے پیچھے بھی چلا (تدفین تک) تو اسے دو قیراط ملیں گے۔ پوچھا گیا کہ ''قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا: چھوٹے سے چھوٹا قیراط بھی احد کے برابر ہے۔''

۲۱۹۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، - يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ - حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ قِيلَ لاِبْنِ عُمَرَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ مِنَ الأَجْرِ " . فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَكْثَرَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ . فَبَعَثَ إِلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا فَصَدَّقَتْ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ .

نافعؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: ''جو شخص جنازہ کے ساتھ چلا تو اسے ایک قیراط اجر ملے گا'' تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ نے ہم سے تو زیادہ اجر کا بیان کیا ہے (یعنی دو قیراط کا) پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس (آدمی) بھیجا اور ان سے سوال کیا اس بارے میں تو انہوں نے ابو ہریرہؓ کی تصدیق کی۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا: بے شک ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

۲۱۹۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنِ اتَّبَعَهَا حَتَّى تُوضَعَ فِي الْقَبْرِ فَقِيرَاطَانِ " . قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا الْقِيرَاطُ قَالَ " مِثْلُ أُحُدٍ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جنازہ کی نماز پڑھی، اس کیلئے ایک قیراط ہے اور جو اس کے پیچھے چلا یہاں تک کہ قبر میں رکھ دیا جائے (اس کیلئے) دو قیراط ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ قیراط کیا ہے اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! فرمایا احد کے مثل ہے۔

۲۱۹۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ تَبِعَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ مِنْ أَجْرٍ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُحُدٍ " . فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ خَبَّابًا إِلَى عَائِشَةَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ فَيُخْبِرُهُ مَا قَالَتْ وَأَخَذَ ابْنُ عُمَرَ قَبْضَةً مِنْ حَصَى الْمَسْجِدِ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ حَتَّى رَجَعَ إِلَيْهِ الرَّسُولُ فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ . فَضَرَبَ ابْنُ عُمَرَ بِالْحَصَى الَّذِي كَانَ فِي يَدِهِ الأَرْضَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ .

عامر بن سعدؓ بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اسی اثناء میں اچانک حضرت خبابؓ مقصورہ والے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ: اے عبداللہ بن عمر! کیا نہیں سنتے کہ ابو ہریرہؓ کیا کہتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: ''جو شخص جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے نکلا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ اسے دفن کر دیا گیا تو اس کیلئے دو قیراط اجر ہے اور ہر قیراط احد کے برابر ہے اور جس نے صرف نماز پڑھی اور لوٹ آیا تو اسے صرف احد پہاڑ کے برابر ثواب ہے (یعنی ایک قیراط ہے) یہ سن کر ابن عمرؓ نے خبابؓ کو حضرت عائشہؓ سے ابو ہریرہؓ کے قول کے بارے میں پوچھنے کیلئے بھیج دیا اور فرمایا کہ وہ لوٹ کر آئیں اور انہیں (ابن عمرؓ) کو حضرت عائشہؓ کا جواب بتلائیں اور ابن عمرؓ نے مسجد کی کنکریوں میں سے ایک مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور ہاتھ میں الٹنے پلٹنے لگے (انتظار میں) یہاں تک کہ قاصد (خبابؓ) واپس آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ نے سچ کہا۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے ہاتھ میں موجود کنکریاں زمین پر دے ماریں، پھر فرمایا: ''ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔''

تشریح:

''اذ طلع خباب'' یعنی اچانک خباب تشریف لائے، یہ فاطمہ بنت عتبہ کے غلام تھے، ان کے صحابی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، ''صاحب المقصورۃ'' مسجد کے اندر چھوٹے سے کمرے کو مقصورہ کہا گیا ہے، اس میں امیر وزیر حکام حفاظت کی غرض سے آکر نماز پڑھتے تھے، اس کی نگرانی کرنے والے چابی بردار کو صاحبِ مقصورہ کہا گیا ہے، اسی شخص کو حضرت ابن عمرؓ نے قاصد بنا کر حضرت عائشہؓ کے پاس مسئلہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ واپس آکر مجھے بتادو۔ ''یقلبها فی یده'' یعنی حضرت ابن عمرؓ ہاتھ میں مٹھی بھر کنکریاں لے کر ان کو الٹتے پلٹتے رہے اور انتظار میں تھے کہ کیا جواب آتا ہے، قبائلی نظام کے لوگوں کا ایک انداز ہے۔ ''فضرب ابن عمر'' یعنی

حضرت ابن عمرؓ نے ہاتھ سے کنکریاں بطور افسوس وغصہ زمین پر دے ماریں اور کہا کہ ہم نے بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے۔

٢١٩٤ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، - يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ فَإِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ الْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ " .

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا جس نے جنازہ کی نماز پڑھی اس کیلئے ایک قیراط (کے برابر اجر) ہے، اگر دفن تک حاضر رہا تو دو قیراط ہیں اور ایک قیراط احد کے برابر ہے۔

٢١٩٥ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . مِثْلَهُ . وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَهِشَامٍ سُئِلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْقِيرَاطِ فَقَالَ " مِثْلُ أُحُدٍ " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ جو فقط نماز جنازہ میں شرکت کرے اس کو ایک قیراط ثواب اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط) منقول ہے، مگر اس روایت میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا قیراط کے بارے میں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ احد کے برابر۔

باب من صلى عليه مأة شفعوا فيه

جس کا جنازہ سو آدمیوں نے پڑھا ان کی شفاعت قبول کی جائے گی

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

٢١٩٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا سَلاَّمُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، - رَضِيعِ عَائِشَةَ - عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلاَّ شُفِّعُوا فِيهِ " . قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ شُعَيْبَ بْنَ الْحَبْحَابِ فَقَالَ حَدَّثَنِي بِهِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم .

حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی میت ایسی نہیں کہ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت کہ ان کی تعداد سو تک ہو نماز پڑھے اور سب کے سب اس (مردہ) کیلئے سفارش کریں (مغفرت کی دعا کریں) مگر یہ کہ ان کی سفارش مردے کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث شعیب بن الحبحاب سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھے حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے نقل کر کے بیان کی ہے۔

تشریح:

''مأة'' یعنی ایک سو صحیح عقیدے والے مسلمان جب کسی کے جنازے میں شریک ہو گئے اور اس کے حق میں شفاعت اور استغفار کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شفاعت کو قبول فرماتے ہیں۔

سوال: اس حدیث میں سو آدمیوں کا ذکر ہے ایک اور حدیث میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے جو آگے باب میں آ رہی ہے، ایک اور حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے، جس سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

جواب: اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، بشارت میں ترقی ہوتی گئی، پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو آدمیوں کا ذکر فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور چالیس آدمیوں کی بشارت ملی، پھر اس سے کم پر بھی بشارت آئی اور تین صفوف کا ذکر آ گیا، بہر حال جنازے میں تکثیر جماعت مطلوب ومحمود ہے، لیکن اس کے لیے تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه

چالیس آدمیوں نے جس کا جنازہ پڑھا ان کی شفاعت قبول کی جائے گی

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے۔

۲۱۹۷ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ، قَالَ الْوَلِيدُ حَدَّثَنِي وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ . قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ . قَالَ أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً لاَ يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلاَّ شَفَّعَهُمُ اللَّهُ فِيهِ " . وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَعْرُوفٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

کریبؒ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ایک بیٹا ''قدید'' یا ''عسفان'' میں مر گیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ: اے کریب دیکھو! کتنے لوگ جمع ہوئے؟ فرماتے ہیں کہ میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں بتلا دیا تو کہنے لگے کیا تم یہ کہتے ہو کہ وہ چالیس ہوں گے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا کہ اچھا جنازہ کو نکال لو۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: ''جو مسلمان بھی مر جائے اور اس کے جنازہ میں ایسے چالیس افراد شریک ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی طرح کا شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعائے مغفرت کو اس میت کے حق میں قبول فرمائے گا۔''

باب من اثنی علیه بخیر او شر من الموتیٰ

مردوں کو اچھائی اور برائی سے یاد کرنے کا اثر

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، - أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ " . وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ " . قَالَ عُمَرُ فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ . وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ " .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ گزرا لوگ اس کی تعریف وغیرہ کر رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی برائی کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا جارہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ ایک جنازہ گزرا اور اس پر خیر کا تذکرہ ہوا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، دوسرا جنازہ گزرا اور اس کی برائی کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس جنازہ پر تم نے خیر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی تعریف کی اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس کا تم نے برائی سے تذکرہ کیا اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم لوگ درحقیقت زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔''

تشریح:

''مر بجنازۃ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے سامنے ایک جنازہ گزارا گیا۔ ''فأثنی'' یہ مجہول کا صیغہ ہے، ثناء سے ہے، یہ عموماً بھلائی کے تذکرے کو کہتے ہیں، لیکن یہاں خیراً اور شراً کے الفاظ لانے سے فرق آگیا۔ ''وجبت وجبت'' تین دفعہ ذکر کرنے سے تاکید کرنا مقصود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کلام کے اہتمام کی وجہ سے اس کو مکرر ذکر کیا جاسکتا ہے، تاکہ یاد ہوجائے اور محفوظ ہوجائے، اب یہ بات کہ اس تعریف سے کن لوگوں کی تعریف مراد ہے، تو اس میں دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ

اس سے اہل فضل اور علماء وصلحاء کی گواہی مراد ہے، عوام الناس کا اعتبار نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس تعریف سے عام مسلمانوں کی جانب سے کی گئی تعریف مراد ہے، کیونکہ یہ ''زبان خلق نقارۂ خدااست'' کا مصداق ہے، لیکن آج کل عوام کالانعام تو عجیب ہیں، وہ ایسے لوگوں کو شہید کہتے ہیں، جن کا ایمان پر مرنا مشکوک ہوتا ہے، تو اصل معیار اہل فضل ہیں اور حدیث میں "انتم شهداء الله في الارض" کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے، کیونکہ گواہ تو ہر آدمی نہیں ہوسکتا۔

۲۱۹۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، كِلاَهُمَا عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِجَنَازَةٍ . فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَتَمُّ .

اس سند سے سابقہ حدیث (کہ جنازہ کا جس صفت کے ساتھ تذکرہ کیا جائے، وہ اس کے اچھی یا بری حالت کے ساتھ متصف ہونے کی علامت ہے) منقول ہے۔ مگر سابقہ حدیث کے الفاظ زیادہ ہیں اور وہ پوری ہے۔

باب ما جاء في مستريح او مستراح منه

مستریح اور مستراح منہ کا کیا مطلب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

۲۲۰۰- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو، بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ " مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ " . قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ . فَقَالَ " الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلاَدُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ " .

ابو قتادہ بن ربعی سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے یا تو خود ہی آرام پایا اور (اس کے جانے سے) دوسروں کو آرام ملا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن بندہ تو (موت کے بعد) دنیا کی تکالیف سے راحت حاصل کرلیتا ہے جب کہ فاجر آدمی کے مرنے سے بندے، شہر، درخت اور جانور سب ہی راحت حاصل کرلیتے ہیں۔ (لہٰذا یہ جنازہ اگر عبد مومن کا ہے تو اس نے راحت پائی اور عبد فاجر کا ہے تو اس سے دوسروں نے راحت پائی)۔

تشریح:

''مستریح'' یہ لفظ راحت سے بنا ہے، سین اور تاء مبالغہ کے لیے ہیں، یعنی خوب راحت حاصل کرنے والا، یعنی یہ شخص اگر نیک دیندار ہے اور متقی پرہیزگار ہے تو موت کی وجہ سے وہ دنیا کے مصائب سے چھوٹ کر راحتوں میں چلا گیا، جیسے کسی شاعر نے کہا کہ

کون کہتا ہے کہ مومن مر گیا قید سے چھوٹا وہ اپنے گھر گیا

"مستراح منه" یعنی جس کی موت سے راحت حاصل کی گئی، یہ وہ شیطان آدمی ہوتا ہے جس کی وجہ سے نہ انسان سکون میں ہوں، کیونکہ یہ سب پر ظلم کرتا ہے فحاشی اور چوری کرتا ہے جس کا برا اثر انسانوں پر پڑتا ہے اور نہ زمین امن میں ہو، نہ جنگلات اور درخت امن میں ہوں اور نہ جانور امن میں ہوں، کیونکہ اس کی معاصی اور شر وفساد سے خشک سالی اور آفات وبلائیں نازل ہوتی ہیں، جس کا اثر سب پر پڑتا ہے، اس مجموعہ شر کی موت سے ان تمام اشیاء کو راحت پہنچتی ہے تو یہ مستراح منه ہے۔

۲۲۰۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ "يَسْتَرِيحُ مِنْ أَذَى الدُّنْيَا وَنَصَبِهَا إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ".

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ جنازہ اگر عبد مومن کا ہے تو اس نے راحت پائی اور عبد فاجر کا ہے تو اس سے دوسروں نے راحت پائی) مروی ہے، مگر اس میں اضافہ ہے کہ مومن دنیا کی تکلیفوں سے اور اس کی چوٹ سے اللہ کی رحمت کی طرف راحت پاتا ہے۔

باب فی التکبیر علی الجنازة

جنازے پر تکبیرات پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو ذکر کیا ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

۲۲۰۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشیؓ کی موت کی خبر دی اسی دن جس دن ان کا انتقال ہوا (یہ آپ کا معجزہ تھا، کیونکہ نجاشی کا ملک ہزار ہا میل دور تھا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ عیدگاہ (جنازہ گاہ) میں گئے اور چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ پڑھی)۔

تشریح:

"النجاشی" نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا، جیسے قیصر روم کے بادشاہ اور کسریٰ فارس کے بادشاہ اور فرعون مصر کے بادشاہ اور

تبع یمن کے بادشاہ اور خاقان ترکوں کے بادشاہ اور راجا ہندوستان کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، نجاشی کا نام اصحمہ تھا اور یہ مسلمان ہو گئے تھے، ان کی موت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی عیدگاہ میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہے، اب غائبانہ نماز جنازہ کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف پیدا ہو گیا۔

فقہاء کا اختلاف

شوافع اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک غائبانہ جنازہ پڑھانا جائز ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

دلائل

شوافع حضرات نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور تعامل صحابہ اور تعامل امت سے استدلال کرتے ہیں کہ خلفائے راشدینؓ نے کبھی کسی غائب کا جنازہ نہیں پڑھایا اور نہ مشرق ومغرب میں کسی مسلمان نے خلفائے راشدین کا غائبانہ جنازہ پڑھایا، جمہور اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر نجاشی اور معاویہ مزنی کے علاوہ کسی صحابی پر غائبانہ جنازہ نہیں پڑھایا، معلوم ہوا کہ جائز نہیں ہے، پھر نجاشی اور مزنی کا جنازہ جو پڑھایا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: جمہور فرماتے ہیں کہ نجاشی کے جنازہ کے پڑھانے کے لیے حبشہ میں کوئی موجود نہ تھا، نیز نجاشی اور معاویہ مزنی پر نماز جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، عام امت کے لیے جائز نہیں، خصوصیت اس طرح ہوئی کہ نجاشی اور مزنی دونوں کے جنازے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جنازہ غائبانہ نہیں تھا، جو پڑھایا وہ حاضر کا جنازہ تھا، گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی غائبانہ جنازہ پڑھایا ہی نہیں ہے، جو پڑھایا وہ غائبانہ نہیں بلکہ حاضرانہ تھا، اس پر دلیل بھی ملاحظہ ہو، ابن عبد البرؒ نے عمران بن حصینؓ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن عمران بن حصینؓ ان رسول الله صلى الله عليه و سلم قال ان اخاكم النجاشي قد مات فصلوا عليه فقام فصففنا خلفه فكبر أربعا و ما نحسب الجنازة الا بين يديه" (تعليق الصبيح)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کے سامنے تمام حجابات ہٹا دئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی کے جنازہ کو مشاہدہ فرما رہے تھے اور پڑھا رہے تھے، جیسے بیت المقدس آپ کے سامنے منکشف ہوا اور آپ نے کفار کے سوالات کا جواب دیا۔ بہر حال نجاشی کے جنازہ کو غائبانہ جنازہ کہنا صحیح نہیں ہے اور جب یہ خصوصیت پیغمبری تھی تو اس پر کسی اور کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے، ہاں جو لوگ سیاسی مقاصد کے لیے غائبانہ جنازے پڑھاتے ہیں تو وہ سیاست ہے شریعت نہیں ہے۔ اسی طرح احناف کے نزدیک متعدد بار جنازہ پڑھانا بھی جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر جنازہ پڑھایا گیا تو وہ جنازہ کو لوٹا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلا والا جنازہ صحیح نہیں تھا، لہٰذا جو دوسرا یا تیسرا جنازہ کہیں ہوگا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلا والا جنازہ صحیح نہیں تھا، اس لیے جنازہ کا اعادہ کیا جاتا ہے، ہاں حضرت حمزہ کا جنازہ بار بار پڑھایا گیا ہے تو وہ خصوصیت پیغمبری تھی، نیز وہ

دیگر جنائز کے ساتھ ضمناً پڑھا گیا جو اکرام تھا۔ زیر بحث حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جنازہ مسجد کے بجائے عیدگاہ میں پڑھانا چاہئے ،اس سے آگے ایک حدیث آرہی ہے ،اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔

''نعی النجاشی '' کسی کی موت کی خبر کو نعی کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کو دی۔

''اربعا'' ائمہ اربعہ جنازہ کی چار تکبیرات پر متفق ہیں، چار سے زائد تکبیرات متروک ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل چار تکبیرات پر ہے اور تمام روایات اسی پر ہیں، البتہ بعض روایات میں پانچ تکبیرات یا اس سے زائد کا ذکر آیا ہے تو معمول بہ چار تکبیرات ہیں اور اس سے زائد جس نے پڑھے ہیں تو شاید شہداء کی تکریم کے لیے ایسا کیا گیا ہو۔ حضرت زید بن ارقمؓ کی ایک حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی پانچ تکبیریں پڑھی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پانچ پڑھا کرتے تھے بعد میں ترک کردیا۔ صحابہ کرام کا یا عوام کا حضرت زید بن ارقم سے اس زائد تکبیر کے پڑھنے پر سوال کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ چار تکبیرات سے زیادہ معمول بہ امر نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے چار تکبیرات پر امت کو جمع کیا تھا، تعلیق الصبیح میں تفصیل موجود ہے۔

۲۲۰۳ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ، بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي، سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ " اسْتَغْفِرُوا لأَخِيكُمْ " . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى فَصَلَّى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ .

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نجاشی شاہ حبشہ کی موت کی خبر اسی روز دی جس روز ان کا انتقال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔'' ابن شہاب فرماتے ہیں کہ روایت کی مجھ سے سعید ابن المسیب نے، ان سے ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے (صحابہ کے) ہمراہ صف بندی فرمائی عیدگاہ میں اور نماز پڑھی چار تکبیرات کے ساتھ۔''

۲۲۰۴ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، - وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ - حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، كَرِوَايَةِ عُقَيْلٍ بِالإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (آپ علیہ السلام نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی) منقول ہے۔

۲۲۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیرات کہیں۔

۲۲۰۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَاتَ الْيَوْمَ عَبْدٌ لِلَّهِ صَالِحٌ أَصْحَمَةُ " . فَقَامَ فَأَمَّنَا وَصَلَّى عَلَيْهِ .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج اللہ کا ایک نیک بندہ اصحمہ نجاشیؒ انتقال کر گیا، پھر آپ کھڑے ہوئے اور ہماری امامت کی اور اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

۲۲۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ، بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي، الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ أَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ " . قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارا ایک بھائی (نجاشی) انتقال کر گیا ہے، لہٰذا کھڑے ہو جاؤ اور اس پر نماز پڑھو۔'' چنانچہ ہم کھڑے ہو گئے اور دو صفیں بنائیں۔

۲۲۰۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى، بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ أَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ " . يَعْنِي النَّجَاشِيَ وَفِي رِوَايَةِ زُهَيْرٍ " إِنَّ أَخَاكُمْ " .

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا کہ: تمہارا ایک بھائی (نجاشی) انتقال کر گیا ہے۔ لہٰذا کھڑے ہو جاؤ اور اس پر نماز پڑھو یعنی نجاشی پر (زہیر کی روایت میں اخاکم کا لفظ ہے)۔

باب الصلوٰۃ علی القبر

مدفون کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

ملاحظہ: الحمدللہ میں آج یکم رمضان ۱۴۳۳ھ بروز جمعہ بیت اللہ کے سامنے اس باب کی احادیث کی تشریح لکھ رہا ہوں۔

۲۲۰۹ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ، إِدْرِيسَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَلَّى عَلَى قَبْرٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا . قَالَ الشَّيْبَانِيُّ فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ مَنْ حَدَّثَكَ بِهَذَا قَالَ الثِّقَةُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ . هَذَا لَفْظُ حَدِيثِ حَسَنٍ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ انْتَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى قَبْرٍ رَطْبٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَصَفُّوا خَلْفَهُ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا . قُلْتُ لِعَامِرٍ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ .

شعبیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر مردہ کی تدفین کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیرات کہیں۔ شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا آپ سے کس نے یہ حدیث بیان کی؟ فرمانے لگے کہ ایک ثقہ نے جو عبداللہ بن عباسؓ ہیں (یہ الفاظ حسن کی حدیث کے ہیں) جبکہ ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں کہا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تازہ گیلی قبر تک گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کر لی اور چار تکبیرات کہیں۔ میں نے عامر بن شرجیل الشعبی سے کہا کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ فرمایا کہ: ایک ثقہ آدمی نے جس کے پاس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے تھے۔

تشریح:

''صلی علی قبر بعد ما دفن'' یعنی مدفون میت کی قبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس پر چار تکبیرات پڑھ دیں، جنازہ پر چار تکبیرات اصل ضابطہ اور قاعدہ ہے۔ اس سے زیادہ تکبیرات کا پڑھنا اصل ضابطہ نہیں ہے۔ اگر کبھی پڑھی گئی ہیں تو کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہوگا۔ اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ قبر کے اوپر میت کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مدفون کی قبر پر جنازہ پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ اور داؤد ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہے خواہ مدفون کا جنازہ پہلے ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ کسی میت کا جنازہ نہ تو دوبارہ پڑھایا جا سکتا ہے اور نہ قبر پر پڑھایا جا سکتا ہے، ہاں اگر ولی کی اجازت کے بغیر جنازہ ہو گیا ہو تو وہ جنازہ دوبارہ لوٹا سکتا ہے اور اسی طرح قبر پر بھی پڑھ سکتا ہے، اسی طرح اگر کسی میت کا جنازہ کسی وجہ سے نہیں پڑھا گیا ہو تو تین دن کے اندر اندر قبر پر پڑھا جا سکتا ہے۔

دلائل

شوافع اور حنابلہ حضرات نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدفون کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ احناف اور مالکیہ حضرات نے طبرانی کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''وقد روى الطبراني في الاوسط عن انس بن مالك رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه و سلم نهى ان يصلى على الجنائز بين القبور''

طرز استدلال اس طرح ہے کہ جب قبروں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنا منع ہے تو قبر کے اوپر بطریق اولیٰ منع ہے۔ ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین کے دور میں قبروں پر جنازہ نہیں پڑھا گیا ہے اگر یہ جائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر مسلسل جنازے ہوتے رہتے تھے۔ علامہ عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں: "قال علماء نا و الدليل على عدم شرعية الصلوٰة على القبر ترك الناس عن آخرهم على قبر النبي صلى الله عليه وسلم و هو حي في قبره الشريف و لحوم الانبياء حرام على الارض كما ورد به الاثر و لو كانت مشروعة لما اعرض الخلق كلهم من العلماء و الصالحين و الراغبين في التقرب اليه صلى الله عليه وسلم بانواع الطرق" (فتح الملهم)

جواب

احناف و مالکیہ نے شوافع و حنابلہ کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ زیر بحث تمام احادیث کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے ہے تو مدفون کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنا آنحضرت کی خصوصیت تھی۔ امت کے کسی فرد کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے، اس خصوصیت پر آئندہ آنے والی حدیث دلالت کرتی ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ فام خاتون خادمہ کی قبر پر جنازہ پڑھانے کے بعد فرمایا: "ان هذه القبور مملوئة ظلمة على اهلها و ان الله عزوجل ينور ها لهم بصلاتي عليهم"

اب دیکھئے نماز جنازہ سے قبر کا روشن ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: "قال علي القاري صلوته صلى الله عليه وسلم كانت لتنوير القبر و هو مالا يوجد في صلوة غيره فلا يكون التكرار مشروعا فيها لان الفرض منها يؤدى مرة"

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت عامہ حاصل تھی: ﴿النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم﴾ (احزاب:۶) لہٰذا آپ نے اس ولایت کے تحت نماز جنازہ کا اعادہ کیا ہے اور قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس پر محمول ہے کہ اس مدفون کا جنازہ رہ گیا تھا، کسی نے نہیں پڑھا تھا تو آنحضرت نے قبر پر اس کا جنازہ پڑھا، بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے بغیر جنازہ جائز ہی نہیں تھا تو گویا اس میت کا جنازہ ہوا ہی نہیں تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب میت کا جنازہ رہ گیا ہو تو تین دن کے اندر قبر پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے، بعد میں مردہ سڑ جاتا ہے، پھر جائز نہیں ہے۔ یہ فیصلہ علاقے کے تجربہ کار لوگ کر سکتے ہیں کہ موسم کے لحاظ سے مردہ قبر میں کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھا، امت کا معمول نہیں ہے، لہٰذا اس کو چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔

"الى قبر رطب" یعنی ایک تازہ قبر تھی، خشک نہیں ہوئی تھی۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اس مدفون کا نام طلحہ بن البراء بن عمیر تھا، حلیف انصار اور صحابی تھے۔ یہ چھوٹے بچے تھے تو ان کی ملاقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو یہ آنحضرت کے ساتھ چپک گئے اور آپ کے پاؤں مبارک چومنے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے کسی بھی کام کا حکم فرمائیں میں آپ کی کسی بھی کام میں مخالفت نہیں کروں گا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب بھی کیا اور خوش بھی ہوئے، پھر جب یہ صحابیؓ بیمار ہو گئے اور رات کے وقت ان کا انتقال ہو گیا تو موت سے پہلے انہوں نے کہا کہ مجھے جلدی دفن کر دو اور مجھے میرے رب سے ملا دو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرو،

مجھے آپ پر یہود کی طرف سے خطرہ ہے کہ کہیں میری وجہ سے آنحضرت کو تکلیف نہ ہو۔ صبح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کی قبر پر جنازہ پڑھایا اوران کے لیے دعا مانگی۔

۲۲۱۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كُلُّ هَؤُلاَءِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا .

اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام ایک قبر پر گئے۔نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیرات کہیں) مروی ہے۔
اور کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرات کہیں۔

۲۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، جَمِيعًا عَنْ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الضُّرَيْسِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، كِلاَهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي صَلاَتِهِ عَلَى الْقَبْرِ نَحْوَ حَدِيثِ الشَّيْبَانِيِّ . لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (شیبانی اور شعبی والی) مروی ہے کہ (آپ علیہ السلام نے ایک قبر پر جس کی مٹی گیلی تھی نماز پڑھی) مگر کسی روایت میں چار تکبیرات کہنے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۱۲ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم صَلَّى عَلَى قَبْرٍ .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر نماز پڑھی۔

۲۲۱۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ - وَاللَّفْظُ لأَبِي كَامِلٍ - قَالاَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي، هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً، سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ - أَوْ شَابًّا - فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلَ عَنْهَا - أَوْ عَنْهُ - فَقَالُوا مَاتَ . قَالَ : أَفَلاَ كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي. قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا - أَوْ أَمْرَهُ - فَقَالَ " دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ " . فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ " إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلاَتِي عَلَيْهِمْ " .

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا ایک جوان آدمی مسجد کی صفائی وغیرہ اور خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غائب پایا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو مرگئی یا مرگیا۔ فرمایا کہ: تم مجھے اطلاع نہ دے سکتے تھے؟ راوی فرماتے ہیں کہ گویا صحابہ! نے اس کے معاملہ کو ادنی سمجھ کر اطلاع نہ دی کہ (اس بڑھیا یا اس غریب نوجوان کیلئے کیا تکلیف دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ صحابہؓ نے قبر بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور فرمایا: ''یہ قبریں اپنے رہنے والوں کیلئے ظلمتوں اور اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کے سبب سے روشنی کر دیتا ہے''

تشریح:

''امرأة سوداء'' بیہقی کی روایت میں ہے کہ یہ عورت ام محجن تھی۔ ''تقم المسجد'' ت پر پیش اور قاف پر کسرہ ہے، جھاڑو دینے اور کوڑا کچرہ ہٹانے کے معنی میں ہے۔ ''قمامة'' کچرہ اور تنکوں کو کہتے ہیں۔ ''وفی بعض الطرق کانت تلقط الخرق و العیدان من المسجد'' ''او شابا'' اس روایت میں راوی ثابت البنانی کو شک ہوگیا ہے کہ جھاڑو دینے والا عورت تھی یا جوان تھا۔ ابن خزیمہ کی روایت میں شک نہیں بلکہ صرف عورت کا ذکر ہے اور یہی راجح ہے۔ ''صغروا أمرها'' یعنی صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ عورت رات کو مرگئی ہے، رات کو ہی دفنانا ہے، اس کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں مخل ہوں اور آپ کو جنازے کے لیے بلائیں۔

۲۲۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ، بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ، بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، - وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ شُعْبَةَ، - عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ زَيْدٌ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُكَبِّرُهَا ‏.‏

عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے لیکن ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں تو میں نے سوال کیا اس بارے میں۔ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (نوویؒ نے فرمایا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ جنازہ میں صرف چار تکبیرات ہیں اور یہ اجماع دلالت کرتا ہے اس پر کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے حدیث کے منسوخ ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ بہرکیف کوئی بھی پانچ تکبیرات کا قائل نہیں۔ واللہ اعلم)

باب القيام للجنازة

جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۱۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ، نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،

عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ " .

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ تم اس سے پیچھے رہ جاؤ (اور وہ آگے نکل جائے) یا یہ کہ وہ زمین پر رکھ دیا جائے۔''

تشریح:

''فقوموا لها'' یعنی چارپائی پر لوگ جنازہ اٹھا کر لے جا رہے ہوں تو تم نے اس کو دیکھ لیا تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اس باب کی احادیث سے جنازے کے لیے کھڑا ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے، اگرچہ اس کے ساتھ جانا نہ ہو تو اس کے لیے کھڑے ہونے کا سبب یہ ہے کہ موت ایک حادثہ ہے اور گھبراہٹ ہے یا یہ کہ آخر انسان تو ہے خواہ کوئی بھی ہو۔ اب یہ مسئلہ رہ گیا کہ جنازے کے لیے کھڑے ہونے کی شرعی حیثیت کیا ہے، تو اس میں فقہائے کرام کا تھوڑا سا اختلاف ہے۔

سلف صالحین اور متاخرین اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ قیام پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا، آنے والے باب کی ساری حدیثیں ان حضرات کی دلیل ہیں، جس میں واضح طور پر یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں جنازے کے گزرتے وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہوتے تھے، جب آپؐ نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں کہ جنازہ کے لیے اب بھی کھڑا ہونا مستحب ہے، یہ حضرات کہتے ہیں کہ آپؐ کا کھڑا نہ ہونا منسوخ ہونے کی دلیل نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ وجوب کی نفی ہے، جواز اپنی جگہ برقرار ہے تو کھڑے ہونے کی بھی گنجائش ہے اور بیٹھنے کی بھی گنجائش ہے۔

''حتی تخلفکم'' یہ صیغہ باب تفعیل سے ہے، پیچھے چھوڑنے کے معنی میں ہے، یعنی اس وقت تک کھڑے رہو کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے اور وہ خود آگے چلا جائے۔ ''او توضع'' یعنی جب تم جنازے کے ساتھ قبرستان جاؤ تو قبرستان میں اس وقت تک کھڑے رہو کہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے، بعض نے رکھنے سے قبر میں رکھنا مراد لیا ہے، مگر واضح یہ ہے کہ زمین پر رکھنا مراد ہے۔ فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ یہ کھڑا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر جنازہ اتارنے کی ضرورت پڑی تو یہ لوگ کھڑے ہوں گے اور مدد کرسکیں گے، شاید اس غرض سے قیام کا فرمایا ہے، اگلی روایت میں ''تخلفه'' کا لفظ ہے، یہ ضمیر دیکھنے والے کی طرف راجع ہے۔ ''قبل ان تخلفه'' یعنی جنازہ اس شخص کو پیچھے چھوڑنے سے پہلے رکھا گیا، کیونکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا تو اس وقت تک اس شخص کو کھڑا رہنا چاہیے۔ ''انها یهودیة'' یعنی یہ غیر مسلمہ اور یہودی عورت ہے، اس کے احترام میں کھڑے ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ''فزع'' یعنی موت ایک گھبراہٹ اور حادثہ ہے خواہ کوئی بھی انسان ہو حادثہ تو ہے۔ ''توارت'' غائب ہونے کے معنی میں ہے۔

٢٢١٦ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وَحَدَّثَنِي

حَرْمَلَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . وَفِي حَدِيثِ يُونُسَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (جب جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ آگے نکل جائے یا یہ کہ وہ زمین پر رکھ دیا جائے) مروی ہے، یونس کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ علیہ السلام فرمارہے تھے۔

۲۲۱۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ، ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَلْيَقُمْ حِينَ يَرَاهَا حَتَّى تُخَلِّفَهُ إِذَا كَانَ غَيْرَ مُتَّبِعِهَا " .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت مروی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اگر اس کے ساتھ نہ چلو تو (کم از کم) کھڑے ہی ہو جایا کرو، یہاں تک کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے۔''

۲۲۱۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا اتَّبَعْتُمْ جَنَازَةً فَلاَ تَجْلِسُوا حَتَّى تُوضَعَ " .

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک جنازہ نیچے نہ رکھ دیا جائے۔

۲۲۱۹ - وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ - عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ، هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي، سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلاَ يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ " .

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تم جنازہ کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور جو جنازے کے پیچھے چلے تو جب تک وہ رکھ نہ دیا جائے اس وقت تک نہ بیٹھے۔''

٢٢٢٠ - وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ - عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ، بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقُمْنَا مَعَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا يَهُودِيَّةٌ . فَقَالَ " إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا " .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہوگئے۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ تو یہودی عورت کا جنازہ تھا فرمایا کہ: موت گھبراہٹ کی چیز ہے۔ جب تم جنازہ دیکھا کرو تو کھڑے ہوجایا کرو۔"

٢٢٢١ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِجَنَازَةٍ مَرَّتْ بِهِ حَتَّى تَوَارَتْ .

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے ایک جنازہ کیلئے یہاں تک کہ وہ آنکھوں سے چھپ گیا۔

٢٢٢٢ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَيْضًا أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ حَتَّى تَوَارَتْ .

جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک یہودی کے جنازہ کیلئے کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

٢٢٢٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ، وَسَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، كَانَا بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَّتْ بِهِمَا جَنَازَةٌ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ . فَقَالاَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ إِنَّهُ يَهُودِيٌّ . فَقَالَ " أَلَيْسَتْ نَفْسًا " .

ابن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما دونوں قادسیہ میں تھے ان کے سامنے سے جنازہ گزرا تو دونوں کھڑے ہوگئے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ جنازہ تو اسی زمین کے باشندہ کا ہے (یعنی کافر کا) تو انہوں نے فرمایا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا وہ جان نہیں ہے؟

تشریح:

"القادسية" عراق کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے، اس میں اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑا جہادی معرکہ اور جنگ ہوئی

ہے، یہ صحابہ کرامؓ اسی حقیقت کو بیان کررہے ہیں۔ "من اھل الارض" یہ زمین والوں میں سے ہے، اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ذمی ہے یہودی ہے، ذمی چونکہ زمین سنبھالتے ہیں، اس لیے ان کو اھل الارض کہتے ہیں۔ "نفسا" یعنی کیا یہ جان اور انسان نہیں ہے؟ اگر انسان ہے تو پھر کھڑا ہونا چاہیے کیونکہ یہ ایک انسانی حادثہ ہے، اگرچہ یہ ذمی اور یہودی ہے، ہمارا دہقان ہے اور زمین سنبھالتا ہے۔

٢٢٢٤ - وَحَدَّثَنِيهِ الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهِ فَقَالَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَمَرَّتْ عَلَيْنَا جَنَازَةٌ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث مروی ہے، اس میں اضافہ ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ وسہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے اور ایک جنازہ گزرا۔

باب نسخ القيام للجنازة

جنازے کے لیے کھڑا ہونا منسوخ ہوگیا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٢٢٥ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، أَنَّهُ قَالَ رَآنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ وَنَحْنُ فِي جَنَازَةٍ قَائِمًا وَقَدْ جَلَسَ يَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ فَقَالَ لِي مَا يُقِيمُكَ فَقُلْتُ أَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ لِمَا يُحَدِّثُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ . فَقَالَ نَافِعٌ فَإِنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَعَدَ .

واقد بن عمرو بن سعد بن معاذؓ کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھے دیکھا ہم ایک جنازہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ بیٹھے ہوئے جنازہ کے رکھے جانے کا انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ: تم کس وجہ سے کھڑے ہو؟ میں نے کہا کہ میں جنازہ کے رکھے جانے کا منتظر ہوں۔ اس حدیث کے پیش نظر جو ابوسعید الخدریؓ نے بیان کی ہے۔ تو نافعؒ نے فرمایا کہ مجھ سے مسعود بن حکم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے تھے۔

٢٢٢٦ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ، - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، - قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ،

يَـقُـولُ فِـي شَأْنِ الْجَنَائِزِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ ثُمَّ قَعَدَ . وَإِنَّمَا حَدَّثَ بِذَلِكَ لأَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَأَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتَّى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ .

حضرت مسعود بن الحکم انصاری فرماتے ہیں کہ: میں نے سنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہ جنازوں کے حق میں فرماتے تھے کہ رسول اللہ علیہ السلام پہلے کھڑے ہو جاتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے اور یہ حدیث اس لئے روایت کی کہ نافع جبیر نے دیکھا کہ واقد بن عمر کو وہ کھڑے رہے یہاں تک کہ جنازہ رکھا گیا۔

۲۲۲۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام پہلے کھڑے ہوئے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے)

۲۲۲۸- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ، بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا . يَعْنِي فِي الْجَنَازَةِ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور آپ علیہ السلام بیٹھتے تو ہم بھی بیٹھ جاتے تھے۔

۲۲۲۹- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، - وَهُوَ الْقَطَّانُ - عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الإِسْنَادِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر بیٹھنے لگے) مروی ہے۔

تشریح:

"قام ثم قعد" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازے کی آمد پر کھڑے ہو گئے پھر بیٹھے رہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے، کیونکہ اصول ہے: "انما یؤخذ من فعله الآخر" جب آخری عمل بیٹھے رہنے کا تھا تو سابقہ حکم منسوخ ہو گیا، اس باب کی احادیث میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

باب الدعا للميت فی الصلوٰة

نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۳۰- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ

عُبَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلاً خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ " . قَالَ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذَلِكَ الْمَيِّتَ . قَالَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِنَحْوِ هَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا .

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو حفظ کرلیا آپ فرماتے تھے: ''اے اللہ! اس (جنازہ) کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما، عافیت عطا فرما، اس سے درگزر فرما، اس کی بہترین مہمانی فرما، اس کے مدخل (قبر) کو کشادہ فرما، اور اس کے گناہوں کو پانی سے، برف اور اولوں سے دھودے اور اسے گناہوں سے ایسا صاف کردے کہ جیسا کہ سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک صاف کردیا جاتا ہے اور اسے اس گھر (دنیا) کے بدلہ میں اس سے بہتر گھر نصیب فرما اس دنیا کے اہل سے زیادہ اچھے اہل اور اس دنیا کی بیوی سے زیادہ بہتر بیوی نصیب فرما، اسے جنت میں داخل فرما، عذاب قبر سے اسے بچالے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما'' عوف ؓ فرماتے ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادہ دعائیں فرمائیں) حتی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ اس میت کے بجائے میں ہوتا۔ (تو یہ ساری دعائیں مجھے مل جاتیں)۔ معاویہ بن صالح بیان فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث عبدالرحمٰن بن جبیر نے بواسطہ والد عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

تشریح:

''من دعاءه'' یہاں ''من'' کا لفظ تبعیض کے لیے ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں سے یہ بھی تھی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پڑھی ہے تو ممکن ہے یہ تعلیم امت کے لیے ہو، ورنہ عام قاعدہ یہ ہے کہ جنازہ کی دعا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ یا ممکن ہے کہ اس صحابی نے صف میں قریب کھڑے ہونے کی وجہ سے آہستہ پڑھی جانے والی دعا سن لی ہو، کیونکہ امام کی سری دعا و قرأت بھی کچھ نہ کچھ سنی جاسکتی ہے۔ ''اللھم اغفر لہ'' یعنی گناہوں کو مٹا کر ان کی بخشش فرمادے۔ ''وارحمہ'' یعنی ان کی نیکیاں قبول فرما کر ان پر رحم فرمادے۔ ''وعافہ'' یعنی تمام آفات و بلایا اور مصائب سے اس کی حفاظت فرما اور تمام ناپسندیدہ امور سے اس کو آزاد فرما۔ ''واعف عنہ'' یعنی جو گناہ پہلے ان سے ہوچکے ہیں، ان کو معاف فرما۔ ''واکرم نزلہ'' نون اور زا پر پیش ہے عربی میں ''نزل'' مہمان نوازی اور ضیافت کو کہتے ہیں، مگر یہاں جنت کا اجر و ثواب مراد ہے۔ ''ای احسن نصیبہ من الجنۃ''

"**مدخله**" میم پرپیش ہے اور زبر بھی ہے، داخل ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں، اس سے مراد قبر ہے۔"ای موضع دخوله الذی یدخل فیه و هو القبر" "**واغسله**" یعنی اس کو ہر قسم کے گناہوں اور نافرمانیوں سے پانی کی تمام اقسام سے دھلوا کر پاک فرما۔"ثلج" برف کو کہتے ہیں۔"البرد" حب الغمام یعنی اولوں کو کہتے ہیں۔ کسی چیز کی صفائی کے لیے جو پانی استعمال ہوتا ہے، وہ یا برف کا ہوتا ہے یا اولوں کا ہوتا ہے یا چشموں کا ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے اس حدیث میں پانی کو عام کرنے کے لیے مختلف چیزوں کا نام لیا گیا ہے۔"الدنس" دال اور نون پر زبر ہے، میل کچیل کو کہتے ہیں۔"زوجا خیرا من زوجه" اس جملے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اوصاف کے اعتبار سے ان کو ایسی بیوی نصیب فرما جو ان کی بیوی کے اوصاف سے بہتر ہو۔ یعنی اچھی صفات والی بیوی نصیب فرما۔ اس سے اوصاف کی تبدیلی مراد ہے۔ ذات کے اعتبار سے تبدیلی مراد نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان کو ان کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اس سے جنت کی حور مراد ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ دنیا کی مومن عورت جنت میں ایسی حور بن جائے گی جو جنت کی حوروں سے بہتر ہوگی۔

"**واعذه**" یہ اعاذہ سے امر کا صیغہ ہے، یعنی ان کو گناہوں سے محفوظ فرما، چونکہ یہ ایک جامع اور ہمہ گیر دعا تھی، اس لیے صحابی حضرت عوف بن مالکؓ نے تمنا کی کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا اور یہ جنازہ میرا ہوتا اور یہ عمدہ دعائیں مجھے حاصل ہوتیں۔"و نقه" یہ لفظ باب تفعیل سے امر کا صیغہ ہے، تنقیة پاک وصاف کرنے کو کہتے ہیں۔ اگلی روایت میں یہ لفظ مذکور ہے۔"علی ذلك المیت" یہاں علیٰ کا لفظ لام کے معنی میں ہے، ورنہ بد دعا بن جائے گی۔"و قه" یہ امر کا صیغہ ہے۔"وقی یقی" سے ہے، بچانے کے معنی میں ہے۔ یعنی ان کو بچالے۔ واو عطف کے لیے ہے۔ صیغہ صرف قاف ہے اور ہا ضمیر ہے۔"ای احفظه"

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد الگ موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں اس صحابی کو سنادیں، یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ دعائیں جنازے کی نماز کے اندر کی دعائیں ہیں۔ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کا اہتمام کرنا درست نہیں ہے۔ اہل بدعت اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ بعد میں الگ اجتماعی دعا ضروری ہے۔ اس حدیث میں یہ عجیب دعا ہے۔ علماء احناف کو چاہئے کہ وہ اپنے جنازہ کی جامع دعا کے ساتھ اس دعا کو بھی عام کریں۔ حرمین میں اعلان ہوتا ہے کہ مرد کا جنازہ ہے یا عورت کا جنازہ ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لیے مذکر یا مونث کی ضمیر کے ساتھ دعا مانگی جائے۔

۲۲۳۱ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ، صَالِحٍ بِالإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا. نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ.

معاویہ بن صالح سے دونوں سندوں سے ابن وہب کی طرح روایت (کہ آپ علیہ السلام نے ایک جنازہ کیلئے اتنی دعائیں کیں کہ حضرت عوف تمنا کرنے لگے کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا) منقول ہے۔

۲۲۳۲ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، كِلاَهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ، يُونُسَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْحِمْصِيِّ، ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، - وَاللَّفْظُ لأَبِي الطَّاهِرِ - قَالاَ حَدَّثَنَا

ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَصَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ يَقُولُ " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهِ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَثَلْجٍ وَبَرَدٍ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ " . قَالَ عَوْفٌ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ لَوْ كُنْتُ أَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ذَلِكَ الْمَيِّتِ .

عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی (اس نماز میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اے اللہ بخش اس کو، اور رحم کر اس سے درگزر کر، عافیت عطا فرما، اس کی بہترین مہمانی کر اس کی قبر کشادہ کر اور اس کو (گناہوں کو) پانی اور برف اور اولوں سے دھودے اور اس کو گناہوں سے صاف کردے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کو گھر کے بدلے بہتر گھر دے اور اس کے لوگوں سے بہتر لوگ دے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی دے اور اس کو قبر کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے بچا۔
حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میت پر دعا کی وجہ سے۔

باب اين يقوم الامام من الميت للصلوة عليه

جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کہاں کھڑا ہوجائے؟

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۳۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَصَلَّى عَلَى أُمِّ كَعْبٍ مَاتَتْ وَهِيَ نُفَسَاءُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لِلصَّلاَةِ عَلَيْهَا وَسَطَهَا .

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ام کعبؓ کی نماز جنازہ پڑھی، جن کا انتقال ہوگیا تھا نفاس کی حالت میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کیلئے ان کے بدن کے وسط میں (یعنی کمر کے سامنے) کھڑے ہوئے۔

تشریح:

"وهی نفساء" بچے کی ولادت کے بعد چالیس دن تک عورت کا نفاس ہوسکتا ہے، تو عورت نفاس میں رہتی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

نفاس کی حالت میں اگر عورت مرجائے تو اس کی نماز پڑھائی جائے گی۔

٢٢٣٤- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، كُلُّهُمْ عَنْ حُسَيْنٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرُوا أُمَّ كَعْبٍ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام) ایک عورت (ام کعب) کے جنازہ میں ان کے بدن کے وسط میں کھڑے ہوئے) مروی ہے۔مگر اس میں کعب کی ماں کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح:

''وسطها'' اس لفظ میں اگر سین پر فتحہ پڑھا جائے تو دوطرف کے بالکل بیچ کا خاص نقطہ مراد لیا جائے گا اور اگر سین پر ساکن پڑھا جائے تو دونوں جانبوں کے درمیان کا کوئی بھی حصہ مراد لیا جائے گا۔اب اس میں اختلاف ہے کہ امام جنازہ کے محاذات میں کس جانب کھڑا ہوگا۔ تو شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ اگر میت مرد کی ہے تو امام اس کے سر کی جانب کھڑا ہوگا اور اگر عورت کی ہے تو پچھلے حصے یعنی کولہوں اور عجز کے پاس کھڑا ہو جائے۔یعنی نچلے دھڑ کے پاس کھڑا ہو جائے جس کو نصف اسفل کہتے ہیں۔احناف کے ہاں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، امام کو چاہیے کہ وہ میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو جائے۔

مذکورہ حدیث کے ظاہری الفاظ تو احناف کے حق میں ہیں، کیونکہ سینہ وسط میں ہے، اوپر سر اور دو ہاتھ اور کندھے ہیں اور نیچے دو پاؤں، کولہے اور ران ہیں۔ یہ نصف نصف ہے جو وسط ہے۔شوافع نے اس لفظ کو عجیز پر حمل کیا ہے، یعنی یہ مقام مائل بجانب اسفل ہے۔ بہر حال یہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا مسئلہ ہے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

٢٢٣٥- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ، قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ لَقَدْ كُنْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم غُلاَمًا فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِي مِنَ الْقَوْلِ إِلاَّ أَنَّ هَا هُنَا رِجَالاً هُمْ أَسَنُّ مِنِّي وَقَدْ صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي الصَّلاَةِ وَسَطَهَا . وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلاَةِ وَسَطَهَا .

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں ایک (نوعمر) لڑکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحادیث یاد کر لیتا تھا، لیکن بیان کرنے سے مانع میرے لئے صرف یہ بات تھی کہ وہاں پر مجھ سے بڑی عمر کے لوگ موجود تھے۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک خاتون جو نفاس کی حالت میں انتقال کر گئی تھیں نماز جنازہ پڑھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے ان کے بدن کے وسط کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔
مثنیٰ کی روایت کا مضمون بھی یہی ہے کہ آپ علیہ السلام ان کے بدن کے وسط کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

باب رکوب الدابة عند الانصراف من الجنازة

جنازہ سے لوٹنے کے وقت سواری پر بیٹھ کر آنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کا بیان کیا ہے۔

۲۲۳۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى - قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ، يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ، سَمُرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِفَرَسٍ مُعْرَوْرًى فَرَكِبَهُ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِي حَوْلَهُ .

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن الدحداح کے جنازہ سے واپس ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ننگی پشت والا گھوڑا لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ جب کہ ہم آپ کے گرد پیدل چل رہے تھے۔

تشریح:

"فرس معروری" یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ "اعروری یعروری" باب سے ہے، زین ڈالے بغیر گھوڑے کو "عری" اور "معروری" کہتے ہیں۔ "ای عار لیس علیه سرج و غیره" "ابن الدحداح" اس صحابی کا نام ثابت ہے، کنیت ابوالدحداح ہے، جنگ احد میں ان کو زخم لگا تھا، جو ٹھیک ہو گیا تھا، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد وہ زخم پھر پھٹ گیا، جس سے ان کا انتقال ہو گیا، اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جنازہ پڑھنے کے بعد واپسی میں سواری پر سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جنازہ کے ساتھ جاتے وقت سوار ہو کر جانا مکروہ ہے، ہاں ضرورت و مجبوری الگ چیز ہے۔

۲۲۳۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، - وَاللَّفْظُ لاِبْنِ الْمُثَنَّى - قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ ثُمَّ أُتِيَ بِفَرَسٍ عُرْيٍ فَعَقَلَهُ رَجُلٌ فَرَكِبَهُ فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَتَّبِعُهُ نَسْعَى خَلْفَهُ - قَالَ - فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " كَمْ مِنْ عِذْقٍ مُعَلَّقٍ - أَوْ مُدَلًّى - فِي الْجَنَّةِ لاِبْنِ الدَّحْدَاحِ " . أَوْ قَالَ شُعْبَةُ " لأَبِي الدَّحْدَاحِ " .

جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن الدحداح کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک ننگی پشت والا گھوڑا لایا گیا (بغیر زین کا) ایک آدمی نے اسے باندھ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے تو وہ قلانچیں مارنے لگا، ہم اس کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتنے ہی خوشے (پھلوں کے) لٹک رہے ہیں جنت میں ابن الدحداح کیلئے۔'' (نوویؒ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ابولبابہؓ کا ایک یتیم سے جھگڑا تھا

کسی جوڑے کے بارے میں وہ یتیم لڑکا رونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ اسے ہی دے دو اور تمہارے واسطے جنت میں کھجور کے خوشے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ ابوالدحداح ؓ نے یہ سنا تو ایک باغ کے عوض ابولبابہ سے وہ خرید لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر میں یہ اس یتیم کو دے دوں تو کیا مجھے وہ جنت کے خوشے ملیں گے؟ فرمایا کہ ہاں! اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کتنے ہی کھجور کے خوشے لٹک رہے ہیں جنت میں ابوالدحداح کیلئے۔''

تشریح:

''ابن الدحداح'' اس حدیث کے آخر میں ان کو ابوالدحداح کے نام سے یاد کیا گیا ہے، تو یہ کنیت ہے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ بعض علماء نے ان کو ابوالدحداحۃ کے نام سے یاد کیا ہے، وہ بھی ہو سکتا ہے۔ ''عری'' یعنی زین ڈالے بغیر گھوڑا لایا گیا۔ ''فعقلہ'' باندھنے اور روکنے کو کہتے ہیں۔ ''یتوقص'' یعنی وہ گھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اچھل اچھل کر جا رہا تھا۔ ''عذق'' یہاں ''کم'' کا لفظ خبریہ ہے، جو تکثیر کے معنی میں ہے اور عذق میں عین پر زیر ہے ذال ساکن ہے، کھجور کے اس گچھے کو کہتے ہیں جو ابھی تک شاخ پر لگا ہوا ہو، یہ اس قسم کا گچھا ہوتا ہے جس طرح انگور کا ہوتا ہے، جس کو عنقود کہتے ہیں۔ ''معلق او مدلّٰی'' دونوں کا معنی ایک ہے، راوی کو شک ہے، لٹکے ہوئے خوشے کو کہتے ہیں۔ اس بشارت کا ایک پس منظر ہے جو علامہ نوویؒ نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک یتیم بچہ تھا، اس کا ابولبابہؓ کے ساتھ کھجور کے ایک درخت پر تنازع پیدا ہو گیا، وہ یتیم رونے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہؓ سے فرمایا: یہ کھجور اس لڑکے کو دے دو، تجھے اس کے بدلے جنت میں کھجور بھرا درخت مل جائے گا۔ حضرت ابولبابہؓ نے انکار کیا، حضرت ابودحداحؓ نے سنا تو اپنا ایک باغ دے کر حضرت ابولبابہؓ سے اس کھجور کے درخت کو خرید لیا۔ پھر ابودحداح نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر یہ کھجور میں اس یتیم کو دے دوں تو مجھے اس کے بدلے میں کھجور بھرا درخت ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ ابودحداحؓ کی موت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سودا کو یاد دلایا کہ ابودحداح کو جنت میں اس طرح کئی درخت مل گئے۔

باب فی اللحد و نصب اللبن علی المیت

بغلی قبر اور اس پر اینٹ رکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمِسْوَرِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ، مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي هَلَكَ فِيهِ الْحَدُوا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.

عامر بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ: ''میرے لئے لحد بنا دو اور میری قبر پر کچی اینٹیں لگانا جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگائی گئی تھیں۔''

تشریح:

"سعد بن ابی وقاص" یہ معروف صحابی اور فاتح عراق ہیں اور چھٹے مسلمان ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے کے ماموں ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔انہوں نے اپنی قبر کے بارے میں یہ اصلاحی نصیحت فرمائی ہے۔آپؓ مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق میں ۶۵ ہجری میں فوت ہو گئے تھے،وہاں سے جنت البقیع میں تدفین کے لیے لائے گئے۔

"الحدوا" یہ لفظ ضرب یضرب سے امر کا صیغہ ہے۔لحد کو کہتے ہیں۔قبر کی دو قسمیں ہیں،ایک لحد ہے،دوسری شق ہے۔لحد کو بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے زمین میں ایک گہرا گڑھا کھودا جائے،پھر قبلہ کی جانب گڑھے کی دو تین فٹ بلندی پر ایک سرنگ اور طاقچہ بنایا جائے،اس طاقچے میں مردے کو رکھا جائے اور طاقچے کے منہ کو اینٹوں سے بند کیا جائے اور گڑھے کو مٹی سے بھر دیا جائے،اوپر تختے رکھ کر مٹی ڈالی جائے۔"لبن" مٹی سے بنی ہوئی کچی اینٹ کو کہتے ہیں۔یہ اینٹیں قبر کے اوپر نہیں رکھی جاتی ہیں بلکہ سرنگ اور طاقچے کے منہ میں میت کی پشت کی جانب رکھی جاتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد میں نو اینٹیں رکھی گئی تھیں۔

باب جعل القطيفة فى القبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں چادر رکھنے کا واقعہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۳۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، وَوَكِيعٌ، جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ . قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو جَمْرَةَ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ وَأَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ مَاتَا بِسَرَخْسَ .

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک سرخ چادر ڈالی گئی تھی۔مسلم رحمہ اللہ نے کہا ابو جمرہ (راوی) کا نام نصر بن عمران اور ابو التیاح (راوی) کا نام یزید بن حمید ہے۔یہی دونوں اصحاب سرخس میں انتقال فرما گئے۔

تشریح:

"ابو جمرة" ابو جمرہ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں،ان کا نام نصر بن عمران ہے،ابو تیاح کا نام یزید بن حمید ہے،ان دونوں میں چند وجوہ سے اشتراک ہے۔یہ دونوں حضرات ۱۲۸ھ میں مقام سرخس میں انتقال کر گئے تھے،دوسری وجہ اشتراک یہ کہ یہ دونوں بصری ہیں، تیسری وجہ یہ کہ دونوں کا تعلق "ضبع" قبیلے سے ہے،چوتھی وجہ اشتراک یہ کہ دونوں تابعی ہیں اور ثقہ ہیں،انہی وجوہ اشتراک کی وجہ سے امام مسلمؒ نے دونوں کو ملا کر تفصیل بیان کی ہے،ورنہ اس حدیث کی سند میں ابو تیاح کا تذکرہ نہیں ہے۔

"بسرخس" سین پر زبر ہے،را پر بھی زبر ہے،خا ساکن ہے اور آخری سین پر زبر ہے،یہی مشہور ہے،بعض نے را کو ساکن پڑھا ہے اور

خا پر زبر ہے، یہ نیشا پور اور مرو کے درمیان ایک مشہور شہر کا نام ہے، سرخس نیشا پور اور مرو سے چھ دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ "جعل" یہ مجہول کا صیغہ ہے، اس کا جاعل اور فاعل شقران تھا جو حضرت عثمانؓ کے غلام تھے۔ "قطیفة" سرخ چادر تھی، قطیفہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر جھالر بنے ہوئے ہوں، جسے کملی کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو نیچے بھی بچھاتے تھے اور اوڑھتے بھی تھے۔ خوبصورت کملی تھی۔ حضرت شقران کے دل نے برداشت نہ کیا کہ کوئی شخص بعد میں اس کو پہن لیا کرے، اس لیے چپکے سے اس کملی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد میں بچھا دیا، لیکن جب صحابہ کرامؓ نے اینٹوں کو رکھنا شروع کیا تو چادر نظر آئی، اس لیے صحابہؓ نے اس کو نکال دیا، کیونکہ شریعت میں یہ جائز نہیں ہے کہ میت کے پہلو کے نیچے کفن کے علاوہ کوئی زائد کپڑا ہو، قربان جاؤں اسلام کی جامعیت اور اس کی مساوات پر۔

باب الامر بتسوية القبر

قبر کو ہموار رکھنے کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۴۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، - فِي رِوَايَةِ أَبِي الطَّاهِرِ - أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ، حَدَّثَهُ - وَفِي، رِوَايَةِ هَارُونَ - أَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ، شُفَيٍّ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِأَرْضِ الرُّومِ بِرُودِسَ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا فَأَمَرَ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا .

ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ ہم فضالہ بن عبید کے ہمراہ سرزمین روم میں برودس (جو ایک جزیرہ ہے) کے مقام پر تھے وہاں پر ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو فضالہ نے حکم دیا کہ ان کی قبر برابر کر دی جائے۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

تشریح:

"ثمامة ابن شفی"، شفی میں شین پر ضمہ ہے، فا پر زبر ہے اور یا پر شد ہے۔ ثمامہ نام ہے اور ابو علی ہمدانی کنیت ہے، تو اس سند میں یہ دونوں ایک ہی شخص ہے، ابو طاہر نے اس کو ابو علی کہہ کر کنیت سے ذکر کیا ہے اور ہارون نے ثمامہ کہہ کر نام سے ذکر کیا ہے۔ "رودس" را پر ضمہ ہے، واؤ ساکن ہے، دال پر کسرہ ہے، آخر میں سین ہے۔ روما سلطنت کے ایک جزیرے کا نام ہے، جو مصر کے اسکندریہ سے ایک دن کے فاصلے پر ہے، اس کو حضرت جنادہ بن ابی امیہ نے حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ۵۲ھ میں فتح کیا، یہ فرنگیوں سے پہلا مفتوحہ علاقہ ہے۔ "یأمر بتسویتها" یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کو زمین سے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کا ذکر کیا ہے اور تدفین کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور نماز جنازہ کا

ذکر نہیں کیا ہے، لیکن احادیث کی دیگر کتب میں غسل اور جنازے کا ذکر ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا، البتہ جنازے کے بارے میں کچھ اختلاف ہے، مگر جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ لوگوں نے انفرادی طور پر پڑھا تھا، ایک جماعت آتی تھی اور کھڑی ہو کر جنازہ پڑھ کر چلی جاتی تھی پھر دوسری جماعت آتی تھی، پھر عورتوں نے آکر اسی طرح جنازہ پڑھا، پھر بچوں نے آکر اسی طرح پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور تدفین کو تشکیل خلافت پر موخر کیا تھا تا کہ متفقہ امام تمام امور کو سنبھال لے۔ کہتے ہیں کہ انسان وفرشتے اور جنات جنازہ میں شریک ہوتے تھے، اس لیے بھی تاخیر ضروری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیاً ومیتاً خود امام تھے، اس لیے کسی اور کو امام بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔

اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ قبر کو زمین سے کتنا بلند رکھا جائے تو یاد رہے کہ جو تسویہ اور برابر رکھنے کا حکم ہے، تو یہ زیادہ بلند کرنے کی ممانعت ہے، ورنہ زمین سے قبر کو کچھ بلند رکھنا جائز ہے، تا کہ پتہ چلے کہ یہ قبر ہے اور اس کو روندا نہ جائے، ایک بالشت تک بلند رکھنے میں حرج نہیں ہے۔ پھر شوافع کے ہاں افضل یہ ہے کہ قبر مسطح مربع ہو، مگر جمہور علماء کے نزدیک قبر مسنم یعنی اونٹ کے کوہان کی طرح ہونا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اسی طرح تھی۔

٢٢٤١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي، الْهَيَّاجِ الأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلاَّ أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه و سلم أَنْ لاَ تَدَعَ تِمْثَالاً إِلاَّ طَمَسْتَهُ وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ .

ابوالہیاج الاسدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی تصویر نہ چھوڑو، مگر یہ کہ اسے مٹا دو اور نہ ہی کوئی قبر اونچی بنی دیکھو مگر یہ کہ اسے برابر کردو۔

تشریح:

"تمثال" بت اور تصویر کو تمثال کہتے ہیں، اپنی یا کسی ذی روح کی تصویر رکھنا حرام ہے اور اس کو مٹانا واجب ہے، البتہ تصویر اگر اتنی پتلی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے آدمی کو اس کے اعضاء کی تمیز ممکن نہ ہو تو وہ تصویر وعید سے مستثنیٰ ہے، اسی طرح جسم کے اہم حصے اگر تصویر میں شامل نہ ہوں تو وہ تصویر بھی وعید سے خارج ہے، اہم حصوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا ہو جیسے سر اور سینے کا نچلا حصہ ہے۔

"مشرفا" اشراف بلندی اور جھانکنے کے معنی میں ہے، یہاں اونچی اور بلند بنائی ہوئی قبریں مراد ہیں، کہ اس کو اتنا گرادو کہ زمین کے ساتھ برابر ہو جائے، صرف قبر کا نشان باقی رہ جائے، جس کی مقدار ایک بالشت ہے اور اتنی ہی بلندی مسنون ہے، چنانچہ ایک کتاب ہے جس کا نام "ازہار" ہے، فقہ کی معتمد کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ ایک بالشت کی مقدار تک باقی رکھنا مستحب ہے، ہاں حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور گنبد اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہاں کوئی عمارت بعد میں نہیں بنائی گئی بلکہ اسلام کا حکم تھا کہ نبی کا جہاں انتقال ہو جائے وہیں پر ان کو دفنانا ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہوا تھا تو وہیں مدفون ہوئے اور مکان کے اندر آ گئے، اس پر دوسرے لوگوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۲۴۲ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، - وَهُوَ الْقَطَّانُ - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي حَبِيبٌ، بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ وَلاَ صُورَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ علیہ السلام نے تصویروں کو مٹانے کا اور قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا) مروی ہے۔مگر اس میں ''تمثالاً'' کی جگہ ''صورۃ'' کا لفظ ہے۔

باب النهی عن تجصيص القبور و البناء و الصلوة و الجلوس

قبر پر بیٹھنا، نماز پڑھنا، عمارت بنانا اور سیمنٹ لگانا منع ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي، الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ .

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ قبر کو پختہ کیا جائے یا اس پر بیٹھا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے۔

تشریح:

''ان يجصص القبر'' یہ باب تفعیل سے ہے، سیمنٹ لگا کر قبر کو گچ کرنا مراد ہے، اس کو تقصیص بھی کہتے ہیں قبر پر بیٹھنا حرام ہے، اگلی روایت میں ''لاتجلسوا على القبور'' ہے اسی طرح دیگر وعیدات ہیں، علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قبر کو گچ کرنا مکروہ ہے، اور اس پر بیٹھنا حرام، اسی طرح قبر پر تکیہ لگانا، اس کے ساتھ ٹیک لگانا سب حرام ہیں، باقی اس پر عمارت بنانا تو اگر کوئی شخص اپنی ذاتی زمین میں مدفون کی قبر پر عمارت بناتا ہے تو یہ مکروہ ہے، لیکن وقف قبرستان میں قبر پر عمارت بنانا حرام ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ قبر کی طرف نماز پڑھنا منع ہے، اگر کوئی شخص حقیقتاً نماز پڑھے گا تو کافر ہو جائے گا، ورنہ مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔

۲۲۴۴ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام نے قبروں کو پختہ کرنا، اس پر بیٹھنا اور اس پر گنبد بنانے سے منع فرمایا

ہے) مروی ہے۔

٢٢٤٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ نُهِيَ عَنْ تَقْصِيصِ الْقُبُورِ.

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

٢٢٤٦ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ " .

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی آگ کے انگارہ پر بیٹھ جائے اور وہ انگارہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور کھال تک اس کا اثر پہنچ جائے تو قبروں پر بیٹھنے سے زیادہ اس کیلئے یہی بہتر ہے۔

٢٢٤٧ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، - يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو، النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كِلاَهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . نَحْوَهُ.

اس سند سے بھی گزشتہ حدیث (کہ قبر پر بیٹھنے سے کھال کا انگارہ سے متاثر ہونا بہتر ہے) منقول ہے۔

٢٢٤٨ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ، بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ وَاثِلَةَ، عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لاَ تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلاَ تُصَلُّوا إِلَيْهَا " .

ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی انکی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔''

٢٢٤٩ - وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلاَنِيِّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ، عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " لاَ تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلاَ تَجْلِسُوا عَلَيْهَا" .

ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے سنا کہ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے کہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ اس پر بیٹھو۔

باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد

مسجد میں نماز جنازہ کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۵۰ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، - وَاللَّفْظُ لِإِسْحَاقَ - قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا وَقَالَ، إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَمَرَتْ أَنْ يُمَرَّ، بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلاَّ فِي الْمَسْجِدِ .

عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے حکم فرمایا کہ: حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے جنازہ کو مسجد میں لایا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ لوگوں کو یہ بات بہت زیادہ عجیب اور گرانی محسوس ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: کتنی جلدی لوگ سب بھول گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل ابن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی۔

تشریح:

"**ان یمر بجنازۃ سعد بن ابی وقاص**" حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح عراق، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی نماز جنازہ کو مسجد میں لانے کا فرمایا تھا کہ خود جنازہ میں شریک ہوسکیں، صحابہ کرامؓ نے اس کو پسند نہیں کیا تو آپؓ نے بطور دلیل ابن بیضاء کے دو بیٹوں کے جنازے کو پیش کیا کہ دونوں کا جنازہ مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا، بیضاء ان دو بھائیوں کی ماں کا نام ہے، ایک بھائی کا نام سہیلؓ ہے اور دوسرے کا نام یہاں مذکور نہیں ہے، لیکن ان کا نام سہلؓ ہے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا انتقال وادی عقیق میں ان کے مکان میں ہوا تھا، وہاں سے جنت البقیع لا کر دفنائے گئے، مدینہ پر مروان کی حکومت تھی اور عام خلافت حضرت معاویہؓ کی تھی، اب اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز ہے یا نہیں۔

فقہاء کا اختلاف

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، احناف اور مالکیہ کے نزدیک مسجد میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، پھر احناف کے ہاں ایک قول مکروہ تحریمی کا ہے، لیکن ابن ہمامؒ نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے۔

دلائل

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ادخلوہ" کہ ان کو اندر لاؤ تا کہ میں بھی

جنازہ میں شریک ہوجاؤں۔ اسی طرح بیضاء کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں ہوئی، اس سے بھی شوافع استدلال کرتے ہیں۔
ائمہ احناف کی دلیل سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے، الفاظ یہ ہیں: "عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه و سلم من صلى على جنازة فی المسجد فلا شئ له او فلا اجر له" (ج ۲ ص ۹۸)
احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ مساجد جنازوں کے لیے نہیں بنائی گئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد سے الگ ایک جگہ بنی ہوئی تھی جہاں جنازے ہوتے تھے، نیز تعامل صحابہ بھی اس پر دال ہے کہ جنازوں کی نمازیں مساجد سے باہر ہوتی تھیں، لہٰذا شدید عذر کے بغیر نماز جنازہ مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ آج کل مسجد نبوی میں باب جبریل کے پاس ایک جگہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سلام کے بعد جب آدمی باہر نکلتا ہے اسی دروازے کے ساتھ یہ جگہ ہے، صفائی والے یہاں اپنا سامان رکھتے ہیں، اوپر عارضی چادریں ہیں، یہی جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جنازے کے لیے مصلی تھی، اصحاب صفہ کے چبوترہ سے گزار کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہیں پر لانا تھا۔

جواب

شوافع کی زیر بحث دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اس فرمان کو عام صحابہؓ نے پسند نہیں کیا بلکہ اس کا انکار کیا تب حضرت عائشہؓ نے قسم کھائی اور بطور دلیل حضرت سہیل اور حضرت سہل رضی اللہ عنہما کے جنازوں کا حوالہ دیا، حضرت سعدؓ کے جنازہ سے صحابہ کا انکار اس حدیث سے جواب کے لیے کافی ہے۔ باقی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے بیٹوں کا جنازہ کس مجبوری سے پڑھایا تھا؟ تو علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اعتکاف میں تھے یا شدید بارش کی وجہ سے ایسا ہوا تھا، تو یہ عذر کی صورت تھی اور عذر کی صورت پر عام احوال کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ ایک روایت میں تصریح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، اس لیے جنازہ اندر پڑھایا گیا۔

مساجد میں جنازہ نہ پڑھنے کی علت

پھر احناف کے نزدیک مسجد میں جنازہ کی کراہت کی دو علتیں ہیں، ہر ایک کا الگ الگ اثر ہے۔ ایک علت یہ ہے کہ مساجد کی وضع اور تعمیر کا مقصد جنازے نہیں بلکہ دیگر عبادات ہیں، اس علت کے پیش نظر مطلقاً مسجد میں جنازہ صحیح نہیں ہے، خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ دوسری علت تلویث مسجد ہے، یعنی یہ خطرہ ہے کہ جنازہ اندر لانے سے مسجد میت کی لاش سے کوئی خون وغیرہ گر جائے گا جس سے مسجد آلودہ ہوجائے گی، اس علت کے پیش نظر اگر میت مسجد سے باہر رکھی جائے اور نماز اندر ہو تو جنازہ جائز ہوجائے گا، اس میں علمائے احناف کو ضرورت کے مقامات میں نرمی کرنی چاہیے، مثلاً مسجد سے باہر شدید دھوپ یا بارش ہو، یا جگہ مناسب نہ ہو یا نماز کے بعد مسجد کا مجمع منتشر ہوتا ہو یا کوئی اور وجہ ہو، آخر ابن ہمامؒ نے مکروہ تنزیہی کا قول کیا ہے اور مکروہ تنزیہی تو "لا بأس به" کے درجہ میں ہوتا ہے، یعنی خلاف اولیٰ ہے۔
علامہ نوویؒ نے اپنی شرح میں ائمہ احناف کی ابوداؤد والی حدیث کے چند جوابات دیئے ہیں۔ پہلا جواب یہ دیا ہے کہ ابوداؤد کی روایت "من صلى على جنازة فی المسجد فلاشئ له" ضعیف ہے، جو نا قابل استدلال ہے۔ "قال احمد بن حنبل هذا حديث

ضعیف تفرد به مولی التوأمة و هو ضعیف"(نووی)

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ سنن ابوداؤد کے مشہور نسخوں میں جو محققہ مسموعہ نسخے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں: "من صلی علی جنازة فی المسجد فلاشئ علیه" اور جہاں "فلاشئ له" کے الفاظ ہیں تو لازم ہے کہ اس کو "علیه" کے معنی میں لیا جائے تا کہ تمام احادیث میں اتفاق آجائے اور "له" کو "علیه" کے معنی میں لینا قرآن کریم سے ثابت ہے، جیسے: "﴿وان اسأتم فلها﴾ ای فعلیها"

تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ "فلا شئ لـه" سے نقص اجر کی طرف اشارہ ہے، کہ مسجد میں جنازہ سے ثواب میں کمی آجاتی ہے، جیسے قبرستان میں جنازہ نہ لے جانے سے ثواب میں کمی آتی ہے، بہرحال مکروہ تنزیہی کا مسئلہ ہے، پھر جنازے کی علت کا بھی مسئلہ ہے، جواز معلوم ہوتا ہے، نیز حرج بھی ہے، تو تسامح ضروری ہے، ہمارے ہاں نیوٹاؤن کی مسجد میں محراب کے سامنے جگہ بھی ہے، مگر مفتی صاحبان اجازت نہیں دیتے ہیں، جس سے عوام وخواص کو تکلیف ہوتی ہے اور نمازیوں کا اجتماع بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

سہیل بن بیضاء قدیم الاسلام صحابی ہیں، دو ہجرتیں کی ہیں، بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے، تبوک سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں ان کا انتقال ہو گیا کوئی اولاد نہیں تھی، ان کی والدہ کا نام دعد اور لقب بیضاء تھا، اسی سے مشہور تھیں، بیضاء کے تین بیٹے تھے، ایک کا نام سہیل، دوسرے کا سہل اور تیسرے کا صفوان تھا، سہل نے ظالم صحیفہ کے توڑنے میں کردار ادا کیا، مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، اسلام کو چھپایا پھر بدر میں قیدی بن گئے تو مدینہ آگئے، حضرت ابن مسعودؓ نے گواہی دی کہ یہ مسلمان ہیں۔

۲۲۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَمُرُّوا بِجَنَازَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّينَ عَلَيْهِ فَفَعَلُوا فَوُقِفَ بِهِ عَلَى حُجَرِهِنَّ يُصَلِّينَ عَلَيْهِ أُخْرِجَ بِهِ مِنْ بَابِ الْجَنَائِزِ الَّذِي كَانَ إِلَى الْمَقَاعِدِ فَبَلَغَهُنَّ أَنَّ النَّاسَ عَابُوا ذَلِكَ وَقَالُوا مَا كَانَتِ الْجَنَائِزُ يُدْخَلُ بِهَا الْمَسْجِدَ . فَبَلَغَ ذَلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا أَسْرَعَ النَّاسَ إِلَى أَنْ يَعِيبُوا مَا لَا عِلْمَ لَهُمْ بِهِ . عَابُوا عَلَيْنَا أَنْ يُمَرَّ بِجَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ بَيْضَاءَ إِلَّا فِي جَوْفِ الْمَسْجِدِ .

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ نے وہاں یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کا جنازہ مسجد میں سے گزار کر لے جائیں تاکہ وہ بھی ان پر نماز پڑھ لیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جنازہ ازواج مطہراتؓ کے حجروں کے سامنے رکھ دیا گیا انہوں نے اس پر نماز پڑھی۔ پھر اسے باب الجنائز سے جو مقاعد کی طرف تھا نکال دیا گیا۔ ازواج مطہراتؓ کو یہ اطلاع ملی کہ لوگ اس پر عیب زنی کررہے ہیں اور لوگوں نے کہا کہ: کیا جنازے بھی مسجد میں داخل کئے جاتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس

کی اطلاع ہوئی تو فرمانے لگیں کہ لوگ کتنی جلدی بھول گئے حتی کہ وہ ایک ایسی بات پر عیب گوئی کررہے ہیں جس کا انہیں علم ہی نہیں۔ہم پر تو یہ عیب لگا رہے ہیں کہ جنازہ مسجد میں سے گزارا۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاءؓ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر مسجد کے درمیان میں۔

تشریح:

"ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوگئیں،ایک یہ کہ جنازے میں پردے کے ساتھ عورتیں شریک ہوسکتی ہیں،اگرچہ امام شافعی نے اس کو منع کیا ہے،مگر حدیث واضح ہے،دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوگئی کہ حضرت سعدؓ کے جنازے کو مسجد میں لانے کا تقاضا صرف حضرت عائشہ کا ہی نہیں تھا،بلکہ تمام ازواج مطہرات کا یہی تقاضا تھا۔"فوقف"یعنی حضرت سعدؓ کا جنازہ ازواج مطہرات کے حجروں کے سامنے رکھا گیا۔"اخرج بہ" یہ جنازہ کے لانے کا نقشہ بیان کیا گیا ہے،کہ جنازہ گاہ تک لانے کا راستہ کونسا تھا۔"باب الجنائز" یہ اس دروازے کا نام ہے جو مسجد نبوی کے شرقی جانب میں واقع ہے۔آج کل اس دروازے کا نام باب جبریل ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے شرقی جانب میں نکلتے تھے اور جنازہ مسجد نبوی سے باہر ہوتا تھا،اس دروازے سے آگے سیدھا مقاعد کے نام سے ایک مقام تھا،جنازہ پڑھنے کی جگہ یہی تھی،چونکہ لوگ یہاں بیٹھتے تھے،اس لیے اس کو مقاعد کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔امام جب یہاں جنازے کے لیے کھڑا ہوتا تھا،تو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہوتا تھا۔(منۃ المنعم)

اس روایت کے الفاظ اور سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کا جنازہ مسجد سے باہر مقاعد کے مقام میں پڑھانا تھا،تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جنازہ روک لو تاکہ ہم بھی جنازہ پڑھ سکیں۔"فوقف بہ" کا لفظ اس پر دال ہے۔مگر جب جنازہ مسجد میں گزارا گیا تو لوگوں نے جنازہ کے مسجد میں لانے اور گزارنے پر اعتراض کیا،ازواج مطہرات نے حجروں میں کھڑی ہوکر جنازہ پڑھا ہے اور جنازہ ان کے حجروں کے پاس رکھا گیا تھا،اس حدیث سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے،حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے،ساتھ والی روایت میں "ادخلوا بہ المسجد" کے الفاظ ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے،کہ حضرت عائشہؓ نے جنازہ کے اندر لانے اور جنازہ پڑھنے کا حکم دیا تھا،اور جنازہ پڑھنے کے بعد کا نقشہ "اخرج بہ من باب الجنائز" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے جو الگ قصہ ہے۔

۲۲۵۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، - وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ - قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ، - يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ - عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ، لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتِ ادْخُلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتَّى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ . فَأُنْكِرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ . قَالَ مُسْلِمٌ سُهَيْلُ بْنُ دَعْدٍ وَهُوَ ابْنُ الْبَيْضَاءِ أُمُّهُ بَيْضَاءُ .

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے انتقال پر فرمایا کہ:ان کا جنازہ مسجد

میں لاؤ تا کہ میں ان پر نماز جنازہ پڑھ لوں (لوگوں نے اسے برا جانا) اس بارے میں سیدہ عائشہؓ پر تامل کا اظہار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی۔ (امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سہیل اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں جن کا نام بیضاء تھا)

باب ما يقال عند دخول القبور و الدعاء لاهلها

قبرستان میں داخل ہونے کی دعا

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٢٥٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شَرِيكٍ، - وَهُوَ ابْنُ أَبِي نَمِرٍ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ " السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ " . وَلَمْ يُقِمْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهُ " وَأَتَاكُمْ " .

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس رات میرے یہاں پر باری ہوتی تھی تو آخر شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کی طرف نکل جاتے اور وہاں جا کر فرماتے: السلام علیکم! اے مومن قوم کے گھر والوں اور تمہارے پاس آچکا وہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ کل پاؤ گے وقت مقرر پر (یعنی پیغام اجل موت) اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔''

تشریح:

''لیلتها'' یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ کی باری ہوتی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ''یخرج'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخر میں بقیع غرقد کی طرف نکل جاتے تھے، یہاں سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ اس طرح نہیں کرتے تھے، کبھی آپ رات کی ابتدا میں بھی جایا کرتے تھے؟ اس کا جواب حضرت قاضی عیاضؒ نے یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آپ کی آخری عمر کا نقشہ پیش کیا ہے کہ آپ کی عمر جب زیادہ ہوگئی تو آخر عمر آپ رات کے آخری حصے میں قبرستان جایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ نے اسی کو بیان کیا ہے، یہ حدیث ان احادیث کی معارض نہیں ہے، جن میں رات کے پہلے حصے میں جانا ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کا انکار نہیں کرتی ہیں۔ ''البقیع'' عربی لغت میں کھلے میدان کو کہتے ہیں، بشرطیکہ اس میں درخت ہوں، مدینہ منورہ مسجد نبوی کے قریب ایک بڑا قبرستان ہے، یہ اسی کا نام ہے۔ اس کو بقیع غرقد بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہاں کیکر کا ایک بڑا درخت ہوتا تھا، کیکر کو غرقد کہتے ہیں، عجم لوگ اس کو جنت البقیع کہتے ہیں، یہ اغلاط عوام میں سے ہے۔ ''دار قوم'' یہ منصوب ہے، حرف ندا

محذوف ہے یعنی "یا دار قوم مومنین" "مومنین" کہنے سے سلام خاص ہو گیا، لہٰذا قبرستان میں ہر مسلمان کو سلام ہوگا، مگر کافر منافق کو نہیں ہوگا، نیز جاہلیت کے سلام سے الگ ہو گیا، وہ یوں سلام کرتے تھے "علیك السلام قیس بن عاصم و رحمته ماشاء ان یترحما"
"و آتاکم" یعنی تم سے جس ثواب کا وعدہ دنیا میں کیا جاتا تھا، کہ کل مرنے کے بعد یہ ہوگا وہ ہوگا، وہ ثواب اور وہ عذاب اب تم پر آچکا ہے،
"غدا" کے لفظ سے قیامت بھی مراد ہے اور مرنے کے بعد تمام مراحل بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ "مو جلون" یعنی مستقبل کا جو وعدہ ہوتا تھا، وہ تم نے کچھ کچھ دیکھ لیا، پورا بدلہ اور ثواب تاخیر سے ملے گا، جس کا وعدہ جنت میں داخل ہونے کے بعد ہے۔
"ان شاء الله" یعنی ہمارا عقیدہ بھی تمہارے عقیدے کی طرح ہے، ہم حق پر قائم ہیں اور تمہارے پیچھے آ رہے ہیں، انشاء اللہ ہم تم تک پہنچنے والے ہیں، اس تشریح کے پیش نظر انشاء اللہ کا لفظ بولنا سمجھ میں آتا ہے، بعض شارحین کہتے ہیں کہ انشاء اللہ کہنا بطور تبرک ہے۔

٢٢٥٤ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ، يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تُحَدِّثُ فَقَالَتْ أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَعَنِّي . قُلْنَا بَلَى ح وَحَدَّثَنِي مَنْ، سَمِعَ حَجَّاجًا الأَعْوَرَ، - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ، - رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ أُمِّي قَالَ فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ . قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . قُلْنَا بَلَى . قَالَ قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِيَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيهَا عِنْدِي انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ عَلَى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلاَّ رَيْثَمَا ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا وَانْتَعَلَ رُوَيْدًا وَفَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ ثُمَّ أَجَافَهُ رُوَيْدًا فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى إِثْرِهِ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ فَلَيْسَ إِلاَّ أَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ " مَا لَكِ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً " . قَالَتْ قُلْتُ لاَ شَىْءَ . قَالَ " لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ " . قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي . فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ " فَأَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي " . قُلْتُ نَعَمْ . فَلَهَدَنِي فِي صَدْرِي لَهْدَةً أَوْجَعَتْنِي ثُمَّ قَالَ " أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ " . قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ نَعَمْ . قَالَ " فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ فَنَادَانِي فَأَخْفَاهُ مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ

عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَقَدْتِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ " . قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ " .

محمد بن قیس بن مخرمہ ابن المطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک روز کہا کہ میں تمہیں اپنی اور اپنی ماں کی آپ بیتی نہ سناؤں؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم یہی سمجھے کہ ماں سے مراد ان کی والدہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا، لیکن انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے حال کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ فرمانے لگیں کہ: ''ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی باری میری تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے تو اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ لی، پھر اپنی چادر لی، جوتے اتارے اور اپنے قدموں کے سامنے رکھ لئے اور تہبند کا کونہ اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے اور تھوڑی دیر اس خیال میں لیٹے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ میں سوگئی ہوں۔ چنانچہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے اپنی چادر اٹھائی، آہستگی سے جوتے پہنے اور نہایت آہستگی سے دروازہ کھولا اور باہر چلے گئے اور کواڑ آہستہ سے بند کر دیا۔ میں نے بھی اپنی چادر سر پر ڈالی، اوڑھنی پہنی اور اپنا ازار باندھا پھر آپ کے تعاقب میں چل پڑی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لائے وہاں کافی دیر کھڑے رہے تین بار ہاتھ اٹھائے پھر واپس پلٹے تو میں بھی پلٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلنے لگے تو میں بھی تیز چلنے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑنے لگے تو میں بھی دوڑنے لگی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر آگئے، مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گھر آگئی اور گھر میں داخل ہو کر ابھی لیٹی ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور فرمایا کہ: اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا کہ سانس اور پیٹ پھول رہا ہے؟ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: کچھ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم ہی مجھے بتلاؤ ورنہ وہ لطیف وخبیر (اللہ تعالیٰ) مجھے بتلا دے گا (بذریعہ وحی، یہاں سے خوب واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے کیوں پوچھتے یا وحی کا انتظار کیوں کرتے؟) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ پھر میں نے سارا واقعہ گوش گزار کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا تو وہ سیاہ سا کالا کالا جو مجھے اپنے سامنے نظر آرہا تھا وہ تم ہی تھیں، میں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے میں دو ہتڑ مارا جس سے مجھے تکلیف سی ہوئی (محبت سے مارا) پھر فرمایا کہ: تمہارا یہ خیال تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارا حق دبائے گا (یعنی تم شاید سمجھ رہی تھیں کہ میں تمہاری رات میں کسی دوسری زوجہ کے پاس جاؤں گا) میں نے عرض کیا: بعض اوقات لوگ کچھ چھپاتے ہیں تو بھی اللہ اسے جانتا ہے۔ ہاں (میں نے یہی سوچا تھا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے مجھے دیکھا تو اس وقت جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور مجھے پکارا تم سے چھپ کر تو میں نے انہیں جواب دیا لیکن تم سے چھپ کر اور وہ

تمہارے پاس نہ آئے کیونکہ تم اپنے کپڑے اتار چکی تھیں اور میرا خیال تھا کہ تم سو چکی ہو۔ لہٰذا مجھے اچھا نہ لگا کہ تمہیں بیدار کروں اور یہ بھی خدشہ تھا کہ تم میری وجہ سے وحشت میں گرفتار ہو جاؤ گی اور جبرئیلؑ نے فرمایا کہ: آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اہل بقیع کے پاس آئیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں کیسے کہوں یا رسول اللہ! فرمایا یوں کہا کرو کہ: السلام علیکم اے مسلمانوں مومن کے گھر والوں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔''

تشریح:

''محمد بن قیس بن مخرمة'' یہ شخص تابعی ہیں، حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں، یہاں حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، ابوعلی غسانی نے اعتراض کیا ہے کہ امام مسلمؒ کی یہ روایت منقطع ہے، نیز اس کے راویوں میں اختلاط اور وہم ہو گیا ہے، لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع نہیں ہے، بلکہ مسند ہے، البتہ بعض راویوں کا نام نہیں لیا گیا ہے، تو یہ مجہول کی قسم میں سے ہے، منقطع نہیں ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں ایک اور اشکال ہے وہ یہ کہ حجاج الاعور کے بارے میں امام مسلمؒ نے کہا کہ ''واللفظ له'' اور پھر فرمایا ''قال حدثنا حجاج بن محمد'' حالانکہ حجاج اعور اور حجاج بن محمد ایک ہی شخص ہے، دراصل یہاں ایک راوی غیر معروف ہے۔ عبارت اس طرح ہے: ''حدثني من سمع حجاج الاعور قال هذا الحديث حدثني حجاج بن محمد'' تو اس محدث کا نام غائب ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس سے روایت کو نقصان نہیں پہنچتا ہے، کیونکہ امام مسلمؒ نے اس روایت کو متابع اور تعلیقات میں ذکر کیا ہے، اس سے پہلے مکمل سند ہے، جس میں شبہ نہیں ہے۔

''عني و عن امي'' یعنی محمد بن قیس فرماتے ہیں کہ کیا میں اپنی امی جان اور اپنا قصہ نہ سناؤں؟ یعنی سناتا ہوں، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں اپنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع شدہ قصہ نہ سناؤں؟ ہم نے کہا کہ سنا دیجئے۔ ''انقلب'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری میں رات کے وقت مسجد سے یا کسی اور جگہ سے لوٹ کر میرے پاس تشریف لائے۔

''ردائه'' یعنی آنحضرتؐ نے اپنی چادر ایک جگہ رکھ دی جہاں سے اٹھانا آسان تھا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ چادریں استعمال کرتے تھے۔ آج کل یہ پٹھانوں کا رواج رہ گیا ہے ''عند رجليه'' یعنی جوتا اور چادر دونوں اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیتے تھے تاکہ چپکے سے اٹھانا آسان ہو اپنے ازار بند کا ایک حصہ بستر پر بچھا کر آپ لیٹ گئے۔ ''ريثما'' یعنی اتنی دیر تک آنحضرت لیٹ گئے کہ آپ نے خیال کیا کہ میں سوگئی ہوں۔ ''رويدا'' یعنی چادر اور جوتا انتہائی نرمی سے آہستہ آہستہ لے لیا تاکہ میں جاگ نہ جاؤں کیونکہ جاگ کر گھر میں اکیلے رہنے سے مجھے وحشت اور گھبراہٹ لاحق ہو سکتی تھی۔ ''ثم اجافه'' اجافه دروازہ بند کرنے کو کہتے ہیں یعنی نکلتے وقت آپ نے دروازہ بند کرلیا۔ ''درعي'' عربی لغت میں قمیص کو درع کہتے ہیں امرأ القیس کہتا ہے:

الی مثلها یرنو الحلیم صبابة اذا ما اسبکرت فی دروع ومحول

''في رأسي'' یعنی قمیص کو میں نے سر کی جانب سے پہن لیا ''واختمرت'' اى تغطيت بالخمار یعنی اپنی چادر اور دوپٹہ سے میں نے سر

کوڈھانک لیا۔"وتقنعت ازاری" ای لبست ازاری یعنی ازار بند کو میں نے باندھ لیا اور پہن لیا۔"رفع یدیه ثلاث مراتی" یعنی بقیع غرقد کے قبرستان میں آپ نے دعا کے لئے تین بار ہاتھ اٹھائے اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں دعاء مانگتے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے ہندوستان کے اکابر علماء اب بھی اس پر عمل کرتے ہیں لیکن پاکستان کے عام اہل حق علماء کا معمول ہاتھ اٹھانا نہیں ہے ان کا خیال ہے کہ عوام الناس دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ یہ مولوی صاحب قبر سے مانگ رہا ہے اس میں احتیاط ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قبرستان میں طویل دعا مانگنا بھی مستحب ہے ہاتھ اٹھانا بھی مستحب ہے اور تین بار اٹھانا بھی مستحب ہے پھر فرمایا کہ قبرستان میں کھڑے ہو کر دعا کرنا بہتر ہے۔"ثم انحرف" ای انقلب وانصرف یعنی آپ مڑ کر گھر جانے لگے "فهرول" ای جری جریا فوق المشی و دون العدو یعنی تیز تیز چلے۔"فاحضر" احضار تیز دوڑنے کو کہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشی سے کچھ تیز چلنا ھرولہ ہے اور ھرولہ سے تیز چلنا "احضر" ہے، بہر حال یہ جری جریاً دون العدو کے درجہ میں ہے۔"یاعائش" یہ ترخیم المنادی ہے، اصل میں یاعائشة ہے شین پر ضمہ اور فتح دونوں جائز ہے عموماً یہ بطور لطف استعمال کیا جاتا ہے۔"حشیا" تیز چلنے کی وجہ سے جب سانس پھول جاتا ہے اس کو حشیاً کہتے ہیں۔"رابیة" سانس جب پھول جاتا ہے تو سینہ بھی کچھ بلند ہو جاتا ہے اسی کو رابیة کہا گیا ہے رابیة اور ربوة بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ "السواد" سیاہی کے معنی میں ہے مگر یہاں کالا کالا جسم اور شخص مراد ہے جو رات کو سیاہ نظر آتا ہے "فلهدنی" سینے میں زور سے دھکا دینے اور مارنے کو کہتے ہیں"من اللهد وهو الدفع الشدید او الضرب فی الصدر"۔

"یحیف الله و رسوله" حاف یحیف ظلم کرنے کو کہتے ہیں، مطلب یہ کہ تیری باری میں رسول کسی اور کے گھر میں جا کر کیا تم پر ظلم کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دیکر کیا وہ تم پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔"مهما یکتم الناس" یعنی لوگ جب بھی کوئی چیز چھپائیں گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور اپنے رسول پر اس کو ظاہر فرماتا ہے، عائشہ کے اس چھپے راز کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا"ولم یکن یدخل" یعنی جبریل امین نے باہر سے آواز دیکر مجھے بلایا لیا اندر نہیں آئے کیونکہ تم نے کپڑے اتار لیے تھے "ویرحم الله" قبرستان میں مختلف اوقات میں مختلف دعائیں مانگی گئی ہیں سعودی عرب میں ایک دعا لکھ کر لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ صرف یہی پڑھا کرو یہ اقدام اچھا نہیں ہے بلکہ جبر ہے۔

۲۲۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، الأَسَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فَكَانَ قَائِلُهُمْ يَقُولُ - فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ - السَّلاَمُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ - وَفِي رِوَايَةِ زُهَيْرٍ السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَلاَحِقُونَ أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ .

سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (صحابہ کو) سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جاتے تو کوئی کہنے والا کہتا: اے قبر والو! مومنین اور مسلمین میں سے تم پر سلامتی ہو اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ضرور ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

باب زيارة النبي صلى الله عليه و سلم قبر امه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۵٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى - قَالاَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ، - يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم " اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي " .

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے رب سے میں نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کیلئے دعائے مغفرت کروں تو مجھے اجازت نہ دی گئی البتہ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو دیدی گئی۔''

تشریح:

''قبر امه'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا آمنہ کا انتقال مکہ ومدینہ کے درمیان ایک مقام پر ہوا جس کا نام ابواء ہے۔حضور اکرم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے اور دیر تک کھڑے رہے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا اور پھر یہ ارشاد فرمایا جو اس حدیث میں ہے اب یہ بحث چلی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسلام کے بارے میں کیا موقف اختیار کیا جائے۔علماء سلف کا خیال ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر پر ہوا تھا، ظاہری احادیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے لیکن علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ چند وجوہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اسلام ثابت ہے۔

۱: یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ملت ابراہیمی پر تھے ملت شرکیہ پر نہیں تھے۔

۲: یا یہ کہ وہ زمانہ فترت میں انتقال کر گئے اور ان کو کوئی اسلامی دعوت نہیں پہنچی تو اصل پر تھے کفر پر نہیں تھے۔

۳: بعض متاخرین کا خیال ہے کہ بطور معجزہ ان کو زندہ کیا گیا اور ایمان قبول کر کے پھر وہ لوٹائے گے اس سلسلہ میں متاخرین ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں علامہ سیوطیؒ نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام غالباً مسالك حنفاء فی اسلام والدی المصطفى رکھا ہے۔

بہر حال عام علماء فرماتے ہیں کہ اس حساس اور نازک مسئلہ میں احوط و مختار یہ ہے کہ آدمی اس میں سکوت اختیار کرے اور اس فیصلے کو حق تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

۲۲۵۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صلى الله عليه و سلم قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ " اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا

تُذَكِّرُ الْمَوْتَ " .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور روئے اور اپنے اردگرد موجود لوگوں کو بھی رلایا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا دیکھ کر دوسرے بھی روئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کیلئے استغفار کروں تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دی گئی۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔''

۲۲۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، - وَاللَّفْظُ لأَبِي بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ - قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ، - وَهُوَ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ - عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلاَثٍ فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلاَّ فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي الأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلاَ تَشْرَبُوا مُسْكِرًا " . قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ .

بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہیں (ابتدائے اسلام میں) زیارت قبور سے منع کر دیا تھا، (لیکن اب اجازت دے رہا ہوں) لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زائد کھانے سے منع کیا تھا (لیکن اب اجازت ہے) جب تک تمہاری ضرورت ہو اسے رکھے رہو اور میں نے تمہیں مشکیزہ کے علاوہ دوسرے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ پی سکتے ہو لیکن نشہ آور چیز مت پیو۔''

تشریح:

''فزوروھا'' یعنی میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا، اب زیارت کیا کرو۔

قبروں کی زیارت کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں قبور کی زیارت سے مطلقاً منع فرمایا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا قبروں پر جانے سے شرک آنے کا امکان تھا کیونکہ شرک قبروں ہی کے راستہ سے آتا ہے اور بے جا محبت کی وجہ سے آتا ہے جب مسلمانوں میں توحید کا عقیدہ راسخ ہو گیا اور طریقہ اسلام طریقۂ جاہلیت سے ممتاز ہو گیا اور شرک میں پڑ جانے کا خطرہ نہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت کی اجازت دیدی جو زیر بحث حدیث ''فزوروھا'' کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے اب مسئلہ یہ رہ گیا ہے کہ قبور کی زیارت کی عمومی ممانعت کے بعد جو اجازت دی گئی ہے وہ کس درجہ کی ہے آیا مردوں کے ساتھ عورتوں کے لئے بھی یہ اجازت عام ہے یا یہ اجازت صرف مردوں تک محدود ہے؟ اس میں علماء کرام کا کچھ اختلاف ہے۔

علماء کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ زیارات کی عمومی ممانعت کے بعد اجازت کا یہ حکم عام ہے لہٰذا عورتیں بھی قبور کی زیارات کے لئے

جاسکتی ہیں حضرت عائشہ کا قبر کی زیارت کے لئے جانا ثابت ہے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا طریقہ بھی سیکھا ہے اسی طرح مستدرک حاکم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ بھی اپنی پھوپھی کی قبر پر زیارت کے لئے بروز جمعہ جایا کرتی تھیں ان علماء کا خیال ہے کہ زیارت قبور کی یہ ممانعت وقتی تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی لہٰذا عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے۔ لیکن علماء کا ایک بڑا طبقہ اس طرف گیا ہے کہ عورتوں کو زیارت کے لئے قبروں پر جانا اب بھی منع ہے یہ حضرات ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں آیا ہے کہ "ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن زوارات القبور" (رواہ ترمذی)، اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے فصل ثالث میں نقل کیا ہے۔ اس میں امام ترمذی کی رائے کو بھی نقل کیا گیا ہے کہ بعض علماء عورتوں کے قبروں پر جانے کو منع کرتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں۔ محققین علماء نے یہاں ایک اچھا راستہ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عمر رسیدہ عورتیں جو قبروں کو زیارات کے آداب سے واقف ہوں وہ تو زیارت کے لئے جاسکتی ہیں جیسے حضرت عائشہ سے ثابت ہے لیکن جو عورتیں جوان ہوں یا بوڑھی ہوں لیکن زیارت قبور کے آداب سے واقف نہ ہوں مثلاً قبر پر جا کر صاحب قبر سے استمداد کرتی ہوں جزع فزع کرتی ہوں قبروں سے مٹی اٹھا کر بطور تبرک گھر لیجاتی ہوں تو ایسی عورتوں کے لئے زیارت قبور مطلقاً منع ہے واضح رہے مذکورہ شرائط آج کل مفقود ہیں۔ علماء نے آداب قبور میں سے یہ لکھا ہے کہ آدمی قبر کو نہ جھکے، نہ قبر کے سامنے سجدہ کرے نہ اس سے مٹی اٹھائے نہ اپنے جسم کا کوئی حصہ قبر سے رگڑئے نہ قبر کو چومے نہ قبر کا طواف کرے نہ قبروں پر پھول ڈالے اور نہ غلاف چڑھائے بلکہ کھڑے کھڑے بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگے اور چلا جائے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھا سکتے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر ہاتھ اٹھانا ہے تو پھر قبر کے بجائے قبلہ کی طرف منہ کرے آج کل کے زمانے میں ہر قسم کی عورتوں کا قبروں پر جانا خطرات سے خالی نہیں ہے احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں قبرستان میں نہ جائیں، چنانچہ شاہ محمد اسحٰق فرماتے ہیں کہ معتمد قول یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں پر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ نیز فقہ کی کتاب مستملی میں لکھا ہے کہ قبروں کی زیارت مردوں کے لئے مستحب ہے، لیکن عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ مجالس واعظیہ ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ قبروں پر جائیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ "انه علیه السلام لعن زوارات القبور" نصاب الاحتساب ایک معتمد کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ قاضی ابو زیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جواز وعدم جواز کی بات نہ پوچھو، بلکہ یہ پوچھو کہ قبرستان میں جانے والی عورت پر کتنی لعنت برستی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ جو عورت مقبرہ پر جاتی ہے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ عورتوں کیلئے قبروں پر جانے کا یہ مسئلہ عام قبور کے بارے میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور اس کی زیارت اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ وہ خلفاً سلفاً تا حال جاری ہے۔

زیارت قبور کی اقسام

مقاصد کے اعتبار سے قبروں پر جانے کی کئی قسمیں ہیں:

ا: اول: محض موت کو یاد کرنے کی غرض سے جانا اور انسان کی بے بسی کو دل و دماغ میں بٹھانے کی غرض سے جانا ہے اگر مقصد یہی ہو تو مسلمانوں کے کسی بھی قبر پر جانے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۲: دوم: ایصال ثواب کی غرض سے قبر جانا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے ہر مسلمان کو ہر قبر پر جانا جائز ہے۔ البتہ عورتوں کا مسئلہ الگ ہے جو اس سے پہلے لکھا گیا ہے۔

۳: سوم: حصول برکت وسعادت کے لئے جانا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی قبروں اور ان کے مرقدوں کی زیارت کی جاتی ہے، اس جانے کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں جا کر اولیاء اللہ سے استمداد کرنا شروع کرے اور اپنی حاجات کو ان کے سامنے عرض کرے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے مزارات مرکز برکات ہیں اس پر جانے سے برکت حاصل ہو جاتی ہے برکت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے صاحب قبر صرف اس برکت کے لئے مظہر اور ذریعہ بنتا ہے علماء نے ایسا ہی لکھا ہے مجھے خود اس زیارت کا زیادہ تجربہ نہیں ہے۔

۴: چہارم: عزیز و اقارب والدین اور دوست احباب کی قبروں پر دعائے مغفرت اور یاد رفتگان کی غرض سے جانا ہے۔

۵: پنجم: مزارات اور قبور اولیاء پر جا کر منتیں ماننا اور استمداد کرنا اور ان سے حاجات مانگنا اس مقصد کے لئے آج کل عام لوگ جاتے ہیں یہ خالص بدعت اور بعض صورتوں میں خالص شرک ہے جس سے احتراز کرنا ہر مسلمان کے ایمان کی ذمہ داری ہے۔

"لحوم الاضاحی" ابتداء اسلام میں تنگی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ گھر میں قربانی کا گوشت نہ رکھا جائے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ لوگ قربانی کے گوشت کو غریبوں پر تقسیم کریں اور ان کی مدد کریں ذخیرہ نہ کریں۔ پھر جب معاشرہ میں مالی وسعت آگئی اور عام لوگ قربانی کرنے لگے تو یہ حکم موقوف ہو گیا۔ "النبیذ" نبیذ کھجور وغیرہ پھلوں کے خاص شیرہ کا نام ہے نبیذ کی پوری تفصیل کتاب الطہارت میں ہو چکی ہے ابتداء اسلام میں جب شراب کی حرمت کا حکم آگیا تو نفرت دلانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے برتنوں کے توڑنے کا حکم دیا بعد میں جب حرمت خمر مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی تو پھر نبیذ رکھنے اور تیار کرنے کی عام پابندی ختم ہو گئی پہلے یہ نبیذ صرف مشکیزہ میں رکھنے کی اجازت تھی پھر تمام برتنوں میں رکھنے کی اجازت مل گئی جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

٢٢٥٩ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ الْيَامِيِّ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، أُرَاهُ عَنْ أَبِيهِ، - الشَّكُّ مِنْ أَبِي خَيْثَمَةَ - عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كُلُّهُمْ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي سِنَانٍ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ (آپ علیہ السلام نے پہلے قبروں کی زیارت سے، تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے، نبیذ بنانے سے مشکیزوں میں منع فرمایا تھا بعد میں اجازت دے دی) مروی ہے۔ابن نمیر نے اپنی روایت میں کہا کہ روایت ہے کہ عبداللہ بن بریدۃ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے۔

الحمدللہ آج مورخہ سات رمضان ۱۴۳۳ھ بروز جمعرات میں کتاب الجنائز کے مباحث لکھنے سے فارغ ہوا مکہ مکرمہ میں کتاب الجنائز کی احادیث کی تشریح لکھنی شروع کی تھی اور مکہ مکرمہ ہی میں یہ کام مکمل ہوا دو دن کے بعد میں ان شاءاللہ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دینے کے لئے جاؤں گا زیارت قبور کے مسائل اپنی جگہ پر ہیں اس میں علماء کی دو رائیں ہوسکتی ہیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت میں سلف میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے البتہ اس کو عظیم قربات اور برکات کا موجب کہا ہے بعض بدبخت آج کل روضہ کی زیارت سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں نبی علیہ السلام نہیں ہیں نعوذ بالله من هفواتهم۔

باب ترک الصلوٰۃ علی القاتل نفسه

قاتل نفس کا جنازہ نہ پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۲۲۶۰ - حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ، أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو چوڑے پھل والے تیر سے ختم کر ڈالا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

تشریح:

"بمشاقص" یہ مشقاص اور مشقص کی جمع ہے عام شارحین لکھتے ہیں کہ مشقاص ایسے تیر کو کہتے ہیں جس کی دھار میں چوڑائی ہو میں نے کئی بار اس تشریح کو لکھا ہے شارحین کا قول اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن میرے خیال میں مشقاص تیر کی ایک قسم نہیں ہے کیونکہ تیر سے انگلیاں کاٹنا سمجھ میں نہیں آتا ہے حالانکہ احادیث میں انگلیوں کے کاٹنے کا ذکر ہے یہ درحقیقت ایک آلہ ہے جس کو لوہار لوگ خود ہاتھوں سے ہتھوڑے مار مار کر بناتے ہیں پھر لوگ اس کے ساتھ بھیڑ، بکری اور بھینس کے بالوں کو کاٹتے ہیں یہ قینچی نما ایک چھوٹا آلہ ہے جس کے دو پلّے ہوتے ہیں دونوں میں دھار ہوتی ہے اس کو قینچی کی طرح چلاتے ہیں اور بالوں کو کاٹتے ہے اس کو پشتو میں کات کہتے ہیں، اگر یہی آلہ مراد لیا جائے تو حدیث کا سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا، کتاب الایمان میں تفصیل گزر چکی ہے۔

قاتل نفس کے جنازہ کا حکم

اس حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل نفس کا جنازہ نہیں پڑھا اس حدیث کے پیش نظر علماء اور فقہاء

کے درمیان اختلاف ہوگیا کہ آیا قاتل نفس کا جنازہ ہونا چاہئے یا نہیں؟

فقہاء کا اختلاف

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور اوزاعیؒ شام کا مسلک یہ ہے کہ قاتل نفس نے جو بڑا جرم کیا ہے اس کے پیش نظر اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا لیکن اس کے مقابلے میں امام مالک وابوحنیفہ وشافعی اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ قاتل نفس اور اسی طرح فاسق فاجر کا جنازہ پڑھا جائے گا اس سلسلہ میں امام مالکؒ نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ وقت کے امام اور بادشاہ مقتول فی الحد کے جنازہ میں شریک نہ ہو اسی طرح کبار علماء اور مشہور اہل فضل حضرات فساق وفجار کے جنازہ میں بطور زجر وتوبیخ شریک نہ ہوں دیگر مسلمان نماز پڑھیں۔ جمہور علماء اس حدیث کا جواب اور محمل یہی بتاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھا مگر صحابہ نے پڑھا یہ ایسا ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدیون کا جنازہ بطور زجر نہیں پڑھا کرتے تھے قاضی عیاض نے مطلقاً جنازے کے پڑھنے کا فتوی دیا ہے فرماتے ہیں قال القاضی مذهب العلماء كافة الصلوة على كل مسلم محدود و مرجوم وقاتل نفسه وولد الزنا۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ڈاکہ میں مارے جانے والے ڈاکو کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اسی طرح اہل بغاوت کا جنازہ نہیں ہوگا نا تمام بچے کا جنازہ بھی نہیں ہوگا، بعض فقہا نے کہا ہے کہ چار ماہ کا بچہ اگر پیدا ہوا تو جنازہ ہوگا لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب تک بچے نے کوئی آواز نہیں دی تو اس کا جنازہ نہیں ہوگا باقی شہید کا جنازہ جمہور علماء کے نزدیک نہیں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنازہ ہوگا البتہ شہید کو غسل دینا کسی کے نزدیک نہیں ہے ہاں حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ شہید کو غسل بھی دو اور جنازہ بھی پڑھو یہ قول شاذ ہے۔ الحمد للہ یہ سطور مکہ مکرمہ میں ۷ رمضان ۱۴۳۳ھ میں ساڑھے گیارہ بجے دن میں لکھ رہا ہوں۔

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

قال اللہ تعالٰی : ﴿واقیموا الصلوۃ واٰتو الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ﴾

قال اللہ تعالٰی : ﴿والذین یکنزون الذھب والفضۃ ثم لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم﴾

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے تیسرا رکن ہے، زکوٰۃ لغوی طور پر طہارت، برکت اور بڑھنے کے معنی میں ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: ''الزکوٰۃ ھی تملیك المال بغیر عوض من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ من الملك'' یعنی ''اپنے مال کی معین مقدار کا جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو اس کا مالک بنانا۔'' زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ صدقہ زکوٰۃ دینے والے مسلمان کے ایمان کی صداقت پر دلالت کرتا ہے، راجح قول کے مطابق مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے دو سال بعد ۲ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی، زکوٰۃ اگلی امتوں پر بھی فرض تھی، تاہم مقدار زکوٰۃ اور ادائیگی کا طریقہ مختلف رہا ہے۔ انبیاء کرامؑ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ تقریباً ۳۲ مواقع میں ذکر فرمایا ہے اور جو انفراداً ذکر فرمایا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکوٰۃ دینے والوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور نہ دینے والوں کو دوزخ کی وعید سنائی ہے، اس لئے زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے تیسرا بڑا رکن ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور نہ دینے والا سخت گنہگار فاسق و فاجر ہے، زکوٰۃ الگ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا کافی ہے، تاہم نیت ضروری ہے، زکوٰۃ ہر عاقل بالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے بشرطیکہ وہ صاحب نصاب ہو اور اس نصاب پر سال گزر جائے اور یہ نصاب ضرورت اصلیہ سے فارغ ہو اور صاحب نصاب پر ایسا قرض بھی نہ ہو، جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہوتا ہو اور وہ قرض اس کے مال پر محیط ہو، سال کی ابتداء اور انتہاء میں نصاب کا برقرار رہنا ضروری ہے، درمیان سال میں اگر نصاب کا وجود نہ ہو تو وہ زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے مخل نہیں ہے۔ نصاب زکوٰۃ کا جو مال ہے اس میں تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) مال میں نقدیت ہو۔ (۲) اگر جانور ہیں تو ان کا سائمہ ہونا ضروری ہے، یعنی اکثر سال چرنے پر گزارہ کرنا۔ (۳) اموال تجارت ہونا۔

نصاب

مال کے اس مقدار کا نام نصاب ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ مقرر کی ہے جس کا بیان آئندہ آرہا ہے۔ نصاب کی دو قسمیں ہیں اول نصاب نامی ہے یعنی جس میں مال بڑھنے کی حقیقی صلاحیت موجود ہو جیسے اموال سائمہ اونٹ گائے بکری اور اموال تجارت سونا اور چاندی ہے اس میں بڑھنے کی صلاحیت موجود ہے اگرچہ گھر میں رکھا ہوا ہو۔ دوم نصاب غیر نامی ہے یعنی نہ بڑھنے والا مال ہو جیسے مکانات ہیں حرفت وضاعت کی مشنری ہے اور خانہ داری کے اسباب وسامان ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں ہے ہاں اس کے منافع پر زکوٰۃ ہے

۔ضرورت اصلیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کے ساتھ آدمی کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا تعلق ہو جیسے کھانے پینے اور پہننے کا سامان اور رہنے کے لئے مکان، خدمت کیلئے سواری اور غلام اور استعمال کے لئے ہتھیار وغیرہ۔ نصاب نامی کے مالک پر فرض ہے کہ وہ اپنے مال سے زکوۃ ادا کرے اور خود کسی کی زکوۃ نہ لے اور نصاب غیر نامی والے پر زکوۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے لیکن اس کیلئے حرام ہے کہ وہ کسی سے زکوۃ لیکر کھائے۔

زکوۃ اور ٹیکس میں فرق

اسلام کے معاندین اور ملحدین نظام زکوۃ پر اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ یہ ٹیکس ہے کوئی عبادت نہیں ہے ان کے اس اعتراض کو رد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ زکوۃ اور ٹیکس کے درمیان فرق کو واضح کیا جائے۔ چند وجوہات سے اس فرق کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ زکوۃ ایک مسلمان کے لئے عبادت کی حیثیت رکھتی ہے ٹیکس عبادت نہیں ہے۔

۲۔ زکوۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر مقرر ہے، ٹیکس انسانوں کی طرف سے مقرر ہے۔

۳۔ زکوۃ مسلمانوں کے مالداروں سے لیکر مسلمانوں کے غریبوں کو دی جاتی ہے۔ جبکہ ٹیکس غریبوں سے لیکر امیروں کو دیا جاتا ہے۔

۴۔ زکوۃ کی مقدار شریعت کی جانب سے متعین ہوتی ہے جو پوری دنیا میں یکساں ہوتی ہے جبکہ ٹیکس میں ایسا کوئی تعین نہیں جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہو۔

۵۔ زکوۃ تب فرض ہوتی ہے جب آدمی صاحب حیثیت اور صاحب نصاب ہو جبکہ ٹیکس میں کسی نصاب اور حیثیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۶۔ زکوۃ کے اصول وقواعد انصاف پر مبنی ہیں جبکہ ٹیکس کے قواعد ظلم پر قائم ہیں۔

۷۔ زکوۃ کی مقدار میں کوئی انسان کمی زیادتی نہیں کر سکتا ہے جبکہ ٹیکس کی مقدار میں انسان کمی زیادتی کرتا رہتا ہے۔

۸۔ زکوۃ فرض ہونے کے بعد کوئی معاف نہیں کرا سکتا جبکہ ٹیکس کو معاف کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ نظام زکوۃ سے زکوۃ کے دینے اور لینے والے کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے جبکہ ٹیکس کے نظام سے نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے۔

۱۰۔ زکوۃ کے ادا کرنے سے مال میں برکت آتی ہے ٹیکس میں یہ چیز نہیں۔

زکوۃ کے فوائد

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اور دولت کی تقسیم میں زکوۃ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے چند فوائد کی طرف اشارہ کافی ہے۔

۱۔ زکوۃ ادا کرنے سے امیر اور غریب کے درمیان نفرت کی دیوار گر جاتی ہے اور کمیونزم سوشلزم کے انقلاب کے راستے بند ہو جاتے ہیں کیونکہ غریب سمجھتا ہے کہ مالدار کے مال میں میرا بھی حصہ ہے جتنا اس کا مال بڑھیگا اتنا مجھے زیادہ حصہ ملے گا۔ لہٰذا غریب لوگ مالداروں کے دشمن نہیں دوست بن جائیں گے۔

۲۔ مالداروں کے دلوں میں غریبوں سے ہمدردی اور محبت پیدا ہوگی کیونکہ جو شخص جس پر خرچ کرتا ہے وہ اس کی ہر بھلائی کو سوچتا ہے۔

۳۔زکوٰۃ سے سرمایہ دارانہ ارتکاز دولت ختم ہو جاتی ہے اور منصفانہ تقسیم کی بنیاد پڑتی ہے۔

۴۔اسلامی معاشرہ کے بڑے اقتصادی مسائل زکوٰۃ ادا کرنے سے حل ہو جاتے ہیں اور ملکی خزانہ مستحکم ہو جاتا ہے۔

۵۔زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت آتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔تاہم یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور عبادت کے اپنے اصول ہوتے ہیں آج کل حکومت پاکستان نے زکوٰۃ کے وصولی کے جو اصول بنائے ہیں وہ اکثر غلط ہیں جس کی وجہ سے زکوٰۃ کے فوائد حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔

باب ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة

پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

اس باب میں امام مسلم نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۶۱ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ فَأَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

حضرت ابو سعید الخدریؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔نہ ہی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ ہے''۔

تشریح:

''خمسة اوسق'' اس حدیث میں ہر قسم مال کے نصاب کا ذکر کیا گیا ہے اور نصاب سے کم مال میں زکوٰۃ کی نفی کی گئی ہے چنانچہ وسق میں زکوٰۃ کی نفی کا ذکر ہے ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اور ایک صاع ۲۷۰ تولہ کے برابر ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا۔

صاع کوفی ہست اے مردے سلیم
دو صد و ہفتاد تولہ مستقیم

مد کے اعتبار سے ایک صاع چار مد پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک مد دو رطل کے برابر ہوتا ہے اس حساب سے ایک صاع آٹھ رطل پر مشتمل ہے یہ ائمہ احناف کی رائے کے مطابق ہے۔

''خمسة اواق'' یہ اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درھم کے برابر ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیہ دو سو دراہم کے برابر ہوئے دو سو درھم ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے اور یہی چاندی کا نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے ساڑے باون تولہ چاندی کی مارکیٹ قیمت کے مطابق پاکستانی روپوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ہر چالیس روپے میں ایک روپیہ زکوٰۃ ہے۔سونے کا نصاب ۲۰ مثقال ہے جو ساڑے سات تولہ کے برابر ہے اس سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں ہے، ساڑے سات تولہ مارکیٹ قیمت کے اوعتبار سے پاکستانی روپوں

سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اگر کسی شخص کے پاس کچھ سونا ہے اور کچھ چاندی ہے مثلاً سوا چھبیس تولہ چاندی ہے اور سوا چھبیس تولہ چاندی کی قیمت کے برابر سونا ہے تو یہ ساڑے باون تولہ چاندی کا نصاب ہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

"ذود" یہ لفظ ذال کے فتحہ کے ساتھ ہے اپنے مادہ سے اس کا مفرد نہیں ہے دو سے لیکر ۹ تک اونٹوں کی جماعت کو ذود کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ تین سے لیکر دس تک اونٹوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے بہر حال پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اس حدیث میں زکوٰۃ کے تین نصابوں کا ذکر کیا گیا ہے (۱) کھجور (۲) چاندی (۳) اونٹ مؤخر الذکر دو نصابوں کی تفصیل وتشریح واضح بھی ہے اور اس میں قابل ذکر اختلاف بھی نہیں ہے۔ البتہ اول الذکر نصاب کی تشریح وتفصیل میں اختلاف ہوا ہے جس کو نصاب عشر کہتے ہیں۔

عشر کا نصاب

زرعی پیداوار سے جو عشر وصول کیا جاتا ہے آیا اس کے لئے کوئی متعین مقدار ہے یا کوئی تعین اور حد بندی نہیں ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور اور صاحبین کے نزدیک عشر کا نصاب مقرر ومعین ہے پانچ وسق غلہ میں زکوٰۃ ہے اس سے کم میں نہیں ہے غلہ سے مراد وہ غلہ ہے جو ایک سال تک رکھنے سے خراب نہ ہوتا ہو اگر خراب ہوتا ہے تو اس میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ پانچ وسق سے زیادہ کیوں نہ ہو جیسے سبزیاں وغیرہ۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زرعی پیداوار کے لئے کوئی نصاب نہیں قلیل ہو یا کثیر ہو پائیدار ہو یا ناپائیدار ہو سب میں عشر واجب ہوگا۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مقصود پر واضح دلیل ہے نیز جمہور نے حضرت علیؓ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ "**انہ علیہ السلام قال لیس فی الخضروات صدقۃ**" امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کریم کی آیت ﴿**واتوا حقہ یوم حصادہ**﴾ سے استدلال کیا ہے کہ فصل کے کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو حق سے مراد عشر ہے امام صاحبؒ نے قرآن کریم کی آیت ﴿**ومما اخرجنا لکم**﴾ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت سے زرعی پیداوار مراد ہے اور یہی اس کا عشر ہے۔ امام صاحب کی درسری دلیل مشکوٰۃ ص ۱۵۹ پر حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ۴ ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر". (**بخاری**)

اس حدیث میں ماسقت السماء عام ہے کہ پانی جس چیز کو بھی سیراب کرے وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اس میں عشر ہے نصب الرایہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمان بھی مذکور ہے آپ نے حکم دیا۔ "**ان یاخذو العشر من کل قلیل وکثیر فلم یعترض علیہ احد**" امت کے فقراء کے لئے مصلحت بھی اسی میں ہے کہ ہر قلیل وکثیر پیداوار میں عشر ہوتا کہ مستحقین زکوٰۃ کیلئے آسانی اور فائدہ ہو۔ زیر بحث حدیث کا جواب امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق اموال تجارت سے ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نصاب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ پانچ وسق غلہ اس وقت دو سو دراہم کے برابر ہوتا تھا تو حدیث میں صدقہ سے مراد عشر نہیں بلکہ

زکوۃ ہے۔(کذا قال صاحب الهدایه و العینی)

بہر حال یہ تو دلائل کی بات تھی مگر اس مسئلہ میں آج کل پاکستان میں حکومت نے جمہور کے قول کے مطابق عشر کا حکم جاری کیا ہے کہ پانچ وسق کے حساب سے عشر لیا جائے کم میں نہ لیا جائے۔صاحبین بھی جمہور کے ساتھ ہیں لہٰذا قاعدے کے مطابق فتوی جمہور اور صاحبین کے قول پر دیا جائے گا علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول باطل ہے جب فتوی جمہور اور صاحبین کے قول پر ہے تو امام ابوحنیفہ کی طرف باطل کی نسبت باطل ہے۔

٢٢٦٢ – وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ .مِثْلَهُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کہ آپؐ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں نہ ہی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ ہے اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوۃ ہے منقول ہے۔

٢٢٦٣ – وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ .وَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ بِخَمْسِ أَصَابِعِهِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق پانچ اونٹ اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے) اس اضافہ کے ساتھ منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے پانچ انگلیوں سے اشارہ فرما کر بیان کیا۔

٢٢٦٤ – وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ- يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ- حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے، نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ ہے نہ ہی پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوۃ ہے''۔

٢٢٦٥ – وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کھجور اور غلہ واناج میں پانچ وسق سے کم میں زکوۃ (واجب) نہیں ہے''۔

٢٢٦٦ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غلہ و اناج اور کھجور میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ پانچ وسق ہو جائے، اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں (اونٹ میں) اور پانچ اوقیہ سے کم (چاندی میں) زکوٰۃ نہیں ہے۔''

٢٢٦٧ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ .مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ.

اس سند سے بھی ابن مہدی کی حدیث کی طرح روایت مروی ہے۔

٢٢٦٨ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ .مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَيَحْيَى بْنِ آدَمَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ - بَدَلَ التَّمْرِ - ثَمَرٍ.

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ہمیں ثوریؒ و معمرؒ نے اسماعیل بن امیہ کے حوالہ سے اسی سند سے سابقہ حدیث (کہ پانچ وسق اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں الخ) بیان کی ہے البتہ اس (روایت) میں تمر (کھجور) کے بجائے ثمر (پھل) کا لفظ ہے۔

٢٢٦٩ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ.

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے (اس سند کے ساتھ) مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چاندی میں پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور اونٹوں میں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور کھجور میں پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

باب مافيه العشر او نصف العشر

جن اشیاء میں عشر یا نصف عشر واجب ہوتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۷۰- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہری زمین (یعنی وہ زمین جو نہر کے پانی سے سیراب ہو) اور بارانی (بارش سے سیراب ہونے والی) زمین کی پیداوار میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہے اور وہ زمین جسے سانیہ کے ذریعہ (اونٹ لگا کر) سینچا جائے اس میں نصف العشر (بیسواں حصہ) واجب ہے۔''

تشریح:

''فیما سقت الانهار'' یہ نہر کی جمع ہے پہاڑی چشموں سے جو پانی بہتا ہے وہ کبھی چھوٹے نالوں کی شکل میں ہو جاتا ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے کسی آلہ کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی یہ پانی زیادہ ہو کر بڑی نہروں کی شکل میں بہتا ہے دونوں پر نہر کا اطلاق ہوتا ہے۔ ''والغیم'' غیم تو بادل کو کہتے ہیں لیکن یہاں غیم سے بارش اور برف اور بادلوں سے حاصل شدہ پانی مراد ہے مقصود یہ ہے کہ نہروں اور بارشوں کے پانی سے جو کھیت سیراب ہو جائے تو اس میں محنت کم ہوتی ہے اس لئے اس میں صدقہ زیادہ ہے یعنی عشر ہے جو فصلانہ کا دسواں حصہ ہوتا ہے۔ ''العشور'' یہ عشر کی جمع ہے جمع اور مفرد دونوں میں عین پر پیش ہے راجح یہی ہے ''العشور'' مبتداء مؤخر ہے اور فیما سقت السماء خبر مقدم ہے۔ ''بالسانیة'' سانیہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کنویں سے پانی نکال کر کھیتوں کو دیا جاتا ہے اس کو ناضح بھی کہتے ہیں اگر بیل سے یہ کام لیا جائے تو اس پر بھی سانیہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں فهو البعير الذی یسقی به الماء من البئر ویقال له الناضح اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک مضبوط رسی کے ساتھ بڑا ڈول باندھ دیا کرتے تھے اور اس رسی کو اونٹ یا بیل کے ساتھ باندھ لیا کرتے تھے پھر ڈول کو کنویں میں ڈال کر پانی سے بھر دیتے تھے اور اونٹ کو ہنکا کر وہ رسی کے ساتھ اس ڈول کو کھینچ لیتے تھے اور پانی نالے میں پھینک دیا جاتا تھا اور کھیتوں میں جاتا تھا آج کل پشاور کے علاقے میں اس کی اور شکل چل پڑی ہے وہ یہ کہ کنویں کے منہ پر ایک گول چرخہ باندھ لیا جاتا ہے جس کے ساتھ کئی لوٹے لگے ہوئے ہوتے ہیں اونٹ یا بیل اس چرخہ کو کھینچتا ہے تو چرخہ گھومنے لگ جاتا ہے اور نیچے کنویں سے اس کے لوٹوں میں پانی بھرنے لگتا ہے اور کنویں کے اوپر نالوں میں گر کر کھیت کو سیراب کرتا ہے۔ سانیہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ مشکیزوں میں پانی بھر کر اونٹ پر باندھ لیا جاتا ہے اور اونٹ اس کو منزل مقصود تک

لے جاتا ہے اس میں مشقت اور خرچہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسلام نے عشر میں تخفیف کردی اور دسویں حصہ کی بجائے بیسواں حصہ مقرر کیا ہے اسی کو نصف العشر کہا گیا ہے۔

ما خرج من الارض کی اقسام

"او کان عثریا" عثری اور عاثور سرسبز و شاداب زمین کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو زمین بارش سے یا چشموں اور نالوں سے سیراب ہوئی ہو یا خود سرسبز و شاداب ہو اس میں چونکہ مالک پر بوجھ کم پڑتا ہے اس لئے اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ کا ہے اور جو زمین رہٹ یا اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سے سیراب ہوتی ہو یا ٹیوب ویل لگایا گیا ہو تو اس میں مالک پر بوجھ زیادہ آتا ہے لہٰذا شریعت نے اس کی زکوٰۃ میں تخفیف کرکے بیسواں حصہ فرض قرار دیا ہے۔ اب ذرا یہ تفصیل سمجھ لیں کہ "ماخرج من الارض" یا از قسم مکیلات ہوگا یا از قسم موزونات ہوگا مکیلات کے عشر کیلئے جمہور کے ہاں پانچ وسق کا ہونا شرط ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے اور موزونات میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ موزون اکثر سال باقی رہتا ہے اور ادنیٰ مکیل کے پانچ وسق کی قیمت تک پہنچ گیا ہو تو پھر اس موزون میں عشر ہے ورنہ نہیں مثلاً ادنیٰ مکیل شعیر ہے یعنی جو ہے اس کے پانچ وسق کی قیمت تک زعفران یا چائے اگر پہنچ گیا تو اس میں عشر ہے ورنہ نہیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ موزون جب اپنے اعلیٰ وزن کے پانچ امثال تک پہنچ گیا اس میں عشر ہے ورنہ نہیں مثلاً زعفران موزونی ہے اس کا اعلیٰ وزن ایک پونڈ ہے جب پانچ پونڈ تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں اسی طرح چائے کی ایک پیٹی اعلیٰ موزون ہے جب پانچ پیٹی تک پہنچ جائے تو عشر ہوگی ورنہ نہیں اسی طرح روئی کی گانٹھ اس کا اعلیٰ وزن ہے جب پانچ گانٹھ ہو جائے تو عشر ہے ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ و مالکؒ ماخرج من الارض کے لئے دو شرطیں لگاتے ہیں اول یہ کہ مکیلات میں سے ہو دوم یہ کہ اس میں اقتیات و ادخار ہو سکتا ہو اب اگر ماخرج من الارض میں اقتیات و ادخار نہ ہو یا مکیلات میں سے نہ ہو یا پانچ وسق سے کم ہو تو اس میں عشر نہیں ہے۔ امام احمدؒ صرف پانچ وسق کی شرط لگاتے ہیں مکیل و موزون ہونے کو نہیں دیکھتے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ماخرج من الارض میں عشر ہے "قليلاً كان او كثيراً مكيلاً او كان موزونا يبقى اكثر السنة ام لا"

باب لا زكوٰة على المسلم فى عبده و فرسه

غلاموں اور گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۷۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ.

اس سند کے ساتھ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے۔"

تشریح:

"فی عبده" اس سے خدمت کے غلام مراد ہیں کیونکہ غلام اگر تجارت کے لئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے اور خدمت کے غلاموں میں کسی کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے۔ "ولا فی فرسه صدقة" فرس تین قسم پر ہیں۔ اول سواری کے لئے، دوم تجارت کے لئے، سوم افزائش نسل کے لئے۔ اول قسم میں کسی کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے دوسری قسم میں سب کے نزدیک زکوٰۃ ہے تیسری قسم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور مع صاحبین گھوڑوں میں زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر افراس سائمہ صرف ذکور ہوں تو اصح قول کے مطابق اس میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر صرف اناث ہوں تو اصح قول کے مطابق اس میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر مخلوط ہوں یعنی گھوڑے اور گھوڑیاں ملی ہوئی ہوں اور اکثر سال جنگل کی گھاس پر گذارہ کرتی ہوں تو اس میں یقیناً زکوٰۃ ہے ان اقوال کی وجہ یہ ہے کہ صرف ذکور میں احتمال نسل نہیں تو نمو نہیں تو زکوٰۃ نہیں اور اگر صرف اناث ہوں یا مخلوط ہوں تو احتمال نسل ہے تو نمو ہے تو زکوٰۃ ہے۔

دلائل

جمہور اور صاحبین نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مقصود پر واضح تر دلیل ہے امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عمر فاروق کے ایک فیصلے کو مستدل بنایا ہے قصہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گھوڑے کثیر بھی ہوئے اور قیمتی بھی ہوئے چنانچہ ایک شخص نے ایک گھوڑا سو اونٹوں کے بدلے فروخت کیا اور پھر بھی خوش نہیں تھا اسی زمانہ میں شام کے علاقہ سے لوگ آئے اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کا حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھا حضرت عمرؓ نے صحابہ کی شوریٰ بلائی اس میں تمام صحابہ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مشورہ دیا حتی کہ حضرت علیؓ نے بھی مشورہ دیا تب حضرت عمرؓ نے گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم دیدیا حضرت عمرؓ سے گھوڑوں کی زکوٰۃ کی اس روایت کی تخریج بہت سارے محدثین نے کی ہے چنانچہ مسند احمد طبرانی طحاوی دارقطنی اور مستدرک حاکم میں یہ اثر حضرت عمرؓ کے حوالہ سے مذکور ہے امام ابوحنیفہؒ نے اس طویل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں "ثم لم ینس حق الله فی ظهورها ولا رقابها" کے الفاظ آئے ہیں۔ (مشکوۃ ص ۱۵۵)

جواب: زیر بحث حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس سے فرس غازی یا فرس خدمت مراد ہے جس طرح غلام سے خدمت کے غلام مراد ہیں۔ بہر حال فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین اور جمہور کے قول پر ہے۔

۲۲۷۲- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ- قَالَ عَمْرٌو- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ يَبْلُغُ بِهِ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ.

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مسلمان پر اس کے غلام میں زکوٰۃ

واجب نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔"

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ كُلُّهُمْ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِهِ.

اس سند سے بھی مذکورہ روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہے) مروی ہے۔

۲۲۷۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام کی زکوٰۃ نہیں ہاں صدقہ فطر واجب ہے۔

تشریح:

"الا صدقة الفطر" یعنی غلام جب خدمت کے لئے رکھا ہو تو اس کی طرف سے آقا پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے خواہ غلام مسلمان ہو یا کافر ہو ائمہ احناف نے یہاں عبد سے خدمت کے لئے رکھا ہوا غلام مراد لیا ہے تو حدیث کا تعلق صرف اس غلام سے ہے جو خدمت کے لئے ہو تجارت والے غلام سے حدیث کا تعلق نہیں ہے اس کی طرف سے صدقة الفطر لازم نہیں ہے لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہاں غلام عام ہے خواہ تجارت کے لئے یا خدمت کے لئے ہو تو ہر قسم کے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا آقا پر لازم ہے علامہ نووی لکھتے ہیں هذا صريح فى وجوب صدقة الفطر على السيد عن عبده سوا كان للقنية ام للتجارة وهو مذهب مالك والشافعى والجمهور وقال اهل الكوفة لا يجب فى عبد التجارة ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا فتویٰ ہے کہ مکاتب غلام کا صدقہ فطر نہ غلام پر واجب ہے اور نہ اسکے آقا پر واجب ہے گویا مکاتب صدقہ فطر سے آزاد ہے۔

باب تقديم الزكوة ومنعها

وقت سے پہلے زکوۃ ادا کرنا یا زکوٰۃ کا روکنا

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۷۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا .ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو وصولیٔ زکوٰۃ کیلئے بھیجا انہوں نے (واپس آ کر کہا کہ) ابن جمیل، خالدؓ بن الولید اور حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے زکوٰۃ دینے سے منع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابن جمیل تو صرف اس کا بدلہ لیتا ہے کہ وہ قلاش (فقیر) تھا اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا (اب دولت کے نشہ میں آ کر اللہ کا حق بھی ادا نہیں کرتا) جہاں تک خالد کا تعلق ہے تو تم اس پر زیادتی کر رہے ہو۔ کیونکہ خالدؓ نے تو اپنی زر ہیں اور اسلحہ تک اللہ کی راہ میں لٹا دیئے۔ (زکوٰۃ دینے کا تو کوئی سوال ہی نہیں) اور عباسؓ کے حصہ زکوٰۃ کی ادائیگی میرے اوپر دوہری ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں یہ احساس نہیں کہ چچا بھی باپ کے برابر ہوتا ہے۔

تشریح:

"**علی الصدقة**" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو صدقہ کے جمع کرنے پر مقرر فرمایا حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد واپسی پر تین اشخاص کی شکایت کی ایک ابن جمیل کی شکایت کی کہ اس نے زکوٰۃ نہیں دی دوسرا حضرت خالد بن ولید اور تیسرا حضرت عباس کی شکایت کی کہ ان حضرات نے زکوٰۃ نہیں دی شارحین نے لکھا ہے کہ یہ وجوبی زکوٰۃ کا معاملہ تھا نفلی صدقہ نہیں تھا۔

"**ما ینقم ابن جمیل**" نقم سخت کراہت اور ناپسندیدگی کے معنی میں ہے جو در حقیقت یہاں انکار کے لئے استعمال ہوا ہے ابن جمیل ایک منافق آدمی تھا پھر کچھ اچھا ہو گیا مگر بہت مفلس تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مال و دولت کے لئے دعا کرائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے بہت مال دیا مگر اس نے ناشکری کی اور زکوٰۃ دینا منع کر دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ اس شخص نے کس طرح کفران نعمت کیا۔ "**احتبس ادراعه**" ادراع درع کی جمع ہے زرہ کو کہتے ہیں "اعتاد" عتاد کی جمع ہے اسباب و آلات جنگ مراد ہیں یعنی تم لوگ خالد پر ظلم کرتے ہو وہ غریب آدمی ہے مسلسل جہاد میں رہتا ہے اپنی زر ہیں اور آلات جنگ سب کے سب اللہ کے راستے جہاد میں وقف کر رکھا ہے اس پر زکوٰۃ کہاں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ حضرت خالد ہمیشہ جہاد میں لگا رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خالد آخر دم تک مسلسل جہاد میں لگے رہے۔ "**ومثلها معها**" مطلب یہ کہ حضرت عباس کی طرف سے جو زکوٰۃ ہے وہ میں ادا کر دوں گا بلکہ آئندہ سال کا بھی ادا کروں گا کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سالوں کی زکوٰۃ حضرت عباس سے پہلے وصول فرمائی تھی یا یہ مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کی شکایت پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ عباس کی طرف سے میں خود زکوٰۃ ادا کروں گا بلکہ زیادہ ادا کروں گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کو کوئی عذر ہو ان کی شکایت نہیں کرنی چاہئے وہ میرے تایا ہیں اور تایا تو باپ کی جگہ ہوتا ہے یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور حدیث کا آخری ٹکڑا اس کی تائید کرتا

ہے۔ایک روایت میں ہے انا تعجلنا منه صدقة عامين (نووی)۔"صنو ابيه" ایک درخت کے تنہ سے جب دوشاخہ درخت بن جائے تو ہر ایک کوصنو کہتے ہیں صنوان مشابہ کو کہتے ہیں یعنی چاچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔

باب زكوة الفطر على المسلمين من التمر و الشعير

مسلمانوں پر صدقۂ فطر واجب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٢٧٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ- قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى النَّاسِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

حضرت ابن عمرؓ سے (اس مذکورہ سند سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بعد لوگوں پر عید الفطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمائی کہ ہر مسلمان آزاد، غلام، مرد وعورت پر فرض ہے۔

تشریح:

"زكوة الفطر" صدقة الفطر کا ایک نام صدقة الفطر ہے۔دوسرا نام زكوة الفطر ہے، تیسرا نام زکوۃ الصوم ہے۔چوتھا نام زکوۃ رمضان ہے۔پانچواں نام "زكوة الرؤس" ہے۔ان ناموں میں اضافت ہے۔یہ اضافت الی السبب ہے۔پشتو اور فارسی میں اسکو سر سایہ کہتے ہیں، یعنی سر کا جب سایہ آجائے اور سر موجود ہو جائے تو یہ صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔شیخ وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ نماز میں سجدہ سہو جس طرح نماز کے نقصان کو ختم کرنے کیلئے ہوتا ہے اسی طرح روزوں کے نقصانات کو ختم کرنے کے لئے صدقة الفطر ہے۔

"فرض رسول اللهؐ" صدقة الفطر میں چار مسائل اور چار مباحث تفصیل طلب ہیں اسی کو تفصیل سے لکھتا ہوں۔

پہلی بحث: آیا صدقۂ فطر فرض ہے یا واجب ہے؟

"فرض" صدقة الفطر فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی واحمد کے نزدیک صدقة الفطر فرض ہے۔امام مالک کے نزدیک سنت ہے ائمہ احناف کے نزدیک صدقة الفطر واجب ہے۔

دلائل

شوافع وحنابلہ نے زیر بحث حدیث کے لفظ "فرض" سے استدلال کیا ہے جو اپنے حقیقی معنی پر واضح دلیل ہے۔

ائمہ احناف نے حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث ۵ سے استدلال کیا ہے جس میں الا ان صدقة الفطر واجبة کے واضح الفاظ موجود ہیں

نیز ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ فرض کے لئے قطعی الدلالۃ نص کی ضرورت ہے جو یہاں نہیں ہے لہٰذا صدقہ فرض نہیں بلکہ واجب ہے جو عملاً فرض کے حکم میں ہے امام مالکؒ نے بھی فرض کو قدّر کے معنی میں لیا ہے لیکن انہوں نے قدر کو سنت پر حمل کیا۔

جواب: شوافع وحنابلہ نے جو لفظ فرض سے استدلال کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اس سے فرض ثابت نہیں کیا جا سکتا لہٰذا فرض بمعنی قدر مقرر کرنا پڑے گا پھر شریعت نے اس تقدیر کو واجب کی طرف منتقل کر دیا جیسا کہ احادیث میں ہے لہٰذا سنت نہ رہا تو مالکیہ استدلال نہیں کر سکتے ہیں۔ صدقہ فطر میں کل چار مسائل ہیں۔ (۱) ماذا الحکم (۲) علی من تجب؟ (۳) ممن تجب (۴) کم تجب۔ پہلا مسئلہ ماذ الحکم مکمل ہو گیا، اب یہاں دوسرا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے۔

دوسری بحث: صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

یعنی صدقہ فطر کس پر واجب ہوتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقہ فطر صرف مالک نصاب پر واجب ہوتا ہے یعنی صاحب یسار پر واجب ہے غریب پر نہیں کیونکہ غریب تو لینے والا ہے یہ صدقہ غربت کو ختم کرنے کے لئے ہے غریب کے ختم کرنے کے لئے نہیں ہے۔ شوافع کے نزدیک صدقہ فطر ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن رات سے زائد کا خرچ موجود ہو۔ احناف نے "لا صدقة الا عن ظهر غنى" سے استدلال کیا ہے اور شوافع نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ کی حدیث نمبر ۵ سے استدلال کیا ہے اس میں یہ لفظ ہے "اما فقير كم فيرد الله عليه اكثر مما اعطاه"۔

تیسری بحث: صدقۂ فطر کس کی جانب سے ادا کیا جائے گا؟

یعنی صدقہ فطر کس کس کی جانب سے ادا کیا جائے گا۔ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے اور اختلاف کی بنیاد حدیث میں من المسلمین کا لفظ ہے کہ یہ کس سے متعلق ہے۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف مسلمان مملوک کی جانب سے مولیٰ پر صدقہ واجب ہے کافر کی طرف سے نہیں ائمہ احناف کے نزدیک ہر قسم کے غلام کی طرف سے مولیٰ پر صدقہ دینا واجب ہے۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں من المسلمين کا جملہ على الحر و العبد سے حال ہے جو اس کے لئے قید ہے لہٰذا حر کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور عبد کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔

چوتھی بحث: صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

"او صاعا من طعام" صدقہ فطر میں جتنے غلوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں کسی میں کوئی اختلاف نہیں ہے سب اشیاء میں ایک صاع صدقہ

فطر ہے صرف گندم میں اختلاف ہے کہ آیا اس میں نصف صاع ہے یا ایک صاع ہے۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس طرح باقی اشیاء میں ایک صاع صدقہ فطر ہے اسی طرح گندم میں بھی ایک صاع واجب ہے ائمہ احناف کے نزدیک گندم میں نصف صاع صدقہ فطر ہے۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں "صاعا من طعام" کے الفاظ آئے ہیں اور طعام سے گندم مراد ہے کیونکہ دیگر اشیاء کا ذکر گندم کے بعد ہے جو اس پر عطف ہیں لہٰذا تغایر ضروری ہے۔ ائمہ احناف نے کئی احادیث سے استدلال کیا ہے مثلاً فصل ثانی میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ۳ میں "او نصف صاع من قمح" کے الفاظ صریح موجود ہے کیونکہ قمح کا لفظ گندم کے لئے خاص ہے۔ اسی طرح فصل ثالث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث ۵ میں "مدان من قمح" کے الفاظ آئے ہیں جو صراحت سے گندم پر اور پھر نصف صاع پر دلالت کرتے ہیں پھر عطف کے ذریعہ سے طعام کو الگ ذکر کیا گیا ہے اسی طرح فصل ثالث میں حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ کی حدیث ۴ میں "صاع من بر" کے صریح الفاظ آئے ہیں احادیث کی دیگر کتابوں میں بھی کثرت کے ساتھ نصف صاع گندم کا ذکر موجود ہے۔

پہلا جواب: جمہور نے زیر بحث ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے یہ محتمل ہے کیونکہ طعام کا لفظ گندم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ غلوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے خاص کر مکئی اس سے مراد لیا جاتا ہے اس حدیث میں صاع کے بعد کا جو عطف کیا گیا ہے یہ عطف خاص علی العام کی قبیل سے ہے بہر حال لفظ طعام میں کئی احتمالات ہیں اور لفظ "قمح" یا لفظ "بر" گندم کے ساتھ خاص ہے لہٰذا محتمل کے بجائے متعین سے استدلال کرنا چاہئے۔ جوہری نے لکھا ہے کہ طعام کا اطلاق ہر ماکول پر ہوتا ہے گندم کے ساتھ خاص نہیں ہے ویسے بھی عرب میں گندم نایاب تھی ان کے ہاں طعام کا اطلاق دیگر غلوں پر ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ چلو ہم کچھ وقت کے لئے مان لیتے ہیں کہ طعام سے مراد گندم ہی ہے اور یہاں ایک صاع گندم ہی دی گئی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نصف صاع صدقہ فطر میں دیا اور نصف صاع بطور تطوع و تبرع تھا تو یہ اب بھی جائز ہے کہ آدمی زیادہ صدقہ کرے خود حضرت ابوسعید خدریؓ کے الفاظ "کنا نخرج" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتے تھے۔ اور جو آدمی اپنی خوشی سے جتنا زیادہ دینا چاہتا ہے اسکی تو کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ ثواب کے کام میں سبقت کا حکم ہے۔

۲۲۷۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ

الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ حُرٍّ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے (مذکورہ سند سے) روایت ہے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر غلام و آزاد اور بڑے چھوٹے پر فرض (واجب) فرمایا ہے۔

۲۲۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. قَالَ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا صدقہ آزاد، غلام مرد، عورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو واجب کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کی قیمت کے اعتبار سے نصف صاع گندم مقرر کرلی۔

تشریح:

"فعدل الناس به نصف صاع من بر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع مقرر کیا تھا خواہ کھجور ہو یا جو وغیرہ ہو لیکن بعد میں لوگوں نے گندم کے نصف صاع کو قیمت کے اعتبار سے ایک صاع کھجور اور جو وغیرہ کے برابر قرار دیا لہٰذا نصف صاع گندم دینا شروع کردیا ورنہ گندم بھی ایک صاع دیا جاتا تھا اس جملہ میں حضرت معاویہؓ کے فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں خطبہ کے دوران فرمایا کہ شام کی سرخ گندم کا نصف صاع دیگر اشیاء کے ایک صاع کے برابر ہے اگلی حدیث میں تفصیل آرہی ہے۔

۲۲۷۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

نافعؒ (مشہور تابعی اور ابن عمرؓ کے شاگرد) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر لوگوں نے دو مد گندم کے ایک صاع کھجور یا جو کے برابر قرار دیئے۔

۲۲۸۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ أَوْ رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ.

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر رمضان کے بعد ہر مسلمان پر فرض فرمایا

خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بڑا۔ جس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو (یا اس کی قیمت) رکھی۔

۲۲۸۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ.

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے ایک صاع طعام (اناج وغیرہ) یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش۔

صدقہ فطر میں نصف صاع گندم دینا ثابت ہے

۲۲۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ - يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ - عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ إِنِّي أُرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ.

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے (آپ کی حیات طیبہ میں) تو ہم لوگ ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام کی طرف سے صدقہ فطر نکالا کرتے تھے جس کی مقدار ایک صاع طعام (یعنی اناج گندم وغیرہ) یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش ہوا کرتی تھی۔ ہم ہمیشہ اسی طرح صدقہ فطر نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان ہمارے حج یا عمرہ کے سفر پر ہمارے پاس آئے اور منبر پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''میرا خیال ہے کہ شامی گندم کے دو مد ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے اسی کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رہا میں! تو میں اسی طرح صدقہ فطر نکالا کروں گا زندگی بھر جس طرح کہ پہلے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں) نکالا کرتا تھا۔

تشریح:

''انی اری مدین'' یعنی حضرت معاویہؓ اپنے دور خلافت میں جب مدینہ تشریف لائے اور مسجد نبوی میں منبر نبوی پر خطبہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ شام کی گندم کا نصف صاع باقی اشیاء کے ایک صاع کی قیمت کے برابر ہے لہٰذا گندم کا نصف صاع دینا کافی شافی ہے لوگوں نے اس پر عمل کیا لیکن حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں تو جب تک زندہ رہوں گا گندم کا ایک صاع مکمل دوں گا جس طرح میں آنحضرت

کے زمانہ میں ایک صاع گندم دیا کرتا تھا۔ امام مسلمؒ نے اس باب میں پانچ احادیث کے اندر اس بات کو ذکر کیا ہے کہ نصف صاع گندم دینا حضرت معاویہؓ کی رائے تھی اوران کا فیصلہ تھا گویا لوگوں نے اس کو لیا اور صریح حدیث کو نظر انداز کیا۔

سوال: امام مسلمؒ نے جس زور وشور سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ نصف صاع گندم دینا حضرت معاویہ کی رائے تھی کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں دو باتوں کے سمجھنے کی ضرورت ہے جب اس کو ہم سمجھ لیں گے تو خود بخود اس سوال کے دو جواب ہوجائیں گے ''پہلی بات'' تو یہ ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نصف صاع گندم کے مقابلے میں ایک صاع گندم کی کوئی حدیث موجود نہیں تھی اگر صحابہ اور تابعین کے اس بھرے مجمع میں کسی کے پاس ایک صاع گندم دینے کی حدیث ہوتی تو وہ کھڑے ہوکر بتادیتے کہ اس صریح حدیث کے مقابلے میں ہم آپ کی رائے کو قبول نہیں کرتے ہیں حضرت ابوسعید خدری نے جو ایک صاع گندم دینے کی بات کی ہے تو یہ ان کی اپنی رائے تھی وہ اپنی طرف سے نصف صاع کی جگہ ایک صاع دیا کرتے تھے یہ نبی علیہ السلام کا حکم نہیں تھا اس طرح اگر کوئی شخص بطور ثواب دو صاع دینا چاہتا ہے تو اس پر کوئی پابندنہیں ہے لیکن یہ ضابطہ نہیں بنتا ہے۔

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں: ''و حديث الباب دليل فانه صريح فى موافقة الناس لمعاوية والناس اذ ذالك الصحابة و التابعون فلو كان عند احدهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم تقديرا لحنطة بصاع لم يسكت ولم يعول على رأى احد اذ لا يعول على الرأى مع معارضة النص له'' ''دوسری بات'' یہ ہے کہ نصف صاع گندم مقرر کرنا حضرت معاویہ کی رائے نہیں تھی بلکہ یہاں کئی احادیث ہیں جن سے نصف صاع گندم دینا ثابت ہوتا ہے گویا حضرت معاویہ نے انھیں احادیث کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کے مطابق حکم کو عام کیا ہے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ حضرتؓ معاویہ کا حکم ہے، چنانچہ مشکوۃ شریف میں صدقة الفطر کے باب میں چند احادیث ہیں، جن میں واضح طور پر نصف صاع گندم کی تصریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ حضرت معاویہ کی بات نہیں ہے، ملاحظہ ہو۔

۱: ''وعن ابن عباس رضى الله عنه قال فى آخر رمضان اخرجوا صدقة صومكم فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الصدقة صاعا من تمر او شعير او نصف صاع من قمح على كل حر او مملوك ذكر او انثى صغير او كبير'' (رواه ابوداود و النسائى۔ مشكوٰة ص ۱۶)

۲: ''وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبى صلى الله عليه وسلم بعث مناديا فى فجاج مكة الا ان صدقة الفطر واجبة على كل مسلم ذكر او انثى صغير او كبير مدان من قمح او سواه او صاع من طعام'' (رواه الترمذى)

۳: ''وعن عبد الله بن ثعلبة او ثعلبة بن عبد الله ابن ابى صعير عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع من بر او قمح عن كل اثنين صغير او كبير حر او عبد ذكر او انثى'' (رواه ابو داود)

یہ واضح تر احادیث ہیں جس میں واضح طور پر نصف صاع گندم کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے اس کو چھوڑ کر یہ کہنا

کہ نصف صاع گندم کا حکم حضرت معاویہ نے دیا یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ باقی ان احادیث کو اس وجہ سے ضعیف قرار دینا کہ اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام مسلم و بخاری نے نقل نہیں کیا ہے، یہ انصاف نہیں ہے اور نہ علم وفہم سے اس کا کوئی تعلق ہے اسی طرح یہ بھی انصاف نہیں ہے کہ لفظ طعام جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اس کو گندم کے ساتھ خاص مانا جائے بلکہ صحیح مسلم کی شرح المنعم میں لکھا ہے کہ طعام کا لفظ مجمل ہے اور اس حدیث میں اس کے بعد شعیر کا لفظ ہے پھر تمر کا لفظ ہے پھر اقط کا لفظ ہے پھر زبیب کا لفظ ہے یہ سب الفاظ اس مجمل کے لئے تفسیر ہے اگر چہ طعام کے عموم میں یہ لفظ گندم کو بھی شامل ہو سکتا ہے لیکن طعام کو گندم قرار دینا صحیح نہیں ہے نیز بعض روایات میں طعام کا لفظ گندم کے لفظ کے مقابلے میں آیا ہے تو اس کو گندم کیسے کہیں گے؟ الفاظ اس طرح ہیں ''مدان من قمح او سواه او صاع من طعام'' (ترمذی)

۲۲۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ وَمَمْلُوكٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مُعَاوِيَةُ فَرَأَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ بُرٍّ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ .قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَذَلِكَ.

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہر چھوٹے بڑے اور غلام آزاد کی طرف سے تین قسموں سے ایک صاع صدقہ ادا کرتے تھے جب حضرت معاویہؓ نے نصف صاع گندم کو ایک صاع تمر (کھجور) کے برابر قرار دیا (صدقہ فطر میں) تو انہوں (ابوسعید خدریؓ) نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ: ''میں صدقہ فطرہ میں وہی چیز نکالوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نکالا کرتا تھا یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر۔

۲۲۸۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ الْأَقِطِ وَالتَّمْرِ وَالشَّعِيرِ.

اس سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین اقسام میں صدقہ فطر نکالتے تھے، پنیر، کھجور اور جو میں سے۔

۲۲۸۵ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا جَعَلَ نِصْفَ الصَّاعِ مِنَ الْحِنْطَةِ عِدْلَ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَنْكَرَ ذَلِكَ أَبُو سَعِيدٍ وَقَالَ لَا أُخْرِجُ فِيهَا إِلَّا الَّذِي كُنْتُ أُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ.

حضرت ابوسعید خدریؓ (صحابی رسولؐ) سے روایت ہے مروی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گندم کے نصف صاع کو کھجور کے ایک صاع کے برابر قرار دیا تو ابوسعید نے انکار کیا اور فرمایا، میں تو اس میں سے نہیں نکالوں گا مگر میں تو جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور (حیات طیبہ) میں نکالتا تھا اس میں نکالوں گا کھجور سے ایک صاع یا کشمش یا جو یا پنیر سے ایک صاع۔

باب الامر باخراج زکوة الفطر قبل الصلوة

عیدالفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دوحدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۲۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ نماز عید کے لئے نکلنے سے قبل (صدقہ فطر) ادا کر دیا جائے۔"

تشریح:

"**طعمة للمساكين**" اسلام عدل ومساوات کا علمبردار مذہب ہے عیدالفطر کے موقع پر اغنیاء خوشی منائیں گے اور فقراء دیکھ کر جلیں گے اور تڑپیں گے اس لئے اسلام نے اغنیاء پر واجب قرار دیا کہ تم عیدالفطر کے موقع پر صدقہ فطر ادا کیا کرو تا کہ غریب لوگ بھی عید کی خوشیوں میں تمہارے ساتھ شریک ہوسکیں یہی وجہ ہے کہ صدقہ فطر عیدالفطر کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ فطرہ کو اتنا عام کیا گیا ہے کہ معمولی مالدار پر بھی واجب کیا گیا اور چھوٹے بڑے مرد وعورت غلام وآزاد سب پر واجب قرار دیا یہاں تک کہ عیدالفطر کی رات صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہو جائے اس کی طرف سے بھی واجب ہے زیر بحث حدیث میں اسی حکمت کی طرف مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے دوسری حکمت یہ کہ روزوں میں جو کمزوریاں رہ گئیں ہوں ان تمام کوتاہیوں کے ازالے کے لئے صدقہ فطر مقرر کیا گیا ہے نماز عید سے پہلے اور بعد دونوں وقتوں میں صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے البتہ پہلے ادا کرنا زیادہ بہتر ہے شیخ وکیع کا قول ہے کہ جس طرح نماز کی کوتاہی کے ازالے کے لئے سجدہ مقرر ہے اسی طرح روزوں کے نقصان کے ازالہ کے لئے صدقہ فطر مقرر ہے۔

۲۲۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِخْرَاجِ زَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر (لوگوں کے) نماز کے لئے نکلنے سے قبل ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

باب اثم مانع الزكوة

زکوۃ ادانہ کرنے والوں کی سزا کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

ملاحظہ: الحمد للہ آج بارہ رمضان ۱۴۳۳ھ میں رات کے ایک بجے کے وقت میں مسجد نبوی میں روضۂ اقدس کے سامنے اس باب کی تشریح لکھ رہا ہوں، فضل محمد یوسف زئی نزیل المدينة المنوره ۱۴۳۳ھ

۲۲۸۸- وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ - يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الصَّنْعَانِيَّ - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْإِبِلُ قَالَ: وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ: وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْخَيْلُ قَالَ: الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَلَا

تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شيء إِلَّا هَذِهِ الآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ:﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے چاندی کا مالک کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادانہ کرے مگر یہ کہ قیامت کے روز اس کے سیم وزر کے تختے بنائے جائیں گے انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے اس کے پہلو کو، پیشانی کو، اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ اور جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ان کو پھر تپایا جائے گا (اور دوبارہ داغا جائے گا) ایسے دن میں کہ اس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان (جنت و دوزخ) کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس کا راستہ دیکھا جائے گا کہ آیا جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف (وزن اعمال کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس کے دوسرے اعمال کی بناء پر وہ جنت کا مستحق ہے یا جہنم کا) عرض کیا گیا یارسول اللہ! اونٹ وغیرہ کے مالکان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا جو اونٹوں کا مالک بھی ان کا حق ادا نہ کرے گا اور ان کا ایک حق یہ ہے کہ جس روز اسے پانی پلائے اس دن اس کا دودھ دوہے تو قیامت کے روز اس کو ایک چٹیل زمین پر اوندھے منہ لٹایا جائے گا اور وہ اونٹ کہ ان میں سے ایک بھی دودھ پیتا نہ ہوگا نہایت فربہ ہو کر آئیں گے اور اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اپنے منہ سے اس کو چیر پھاڑ دیں گے۔ جب بھی ان اونٹوں میں سے پہلا روندتا ہوا چلا جائے گا تو پچھلا لوٹا دیا جائے گا۔ (دوبارہ روندنے کیلئے) اور یہ ایک ایسے دن میں ہوگا کہ اس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی (گویا پچاس ہزار برس عذاب ہوگا) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور اس کی راہ دیکھی جائے گی کہ جہنم کی طرف ہے یا جنت کی طرف۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! گائے اور بھیڑ بکریوں والے کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا نہ ہی کوئی گائے بھیڑ بکریوں کا مالک ایسا ہوگا کہ وہ ان کا حق ادا نہ کرے مگر یہ کہ اسے بھی چٹیل میدان میں لٹایا جائے گا اوندھے منہ اور وہ اپنے مویشیوں میں سے کوئی کم نہ پائے گا (یعنی اس کے تمام جانور ہوں گے) نہ ان میں کوئی جانور ایسا ہوگا کہ اس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں (سیدھے سینگ والے ہوں گے) نہ کوئی بغیر سینگ کا ہوگا اور نہ ہی کوئی سینگ ٹوٹا ہوا ہوگا اور آ کر اس کو اپنے سینگوں سے کچلیں گے، اپنے کھروں سے روندیں گے۔ جب بھی ان کا پہلا جانور گزر جائے گا تو پچھلے کو دوبارہ لوٹا دیا جائے گا (اور یہ عذاب ایسے دن میں ہوگا کہ جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی، حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اس کی راہ جنت کی ہے یا جہنم کی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! گھوڑوں کے مالکان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ ایک تو گھوڑا انسان کیلئے وبال ہوگا (۲) یا اس کیلئے (مالک کیلئے) ڈھال ہوگا (جہنم کی آگ سے (۳) یا اس مالک کیلئے باعث اجر ہوگا۔ وہ گھوڑا اپنے مالک کیلئے وبال جان ہوگا یہ وہ ہے جسے اس کے مالک نے فخر و مباہات اور ریاکاری کیلئے باندھا (تاکہ اس کی شان و

شوکت اور امارات کا اظہار ہو) اور (اگر) اہل اسلام سے عداوت و دشمنی کے سبب اسے باندھا تو یہ اپنے مالک کیلئے باعث عذاب ہوگا۔ جو گھوڑا مالک کیلئے ڈھال ہے یہ وہ گھوڑا ہے جسے اس کے مالک نے فی سبیل اللہ رکھا ہے (جہاں کیلئے اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے) پھر وہ اس کی پشت اور گردن میں اللہ کا حق نہیں بھولتا (یعنی اس پر سواری کرنے میں بھی اس کے حال کا خیال کرتا ہے اس کے گھاس چارے کا خیال کرتا ہے اور سواری کیلئے کسی کو عاریتاً دے دیتا ہے جب کہ اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ گھوڑا اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سامان ہے۔ اور وہ گھوڑا جو مالک کیلئے باعث اجر ہے تو یہ وہ گھوڑا ہے جسے اس کے مالک نے فی سبیل اللہ وقف کر دیا اہل اسلام کیلئے کسی چراگاہ یا باغ میں، پھر وہ اس چراگاہ یا باغ سے جو کچھ بھی چرتا ہے تو اس کے چارے کی مقدار کے برابر مالک کیلئے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور گھوڑے کی لید اور پیشاب تک کی مقدار کے برابر حسنات اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور پھر جب وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو چڑھائیوں پر چڑھ جاتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید کی مقدار کے بقدر نیکیاں مالک کیلئے لکھ لیتے ہیں۔ اور جب وہ مالک گھوڑے کو کسی نہر پر لے جاتا ہے اور گھوڑا اس نہر سے پانی پی لیتا ہے اگرچہ مالک کا پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے پیے ہوئے قطروں کے بقدر حسنات اس مالک کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! گدھوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم سوائے اس جامع اور بے مثل آیت کے نہیں ہوا کہ ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره و من يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾ جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ بھی اسے دیکھ لے گا (قیامت کے روز)

تشریح:

"منها حقها" یہاں مؤنث کی ضمیر بتاویل اموال لائی گئی ہے یا مؤنث کی ضمیر "فضة" کے کلمہ کی طرف لوٹتی ہے اور حق سے مراد زکوٰۃ ہے جو فرض ہے۔ "صفحت صفائح" یہ صفیحة کی جمع ہے تختہ کو کہتے ہیں یعنی سونے اور چاندی سے آگ کے تختے بنائے جائیں گے اور اس سے زکوٰۃ نہ دینے والے کو داغا جائے گا "احمی" یعنی ان تختوں کو خوب گرم کر دیا جائے گا "جنبه و جبنيه" یہاں داغ دینے لے لئے تین مقامات کا ذکر کیا گیا ہے اول پہلو دوم پیشانی سوم پیٹھ، اس تخصیص کی وجہ شاید یہ ہو کہ زکوٰۃ دینے والے کی پیشانی پر زکوٰۃ کے مطالبہ کے وقت بل آتے ہیں اس لئے پیشانی کو داغ دیا جائے گا پھر صاحب مال زکوٰۃ نہ دینے کے لئے کبھی پہلو موڑ کر اعراض کرتا ہے اور کبھی پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اس لئے ان مواضع کو داغا جائے گا۔ "کلمات ردت اعیدت" یعنی جب سونے چاندی کے وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کرنے کے لئے لیجائے جائیں گے اور پھر داغنے کے لئے واپس لوٹائے جائیں گے۔"

مقداره خمسين الف سنة " قیامت کا یہ دن کفار کے لئے شدائد و اھوال پچاس ہزار سال کی مقدار میں لمبا معلوم ہوگا مؤمن کے لئے دو رکعت یا چار رکعت نماز کی مقدار میں محسوس ہوگا اور دیگر مسلمانوں کے لئے ان کے اعمال کے تفاوت کے اعتبار سے مختصر یا لمبا ہوگا

لہٰذا اس میں کوئی تعارض نہیں۔ "ومن حقها حلبها يوم وردها" اونٹ پالنے والوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنے اونٹوں کو دوسرے یا تیسرے دن وقفہ سے پانی کے گھاٹ پر لے جاتے ہیں اور پانی پلانے کے بعد اونٹوں کا دودھ نکالتے ہیں اور پھر وہاں جمع ہونے والے فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حق کا ذکر فرمایا ہے یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے لیکن یہ حق فرض اور واجب نہیں بلکہ مستحب ہے البتہ ہمدردی اور مروت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ "بطح لها" منہ کے بل لٹانے کو بطح کہتے ہیں۔ "بقاع" کھلے اور ہموار میدان کو قاع کہتے ہیں، "قرقر" یہ قاع کے لئے صفت مؤکدہ ہے ہموار کھلے میدان کو کہتے ہیں "اوفر" یہ ابل سے حال واقع ہے مراد یہ ہے کہ چھوٹے بڑے سارے اونٹ موجود ہونگے کوئی اونٹ غائب نہیں ہوگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ اونٹ اس حال میں ہونگے کہ خوب موٹے فربہ ہونگے کوئی ان میں سے کمزور نہیں ہوگا تاکہ اس کے مالک کو بھاری عذاب پہنچ جائے۔ پوری عبارت کا ترجمہ اس طرح ہوگا ایک کھلے ہموار میدان میں خوب فربہ اونٹوں کے سامنے اس شخص کو منہ کے بل لٹایا جائے گا اور اونٹ اس پر گھوم کر چلیں گے۔ "اخراها" یعنی گول دائرہ کی شکل میں یہ اونٹ اس شخص پر گھوم کر آئیں گے جب اونٹوں کی قطار کا آخری اونٹ اس کو روند کر نکل جائے گا تو اسی قطار کا پہلا اونٹ روندنے کے لئے پہنچ جائے گا اس مطلب کے مطابق مسلم شریف میں حدیث کے الفاظ اس طرح بھی ہیں "كلما جازت اخراها ردت عليه اولاها" مگر یہاں جو روایت ہے اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اس شخص پر مختلف قطار میں اونٹ آئیں گے ایک قطار جب چلی جائے گی تو دوسری قطار روندنے کے لئے پہنچ جائے گی۔ لیکن علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں مناسب ہے کہ تقدیم و تاخیر پر عمل کیا جائے یعنی اس کو اس طرح لیا جائے "كلما مر عليه اخراها رد عليه اولاها" اس طرح روایات کا اختلاف ختم ہو جائے گا اور مطلب واضح ہو جائے گا کہ ایک ہی قطار میں اونٹ گول دائرہ کی شکل میں اس شخص کو روندتے چلے آئیں گے۔ "ليس فيها عقصاء" باب سمع یسمع سے ہے اس گائے اور بکری کو کہتے ہیں جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں جس کے مارنے سے آدمی کو کم تکلیف پہنچتی ہے ۔ مطلب یہ کہ سب سیدھے اور تیز سینگ کے جانور ہونگے۔ "ولا جلحاء" وہ گائے بکری جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ "ولا عضباء" وہ گائے اور بکری جس کے سینگ ہی نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کے سینگ خوب سیدھے، لمبے اور تیز ہونگے جس کے مارنے سے خوب تکلیف ہوگی۔ "تنطحة" نطح سینگوں سے مارنے کو کہتے ہیں۔ "قال الخيل ثلاثة" صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ گھوڑوں کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے تین قسم پر ہیں۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے گھوڑوں کی زکوٰۃ اور حقوق اللہ کے بارے میں سوال کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟

جواب: شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلوب حکیم کے طور پر جواب دیا ہے وہ اس طرح کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں سوال نہ کرو کیونکہ اس میں زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ یہ سوال کرو کہ گھوڑوں کے پالنے میں فوائد اور نقصانات کیا

ہیں تو سن لو گھوڑوں کی تین اقسام ہیں۔

احناف فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلوب حکیم کے طور پر جواب دیا ہے کہ گھوڑوں میں صرف زکوٰۃ کے بارے میں سوال نہ کرو وہ تو واجب ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ گھوڑوں میں اس کے مالک کیلئے جو فوائد اور نقصانات ہیں اس کا بھی سوال کیا کرو تو سن لو گھوڑوں کی تین اقسام ہیں۔ اول قسم وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے گناہ اور بوجھ کا سبب بنتے ہیں وہ اس طرح کہ مالک نے وہ گھوڑے ریا کاری، اظہار فخر اور مسلمانوں سے جنگ اور دشمنی کے لئے رکھے ہیں۔ "نوا" جنگ اور دشمنی کو کہتے ہیں۔

دوسری قسم وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے پردہ ہوتے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ مالک نے گھوڑوں کو دین اسلام کی خدمت اور اپنی ضرورت کے لئے پال رکھے ہیں کہ جب ان کو اپنے نیک کاموں میں ضرورت پڑتی ہے تو اس میں استعمال کرتا ہے یا کسی غریب فقیر مسکین کی خدمت میں دیتا ہے وہ اس کو استعمال میں لاتا ہے اس طرح ہر نیک کام کے لئے اس نے یہ گھوڑے تیار رکھے ہیں کسی اور سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی یہاں حدیث میں فی سبیل اللّٰہ کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد جہاد نہیں ہے بلکہ مطلق دین مراد ہے اس لئے کہ جہاد کی بات آنے والے کلام میں مذکور ہے۔ "ولا رقابھا" امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے اختلاف آئندہ آرہا ہے۔

تیسری قسم وہ گھوڑے ہیں جو اس کے مالک نے اجر وثواب کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھے ہیں یہاں "سبیل اللّٰہ" سے جہاد مراد ہے۔ "فی مرج" اس سے مراد کھلی اور فراخ چراگاہ ہے جس میں جہاد کے گھوڑے رکھے جاتے ہیں اب ان جہادی گھوڑوں کی ہر چیز اور ہر نقل وحرکت اس کے مالک کے لئے باعث اجر وثواب ہے۔ "طولھا" یہ اس رسی کو کہتے ہیں جس کی ایک طرف کو میخ وغیرہ سے باندھا جاتا ہے اور دوسری طرف سے گھوڑے کے پاؤں کو باندھا جاتا ہے تاکہ گھوڑا بھاگ نہ جائے۔ "فاستنت" تیز دوڑنے کو "استنان" کہتے ہیں "شرفا" بلند مقام کو شرف کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ ایک یا دو ٹیلوں پر یا بلند ہو کر چھلانگ لگاتا ہے یا دو چوکڑیاں بھرتا ہے۔ "الفاذۃ" یعنی یہ منفرد اور جامع مانع آیت ہے اس کے ماتحت ہر ہر نیکی اور ہر ہر برائی کا ذکر ہے اگر گدھے سے نیک کام لیا گیا تو اس میں خیر وثواب ہے ورنہ عذاب ہے۔

٢٢٨٩ - وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّدَفِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَى آخِرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا .وَلَمْ يَقُلْ:مِنْهَا حَقَّهَا .وَذَكَرَ فِيهِ: لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا .وَقَالَ: يُكْوَى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبْهَتُهُ وَظَهْرُهُ.

اس سند کے ساتھ بھی مذکورہ روایت (جو کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے) بیان کی گئی ہے لیکن اس روایت میں الفاظ کا تغیر وتبدل ہے لیکن معنی ومفہوم میں کچھ فرق نہیں (یعنی لفظی فرق ہے معنوی فرق نہیں)

۲۲۹۰- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا أُحْمِيَ عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُجْعَلُ صَفَائِحَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبِينُهُ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ يُرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ كَأَوْفَرِ مَا كَانَتْ تَسْتَنُّ عَلَيْهِ كُلَّمَا مَضَى عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ يُرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ كَأَوْفَرِ مَا كَانَتْ فَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ كُلَّمَا مَضَى عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ثُمَّ يُرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ.

قَالَ سُهَيْلٌ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ الْبَقَرَ أَمْ لَا. قَالُوا فَالْخَيْلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا- أَوْ قَالَ- الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا- قَالَ سُهَيْلٌ أَنَا أَشُكُّ- الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ فَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَلِرَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيُعِدُّهَا لَهُ فَلَا تُغَيِّبُ شَيْئًا فِي بُطُونِهَا إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَجْرًا وَلَوْ رَعَاهَا فِي مَرْجٍ مَا أَكَلَتْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا أَجْرًا وَلَوْ سَقَاهَا مِنْ نَهَرٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تُغَيِّبُهَا فِي بُطُونِهَا أَجْرٌ- حَتَّى ذَكَرَ الْأَجْرَ فِي أَبْوَالِهَا وَأَرْوَاثِهَا- وَلَوِ اسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ تَخْطُوهَا أَجْرٌ وَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا تَكَرُّمًا وَتَجَمُّلًا وَلَا يَنْسَى حَقَّ ظُهُورِهَا وَبُطُونِهَا فِي عُسْرِهَا وَيُسْرِهَا وَأَمَّا الَّذِي عَلَيْهِ وِزْرٌ فَالَّذِي يَتَّخِذُهَا أَشَرًا وَبَطَرًا وَبَذَخًا وَرِيَاءَ النَّاسِ فَذَاكَ الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ. قَالُوا فَالْحُمُرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْجَامِعَةَ الْفَاذَّةَ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر وہ شخص جو خزانوں کا مالک ہو اور اس کی زکوۃ نہ ادا کرتا ہو تو جہنم کی آگ میں اس کا خزانہ تپایا جائے گا اور اس کے تختے بنائے جائیں گے جس سے اس شخص کے پہلوؤں اور پیشانی کو داغا جائے گا (یہ عذاب اس کو ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے (جنت وجہنم کا) ایک ایسے دن میں کہ اس (دن) کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ بعد ازاں اس کا راستہ دیکھا جائے گا

کہ جنت کو جاتا ہے یا کہ جہنم کو۔ اسی طرح جو اونٹ مالکان زکوۃ ادانہیں کرتے تو انہیں ایک چٹیل وصاف قطعہ زمین پر اوندھے منہ لٹادیا جائے گا اور وہ اونٹ دنیا میں زیادہ سے زیادہ جتنے موٹے تھے اتنے فربہی کی حالت میں آئیں گے۔ (اور اسے روندیں گے) جب بھی ان میں سے پچھلا اونٹ گزر جائے گا تو اگلے کو دوبارہ لوٹایا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان پچاس ہزار برس کے برابر دن میں (جنت ودوزخ کا) فیصلہ فرمادیں یا پھر اس آدمی کی راہ دیکھی جائے گی کہ جنت کو جاتی ہے یا جہنم کو (یعنی اس کے بارے میں جنت کا فیصلہ ہوا یا جہنم کا) اسی طرح جو مویشی مالکان زکوۃ ادانہیں کرتے تو ایسے شخص کو بھی اوندھے منہ لٹایا جائے گا۔ صاف ہموار زمین پر اور اس کی بکریاں اپنی انتہائی فربہی کی حالت میں آکر اسے روندیں گی اپنے کھروں سے اور اپنے سینگوں سے اسے چیریں گی، نہ ان میں سے کوئی مڑے سینگ والی ہوگی (سیدھے سینگ ہوں گے تاکہ زیادہ گھپ جائیں) نہ بغیر سینگ کے ہوں گی۔ جب بھی ان میں سے پچھلی گزر جائیں گی تو اگلی پھر آجائیں گی اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان پچاس ہزار برس کے برابر دن میں فیصلہ نہیں کردیتے ان پر عذاب ہوتا رہے گا۔ سہیل رحمۃ اللہ (راوی) کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! گھوڑوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا، گھوڑا اس کی پیشانی میں تو خیر رکھ دی گئی ہے۔ (کہ اس پر جہاد ہوتا ہے) سہیل (راوی) کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: ''قیامت تک کیلئے ان میں خیر رکھی گئی ہے'' فرمایا: گھوڑے تین ہیں (۱) آدمی کے واسطے باعث اجر (۲) آدمی کے واسطے ڈھال (جہنم سے) (۳) آدمی کے واسطے وبال۔ باعث اجر تو وہ گھوڑا ہے جسے آدمی اللہ کی راہ کیلئے اور اسی مقصد کیلئے اسے تیار کرے ایسا گھوڑا اپنے پیٹ میں جو بھی غائب کردے گا (یعنی ہر وہ غذا جو گھوڑا کھائے گا) اللہ تعالیٰ مالک کیلئے اس پر اجر لکھ دیتا ہے۔ اگر وہ اسے کسی چراگاہ میں چھوڑ دے اور اس میں وہ چرتا رہے تو جو کچھ کھائے گا اس کے عوض بھی اللہ مالک کیلئے اجر لکھ دیتے ہیں۔ اگر اسے کسی نہر سے پانی پلائے تو ہر اس قطرہ کے عوض جسے گھوڑا اپنے پیٹ میں غائب کردیتا ہے (جو پانی وہ پیتا ہے) اس پر بھی اجر عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ آپؐ نے اس کی لید، پیشاب وغیرہ میں اجر کا ذکر فرمایا۔ اور آگے مزید، ارشاد فرمایا کہ: اگر وہ (گھوڑا) ایک یا دو ٹیلوں پر سے کود پڑا تو اس کے ہر اٹھتے قدم پر بھی اجر عطا فرماتا ہے۔ باعث ڈھال وہ گھوڑا ہے جسے مالک اعزاز وکرام کرنے اور ظاہری فریب وزینت حاصل کرنے کیلئے لیتا ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی وجاہت کیلئے بھی گھوڑا رکھنا جائز ہے اگر اس کا حق ادا کیا جاتا رہے) پھر اس میں پشت اور پیٹ کے حق کو نہیں بھولتا نہ تنگی ترشی میں نہ خوشحالی میں (یعنی خواہ اس پر تنگی کا زمانہ ہو یا خوشحالی کا ہر حال میں وہ نہ اس کے بارے میں کمی کرتا ہے نہ اس کی سواری سے منع کرتا ہے) باعث وبال وہ گھوڑا ہے جسے انسان فخر وغرور اور بڑھ کر مارنے کیلئے لے ریاکاری اور نام ونمود کیلئے لے تو یہ اس کیلئے وبال کا باعث ہے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! گدھوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: اس کے بارے میں اللہ نے مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں فرمایا سوائے اس بے مثل جامع آیت کے فمن یعمل مثقال......الخ

تشریح:

"صاحب کنز" ہر مجموع اور مدفون مال کو لغوی طور پر کنز کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں کنز کا اطلاق اس مال پر ہوا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہو جب زکوٰۃ ادا کی گئی تو اس کو کنز نہیں کہتے ہیں۔ قال القاضی واختلف السلف فی المراد بالکنز المذکور فی القرآن والحدیث فقال اکثرهم هو کل مال وجبت فیه الزکوة فلم تؤد واما مال اخرجت زکوته فلیس بکنز۔ "ما کانت" یعنی جس زمانہ میں یہ اونٹ بھرپور انداز کے ہوئے تھے اسی حالت میں ہو جائیں گے تعداد بھی زیادہ ہوگی تا کہ مالک کو خوب روند ڈالیں۔ "تستن" استنان تیز چلنے کو کہتے ہیں یعنی اس کے جسم کو روندتے ہوئے اور کچلتے ہوئے یہ اونٹ اس پر دوڑتے ہونگے۔ "عقصاء" بفتح العین و سکون القاف ای ملتویة القرنین۔ "ولا جلحاء" جیم پر فتحہ ہے لام ساکن ہے اور ح ممدوہ مفتوحہ "هی التی لا قرن لها اصلا"، "ولا عضباء" عین پر فتحہ ہے اور ضاد ساکن ہے هی مکسورة القرن۔ "تنطحه" سینگ سے مارنے کو کہتے ہیں یہاں ہر حیوان کے مارنے اور نقصان پہنچانے کا اپنا اپنا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ "اظلافها" یہ ظلف کی جمع ہے کھر کو کہتے ہیں بکری بیل بھینس کے پاؤں پر بولا جاتا ہے اونٹ کے لئے اخفاف اور خف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور گھوڑوں خچروں اور گدھوں کے لئے حافر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "خمسین سنة" قیامت کا پورا لمبا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوتا ہے یہ بھی عذاب کی بات کی طرف اشارہ ہے کہ مجرمین پر یہ دن بہت لمبا ہو جائے گا۔ "قال سهیل" یعنی سہیل راوی کو شک ہو گیا کہ اس روایت میں ابو ہریرہ نے بقر کا ذکر کیا یا نہیں کیا اس سے پہلی روایت میں تو یہ لفظ مذکور ہے۔ "او قال" یہاں بھی سہیل کو شک ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے معقود کا لفظ استعمال کیا ہے یا نہیں۔ "الخیر" یہ لفظ مبتدا مؤخر ہے اور الخیل خبر مقدم ہے اور الخیر سے جہاد مراد ہے اور اس کے ضمن میں مال غنیمت اور ثواب مراد ہے کیونکہ گھوڑا جہاد کے تمام آلات میں سے اہم اور مضبوط آلہ اور سبب ہوتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں گھوڑا میدان جنگ میں جیٹ طیارہ کا کام کرتا تھا اب بھی جہاد کا میدان گھوڑوں سے بے نیاز نہیں ہے۔ "فلا تغیب" یعنی گھوڑا اپنے پیٹ میں جو چیز ڈال کر غائب کرتا ہے اس کا ثواب مجاہد کو ملتا ہے۔ "ولو استنت" ای جرت بقوة وعدت وتعلت"۔ "شرفا او شرفین" یہ بلند ٹیلے کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے لیکن زیادہ واضح یہ ہے کہ اس سے چلنے اور دوڑنے کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے جس کو چوکڑی بھرنا کہتے ہیں یعنی ایک یا دو چوکڑی بھر کر گھوڑے نے چھلانگ لگا دی یہ بھی وزن اعمال میں تولا جائے گا۔ "اشرا" سرکشی اور تکبر کے معنی میں ہے "البطرا" بغاوت اور حق کے انکار کو کہتے ہیں "البذخ" اشر اور بطر کے معنی میں ہے فخر اور دکھاوے اور بڑائی دکھانے کے معنی میں ہے یہ سب الفاظ قریب المعنی ہیں۔ "جماء" یہ اس بکری کو کہتے ہیں جس کے سینگ پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں "شجاع اقرع" گنجے سانپ کو کہتے ہیں مراد قبیح منظر والا سانپ ہے جو دم پر کھڑا ہو کر گھوڑے پر شہسوار کو ڈنگ مار سکتا ہے زہر کی شدت کی وجہ سے اس کے سر کا رنگ سفید ہو چکا ہوگا۔

۲۲۹۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ - يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ - عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

اس سند سے بھی (حضرت سہیلؓ سے) سابقہ حدیث معمولی فرق (کہ اس روایت میں عقصاء کی بجائے عضباء کا لفظ ہے نیز اس روایات میں پیشانی کا ذکر نہیں ہے) کے ساتھ منقول ہے۔

۲۳۰۲ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ بَدَلَ عَقْصَاءُ عَضْبَاءُ وَقَالَ: فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَظَهْرُهُ .وَلَمْ يَذْكُرْ جَبِينَهُ.

۲۲۹۳ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا لَمْ يُؤَدِّ الْمَرْءُ حَقَّ اللَّهِ أَوِ الصَّدَقَةَ فِي إِبِلِهِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب آدمی نے اللہ کا حق یا زکوٰۃ اپنے اونٹوں کی ادا نہ کی (تو اس کے لئے وعید ہے) باقی روایت حدیث سهيل عن ابيه کی طرح ہے۔

۲۲۹۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لاَ يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلاَّ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ قَطُّ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَسْتَنُّ عَلَيْهِ بِقَوَائِمِهَا وَأَخْفَافِهَا وَلاَ صَاحِبِ بَقَرٍ لاَ يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلاَّ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِقَوَائِمِهَا وَلاَ صَاحِبِ غَنَمٍ لاَ يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلاَّ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلاَفِهَا لَيْسَ فِيهَا جَمَّاءُ وَلاَ مُنْكَسِرٌ قَرْنُهَا وَلاَ صَاحِبِ كَنْزٍ لاَ يَفْعَلُ فِيهِ حَقَّهُ إِلاَّ جَاءَ كَنْزُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُهُ فَاتِحًا فَاهُ فَإِذَا أَتَاهُ فَرَّ مِنْهُ فَيُنَادِيهِ خُذْ كَنْزَكَ الَّذِي خَبَأْتَهُ فَأَنَا عَنْهُ غَنِيٌّ فَإِذَا رَأَى أَنْ لابد مِنْهُ سَلَكَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَيَقْضَمُهَا قَضْمَ الْفَحْلِ .قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ هَذَا الْقَوْلَ ثُمَّ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ .وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الإِبِلِ قَالَ: حَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا وَإِعَارَةُ فَحْلِهَا وَمَنِيحَتُهَا وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ الانصاری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ، وہ صاحب اونٹ جوان کا حق زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اس کے اونٹ اس انتہائی فربہی کی حالت میں کہ جس پر کبھی

دنیا میں تھے آئیں گے اور اس کو ایک پہلو کے بل ہموار زمین پر بٹھایا جائے گا وہ اونٹ اسے اپنی ٹانگوں اور کھروں سے روندیں گے۔ اسی طرح جو گائے والا ان کا حق زکوۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز وہ بھی خوب عمدہ حالت میں آئیں گے اسے ہموار زمین پر ایک طرف سے بٹھایا جائے گا وہ گائیں اسے اپنے سینگوں سے کچلیں گی اور ٹانگوں سے روندیں گی۔ اور جو بکریوں والا ان کا حق زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز وہ بھی انتہائی فربہی کی حالت میں آئیں گی، اسے ہموار زمین پر بٹھایا جائے گا، بکریاں اسے سینگوں سے کچل کر اور کھروں سے روند کر رکھ دیں گی، نہ ان میں کوئی بکری بغیر سینگ کے ہوگی نہ ہی ٹوٹے ہوئے سینگ والی ہوگی۔ اسی طرح جو مالدار اپنے خزانہ کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس کا خزانہ قیامت کے دن گنجا اژدھا بن کر آئے گا اور جبڑا کھول کر اس کے پیچھے لگ جائے گا جب اپنے مالک کے پاس آئے گا تو وہ مالک اس سے دور بھاگے گا وہ پکارے گا (بھاگتا کہاں ہے) اپنا وہ خزانہ لے لے جسے تو نے چھپا کر رکھا تھا، میں اس سے بے نیاز ہوں (غالباً یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوگی) جب مالک دیکھے گا کہ اس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں تو اپنا ہاتھ اس اژدھے کے منہ میں دے دیگا وہ اسے اونٹ کی طرح چبا ڈالے گا۔ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے سوال کیا اس بارے میں تو انہوں نے بھی وہی کہا جو عبید بن عمیر نے کہا تھا۔ ابوالزبیر کہتے ہیں میں نے عبید بن عمیر سے سنا کہتے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اونٹ کا حق کیا ہے؟ فرمایا پانی پلاتے وقت اس کا دودھ دوہنا (عرب میں دستور تھا کہ جب بھی اونٹ کو چشمہ وغیرہ پر پانی پلانے لے جاتے تو کچھ غرباء مساکین وہاں جمع ہو جاتے تھے اور اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر انہیں پلایا کرتے تھے، یہاں یہی حق مراد ہے جو اگرچہ واجب نہیں لیکن یہ اس کا حق ہے) اور عاریتاً مانگنے پر اس کا ڈول وغیرہ دینا، اس کا نر تناسل کیلئے عاریتاً دینا اور اسے ہدیۃً دینا اور اللہ کی راہ میں اس پر سوار ہونا۔

تشریح:

"**شجاع اقرع**" قال العلامة العثمانی فی فتح الملهم الشجاع الحیة الذکر "والاقرع" الذی تمعط شعره للکثرة سمه قال القاضی ان الله تعالیٰ خلق هذا الشجاع لهذا به "فاتحافاه" یعنی منہ کھول کر اس کے پیچھے بھاگے گا اور آواز دیگا کہ میں تیرا مال ہوں مجھے لے لو بھاگو نہیں بہر حال قیامت میں زکوۃ نہ دینے والے آدمی کے مال پر مختلف حالات آئیں گے کبھی تو یہ مال آگ کے تختے بن جائیں گے کبھی مختلف حیوانات کی شکل میں آجائیگا اور کبھی گنجا سانپ بن کر آئے گا۔ "سلک" یعنی مجبور ہو کر اپنا ہاتھ اس اژدھے کے منہ میں دیدیگا وہ اژدھا اس کے ہاتھ کو اونٹ کی طرح منہ میں چبا کر رکھ دیگا۔ (اعاذنا الله منه)

"حلبها علی الماء" عرب کی عادت ہوتی تھی کہ دو تین دن کے بعد اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے پانی کے گھاٹ پر لے جاتے تھے وہاں غریب لوگ آجاتے تھے یہ لوگ اپنی اونٹنیوں کا دودھ نکال کر غریبوں کو پلاتے تھے اسی کو "حلبها علی الماء" کہدیا ہے۔ "واعادة دلوها" کنویں سے پانی نکالنے کے لئے ڈول اور رسی دینے کے معنی میں ہے جب ایک آدمی کے پاس رسی اور ڈول نہیں ہوتا تھا تو دوسرا

اس کو دیتا تھا مگر بطور عاریت دیتا تھا۔ "مـحـلـهـا" یعنی نر کو جفتی کیلئے دیتا ہے فحل اس نر حیوان کو کہتے ہیں جو ریوڑ میں ایک ہوتا ہے اس کو عاریت پر ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جس کے پاس مادہ حیوان تو ہے مگر جفتی کے لئے نر نہیں ہے تو یہ بھی ایک احسان ہے۔

"و منيحتها" منیحه اس اونٹنی، گائے بکری کو کہتے ہیں جس میں دودھ ہو عرب کی عادت تھی اور اب بھی کچھ لوگوں میں یہ عادت ہے کہ جن کے پاس دودھ والا حیوان ہوتا ہے وہ اپنا حیوان اپنے کسی عزیز اقارب کو بطور تحفہ دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ جب تک اس میں دودھ ہے تم اس کو اپنے پاس رکھو جب دودھ دینا بند کردے تو یہ حیوان مجھے واپس کردو میں تم کو دوسرا دے دوں گا اس احسان کا نام منیحه ہے۔

"وحـمـل عليها" یعنی جہاد کے میدان کی طرف کوئی مجاہد جاتا ہے مگر ان کے پاس سواری نہیں ہے تو ان کو عاریت کی سواری پر سوار کرا کر جہاد کے لئے بھیجنا یہ مذکورہ احسانات حیوان میں عام مسلمانوں کا حق ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے۔

۲۲۹۵ - حَـدَّثَـنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّـهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَـا مِـنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُقْعِدَ لَهَا يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ بِـقَـاعٍ قَرْقَرٍ تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا وَتَنْطِحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ .قُـلْـنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ: إِطْـرَاقُ فَـحْلِهَا وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا وَمَنِيحَتُهَا وَحَلَبُهَا عَلَى الْـمَـاءِ وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا تَحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُمَا ذَهَبَ وَهُوَ يَفِرُّ مِنْهُ وَيُقَالُ هَذَا مَالُكَ الَّذِي كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لابد مِنْهُ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، جو اونٹ والا یا گائے والا یا بھیڑ بکریوں والا ان کا حق ادا نہیں کرتا اسے قیامت کے روز ہموار زمین پر بٹھایا جائے گا، کھر والے جانور اسے کھروں سے روندتے جائیں گے، سینگ والے اپنے سینگوں سے اسے کچلتے جائیں گے اور اس دن جانوروں میں نہ کوئی مڑے سینگ والا ہوگا نہ ہی ٹوٹے سینگ والا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان جانوروں کا حق کیا ہے؟ فرمایا، تناسل کیلئے ان کے نر کو دینا (جس کے پاس جانور کا نر ہوتا ہے تو دوسرے مادہ جانور والے تناسل کیلئے اس سے نر لے جاتے ہیں تاکہ جفتی کرائیں) ان کے ڈول وغیرہ کو عاریتاً دینا، پانی پر ان کا دودھ دوہنا اور اللہ کی راہ میں ان پر سواری کرنا اور جو مالدار مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو روز قیامت اس کا مال ایک گنجے اژدھے کی شکل میں بدل جائے گا اور اپنے مالک کے پیچھے پیچھے لگ جائے گا جہاں وہ جائے گا یہ اس کے پیچھے ہوگا وہ اس سے دور بھاگے گا تو اس سے کہا جائے گا یہ تو تیرا مال ہے جس میں تو بخل و کنجوسی کیا کرتا تھا۔ جب وہ اس سے کوئی جائے فرار نہ دیکھے گا تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا اور اژدھا اس کے ہاتھ کو اونٹ کی طرح چبا ڈالے گا۔

باب ارضاء السعاة

زکوٰۃ کے کارکنوں کوراضی رکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دوحدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَنَا فَيَظْلِمُونَنَا . قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ . قَالَ جَرِيرٌ مَا صَدَرَ عَنِّي مُصَدِّقٌ مُنْذُ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ عَنِّي رَاضٍ.

حضرت جریرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کچھ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم سے زیادتی کرتے ہیں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا، اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کوخوش رکھو' جریرؓ فرماتے ہیں کہ جس روز سے میں نے آنحضرت سے یہ بات سنی ہے کوئی مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے والا) میرے پاس بغیرخوش ہوئے نہیں گیا۔''

تشریح:

"المصدقین" میم پرضمہ اورصاد پرفتح ہےاوردال پرشد ہے زکوٰۃ جمع کرنے والے کارکنوں کوکہا جاتا ہے "وهم السعاة العاملون على الصدقات" ۔ " فيظلموننا "یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے یہ کارکن ہمارےاوپرظلم کرتے ہیں آپ ان کوسمجھادیں۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ دورصحابہ اورعہدنبوی میں سرکاری کارکن کیسے ظلم کرتے تھےاور جب شکایت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکایت دورکرنے کے بجائے کارکنوں کوراضی کرنے کاحکم دیاتواصل قصہ کیاہے؟

جواب: اس کلام کاایک پس منظر ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی بنیادطرفین کے حقوق کےاحترام پررکھی گئی ہے پھراسلام نے ہر فریق کوترغیب دی ہے کہ وہ اپنے حق کی فکرنہ کریں بلکہ دوسرے کے حق کااحترام کریں اسی پس منظرکے پیش نظرآنحضرت نے فرمایا کہ تم ہرحال میں زکوۃ کے کارکنوں کوراضی رکھوتو درحقیقت زکوۃ دینے والےاپنی طرف سے یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ کارکن ہم سے جوزکوٰۃ لیتے ہیں اس میں یہ ظلم کرتے ہیں حالانکہ وہ ظلم نہیں کرتے تھےاسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کوراضی رکھوفرض کرلواگروہ ظلم بھی کرتے ہوں تم ان کوناراض نہ کرو یہ مالکوں کوترغیب دیدی دوسری طرف زکوٰۃ لینے والوں کوسختی سے منع کیا کہ وہ لوگوں کے عمدہ اموال نہ لیاکریں اوراپنے جائزحدود سے ذراتجاوزنہ کریں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کارکنوں سے معمولی مکروہات تنزیہیہ کا ارتکاب ہواہوجس سے آدمی فاسق نہیں بنتاہے مگراس کوظلم سے تعبیرکیاگیا۔

۲۲۹۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

اس سند سے (ابوبکر بن ابی شیبہ عبدالرحیم بن سلیمان محمد بن بشار، یحی بن سعید الخ) سے بھی سابقہ روایت منقول ہے۔

باب تغليظ عقوبة من لايؤدي الزكاة

زکوۃ ادانہ کرنے والے کیلئے شدید عذاب کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۲۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ .فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: هُمُ الأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ .قَالَ فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ: هُمُ الأَكْثَرُونَ أَمْوَالاً إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا- مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ- وَقَلِيلٌ مَا هُمْ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ.

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار) کعبۃ اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ میں جا پہنچا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ سخت خسارہ میں ہیں۔ میں آپؐ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور سکون سے بیٹھا بھی نہ تھا کہ کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ بہت زیادہ مال والے لوگ ہیں (جو خسارہ میں ہیں) سوائے ان لوگوں کے جو اس اس طرح (خرچ) کریں۔ سامنے سے دائیں سے بائیں سے پیچھے سے۔ اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں (کہ جو بہت مالدار بھی ہوں اور خوب کثرت سے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں) جو اونٹ گائے اور بکریوں والا ان کی زکوۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے روز وہ سارے مویشی نہایت موٹے اور فربہ ہو کر آئیں گے اور اسے اپنے سینگوں سے کچلیں گے، اپنے کھروں سے روندیں گے جب بھی ان میں سے پچھلا جانور گزر جائے گا تو اگلے کو پھر لوٹا دیا جائے گا (اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا) یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے (جنت وجہنم کا)

تشریح:

"ظل الکعبة" صبح کے وقت جب سورج مشرق سے نکلتا ہے تو بیت اللہ کا لمبا سایہ رکن یمانی کی طرف بن جاتا ہے شاید اسی وقت نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے "فلم اتقار" یہ قرار سے ہے یعنی مجھے قرار نہیں آیا بلکہ میں نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ خسارہ اٹھانے والے کون لوگ ہیں؟ "ھم الاکثرون اموالا" ای الاکثرون اموالاھم الاخسرون الا من قال ھکذا ،عربی لغت میں قال کالفظ اشارے کے معنی میں بھی آتا ہے اور فَعَلَ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں فعل کے معنی میں ہے یعنی جو شخص اندھادھند دونوں ہاتھوں سے اپنا مال دائیں بائیں خرچ کرے وہ خسارے سے بچا ہوا ہے۔

۲۲۹۹- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ .فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ وَكِيعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَمُوتُ فَيَدَعُ إِبِلًا أَوْ بَقَرًا أَوْ غَنَمًا لَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے) الفاظ کے معمولی تغیر (کہ اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو آدمی زمین پر مرتا ہے اور اونٹ یا گائے یا بکری چھوڑتا ہے جن کی زکوۃ ادا نہ کرتا ہو) کے ساتھ منقول ہے۔

۲۳۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ- يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي أُحُدًا ذَهَبًا تَأْتِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا دِينَارٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ عَلَيَّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس بات کی خواہش و خوشی نہیں کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو اور تیسرا دن میرے اوپر اس طرح گزرے کہ اس سونے میں سے صرف ایک دینار میرے پاس رہ گیا ہو جسے میں اپنے کسی قرض خواہ کیلئے اٹھا رکھوں۔

تشریح:

"ما یسرنی" یعنی مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور مجھ پر تین دن گذر جائیں اور اس میں سے میرے پاس ایک دینار بھی بچا ہوا ہو۔ "ارصدہ" یہ ارصاد باب افعال سے ہے محفوظ رکھنے اور بچانے کے معنی میں ہے۔ اب یہ ہے کہ سوائے قوت لایموت اور قرض ادا کرنے کے سوا میں گھر میں ایک دینار بھی نہیں چھوڑوں گا سب خرچ کر دوں گا۔

۲۳۰۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن صرف ایک دینار قرض کی ادائیگی کیلئے بچے مجھے اس سے خوشی ہے) منقول ہے۔

باب الترغيب في الصدقة

صدقہ کی ترغیب کے بیان میں

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

۲۳۰۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ- قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ- عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرَّةِ الْمَدِينَةِ عِشَاءً وَنَحْنُ نَنْظُرُ إِلَى أُحُدٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ .قَالَ: قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا ذَاكَ عِنْدِي ذَهَبٌ أَمْسَى ثَالِثَةً عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا- حَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ- وَهَكَذَا- عَنْ يَمِينِهِ- وَهَكَذَا- عَنْ شِمَالِهِ .قَالَ ثُمَّ مَشَيْنَا فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ .قَالَ: قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: إِنَّ الأَكْثَرِينَ هُمُ الأَقَلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا .مِثْلَ مَا صَنَعَ فِي الْمَرَّةِ الأُولَى قَالَ ثُمَّ مَشَيْنَا قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ كَمَا أَنْتَ حَتَّى آتِيَكَ .قَالَ فَانْطَلَقَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي- قَالَ- سَمِعْتُ لَغَطًا وَسَمِعْتُ صَوْتًا- قَالَ- فَقُلْتُ لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ لَهُ- قَالَ- فَهَمَمْتُ أَنْ أَتَّبِعَهُ قَالَ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ: لَا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ .قَالَ فَانْتَظَرْتُهُ فَلَمَّا جَاءَ ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي سَمِعْتُ- قَالَ- فَقَالَ: ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ .قَالَ: قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ.

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے بعد حرہ مدینہ میں چل رہا تھا ہم احد کی طرف دیکھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ اس اُحد کے برابر میرے پاس سونا ہو اور تین روز بھی میرے پاس رہے اس حال میں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس موجود ہو سوائے اس دینار کے جسے میں کسی قرض خواہ کے لئے اٹھا رکھوں۔ اور اگر یہ میرے لئے سونا بن جائے تو میں اللہ کے بندوں کے درمیان اس طرح تقسیم کردوں۔ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا دونوں ہاتھوں سے مٹھی بھر کر۔ اور اسی طرح اپنی دائیں جانب سے بائیں جانب سے مٹھی بھر کر اشارہ فرمایا۔ بعدازاں ہم چلتے رہے کہ اچانک آپؐ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا، لبیک یارسول اللہ! فرمایا: (دنیا کے) بہت زیادہ مالدار لوگ (آخرت میں) قیامت کے روز اجر سے بہت محروم رہنے والے ہوں گے اس شخص کے علاوہ جو اس طرح مال لٹائے (راہ خدا میں) آپؐ نے پہلی مرتبہ کی طرح اشارہ فرمایا پھر ہم کچھ دیر چلتے رہے آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! تم یہیں رہنا جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ آپؐ تشریف لے گئے اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد میں کچھ شور اور آوازیں سنیں میں نے کہا شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دشمن سے مڈبھیڑ ہوگئی ہو چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ

آپؐ کے پیچھے جاؤں، پھر مجھے خیال آیا آپ کا ارشاد تھا کہ میرے آنے تک کہیں مت جانا لہذا میں آپؐ کے انتظار میں رہا۔ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس شور اور آواز کا ذکر کیا۔ فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے میرے پاس آئے اور کہا کہ، آپ کی امت میں سے جو شخص شرک سے بالکل پاک ہو کر مرا تو وہ جنت میں داخل ہوگا'' میں نے کہا کہ اگر چہ اس نے زنا اور چوری جیسے اعمال قبیحہ کئے ہوں؟ فرمایا: ہاں اگر چہ زنا اور چوری کئے ہوئے ہو۔

تشریح:

"في حرة المدينة" مدینہ کی وہ زمین مراد ہے جہاں چھوٹے چھوٹے سیاہ پتھر اور سنگریزے ہوتے ہیں اس کو "لابة" بھی کہتے ہیں مدینہ منورہ دو لابتین کے درمیان واقع ہے۔ "أحدا ذاك" یہ احد کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سامنے جو احد پہاڑ ہے یہ اگر سونا بن کر میرے پاس ہو جائے "الا ان اقول" یہاں بھی اقول انفق کے معنی میں ہے اور قال کا مادہ اس طرح استعمال ہوتا ہے ای انفقه و اصرفه فی مخلوق اللہ "الاقون" یعنی کثیر مال کے مالک لوگ قیامت کے دن ثواب میں سب سے کم ہوں گے ہاں خرچ کرنے والے مستثنیٰ ہیں "کما انت" یعنی جس طرح تم ہو اور جس حال میں تم ہو اسی حال میں رہو یہاں تک کہ میں واپس آجاؤں "تواری" جسم غائب ہونے کو کہتے ہیں "لغطاً" ای جلبة وصوتا مختلطاً غیر مفهوم یعنی شور شغب کی آواز میں نے سن لی۔ "عرض له" مجہول کا صیغہ ہے عارض ہونے اور پیش ہونے کے معنی میں ہے یعنی مجھے خوف ہوا کہ کہیں دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ آیا ہو "فهممت" یعنی میں نے ارادہ کیا کہ جا کر حال معلوم کروں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آ گیا کہ تم یہاں سے ہلو نہیں لہٰذا میں نے انتظار کیا۔

۲۳۰۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ- وَهُوَ ابْنُ رُفَيْعٍ- عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَحْدَهُ لَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ قَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ- قَالَ- فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي فَقَالَ: مَنْ هَذَا. فَقُلْتُ أَبُو ذَرٍّ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَائَكَ .قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ تَعَالَهُ .قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ: إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ خَيْرًا فَنَفَغَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَائَهُ وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا .قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ: اجْلِسْ هَاهُنَا .قَالَ فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِيَ: اجْلِسْ هَاهُنَا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ .قَالَ فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتَّى لاَ أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللَّبْثَ ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ: وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى .قَالَ فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَائَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا .قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيلُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ فَقَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ .قَالَ: قُلْتُ وَإِنْ

سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ .قَالَ: قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ.

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نکلا، اچانک کیا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا چل رہے ہیں کوئی شخص آپؐ کے ساتھ نہیں ہے۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید آپؐ کو کسی کا ساتھ چلنا ناگوار ہو (اس لئے آپ تنہا ہی چل رہے ہوں) یہ سوچ کر میں چاندنی میں چلنے لگا آپؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے دیکھا تو فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابوذر۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کردے۔ آپؐ نے فرمایا، اے ابوذر۔ یہاں آجاؤ۔ چنانچہ میں کچھ دیر تک آپؐ کے ساتھ چلتا رہا۔ ارشاد فرمایا: ''بہت مال والے لوگ روز قیامت بہت کم اجر والے ہوں گے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے اور وہ اسے دائیں، بائیں سامنے، پیچھے پھونک مار کر اڑادے (خوب بے دریغ راہ خدا میں خرچ کرے) اور اس مال میں اعمال صالحہ کرے (تو وہ ان محرومین اجر میں سے نہ ہوگا) میں کچھ دیر مزید ساتھ چلتا رہا، آپؐ نے فرمایا، یہاں بیٹھ جاؤ، آپؐ نے مجھے ایک صاف زمین پر جس کے اردگرد پتھر پڑے ہوئے تھے بٹھلا دیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: جب تک میں لوٹ کر نہ آجاؤں یہاں بیٹھے رہو۔ اس کے بعد آپ پتھریلی زمین پر چلتے رہے یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہوگئے اور کافی دیر تک ٹھہرے رہے (غائب رہے) پھر میں نے اچانک آپ کو سامنے سے آتے دیکھا اور آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ جب آپؐ تشریف لے آئے تو میں صبر نہ کرسکا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے۔ یہ آپ پتھریلی زمین پر کس سے گفتگو فرمارہے تھے؟ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا جو آپ کو جواب دیتا۔ فرمایا: وہ جبرئیلؑ تھے حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کی ایک طرف مجھے ملے اور فرمایا: اپنی امت کو بشارت دے دیجئے کہ جو شخص بھی اللہ کے ساتھ شرک کے بغیر مرگیا وہ جنت میں داخل ہوگیا'' میں نے کہا اے جبرئیلؑ اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے (تب بھی جنت میں جائے گا؟) فرمایا ہاں! میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا ہاں! اگرچہ شراب بھی پئے (تب بھی جنت میں داخل ہوگا)۔

باب عقوبة من يكنز الاموال

ناجائز اموال جمع کرنے والوں کیلئے شدید وعید

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٣٠٤ – وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَبَيْنَا أَنَا فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مَلأٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ أَخْشَنُ الثِّيَابِ أَخْشَنُ الْجَسَدِ أَخْشَنُ الْوَجْهِ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفَيْهِ وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفَيْهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيَيْهِ يَتَزَلْزَلُ قَالَ فَوَضَعَ الْقَوْمُ رُءُوسَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ رَجَعَ إِلَيْهِ شَيْئًا – قَالَ – فَأَدْبَرَ وَاتَّبَعْتُهُ حَتَّى جَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ

فَقُلْتُ مَا رَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ إِلَّا كَرِهُوا مَا قُلْتَ لَهُمْ .قَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا إِنَّ خَلِيلِي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِي فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ: أَتَرَى أُحُدًا .فَنَظَرْتُ مَا عَلَيَّ مِنَ الشَّمْسِ وَأَنَا أَظُنُّ أَنَّهُ يَبْعَثُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ فَقُلْتُ أَرَاهُ .فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي مِثْلَهُ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ .ثُمَّ هٰؤُلَاءِ يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا .قَالَ: قُلْتُ مَا لَكَ وَلِإِخْوَتِكَ مِنْ قُرَيْشٍ لَا تَعْتَرِيهِمْ وَتُصِيبُ مِنْهُمْ .قَالَ لَا وَرَبِّكَ لَا أَسْأَلُهُمْ عَنْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْحَقَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ.

حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں (ایک بار) مدینہ منورہ آیا، اس دوران میں سرداران قریش کے ایک حلقہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص جو کھردرے کپڑے پہنے تھا اور خود بھی سخت جسم و جان والا تھا، چہرہ پر خشونت تھی آیا اور ان سرداران قریش کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا ''خوشخبری دے دو مالداروں کو ایک تپے ہوئے پتھر کی جسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور ان مالداروں میں سے کسی کی چھاتی کی گھنڈی پر اسے رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ پتھر (جسم کو چیرتا ہوا) اس کے کندھوں کی ہڈی سے نکل جائے گا اور پھر کندھے کی ہڈی پر رکھا جائے گا تو اس کی چھاتیوں کی گھنڈی سے برآمد ہوگا اور یونہی آر پار ہوتا رہے گا۔'' لوگوں نے اس کی بات سن کر اپنے سر جھکا لئے اور میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی نے اس شخص کو کوئی جواب دیا ہو۔ وہ صاحب پلٹ کر چل دیئے تو میں ان کے پیچھے ہو لیا، وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا: مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بات انہیں ناگوار گزری ہے۔ وہ کہنے لگے کہ یہ کچھ عقل نہیں رکھتے۔ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بار بلایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا: کیا تم احد کو دیکھ چکے ہو؟ میں نے اپنے اوپر چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا اور مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ اپنی کسی ضرورت کی غرض سے مجھے وہاں بھیجنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! دیکھا ہے۔ فرمایا'' مجھے اس بات کی کوئی خوشی نہیں کہ میرے پاس اس کے برابر سونا ہو اور وہ سارا کا سارا سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں سوائے تین دیناروں کے'' پھر اس کے باوجود یہ کہ لوگ دنیا کو جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ یہ آپ کا اور آپ کے قریشی بھائیوں کا کیا حال ہے کہ آپ نہ ان کے پاس جاتے ہیں کسی ضرورت کے لئے کہ ان سے آپ کو کچھ مال مل جائے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تمہارے رب کی قسم ہے میں ان سے نہ دنیا کا سوال کروں گا اور نہ ہی دین کے بارے میں کچھ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔

تشریح:

''فجاء رجل'' اس رجل سے حضرت ابوذر غفاری مراد ہیں، یہ اس امت کے سب سے زیادہ زاہد گزرے ہیں، زہد میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھے، ایک وقت کھانے کے بعد دوسرے وقت کے لئے کھانے کو جمع کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت معاویہ کو شام میں نصائح فرماتے تھے، انہوں نے مدینہ منورہ بھیجا، یہاں حضرت عثمان کی خلافت میں تابعین کے ساتھ جھگڑتے رہتے تھے،

کیونکہ یہ مال جمع کرنے والے کو عصا سے مارتے تھے حضرت عثمانؓ نے ان کو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کی طرف ہجرت کرنے کو کہا اس مقام کا نام ربدہ ہے، مدینہ سے کافی دور ہے تین دن کے فاصلہ پر ذات عرق اوفید کے پاس واقع ہے مدینہ سے مکہ کی طرف ہے اسی مقام پر ابوذر غفاری کی قبر ہے آپ ۳۲ھ میں یہیں پر فوت ہو گئے تھے وہیں پر آپ نے زندگی گزاردی اور وہیں پر انتقال کر گئے اور وہیں پر مدفون ہیں۔ "اخشن الثیاب" یہ خشونت سے ہے کُھر درے اور موٹے کپڑوں کو کہتے ہیں یہاں جسد کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور چہرہ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے سب کے لئے یہ کہا جائے کہ گویا اخشن سے ضد النعومة مراد لیا گیا ہے ای ضد الکین و النعومة یعنی کپڑے بھی موٹے موٹے پھٹے پرانے اور جسم بھی مشقت ومحنت پر مشتمل معلوم ہو رہا تھا نہ تیل نہ کنگھی نہ بناوٹ نہ سجاوٹ اور نہ سکون وراحت۔ "فقام علیهم" یعنی اشراف قریش کے حلقے اور مجلس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنے مسلک کے مطابق ان لوگوں سے کہا "الکانزین" یہ کنز سے بنا ہے کنز اصل لغت میں اس خزانہ کو کہتے ہیں جس سے زکوٰۃ نہیں نکالی گئی ہو لیکن حضرت ابوذر غفاری کا مسلک یہ تھا کہ ہر وہ چیز جو وقتی ضرورت سے زائد ہو وہ خزانہ میں شمار ہے جس کے لئے وعید ہے اسی کو آپ نے بیان کیا ہے کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو یہ اطلاع ہے کہ وہ دوزخ میں گرم شدہ سنگریزوں اور پتھروں میں جلتے رہیں گے "یحمی علیه" اس کا معنی یہ ہے کہ پتھر بطور ایندھن استعمال ہونگے اور دوزخ میں یہ لوگ اس میں جلتے رہیں گے "رضف" را پر فتحہ ہے ضاد ساکن ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد رضفة ہے جیسے تمر و تمرة ہے ھی الحجارة الحماة۔ "حلمة" تینوں حروف پر زبر ہے پستان کے سر کو کہتے ہیں جس کو چوسنی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ "نفض کتفه" "نغض" نون پر ضمہ اور غین ساکن ہے یہ اس نرم ہڈی کو کہتے ہیں جو کندھے کے نچلے حصے میں پیٹھ کی جانب ہوتی ہے اس کے مقابل بالکل سامنے کے حصے سینہ میں پستان کی دو چوسنیاں ہوتی ہیں "یتزلزل" یعنی یہ گرم پتھر حرکت کرتے ہونگے پیچھے کی ہڈی سے سامنے چوسنی کے طرف اور سامنے چوسنی سے پیچھے کی ہڈی کی طرف حرکت کر کے آئیں گے جائیں گے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو جلائیں گے "فوضع القوم رؤوسهم" یعنی شرم اور خوف کے مارے لوگوں نے سروں کو جھکا دیا "رجع الیه" یعنی کسی نے حضرت ابوذر کو جواب نہیں دیا "ما علی من الشمس" یعنی دن کا وقت بالکل آخری تھا میں نے دیکھا تو مجھ پر کہیں سورج نہیں تھا اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر شدید دھوپ پڑ رہی تھی مجھے خوف ہوا کہ اگر اس گرمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے احد کے پاس کسی کام کے لئے بھیجیں گے اس میں سخت مشقت ہوگی "ثم یجمعون" یہ کلام حضرت ابوذر کا ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت تو احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے اور صرف تین دینار ضرورت کے لئے چھوڑ دے اور یہ لوگ مال جمع کرتے ہیں اور خزانے بناتے ہیں "لا تعتریهم" ای لا تاتیهم و تطلب منهم حاجتك؟ یعنی آپ اپنی حاجت براری کے لئے ان لوگوں کے پاس کیوں نہیں آتے ہو؟ یہ لوگ آپ کو مال دیدیں گے۔ حضرت ابوذر نے فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوگا میں موت تک ان سے اپنی حاجت نہیں مانگوں گا حضرت ابوذر غفاریؓ نے یہاں جس حدیث سے اپنے مسلک کے لئے استدلال کیا ہے شارحین لکھتے ہیں کہ یہ استدلال سطحی ہے حدیث میں وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو زکوٰۃ ادا نہ کریں اور خزانے جمع کریں پھر آنحضرت نے جس انفاق کا ذکر کیا ہے یہ زکوٰۃ کا معاملہ نہیں ہے یہ تطوع اور تبرع کا صدقہ ہے۔

۲۳۰۵ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ حَدَّثَنَا خُلَيْدٌ الْعَصَرِيُّ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ

كُنْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَمَرَّ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِكَيٍّ فِي ظُهُورِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جُنُوبِهِمْ وَبِكَيٍّ مِنْ قِبَلِ أَقْفَائِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جِبَاهِهِمْ -قَالَ- ثُمَّ تَنَحَّى فَقَعَدَ -قَالَ- قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا أَبُو ذَرٍّ. قَالَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا شيء سَمِعْتُكَ تَقُولُ قُبَيْلُ قَالَ مَا قُلْتُ إِلَّا شَيْئًا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَ: قُلْتُ مَا تَقُولُ فِي هَذَا الْعَطَاءِ قَالَ خُذْهُ فَإِنَّ فِيهِ الْيَوْمَ مَعُونَةً فَإِذَا كَانَ ثَمَنًا لِدِينِكَ فَدَعْهُ.

حضرت احنفؒ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے یہ کہتے ہوئے گزرے کہ: مالداران قوم کو بشارت دے دو کہ ان کی پشتوں کو داغا جائے گا تو ان کی پیشانیوں سے نکلے گا'' پھر ابوذرؓ کچھ دور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ ابوذرؓ ہیں۔ میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور کہا کہ، میں نے ابھی تھوڑی دیر قبل آپ کو کیا کہتے سنا تھا؟ کہنے لگے میں نے کچھ نہیں کہا سوائے اسی بات کے جو میں نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی میں نے پوچھا کہ پھر اس بخشش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ (جو امراء غریب مسلمانوں کو دیا کرتے ہیں؟) فرمایا کہ تم اسے تو لیتے رہو کہ وہ آج ایک مدد ہے (تمہارے ساتھ) لیکن جب یہ عطاؤ بخشش تمہارے دین کی قیمت بن جائے تو اسے لینا چھوڑ دو۔

تشریح:

''خلید'' یہ تصغیر کا لفظ ہے راوی کا نام ہے ''العصری'' بنو عصر کی طرف نسبت ہے ''بکیّ'' داغ دینے کو کیّ کہتے ہیں شد کے ساتھ ہے اسی سے مکواۃ ہے جو استری کو کہتے ہیں۔ ''الکی الذی بالنار بحدیدة محماة وامثالها'' ''من اقفائهم'' یہ جمع ہے اس کا مفرد قفا ہے مؤخر الراس کو کہتے ہیں یعنی سر کا پچھلا حصہ اسی سے وقفینا ہے اور اسی سے ﴿ولا تقف ما لیس لک به علم﴾ ہے۔ ''جباههم'' یہ جبهة کی جمع ہے پیشانی کو کہتے ہیں ''قبیل'' یعنی کچھ پہلے جو آپ کچھ کہہ رہے تھے وہ کیا تھا حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی ہوئی حدیث ان کو سنائی ہے۔ ''هذا العطاء'' یعنی احنف بن قیس نے حضرت ابوذر غفاری سے یہ مسئلہ پوچھا کہ بادشاہ جو عطیہ لوگوں کو دیتا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ لینا چاہئے یا قبول نہیں کرنا چاہئے۔ ''خذه'' یعنی حکام کی طرف سے جو عطیہ ملتا ہے وہ لیا کرو، کیونکہ وہ بیت المال کا مال ہے، جس میں عام مسلمانوں کا حق ہے، لہٰذا اس سے تمہاری مدد ہوگی لیا کرو، لیکن اگر حکمران بطور رشوت تم کو عطیہ دے کر تمہارا دین خریدنا چاہتے ہیں تو پھر مت لیا کرو، حضرت ابوذرؓ نے ایک اہم بنیادی مسئلہ کو واضح فرمادیا کہ اگر حاکم کے عطیہ سے حق کو نقصان پہنچتا ہے اور آدمی کا دین خراب ہوتا ہے تو پھر نہیں لینا چاہئے۔

باب الحث على الانفاق وتبشير المنفق بالخلف

خرچ کرنے کی ترغیب اور خرچ کرنے والے کو بدلہ کی بشارت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۳۰۶- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ .وَقَالَ:يَمِينُ اللَّهِ مَلْأَى- وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلآنُ- سَحَّاءُ لَا يَغِيضُهَا شيء اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اے ابن آدم! تو (میری راہ میں) مال خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ (ملان ہے) ابن نمیر نے اپنی روایت میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا بھرا ہوا کہ دن رات خرچ کرنے سے بھی کوئی کمی اس میں واقع نہیں ہوتی۔

۲۳۰۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا .وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَالَ لِي أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ .وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِينُ اللَّهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُذْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَمِينِهِ .قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ.

ہمام بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ وہ ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور علیہ السلام سے روایت کر کے ہم سے بیان کیا ہے پھر ان میں سے بعض احادیث ذکر کر کے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: آپ لوگوں پر خرچ کیجئے میں آپ پر خرچ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے دن رات کا خرچ بھی اس میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ کیا تم نے غور کیا کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر اب تک کیا کچھ اس نے خرچ کیا ہے مگر پھر بھی اس کے ہاتھ میں (خزانہ میں) کوئی کمی نہیں آئی۔ اور فرمایا کہ اس کا عرش پانی پر ہے، اس کے دوسرے ہاتھ میں موت ہے اور جسے چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت کی پستیوں میں گرا دیتا ہے۔

تشریح:

''هذا ما حدثنا ابو هريرة'' صحابہ کرام کے احادیث کے مختلف نوشتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی احادیث کا ایک صحیفہ جمع فرمایا تھا، یہ صحیفہ بعد میں ہمام بن منبہ کے ہاتھ لگا۔ یہ شخص وہب بن منبہ کے بھائی تھے۔ یہ جب اس صحیفہ سے حدیث نقل کرتے ہیں تو بطور اشارہ فرماتے ہیں کہ ''هذا ما حدثنا به ابو هريرة'' اسی طرح امام بخاریؒ بھی حضرت ابو ہریرہؓ کے صحیفہ سے احادیث نقل کرتے ہیں، لیکن وہ ہرمز الاعرج کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور صحیفہ کی طرف ''نحن الآخرون الاولون'' کی حدیث سے اشارہ کرتے ہیں، کیونکہ اس صحیفہ کی پہلی حدیث یہی ہے ''ان اللـه قال لی'' اس جملہ سے یہ حدیث قدسی بن گئی۔ اس سے پہلے حدیث بھی قدسی ہے، مگر وہاں مطلق بنی آدم کا ذکر ہے۔ ''انفق'' یہ باب افعال سے امر کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیا کہ آپ خرچ کریں، یہاں کسی مال کے ساتھ حکم کو خاص نہیں کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر قسم اموال سے بے شمار خرچ کریں۔ ''أنفق عليك'' یہ متکلم کا صیغہ ہے، جواب امر

ہے، اس لئے مجزوم ہے، یعنی آپ خرچ کریں، اس کے بدلے میں تجھے دوں گا اور تم پر خرچ کروں گا، یہ اس آیت کے معنی میں ہے: "وما انفقتم من شئی فھو یخلفه" (سورۂ سبا)

"یمین اللہ ملای" یعنی اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ خزانوں سے بھرا ہوا ہے، ہاتھ کا اطلاق متشابہات میں سے ہے سلف کے ہاں اس کا آسان ترجمہ یہ ہے ما یلیق بشانہ اس سے پہلے حدیث میں ابن نمیر نے اس کو ملآن پڑھا ہے۔ لغت کے اعتبار سے وہ صحیح ہے لیکن علامہ نووی نے فرمایا کہ ملآن پڑھنا ابن نمیر کی طرف سے غلطی ہے۔ "لا یغیضها" یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو خرچ کرنے سے خالی نہیں کرسکتی ہے اور نہ اس میں نقصان لاسکتی ہے، بلکہ یہ ہاتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خرچ کرنے کیلئے بھرا ہوا ہے۔ "سحآء" سح یسح مد کے ساتھ مشدد ہے، مسلسل بارش برسنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندوں پر خرچ کرنے میں مسلسل بارش کی طرح ہے، اس میں کبھی کمی نہیں آسکتی ہے ای یمین اللہ تسح وتجود بالنعم و تنفقها علی عبادہ متتابعا متوالیاً من غیر انقطاع (منة المنعم)

"اللیل و النهار" یہ دونوں لفظ مرفوع بھی ہیں اور منصوب بھی ہیں اگر مرفوع ہیں تو یہ لا یغیضها کیلئے فاعل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دن اور رات دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی سخاوت میں کمی نہیں لاسکتے ہیں اور اگر یہ الفاظ منصوب پڑھے جائیں تو یہ سحآء کیلئے ظرف ہونگے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دن اور رات دونوں میں مسلسل سخاوت کرتا ہے۔ "وعرشه علی الماء" یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، اس لفظ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کئے ہیں، اس وقت سے اللہ تعالیٰ خرچ کررہا ہے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ اس جملہ کے یہاں ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے کوئی ربط نظر نہیں آتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جب زمین وآسمان اور تخلیق کائنات کی ابتداء کی بات آگئی تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابتدا کے بارے میں فرمایا کہ جب زمین وآسمان نہیں تھے تو کائنات میں صرف پانی تھا نیچے پانی اور اوپر عرش تھا مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک سبز موتی کو پیدا کیا پھر اس کو دبدبہ کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پگھل گیا تو سب پانی بن گیا تو نیچے یہی پانی تھا اوپر عرش تھا پھر اللہ تعالیٰ نے رعب کی نگاہ سے اس پانی کو دیکھا تو یہ ہل گیا اور پر دھواں اٹھا اس سے آسمان بنائے گئے اور نیچے زمین رہ گئی ﴿ثم استویٰ الی السمآء و ھی دخان﴾ اور ﴿والارض بعد ذلک دحاھا﴾ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ "وبیدہ الاخری" علماء لکھتے ہیں کہ یمین اللہ کے مقابلے یسار اللہ کہنا مناسب نہیں تھا ایک تو یسار کی نسبت اچھی نہیں تھی اور دوسرا یہ کہ اس سے جہت ثابت ہوجاتی جس سے تجسم کا شائبہ پیدا ہوسکتا تھا اس لئے یہ جملہ اختیار کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے "و کلتا یدیه یمین" یعنی اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں بائیں اس میں نہیں ہے۔ "القبض" شارحین نے لکھا ہے کہ قبض کے لفظ سے موت کا اختیار مراد ہے، یعنی موت کا پورا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ بعض شارحین نے القبض سے تقدیر مراد لی ہے۔ یہ مطلب بہت اچھا ہے۔ دوسری روایت میں بیدہ المیزان کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ "القبض" سے رزق کی تنگی اور وسعت کا معنی بھی لیا جاسکتا ہے، یہاں یہ مطلب سب سے زیادہ واضح ہے، کیونکہ "یرفع و یخفض" اس کی تفصیل ہے "ای یوسع الرزق علی من یشآء ویقدر" قرآن کی آیت

﴿والله يقبض و يبسط و اليه ترجعون﴾ (بقرہ:۲۴۵) اس کی مکمل دلیل ہے۔

باب فضل النفقة على العيال و المملوك

اپنے اہل وعیال اور غلاموں پر خرچ کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ- قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .قَالَ أَبُو قِلَابَةَ وَبَدَأَ بِالْعِيَالِ ثُمَّ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ وَأَيُّ رَجُلٍ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالٍ صِغَارٍ يُعِفُّهُمْ أَوْ يَنْفَعُهُمُ اللَّهُ بِهِ وَيُغْنِيهِمْ.

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر دینار (یا پیسہ) وہ ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار (یا پیسہ) جو آدمی اپنے جانور (سواری) پر خرچ کرتا ہے اللہ کی راہ میں (جہاد یا دین کی نشر واشاعت کے کام میں) اور وہ دینار جو آدمی اپنے ساتھیوں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ابوقلابہ (جو راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ آپ نے پہلے اہل وعیال سے ابتدا کی۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: اس آدمی سے زیادہ عظیم اجر رکھنے والا شخص کون ہوگا جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے اسے نفع عطا فرمائے یا اسے معاف کردے اور ان کے سبب سے (دوسروں سے) بے نیاز کردے۔''

تشریح:

''علی عیاله'' اس باب کی احادیث میں مختلف اشخاص پر مختلف نفقات کا مختلف ثواب بیان کیا گیا ہے کیونکہ کبھی اہل وعیال پر ہوتا ہے کبھی غلاموں پر ہوتا ہے کبھی صلہ رحمی اور قرابت کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی ملک نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے چنانچہ ان نفقات کی حیثیت بھی الگ الگ ہے کوئی واجب ہے کوئی فرض ہے کوئی سنت اور مستحب ہوتا ہے ان تمام نفقات میں اہل وعیال اور بیوی بچوں پر نفقہ سب سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں اہل وعیال کو سوال اور احتیاج سے بچانا ہوتا ہے اور اس کے مستقبل کو بنانا ہوتا ہے عیال سے ''من یعوله و یلزمه مؤنة نفقته'' سب مراد ہیں، اس میں بیوی بچے اور خادم وغیرہ سب داخل ہیں۔ ''علی دابته فی سبیل الله'' سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور دابة سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے اور ''اصحابه فی سبیل الله'' سے مراد مجاہدین ہیں۔ ان راستوں میں خرچ کرنا بڑا ثواب رکھتا ہے۔ ''رقبة'' سے مراد غلام ہے، یعنی غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کیا، اہل وعیال کا صدقہ چونکہ آدمی پر فرض ہوتا ہے، اس لئے اس کا درجہ سب سے زیادہ ہے، نیز اس میں صلہ رحمی بھی ہے، جب یہ فرض ہے تو باقی نفل صدقات سے افضل ہے۔

۲۳۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ - قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ زُفَرَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک وہ دینار ہے جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ایک وہ دینار ہے جسے تم کسی غلام پر خرچ کرو اور ایک وہ دینار ہے جو تم کسی مسکین پر خرچ کرو اور ایک وہ دینار ہے جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو ان میں سے سب سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو''

۲۳۱۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ الْكِنَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو إِذْ جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ أَعْطَيْتَ الرَّقِيقَ قُوتَهُمْ قَالَ لَا. قَالَ فَانْطَلِقْ فَأَعْطِهِمْ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ.

حضرت خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کا دربان اندر داخل ہوا انہوں نے کہا کہ کیا تم نے غلاموں کو ان کا خرچہ وغیرہ دے دیا؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا جاؤ اور ان کا خرچہ دے کر آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کے گناہ گار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے ان کا خرچ روک لے۔''

تشریح:

''الـجـرمـی'' جیم پر فتحہ ہے، را ساکن ہے۔ قبیلہ جرم کی طرف منسوب ہے، ایک نام حرمی ہے وہ حا کے ساتھ ہے اور نام ہے، نسبت نہیں ہے۔ ''قهرمان له'' قہرمان فارسی لفظ ہے، خازن اور وکیل کو کہتے ہیں، جنگی کمانڈر کو بھی کہتے ہیں، یہاں حضرت عمرو بن العاصؓ کا وکیل مراد ہے۔ ''قوتهم'' ای رزقهم وطعامهم ورانبتهم ''عمن يملك'' یعنی اپنے مملوک سے اس کا رزق روک دے، یہ گناہ کیلئے کافی ہے۔

باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم اهله ثم قرابته

خرچ کرنے میں ابتداء کرنے کی ترتیب

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۳۱۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ

جَـابِرٍ قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَقَالَ: أَلَكَ مَالٌ غَيْرُهُ .فَقَالَ لَا .فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي .فَـاشْتَـرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهَكَذَا وَهَكَذَا .يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ.

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے جو بنوعذرہ سے تعلق رکھتا تھا ایک غلام آزاد کیا مدبر بنا کر۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی مال ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپؐ نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبداللہ العدوی نے آٹھ سو درھم میں اسے خرید لیا اور پیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے کر آ گئے آپ نے وہ پیسے اس مالک غلام کو دے دیئے اور فرمایا خرچ کی ابتدا اپنے آپ سے کرو (سب سے پہلے اپنے اوپر خرچ کرو) پھر اگر بچ جائے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اور پھر بھی اگر بچ جائے گھر والوں پر خرچ کر کے تو رشتہ داروں پر خرچ کرو، اور رشتہ داروں سے بھی زائد ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح خرچ کرو (آپؐ دائیں بائیں اور سامنے و پیچھے ہاتھوں سے اشارہ فرما رہے تھے)

تشریح:

"عـن دبـر" یعنی بنوعذرہ کے اس شخص نے اپنے مدبر غلام کو جس کا نام یعقوب تھا، آزاد کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اس غلام کو نعیم بن عبداللہ پر آٹھ سو درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ اب یہاں یہ مسئلہ ہو گیا کہ دیگر روایات کے پیش نظر مدبر کو فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہاں اس حدیث میں صراحت کے ساتھ فروخت کرنے کا بیان ہے تو اہل ظواہر اور شوافع حضرات نے اسی پر عمل کیا ہے کہ مدبر کا فروخت کرنا جائز ہے، مالکیہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب مالک مدیون ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے فروخت کیا جا سکتا ہے لیکن احناف فرماتے ہیں کہ مدبر کو فروخت کرنا صحیح نہیں ہے اب اس حدیث کا صحیح محمل احناف کے ہاں ہے کہ مدبر دو قسم پر ہوتا ہے ایک مدبر مطلق ہوتا ہے ایک مدبر مقید ہوتا ہے مدبر مطلق وہ ہوتا ہے کہ مالک اپنے غلام سے کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو اب اس غلام کا فروخت کرنا یا ھبہ کرنا احناف کے نزدیک صحیح نہیں ہے آقا کے مرنے پر یہ غلام آزاد ہو جائے گا مدبر مقید وہ ہوتا ہے جس کو آقا یہ کہدے کہ اگر میں اس بیماری میں مرگیا تو تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو اب اس غلام کا فروخت کرنا آقا کے لئے جائز ہے ھبہ کرنا بھی جائز ہے بہرحال مالکیہ اس حدیث کو مدیون آقا پر حمل کرتے ہیں اور احناف اس کو مدبر مقید پر حمل کرتے ہیں یا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر حمل کرتے ہیں کہ آنحضرت کو حق حاصل تھا کہ کسی غلام کی مدبریت کو ختم کر کے اس کو فروخت کر دے چنانچہ یہاں ایسا ہی ہوا ہے بہرحال آئندہ اس مسئلہ کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب العتق میں آئے گی یہاں آٹھ سو درہم کا ذکر ہے یہی راجح ہے مشکوٰۃ شریف میں اس خریدنے والے کا نام نعیم بن نحام لکھا ہے، یہ کسی راوی سے غلطی ہوگئی ہے۔ یہ نعیم بن عبداللہ ہے، نحام اس کا لقب

تھا۔نحمہ آواز کو کہتے ہیں، معراج کی رات آنحضرتؐ نے جنت میں ان کی آواز سنی تھی اس لئے نحام لقب پڑ گیا بہر حال آنحضرت نے اس صحابی کو حکم دیا کہ یہ مال پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو جو بچ گیا تو بیوی بچوں پر خرچ کرو جو بچ گیا تو رشتہ داروں پر خرچ کرو پھر بھی بچ گیا تو دائیں بائیں اندھا دھند نیکی کے راستوں میں خرچ کرو اوراڑادو۔

۲۳۱۲ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ - عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ - يُقَالُ لَهُ أَبُو مَذْكُورٍ - أَعْتَقَ غُلاَمًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ يُقَالُ لَهُ يَعْقُوبُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے جسے ابو مذکور کہا جاتا تھا اپنے غلام جسے یعقوب کہا جاتا تھا کو مدبر بنا کر آزاد کیا۔ آگے سابقہ حدیث لیثؒ ہی کی مانند بیان کیا۔

باب فضل الصدقة على الاقربين

اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالاً وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَى وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ .قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ:﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَى وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ شِئْتَ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخْ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الأَقْرَبِينَ .فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ تمام انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اوران کو اپنے تمام اموال میں سب سے زیادہ محبوب ''بیر حاء'' نامی کنواں تھا، جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا پاکیزہ پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تم ہرگز برونیکی حاصل

نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنا محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو' اور مجھے اپنے تمام اموال میں بیرحاء (کنواں) سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اس کی نیکی کی اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیں گے، لہٰذا یا رسول اللہ! آپ اسے جہاں چاہیں استعمال کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خوب یہ تو بہت ہی نفع کا مال ہے یہ تو بہت ہی نفع کا مال ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی ہے میری رائے ہے کہ تم اسے اپنے اقارب میں خرچ کردو۔'' چنانچہ ابوطلحہؓ نے اسے اپنے اقارب اور عم زادوں (چچازادوں) پر تقسیم کردیا۔

تشریح:

''بیرحآء'' یہ حضرت ابوطلحہؓ کے کھجور کے باغ کا نام تھا اس کے اندر کنواں بھی تھا تو یہ صرف کنویں کا نام نہیں تھا بلکہ پورے باغ کا نام تھا اس لفظ کے ضبط کرنے میں بڑا اضطراب ہے زیادہ واضح اس طرح ہے کہ با پر زبر ہے ی ساکن ہے اور را پر زبر ہے اور حا پر مد کے ساتھ فتح ہے آخر میں ہمزہ ہے ''وفی النهاية لابن الاثير بيرحآ بفتح الباء و كسرها و بفتح الراء ضمها و اعدفيهما و بفتحهما و القصر اه فهذه خمس لغات'' (منة المنعم ج ۲ ص ۹۵) ۔آئندہ حدیث میں اس باغ کا نام بیریحاء آیا ہے بعض روایات میں باریحاء بھی آیا ہے۔''**و كانت مستقبلة المسجد**'' یعنی مسجد نبوی اس باغ سے قبلہ کی جانب تھی خود یہ باغ مسجد نبوی کی جانب شمال میں واقع تھا اس کنویں کے نشانات اب بھی موجود ہیں لیکن جدید توسیع میں یہ جگہ مسجد نبوی کے اندر آگئی ہے مسجد نبوی میں شمال کی جانب ایک مشہور گیٹ ہے جو باب مجیدی کے نام سے مشہور ہے اسی مقام میں یہ باغ تھا جو مسجد نبوی کی توسیع میں آگیا ہے مدینہ منورہ میں رہنے والے قاری دین محمد صاحب نے مجھے بتایا کہ اس جگہ میں ایک کنویں کے نشانات ہیں۔ الحمد للہ میں رات کے ڈھائی بجے اس حدیث کی شرح مسجد نبوی میں لکھ رہا ہوں میں اور مفتی شعیب صاحب اور حاجی امین صاحب اور صالح پیر حافظ فضل مالک صاحب چاروں ابھی ۱۴ رمضان ۱۴۳۳ھ کی رات میں اس مقام پر گئے۔ باب عبد المجید سے باہر باب فہد کے نام سے آج کل گیٹ بنا ہوا ہے۔ باب فہد تین دروازوں پر مشتمل ہے، داخل ہوتے وقت بائیں ہاتھ پر چھوٹا گیٹ باب فہد کے نام سے ہے، اسی کے اندر حصہ میں دوستونوں کے درمیان تین گول دائرے قالین کے نیچے فرش پر بنے ہیں یہی بیرحآء ہے۔

''منة المنعم فی شرح صحیح مسلم'' میں اس طرح وضاحت ہے: ''و كانت مستقبلة المسجد معناه ان المسجد كان فی جهة قبلتها فكانت هذه الارض فی شمال المسجد النبوی و قد بقيت البئر موجودة الی زمن قريب ثم دخلت فی المسجد النبوی فی التوسعة الجديدة الكبيرة ويقع موضعها الآن داخل المسجد قريباً من البوابة الشمالية الرئيسة المعروفة بالباب المجيدی الی الجنوب الشرقی منها.''

''**قام ابو طلحة**'' علامہ ابن عبد البر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوطلحہ کھڑے ہوگئے۔ ''ارجو برها'' چونکہ قرآن کی آیت میں ''البر'' کا لفظ آیا ہے جو نیکی کے معنی میں ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ای جرها و اجرها ''**وذخرها**'' ذخیرہ کرنے اور جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ ''عند الله'' یعنی میں اس مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیش

کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ کر کے رکھدیں تاکہ میں وہاں اس کا اجر پالوں۔ "قال بخ" با پر زبر ہے اور خا ساکن ہے یعنی بَخ بَخ اہل لغت نے خا پر زیر کی شکل میں تنوین کو بھی جائز کہا ہے، یعنی بَخٍ بَخٍ علامہ احمر لغوی نے خا پر شد اور تنوین کو بھی جائز کہا ہے۔ یعنی بَخٍّ بَخٍّ، عرب جب کسی کام سے خوش ہو جاتے ہیں تو تعجب اور خوشی کے اظہار کیلئے اس کلمہ کو استعمال کرتے ہیں۔ اکثر تکرار کے ساتھ ہوتا ہے۔ اردو میں ترجمہ اس طرح ہو سکتا ہے واہ واہ یہ کیا عظیم مال ہے۔ "کلمة تقال عند الرضاء والاعجاب بالشئ او الفخر و المدح" (منة المنعم) "**مال رابح**" یہ ربحہ سے ہے، یعنی یہ تو ایک نفع بخش مال ہے۔ ایک روایت میں رائح کا لفظ بھی ہے جو لوٹنے کے معنی میں ہے، یعنی اس کا ثواب تجھ پر لوٹنے والا ہے۔ "قد سمعت ما قلت" یعنی اس پیشکش کو میں نے سن لیا، اب میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں، چنانچہ ابوطلحہؓ نے اس باغ کو اپنے رشتہ دار حضرت حسانؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ پر تقسیم کر دیا اور چچا زاد بھائیوں کو اس کا مالک بنا دیا۔ آج زمین پر نہ باغ ہے نہ کنواں ہے، لیکن ابوطلحہؓ اس کو بینک بیلنس بنا کر ساتھ لے گئے۔

۲۳۱۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ أُرَى رَبَّنَا يَسْأَلُنَا مِنْ أَمْوَالِنَا فَأُشْهِدُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ أَرْضِي بَرِيحَا لِلَّهِ .قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْهَا فِي قَرَابَتِكَ .قَالَ فَجَعَلَهَا فِي حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت مبارکہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ ہمارا رب ہم سے ہمارے اموال کا مطالبہ کرتا ہے۔ (اور یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ مالک ارض وسما ہم سے کچھ مانگے۔ پھر اس کے مطالبہ پر اگر ہم نہ دیں تو ہماری بد نصیبی ہے) لہٰذا یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیر حا والی زمین اللہ کی راہ میں دے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو" چنانچہ انہوں نے اسے حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب میں تقسیم کر دیا۔

۲۳۱۵ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لأَجْرِكِ.

حضرت میمونہؓ بنت الحارث سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور حضور علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اگر تم یہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو یہ تمہارے لئے

زیادہ باعث اجر ہوتی۔''

عورتوں کے زیورات میں زکوۃ کا مسئلہ

۲۳۱۶ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ .قَالَتْ فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ فَاسْأَلْهُ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يَجْزِي عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ .قَالَتْ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ .قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتُهَا- قَالَتْ- وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ- قَالَتْ- فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتُجْزِي الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ- قَالَتْ- فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هُمَا .فَقَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ .قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ .فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

حضرت عبداللہؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عورتوں کے گروہ! تم اللہ کی راہ میں صدقہ دیا کرو خواہ تمہارے زیورات ہی میں سے کیوں نہ ہو۔ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں (اپنے شوہر) عبداللہ کے پاس واپس آئی اور ان سے کہا کہ تم ایک خالی خولی مفلس انسان ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو (کہ کیا میں تمہیں صدقہ دے سکتی ہوں؟) اگر یہ میرے لئے جائز ہو تو بہتر ہے ورنہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو یہ صدقہ دوں'' فرماتی ہیں کہ میرے شوہر عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ نہیں بلکہ تم خود ہی جاؤ۔ چنانچہ میں چلی (جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ) ایک انصاری عورت کھڑی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر اور اس کی بھی وہی ضرورت تھی جو میری ضرورت تھی (یعنی دونوں کو ایک ہی بات دریافت کرنی تھی) اس کے ساتھ حضور علیہ السلام کا رعب اور ہیبت بھی بہت تھی۔ حضرت بلالؓ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ دو عورتیں آپ کے دروازہ پر کھڑی ہیں اس مسئلہ کو معلوم کرنے کیلئے کہ کیا وہ اپنے شوہروں کو صدقہ دے سکتی ہیں؟ اور جو یتیم بچے ان کی گود

میں (زیر تربیت) ہیں ان کو دے سکتی ہیں؟ اور ساتھ ہی ہم نے یہ بھی کہا کہ آپ حضور علیہ السلام کو یہ نہ بتلائیے کہ ہم کون ہیں؟ چنانچہ حضرت بلالؓ اندر تشریف لے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ دونوں عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک تو انصاری خاتون ہیں جب کہ دوسری زینب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کونسی زینب؟ فرمایا عبداللہ کی زوجہ۔ فرمایا: ان عورتوں کیلئے دوہرا اجر ہے ایک تو صدقہ کرنے کا اجر دوسرے قرابت داری کا خیال کرنے پر اجر۔

تشریح:

"ولو من حلیکن" عورتوں کے زیورات جوان کے استعمال میں ہوں، کیا ان میں زکوٰۃ ہے یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

کچھ معمولی فرق کے ساتھ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورتوں کے قابل استعمال زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے ائمہ احناف کے نزدیک مطلقاً زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ استعمال میں ہوں یا نہ ہوں۔

دلائل

جمہور کے پاس کوئی قوی مستند دلیل نہیں ہے صرف احناف کے دلائل کی تضعیف کر کے اپنی دلیل بناتے ہیں ان کے پاس ایک روایت ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے "لیس فی الحلی زکوۃ"۔ احناف کے پاس کئی مرفوع احادیث ہیں، ایک زیر بحث حدیث ۱۵، دوسری حدیث ۱۶ ہے اور تیسری ام سلمہ کی حدیث ۱۷ ہے، یہ تمام احادیث اپنے مدعا پر نہایت واضح دلائل ہیں۔

جواب

"ولا یصح فی هذالباب" امام ترمذیؒ نے ان روایات کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے، اس پر علامہ منذری فرماتے ہیں: "لا یصح فی هذا الباب مؤل والا فخطاء" یعنی امام ترمذی کے قول میں یا تاویل کی جائے گی ورنہ اس کو خطا قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس باب میں بہت ساری روایات ثابت ہیں۔ محدثین نے امام ترمذی کے اس قول پر تعجب کا اظہار کیا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض احادیث کی توثیق کی گئی ہے۔ جمہور نے نفی زکوٰۃ پر جو بعض روایات سے استدلال کیا ہے تو وہاں موتیوں کے زیورات کی نفی مقصود ہے، سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا صریح حکم موجود ہے۔

۲۳۱۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ فَذَكَرْتُ لِإِبْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ. بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَ: قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَآنِي

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیورات ہی سے ہو (باقی حدیث حسب سابق ہے)۔

۲۳۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ .فَقَالَ: نَعَمْ لَكِ فِيهِمْ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

حضرت زینب بنت ام سلمہؓ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے لئے ابوسلمہ (شوہر) کی اولاد پر مال خرچ کرنے میں اجر ہے؟ اور میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی کہ ادھر ادھر مارے مارے پھریں کہ آخر کو میری ہی اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جو تم ان پر مال خرچ کرو گی اس پر تمہارے لئے اجر ہے۔

تشریح:

"بنی ابی سلمة" ابوسلمہ کا جب انتقال ہو گیا تو پس ماندگان میں اس کی بیوی اور چند بچے رہ گئے، ام سلمہؓ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو یہ بچے آنحضرت کی پرورش میں آگئے، ام سلمہؓ نے یہ پوچھا کہ ان بچوں پر خرچ کرنے سے مجھے ثواب ملے گا یا نہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ثواب ملے گا۔ "هکذا و هکذا" یعنی جب ان بچوں کو ادھر ادھر فضول گھوم پھرنے کیلئے نہیں چھوڑ سکتی، آخر میری اولاد ہے، یہ کل پانچ بچے تھے، تین لڑکے سلمہ، عمر اور محمد کے نام سے تھے اور دو لڑکیاں زینب اور درۃ کے نام سے تھیں۔

۲۳۱۹- وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال تم اولاد پر خرچ کرو گی اس پر تمہارے لئے اجر ہے) منقول ہے۔

۲۳۲۰- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ- وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً.

حضرت ابومسعودؓ البدری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "جب مسلمان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اس پر اجر کی نیت رکھتا ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہوتا ہے"

۲۳۲۱- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو

كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور اس پر اجر کی نیت رکھتا ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہے) مروی ہے۔

۲۳۲۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ- أَوْ رَاهِبَةٌ- أَفَأَصِلُهَا قَالَ: نَعَمْ.

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ماں جو دین سے بیزار اور مشرکہ ہے میرے پاس آئی ہے کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ فرمایا کہ ہاں!

۲۳۲۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدَهُمْ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ: نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ.

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کا معاہدہ فرمایا تھا اس زمانہ میں میری ماں جو مشرکہ تھیں میرے پاس آئی تھیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ میری ماں دین سے بیزار اور مشرکہ ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔''

تشریح:

''وهی راغبة او راهبة'' یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے آنے والی روایت میں شک نہیں ہے صرف راغبة کا لفظ ہے۔ یہی صحیح ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کی باپ شریک بہن ہیں، دونوں کی مائیں الگ الگ ہیں۔ حضرت عائشہ کی ماں کا نام رومان ہے اور حضرت اسماء کی ماں کا نام قیلة یا قتیلة ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ مسلمان ہوگئی تھی، مگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ شرک پر مرگئی تھی۔ حضرت عائشہ کی ماں رومان تو پہلے مسلمان ہوگئی تھیں۔ راغبة کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے اعراض کرتی ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے عطیہ میں رغبت رکھتی ہے اور امید و توقع رکھتی ہے تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی قائم رکھوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اگلی روایت میں فی عهد قریش کا لفظ قدمت سے متعلق ہے، یعنی صلح حدیبیہ میں آنحضرتؐ نے قریش کے ساتھ جو معاہدہ اور صلح کیا تھا وہی زمانہ مراد ہے، اس حدیث سے مشرک والدین کے ساتھ صلہ قائم رکھنے کا جواز ملتا ہے۔ ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کی تعلیم ملتی ہے، دیگر مشرکین رشتہ داروں سے صلہ قائم رکھنا بھی جائز معلوم ہوجاتا ہے۔

باب وصول ثواب الصدقة الى الميت

مردوں کیلئے ایصال ثواب ثابت ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۳۲۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوصِ وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ: نَعَمْ.

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میری ماں اچانک بغیر وصیت کئے انتقال کر گئی اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کی مہلت ملتی تو صدقہ دینے کا حکم کرتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ فرمایا کہ ہاں!

تشریح:

''افتلتت'' یہ صیغہ مجہول کا ہے، اس کا نائب فاعل اس میں ضمیر ہے جو ام کی طرف راجع ہے اور نفسا منصوب ہے جو مفعول ثانی ہے یا نفسها مرفوع ہے جو افتلتت کیلئے نائب فاعل ہے۔ افتلات اچانک موت کو کہتے ہیں۔ ''ولم توص ''یعنی اچانک موت کے وجہ سے کسی صدقہ کرنے کی وصیت نہ کرسکی، اگر فرصت ملتی تو صدقہ کی ضرور وصیت کر لیتی، اب ان کی طرف سے ان کے ایصال ثواب کیلئے میں کچھ صدقہ کرسکتا ہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں تم میت کیلئے صدقہ کر سکتے ہو، اس حدیث سے ایصال ثواب کا مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے: اہل سنت والجماعت کے نزدیک نفلی صدقات کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کچھ نہیں پہنچتا۔ احناف کے ہاں عبادات مالی و بدنی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے، شوافع حضرات کے ہاں بدنی عبادت کے ایصال ثواب میں کچھ اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن اور صوم وصلوٰۃ کا ایصال درست نہیں ہے اور مالی عبادت کا ایصال ان کے ہاں جائز ہے جیسے حج وعمرہ ہے۔ علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ شوافع کے ہاں مالی یا بدنی عبادت کے ایصال ثواب میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کا ایصال ثواب جائز ہے۔ مقدمہ مسلم میں یہ مسئلہ تحفۃ المنعم شرح مسلم میں مذکور ہے۔

۲۳۲۵- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ (ح) حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَلَمْ تُوصِ. كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ وَلَمْ يَقُلْ ذَلِكَ الْبَاقُونَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اور حضرت ابو اسامہؓ کی روایت میں یہ بات ہے کہ انہوں نے (والدہ نے)

وصیت نہیں کی جیسے ابن بشر کی روایت میں ہے اور راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

باب بيان صدقة كل نوع من المعروف

ہر قسم معروف سے صدقہ کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۲۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلاهُمَا عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ قَالَ: قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ.

(اس سند کے ساتھ مروی ہے کہ صحابی رسول) حضرت حذیفہؓ بن یمان فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر نیکی صدقہ ہے۔"

۲۳۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ .قَالَ: أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ .قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ.

حضرت ابوالاسودؒ الدولی حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مالدار لوگ تو سارا کام سارا اجر وثواب سمیٹ لے گئے ہیں۔ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور علاوہ ازیں اپنے زائد اموال کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں (جس کی وجہ سے وہ ثواب میں ہم سے آگے بڑھ جاتے ہیں؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ (اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) تمہارے لئے بھی تو اللہ تعالیٰ نے (اجر وثواب کے حصول کو آسان کر دیا ہے) ہر تسبیح تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے، اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر بار لا الہ الا اللہ پڑھنا

صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے، حتی کہ (بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے تمہارے واسطے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس میں کیسے اس کیلئے اجر ہوسکتا ہے؟ (وہ تو درحقیقت اپنی خواہش پوری کرر ہا ہے، کوئی نیکی کا کام تو کرنہیں رہا پھر کیوں اجر ہے؟) فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ یہ شہوت رانی حرام طریقہ سے پوری کرتا تو کیا اس پر وبال اور گناہ ہوتا؟ (یقیناً ہوتا) تو اسی طرح جب وہ جائز اور حلال مقام پر اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس پر اسے اجر ملے گا۔

تشریح:

''اهل الدثور'' دثور جمع ہے دال پر پیش ہے اس کا مفرد دثر ہے، کثیر مال کو کہتے ہیں۔ ''بفضول اموالهم'' یعنی اپنے زائد اموال سے صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے ہیں۔ فقراءِ مہاجرین کے بیان کا مقصد یہی تھا کہ مال کے خرچ کرنے میں مالدار ہم سے آگے نکل گئے، ہم درجات میں ان سے پیچھے رہ گئے۔ ''ما تصدقون به'' یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ موقع فراہم نہیں کیا ہے کہ تم بھی صدقات ادا کرو، بلکہ یہ موقع تم کو حاصل ہے، کیونکہ ہر تسبیح ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے تو صدقات کرنے کا ثواب تمہیں تسبیحات کے ذریعہ سے ملے گا۔ ''وفي بضع احدكم صدقة'' یعنی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں بھی تمہیں صدقہ کا ثواب ملے گا۔ ''شهوته'' یعنی ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرنے میں اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس میں ثواب ملنے کا کیا مطلب ہے۔ ''في حرام'' یعنی اگر اس جائز جماع کی جگہ کوئی شخص حرام جماع میں پڑ جائے گا تو اس کو گناہ ملے گا، جب حرام سے بچ گیا تو صدقہ کا ثواب حاصل ہوگیا۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ- يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ- عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ فَرُّوخَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِمَائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمِدَ اللَّهَ وَهَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ السُّلَامَى فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ .قَالَ أَبُو تَوْبَةَ وَرُبَّمَا قَالَ: يُمْسِي.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہر بنی آدم کے جسم میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ پیدا کئے گئے ہیں لہذا جس شخص نے بھی اللہ اکبر کہا یا الحمد للہ کہا اور سبحان اللہ کہا اور استغفر اللہ کہا اور راستہ سے پتھر یا کانٹے یا ہڈی (یا کوئی اور تکلیف دہ چیز) کو ہٹا دیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا تین سو ساٹھ جوڑوں کے برابر تو اس دن وہ اپنی جان کو جہنم سے آزاد کرا کر چل رہا ہے۔ حضرت ابو توبہ کی روایت ہے کہ وہ شام کو سب گناہوں سے پاک و صاف ہوگا۔ اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ (کہ اس روایت میں او امر بمعروف کہا یعنی

واؤ عطف کی جگہ او کہا) (کہ وہ اس دن شام کرتا ہے) منقول ہے۔

تشریح:

"الثلاثمـاۃ" یعنی انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے۔ اس لفظ پر اہل نحو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں مضاف پر الف لام ہے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ مضاف معرف باللام نہیں ہوتا ہے، بلکہ مضاف الیہ معرف باللام ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عرب کے مختلف قبائل میں کچھ قبائل اس لغت کو استعمال کرتے ہیں۔ مضاف پر الف لام استعمال کرنا اہل کوفہ کی لغت بھی ہے۔ "السلامی" سین پر ضمہ اور شد ہے۔ لام پر زبر ہے، جوڑ کو کہتے ہیں۔ یہ مفرد ہے، اس کی جمع سُلامیات ہے۔ "قال فی القاموس السلامیٰ کحباریٰ عظام صغار کطول الاصبع فی الید و الرجل و جمعه سلامیات" (یعنی سلامیات جسم کے ہاتھ پاؤں اور انگلیوں کی چھوٹی ہڈیوں کو کہتے ہیں)۔ "یمشی" یہ لفظ اگر شین کے ساتھ ہے تو چلنے کو کہتے ہیں اور اگر سین کے ساتھ ہے تو شام کرنے کو کہتے ہیں اور "یـصـیـر" کے معنی میں ہے۔ دونوں لفظ صحیح ہیں۔ "زحزح" یہ متعدی ہے، نکالنے اور دور کرنے کے معنی میں ہے "ای ابعدها و نحاها من النار"

۲۳۲۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ أَخْبَرَنِي أَخِي زَيْدٌ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ .وَقَالَ: فَإِنَّهُ يُمْسِي يَوْمَئِذٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ (کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ بقیہ حدیث معاویہ عن زید کی روایت کی طرح ہے کہ اس روایت میں ہے کہ وہ اس دن شام کرتا ہے)

۲۳۳۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ- يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ- حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ فَرُّوخَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ .بِنَحْوِ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ عَنْ زَيْدٍ .وَقَالَ: فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ.

اس سند سے بھی حضرت عائشہؓ سے معاویہ عن زید کی سابقہ حدیث کی طرح روایت مروی ہے اور اس میں ہے کہ وہ اس دن چلتا ہے۔ یعنی شام کرنے کے بجائے چلنے کا ذکر ہے۔

۲۳۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ .قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ: يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ .قَالَ قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالَ قِيلَ لَهُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ

يَسْتَطِعُ قَالَ: يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ .قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ: يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ.

حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے عرض کیا گیا کہ اگر صدقہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو کیا کرے؟ فرمایا: ''اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے خود بھی کمائے اور صدقہ بھی کرے'' عرض کیا گیا کہ اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو کیا کرے؟ فرمایا کہ ایسے شخص کی مدد ہی کر دے جو حاجت مند ہے اور حسرت و آرزو رکھتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: کوئی نیکی کی بات کسی کو بتلادے یا خیر کی بات بتلادے۔ عرض کیا گیا کہ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو؟ فرمایا کہ برائی سے باز رہے یہ بھی اس کیلئے صدقہ ہے (اگر کسی صدقہ اور انفاق کی استطاعت نہیں رکھتا تو کم از کم برائی سے ہی باز رہے یہ بھی اس کے لئے صدقہ کا قائم مقام ہو جائے گی۔)

تشریح:

''ارئیت'' یعنی آپ مجھے بتادیں ''ای اخبرنی'' ''ان لم یجد'' یعنی خرچ کرنے کیلئے اگر کچھ نہ ملے تو پھر کیا کرے؟ ''یعتمل'' باب افتعال سے ہے، عمل اور کسب کے معنی ہے۔ ''لم یستطع'' یعنی یہ کام بھی نہ کر سکے تو پھر کیا کرے۔ ''الملهوف'' ''لهف'' سے ہے، مدد مانگنے والے مظلوم اور پریشان حال شخص کو کہتے ہیں، جو عاجز آچکا ہو۔ ''یمسك'' یعنی دوسروں کو شر اور ضرر پہنچانے سے باز رہے، اس میں کسی محنت کی ضرورت نہیں ہے، کسی کو ایذا نہ دے۔ یہ بھی صدقہ ہے۔

۲۳۳۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

مذکورہ روایت اس سند (محمد بن المثنی، عبدالرحمن بن مہدی الخ) کے ساتھ بعینہ مروی ہے۔

۲۳۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ - قَالَ - تَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ - قَالَ - وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلاةِ صَدَقَةٌ وَتُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.

حضرت ہمام بن منبہ سے روایت ہے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں پھر ان میں سے چند روایات ذکر کیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''روزانہ جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو انسان پر (اپنے جسم کے) ہر ہر جوڑ کے بدلہ صدقہ واجب ہوتا ہے اور دو افراد کے درمیان صلح و انصاف کر دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد کر دینا یا اس کے سامان کو اٹھا کر لا دینا بھی صدقہ ہے۔ پاکیزہ اور عمدہ بات

کرنا بھی صدقہ ہے اور نماز کیلئے ایک ایک قدم اٹھانا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔"

تشریح:

"تعدل بين اثنين" یعنی دو آدمیوں کے درمیان انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا یا ان کے درمیان صلح کرنا یہ بھی صدقہ ہے، اس جملہ سے پہلے ان کا لفظ مقدر ہے ای ان تعدل یہ تسمع بالمعیدی کی طرح ہے۔ "فتحمله" یعنی کسی آدمی کو ان کی سواری پر چڑھا دیا، جبکہ وہ اس کی طرف محتاج ہو یا اس کی سواری پر اس کے سامان کو رکھوا دیا، یہ ان کے ساتھ مدد ہے، جس پر ثواب ملتا ہے۔ "تميط الاذى" یعنی تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا بھی صدقہ ہے، جس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

باب فی المنفق والممسک

سخی اور کنجوس مکھی چوس کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۳۴- وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ- وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ- حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا . وَيَقُولُ الآخَرُ اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزانہ بندے جب صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! انفاق اور خرچ کرنے والے کو عطا فرمائیے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل اور مال خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تباہ کر دے"

تشریح:

"ملكان ينزلان" یعنی ہر روز صبح دو فرشتے زمین پر آ کر سخی کے لئے دعا اور بخیل کے لئے بدعا کرتے ہیں۔

سوال: دعا اور بددعا کا کیا فائدہ ہے، جبکہ انسان اس کو سنتا نہیں ہے تو فرشتوں کے بولنے کا انسان کو کیا فائدہ ہوا، نہ ان کو ترغیب کا پتہ چلا اور نہ ترہیب کا پتہ چلا؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بتا دیا کہ فرشتے ایسا کرتے ہیں تو ایک مسلمان کے لئے یہ بمنزلہ سماع ہے، گویا مخبر صادق کے بتانے کے بعد اب ہر آدمی کو اس حیثیت میں ہونا چاہیئے کہ وہ سن رہا ہے۔ "خلفا" بدلہ اور قائم مقام کے معنی میں ہیں۔ "تلفا" ہلاکت کے معنی میں ہے۔

باب الترغيب فى الصدقة قبل ان لا يوجد من يقبلها

اس سے پہلے صدقہ کرنا کہ پھر لینے والا نہ رہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَصَدَّقُوا فَيُوشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِي بِصَدَقَتِهِ فَيَقُولُ الَّذِي أُعْطِيَهَا لَوْ جِئْتَنَا بِهَا بِالْأَمْسِ قَبِلْتُهَا فَأَمَّا الآنَ فَلاَ حَاجَةَ لِي بِهَا .فَلاَ يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا.

حضرت حارثہ بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:''صدقہ (دینے میں جلدی) کرو قریب ہے کہ ایسا وقت آجائے کہ انسان اپنا صدقہ لے کر نکلے گا اور کسی کو دینے لگے گا تو وہ کہے گا کہ اگر تم کل لاتے تو میں اسے لے لیتا لیکن اب مجھے اس کی حاجت نہیں چنانچہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جو صدقہ قبول کرلے۔''

۲۳۴۶- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لاَ يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ .وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ بَرَّادٍ: وَتَرَى الرَّجُلَ.

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ایک زمانہ لوگوں پر ایسا بھی آئے گا کہ سونا صدقہ کرنے کیلئے لے کر نکلے گا اور پھرتا رہے گا لیکن ایسا شخص نہیں پائے گا جو اسکے صدقہ کو قبول کرلے اور آدمی کو دیکھا جائے گا کہ ایک ایک مرد کے پیچھے چالیس عورتیں لگی ہوں گی اور اس کی پناہ میں آئیں گی کیونکہ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہوجائے گی۔

تشریح:

''زمان'' قرب قیامت کے کسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی کا زمانہ ہوسکتا ہے، شارحین نے لکھا ہے کہ اس طرح دور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد خلافت میں بھی پیش آیا تھا، چنانچہ یعقوب بن سفیان کی تاریخ میں یحییٰ بن اسید کے حوالہ سے ایک صحیح روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی موت ابھی نہیں آئی تھی کہ کوئی شخص ہمارے پاس کثیر مال لاکر کہتا تھا کہ اس مال کو قبول کرو اور جہاں مناسب سمجھو غریبوں پر خرچ کرو، وہ شخص دن بھر بیٹھا رہتا تھا، مگر کوئی

اس کے مال کو قبول نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ اپنے مال کے ساتھ گھر لوٹ جاتا تھا، ہم سوچ سوچ کر غریب کو تلاش کرتے تھے، مگر خیال میں کوئی غریب نہیں آتا تھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدل وانصاف کی وجہ سے کسی کو غریب نہیں چھوڑا تھا (بحوالہ منۃ المنعم)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تصدقوا کے امر میں جلدی صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ پھر صدقہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ آخر زمانہ میں صدقہ قبول نہ کرنے کی کئی وجوہات ہونگی، ایک وجہ یہ ہوگی کہ اموال کی کثرت ہوجائے گی، کوئی لینے والا نہیں ہوگا، زمین اپنے خزانوں کو باہر پھینک دے گی اور برکات زیادہ ہوجائیں گی، یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد اس طرح ہوگا، دوسری وجہ یہ ہوگی کہ قرب قیامت کی وجہ سے لوگ مال جمع کرنے میں رغبت نہیں رکھیں گے، تیسری وجہ یہ ہوگی کہ لوگ زکوٰۃ اور صدقات نکالنے میں دلچسپی لیں گے تو مال عام ہوجائے گا، اس حدیث میں ایک عجیب مبالغوں کی طرف اشارے ہیں، ایک تو ''یطوف'' کے لفظ سے اشارہ ہے کہ گھوم گھوم کر غریب کو تلاش کیا جائے گا، مگر وہ نہیں ملے گا، دوسرا یہ کہ کوئی ایسا ویسا مال نہیں ہوگا، بلکہ خالص سونا ہوگا، پھر بھی کوئی قبول نہیں کرے گا، تیسرا یہ کہ یہ شخص خود پیش کرے گا، چوتھا یہ کہ اس کوشش کے باوجود کوئی ملے گا بھی نہیں۔

''اربعون امرأۃ'' یعنی ایک شخص کے پیچھے چالیس عورتیں گھومتی ہونگی اور اس شخص کی پناہ پکڑیں گی تاکہ وہ شخص ان کو سنبھال لے اور ان کی ضروریات پوری کرے اور ان سے دفاع کرے۔ کہتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں مرد جہاد کے میدان میں شہید ہوجائیں گے اور ان کی بیویاں رہ جائیں گی، اسی طرح آخر زمانہ میں جنگیں عام ہوجائیں گی اور قتل وقتال کا میدان گرم ہوجائے گا تو عورتیں زیادہ ہوجائیں گی۔ پیدائش کے اعتبار سے بھی عورتوں کی پیداوار زیادہ ہوجائے گی، بعض روایات میں ہے کہ عورت کہے گی: ''انکحنی انکحنی'' مجھ سے نکاح کرلو، نکاح کرلو، مگر کوئی نہیں کرے گا۔

۲۳۳۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ- وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ- عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيضَ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةِ مَالِهِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتَّى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ مال بہت ہوجائے گا اور لوگوں میں پھیل جائے گا اور حال یہ ہوجائے گا کہ آدمی اپنی زکوٰۃ لے کر نکلے گا تو کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ عرب کی زمینیں چراگاہوں اور نہروں میں تبدیل ہوجائیں گی۔

تشریح:

اس حدیث میں آخر زمانے اور قیامت کی علامات میں سے دو چیزوں کا مزید ذکر ہے، ایک ''مُروجا'' یہ مرج کی جمع ہے، چراگاہ اور ہریالی کو کہتے ہیں، یعنی عرب کی سرزمین سرسبز وشاداب ہوجائے گی، ہریالی پھیل جائے گی، چنانچہ آج کل ایسا ہوگیا ہے، گارڈن اور ماڈرن پارکوں کا زور ہے، دوسری چیز ''انہارا'' یعنی عرب کی سرزمین میں پانی کی نہریں روانہ ہوجائیں گی۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی زبردست دلیل ہے۔ چنانچہ تمام سائنس دانوں نے کہا ہے کہ عرب کی زمین طبعی طور پر ہریالی ہونے والی ہے اور ہزاروں سال کی خشکی ختم ہونے والی ہے۔ ''فقد وصل العلماء الطبیعیون بعد بحث و کدٍّ طویل فی تغیرات

الجو ان ارض العرب تعود مروجاً و انهاراً و لا يدوم هذا الجفاف الموجود من آلاف السنين اه" (منة المنعم)

۲۳۳۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ صَدَقَةً وَيُدْعَى إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَا أَرَبَ لِي فِيهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم میں مال بہت کثرت سے پھیل جائے گا حتی کہ صاحب مال یہ ارادہ کرے گا کہ کوئی اس کا صدقہ قبول کرلے اور صدقہ لینے کیلئے بلائے گا تو وہ کہے گا مجھے اس کی حاجت نہیں۔"

تشریح:

"حتی یهم" یہ لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے اهم یهم سے ی مضموم اور ھا مکسور ہے، یہ غم میں ڈالنے کے معنی میں ہے، اس اعراب کے اعتبار سے ربّ المال مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور من یقبلہ اس کا فاعل ہے، اس اعراب کے ساتھ ترجمہ اس طرح ہوگا: یہاں تک کہ صاحب مال کو صدقہ قبول کرنے والا غم میں ڈالتا تھا کہ یہ صدقہ کیوں قبول نہیں کرتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے اس کو اظھر و اشھر کہا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ صورت بہت تکلف والی ہے۔ اس لفظ کو ھم یھم نصر ینصر سے بھی پڑھا گیا ہے اور اس صورت میں اس لفظ کا معنی غم کا نہیں بلکہ قصد و ارادے کا ہوگا، رب المال کا لفظ مرفوع فاعل ہوگا اور من یقبلہ مفعول بہ ہوگا۔ ترجمہ اس طرح ہوگا: صاحب مال کا قصد و ارادہ اور پوری کوشش ہوگی کہ کوئی شخص اس کے صدقہ کو قبول کرے، مگر کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ "لا ارب لــــــی" ارب حاجت کو کہتے ہیں۔ ای لاحاجة لی یعنی اب مجھے ضرورت نہیں، اگر گزشتہ کل لا کر دیتے تو ممکن تھا کہ میں قبول کرتا، جس طرح اس باب کی پہلی حدیث میں ہے۔

۲۳۳۹- وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَأَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ - وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ - قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَقِيءُ الْأَرْضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا أَمْثَالَ الْأُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قَتَلْتُ. وَيَجِيءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قَطَعْتُ رَحِمِي. وَيَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قُطِعَتْ يَدِي ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأْخُذُونَ مِنْهُ شَيْئًا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اگل دے گی جیسے سونے چاندی کے ستون ہوں۔ قاتل آئے گا اور کہے گا کہ اسی کی خاطر میں نے قتل کئے، قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا اسی کی خاطر میں نے رشتے ناطے توڑے، چور آئے گا اور کہے گا اسی کی وجہ سے میرے ہاتھ کٹے پھر سب کے سب اس مال کو چھوڑیں گے اور کچھ نہ لیں گے۔

تشریح:

"تقئ الارض" یہ لفظ قآء یقئ سے قے کرنے اور باہر پھینکنے کے معنی میں ہے: "ای تخرج ما فی جوفھا" "افلا ذ کبدھا" افلاذ فلذ کی جمع ہے، جیسے اکتاف و کتف ہے، پھر فلذ بھی جمع ہے۔اس کا مفرد فلذۃ ہے۔ فلذۃ گوشت یا جگر کے ٹکڑے کو کہتے ہیں، یہاں تشبیہ دی گئی ہے کہ حیوان کے جسم میں جس طرح عمدہ ٹکڑا جگر ہے، اسی طرح زمین کے پیٹ کا عمدہ ٹکڑا سونا اور چاندی ہے، زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر پھینک دے گی جو سونا چاندی ہے۔"ای تخرج ما فی جوفھا من القطع المدفونۃ فیھا" ۔"الاسطوان" یہ جمع ہے، اس کا مفرد "اسطوانۃ" ہے، بڑے ستون کو کہتے ہیں۔ یہ تشبیہ بڑے ہونے میں ہے کہ زمین بڑے بڑے ستونوں کی مانند سونے اور چاندی کو باہر پھینک دے گی۔ "القاطع" یعنی صلہ رحمی توڑنے والا آجائے گا، اسی طرح دیگر جرائم پیشہ لوگ آجائیں گے اور سونے چاندی کی وجہ سے جرم کرنے پر افسوس کریں گے کہ اس بے وقعت اور ناپائیدار چیز کی وجہ سے میں نے یہ بڑے جرائم کا ارتکاب کیا، یہ کہہ کر سونا چاندی چھوڑ کر چلا جائے گا۔

باب قبول الصدقة من الكسب الطيب

صرف حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۴۰- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ- وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ- إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً فَتَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ حَتَّى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی بھی پاکیزہ مال سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سوائے پاکیزہ مال کے کوئی اور صدقہ قبول بھی نہیں کرتے تو اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے لیتے ہیں اگرچہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ صدقہ رحمان سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے جیسے کہ تم میں اس سے کوئی اپنے اونٹ یا گھوڑے کے بچے کو پال (کر بڑا کر دیتا ہے اسی طرح وہ صدقہ بھی بڑھتا رہتا ہے)

تشریح:

"الا الطیب"، یعنی اللہ تعالیٰ صرف حلال مال سے صدقہ کو قبول فرماتے ہیں، اگر کوئی آدمی حرام مال سے حج یا عمرہ بھی کرتا ہے تو اللہ نہ اس حج کو قبول فرماتے ہیں اور نہ عمرہ کو ایک عارف نے کہا:

ما یقبل اللہ الا کل طیبۃ ما کل من حج بیت اللہ مقبول

"بیمینہ" یعنی اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو دائیں ہاتھ میں لیکر قبول کرتے ہیں، ہاتھ میں لینا کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور اعزاز کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ "وان کانت تمرۃ" یعنی کھجور کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں لے کر قبول فرماتا ہے، جبکہ وہ حلال کا ہو تو یہ ایک کھجور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پہاڑ سے بھی بڑا ہوجاتا ہے۔ "یربی" کسی جانور کو پال کر بڑا ہونا یا کسی مال میں ترقی ہو کر زیادہ ہوجانے کو تربیۃ کہتے ہیں۔ "فلوّہ" فا پر زبر ہے، لام پر پیش ہے اور واو پر شد ہے، گھوڑے کے بچھیرے کو کہتے ہیں۔ فلا اور فلی جدائی اور دور ہونے کے معنی میں ہے، چونکہ یہ بچھرا اپنی ماں سے دور ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو فلوٌّ کہا گیا۔ اسی طرح "فصیل" مفصول کے معنی میں اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے دودھ سے الگ ہوجاتا ہے۔ اگلی روایت میں "قلوص" کا لفظ آیا ہے، جوان اونٹنی کو قلوص کہتے ہیں، یعنی یہ صدقہ اللہ تعالیٰ ایسا بڑھاتا ہے، جس طرح تم اپنی جوان اونٹنی کو پالتے ہو، یہاں تک کہ یہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہاڑ جتنا بڑا ہوجاتا ہے۔

۲۳۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ - يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ - عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَصَدَّقُ أَحَدٌ بِتَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ إِلَّا أَخَذَهَا اللَّهُ بِيَمِينِهِ فَيُرَبِّيهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ قَلُوصَهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ أَوْ أَعْظَمَ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کھجور کا دانہ بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں اور وہ صدقہ (اجر و ثواب میں یا مقدار میں) بڑھتا رہتا ہے جیسے کہ تمہاری اونٹنی یا گھوڑے کا بچہ بڑھتا رہتا ہے اور نشو و نما حاصل کرتا رہتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے کہ اس سے بھی بڑا ہوجاتا ہے۔

۲۳۴۲ - وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ - يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ - حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ - يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ - كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. فِي حَدِيثِ رَوْحٍ: مِنَ الْكَسْبِ الطَّيِّبِ فَيَضَعُهَا فِي حَقِّهَا. وَفِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ: فَيَضَعُهَا فِي مَوْضِعِهَا.

اس سند (امیہ بن بسطام، یزید روح بن قاسم، احمد بن عثمان الخ) سے بھی سابقہ حدیث (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں الخ) منقول ہے۔ لیکن اس اس روایت میں یہ ہے کہ پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرے اور یہ صدقہ حق کی جگہ پر خرچ کرے۔

۲۳۴۳ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ عَنْ سُهَيْلٍ.

اسی مذکورہ سند سے بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے یہ حدیث (حدیث یعقوب بن سہیل) مروی ہے۔

پیٹ میں حرام غذا ہو تو دعاء قبول نہیں ہوتی ہے

٢٣٤٤- وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ . ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور سوائے پاکیزہ مال کے کچھ قبول نہیں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو مرسلین اور پیغمبروں کو دیا، فرمایا: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے جانتا ہوں۔ اور مومنین کو فرمایا: اے ایمان والو جو ہم نے تمہیں پاکیزہ رزق عطا کئے ہیں ان میں سے کھاؤ۔'' پھر آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا پراگندہ حال، گرد وغبار میں اٹا ہوا آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہتا ہے، حالانکہ اسکی غذا اور کھانا پینا حرام ہوتا ہے اس کالباس حرام کا ہوتا ہے اور اس کے جسم کو حرام غذا دی گئی ہوتی ہے تو کہاں سے اس کی دعا قبول ہوگی؟

تشریح:

''ان اللہ طیب'' قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ طیب کا لفظ جب اللہ تعالیٰ پر بولا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے، گویا طیب قدوس کے معنی ہوتا ہے، اصل میں طیب کا لفظ پاکیزگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ''یطیل السفر'' یہ حدیث اسلام کی بنیادی احادیث میں سے ایک ہے، اس میں حلال مال کے خرچ کرنے اور حرام سے بچنے کی عظیم ترغیب ہے۔ علامہ نوویؒ نے اس موضوع پر چالیس احادیث کو جمع کر کے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''اربعین للنووی'' ہے۔ اس میں یہی بحث ہے کہ کھانا پینا اور پہننا وغیرہ خالص حلال مال سے ہونا ضروری ہے تاکہ آدمی کی دعاء قبول ہو۔ بہر حال انسان کا پیٹ گاڑی کے تیل کی ٹینکی کی طرح ہے، اگر تیل خالص ہوگا تو گاڑی صحیح چلے گی، ورنہ سارے پرزے بیکار ہو جائیں گے، اسی طرح پیٹ میں جب حلال غذا ہو تو انسان کے ہاتھ پاؤں آنکھیں زبان اور کان سب ٹھیک ہو جاتے ہیں، ورنہ یہ اعضاء بے کار ہو جاتے ہیں اور زبان کی دعاء بے کار ہو جاتی ہے، طوالت سفر سے اشارہ ہے کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے، خاص کر جب حج کا سفر ہو یا عمرہ کا سفر ہو یا جہاد کا سفر ہو یا طلب علم کا سفر ہو یا کسی نیکی کا نیک سفر ہو، اس میں دعا قبول ہوتی ہے، مگر حرام غذا اس کے لئے مانع ہے۔ ''اشعث'' پراگندہ بال مراد ہے، جس میں تیل وغیرہ کنگی نہیں کی گئی ہو۔ ''اغبر'' غبار آلود بال کو کہتے ہیں۔ ''یمد یدیہ'' یعنی انتہائی عاجزی سے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے۔ ''یا رب'' یعنی اللہ تعالیٰ کو رب

کی صفت سے پکارتا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جس شخص نے پانچ مرتبہ یارب یارب کہہ دیا اور دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرماتا ہے۔ "فانی یستجاب لذلك" یعنی قبولیت دعا کے سارے اسباب موجود ہیں، لیکن غذا کی وجہ سے دعاء کہاں قبول ہو سکتی ہے اور کیسے قبول ہوگی۔ یہاں "انی" مکانیہ ہے: "ای من این یستجاب له" اور یہ انی کیف کے معنی بھی ہو سکتا ہے: "ای کیف یستجاب له"

باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة

صدقہ کرنے پر ابھارنے کے بیان میں

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۴۵ - حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُعْفِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ.

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: "تم میں سے جو کوئی بھی جہنم کی آگ سے ایک کھجور صدقہ کر کے بھی بچنے کی قدرت رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ ایسا کر لے۔"

۲۳۴۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ .زَادَ ابْنُ حُجْرٍ قَالَ الأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ مِثْلَهُ وَزَادَ فِيهِ: وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ .وَقَالَ إِسْحَاقُ قَالَ الأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ.

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک سے (بالمشافہ) اس طرح گفتگو فرمائیں گے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، بندہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے کئے ہوئے اعمال نظر آئیں گے، بائیں جانب نظر کرے گا تو وہاں بھی یہی نظر آئیں گے۔ سامنے دیکھے گا تو چہرہ کے آگے جہنم نظر آئے گی، لہٰذا جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک دانہ کھجور کے ذریعہ ہی ہو۔"

اور ایک روایت میں ہے اگرچہ ایک عمدہ بات ہی ہو۔

تشریح:

"ترجمان" ت پر پیش بھی ہے اور زبر بھی ہے ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والے کو ترجمان کہتے ہیں جب دو آدمی ایک

دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تو اس کے درمیان ترجمان کی ضرورت پڑتی ہے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان حساب کتاب کے وقت کوئی ترجمان نہیں ہوگا "ایمن" جانب یمین کو کہتے ہیں "اشأم" جانب یسار یعنی بائیں جانب کو کہتے ہیں "شق تمرة" کھجور کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اس میں صدقہ کرنے کی ترغیب ہے کہ خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو جو کچھ بھی ہو صدقہ کرنا چاہئے۔ "قال الاعمش" اعمش چونکہ مدلس ہیں اور حدیث کو خثیمہ سے عن کے ساتھ نقل کرتا ہے اس لئے امام مسلمؒ نے حدثنی عمرو کہہ کر اس عنعنہ کو ختم کر دیا اور "بکلمة طيبة" کے لفظ کا اضافہ بھی نقل کر دیا میٹھی اور اچھی پیاری بات سے بھی آدمی جنت کو حاصل کر سکتا ہے۔

۲۳۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَأَعْرَضَ وَأَشَاحَ ثُمَّ قَالَ: اتَّقُوا النَّارَ .ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ .وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو كُرَيْبٍ كَأَنَّمَا وَقَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ.

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر فرماتے ہوئے اپنا چہرہ مبارک موڑ لیا اور بہت زیادہ منہ پھیرا۔ بعد ازاں فرمایا: جہنم کی آگ سے بچو اور ساتھ ہی آپؐ نے رخ موڑ کر منہ پھیر لیا حتی کہ ہمیں یہ خیال ہوا کہ شاید آپؐ جہنم کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: آگ سے بچو اگر چہ ایک کھجور کے دانہ کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو اور اگر کھجور دینے کیلئے نہ ملے تو کوئی عمدہ بات ہی کہہ دو (جس سے دوسرے کو کوئی فائدہ حاصل ہو جائے)

تشریح:

"فاعرض و اشاح" اعراض منہ موڑنے کے معنی میں ہے واشاح منہ موڑنے میں آپ نے خوب مبالغہ کیا گویا آپ اس آگ سے بھاگ رہے ہیں آنے والی روایت میں ہے کہ تین بار آنحضرت نے منہ موڑ لیا علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اشاح کے کئی معنی ہیں۔ "قال الخليل نحاه وعدل به قال الاكثرون المشح الحذرو الجاد فى الامر وقيل المقبل وقيل الهارب وقيل المقبل اليك المانع لما وراء ظهره ، اى حذرا لنار كانه ينظر اليها او اعرض كالهارب"

۲۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ثَلاَثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ:اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

حضرت عدیؓ بن حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک بار جہنم کا تذکرہ فرمایا تو اس سے پناہ مانگی اور تین بار اس کے ذکر پر منہ پھیر لیا۔ بعد ازاں فرمایا: "جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک دانہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو اور اگر کھجور نہ پاؤ تو اچھی بات کہہ کر جہنم سے بچو۔"

٢٣٤٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: } يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ {إِلَى آخِرِ الْآيَةِ: } إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا {وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ: } اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ {تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ - حَتَّى قَالَ - وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ - قَالَ - ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

حضرت منذر بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد (حضرت جریرؓ) سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بار دن کے ابتدائی حصہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ کچھ لوگ ننگے پیر ننگے بدن چمڑے کی عبائیں یا چادریں لٹکائے ہوئے آئے، ان کی تلواریں لٹکی ہوئی تھیں اور ان کی اکثریت بلکہ سب کے سب قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے ان کے فقر و فاقہ اور خستہ حالت کو دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی آپؐ نے نماز پڑھائی، بعد ازاں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ سے جو تمہارا رب ہے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ آخر تک اسی آیت کو پڑھا۔ اسکے بعد سورۃ الحشر کی آیت پڑھی، اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور چاہئے کہ ہر شخص اس بات کو دیکھے کہ اس نے آئندہ کل (آخرت) کے لئے آگے کیا روانہ کیا ہے۔ انسان دینار سے صدقہ دے، درہم سے صدقہ دے، کپڑے صدقہ کرے، گندم اور کھجور صدقہ دے، حتیٰ کہ آپؐ نے فرمایا: ایک کھجور ہو تو بھی صدقہ میں لے آئے۔ چنانچہ ایک انصاری جوان ایک تھیلی لے کر آیا جو اتنی بھاری تھی کہ اس کے ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہو رہے تھے بلکہ عاجز ہو چکے تھے، پھر تو لوگوں نے صدقات کا تانتا باندھ دیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ غلہ، اناج اور کپڑے کے دو ڈھیر لگ گئے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سونے کی طرح

کندن بن کر چمکنے لگا (خوشی سے) پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کوئی عمدہ اور اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور اس کے بعد جو بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی اسے ملے گا اور ان کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی غلط طریقہ جاری کیا تو اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو بھی اس طریقہ پر عمل کرے گا ان کا بھی وبال اسی کی گردن پر ہوگا اور ان کرنے والوں کے گناہ میں کمی نہیں ہوگی۔''

تشریح:

''فی صدر النھار'' یعنی دن کے ابتدائی حصہ میں ظہر سے پہلے یہ مجلس قائم ہوئی تھی ''قوم'' اس قوم سے بنومضر کے غریب مسلمان صحابہ مراد ہیں ''حفاۃ'' یہ حاف کی جمع ہے یعنی پیروں میں کسی قسم کا جوتا نہیں تھا ''عراۃ'' یہ عار کی جمع ہے یعنی برہنہ بدن تھے کسی قسم کا کپڑا بدن پر نہیں تھا صرف ستر چھپا ہوا تھا اسی کو مجتابی النمار سے بیان کیا گیا ہے یہ اجتیاب سے ہے جس کا مادہ جوب ہے جو قطع کرنے اور کاٹنے کے معنی میں ہے اور نمار نمرۃ کی جمع ہے، سیاہ وسفید لکیروں والے کپڑے کو کہتے ہیں۔ ''العباء'' العبایۃ کی جمع ہے چوغہ کو کہتے ہیں ایک قسم کی چادر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اون کے پھٹے پرانے کپڑوں کے ٹکڑوں کو انہوں نے اپنے بدن پر لپیٹ رکھا تھا ای لا سبیھا عبر عن بسھم بالاجتیاب لکونھم قد لفوھا علی جسدھم فجعلوا انفسھم فی وسطھا او لکونھم قد خرقوھا من وسطھا وادخلو انفسھم فیھا والنمار حمع نمرۃ وھو ثیاب صوف فیھا سواد بیاض ۔'' بل کلھم من مضر'' اس سے پہلے جملہ سے مفہوم ہو رہا تھا کہ یہ لوگ اکثر مضر قبیلہ سے تھے، دوسرے قبائل کے بھی ہونگے، اس جملہ سے استدراک کیا گیا کہ نہیں نہیں بلکہ یہ سب کے سب مضر قبیلہ سے ہی تھے۔ ''فتمعر'' آنحضرت کا چہرہ انور متغیر ہوا بدل گیا کیونکہ ان کے فقر وفاقہ سے آپ غمگین ہوگئے ''فصلی'' یعنی ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا سورت نساء کی آیت سے ایک دوسرے سے ہمدردی کی طرف اشارہ کیا اور سورت حشر کی آیت سے صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بنانے کی طرف اشارہ کیا ''تصدق رجل'' یہ باب تفعل سے ماضی کا صیغہ ہے جو امر کے معنی میں ''ای لیتصدق رجل'' یعنی ہر آدمی کو چاہئے کہ صدقہ کرے خواہ دینار سے ہو یا درہم سے ہو یا کپڑے سے ہو یا گندم اور کھجور کے ٹکڑے سے ہو، یعنی اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو ''صرۃ'' پیسوں کی تھیلی کو کہتے ہیں۔ ''تعجز عنھا'' یعنی تھیلی دینار ودراہم کی وجہ سے اتنی بھاری تھی کہ اس آدمی کا ہاتھ اٹھانے اور لانے سے عاجز آچکا تھا۔ ''کومین'' کاف کے ضمہ کے ساتھ بھی ہے اور کاف پر فتحہ بھی ہے ضمہ کی صورت میں ڈھیر کے معنی میں ہے اور فتحہ کی صورت میں بلند مقام اور ٹیلے کو کہتے ہیں دونوں معنی صحیح ہیں لیکن اس کا تعلق کپڑوں اور گندم وغیرہ سے ہے کیونکہ ڈھیر دینار ودراہم سے نہیں ہوتا ہے۔ ''یتھلل'' چمک دمک کے معنی میں ہے، یعنی خوشی سے چہرہ چمک اٹھا ''مذھبۃ'' یعنی ایسا لگ رہا تھا گویا چہرہ کو سونے کا پانی دیا گیا ہو ''اوزارھم'' یہ وزر کی جمع ہے بوجھ کو کہتے ہیں مراد گناہ ہے مطلب یہ ہے کہ نیکی کی بنیاد ڈالنے میں بنیاد ڈالنے والے کو ثواب ملتا ہے اور اس پر چلنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور برائی کی بنیاد ڈالنے کا اصول بھی یہی ہے۔

۲۳۵۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُنْذِرَ بْنَ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَ النَّهَارِ .بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُعَاذٍ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ خَطَبَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے کہ حضرت منذر بن جریرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے پھر آپ نے ظہر کی نماز ادا کی اور خطبہ دیا (بقیہ حدیث حسب سابق ہے)

۲۳۵۱- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ قَوْمٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَفِيهِ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ صَعِدَ مِنْبَرًا صَغِيرًا فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ فِي كِتَابِهِ:﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ﴾ الآيَةَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس اضافہ کے ساتھ کہ: میں حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس کچھ لوگ چادریں لٹکائے آئے، اور آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی، بعد ازاں چھوٹے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے اللہ کی تعریف اور حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: یا ایها الناس اتقوا ربکم......الایة

۲۳۵۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي الضُّحَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصُّوفُ فَرَأَى سُوءَ حَالِهِمْ .قَدْ أَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ .فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ.

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں چند دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے جسموں پر اون تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بری اور خستہ حالت دیکھی (اور خیال فرمایا کہ وہ) محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ آگے سابقہ حدیث ہی کی مانند بیان کیا۔

ملاحظہ: یہ آخری سطور میں الحمد للہ ۱۹ رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسجد نبوی میں سحری کے چار بجے کے وقت لکھ رہا ہوں۔ کل ان شاء اللہ مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ "الحمد لله حمداً كثيراً فضل محمد غفرله نزيل المدينة المنورة"

باب الحمل باجرة يتصدق بها

صدقہ کرنے کیلئے مزدوری کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا۔

۲۳۵۳- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ- يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ- عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ. قَالَ كُنَّا نُحَامِلُ- قَالَ- فَتَصَدَّقَ أَبُو عَقِيلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ- قَالَ- وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِشَيْءٍ أَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هَذَا وَمَا فَعَلَ هَذَا الآخَرُ إِلاَّ رِيَاءً فَنَزَلَتْ: ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لاَ يَجِدُونَ إِلاَّ جُهْدَهُمْ﴾ وَلَمْ يَلْفِظْ بِشْرٌ بِالْمُطَّوِّعِينَ.

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا گیا، ہم بوجھ اٹھایا کرتے تھے (اور اس طرح مزدوری کر کے رزق حاصل کیا کرتے تھے) ابو عقیل نے نصف صاع صدقہ دیا اور ایک شخص نے اس سے کچھ زائد صدقہ دیا تھا (ان مزدوروں کی تھوڑی مقدار کو دیکھ کر) منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان جیسوں کے صدقہ سے بالکل بے نیاز ہیں اور اس دوسرے آدمی نے تو صرف ریا کاری کیلئے صدقہ دیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''وہ لوگ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور بالخصوص ان لوگوں پر اور زیادہ جنہیں بجز مزدوری کی آمدن کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا (پھر بھی وہ ہمت کر کے حاضر کر دیتے ہیں) یہ منافقین ان سے مذاق کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس تمسخر کا خاص بدلہ لے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' بشر کی روایت میں لفظ مطوعین نہیں ہے۔

تشریح:

''امرنا بالصدقة'' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امرنا کا لفظ ارشاد فرماتے ہیں تو امر کرنے والا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہوتا ہے اور صحابہ کرامؓ جب امرنا کا لفظ بولتے ہیں تو امر کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور جب تابعین امرنا کہتے ہیں تو امر کرنے والے صحابہ ہوتے ہیں۔ صدقہ کرنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر دیا تھا، کیونکہ راستہ لمبا تھا، روما سلطنت سے جنگ تھی اور تیس ہزار کا لشکر تھا، اس لئے خرچہ کی اشد ضرورت تھی۔ '' نحامل '' یعنی کندھوں پر سامان اٹھا اٹھا کر مزدوری کرتے تھے اور تھوڑا سا مال حاصل کر کے صدقہ میں دیتے تھے، چنانچہ ابو عقیل صحابیؓ نے نصف صاع کھجور لا کر پیش کر دیا تو منافقین نے اعتراض کیا کہ دیکھو یہ لوگ دنیا کی مضبوط طاقت سے لڑنے جا رہے ہیں اور آدھا صاع کھجور پیش کر رہے ہیں، منافقین کا مقصد صدقہ کرنے والوں کے ساتھ مذاق اڑانا تھا، دوسری طرف حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت عاصمؓ نے بہت سارا مال لا کر صدقہ کیا تو منافقین نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ ریا کاری کرتے ہیں، گویا منافقین کا مقصد یہ تھا کہ جہاد کے راستے میں چندہ نہ دیا جائے، جس نے زیادہ دیا وہ بھی

مطعون اور جس نے کم دیا اس پر بھی طعن، اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خباثت کو بیان کیا۔ "یلمزون" لمز سے ہے، طعن کے معنی میں ہے۔ مطوع صدقہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۲۳۵۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ .وَفِي حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ كُنَّا نُحَامِلُ عَلَى ظُهُورِنَا.

اس اسناد سے بھی حسب سابق روایت مروی ہے، لیکن اس سعید بن ربیع والی روایت میں یہ ہے کہ مزدوری پر اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔

باب فضل المنيحة

منیحہ دینے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۳۵۵- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ: أَلَا رَجُلٌ يَمْنَحُ أَهْلَ بَيْتٍ نَاقَةً تَغْدُو بِعُسٍّ وَتَرُوحُ بِعُسٍّ إِنَّ أَجْرَهَا لَعَظِيمٌ.

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے گھر والوں کو ایسی اونٹنی ہدیہ دی جو صبح شام ایک گھڑا بھر کر دودھ دیتی ہو تو بلا شبہ اس کا اجر بہت عظیم ہے۔"

تشریح:

"یمنح اهل بیت ناقة" یمنح منیحة سے ہے، منیحہ اس اونٹنی یا گائے بکری کو کہتے ہیں جو دودھ دے رہی ہو عرب میں یہ دستور تھا اور عجم کے بعض قبائل میں بھی یہ رواج ہے کہ دودھ دینے والے جانور کو اپنے محتاج اور مجبور مسلمان بھائی کو دیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ جب تک اس میں دودھ ہے تم اس کا دودھ استعمال کرو، جب دودھ دینا بند ہو جائے تو پھر یہ جانور مجھے واپس کر دو، میں تم کو دودھ والا جانور دے دوں گا، اس کام میں چونکہ ایک مسلمان بھائی کی بڑی ہمدردی تھی، اس لئے اسلام نے اس کو برقرار بھی رکھا اور اس کی فضیلت بھی بیان کی۔ "تغدو بعس" عس بڑے پیالے کو کہتے ہیں، اس کی جمع عساس ہے تغدو صبح کے وقت دودھ دینے کو کہتے ہیں، یہ جملہ ناقة کی صفت واقع ہے۔ "تروح" یہ شام کے وقت کو کہتے ہیں، اسی کو دوسری حدیث میں صبوحها و غبوقها کہا گیا ہے، یعنی صبح و شام پیالے بھر بھر لائے لے جائے جارہے ہیں، یہ الفاظ مجرور واقع ہیں جو صدقة سے بدل ہے یا اس کے لئے بیان ہے۔ "ان اجرها لعظیم" یہ جملہ ماقبل کے لئے خبر واقع ہے۔

۲۳۵۶- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى فَذَكَرَ خِصَالًا

وَقَالَ: مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةً غَدَتْ بِصَدَقَةٍ وَرَاحَتْ بِصَدَقَةٍ صَبُوحِهَا وَغَبُوقِهَا.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتوں سے منع فرمایا اور مزید فرمایا کہ جس شخص نے کوئی دودھ دینے والا جانور ہدیہ دیا کسی کو تو اس کے صبح اور شام کے دودھ دینے کے اوقات اس کے لئے صدقہ ہیں۔

باب مثل المنفق والبخيل

سخی اور کنجوس کی مثال

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

ملاحظہ: الحمدللہ آج میں مورخہ بیس رمضان ۱۴۳۳ھ میں مدینہ منورہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں اس باب کی احادیث کی شرح لکھ رہا ہوں۔ (فضل محمد)

۲۳۵۷ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْمُنْفِقِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلٍ عَلَيْهِ جُبَّتَانِ أَوْ جُنَّتَانِ مِنْ لَدُنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَإِذَا أَرَادَ الْمُنْفِقُ - وَقَالَ الآخَرُ فَإِذَا أَرَادَ الْمُتَصَدِّقُ - أَنْ يَتَصَدَّقَ سَبَغَتْ عَلَيْهِ أَوْ مَرَّتْ وَإِذَا أَرَادَ الْبَخِيلُ أَنْ يُنْفِقَ قَلَصَتْ عَلَيْهِ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور صدقہ دینے والے کی مثال اس شخص کی ہے جس کے اوپر دو زرہیں یا دو کرتے ہوں، اس کی چھاتی سے لے کر حلق (حلقوم) تک، جب خرچ کرنے والا شخص یا صدقہ دینے والا شخص صدقہ یا خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور لمبی ہو جاتی ہے اور جب بخیل خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اس کا ہر حلقہ (کڑی) کس جاتی ہے اپنی جگہ پر یہاں تک کہ اس کے پوروں تک کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشانات کو مٹا ڈالتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

تشریح:

"مثل المنفق والمتصدق" اس حدیث میں سخی اور بخیل کے درمیان فرق اور دونوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور معقول کو محسوس کی مثال سے سمجھایا گیا ہے لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ راویوں کے بیان کرنے کی وجہ سے اس حدیث میں بہت سارے اوہام واقع ہو گئے ہیں اس میں تصحیف اور تحریف اور تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہے اس باب کی دیگر آنے والی احادیث میں صحیح صورت حال آ گئی ہے لہٰذا شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے بہر حال سب سے پہلا نقصان تو حدیث کے پہلے الفاظ میں آ گیا ہے کہ "المنفق والمتصدق" کو

مقابل بنایا گیا ہے حالانکہ المنفق کا مقابل البخیل ہے دوسرا نقصان ''کمثل رجل'' میں آ گیا ہے حالانکہ یہ رجل نہیں ہے، بلکہ ''کمثل رجلین علیہما جنتان'' تیسرا نقصان جبتان او جنتان شک کے ساتھ ذکر کرنے میں آ گیا ہے حالانکہ یہ لفظ شک کے بغیر جنتان ہے خود اسی حدیث میں ''فاخذت کل حلقة موضعها'' کے الفاظ ہیں تو حلقہ کا لفظ زرہ کے بجائے جبہ پر کیسے بولا جا سکتا ہے؟ آگے تقدیم و تاخیر کا چوتھا بڑا نقصان واقع ہو گیا ہے لیکن اس کی وضاحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مشکل الفاظ کی وضاحت ہو جائے ''جنتان'' یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد جنۃ ہے جیم پر ضمہ ہے زرہ کو کہا گیا ہے جو انسان کے جسم کو زخم سے بچاتی ہے الجنة هی کل ما وقی الانسان والمراد هنا الدرع ،''الی ثُدیٍ'' ث پر ضمہ ہے دال پر زیر ہے ی پر شد ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد ''ثدی'' ہے چھاتی کو کہتے ہیں ''تراقیهما'' یہ ترقوۃ کی جمع ہے سینہ کے اوپر حصہ میں کندھوں کی جڑ میں گلے کی طرف دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اردو میں اس کو ہنسلی کی ہڈی کہتے ہیں۔'' سبغت علیه''ای اتسعت و انبسطت یعنی زرہ کھل جاتی ہے ''او مرت'' یعنی جتنا کھولنا چاہتا ہے اتنا ہی کھلتی چلی جاتی ہے خرچ کرنے والے کی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے اس لفظ میں راوی کو شک بھی ہے اور شارحین نے لکھا ہے کہ اس میں وہم بھی ہو گیا ہے اور تصحیف ہو گئی ہے صحیح اور اصل لفظ ''او مدت'' دال کے ساتھ ہے جو پھیلنے کے معنی میں ہے یعنی زرہ خوب کھل جاتی ہے تو خرچ کرنے والا خوب خرچ کرتا ہے ''قلصت''نصر ینصر سے سکڑنے کے معنی میں ہے یعنی زرہ سکڑ کر بدن کے ساتھ جم جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو خرچ کرنے والا خرچ نہیں کر سکتا ہے ''حتی تجن'' جیم اور ڈبل نون میں ستر کا معنی پڑا ہوا ہے اسی سے جنون ہے، اسی سے جن ہے اسی سے جنان یعنی دل ہے اور اسی سے جنین اور جنت ہے یہاں تجن ڈھانپنے اور چھپانے کے معنی میں متعدی ہے ''بنان'' اس کے لئے مفعول بہ ہے دوسری روایت میں تغشی کا لفظ آیا ہے بنان انگلیوں کو کہتے ہیں یعنی یہ زرہ اتنی پھیل جاتی ہے کہ خرچ کرنے والے کی انگلیوں کو ڈھانپ لیتی ہے ''وتعفو اثره'' یعنی خرچ کرنے والے کے پاؤں کے نشانات مٹا دیتی ہے گویا زمین پر گھسٹ کر قدم کے نشانات مٹا دیتی ہے یہ سخی آدمی کی مثال ہے ''فقال یو سعها'' یہاں قال فعل کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ بخیل اس طرح زرہ کو کھولنا چاہتا ہے مگر زرہ نہیں کھلتی ہے اس حدیث کے بیان کی ترتیب میں راوی سے بڑا خلل واقع ہو گیا ہے، مثال کے طور پر یہاں بخیل کا ذکر کیا گیا ہے اور بطور تفریع ''حتی تجن بنانه و تعفو اثره'' اس کے ساتھ لگا دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخیل کی مثال کا حصہ ہے حالانکہ یہ تفریع بخیل پر نہیں ہے بلکہ یہ تفریع المتصدق اور سخی پر ہے جو سبغت علیه کے ساتھ لگتی ہے اسی طرح یو سعها فلا تتسع کا جملہ بظاہر سخی کے ساتھ لگتا ہے کیونکہ اس سے پہلے سخی کا وصف بیان کیا گیا ہے، اصل مربوط کلام اس طرح ہے: فاذا اراد المتصدق ان یتصدق سبغت علیه الدرع حتی تجن بنانه و تعفو اثره و اذا اراد البخیل ان ینفق قلصت علیه فیو سعها فلا تتسع۔ بہرحال اس حدیث کا مطلب یہ ہے ''ومعنی الحدیث ان الجواد الموفق اذاهم بالصدقة اتسع لذلك صدره و طاعته نفسه و انبسطت یداه بالبذل و العطاء و ان البخیل اذا اراد الانفاق حرج به صدره و اشمأت عنه نفسه و انقبضت عنه یداه'' ۔

٢٣٥٨ - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ - يَعْنِي الْعَقَدِيَّ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا

فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تُغَشِّيَ أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا. قَالَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ فِي جَيْبِهِ فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَوَسَّعُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ کرنے والے شخص کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے دو آدمی ہوں اور ان کے جسموں پر لوہے کی زرہیں ہوں جنہوں نے ان کے ہاتھوں سے لے کر چھاتیوں تک اور گلے تک کے حصہ کو جکڑا ہوا ہو۔ اب جب صدقہ دینے والا صدقہ دیتا ہے تو اس کی زرہ کشادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشانات قدم کو مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور اس کی ہر کڑی اپنی جگہ کس جاتی ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنی انگلیوں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہی کہتے کہ گویا آپ یہ کہہ رہے ہوں کہ بخیل اپنی زرہ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

تشریح:

"کمثل رجلین" اس حدیث میں راوی نے صحیح ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سے پہلی حدیث بھی اسی طرح ہونی چاہئے تھی "یقول" یعنی آنحضرت اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے "فی جیبه" جیب گریبان کو کہتے ہیں اور پاکٹ جیب کو بھی کہتے ہیں یہاں گریبان مراد ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قمیص کے لفظ سے قمیص کا ثبوت مل گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت کی قمیص کا گریبان سامنے کی جانب تھا دیگر احادیث میں بھی اسی طرح ہے امام بخاریؒ نے اس طرح ترجمة الباب قائم کیا ہے "باب جیب القمیص من عند الصدر" مطلب یہ ہے کہ آنحضرت اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں داخل کر کے دکھاتے تھے کہ بخیل کوشش کرتا ہے کہ زرہ کھل جائے مگر وہ نہیں کھلتی ہے تو یہاں یقول، یفعل کے معنی میں ہے۔

۲۳۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ إِذَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَةٍ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتَّى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ وَإِذَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِصَدَقَةٍ تَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلَى تَرَاقِيهِ وَانْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلَى صَاحِبَتِهَا. قَالَ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَيَجْهَدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا يَسْتَطِيعُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہی حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اس طرح منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جب صدقہ

دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرے تو وہ زرہیں اس پر کشادہ ہو جائیں یہاں تک کہ اس کے قدموں کے نشانات کو مٹا دے اور جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جائے اور اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جائیں اور ہر حلقہ دوسرے حلقہ میں گھس جائے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ اس زرہ کو کشادہ کرنے کی کوشش کرتا لیکن طاقت نہیں رکھتا۔

باب اذا تصدق علی الغنی او الفاجر وھو لا یعلم

جب لاعلمی میں صدقہ غنی یا فاسق کے ہاتھ لگ جائے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۶۰ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لأَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ .قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ .فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ .قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى غَنِيٍّ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ .فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ .فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ وَعَلَى سَارِقٍ .فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ فَقَدْ قُبِلَتْ أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ زِنَاهَا وَلَعَلَّ الْغَنِيَّ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ وَلَعَلَّ السَّارِقَ يَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ سَرِقَتِهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص نے یہ کہا کہ میں آج رات کچھ صدقہ ضرور دوں گا، چنانچہ وہ رات میں صدقہ لے کر نکلا تو اندھیرے میں ایک زانیہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں خوب چرچا ہوا اور لوگ باتیں کرنے لگے کہ زانیہ عورت کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس شخص نے کہا کہ: اے اللہ تمام تعریف آپ ہی کیلئے ہے میرا صدقہ زانیہ کو چلا گیا (افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ) میں آج رات پھر صدقہ دوں گا۔ چنانچہ رات کو صدقہ لے کر نکلا تو لاعلمی میں کسی مالدار کو تھما دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں بنانے لگے، کہ رات مالدار آدمی کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس شخص نے سنا تو کہنے لگا: یا اللہ! مالدار کو صدقہ دیا تب بھی آپ ہی کی تعریف ہے۔ میں آج رات پھر صدقہ نکالوں گا۔ رات آئی تو پھر صدقہ لے کر نکلا اب کی بار ایک چور کو جا پکڑایا۔ صبح کو پھر لوگ باتیں بنانے لگے کہ چور کو صدقہ دے دیا۔ اس نے کہا اے اللہ! آپ ہی کی تعریف ہے اس پر کہ صدقہ زانیہ، مالدار، اور چور کو چلا گیا (حالانکہ میری نیت ان کو دینے کی نہ تھی) اس شخص کے پاس کوئی فرشتہ آیا اور اس سے کہا گیا کہ تمہارے

صدقات قبول کر لئے گئے جہاں تک زانیہ کو صدقہ ملنے کا تعلق ہے تو بہت ممکن ہے کہ اس صدقہ کی رقم کی بناء پر اس روز زنا سے محفوظ رہی ہو اور مالدار کو صدقہ ملنے سے ممکن ہے اسے احساس ہوا ہو کہ میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور چور بھی ممکن ہے صدقہ کی رقم کی بناء پر چوری سے باز رہ گیا ہو۔

تشریح:

"قال رجل" یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے نذر مانی تھی مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا ان کے نام کا پتہ نہیں چلا۔ "فی ید زانية" یعنی لاعلمی میں اس نے اپنا صدقہ ایک عورت کو دیا جو بازاری کنجری تھی "یتحدثون" یعنی صبح لوگ شور کر رہے تھے کہ رات کو کسی نے کنجری کو صدقہ دے دیا "اللهم لك الحمد على زانية" اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے کہا کہ مولا! تیرا شکر ہے صدقہ تو غیر مستحق کے ہاتھ میں گیا لیکن یہ تیرے ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا اور تیرا ارادہ ہر حال میں اچھا ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور شکر ادا کر دیا پھر بطور حسرت و افسوس کہنے لگا ہے: مولا! میرا صدقہ تو زانیہ کے ہاتھ میں گیا لیکن خیر ہے میں پھر صدقہ کر دوں گا تو "على زانية" کا جملہ الگ مستقل جملہ ہے، سابق کلام سے الگ ہے، یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور چونکہ اس شخص کی نیت اچھی تھی تو اس کا صدقہ مقبول ہو گیا، اگرچہ غلط جگہ چلا گیا، نفلی صدقات میں تو اس طرح صدقہ قبول ہو جاتا ہے، لیکن فرض زکوٰۃ کا صدقہ اگر اس طرح غلط جگہ میں چلا جائے تو اس میں کچھ اختلاف ہے، لہٰذا صدقہ دوبارہ دینا ہوگا، زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ شارحین لکھتے ہیں کہ یہ صدقہ نفلی تھا یا نذر کا صدقہ تھا "فاتی" اس نے خواب میں دیکھا یا براہ راست فرشتہ انسان کی شکل میں سامنے آ گیا جیسا کہ بنی اسرائیل کے سامنے فرشتے اس طرح آتے تھے۔ "یعتبر" یعنی مالدار آدمی اس سے عبرت حاصل کرے گا اور یہ قیاس کرے گا کہ دیکھو مالدار لوگ اس طرح رات کو خرچ کیا کرتے ہیں، مجھے بھی اس طرح کرنا چاہئے۔

باب اجر الخازن والمرأة اذا تصدقت من بيت زوجها

خزانچی اور بیوی کو بھی مالک اور شوہر کے مال کے صدقہ کرنے میں ثواب ملتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ- قَالَ أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ- حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْخَازِنَ الْمُسْلِمَ الْأَمِينَ الَّذِي يُنْفِذُ- وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِي- مَا أُمِرَ بِهِ فَيُعْطِيهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ- أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "بے شک مسلمان دیانتدار

خزانچی جوحکم کونافذ کرنے والا ہواور حکم کے مطابق مستحقین کودینے والا ہو کہ پورے طور پر دل کی خوشی ورغبت کے ساتھ جوحکم اسے دیا جائے کسی کو مال دینے کا تو اسے پوراپورادے دے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔''

تشریح:

''ینفذ'' یہ نافذ کرنے کے معنی میں ہے یعنی مالک کے حکم کو یہ خازن یاغلام نافذ کرتا ہے اوران کے حکم کے مطابق فعل کو پورا کرتا ہے اسی کو ''یعطی'' کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے ''کاملاً موفراً'' ایک روایت میں موفوراً کا لفظ ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے جو کامل اور مکمل اور پورا پورا دینے کے معنی میں ہے یہ بطورتاکید کہا گیا ہے ''طیبة بہ نفسہ'' یعنی مالک کے خرچ کرنے پرخازن اور منیجر اور خادم دل میں ناراض نہیں ہیں بلکہ صدقہ کرنے سے یہ لوگ بھی خوش ہیں تو ان کو بھی ثواب میں حصہ ملتا ہے معاشرہ میں دیکھا گیا ہے کہ مالک جب خرچ کرتا ہے تو منیجر جل جاتا ہے اورخرچ کرنے میں رکاوٹیں ڈالتا ہے کبھی غلام ایسا کرتا ہے تو خازن وغلام اور منیجر ونوکر کو جب ثواب ملتا ہے کہ وہ ان شرائط پر پورے اترتے ہوں کہ نہ خرچ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہوں اور نہ دل میں ناراض ہوتے ہوں اسی طرح عورت کو ثواب تب ملتا ہے کہ وہ مال خرچ کرنے میں عرف عام کے مطابق تجاوز نہیں کرتی ہواوران کو صریحاً یا عرفاً ودلالۃً خرچ کرنے کی اجازت بھی ملی ہوئی ہوان شرائط کے پائے جانے کے بعد خرچ کرنے میں ان لوگوں کو مال کے مالک کے ثواب کی طرح ایک قسم کا ثواب ملتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ سب کے سب ثواب میں برابر کے شریک ہونگے۔

خازن وغلام کے خرچ کرنے کی دوقسمیں ہیں: مالک کے مال کے خرچ کے دوطریقے ہیں جس کی وجہ سے ان کو ثواب ملتا ہے۔

پہلاطریقہ: پہلاطریقہ اس طرح ہے کہ یہ غلام یانوکرخزانچی یاعورت مال کے مالک اورشوہر کی اولاداوراہل وعیال اوران کے دوستوں اورمہمانوں اورمسافروں پرانکا مالی خرچ کرتے ہیں تو اس طریقہ میں خرچ کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اس میں یہ لوگ صریح اجازت حاصل کریں یاعرف کے مطابق ان کو اجازت حاصل ہوجائے کہ دستور ورواج کے مطابق مال خرچ کرے یادلالۃ اجازت حاصل ہوجائے کہ عادت کے مطابق مالک اس طرح مال خرچ کرنے میں گرفت نہیں کرتا ہے مثلاً نمک دیایا مصالحہ دے دیایا کچی سبزی دے دی یاپکا ہوا کھانا دے دیا تو دلالۃً ان چیزوں کے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

دوسراطریقہ: مالک کے مال کے خرچ کرنے کا دوسراطریقہ یہ ہوتا ہے کہ مالک حکم دیتا ہے کہ فلاں شخص کو اتنا مال دے دوفلاں کو اتنا دے دووہ خودآئیں گے یاتم ان تک پہنچادواورخوشی خوشی ان کودے دوخیانت نہ کروزیر بحث احادیث میں زیادہ تراسی طریقہ کو بیان کیا گیا ہے کہ خازن اورغلام ومنیجر اس میں رکاوٹ پیدا نہ کرے اوردل میں تنگی نہ کریں اورخیانت نہ کریں تو ان کو پوراپوراثواب ملے گا ''احد المتصدقین'' یہ تشبیہ ہے ایک صدقہ کرنے والا مالک مراد ہے اوردوسراخادم وغلام وغیرہ مراد ہیں پہلے لکھا گیا ہے کہ صدقہ کرنے کی ایک قسم کا ثواب ان کو ملتا ہے مالک کے ساتھ برابری مراد نہیں ہے۔

۲۳۶۲ – حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ – قَالَ يَحْيَى –

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب عورت اپنے گھر کے اناج وغیرہ سے بغیر فساد کی نیت کے خرچ کرے تو اس کے خرچ کرنے کا اجر اسے ملے گا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اجر ملے گا اور اسی طرح خازن کو دینے کا اجر ملے گا اور ایک کا اجر دوسرے کے اجر میں کمی نہیں کرے گا۔

تشریح:

"غیر مفسدة" پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ عورت کو شوہر کے مال سے خرچ کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ حد سے تجاوز نہ کرے اور شوہر کے مال کو فساد کے ساتھ برباد نہ کرے اور عرفاً وصریحاً و دلالۃً اجازت حاصل کرے علماء نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ ایک چیز مکان و مقام کی وجہ سے بہت اہم ہو جاتی ہے مثلاً پہاڑ کی چوٹی پر سخت سردی میں دیا سلائی کی ایک تیلی بھی بہت قیمتی ہوتی ہے یا کسی زمانہ میں کسی چیز کی بہت اہمیت بڑھ جاتی ہے تو اس میں بھی صریح اجازت کی ضرورت ہوگی یا کسی جگہ میں نمک نایاب ہو تو اس مقام میں ان چھوٹی چیزوں کے خرچ کرنے میں شوہر کی صریحاً اجازت کی ضرورت ہوگی یا بعض شوہروں کے مزاج میں بڑی سختی ہوتی ہے وہ چھوٹی سی چیز پر بھی آگ بگولہ ہو جاتے ہیں ان کے مزاجوں کا بھی پتہ چلتا ہے لہٰذا ایسے شوہروں سے صریح اجازت کی ضرورت ہوگی۔ غیر مفسدة کے لفظ میں ان چیزوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے "ینتقص" آنے والی حدیث میں یہ لفظ ہے اس کی تقدیر اس طرح ہے: "من غير ان ينتقص الله من اجورهم شيئاً" یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ثواب میں کمی نہیں فرمائے گا۔

۲۳۶۳ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا.

اس سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ اپنے خاوند کے کھانے سے صدقہ کرے۔

۲۳۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے بغیر نیت فساد کے کچھ خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اتنا ہی اجر شوہر کو کمانے کا ملے گا جو کہ بیوی کو خرچ کرنے کا ملے گا۔ اسی طرح خزانچی کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا جب کہ ان میں سے ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

۲۳۶۵ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

اس سند سے بھی حسب سابق روایت مروی ہے۔

باب ما انفق العبد من مال مولاہ

مالک کے مال سے غلام خرچ کر سکتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۶۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ- قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ: نَعَمْ وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ.

حضرت عمیرؓ جو آزاد کردہ ہیں آبی اللحم کے، فرماتے ہیں کہ میں جب غلام تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا میں اپنے مالکان کے مال میں سے کچھ صدقہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا کہ ہاں! اور اجر تم دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہے۔

تشریح:

"عمیر" یہ شخص ایک صحابی کا غلام تھا، صحابی کا لقب آبی اللحم ہے، یعنی گوشت کھانے سے انکار کرنے والا، اس صحابی کا نام عبداللہ تھا یا خلف یا حویرث تھا، غفاری تھے، جنگ حنین میں شہید ہو گئے تھے۔ "والاجر بینکما نصفان" عمیر کا خیال یہ تھا کہ ان کے مولا اس صدقہ سے ناراض نہیں ہونگے، مگر مولا ناراض ہو گئے، اب غلام کو ان کی اچھی نیت سے اجر ملا اور آقا کو اس کے مال خرچ ہو جانے پر اجر و ثواب ملا، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ برابر ثواب ملا، بلکہ اپنے اپنے حصہ کا ثواب دونوں کو ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو عجیب انداز سے ترغیب دی ہے کہ دیکھو اس نے تیرا مال جو صدقہ کیا ہے تو اس میں آپ کو بڑا ثواب ملے گا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تم اس کو شاباش دیتے، تم نے الٹا اس کو مارا، یہ تو عجیب معاملہ ہو گیا۔

۲۳۶۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ- يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ- عَنْ يَزِيدَ- يَعْنِي ابْنَ أَبِي عُبَيْدٍ- قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَائَنِي مِسْكِينٌ فَأَطْعَمْتُهُ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَلِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَدَعَاهُ .فَقَالَ: لِمَ ضَرَبْتَهُ .فَقَالَ يُعْطِي طَعَامِي بِغَيْرِ أَنْ آمُرَهُ .فَقَالَ: الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا.

حضرت عمیرؓ مولیٰ آبی اللحمؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے آقا نے حکم دیا کہ گوشت سکھاؤں، اسی دوران ایک مسکین میرے پاس آ گیا، میں نے اسے اس گوشت میں سے کھلا دیا۔ میرے آقا کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے مجھے مارا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مالک کو بلایا اور پوچھا کہ تم نے اسے کیوں مارا؟ اس نے کہا کہ یہ میری اجازت اور حکم کے بغیر دوسروں کو میرا کھانا دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس دینے کا اجر تم دونوں کو ملے گا (لہٰذا اس بنیاد پر اسے مارنا جائز نہیں)۔

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنْ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ.

حضرت ہمامؒ بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو ہم سے حضرت ابو ہریرۃؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے نقل کیں۔ پھر ان میں سے بعض احادیث ذکر کیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت کا شوہر موجود ہو تو بغیر اس کی اجازت کے (نفلی) روزہ رکھنا عورت کیلئے جائز نہیں (کیونکہ ممکن ہے وہ صحبت کرنا چاہتا ہو) اسی طرح شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی (نامحرم) کو گھر میں نہ آنے دے اور عورت جو کچھ مرد کی کمائی میں سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اس کا نصف ثواب مرد کو ملتا ہے۔''

تشریح:

''لا تصم المرأة'' یعنی جب شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی نفل روزہ نہیں رکھ سکتی، ہاں شوہر اگر مسافر ہو تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں ہے، نفل روزہ کی ممانعت اس لئے ہے کہ شوہر کسی وقت بھی جماع کی طرف محتاج ہو سکتا ہے۔ ''لا تأذن فی بیتہ'' شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر کے اموال لینے اور گھر میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہ دے، ہاں اگر شوہر کی اجازت ہو صراحتاً ہو یا دلالتاً ہو، تب بیوی اجازت دے سکتی ہے، خواہ شوہر مسافر ہو یا حاضر ہو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ گھر میں شوہر کے بیٹھنے کیلئے جو خاص جگہ بنی ہوئی ہو، اس پر کسی کو نہ بٹھائے، جس سے شوہر ناراض ہوتا ہو۔

باب من جمع الصدقة و اعمال البر

جس شخص نے کئی نیک اعمال ایک ساتھ کئے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۶۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي الطَّاهِرِ - قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ .فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ

بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلَى أَحَدٍ يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دو جوڑے اللہ کی راہ میں خرچ کئے (مثلاً دو روپے یا دو کپڑے یا دو چادریں وغیرہ) تو اسے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ تیرے لئے خیر ہی خیر ہے، پھر جو اہل نماز میں سے ہوگا تو اسے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا تو اسے باب الجھاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے باب الصدقۃ سے بلایا جائے گا اور جو اہل روزہ میں سے ہوگا اسے باب الریان (سیرابی کا دروازہ) سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! وہ شخص جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا اس کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟ اور کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاں! اور مجھے اللہ کے کرم سے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہوگے۔''

تشریح:

''زوجین'' یہ تشبیہ ہے اس کا مفرد زوج ہے جوڑے کو کہتے ہیں، دو چیزیں ملا کر دینا مراد ہے۔ تفصیلی روایت میں ہے: ''وما زوجان؟ قال فرسان او عبدان او بعیران'' تو دو چیزوں کے ملانے سے صدقہ زیادہ ہو جاتا ہے اور ضرورت مند کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ ''فی سبیل الله'' یہاں فی سبیل اللہ عام ہے، دین کے تمام شعبوں پر بولا گیا ہے، صرف جہاد مراد نہیں ہے، اگرچہ وہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ ''ھذا خیر'' جنت کے دروازوں پر مقرر فرشتے آواز دیں گے کہ اے اللہ کے بندے! ہمارے خیال میں یہ دروازہ تیرے لئے دوسرے دروازوں سے زیادہ بہتر ہے تو ادھر آیئے اور جنت میں داخل ہو جایئے، یہاں زیادہ ثواب اور زیادہ نعمتیں ہیں۔ ''من ضرورۃ'' صدیق اکبرؓ نے پوچھا ہے کہ یارسول اللہ! جنت میں داخل ہونے کیلئے کسی کو یہ ضرورت و حاجت نہیں ہے کہ سارے دروازوں سے اس کو بلایا جائے داخل ہونا مقصود ہے، صرف ایک دروازے سے بلاوا کافی ہے، لیکن پوچھنے کی حد تک میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے سارے دروازوں سے اس کے لئے پکارا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوسکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہوگے۔ ''من اھل الصلوۃ'' یہ جتنے اعمال کا نام لیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص ان اعمال میں روشن اور مشہور تھا، یعنی زیادہ نمازیں پڑھتا تھا یا زیادہ روزے رکھتا تھا یا جہاد کا زیادہ شوق رکھتا تھا۔ ''الریان'' یہ جنت کے اس دروازہ کا نام ہے جس سے روزے دار داخل ہوں گے۔ ریان سیرابی کو کہتے ہیں، تو یہ نام روزہ داروں کی حاجت کے نہایت مناسب ہے، یہ پیاسے خوب سیراب ہو جائیں گے۔

۲۳۷۰- حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ- وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ- حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ

الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ يُونُسَ وَمَعْنَى حَدِيثِهِ.

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ روایت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب صدقہ، صاحب نماز، صاحب جہاد اور روزہ داروں کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا) مروی ہے۔

۲۳۷۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ أَيْ فُلُ هَلُمَّ .فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلِكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں دو جوڑے خرچ کئے (کسی بھی چیز کے) اسے جنت کے دربان ہر دروازہ سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ اے فلاں آؤ آؤ۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! ایسے شخص کو تو جنت میں داخل ہونے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ تم بھی ان میں سے ہوگے۔

تشریح:

''خزنة الجنة'' یعنی جنت کے دروازوں پر مقرر دربان فرشتے ان کو بلائیں گے۔ ''ای فل'' یہ ترخیم المنادیٰ ہے، یعنی اے فلاں! ''ھلم'' یعنی اس طرف آیئے، ہر طرف سے اس بلانے میں اس شخص کا بڑا استقبال واکرام ہوگا۔ ''لا توی'' باب ضرب سے توی ہلاکت کے معنی میں ہے، نقصان مراد ہے، یعنی اس شخص کا کوئی نقصان نہیں کہ ایک دروازہ سے داخل ہوجائے۔ ''ان تکون منھم'' اس میں صدیق اکبرؓ کی بڑی شان کا بیان ہے کہ جنت کے ہر دروازے سے ان کو بلایا جائے گا۔

۲۳۷۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ - يَعْنِي الْفَزَارِيَّ - عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا .قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا .قَالَ: فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً .قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا .قَالَ: فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا .قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا .قَالَ: فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا .قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا: تم میں سے کس نے روزہ کی حالت میں صبح کی؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: تم میں سے آج کون جنازہ کے ساتھ گیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے مسکین کو آج کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کس نے آج مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے اندر یہ ساری باتیں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

باب الحث فی الانفاق و کراهة الاحصاء

مال خرچ کرنے کی ترغیب اور شمار کرنے کی ممانعت

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۷۳- حَـدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ - يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْفِقِى - أَوِ انْضَحِي أَوِ انْفَحِي - وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ.

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''خرچ کیا کرو اور گن گن کر نہ رکھ اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن گن کر عطا کریں گے۔''

تشریح:

''انفقی'' امر کا صیغہ ہے جو واحد مؤنث کے لئے ہے، نفقہ اور خرچ کرنے کے معنی میں ہے۔ ''او انضحی'' یہ بھی واحد مؤنث کے لئے امر کا صیغہ ہے۔ نضح چھڑکنے کے معنی میں ہوتا ہے، یہاں عطیہ مراد ہے۔ ''او انفحی'' نفح سے امر کا صیغہ ہے، یہ بھی عطیہ کرنے کے معنی میں ہے، بعض روایات میں واؤ کا لفظ ہے، مگر موجودہ شروحات میں او کے ساتھ نسخہ ہے، شاید راوی کو شک ہوگیا۔ اگلی روایت میں ''ارضخی'' کا لفظ ہے، یہ فتح سے عطیہ کے معنی میں ہے۔ اگلی روایت میں ''ولا توعی'' کا لفظ بھی آیا ہے، باب افعال سے ایعاء برتن میں جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ ''ولا تحصی'' یہ بھی امر کا صیغہ ہے، احصاء سے ہے، گنتی کرنے اور حساب لگانے کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو اس کو گن گن کر یاد نہ کرو، تم اس کو زیادہ سمجھ کر پھر خرچ کرنے کو بند کردو گی تو اللہ تعالیٰ بھی دینا بند کردے گا یا مطلب یہ ہے کہ اپنے مال کو گن گن کر جمع نہ کرو، پھر تم خرچ نہیں کروگی تو اللہ تعالیٰ تم پر خرچ نہیں کرے گا، یعنی تم بلا حساب خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ بھی بلا حساب عطا کرے گا، اگر تم حساب لگاؤ گی تو اللہ تعالیٰ بھی حساب لگا کردے گا اور بغیر حساب نہیں دے گا۔

۲۳۷۴- وَحَـدَّثَـنَـا عَـمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ - قَالَ زُهَيْرٌ حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّدُ بْنُ خَازِمٍ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْفَحِي - أَوِ انْضَحِي أَوْ أَنْفِقِي - وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس اضافہ کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سینت سینت کر (شمار کر کے) اور جمع کر کے مت رکھ، اللہ تعالیٰ بھی سینت سینت کر (شمار کر کے) عطا فرمائیں گے۔''

۲۳۷۵- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا نَحْوَ حَدِيثِهِمْ.

اس سند سے بھی حسب سابق روایت مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شمار کر کے اور گن کر جمع نہ کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں گن گن کر عطاء فرمائیں گے۔

۲۳۷۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا جَائَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَيْسَ لِي شَيْءٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَرْضَخَ مِمَّا يُدْخِلُ عَلَيَّ فَقَالَ: ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے پاس تو کچھ مال ہے نہیں سوائے اس کے جو حضرت زبیرؓ (شوہر) مجھے دیتے ہیں تو اگر میں ان کے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کروں تو مجھے کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کیا کر اور حفاظت سے مت جمع کیا کر اللہ تعالیٰ بھی اپنے پاس محفوظ رکھ لے گا (اور تجھے نہیں دے گا، مال کا جمع کرنا اللہ کو پسند نہیں جو مال اللہ دے اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق خرچ کر دینا چاہئے)

تشریح:

''**ما ادخل علی الزبیر**'' یعنی زبیر بن العوامؓ جو مجھے ذاتی خرچ کے لئے کچھ دیتے ہیں، اس کے سوا تو میرے پاس کوئی ذاتی مال نہیں ہے تو کیا اس ذاتی نفقہ سے میں کچھ خرچ کر سکتی ہوں؟ ارضاخ قلیل مال کے عطیہ کو کہتے ہیں، یعنی زبیر نے مجھے اس قلیل مال کا مالک بنایا ہے تو اس سے عرف وعادت کے مطابق خرچ کرنا مکروہ نہیں ہے۔علامہ نووی لکھتے ہیں: ''و هذا محمول علی ما اعطاها الزبیر لنفسها بسبب نفقة و غیرها او معاً هو ملك الزبیر اه'' ''**ما استطعت**'' اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال حضرت اسماءؓ کا ذاتی مال بن چکا تھا۔حضرت زبیرؓ نے ان کو مال کا مالک بنایا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے جتنا ممکن ہو، خرچ کر سکتی ہو، اگر یہ حضرت زبیرؓ کا مال ہوتا تو اس طرح الفاظ نہیں بولے جاتے۔

باب الحث على الصدقة بالقليل

صدقہ کرنے کی ترغیب اگرچہ قلیل صدقہ ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے۔

۲۳۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی ہرگز اپنی پڑوسن (کے ہدیہ کو) حقیر مت خیال کرے، خواہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔''

تشریح:

''ولو فرسن شاۃ'' فا پر زیر ہے، سین پر بھی زیر ہے، بکری کے کھر کو کہتے ہیں، بکری کے پاؤں میں نیچے جو ہڈی ہوتی ہے، اس کے درمیان تھوڑا سا گوشت ہوتا ہے، اسی کو فرسن کہا گیا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فرسن کا لفظ اصل میں اونٹ کے پاؤں میں لگے ہوئے کھر کو کہتے ہیں، پھر بطور رعایت بکری کے کھر پر بولا گیا ہے۔ ''لا تحقرن'' عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ قلیل چیز کے دینے میں عار محسوس کرتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ قلیل سے قلیل چیز بھی اپنی پڑوسن کو دیا کرو، اگرچہ بکری کا کھر کیوں نہ ہو، جو لوگ قلیل چیز کے خرچ میں شرم محسوس کرتے ہیں وہ صدقہ کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، کیونکہ کثیر کا انتظار ہوگا اور کثیر میسر نہیں ہوگا تو کچھ بھی نہ ہوگا۔

باب فضل اخفاء الصدقة

صدقہ چھپا کر دینے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۳۷۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ - قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ - عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ. وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمی وہ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ سایہ عطا فرمائیں گے ایسے دن جب کہ اس کے سایہ کے علاوہ دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ پہلا عادل حکمران (جو انصاف کا بول بالا کرے اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے) دوسرا وہ نوجوان کہ اللہ کی عبادت میں اس کی نشو ونما ہوئی ہو (نوجوانی سے ہی بندگی اور عبادت میں لگا رہتا ہے) تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے (کہ کب نماز کا وقت ہو تو جا کر نماز ادا کروں) چوتھے وہ دو شخص جو اللہ کیلئے محبت کرتے ہوں اور اللہ کی خاطر ملتے ہوں اور اسی کی خاطر جدا ہوتے ہوں (یعنی ان کی محبت ونفرت ذاتی اغراض کے بجائے اللہ اور دین کی بنیاد پر ہو) پانچواں وہ شخص جسے کوئی حسب ونسب اور حسن والی عورت بدکاری کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (اس کے خوف کی وجہ سے تمام حالات سازگار ہونے کے باوجود زنا نہ کرے) چھٹا وہ شخص جو اس طرح خفیہ طریقہ سے صدقہ دے کہ اس کے دائیں ہاتھ کو بھی یہ معلوم نہ ہو کہ بائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔ ساتواں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں (سے آنسو) بہنے لگیں۔

تشریح:

''سبعة'' اس سے سات آدمی مرادنہیں ہیں، بلکہ سات انواع واقسام مراد ہیں۔''في ظله'' اس سے میدان محشر میں عرش کا سایہ مراد ہے، جبکہ باقی کسی مقام میں سایہ نہیں ہوگا، بلکہ لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔''الامام العادل''مسلمانوں کا عادل بادشاہ مراد ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بڑے بادشاہ کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کا نفع زیادہ ہے، ورنہ اس سے چھوٹے ولاۃ بھی اس فضیلت کے مستحق ہیں، مثلاً گورنر ہے وزیر ہے یا پھر وہ بڑا منصب دار ہے جس کی طرف لوگ رجوع کرتے ہوں۔''وشاب''ایک نوجوان جب اپنے جوانی کے جذبات کو قابو کر کے جنون کے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے تو یہ بڑی قدر وقیمت کی چیز ہے، بڑھاپے میں تو بھیڑیا بھی پرہیز گار بن جاتا ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبراں — وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

''قلبه معلق'' یعنی دل مساجد سے لگا ہوا ہے، گھر میں بھی ہو تو مسجد کے بارے میں سوچتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے یا نہیں، اذان ہوگئی ہے یا نہیں مسجد کا حال کیا ہوگا۔ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ مسجد ہی میں بیٹھا رہتا ہے، اگر وہ شرعی حدود میں ایسا کرتا ہے تو یہ فضیلت اس کو بھی حاصل ہوگی۔''تحابا في الله'' یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی وجہ سے آپس میں محبت ہے کہ یہ متقی ہے پرہیز گار ہے نیک ہے صحیح عقیدے والا ہے اچھے کام کرنے والا ہے، اس میں دنیا کی کوئی غرض اور لالچ کو دخل نہ ہو۔''امرأة'' یعنی یہ عورت حسین بھی ہے اور بڑے خاندان سے متعلق بھی ہے اور خود بلاتی بھی ہے تو رغبت کے سارے اسباب موجود ہوتے ہوئے کوئی یہ کہہ دے کہ میں اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں اور گناہ نہیں کرتا ہوں، یہ بڑا مقام ہے۔''فاخفاها'' نفلی صدقات کو جتنا چھپا کر دیا جائے اتنا ہی وہ افضل ہے، ہاں اگر فرضی صدقہ زکوٰۃ وغیرہ ہو تو اس کو ظاہر کرنا افضل ہے، اسی طرح ریاکاری سے بچتے ہوئے کسی خاص حکمت کے تحت ترغیب کیلئے نفلی صدقہ کو ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔''حتى لا تعلم يمينه شماله'' شارحین لکھتے ہیں کہ یہاں بیان کرنے میں راوی کو وہم ہوگیا

اور اس نے یمین کو پہلے ذکر کیا کہ دائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہوسکا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا حالانکہ خرچ کرنا دائیں ہاتھ کا کام ہے تو اصل عبارت اس طرح ہے: "حتی لا تعلم شماله ما تنفق يمينه" بخاری وغیرہ میں اسی طرح ہے، یہاں امام مسلم سے وہم نہیں ہوا، نقل کرنے والے کسی راوی نے اس طرح بیان کیا ہے۔ "ففاضت عيناه" یعنی تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، مثلاً تلاوت کی اور ذکر اللہ میں لگا رہا اور خوب رویا، اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگئی، بہرحال ان احادیث میں چھپا کر صدقہ کرنے کی فضیلت پر زور دیا گیا ہے۔ مبالغہ ہے کہ ایک ہاتھ دے رہا ہے تو دوسرے کو پتہ تک نہ چلے۔

۲۳۷۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - أَوْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ .وَقَالَ: وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ آدمی ہے جس کا دل مسجد میں معلق ہو جب اس سے نکلے یہاں تک کہ اس کی طرف لوٹ آئے (بقیہ حسب سابق روایت ہے)

باب فضل صدقة الصحيح الشحيح

تندرست اور بخیل شخص کے صدقہ کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ فَقَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا أَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کونسا صدقہ سب سے عظیم ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو خوشحالی اور تندرستی کی حالت میں صدقہ دے کہ تجھے فقر و تنگدستی کا اندیشہ بھی دامن گیر ہو اور مالداری کی امید بھی ہو (کیونکہ ایسے حالات میں انسان کو پیسے کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور پیسے کے بہت سے مصارف اس کے سامنے ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ افضل ہوتا ہے) اور تو صدقہ دینے میں اتنی تاخیر مت کر کہ جان حلقوم میں اٹک جائے اور پھر اس وقت تو کہے کہ اتنا فلاں کا ہے اتنا فلاں کا اور حالانکہ وہ تو فلاں کا ہو چکا۔

تشریح:

"ان تصدق" یہ اصل میں ان تتصدق ہے ایک تا حذف کیا گیا ہے۔"صحیح" یعنی تندرست ہو، کوئی مایوس کن بیماری نہ ہو کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی اور مال کو لٹا دیا، بلکہ مستقبل کی زندگی کی ساری امیدیں موجود ہیں اور مال ذخیرہ کرنے کی ساری رغبتیں موجود ہیں، پھر خرچ کرتا ہے تو اس میں بڑی فضیلت ہے۔"شحیح" شح عام ہے، جنس کے درجہ میں ہے اور بخل خاص ہے نوع کے درجہ میں ہے۔ شح کا تعلق طبیعت سے ہے اور بخل کا تعلق عمل سے ہے، گویا بخیل خرچ کے وقت بخیل رہتا ہے اور شحیح خرچ کرے یا نہ کرے ہر وقت بخیل رہتا ہے۔"و تامل الغنی" یعنی فقر وفاقہ کے خوف میں رہتا ہو اور غنی بننے کی ہر وقت فکر لگی رہتی ہو تو اس وقت صدقہ سب سے افضل ہے۔ "و لا تمهل" یعنی مال کے خرچ میں آخر وقت تک تاخیر نہ کرو، یہ مہلت نہ دو کہ خرچ کرنے کی مہلت ہی نہ رہے۔"وقد کان لفلان" یعنی موت کے قریب آنے پر شمار شروع کرنے لگتا ہے کہ اتنا مال فلاں شخص کو دیدو اتنا فلاں کو دیدو، حالانکہ یہ جب مرجائے گا تو مال سب انہی ورثاء کا ہوگا: اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں اس وقت کی ہیں، جبکہ یہ شخص حالت نزع سے پہلے بیماری میں ہو، حالت نزع میں کسی وصیت کا اعتبار نہیں ہے۔

۲۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا فَقَالَ: أَمَا وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّهُ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہی حدیث ذرا سے فرق کے ساتھ منقول ہے۔ اس روایت میں فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا ثواب بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن تیرے باپ کی قسم! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اس صدقہ کا دینا افضل ہے جب تو تندرست ہو اور ایسی حالت میں ہو جس میں لوگ بخل کرتے ہیں اور تو فقر وفاقہ کا خوف کرے اور مال کے باقی رکھنے کا امیدوار ہو تو تاخیر نہ کر یہاں تک کہ سانس گلے میں آجائے اور تو کہے فلاں کیلئے اتنا اور فلاں کو اتنا دے دو حالانکہ وہ تو فلاں کا ہو چکا۔

تشریح:

"اما وابیک" اما تنبیہ کیلئے ہے وابیك واؤ قسم کیلئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آباء واجداد کے ناموں پر قسم کھانے کو منع کیا ہے، یہاں کس طرح خود قسم کھائی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو ارادہ اور قصد کے ساتھ منع کیا گیا ہے، یہاں بغیر ارادہ گویا یمین لغو کے طور پر ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس طرح قسم امت کیلئے منع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منع نہیں ہے۔"لتنبأنه" یعنی تیرے سوال کا جواب ضرور دیا جائے گا، آسمان سے وحی آئے گی تو تم کو اطلاع کی جائے گی۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ.

اس اسناد سے بھی سابقہ روایت مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ اس نے پوچھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟

باب ان اليد العلياء خيرمن اليد السفلى

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ.

حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ دینے اور سوال کرنے سے بچنے کا ذکر کر رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: ''اونچا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) بہتر ہے نیچے (لینے والے) ہاتھ سے اور اونچا ہاتھ خرچ کرنے والا ہوتا ہے جب کہ نیچا ہاتھ مانگنے والا ہوتا۔''

تشریح:

''والتعفف'' یعنی سوال کرنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا بیان فرما رہے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر پر یہ خطبہ دے رہے تھے۔ ''المسئلة'' سوال کرنے کے معنی میں ہے۔ ''الید العلیاء'' اوپر والا ہاتھ مراد ہے، عموماً عطیہ کرنے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے، اسی کی وضاحت حدیث کے آخری حصہ میں آگئی ہے جو کسی راوی کی طرف سے ادراج ہے۔ ساتھ والی روایت میں یہ لفظ ہے ''وابدأ بمن تعول'' تعول عیال سے بنا ہے ''یقال عال الرجل اهله ای قام بما یحتاجون الیه من قوت و کسوة'' یعنی جن کا نفقہ تم پر واجب ہے، ان کے نفقہ دینے میں پہل کرو تو ترتیب یہ ہے کہ پہلے اپنا نفس پھر اہل وعیال اور پھر رشتہ دار و اقارب پر خرچ کرنا چاہئے۔ گویا پہلے جان پھر جہان کا ضابطہ ہے۔ اس دوسری حدیث میں ''عن ظهر غنی'' کا جملہ بھی ہے، اس کا مطلب ہے بہترین صدقہ وہ ہے جو وسعت کے ساتھ دیا جائے کہ پیچھے آدمی خود مالدار رہے ایسا نہ ہو کہ صدقہ کرنے کے بعد خود سوال کرنے لگ جائے۔

۲۳۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ - قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ - أَوْ خَيْرُ الصَّدَقَةِ - عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا

خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ.

حضرت حکیمؓ بن حزام بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے ساتھ دیا جائے (یعنی جسے دینے کے بعد انسان غنی رہے، یہ نہ ہو کہ آپ سب مال لٹا کر خود محتاج ہو کر بیٹھ گیا کہ مانگنے کی نوبت آگئی) اور بلند ہاتھ نچلے ہاتھ سے زیادہ بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء اہل وعیال سے کرنی چاہئے (وہ لوگ جن کا نفقہ انسان کی ذمہ داری ہے ان پر خرچ کرنا پہلے ضروری ہے)

۲۳۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِطِيبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

حضرت حکیمؓ بن حزام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو آپؐ نے مجھے عطا فرما دیا، میں نے دوبارہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دے دیا، سہ بارہ مانگا تو پھر دے دیا اور فرمایا: ''یہ مال (دولت) بڑا سرسبز اور میٹھا معلوم ہوتا ہے (کہ انسان ہر طرح سے اسے لینے کیلئے تیار ہوتا ہے) لیکن جو اسے نفس کے غناء سے لیتا ہے (زبردستی مانگ کر نہیں لیتا) تو اس کے مال میں برکت دی جاتی ہے اور جو اشراف نفس اور ذلت کے ساتھ مال لیتا ہے اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ اس کا حال ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کھانا کھائے، لیکن پیٹ نہ بھرے، اور اونچا (دینے) والا ہاتھ نیچے (لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

تشریح:

''خضرة حلوة'' سبزہ خود ایک دلکش چیز ہے، خاص کر عرب کے ہاں بہت مرغوب ہے اور جب ساتھ میں وہ چیز میٹھی بھی ہو تو پھر تو بہت ہی مرغوب ہوتی ہے تو دنیا کے مال کی تشبیہ اس سے دے دی گئی ہے۔ اس ضمن میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ چمک دمک پائیدار نہیں ہے، اگرچہ مزیدار ہے، کیونکہ سبزیات کی زندگی طویل نہیں ہوتی ہے۔ ایک سوال زبان سے ہوتا ہے، دوسرا سوال دل میں تمنا و توقع کی صورت میں ہوتا ہے، اس قلبی لالچ کو اشراف نفس کہتے ہیں، یہ بھی منع ہے۔ ''کالذی یأکل'' یہ جوع البقر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے کہ آدمی کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا ہے یا یہ تشبیہ گائے وغیرہ جانور کے ساتھ دی گئی ہے جو مسلسل کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا ہے، چرتا رہتا ہے، ساتھ والی روایت میں ہے: ''ولا تلام علی کفاف'' یعنی بقدر حاجت مال جمع کرنے پر ملامت نہیں۔ ''کفاف'' کافی ہونے کے معنی میں ہے، جس کو قوت لایموت بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۳۸۶ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ

حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن آدم تو زائد از ضرورت مال کو خرچ کردے (دین اور اللہ کی راہ میں یا اپنی ضروریات میں) تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور یہ کہ تو اسے روکے رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے، البتہ ضرورت کے مطابق روکنے اور جمع رکھنے میں تجھ پر کوئی ملامت نہیں، خرچ کی ابتداء اپنے عیال سے کر، اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔

باب النهي عن المسئلة

مانگنے کی ممانعت

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ الْيَحْصَبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ وَأَحَادِيثَ إِلَّا حَدِيثًا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يُخِيفُ النَّاسَ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ .وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّمَا أَنَا خَازِنٌ فَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ وَشَرَهٍ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ.

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ احادیث کی کثرت روایت سے اجتناب کیا کرو، سوائے ان احادیث کے جو حضرت عمرؓ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں، کیونکہ حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگوں کو خوف دلایا کرتے تھے (کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط بات منسوب کرنا سخت گناہ ہے) (اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے حدیث بیان کی کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی فقاہت وفہم عطا فرماتے ہیں۔'' اور میں نے حضور علیہ السلام سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ: ''میں تو صرف ایک خزانچی ہوں لہٰذا میں جس کو اپنے دل کی رغبت وخوشی سے دوں تو اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور جسے مانگنے اور اس کے تنگ کرنے کی بناء پر دوں تو اس کی حالت اس شخص کی سی ہے جو کھاتا تو (خوب) ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔''

تشریح:

''ایاکم و الاحادیث''، یعنی حضرت معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں فرمایا کہ زیادہ احادیث بیان کرنے سے بچو، کیونکہ اسلامی مملکت وسیع

ہوگئی ہے، اہل کتاب کی باتیں اسلام میں داخل نہ ہوجائیں، ہاں جو احادیث حضرت عمرؓ کے دور میں مشہور ہوئیں ان کو بیان کرو، کیونکہ حضرت عمرؓ نے احادیث کی خوب چھان بین کی ہے اور ثابت کیا ہے۔ وہ لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے تھے کہ اعتماد کے بغیر حدیث کو بیان نہ کرو، بلکہ انہوں نے یہ ضابطہ مقرر کیا تھا کہ جو شخص حدیث بیان کرے گا وہ اس پر ایک گواہ پیش کرے گا۔ "سمعت رسول الله" یہ حدیث حضرت معاویہؓ نے خطبہ کے دوران بیان کی ہے۔ "خیراً" یعنی جس شخص سے اللہ تعالیٰ خاص بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔ اس خیر و بھلائی سے خاص بھلائی مراد ہے جو فقہاء کے ساتھ خاص ہے اور علماء کے ساتھ خاص ہے ورنہ عام بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں کیلئے عام ہے۔ "انما انا خازن" یعنی مال اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، میں تو صرف جمع کرنے والا ہوں، جب اللہ حکم دیتا ہے تو میں اس جمع شدہ مال کو تقسیم کرتا ہوں۔ دوسری روایت میں "و انما انا قاسم و الله یعطی" یعنی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ وہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ حدیث اصل میں علم کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کا فہم دیتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں، جس کو سکھاتا ہوں سیکھنے کی استعداد اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ "عن مسئلة" یعنی سوال کے بعد اگر میں دوں گا تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ "و شره" شدید حرص کو شرہ کہتے ہیں، یعنی شدید حرص کے بعد اگر میں کسی کو مال دوں گا تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ لہٰذا نہ سوال کرو اور نہ حرص رکھو پھر جو مال ملے گا اس میں برکت ہوگی۔

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ هَمَّامٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَاللَّهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ.

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ مانگنے میں اصرار و ضدمت کیا کرو، خدا کی قسم تم میں سے جو بھی مجھ سے مانگتا ہے اور میں اس کے سوال پر اسے مال نکال کر دیتا ہوں حالانکہ میری طبیعت میں ناگواری ہوتی ہے تو کیسے اس کے مال میں برکت ہوگی جو میں نے اسے دیا ہو۔"

۲۳۸۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ - وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فِي دَارِهِ بِصَنْعَاءَ فَأَطْعَمَنِي مِنْ جَوْزَةٍ فِي دَارِهِ - عَنْ أَخِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ .فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

حضرت عمرو بن دینار (مشہور تابعی) کہتے ہیں کہ میں حضرت وہبؒ بن منبہ کے گھر جو کہ صنعاء میں تھا، گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر کے اخروٹ کھلائے اور اپنے بھائی ہمامؒ بن منبہ سے یہی حدیث بالا (بعینہ من وعن) بیان کی۔

تشریح:

"وهب بن منبه" یہ مشہور محدث گزرے ہیں تابعی ہیں۔ "بصنعاء" یعنی یمن کے پایہ تخت صنعاء میں ان کا گھر تھا۔ اس میں اخروٹ کا

درخت لگا ہوا تھا۔ "جوزۃ" اخروٹ کو کہتے ہیں اور "في دارہ" سے اشارہ کیا کہ اپنے گھر کے لگے ہوئے اخروٹ سے اس نے مجھے اس کا مغز کھلا دیا۔ وہب بن منبہ نے اپنے بھائی سے نقل کیا کہ اس نے حضرت معاویہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے جو پہلے گزر گئی ہے اوپر روایت میں الحاف کا لفظ آیا ہے۔ سوال کرنے میں اصرار کو الحاف کہتے ہیں "لایسألون الناس الحافا" "جوزۃ" آج کل جوز ہندی کھوپرا کو کہتے ہیں اور اخروٹ کو عین الجمل کہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہاں اخروٹ مراد ہو، کیونکہ جوزۃ کا لفظ ہے جوز ھندی نہیں ہے۔

۲۳۹۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللَّهُ.

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اسے دین کی فہم وفقاہت نصیب فرماتے ہیں اور فرمایا کہ "میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں (سرکاری خزانہ کو) دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں۔"

باب المسكين الذی لا يجد غنى و لا يفطن له

وہ مسکین جس کی مسکنت کا پتہ نہ چلتا ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ - يَعْنِي الْحِزَامِيَّ - عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ. قَالُوا فَمَا الْمِسْكِينُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسکین یہ در در مانگنے والا شخص نہیں ہے جو لوگوں کے گرد منڈلاتا رہتا ہے اور ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اسے لوٹا دیتی ہیں (یعنی ایک دو لقموں یا کھجوروں سے ہی ٹل جاتا ہے) صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر مسکین کون ہے؟ فرمایا: جو اتنا خرچ نہ پاسکے کہ ضروریات کے بارے میں بے نیاز ہو جائے اور نہ ہی لوگ (عام طور پر) اسے مسکین سمجھتے ہوں کہ اسے (مسکین سمجھ کر ہی) صدقہ دے دیا کریں اور وہ خود بھی لوگوں سے مانگتا نہ ہو۔"

تشریح:

یعنی کامل ومکمل مسکین وہ شخص نہیں ہے جو سوال کرتا ہو اور اس کو ایک یا دو کھجور یا لقمے کوئی دیتا ہے تو وہ لوٹ کر سو دعائیں دیتا ہے اور چلا جاتا

ہے، اصل مسکین وہ ہے جوسوال نہیں کرتا ہے، سفید پوش ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، سفید پوشی کی وجہ سے کوئی مالدار اس کو پہچانتا نہیں ہے کہ اس پر خرچ کردے، لہٰذا یہ حقیقی مسکین محروم ہی رہ جاتا ہے۔"فطن" یہ فطانت سے بنا ہے، ذہانت کے معنی میں ہے۔یعنی کوئی اس کو پہنچانتا نہیں، سمجھ نہیں پاتا کہ یہ غریب مسکین ہے۔

۲۳۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِالَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الْمُتَعَفِّفُ اقْرَئُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسکین وہ شخص نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجوریں اور ایک دو لقمے ٹال دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جو (ضرورت کے باوجود) سوال سے اجتناب کرتا ہے اور یہاں پر اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ سکتے ہو: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ (وہ مساکین جو لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے)

۲۳۹۳ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ.

اس سند سے بھی سابقہ روایت مروی ہے کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جسے ایک دو کھجوریں اور ایک دو لقمے ٹال دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جو (ضرورت کے باوجود) سوال نہ کرے......الخ

باب كراهة المسئلة للناس

لوگوں سے مانگنے کی کراہت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۳۹۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی آدمی میں ہمیشہ مانگنے کی عادت موجود رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ

ہوگا (بھیک مانگنے کی نحوست کی وجہ سے)

تشریح:

"المسألة" سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے معنی میں ہے، جب آدمی کے پاس دو وقت کا کھانا ہے تو اس کیلئے سوال کرنا جائز نہیں ہے، بعض روایات میں ہے کہ پچاس درہم جب آدمی کے پاس ہوں تو اس کیلئے سوال کرنا منع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب قبیلہ کے تین معتبر آدمی گواہی دیدیں کہ یہ آدمی محتاج وفقیر ہے تب سوال کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔ یہاں مال بڑھانے کیلئے سوال کرنے کی وعید ہے، چنانچہ اگلی روایت میں تکثراً کا لفظ آیا ہے، یعنی مال بڑھانے کیلئے سوال کررہا ہے۔ "مزعة لحم" مزعة گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ مال بڑھانے کی غرض سے جو شخص سوال کرے گا تو قیامت کے دن یہ شخص اس طرح آئے گا کہ چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا، بلکہ چہرہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا ہوگا۔ علامہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس ذلیل وخوار ہوکر آئے گا، اس کے چہرے کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، لیکن جب حدیث اپنے ظاہری مطلب پر حمل ہوسکتی ہے تو اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلی روایت میں "جمر" کا لفظ ہے، جمرة کی جمع ہے جو آگ کے انگارے کو کہتے ہیں، یعنی ایک سوال پر ایک انگارہ ملے گا، جس سے وہ شخص جل جائے گا اور داغا جائے گا، اگر سوال کم کرے گا تو کم انگارے ملیں گے، زیادہ کرے گا تو زیادہ ملیں گے، اب اس کی مرضی ہے۔

۲۳۹۵ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَخِي الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ: مُزْعَةٌ.

ان راویوں سے سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں مزعة (ٹکڑا) کا لفظ نہیں ہے۔

۲۳۹۶ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد (ابن عمرؓ) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہیں ہوگا۔"

۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا مال بڑھانے کیلئے (نہ کہ کسی ضرورت و

حاجت کی وجہ سے) دوسروں سے مانگتا پھرتا ہے تو وہ درحقیقت انگارے مانگ رہا ہے، لہٰذا چاہے تو (ان انگاروں کو کم کردے) اور چاہے تو (انگاروں میں اضافہ کردے) زیادہ لے لے۔

۲۳۹۸ - حَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ بَيَانٍ أَبِي بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَأَنْ يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَتَصَدَّقَ بِهِ وَيَسْتَغْنِيَ بِهِ مِنَ النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ رَجُلًا أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ ذَلِكَ فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی صبح کو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادے اور (اسے فروخت کرکے) خود بھی لوگوں سے مانگنے سے بچے اور صدقہ بھی دے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ (اللہ کے نام پر بھیک) مانگے پھر اسے دے دی جائے یا اسے منع کردیا جائے (یہ اس کا نصیب) کیونکہ اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء اہل وعیال سے کرنا ضروری ہے۔

۲۳۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ لَأَنْ يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهُ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بَيَانٍ.

حضرت قیسؒ بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، خدا کی قسم! تم میں سے کوئی صبح کو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادکر اسے بیچے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔'' آگے سابقہ حدیث کے مثل بیان کیا۔

تشریح:

''بیان'' اوپر حدیث میں ایک راوی کا نام ''بیان'' ہے، اس روایت میں اسی کا حوالہ ہے۔ ''فیحطب'' یعنی لکڑیوں کو اکھٹا کرکے گٹھا بناکر اسی میں باندھ کر کندھوں پر اٹھا کر لائے اور بازار میں فروخت کرے، یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے سوال کرتا پھرے، کوئی دے یا نہ دے۔ ''علی ظهره'' معلوم ہوا مردوں کا کام یہ ہے کہ بوجھ کو کندھوں پر لادھ کر لائیں، سر پر اٹھانا عورتوں کا کام ہے اور قلی ایسا کرتے ہیں، اگلی روایت میں ''لان يحزم حزمة'' کا لفظ ہے جو گٹھا بنانے اور اٹھانے کے معنی میں ہے۔

۲۴۰۰ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَحْتَزِمَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَحْمِلَهَا عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ رَجُلًا

يُعْطِيهِ أَوْ يَمْنَعُهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر اسے بیچے (اور اس سے نفع کمائے) یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی آدمی سے سوال کرے، پھر وہ اسے دے یا منع کردے (اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ملے گا یا نہیں لیکن نفس کی تذلیل تو ہو ہی گئی)

اسلام میں بیعت کا ثبوت

۲۴۰۱- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ- قَالَ سَلَمَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ- حَدَّثَنَا سَعِيدٌ- وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ- عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ أَمَّا هُوَ فَحَبِيبٌ إِلَيَّ وَأَمَّا هُوَ عِنْدِي فَأَمِينٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً فَقَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ .فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا وَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ: عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا- وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً- وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا .فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ.

حضرت ابوادریس الخولانی، ابومسلم الخولانیؒ سے روایت کرتے ہیں، ابومسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک حبیب اور امانتدار شخص نے کہ مجھے وہ بہت محبوب اور میرے نزدیک امانت دار ہے بیان کیا اور وہ ہیں عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم تقریباً نو یا آٹھ یا سات افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے فرمایا: تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے چند ہی روز قبل بیعت کی تھی لہٰذا عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے پھر فرمایا: تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے (پہلے تو) اپنے ہاتھ (بیعت کے واسطے) پھیلا دیئے اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اب کس چیز پر آپ سے بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ اللہ کی بندگی کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور پانچوں نمازوں پر (کہ نماز نہ ضائع کرو گے) اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات چپکے سے کہی اور فرمایا: لوگوں سے کچھ نہ مانگو گے۔ عوفؓ بن مالک کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان حاضرین مجلس میں سے بعض کو دیکھا کہ ان کا کوڑا بھی گر جاتا تھا (سواری

پرسے) تواسے اٹھانے کے لئے بھی کسی کو نہ کہتے (کہ کہیں یہ بھی سوال میں داخل نہ ہو جائے)

تشریح:

''ابو ادریس الخولانی'' ابوادریس کا نام عابداللہ ہے اورابومسلم خولانی کا نام عبداللہ بن ثوب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہوئے، اسود عنسی ملعون نے ان کو آگ میں ڈالا تو یہ نہیں جلے، اس نے ان کو چھوڑ دیا، یہ ہجرت کر کے مدینہ آئے، مگر راستے میں تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، اکابر صحابہؓ سے ملے، ان سے پڑھا، پھر یزید کے زمانہ میں فوت ہو گئے، دونوں کا تعلق قبیلہ خولان سے ہے۔''الحبیب الامین''اس سے ابومسلم راوی نے اپنے استاد اور شیخ مالک بن عوف اشجعی کو مراد لیا ہے اور پھر وضاحت کی ہے کہ وہ مجھے محبوب ہے، اس لئے میرا حبیب ہے اور وہ میرے نزدیک دیانت دار ہے، اس لئے امین ہے۔''الا تبایعون'' یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے ہو؟ یہ استفہام تخصیص و تقریر کیلئے ہے کہ بیعت کرو ضرور کرو۔ ''حدیث عهد بیعة'' صحابہؓ نے اس بیعت سے بیعت اسلام سمجھ لیا، اس لئے فرمایا کہ ہم نے تو اسلام کی بیعت کچھ عرصہ پہلے کی ہے، اب کیا بیعت کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار بیعت کی بات دہرائی پھر وضاحت فرمادی ہے کہ بیعت اسلام تو ہو گئی ہے، اب بیعت اعمال کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک بیعت اسلام ہے، دوسری بیعت جہاد ہے، تیسری بیعت خلافت ہے، چوتھی بیعت اعمال ہے، یہ بیعت آج کل اہل حق صوفیاء کرام کرتے ہیں جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ بے کار لوگ ہیں، جن کو مزاج کی خشکی نے خشک بنا دیا ہے۔

''سوط'' چابک دستی اور لاٹھی کو کہتے ہیں۔

باب من تحل له المسئلة

جس مجبور شخص کیلئے سوال کرنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۰۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ رِيَابٍ حَدَّثَنِي كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ الْعَدَوِيُّ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ: أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا .قَالَ ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ- أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ- وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ- أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ- فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا

قَبِيصَةُ سُحْتًا يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا.

حضرت قبیصہؓ بن المخارق الہلالی فرماتے ہیں کہ میں ایک بڑے قرضہ کا بوجھ اٹھا بیٹھا تھا (ادائیگی کے اسباب نہ تھے) لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے کچھ قرض کے بارے میں سوال کروں۔ آپؐ نے فرمایا: جب تک ہمارے پاس صدقہ کا مال نہیں آجاتا اس وقت تک تم ٹھہر جاؤ تاکہ ہم اس میں سے تمہیں کچھ دیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا اور مانگنا جائز نہیں ہے سوائے تین میں سے ایک کیلئے، ایک اس شخص کیلئے جو قرضہ کے بوجھ تلے دبا ہو تو اس کیلئے سوال کرنا جائز ہوتا ہے، اس وقت تک کہ اسے اتنا مال مل جائے جس سے وہ قرض ادا کر سکے، اس کے بعد مانگنے سے رک جانا چاہئے اور ایک اس شخص کیلئے جس کے مال میں کوئی ناگہانی آفت آگئی ہو جس سے اس کا سارا مال ضائع ہو گیا ہو تو اس کیلئے بھی سوال جائز ہو جاتا ہے، پھر جب اسے گزر اوقات کے مطابق مل جائے تو سوال سے رک جانا ضروری ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ جو فاقہ زدہ ہو اور اس کی قوم کے تین اہل دانش اس کے فاقہ زدہ ہونے کی شہادت دیں تو اس کے لئے بھی گزر اوقات کے درست ہونے تک مانگنا جائز ہے۔ ان تین باتوں کے علاوہ سوال کرنا اے قبیصہ! حرام ہے (اور جو ان باتوں کے بغیر مانگ کر) کھاتا ہے تو وہ حرام کھاتا ہے۔

تشریح:

"تحملت حمالة" حمالة بوجھ اٹھانے کو کہتے ہیں، مراد یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً کسی صلح میں اپنے ذمہ مال کی ذمہ داری لیتا ہے اور قوموں کے درمیان شدید عداوت کو ختم کرتا ہے اور اس میں مال خرچ کرتا ہے، عرب کی یہ عادت تھی کہ ایسے شخص کی وہ مالی مدد کرتے تھے، جاہلیت میں یہ انسانوں کے مکارم اخلاق میں شمار ہوتا تھا، اسلام نے اس کو برقرار رکھا اور اس کی ترغیب دی۔ قبیصہ کے ساتھ اسی طرح کا قصہ پیش آیا تھا جس میں وہ مدد لینے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، آنحضرتؐ نے سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کے اصول بیان فرمادیئے۔ "یصیبھا" یعنی اپنے مقصود تک پہنچ جائے اور پھر باز آجائے، سوال نہ کرے۔ "جائحة" یہ اس آسمانی آفت کو کہتے ہیں جس سے کسی آدمی کے باغات تباہ ہو جائیں، فصلیں تباہ ہو جائیں، سیلاب آجائے یا زلزلہ وغیرہ آجائے اور اس کا سب کچھ برباد کردے یہ جائحہ ہے۔ "اجتاحت" جڑ سے کسی چیز کے اکھاڑنے کو اجتیاح کہتے ہیں، یعنی سارا مال تباہ ہو جائے۔ "الحجی" یعنی قوم کے تین عقلمند ہوشیار سفید پوش آدمی گواہی دیدیں کہ واقعی یہ شخص فقیر ہے۔ "قوام" ما یقوم به الرجل یعنی آدمی کو سنبھالا مل جائے، وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ "سداد" درستی کو کہتے ہیں، یہ بھی قوام کے معنی میں ہے۔ "سحتاً" یہ منصوب ہے یاکل فعل کیلئے مفعول بہ ہے، سحت حرام مال کو کہتے ہیں، بہرحال بلاضرورت شدیدہ سوال کرنا حرام ہے اور ضرورت کی حد اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

باب اباحة أخذ العطية من غير مسئلة

سوال اوراشراف کے بغیر عطیہ قبول کرنا مباح ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۰۳ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ (ح) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي. حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالاً فَقُلْتُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُ وَمَا جَائَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلاَ سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لاَ فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) مجھے کچھ مال عطا فرمایا کرتے تھے تو میں عرض کرتا: مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیجئے۔ایک بار مجھے کچھ مال عنایت فرمایا تو میں نے (حسب سابق) عرض کیا کہ جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے عطا فرمائیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے لے لو، جو مال تمہارے پاس بغیر اشراف (دل کی خواہش) اور سوال کے آئے اسے لے لیا کرو اور اس مال کی خواہش مت کرو جو نہ آئے۔

تشریح:

''یعطینی العطاء'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو عطیہ دیتے تھے، کبھی صدقات کے جمع کرنے کے عوض میں اور کبھی ویسے عطیہ میں دیتے تھے تو حضرت عمر فرماتے کہ مجھ سے زیادہ محتاج کو دیدیں۔علماء نے لکھا ہے کہ اس سے حضرت عمر کا زہد ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ دنیا کے آنے پر ان کا دل دنیا کی طرف کبھی مائل نہیں ہوا۔اب یہاں یہ مسئلہ ہے کہ غیر حاکم کی طرف سے اگر عطیہ ہو تو اس کا قبول کرنا مستحب ہے اور اگر حاکم کی طرف سے ہو تو بعض علماء نے اس کے لینے کو حرام کہا ہے، بعض دوسرے علماء نے مکروہ کہا ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ لینا مباح ہے۔مشہور مسلک یہ ہے کہ اگر حاکم کا مال حرام ہے تو قبول کرنا حرام ہے اور اگر حرام نہیں ہے تو پھر مباح ہے، لیکن فیصلہ کن قول اس طرح ہے کہ اگر حاکم کے عطیہ کی وجہ سے حق کے اظہار میں رکاوٹ آتی ہے تو عطیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر عزت نفسی کو بٹہ لگتا ہے تو پھر بھی قبول کرنا صحیح نہیں ہے، اگر ان مفاسد سے حاکم کا عطیہ پاک ہو تو پھر لینا جائز ہے۔سائل اصل میں زبان سے سوال کرنے والا ہوتا ہے اور مشرف وہ ہوتا ہے جو دل سے سوال کرتا ہے، دل میں لالچ اور طمع رکھتا ہے، دل للچاتا ہے کہ اس کو کچھ مل جائے، یہ اشراف بھی جائز نہیں۔''فلا تتبعہ نفسک''

یعنی اگر کسی نے عطیہ نہیں دیا تو اپنی جان کو اس کے پیچھے نہ لگاؤ جو ملا سو ملا جو نہیں ملا تو جان نہ کھپاؤ۔ دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فتمولہ" یعنی یہ مال قبول کرو اور مالدار بنو۔ آگے قال سالم سے یہ بتایا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی چیز حضرت ابن عمر کو دیتا تھا تو آپ رد نہیں کرتے تھے، لیکن کسی سے مانگتے نہیں تھے۔ اگلی روایت میں عمالہ کا لفظ ہے، یہ مزدوری اور معاوضہ کے معنی میں ہے۔ "فعمّلني" یہ مشدد ہے، کام کے معاوضہ کو کہتے ہیں۔

٢٤٠٤ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْطِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْعَطَاءَ فَيَقُولُ لَهُ عُمَرُ أَعْطِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي .فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ أَوْ تَصَدَّقْ بِهِ وَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ .قَالَ سَالِمٌ فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ.

حضرت سالم بن عبداللہؒ اپنے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو مال عطا فرمایا کرتے تھے، حضرت عمرؓ ان سے کہتے کہ یا رسول اللہ! جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو اسے عنایت فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے لے لو چاہے استعمال کرو چاہے صدقہ دے دو، جو مال تمہارے پاس بغیر اشراف نفس اور سوال کے آئے تو اسے لے لیا کرو البتہ اس مال کے پیچھے مت لگا کرو۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے ابن عمرؓ کسی سے کچھ مانگا نہ کرتے تھے اور جو چیز ان کو دی جاتی تھی تو اسے رد نہیں کرتے تھے۔

٢٤٠٥ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّعْدِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ان راویوں سے بھی مذکورہ حدیث منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو مال عطا فرمایا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو اس کو یہ مال عنایت فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے لو اور جہاں چاہے خرچ کرو جو مال تمہارے پاس بغیر سوال کے آئے اس کو لے لیا کرو...... الخ

٢٤٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ الْمَالِكِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَأَجْرِي عَلَى اللَّهِ .فَقَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتَ فَإِنِّي عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ

تَسُأَلَ فَكُلُ وَتَصَدَّقُ.

حضرت ابن الساعدی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے صدقہ (وصول کرنے) کا عامل مقرر فرمایا۔ جب میں صدقات (زکوۃ وغیرہ) وصول کر کے فراغت حاصل کر چکا اور تمام مال انہیں (حضرت عمرؓ) کو ادا کر چکا تو انہوں نے میرے لئے عمالہ کا حکم دیا (کہ مجھے دے دیا جائے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے اور میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ انہوں نے فرمایا، جو تمہیں دیا جارہا ہے اسے لے لو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صدقات وصول کئے تھے تو آپؐ نے مجھے اجرت عطا فرمائی تھی۔ میں نے وہی بات عرض کی تھی جو تم نے کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''جب تمہیں کوئی چیز بغیر تمہارے مانگے دی جائے تو پھر اسے کھاؤ (استعمال کرو) اور صدقہ بھی دو۔''

٢٤٠٧ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّعْدِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث بعینہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان فرمایا، جب تمہیں کوئی چیز بغیر تمہارے مانگے دی جائے تو پھر اسے کھاؤ اور صدقہ بھی دو۔ (لیکن اس روایت میں صحابی کا نام ابن ساعدی کی بجائے ابن سعدی ہے)

باب كراهة الحرص على الدنيا

دنیا کی حرص رکھنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٤٠٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ حُبِّ الْعَيْشِ وَالْمَالِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت کے معاملہ میں جوان ہوتا ہے۔ زندگی اور جینے کی محبت اور مال محبت میں۔''

تشریح:

''الشیخ'' بوڑھے کو کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی ایک بنیادی کمزوری بتادی ہے کہ خود تو دنیا سے جارہا ہے، لیکن دنیا کی محبت بڑھ رہی ہے، ایک تو یہ محبت اور تمنا بڑھ رہی ہے کہ عمر زیادہ سے زیادہ مل جائے، دوسری یہ تمنا بڑھ رہی ہے کہ مال زیادہ ہو جائے، اگر سونے کی دو وادیاں موجود ہیں تو تیسری کی تلاش میں رہتا ہے، خلاصہ یہ کہ عمر ختم ہو رہی ہے اور مال کی محبت بڑھ رہی ہے۔

کسی نے پشتو میں خوب کہا ہے ۔

دہ عمرونہ م زڑہ شوہ دہ حرص ونہ م لا اوس سپڑی کلونہ

یعنی زندگی کا درخت تو بوڑھا ہو گیا ہے، مگر حرص کا درخت اب پھل پھول نکال رہا ہے۔ اگلی حدیث میں "یھرم ابن آدم" کا لفظ آیا ہے، بڑھاپے کو کہتے ہیں، یعنی عمر گھٹ رہی ہے اور حب دنیا بڑھ رہی ہے۔

۲۴۰۹ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالاَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولُ الْحَيَاةِ وَحُبُّ الْمَالِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے آدمی کا دل زندگی کے لمبے ہونے اور مال کی محبت میں جوان رہتا ہے۔

۲۴۱۰ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ - قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے اور اس میں دو چیزیں جوان ہوتی رہتی ہیں مال اور عمر پر حرص۔

۲۴۱۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا پھر وہی حدیث جو اوپر گزری بیان فرمائی۔

۲۴۱۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال اور عمر پر حرص۔

باب لو ان لابن آدم واديين لابتغى ثالثاً

اگر انسان کیلئے سونے کی دو وادیاں ہو جائیں تو تیسری کی تلاش میں رہے گا

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٤١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ابن آدم کے پاس مال (و دولت دنیا) کی دو وادیاں ہوں تو بھی وہ تیسری کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھرتی ہے۔ سوائے اس کے جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

تشریح:

"لابتغى واديا ثالثاً" اس سے انسان کے حریص ہونے کو بیان کیا گیا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی بھی نہیں، بلکہ دو وادیاں پہاڑ کی چوٹی تک خالص سونے سے بھری پڑی ہیں، لیکن یہ انسان تیسری وادی کے چکر میں مارے مارے پھرتا ہے، معلوم ہوا کہ مال پر قناعت کیلئے کوئی حد نہیں ہے، پوری دنیا بھی مل جائے پھر بھی پیٹ سیر نہیں ہوتا، تجربہ یہ بتاتا ہے اور مشاہدہ میں یہی آرہا ہے کہ غنا زیادہ مال جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ کثرت اموال سے فقر و فاقہ کا جذبہ بڑھتا ہے، بس انسان کے شوق مال کو صرف قبر کی مٹی ٹھنڈا کر سکتی ہے کہ سب کچھ بھول جائے گا۔ اگلی ایک روایت میں "مِلْءَ واد" کے الفاظ ہیں تو وہ وادی کے بھرے رہنے کے معنی میں ہے۔ ملأ یملأ سے ہے۔ "ويتوب الله على من تاب" اس کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہے، یعنی اس مذموم حرص اور لالچ سے اگر کوئی شخص توبہ کرے گا اور زاہد بنے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اگلی روایت میں جوف کی جگہ فاہ کا لفظ ہے، یعنی آدمی کا منہ قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی ہے۔

٢٤١٤ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ - فَلَا أَدْرِي أَشَيْءٌ أُنْزِلَ أَمْ شَيْءٌ كَانَ يَقُولُهُ - بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے اور میں نہیں جانتا تھا یہ بات اتری تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے تھے (بقیہ حدیث روایت ابوعوانہ کی طرح ہے)

تشریح:

"فلا ادری" اس باب کی روایات میں "ویتوب اللہ علی من تاب" اور "و اللہ یتوب علی من تاب" کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ قرآن کی کوئی آیت تھی جو موقوف ہوگئی یا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حدیث کا ارشاد کردہ جملہ ہے، آئندہ روایت میں یہ نسبت حضرت ابن عباس ؓ کی طرف نہیں ہے، بلکہ کسی اور نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ حدیث ہے یا قرآن کی آیت ہے۔ اس باب کی آخری حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لو کان سے آخر تک حدیث کے پورے حصے کو قرآن کی آیت قرار دیا ہے، بلکہ سورت برأت کی طرح لمبی سورت کے نازل ہونے اور پھر بھول جانے کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۴۱۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنَّ لَهُ وَادِيًا آخَرَ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَاللَّهُ يَتُوبُ عَلَى مَنْ تَابَ.

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر ابن آدم کی سونے کی وادی ہو تو وہ یہ چاہتا ہے کہ ایک اور بھی وادی اس کے پاس ہو اور اس کا منہ سوائے (قبر کی) مٹی کے اور کوئی چیز ہرگز نہیں بھرے گی اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔"

۲۴۱۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ مِلْءَ وَادٍ مَالًا لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ إِلَيْهِ مِثْلُهُ وَلَا يَمْلَأُ نَفْسَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَاللَّهُ يَتُوبُ عَلَى مَنْ تَابَ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَا أَدْرِي أَمِنَ الْقُرْآنِ هُوَ أَمْ لَا . وَفِي رِوَايَةِ زُهَيْرٍ قَالَ فَلَا أَدْرِي أَمِنَ الْقُرْآنِ . لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے: "اگر ابن آدم کے پاس مال کی ایک وادی ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اس جیسی ایک اور وادی اس کے پاس ہو، ابن آدم کے نفس کو سوائے مٹی کے کوئی نہیں بھرے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔" حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ یہ بات (مذکورہ) قرآن کریم میں سے ہے یا نہیں؟ اور زہیر نے ابن عباس ؓ کا نام ذکر نہیں کیا۔

۲۴۱۷ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ إِلَى قُرَّاءِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ ثَلَاثُمِائَةِ رَجُلٍ قَدْ قَرَءُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ أَنْتُمْ خِيَارُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَقُرَّاؤُهُمْ فَاتْلُوهُ وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمُ الْأَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ كَمَا قَسَتْ قُلُوبُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَإِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ سُورَةً كُنَّا نُشَبِّهُهَا فِي الطُّولِ وَالشِّدَّةِ بِبَرَاءَةَ فَأُنْسِيتُهَا غَيْرَ أَنِّي قَدْ حَفِظْتُ مِنْهَا لَوْ كَانَ

لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ .وَكُنَّا نَقْرَأُ سُورَةً كُنَّا نُشَبِّهُهَا بِإِحْدَى الْمُسَبِّحَاتِ فَأُنْسِيتُهَا غَيْرَ أَنِّي حَفِظْتُ مِنْهَا:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِي أَعْنَاقِكُمْ فَتُسْأَلُونَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوالاسود فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے اہل بصرہ کے قراء کو بلا بھیجا، وہ سب کے سب تین سو قراء ان کے پاس آ گئے اور ان کے سامنے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا ابوموسیٰؓ نے فرمایا: تم لوگ بصرہ کے بہترین لوگ اور ان کے قراء ہو، لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو اور تم پر زیادہ مدت گزر جانے کی وجہ سے سستی نہ طاری ہو جائے کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں، جس طرح تم سے پہلی امتوں کے قلوب سخت ہو گئے تھے۔ ہم ایک سورت جو اپنی طوالت اور سخت وعیدوں کی بناء پر سورۂ توبہ سے مشابہہ تھی پھر وہ مجھ سے بھلا دی گئی سوائے اس ایک بات کے جو مجھے یاد ہے کہ اگر ابن آدم کی مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو ایک اور وادی کی تلاش کرتا پھرے اور ابن آدم کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی اور اسی طرح ہم ایک اور سورت جو مسبحات میں سے کسی کے مشابہہ تھی پڑھا کرتے تھے پھر وہ مجھ سے بھلا دی گئی سوائے ایک بات کے جو مجھے یاد ہے کہ: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں اور ایسی بات تمہاری گردنوں میں گمراہی کے طور پر لکھ دی جائے گی اور قیامت کے روز تم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تشریح:

"بعث الی قرآء اهل البصرة" حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ قاریوں اور حفاظ قرآن کے بڑے استاذ تھے، یہ شام میں مدرسہ پڑھاتے تھے، کہتے ہیں کہ چار سو طلبہ کی کلاس اکیلے سنبھالتے تھے، وہ اس طرح کہ خود نگرانی کرتے تھے اور طلبہ کی جماعتیں بنا کر ان پر ایک استاد انہی میں سے مقرر فرماتے تھے۔ یہاں انہوں نے بصرہ کے قاریوں کو بلا کر نصیحت فرمائی۔ "خیار اهل البصرة" یعنی تم بصرہ میں سب سے اچھے لوگ ہو، ظاہر ہے کہ قرآن کے علماء و طلباء افضل ہی ہوتے ہیں۔ "قبلکم" یعنی وقت گزرنے سے غفلت آتی ہے، پہلے لوگوں پر غفلت آئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، تم خیال کرو کہ تمہارے ساتھ اس طرح واقعہ پیش نہ آئے۔ "والشدة" یعنی احکام کی سختی سورت برأت میں ہے کہ منافقین پر سخت وعیدیں ہیں اور کفار کو ختم کرنے کی تلقین ہے اور طویل سورت ہے۔ اس کی مشابہ ایک سورت اتری تھی جو منسوخ ہونے کے بعد ہم بھول گئے، صرف ایک آیت رہ گئی جو "لو کان لابن آدم وادیان الخ" ہے، پھر یہ بھی منسوخ ہو گئی اور سینوں سے نکل گئی۔ "المسبحات" مسبحات ان سورتوں کو کہتے ہیں جن کی ابتدا میں سبحان کا لفظ ہو یا یسبح کا لفظ ہو یا سبح کا لفظ ہو یا سبح اسم ربك امر کا لفظ ہو۔ پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ "فتکتب شهادة فی اعناقکم" یعنی قرآن کی اس آیت میں ہے کہ "لم تقولون مالا تفعلون" کہ زبان سے بولتے ہو اور کرتے نہیں ہو تو اس طرح فضول کیوں بولتے ہو؟ یہ تو ایک گواہی بن جائے گی اور تمہارے گلے میں لکھ کر ڈالی جائے گی، پھر قیامت میں اس کا حساب ہوگا، سخت سزا ہوگی کیونکہ کردار گفتار کے موافق نہیں رہا زبان سے کچھ کہہ دیا اور عمل سے کچھ اور کر دیا۔

باب ليس الغنى عن كثرة العرض

زیادہ مالداری سے آدمی غنی نہیں بنتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۱۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ.

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مالداری اور غنا یہ نہیں کہ سامان بہت زیادہ ہو، بلکہ غنا و مالداری تو نفس کی ہوتی ہے۔''

تشریح:

"عن كثرة العرض" العرض عین اور راء پر زبر ہے، سامان اور متاع دنیا کو کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تونگری اور مالداری زیادہ اسباب و سامان سے نہیں ہوتی ہے، بلکہ تونگری اور مالداری کا تعلق دل سے ہے تو حقیقی معنی وہی ہے کہ دل غنی ہو، دل کے غنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں مال کی حرص و لالچ نہ ہو، طمع نہ ہو، مال کی حکومت دل پر نہ ہو، مال ہاتھوں میں ہو، دل میں زہد ہو، اگر اس طرح نہیں ہے تو وہ دل غنی نہیں ہے۔ بابا سعدیؒ کہتے ہیں:

تونگری بدل است نہ بمال　　　　وبزرگی بعقل است نہ بسال

باب تخوف ما يخرج من زهرة الدنيا

دنیا کی کثرت اور چمک دمک سے ڈرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۱۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ - وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ - قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَصَمَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ قُلْتَ. قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوْ خَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ثَلَطَتْ أَوْ بَالَتْ ثُمَّ اجْتَرَّتْ فَعَادَتْ

فَأَكَلَتْ فَمَنْ يَأْخُذُ مَالاً بِحَقِّهِ يُبَارَكُ لَهُ فِيهِ وَمَنْ يَأْخُذُ مَالاً بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا: نہیں! خدا کی قسم اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں کسی چیز کا ڈر نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ دنیا کی زینت ورونق کے سامان تمہیں عطا فرمائیں گے (ان سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم ان میں پڑھ کر آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ) ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا خیر بھی شر کی آمد کا باعث بن جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سکوت فرمایا، پھر ارشاد فرمایا تم نے کیا کہا؟ وہ شخص کہنے لگے کہ یارسول اللہ! کیا خیر کا نتیجہ شر کی صورت میں بھی برآمد ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خیر کا نتیجہ تو خیر ہی ہوتا ہے، لیکن اتنی بات ہے کہ موسم بہار میں سبزہ اگتا ہے، وہ نہ تو ہیضہ سے مارتا ہے اور نہ ہی قریب المرگ کرتا ہے، سوائے اس کے کہ وہ سبزہ کھاتا ہے (اور کھاتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کی کوکھیں پھول جاتی ہیں اور سورج کے سامنے ہوتا ہے تو گنے موتنے لگتا ہے، اس سے فارغ ہو کر پھر جگالی کرنے لگتا ہے، پھر دوبارہ گنے موتنے میں لگ جاتا ہے، بعدازاں پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص مال کو اپنے حق کے ساتھ لیتا ہے تو اسے اس کے مال میں برکت کر دی جاتی ہے اور جو بغیر حق کے وصول کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کھاتا رہتا ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔

تشریح:

''زهرة الدنيا'' دنیا کی چمک دمک ریل پیل، سونا چاندی اور کثرت ورونق مراد ہے۔ ''فقال رجل''صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے سوال کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مال کو خیر کے لفظ سے یاد کیا ہے تو کیا خیر شر کو لاتی ہے یا خیر ہی کو لاتی ہے۔ ''فصمت'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال کے جواب میں خاموش ہو گئے، بعض صحابہ نے اس شخص کے سوال کو پسند نہیں کیا کہ آنحضرتؐ جواب نہیں دے رہے ہیں اور آپ سوال کرتے ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے وحی کا انتظار کیا اور جب وحی آئی تو آپ نے جواب دیا اور اس شخص کے سوال کو پسند کیا۔ ''او خیر هو؟'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ خیر تو خیر ہی کو لاتی ہے، لیکن یاد رکھو کہ یہ کثرت اموال صرف خیر نہیں ہے، بلکہ اس کے ضمن میں خیر اور شر دونوں پوشیدہ ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ سے سمجھا دیا کہ دیکھو موسم بہار میں بہترین قسم کی گھاس پیدا ہو جاتی ہے جو حیوانات کی مرغوب غذا ہے، لیکن یہی ہری بھری گھاس کبھی جانوروں کے لئے زہر قاتل بن جاتی ہے اور جانور اس کے کھانے سے مر جاتے ہیں یا قریب الموت ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان جانوروں نے اس کو بے تحاشا کھالیا اور اس میں تمیز بھی نہیں کی، بلکہ گھاس کی ایک قسم ''گوگو'' کو کھالیا یا ''بریت'' کو کھالیا یا ''منتیری'' کو کھالیا، یہ پتے اور گھاس ہیں، لیکن ان کے کھانے سے جانور فوراً مر جاتا ہے یا عمدہ گھاس کھالی، مگر اتنا زیادہ کھالیا کہ ہضم نہ ہو سکی اور بدہضمی کی وجہ سے وبائی مرض پیدا ہو کر جانور مر گیا تو دیکھو یہ گھاس خیر تھی، لیکن زیادہ کھانے کی وجہ سے جانور مر گیا، اسی طرح مال میں خیر ہے، لیکن زیادہ کھانے کی وجہ سے آدمی کو تباہ کر کے رکھتا ہے، آدمی شرابی کبابی زانی اور قاتل وظالم بن جاتا ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔ موسم بہار کی اس گھاس کو ایک اور حیوان بھی کھاتا ہے، لیکن کھانے کے بعد وہ اس گھاس کو ہضم کرتا ہے اور پیشاب

پاخانہ کر کے پھر وقفہ کے بعد دوبارہ گھاس کھاتا ہے تو یہ گھاس اس جانور کیلئے مفید ثابت ہو جاتی ہے تو اب اس گھاس کے ضمن میں خیر کا مادہ پیدا ہو گیا اور اس سے جانور موٹا تازہ ہو گیا، اسی طرح دنیا کے مال کی حیثیت ہے، جب انسان اس کو حلال طریقہ سے حاصل کرتا ہے اور سلیقہ سے صحیح طریقہ پر استعمال کرتا ہے اور صحیح طریقوں میں لگاتا ہے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو یہی مال خیر کو لاتا ہے۔

ایک شارح لکھتے ہیں: "و معنى الحديث ان نبات الربيع و خضره يقتل الماشية او يقاربها من الموت اذا انهمكت فى الأكل و اكثرت منه ولم تتريث حتى تهضم ما أكلت اما اذا أكلت منه شيئاً ثم تريثت حتى هضمت و القت بعراً او روثاً و بالت ثم أكلت كذلك فانه يفيده و يزيد فى سمنه فهكذا المال مستحسن كنبات الربيع فمن اشتكثر من جمعه و استغرق فيه و لم يصرفه فى وجوهه فهو كالماشية الاولى يهلكه هذا المال او يقاربه من الهلاك و من اقتصد فى اخذه ولم يأخذه الا من جهة الحلال ثم فرقه فى وجوه الخير فهو كالماشية الثانية يفيده هذا المال و يزيده عزاً و وقاراً فى الدنيا و اجرا و ثوابا فى الاخرة اه (منة المنعم)"

"حبطا" فوراً ہلاک کرنے کے معنی میں ہے، زیادہ کھانے سے بھی ایسا ہوتا ہے اور زہریلی گھاس کھانے کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے "او یلم" یعنی قریب الموت بنا دیتی ہے۔ "**الا آكلة الخضر**" ای الا الماشية التى اكلت الاكل "**خاصرتاه**" کوکھ کو کہتے ہیں۔ "واستقبلت الشمس" گھاس ہضم کرنے کیلئے جانور دھوپ میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کا بیان ہے۔ "ثلطت" گوبر کرنے کے معنی میں ہے، خواہ مینگنی کی شکل میں ہو یا عام گوبر ہو یا لید ہو، اس کیفیت کو قبائل کے لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ "ثم اجترت" جگالی لینے کے معنی میں ہے، جانور جلدی جلدی گھاس چرتے ہیں، پھر بیٹھ کر آرام سے پیٹ سے تھوڑی تھوڑی گھاس کو منہ میں نکالتے ہیں اور چبانا شروع کرتے ہیں، منہ سے جھاگ نکل آتا ہے اور گھاس ہضم ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کی مکمل تشریح پہلے بھی ہو چکی ہے۔ آنے والی حدیث میں رحضاء کا لفظ آیا ہے جو پسینہ کے معنی میں ہے۔ شاعر ساحر نے کہا ہے:

لم تحك نائلك السحاب و انما حمت به فصبيبها الرحضاء

۲۴۲۰ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا .قَالُوا وَمَا زَهْرَةُ الدُّنْيَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: بَرَكَاتُ الْأَرْضِ .قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ قَالَ: لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ إِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ فَإِنَّهَا تَأْكُلُ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ثُمَّ اجْتَرَّتْ وَبَالَتْ وَثَلَطَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ

وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ.

اس سند سے بھی سابقہ مضمون ہی کی حدیث مروی ہے معمولی تغیرات کے ساتھ، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ خیر کا نتیجہ خیر ہی ہوتا ہے اور اخیر میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اس کو (یعنی مال کو حق کی راہ سے لیا اور راہ حق میں رکھا (خرچ کیا) تو کیا خوب اس سے مدد ملتی ہے (یعنی برکت) (بقیہ حدیث حسب سابق ہے)

۲۴۲۱- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ: إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ قَالَ وَرُئِينَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ يَمْسَحُ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ: إِنَّ هَذَا السَّائِلَ- وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ- إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ فَإِنَّهَا أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے آپؐ نے فرمایا: اپنے بعد مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف اس چیز کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جو دنیا کی زینت و رونق (کے اسباب و سامان) کھول دیں گے (اور مال واسباب کی فراوانی ہوگی تو کہیں تم اس میں کھو نہ جاؤ اور اللہ و آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ) ایک شخص کہنے لگا کہ یارسول اللہ! کیا خیر کا نتیجہ کبھی کبھی شر کی صورت میں بھی برآمد ہوتا ہے؟ حضور علیہ السلام نے سکوت فرمایا: اس سے کہا گیا کہ: تمہارا کیا عجیب حال ہے کہ تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتے ہو اور آپ علیہ السلام تم سے بات نہیں کرتے (اس شخص کو لعن طعن کی) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا ہے، جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو آپؐ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا آپ نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا: خیر کا نتیجہ شر کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر وہی سبزہ والی مثال (جو کہ گزشتہ حدیث میں ہے) بیان فرمائی اور فرمایا کہ یہ مال بہت سرسبز اور میٹھا ہے۔ بہترین مسلمان مالدار وہ ہے جو اس مال سے مسکین، یتیم اور مسافروں کو

دے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور فرمایا کہ جو شخص بغیر حق کے مال لے لے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کھاتا ہو لیکن پیٹ نہ بھرے اور ایسا مال قیامت کے روز اس کے اوپر گواہ بن جائے گا۔''

باب فضل التعفف و الصبر

سوال سے بچنے اور صبر کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۴۲۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ: مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ وَمَنْ يَصْبِرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ.

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا (مانگا) آپؐ نے انہیں دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا آپؐ نے پھر دے دیا (آپ مسلسل دیتے رہے) یہاں تک کہ جو کچھ مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا ختم ہو گیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جو بھی مال ہوتا ہے، میں اسے تم سے بچا کر ذخیرہ کر کے ہرگز نہیں رکھتا اور جو سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سوال سے بچا ہی لیتا ہے اور جو مخلوق سے بے نیاز ہونا چاہے تو اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کرنے کی کوشش کرے اللہ اسے صبر دے دیتا ہے اور کسی کو صبر سے زیادہ بہترین اور وسعت والی عطاء نہیں دی گئی۔''

تشریح:

''ومن یستعفف'' استعفاف سوال سے بچنے کو کہتے ہیں، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفاف مانگتا ہے کہ سوال نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عفاف دیتا ہے اور وہ سوال سے بچ جاتا ہے۔ ''یستغن'' یعنی لوگوں کے اموال سے مستغنی ہونے کو اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنا نصیب فرماتا ہے اور اس کے دل کو غنی کرتا ہے۔ ''یصبرہ'' یعنی جو شخص دنیا کی مشقتوں اور تنگیوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو صبر عطا کرتا ہے۔ ''یصبرہ'' یہ تصبیر باب تفعیل سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس کیلئے اجر کو آسان بنا دیتا ہے۔ ''اوسع من الصبر'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عطایا میں سے سب سے اچھا عطیہ اور سب سے وسیع عطیہ صبر ہے، صبر سے زیادہ وسیع عطیہ کوئی نہیں ہے، واقعی صبر تمام مکارم اخلاق کی جڑ ہے، پھر اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے، صبر والا کبھی ناکام نہیں ہوتا ہے، آج کل امت سے سب سے زیادہ اگر کوئی چیز نکل گئی ہے تو وہ صبر ہے، نہ عورتوں میں صبر ہے، نہ مردوں میں صبر ہے، اس لئے دنیا کے امور میں سب سے زیادہ شکایات پیدا ہو گئی ہیں اور جھگڑے عام ہو گئے ہیں۔

۲۴۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. نَحْوَهُ.

ان راویوں سے بھی سابقہ حدیث والا مضمون بعینہ منقول ہے۔

باب فی الکفاف والقناعة

قوت لایموت پر قناعت کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۴۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِءُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ- وَهُوَ ابْنُ شَرِيكٍ- عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو شخص اسلام لایا اور اسے کفایت کے مطابق رزق دے دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا ہے اس پر قناعت کر دی تو وہ کامیاب وفلاح یاب ہو گیا۔"

تشریح:

"من اسلم" یعنی سب سے بڑی کامیابی تو دین اسلام ہے اور نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن و بیت اللہ الحرام پر ایمان ہے، یہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ "کفافاً" قوت لایموت کو کفاف کہتے ہیں کہ صرف جان بچ جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے زندگی گزارنے کا الگ معیار رکھا تھا اور اپنے اہل وعیال واہل بیت کیلئے دوسرے نمبر کا معیار رکھا تھا اور پھر اپنی امت کیلئے تیسرے درجہ کا معیار مقرر کیا ہے۔ ان احادیث میں اسی تفاوت کے بعض درجات کی طرف اشارہ ہے۔ اگلی روایت میں آل محمد اور ان کے لئے قوت لایموت کی تصریح موجود ہے۔ "وقنعه الله" یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں ان کو صبر وقناعت سے بھی نوازا ہے تو یہ بڑی کامیابی ہے۔

۲۴۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے) فرماتے تھے: اے اللہ! محمد کی آل واولاد کا رزق ضرورت کے مطابق رکھئے۔" (اتنا کہ غذائی اور دوسری انسانی وبشری ضروریات پوری ہوتی رہیں اور کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے، اس سے زائد نہ دیجئے کہ اس کو سنبھالنا، جمع رکھنا اور آخرت میں حساب کتاب دینا بڑا سخت معاملہ ہے)

باب اطعاء من سأل بغلظة

جو شخص مانگنے میں سختی کرے اس کو دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۲۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَغَيْرُ هَؤُلَاءِ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ .قَالَ: إِنَّهُمْ خَيَّرُونِي أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ أَوْ يُبَخِّلُونِي فَلَسْتُ بِبَاخِلٍ.

حضرت عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار) کچھ مال تقسیم فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جن لوگوں کو آپ دے رہے ہیں ان سے زیادہ دوسرے لوگ اس مال کے مستحق وضرورت مند تھے، آپؐ نے ارشادفرمایا: ان لوگوں نے مجھے مجبور کیا کہ یا تو مجھ سے بے حیائی چاہیں یا مجھے بخیل بنادیں تو میں بخل کرنے والا نہیں ہوں۔''

تشریح:

''لغیر ھولاء'' یعنی ان لوگوں سے دیگر لوگ صدقہ دینے لینے کے زیادہ حقدار ہیں، آپ ان کے بجائے ان کو دیدیتے تو اچھا ہوتا۔''انھم خیرونی'' یعنی ان لوگوں نے اپنی کیفیت اور اپنی حالت کے ذریعہ سے مجھے مجبور کردیا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے سختی اور بے حیائی سے سوال کریں یا میری نسبت بخل اور کنجوسی کی طرف کریں، مگر یہ دونوں باتیں ناقابل برداشت ہیں، میں نہ بخیل ہوں اور نہ اس طرح کسی کی بے حیائی سے سوال کرنے کو پسند کرتا ہوں، اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالیشان اخلاق کا بڑا نمونہ موجود ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

''انھم الحوا فی المسألة لضعف ایمانھم و الجأونی بمقتضی حالھم الی السوال بالفحش او نسبتی ای البخل و لست بباخل و لا ینبغی احتمال واحد من الامرین اہ''

۲۴۲۷- حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا (ح) وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى- وَاللَّفْظُ لَهُ- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عُنُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ .فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپؐ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی، راہ میں ایک دیہاتی ملا اور اس نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کو سخت زور سے کھینچا۔ میں نے حضور علیہ السلام کی گردن کے مہرہ کو دیکھا تو سختی سے چادر کھینچنے کی وجہ سے اس پر چادر کے کنارے کے نشانات پڑ گئے تھے۔ پھر اس نے کہا اے محمد (ﷺ) جو اللہ کا مال آپ کے پاس ہے، اس میں سے مجھے دینے کا حکم کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہنس پڑے اور پھر اسے دینے کیلئے حکم فرمایا۔

تشریح:

"**غلیظ الحاشیة**" یعنی اس نجرانی چادر کے کنارے موٹے موٹے تھے۔ "اعرابی" گنوار جٹ دیہاتی کے معنی میں ہے۔ "فجبذہ" یعنی چادر کا مجموعہ جو سینہ کی طرف ہوتا ہے، اس سے پکڑ کر زور سے کھینچ دیا، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں نشان پڑ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیہاتی کے گلے اور سینہ کے پاس جھک گئے اور چادر پھٹ گئی، ایک ٹکڑا آپ کے گلے میں رہ گیا۔ "یا محمد" یہ اس شخص کے گنوار پن کا اعلیٰ نمونہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ آپ ہنس پڑے اور عطیہ کا حکم کیا۔ تفصیلی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ مال تو بیشک اللہ تعالیٰ کا ہے، لیکن تم نے مجھے چادر سے جو کھینچا ہے اس کا بدلہ تو میرا حق ہے تو دیہاتی نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنی ذات کیلئے انتقام نہیں لیتے ہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

۲۴۲۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ (ح) وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. وَفِي حَدِيثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ ثُمَّ جَبَذَهُ إِلَيْهِ جَبْذَةً رَجَعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ. وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ فَجَاذَبَهُ حَتَّى انْشَقَّ الْبُرْدُ وَحَتَّى بَقِيَتْ حَاشِيَتُهُ فِي عُنُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث، روایات کے معمولی تغیر سے منقول ہے۔ وہ یہ کہ عکرمہ بن عمار کی حدیث میں یہ زیادتی ہے پھر اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا کھینچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص (اعرابی) سے گلے جا ملے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ اس اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھینچا کہ آپ کی چادر مبارک اس قدر پھٹ گئی کہ اس کا کنارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں رہ گیا۔

۲۴۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي .قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ: خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ .قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ.

حضرت مسورؓ بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قبائیں تقسیم فرمائیں اور مخرمہ کو کوئی قبہ نہیں دی۔ مخرمہ نے (مجھ سے) کہا: اے میرے بیٹے! میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، چنانچہ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ (آپؐ کے در پر پہنچ کر) انہوں نے مجھ سے کہا اندر جاؤ اور حضور علیہ السلام کو بلا لاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو آپؐ باہر تشریف لائے تو انہی قباؤں میں سے ایک قبا آپؐ کے جسم پر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قبا میں نے تمہارے لئے رکھ چھوڑی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ حضرت مسور فرماتے ہیں کہ مخرمہ خوش ہو گئے۔''

تشریح:

''اقبیة'' یہ قباء کی جمع ہے، عبایہ اور چوغہ کو کہتے ہیں جو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ ''ادخل فادعه لی'' چونکہ مخرمہ کا بیٹا مسور چھوٹا تھا، اس لئے گھر میں داخل ہونے کیلئے کہہ دیا، اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخرمہ کی طبیعت میں شدت اور سختی تھی، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی آواز سن لی تو چوغہ وشیروانی کو ہاتھ میں لے کر باہر آ گئے۔ ''خبأت هذا لك'' یہ انتہائی پیار کا جملہ ہے، یعنی مخرمہ یہ چوغہ میں نے آپ کیلئے چھپا رکھا تھا، جملہ کے تکرار میں مزید لذت ہے۔ اوپر والی روایت میں ہے ''رضی مخرمة'' یعنی مخرمہ اب خوش ہو گیا، مخرمہ راضی ہو گیا۔ اس میں مزید لطف ہے تا کہ مخرمہ خوش ہو جائے۔ منة المنعم میں لکھا ہے: ''وكان فی طبع مخرمة شئ من الغلظة و الجفاء اه''

۲۴۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا .قَالَ فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَتَكَلَّمَ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ فَخَرَجَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُولُ: خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ.

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قبائیں آئیں، میرے والد مخرمہؓ نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو ممکن ہے حضور علیہ السلام ہمیں بھی کچھ دے دیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے والد درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو گئے اور باتیں کرنے لگے، حضور علیہ السلام نے ان کی آواز پہچان لی اور باہر تشریف لائے، ایک قبا آپ ساتھ لائے

اوراس کی خوبیاں دکھانے لگے اور فرماتے جاتے کہ یہ میں نے تمہارے ہی لئے رکھی ہوئی تھی تمہارے لئے یہ رکھی ہوئی تھی۔

باب اعطاء من يخاف علی ایمانه

جس کے ایمان چھوڑنے کا خطرہ ہواس کوعطیہ دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۳۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ - وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ - حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّهُ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا .قَالَ: أَوْ مُسْلِمًا .فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا .قَالَ: أَوْ مُسْلِمًا .فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا .قَالَ: أَوْ مُسْلِمًا .قَالَ: إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ. وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ .وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ تَكْرَارُ الْقَوْلِ مَرَّتَيْنِ.

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال عطا فرمایا۔ میں بھی ان میں ہی بیٹھا ہوا تھا، آپؐ نے ان میں سے ایک شخص کو جو میرے نزدیک ان سب سے اچھا تھا کچھ نہیں دیا۔ میں کھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر چپکے سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے فلاں کو کیوں نہیں دیا؟ واللہ! میں تو اسے مومن (خالص) سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: شاید مسلمان ہو۔ میں کچھ دیر کو خاموش ہوگیا۔ ذرا دیر میں مجھے پھر اسی بات کا غلبہ ہوا جو میں اس شخص کی خوبی جانتا تھا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے فلاں کو کیوں نہیں دیا واللہ! میں تو اسے مومن (کامل) سمجھتا ہوں؟ آپ نے فرمایا شاید مسلمان ہو۔ میں پھر کچھ دیر خاموش رہا، پھر تھوڑی دیر میں میرے اوپر اس کی خوبی کا جو میں جانتا تھا احساس اور غلبہ ہوا لہٰذا میں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو فلاں شخص کے دینے سے کیا مانع ہے؟ خدا کی قسم! میں تو اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا مسلمان اور فرمایا میں کسی کو مال عطا کرتا ہوں حالانکہ اس کے علاوہ دوسرے لوگ مجھے پسند ہوتے ہیں لیکن اس خیال سے دیتا ہوں کہ کہیں وہ منہ کے بل جہنم میں نہ جا گرے اور حلوانی کی روایت میں حضرت سعد کے قول کا تکرار دو مرتبہ ہے۔

تشریح:

"رھطاً" تین سے لے کر دس تک کی جماعت پر رھط کا اطلاق ہوتا ہے، یہ کمزور ایمان کے نومسلم لوگ تھے۔ "رجلاً" یہ صحابہ میں سے

قدیم الاسلام کامل الایمان کوئی شخص تھے۔"اعجبهم الی" یعنی دین وتقویٰ اوراخلاق کے اعتبار سے یہ مجھے زیادہ پسند تھا۔"او سلماً" ہمزہ پر زبر ہے اور واؤ ساکن ہے، یعنی آپ ان کو مومن کہتے ہو، حالانکہ ایمان باطن بدن دل سے ہے، جس کو تم نہیں جانتے ہو، بلکہ تم تو صرف مسلم کہا کرو، اس نکتہ کی طرف حضرت سعدؓ کا خیال نہیں گیا، اس لئے بار بار سوال کیا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اقتالاً یا سعد" اے سعد کیا لڑنا چاہتے ہو؟ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کو ظاہر فرمادیا اور کہا کہ کسی کو مال دینا ایمان میں افضل ہونے کی نشانی نہیں ہے، بلکہ کبھی مال اس ضعیف ایمان والے کو دیا جاتا ہے کہ وہ کافر نہ بن جائے اور آگ میں داخل نہ ہو جائے، یہ کچے ایمان والے کی بات ہے پکے ایمان والے تو ٹکڑے ہو جاتے ہیں مگر ایمان سے نہیں ہٹتے ہیں۔"کب یکب" منہ کے بل دوزخ میں گرائے جانے کو کہا گیا ہے۔"فساررته" چپکے سے کان میں بات کرنے کو کہتے ہیں۔"مالك من فلان" یعنی فلاں کو آپ نے کیوں نظرانداز کیا، حالانکہ وہ پکا مومن ہے، بہرحال مؤلفۃ القلوب کا اسلام میں ایک شعبہ ہے۔

۲۴۳۲- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ عَلَى مَعْنَى حَدِيثِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اس سند کے ساتھ امام زہری سے سابقہ حدیث کا مضمون مروی ہے۔

۲۴۳۳- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ- يَعْنِي حَدِيثَ الزُّهْرِيِّ الَّذِي ذَكَرْنَا- فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ: أَقِتَالاً أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس اضافہ کے ساتھ کہ حضور علیہ السلام نے (میرے یعنی حضرت سعدؓ کے) بار بار پوچھنے پر میری گردن اور کندھے کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اے سعد! کیا ہم سے لڑنا چاہ رہے ہو؟ (یعنی تمہارا بار بار اصرار اور سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تم ہم سے اس موضوع پر لڑ پڑو گے، حالانکہ حضرت سعدؓ کی کیا مجال کہ حضور علیہ السلام سے لڑنے کا تصور بھی کریں۔اس میں انہیں اس پر حیرت بہت تھی کہ ایک شخص کو بہت زیادہ دیندار ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطا نہیں فرمارہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟)

باب اعطاء المؤلفة القلوب و قصة مرداس

مؤلفۃ القلوب کو مال دینے کا بیان اور مرداس کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٤٣٤- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوا يَوْمَ حُنَيْنٍ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ .قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَحُدِّثَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ .فَقَالَ لَهُ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا ذَوُو رَأْيِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ قَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِهِ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَفَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ . فَقَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا .قَالَ: فَإِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ .قَالُوا سَنَصْبِرُ.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے حنین کے روز جب کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو ہوازن سے مال غنیمت عطا فرمایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے قریش کے چند لوگوں کو سو اونٹ عطا فرمائے تھے تو انصار کے لوگوں نے کہا کہ: قریش کو تو دیتے ہیں جب کہ ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں خون ٹپکا رہی ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی۔ آپؐ نے انصار کو بلا بھیجا اور چمڑے کے ایک خیمہ میں انہیں جمع کیا، جب وہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیا اطلاع مجھے تمہاری جانب سے پہنچی ہے؟ انصار کے ذی فہم اور دانشوروں نے کہا کہ: یا رسول اللہ! ہم میں جو اصحاب فہم ودانش ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا البتہ جو ہمارے نوجوان ہیں انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں خون ٹپکا رہی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کو مال دیتا ہوں جو نئے نئے کفر کی راہ چھوڑ کر اسلام لائے ہیں ان کے دلوں کو مانوس

کرنے کیلئے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو مال و دولت لے جائیں اور تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھر کو لے جاؤ؟ خدا کی قسم! جسے تم لے کر واپس جاؤ گے وہ اس سے بہت بہتر ہے جسے دوسرے لوگ لے کر جائیں گے۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ہم راضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آئندہ بھی تم اپنے اوپر بہت سے مقامات میں ترجیح پاؤ گے (تمہیں چھوڑ کر دوسرں کو مال دیا جائے گا) لیکن تم صبر سے کام لیتے رہنا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے جا ملو کہ میں حوض (کوثر) پر تمہارا استقبال کروں گا۔ انہوں نے کہا: ہم صبر کریں گے۔

تشریح:

"یوم حنین"، فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ طائف کے ہوازن اور حنین کے باشندوں نے جنگ کیلئے لوگوں کو اکھٹا کیا ہے اور مالک بن نصیر کو اپنا بڑا مقرر کیا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری میں شوال کے مہینہ میں ارادہ کیا کہ ان کے اقدام سے پہلے ان پر اقدام کیا جائے، چنانچہ فتح مکہ میں شریک دس ہزار صحابہ اور فتح مکہ کے موقع پر دو ہزار نو مسلم آپ کے ساتھ ہو گئے اور پہلا معرکہ حنین کے مقام پر ہوا، جس میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی اور فتح حاصل ہوگئی، پھر اوطاس میں بڑی جنگ ہوئی، جس میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں ہاتھ لگیں اور چار ہزار اوقیہ ہاتھ آئے اور چھ ہزار آدمی قید ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو ایک معاہدہ کے تحت واپس کیا اور مال کو تقسیم کیا، جعرانہ میں یہ مال اکھٹا پڑا تھا، اس میں نو مسلموں اور قریش کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دیا، ابوسفیان کو سو اونٹ دیئے، حضرت معاویہ کو سو اونٹ دیئے، ابوسفیان کے ایک اور بیٹے کو سو اونٹ دیئے، اسی طرح دوسرے نو مسلموں بلکہ کچھ غیر مسلموں کو تالیف قلب کی بنیاد پر دیا، اس پر انصار کے کچھ جوانوں نے اظہار افسوس کیا، تب سارے انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ اکھٹا کیا اور دردناک خطاب کیا۔

"ھوازن" چونکہ یہ قبیلہ مشہور بھی تھا اور کثیر بھی تھا، اس لئے اس کا ذکر کیا گیا۔ "أفاء" یہ فیٔ سے ہے، مگر اصطلاحی فیٔ نہیں ہے، بلکہ مطلق غنیمت کے معنی میں ہے۔ "یغفر اللہ" یہ تاسف اور مایوسی کے وقت بولا جاتا ہے، جس میں احترام کا خوب خیال رکھا جاتا ہے۔

"وسیوفنا تقطر" یعنی ہماری تلواریں ابھی تک قریش کے خون سے خشک نہیں ہوئی ہیں، ہم نے ان کو مارا اور ذلیل کیا تو ہم مال کے زیادہ حقدار ہیں، حالانکہ مال قریش کو دیا جاتا ہے۔ "قبة من ادم" چمڑے کے خیمے کو کہتے ہیں۔ "بلغنی عنکم؟" یعنی وہ کیا شکایت یا اعتراض ہے جو تمہاری طرف سے مجھ تک اس کی خبر پہنچی ہے؟ "فقھاء الانصار" یعنی انصار کے ذمہ دار اور سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ "اما ذوو رأینا" یعنی ہمارے اصحاب رائے اور معمر افراد سے تو کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ نوعمر نوجوانوں نے کچھ کہا ہے۔ "حدیثة اسنانھم" سے مراد یہی نوعمر نوجوان ہیں۔ "ما ینقلبون به" یعنی عام لوگ جو کچھ اپنے ساتھ لے جائیں گے اس سے کیا وہ بہتر نہیں ہے جو تم اپنے ساتھ لوٹ کر لے جاؤ گے۔ "قالوا بلی" یعنی یا رسول اللہ جس دولت کے ساتھ ہم لوٹ کر جائیں گے، وہ بہتر ہے، ہم اس پر راضی ہیں۔ یہ "بلی" کا لفظ اما ترضون استفہام اور نفی کے جواب میں آیا ہے۔ "اثرة شدیدة" شدید ترجیح کو کہتے ہیں۔ اگلی روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "فلم نصبر" یعنی ہم نے صبر نہیں کیا، شاید حضرت انس کا اشارہ یزید کی حکومت کی طرف ہو، جس

میں انصار نے مدینہ میں اس سے بیعت خلافت توڑ دی تھی۔

۲۴۳۵- حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ- وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ- حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ .وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ .وَقَالَ فَأَمَّا أُنَاسٌ حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے بنو ہوازن کے اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال بطور غنیمت کے عطا فرمایا: آگے سابقہ حدیث کی مانند ہی ذکر کیا، بعض معمولی تغیرات کے ساتھ، وہ یہ کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم نے صبر نہ کیا۔

۲۴۳۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ .إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ قَالُوا نَصْبِرُ .كَرِوَايَةِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث اس سند سے بھی مذکور ہے، معنی ومفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہی روایت یونس کی زہری سے ہے۔

۲۴۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ فَقَالَ: أَفِيكُمْ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ .فَقَالُوا لَا إِلَّا ابْنُ أُخْتٍ لَنَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ ابْنَ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ .فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع فرمایا اور ان سے کہا کہ کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی شخص موجود ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں سوائے ایک بھانجے کے (یعنی وہ ہماری قوم کا نہیں ہے، کیونکہ ہماری بہن کا لڑکا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کا بھانجا اسی قوم کا فرد ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: قریش نے نئے نئے جاہلیت سے اور مصائب سے نجات پائی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی دادرسی اور دلجوئی کروں۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو (مال و دولت) دنیا لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اپنے گھر کو لوٹو۔ اگر سارے لوگ ایک وادی کو راہ گزر بنائیں اور انصار دوسری گھاٹی کو اپنی راہ گزر بنائیں تو میں انصار کی راہ گزر کو اپناؤں گا۔"

تشریح:

''افیکم احد'' یعنی انصار کے علاوہ کوئی اور بھی اس مجلس واجتماع میں ہے، سب نے کہا اور کوئی نہیں، صرف ایک بھانجا ہے۔''ابن اخت القوم منھم'' یعنی بھانجا اجنبی نہیں ہوتا ہے، بلکہ قوم کا بھانجا تو قوم کا فرد ہوتا ہے۔''اجبرھم''یعنی دس سال تک قریش کو جنگوں کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے، یہ لوگ بیت اللہ کے مجاور اور متولی ہیں، میں نے چاہا کہ ان کے نقصان کو پورا کرنے کی کچھ کوشش کروں، اس لئے ان کو مال غنیمت دیدیا، یہ نومسلم بھی ہیں، ان کے ایمان کو بچانا بھی ہے، تم تو میرے دل گردے ہو، اگر لوگ ایک طرف جائیں اور انصار دوسری طرف جائیں تو میں انصار کے ساتھ جاؤں گا اور اگر ہجرت مانع نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو انصار میں شمار کرتا، انصار تو میرے بدن کے ساتھ لگا ہوا کپڑا ہیں، باقی لوگ اوپر کا لباس ہیں۔ محبت سے بھرپور یہ تقریر جب انصار نے سن لی تو زاروقطار رونے لگے اور اپنے مطالبے سے پیچھے ہٹ گئے۔

۲۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَسَمَ الْغَنَائِمَ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَتِ الأَنْصَارُ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْعَجَبُ إِنَّ سُيُوفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ وَإِنَّ غَنَائِمَنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ .فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ: مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ .قَالُوا هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ .وَكَانُوا لاَ يَكْذِبُونَ .قَالَ: أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا إِلَى بُيُوتِهِمْ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الأَنْصَارِ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب فتح مکہ ہوئی تو غنائم (مال غنیمت) تقسیم کئے گئے قریش میں۔ انصار نے کہا: یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ تلواریں ہماری خون ٹپکائیں اور ہمارے غنائم ان کو (قریش کو) دے دیئے جائیں۔'' حضور علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے انصار کو جمع فرما کر کہا: مجھے یہ کیا اطلاع ملی ہے تمہاری جانب سے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کو جو اطلاع ملی ہے صحیح ملی ہے اور انصار جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے گھروں کو دنیا (کا مال ودولت) لے کر واپس ہوں اور تم رسول اللہ (ﷺ) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو، اگر سارے لوگ ایک وادی میں چل رہے ہوں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں چل رہے ہوں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی کو اختیار کروں گا۔''

۲۴۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ الْحَرْفَ بَعْدَ الْحَرْفِ - قَالاَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِذَرَارِيِّهِمْ وَنَعَمِهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ

عَشَرَةُ آلَافٍ وَمَعَهُ الطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ- قَالَ- فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَائَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا- قَالَ- فَالْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ .فَقَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ- قَالَ- ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ .قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ- قَالَ- وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ .فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ وَأَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كَانَتِ الشِّدَّةُ فَنَحْنُ نُدْعَى وَتُعْطَى الْغَنَائِمُ غَيْرَنَا .فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ . فَسَكَتُوا فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِمُحَمَّدٍ تَحُوزُونَهُ إِلَى بُيُوتِكُمْ .قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ رَضِينَا .قَالَ فَقَالَ: لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ .قَالَ هِشَامٌ فَقُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے روز بنو ہوازن، غطفان اور دیگر قبائل عرب اپنی اولادوں اور جانوروں کو لے کر (مقابلے کو) نکلے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس روز دس ہزار مجاہد تھے اور مکہ کے قریشی بھی تھے، جنہیں طلقاء کہتے ہیں۔ وہ سب (جنگ کی ہولناکی میں) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز دو آوازیں لگائیں، ایسی کہ ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں کہا۔ ایک بار اپنی دائیں طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے انصار کی جماعت، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ آپ خوش ہو جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر آپؐ بائیں طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے انصار کی جماعت! انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ آپ خوش ہو جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید خچر پر سوار تھے اس سے نیچے اترے، پھر فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد مشرکین کو شکست ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ آپؐ نے اسے مہاجرین اور مکہ کے قریش لوگوں میں بانٹ دیا، جبکہ انصار کو کچھ نہ دیا انصار (کے چند جوشیلے نوجوانوں) نے کہا کہ کٹھن حالات ہوتے ہیں تو ہم بلائے جاتے ہیں اور غنیمت دوسروں کو دے دی جاتی ہے۔ یہ بات حضور علیہ السلام کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے سب کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور فرمایا: اے انصار کی جماعت! مجھے تمہارے بارے میں کیا اطلاع ملی ہے؟ وہ خاموش رہے تو آپؐ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو دنیا لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھروں میں لے جا کر محفوظ رکھو گے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سارے لوگ ایک وادی میں چلیں، جبکہ انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابوحمزہ

(انسؓ کی کنیت) کیا آپ اس وقت حاضر تھے؟ کہنے لگے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کہاں غائب ہوتا؟

تشریح:

"بذراریھم و نعمھم" مالک بن نصیر نے میدان اوطاس میں جنگ کا اس طرح نقشہ بنایا تھا کہ پہلی صف میں جنگجو بہادروں کو رکھا، پھر بچوں اور عورتوں کو پیچھے رکھا، پھر جانوروں کو پیچھے رکھا تا کہ جی بھر کر عورتوں کے دفاع کے پیش نظر ڈٹ کر لڑیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: انشاء اللہ کل یہ سب کچھ غنیمت میں آئیں گے۔ درید بن صمہ ایک بوڑھا ہوشیار شخص تھا، نابینا ہو چکا تھا، اس نے پوچھا یہ کیا بچوں اور جانوروں کی آوازیں سن رہا ہوں؟ لوگوں نے بتایا کہ مالک بن نصیر نے اس طرح ترتیب بنائی ہے۔ درید بن صمہ ہنس پڑے اور کہا کہ مالک بن نصیر بیوقوف ہے، کل جنگ کے بعد یہ سارے لوگ اور جانور مال غنیمت میں چلے جائیں گے۔ "فادبروا" یعنی حنین کے موقع پر کچھ وقت کیلئے مسلمانوں کی جماعت کو شکست ہوگئی۔ "وحدہ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام صحابہؓ سے تنہا ہو گئے، چند اکابر صحابہؓ ساتھ تھے جو بارہ کے قریب تھے، ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ "نداءین" یعنی دو دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے صحابہ کو بلایا، اس میں کسی کو شریک نہیں کیا، دونوں آوازوں میں صرف انصار کو بلایا۔ "یا اباحمزة انت شاھد" یعنی اے انس کیا تم اس وقت موجود تھے۔ "این اغیب" یعنی میں کہاں غائب ہو سکتا ہوں۔ "الطلقاء" اس کا مفرد طلیق ہے، آزاد کے معنی میں ہے۔ یہ وہ لوگ تھے، جن کو فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا، یعنی عام معافی دیدی تھی۔ "تحوزون" یعنی تم اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کر کے گھروں میں لے جاؤ یہ کافی نہیں ہے؟

۲۴۴۰ – حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَدَّثَنِي السُّمَيْطُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ افْتَتَحْنَا مَكَّةَ ثُمَّ إِنَّا غَزَوْنَا حُنَيْنًا فَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ بِأَحْسَنِ صُفُوفٍ رَأَيْتُ – قَالَ – فَصُفَّتِ الْخَيْلُ ثُمَّ صُفَّتِ الْمُقَاتِلَةُ ثُمَّ صُفَّتِ النِّسَاءُ مِنْ وَرَاءِ ذَلِكَ ثُمَّ صُفَّتِ الْغَنَمُ ثُمَّ صُفَّتِ النَّعَمُ – قَالَ – وَنَحْنُ بَشَرٌ كَثِيرٌ قَدْ بَلَغْنَا سِتَّةَ آلَافٍ وَعَلَى مُجَنِّبَةِ خَيْلِنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ – قَالَ – فَجَعَلَتْ خَيْلُنَا تَلْوِي خَلْفَ ظُهُورِنَا فَلَمْ نَلْبَثْ أَنِ انْكَشَفَتْ خَيْلُنَا وَفَرَّتِ الْأَعْرَابُ وَمَنْ نَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ – قَالَ – فَنَادَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا لَلْمُهَاجِرِينَ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ. ثُمَّ قَالَ: يَا لَلْأَنْصَارِ يَا لَلْأَنْصَارِ. قَالَ: قَالَ أَنَسٌ هَذَا حَدِيثُ عِمِّيَّةٍ. قَالَ قُلْنَا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ – قَالَ – فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قَالَ – فَايْمُ اللَّهِ مَا أَتَيْنَاهُمْ حَتَّى هَزَمَهُمُ اللَّهُ – قَالَ – فَقَبَضْنَا ذَلِكَ الْمَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرْنَاهُمْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى مَكَّةَ فَنَزَلْنَا – قَالَ – فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الرَّجُلَ الْمِائَةَ مِنَ الإِبِلِ. ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ كَنَحْوِ

حَدِيثِ قَتَادَةَ وَأَبِي التَّيَّاحِ وَهِشَامِ بْنِ زَيْدٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مکہ کو فتح کیا بعدازاں غزوۂ حنین میں جہاد کیا۔اس غزوہ میں مشرکین اپنی بہترین صفیں (تیراندازوں اور شہسواروں کی) لے کر آئے جہاں تک میں نے دیکھا پہلے گھڑسواروں کی صفیں تھیں، بعدازاں لڑائی کے ماہر لوگوں کی صفیں تھیں، ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں تھیں۔ پھر بھیڑ بکریوں کی صفیں تھیں، پھر چوپایوں کی صفیں تھیں۔ ہم (مسلمان) بھی بڑی تعداد میں تھے، ہماری تعداد چھ ہزار کو پہنچ چکی تھی (اغلب یہ ہے کہ روای نے غلط بیان کیا، کیونکہ سابقہ روایت اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دس سے بارہ ہزار تعداد تھی) ہمارے گھڑسواری دستوں کے کمانڈر حضرت خالدؓ بن ولید تھے۔ اچانک (جنگ کے دوران) ہمارے گھوڑے ہماری پیٹھوں کی طرف جھکنے لگے اور ذرا ہی دیر میں ہمارے گھوڑے ننگے (ہو کر ہمارے بوجھ سے آزاد) ہو چکے تھے اور ہمارے دیہاتی لوگ اور جان پہچان والے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے (کفار کے سخت حملہ میں پسپائی ہوئی) اس دوران حضور علیہ السلام کی صدائے حق بلند ہوئی: اے مہاجرین کی جماعت! اے مہاجرین۔ پھر فرمایا: اے انصار کی جماعت اے انصار! انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ حضور علیہ السلام (انصار کی آواز سن کر) آگے بڑھے (پیش قدمی کی) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ابھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے بھی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دے دی۔ ہم نے ان کے اموال پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہم طائف کو روانہ ہوئے، چالیس روز تک اس کا محاصرہ کئے رہے، اس کے بعد ہم مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور سواریوں سے اتر آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسو اونٹ عطا فرمائے۔ آگے سابقہ حدیث وغیرہ کی مانند ہی بیان کی۔

تشریح:

"**باحسن صفوف**" یعنی جنگ کی ترتیب میں بہترین ترتیب قائم کی تھی، جس کا ذکر اسی حدیث میں ہے۔ "ستة آلاف" جنگ حنین میں بارہ ہزار کا لشکر تھا، یہاں کسی راوی نے چھ ہزار کا ذکر کیا ہے۔ یہ راوی کی طرف سے وہم ہو گیا ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس جانب میں چھ ہزار تھے جس کو حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے، باقی صحابہ دوسری جانب میں تھے۔ "مجنبة" لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں: مقدمة الجیش، ساقة الجیش، قلب الجیش، میسرة الجیش، میمنة الجیش۔ اسی میمنة الجیش کو یہاں مجنبة الجیش کہا گیا ہے۔ "تلوی خلف ظھورنا" یعنی ہمارے شہسوار حفاظت کی غرض سے ہمارے پیچھے گھوم پھر رہے تھے۔ ای فجعلت فرساننا یعطفون افراسھم خلف ظھورنا۔ "**انکشفت خیلنا**" یعنی ہمارے شہسواروں کو شکست ہوگئی۔ "و من نعلم من الناس" یعنی عام لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ "وفرت الاعراب" یعنی نومسلم طلقاء اور گنوار دیہاتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ "یال المھاجرین" تمام نسخوں میں اسی طرح لام الگ مذکور ہے اور مفتوح ہے، عام ضابطہ یہ ہے کہ یہ لام متصل ذکر کیا جائے اور اس کے بعد الف لام تعریف ہو، یعنی یا للمھاجرین یہ لام استغاثہ ہے، اصل میں مجرور ہوتا ہے، مگر فتح کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تاکہ لام جارہ اور لام استغاثہ میں فرق آجائے، یوں کہا جاتا ہے: "یا لَزَیدٍ لِعَمرٍو" ہائے زید آجائے اور عمرو کی مدد کرے۔ "ھذا حدیث عمیّة" عین پر زیر ہے اور میم

پر بھی زیر ہے، مگر شد کے ساتھ ہے، ایک نسخہ میں عین پر ضمہ ہے، ایک میں عین پر زبر ہے۔ اس لفظ کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ ہماری جماعت کی حدیث ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث میرے چچاؤں کی ہے۔

۲۴۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ وَعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ وَالْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عَبَّاسَ بْنَ مِرْدَاسٍ دُونَ ذَلِكَ .فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ مِرْدَاسٍ أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلَا حَابِسٌ يَفُوقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ وَمَا كُنْتُ دُونَ امْرِءٍ مِنْهُمَا وَمَنْ تَخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ قَالَ فَأَتَمَّ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً.

حضرت رافع ؓ بن خدیج فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ ابن حصن الفزاری اور اقرع بن حابس سب کو سو سو اونٹ عطا فرمائے، جب کہ عباس بن مرداس کو کچھ کم دیئے تو عباس بن مرداس نے یہ اشعار کہے: ''کیا آپ میرے اور میرے گھوڑے کے حصہ کو عیینہ اور اقرع کے درمیان رکھتے ہیں، حالانکہ عیینہ اور اقرع مرداس پر کسی مجمع میں فوقیت نہیں رکھتے اور میں ان دونوں سے بالکل کچھ کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچے ہوگئی، وہ کبھی بلند نہیں ہوسکتی۔'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اسے بھی سو پورے کردیئے۔

تشریح:

''ابا سفیان بن حرب'' آٹھ سال تک ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے، فتح مکہ کے موقع پر بادل ناخواستہ زبانی طور پر اسلام کا اظہار کیا اور جنگ حنین میں تماشہ کی غرض سے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے بیٹوں کو سو سو اونٹ دیدیئے۔ ''صفوان'' یہ صفوان بن امیہ ہے، یہ تو ابھی زبانی طور پر بھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ''عیینہ بن حصن'' یہ فزاری ہے، غطفان کا سردار تھا، اس کے باپ کا نام حصن ہے اور دادا کا نام بدر ہے۔ اشعار میں بدر کا نام ہے۔ ''اقرع بن حابس'' یہ تمیمی ہے، بنو تمیم کا سردار تھا۔ ''عباس بن مرداس'' یہ سلمی ہے، بنوسلیم کا سردار تھا۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سے کچھ کم اونٹ بطور تالیف قلب دیدیئے، جس پر یہ غصہ ہوگیا اور اپنی بڑائی بیان کی اور حصہ بڑھانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی پورے سو اونٹ دے دیئے۔

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ ۔۔۔ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ

فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلَا حَابِسٌ ۔۔۔ يَفُوقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ

وَمَا كُنْتُ دُونَ امْرِءٍ مِنْهُمَا ۔۔۔ وَمَنْ تَخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

"أ تجعل" یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اس خطاب میں غصہ کی جھلکی ہے اور گنوار پن بھی واضح ہے۔ "نھبی" یہاں نھب مال غنیمت کو کہہ دیا ہے، مراد مال غنیمت میں اپنے حصے کا تذکرہ کیا ہے۔ "العبید" یہ لفظ تصغیر کے ساتھ ہے، اس شخص کے گھوڑے کا نام ہے۔ "بین عیینة" یہاں عیینہ کے دادا کا نام لیا گیا ہے، اصل میں حصن کا لفظ ہے۔ امام مغازی علامہ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہاں بدر کا لفظ نہیں، بلکہ حصن کا لفظ ہے۔ "فی الجمع" یعنی محفلوں اور فخر ومباہات کی مجلسوں میں ان دونوں کے باپ میرے باپ سے بڑھ کر نہیں تھے۔ شعر کا ترجمہ اس طرح ہے۔ "وما کنت دون" یہاں دون کا لفظ کمتر کے معنی میں ہے، یعنی ان کے باپ میرے باپ سے بڑے نہیں تھے اور میں خود ان دونوں سے کمتر نہیں ہوں، پھر ان کو سوسو اونٹ اور مجھے سو سے کم کیوں دیئے گئے؟ یہ صیغہ خطاب کے ساتھ مضارع معلوم کا صیغہ ہے، یعنی آج آپ نے جس کو نیچے گرا کر رکھ دیا، وہ کبھی بلند نہیں ہو سکے گا۔ یہ صیغہ مضارع مجہول کے طور پر بھی پڑھا گیا ہے، یعنی آج جس کو گرادیا گیا تو وہ کبھی بھی بلند نہیں ہو سکے گا، اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

۲۴۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فَأَعْطَى أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَزَادَ وَأَعْطَى عَلْقَمَةَ بْنَ عُلاَثَةَ مِائَةً.

ان راویوں کی سند سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ اور علقمہ بن علاثہ کو بھی سو اونٹ دیئے (بقیہ حدیث حسب سابق ہے)

۲۴۳۴ - وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ عَلْقَمَةَ بْنَ عُلاَثَةَ وَلاَ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الشِّعْرَ فِي حَدِيثِهِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں علقمہ بن علاثہ اور صفوان بن امیہ کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح نہ ہی اس حدیث میں شعر ہیں۔

تشریح:

"الشعیری" یہ نسبت شعیر کی طرف ہے جو کو کہتے ہیں، شاید یہ راوی جو کے کاروبار وغیرہ میں مشہور ہوں گے۔ یہ مخلد بن خالد بن یزید ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے تھے، لیکن عام رہنا سہنا "طوسوس" میں اختیار کیا۔ امام مسلمؒ اور ابوداؤدؒ کے استاذ ہیں۔ ابوداؤدؒ نے فرمایا: یہ ثقہ راوی ہیں۔ علامہ مقدسی نے اپنی کتاب میں تصریح فرمائی ہے کہ مخلد بن خالد بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں لہٰذا قاضی عیاضؒ کی رائے صحیح نہیں ہے کہ مخلد بن خالد کو کسی نے صحیحین کے راویوں میں شمار نہیں کیا ہے (نووی)۔ "ابن علاثة" عین پر ضمہ ہے، یعنی اس شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ دے دیئے، مگر مرداس کو کم دیا۔

۲۴۴۴ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ

تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَتَحَ حُنَيْنًا قَسَمَ الْغَنَائِمَ فَأَعْطَى الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ فَبَلَغَهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ يُحِبُّونَ أَنْ يُصِيبُوا مَا أَصَابَ النَّاسُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ بِي وَمُتَفَرِّقِينَ فَجَمَعَكُمُ اللَّهُ بِي .وَيَقُولُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ .فَقَالَ: أَلَا تُجِيبُونِي .فَقَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ شِئْتُمْ أَنْ تَقُولُوا كَذَا وَكَذَا وَكَانَ مِنَ الْأَمْرِ كَذَا وَكَذَا .لِأَشْيَاءَ عَدَّدَهَا. زَعَمَ عَمْرٌو أَنْ لَا يَحْفَظُهَا فَقَالَ: أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاءِ وَالْإِبِلِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى رِحَالِكُمُ الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهُمْ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ.

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین میں فتح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم (مال غنیمت) تقسیم فرمائی تو مولفۃ القلوب کو مال عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ انصار بھی چاہتے ہیں کہ انہیں بھی مال ملے، جس طرح دوسرے لوگوں کو ملا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا: اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اے انصار کے گروہ! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں راہ ہدایت پر گامزن فرمایا اور تمہیں میں نے محتاج اور افلاس کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں غنا عطا فرمایا اور میں نے تمہیں گروہوں میں بٹا ہوا نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ نے میرے ذریعہ تم سب کو مجتمع کر کے ایک کر دیا۔ (اشارہ ہے اوس وخزرج کے ایک ہونے کی طرف کہ قبل از اسلام صدیوں سے ان دونوں قبائل میں باہمی جنگ جاری تھی) انصار ان باتوں پر یہی کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر احسان ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایسا ایسا کہہ سکتے تھے جب کہ معاملہ ایسا ایسا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی چیزیں شمار کیں عمر (راوی) انہیں یاد نہ رکھ سکے۔ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشیاء ذکر کیں جو راوی کو یاد نہیں رہیں، ان کے بارے میں فرمایا کہ تم چاہتے ہو یہ تمہیں مل جائیں تو ایسا نہیں ہوا) پھر فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں جب کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔ انصار شعار (وہ کپڑا جو جسم سے متصل ہوتا ہے اندرونی کپڑا) اور استر کی مانند ہیں (یعنی ہمارے سینے سے لگے ہوئے ہیں) جب کہ بقیہ تمام لوگ دثار (اوپر کے کپڑے) کی مانند ہیں (جس طرح وہ کپڑا جسم سے دور ہوتا ہے بہ نسبت جسم سے ملے ہوئے کپڑے کے اسی طرح دوسرے لوگ بھی انصار کی بہ نسبت ہم سے دور ہیں) اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا، اگر سارے لوگ ایک وادی وگھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ تم میرے بعد بھی تکلیف سے دوچار ہوگے

(کہ تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی) لہٰذا صبر کرنا، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے مل جاؤ۔

تشریح:

"ما اصاب الناس" یعنی مال غنیمت میں سے جو کچھ عام لوگوں کو ملا ہے ہم انصار کو بھی مل جاتا تو اچھا ہوتا۔ "ضلا لا" یہ ضال میں مبالغہ کا صیغہ ہے، گمراہ کے معنی میں ہے۔ "عالة" یہ عائل کی جمع ہے، فقیر عیال دار کو کہتے ہیں۔ "متفرقین" یعنی تتر بتر تھے، آپس کی دشمنیاں تھیں۔ "ویقولون" یعنی انصار صرف ایک جملہ جواب میں ارشاد فرماتے تھے، وہ یہ تھا: "الله و رسوله اَمَنّ" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ "امن" من سے احسان کے معنی میں ہے۔ "لو شئتم ان تقولوا" یعنی اگر تم اپنے احسانات گننا چاہو تو تم یہ بھی کہہ سکتے ہو، وہ بھی کہہ سکتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشیاء کو گن لیا، یہاں امام مسلمؒ نے اس کی تفصیلی بیان نہیں کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس تفصیل کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ تم یہ کہہ سکتے ہو۔ صاحب منۃ المنعم لکھتے ہیں: "هذا المبهم جاء مبيناً عند البخاری وغيره و هو انه صلى الله عليه و سلم قال اما والله لو شئتم لقلتم فلصدقتم و لصدقتم اتيتنا مكذَّباً فصدقناك و مخذولاً فنصرناك و طريداً فآويناك و عائلاً فآسيناك" یعنی قسم بخدا! اگر تم چاہو تو تم جواب میں یہ کہہ سکتے ہو اور اس میں تم یقیناً سچے ہو گے، وہ یہ کہ آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے کہ اہل مکہ نے آپ کو جھٹلا دیا تھا، ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ بے یار و مددگار آئے تھے، ہم نے آپ کی مدد کی، آپ بھگائے ہوئے آئے تھے، ہم نے آپ کو جگہ دی۔ آپ بے مال فقیر آئے تھے، ہم نے آپ کی ہر قسم مالی مدد کی۔ "بالشاء" یہ شاۃ کی جمع ہے، بکریوں کو کہتے ہیں۔ "الانصار شعار" شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہننے میں بدن کے ساتھ لگا ہوا ہو۔ شعر بال کو کہتے ہیں، گویا اس کپڑے اور بدن کے بالوں کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح بنیان وغیرہ ہوتی ہے، یعنی انصار میرے دل گردے ہیں۔ "دثار" یہ دثر سے ہے، جسم کے اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بنیان کے اوپر پہنا جائے جیسے قمیص، واسکٹ، کوٹ وغیرہ ہوتا ہے۔ "و معنى الحديث الانصار هم البطانة و الخاصة و الاصفياء و الصق بی من سائر الناس و هذا من مناقبهم الظاهرة اه" "اثرة" ترجیح دینے کو کہتے ہیں۔ "فاصبروا" یعنی حکومت کے مناصب دینے میں لوگ تم پر دوسروں کو ترجیح دیں گے، لیکن تم صبر کرو، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملو۔ انصار نے اس وصیت پر پورا عمل کیا اور صبر کیا۔ چنانچہ امور خلافت میں نہ گورنر بنائے گئے اور نہ خلافت دی گئی۔

۲٤٤٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ وَأَعْطَى أُنَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَاللَّهِ إِنَّ هَذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهُ اللَّهِ .قَالَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ- فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ-

قَالَ- فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ: فَمَنْ يَعْدِلُ إِنْ لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ .قَالَ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ .قَالَ: قُلْتُ لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثًا.

حضرت عبداللہؓ بن یزید فرماتے ہیں کہ حنین کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کی تقسیم میں چند لوگوں کو ترجیح دی۔ چنانچہ اقرع بن حابس کو سو اونٹ اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطا فرمائے۔ اس طرح بعض دوسرے اشراف عرب کو بھی مال عطا فرماتے ہوئے اس روز تقسیم میں انہیں ترجیح دی۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے گئے اور اس میں اللہ کی رضا کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دوں گا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات سے انہیں مطلع کیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کا رنگ خون کی مانند (سرخ) ہو گیا پھر فرمایا: ''جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرے گا تو پھر کون ہے جو انصاف کرے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ اذیتیں پہنچائی گئیں۔ انہوں نے صبر سے کام لیا۔'' عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ آج کے بعد کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلاؤں گا (تاکہ آپ کو اذیت نہ ہو)۔

تشریح:

''ما عدل فیھا'' یعنی اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال کیا گیا ہے۔ ''کالصرف'' صاد پر زیر ہے، ایک سرخ رنگ کو کہتے ہیں، جس سے کھالوں کو رنگ دیا جاتا ہے۔ علامہ ابن درید کہتے ہیں کہ صرف کا لفظ خون پر بھی بولا جاتا ہے، سرخ ادھیرا مراد ہے یا سرخ سونا مراد ہے۔ ای مثل الذھب الاحمر الخالص ''**لاجرم**'' ای حقا و اکیداً و لا محالۃ یعنی آئندہ میں کسی کی نامناسب بات حضرت تک نہیں پہنچاؤں گا، کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے۔

٢٤٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّهَا لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ- قَالَ- فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَغَضِبَ مِنْ ذَلِكَ غَضَبًا شَدِيدًا وَاحْمَرَّ وَجْهُهُ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَذْكُرْهُ لَهُ- قَالَ- ثُمَّ قَالَ: قَدْ أُوذِيَ مُوسَى بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ.

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم فرمایا۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم ہے کہ اس میں اللہ کی رضا مقصد نہیں ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے چپکے سے کہہ دی یہ بات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آگیا اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی، مگر انہوں نے صبر سے کام لیا۔

باب ذكر الخوارج و صفاتهم

خوارج اوران کی علامات کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲٤٤۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اعْدِلْ .قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ لَقَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ .فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَقْتُلَ هَذَا الْمُنَافِقَ .فَقَالَ: مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي إِنَّ هَذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین سے واپسی میں جعرانہ کے مقام پر ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔حضرت بلالؓ کے کپڑے میں کچھ چاندی تھی۔حضور علیہ السلام اس میں مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے۔اس شخص نے کہا اے محمد! عدل وانصاف سے کام لو۔آپؐ نے فرمایا: تیری بربادی ہو، جب میں ہی انصاف نہ کروں تو پھر کون ہے جو انصاف کرے؟ اگر میں انصاف کے تقاضے پورے نہ کروں تو میں تو ناکام ونامراد ہوگیا۔حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن ماردوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کیا تم چاہتے ہو کہ) لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دوں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں اور فرمایا: بے شک یہ اور اس کے ساتھی (خوارج) قرآن تو پڑھتے ہیں، لیکن قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی اندر میں قرآن نہیں اترتا صرف ظاہری پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا) یہ اسلام سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

تشریح:

"اتى رجل" آئندہ روایات میں اس آدمی کی تفصیل موجود ہے، لیکن تخلیقی کیفیت کا بیان زیادہ ہے، ہاں آخر میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں اس شخص کا نام "ذو الخويصرة" بتایا گیا ہے جو بنو تمیم کے لوگوں میں سے ایک آدمی تھا، اس طبقہ کے ساتھ حضرت علیؓ نے جہاد کیا اور ذوالخویصرہ کو قتل کردیا۔مسلم شریف کی آئندہ احادیث میں مکمل تفصیلات آئیں گی، لیکن میں یہاں ترمذی شریف کی ایک حدیث کی تشریح لکھ دیتا ہوں، جو میں نے توضیحات میں لکھی ہے۔اس میں خوارج کی تاریخ اور ان کی حیثیت اور ان کی تکفیر وعدم تکفیر سے متعلق بہت کچھ ہے، جس سے مسلم کی تمام احادیث کی تشریح ہو جائے گی۔

خوارج کی تکفیراوران کی تاریخ

رؤسا منصوبة: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کوقتل کرنے کے بعد کسی نے ان کے سروں کوعبرت کیلئے سولی پرلٹکا دیا تھایاویسے کسی بلند جگہ پررکھوادیا تھا۔"درج دمشق" درج جمع ہے،اس کا مفرد"درجة" ہے، کھلے راستے اورشاہراہ کوبھی کہتے ہیں اور پوڑیوں والی بڑی سیڑھی کو بھی"درجة" کہتے ہیں۔"شر قتلی" یہ مقتولین کے معنی میں ہے،خوارج کے مقتولین مراد ہیں۔"خیر قتلی" یہاں مسلمان مقتولین مراد ہیں۔"تحت ادیم السماء"ادیم ظاہری سطح کے معنی میں ہے،خواہ آسمان کی سطح ہوجوہمیں نظر آرہی ہے یازمین کی ظاہری سطح ہوجونظر آرہی ہو،اصل میں ادیم کھال اور چمڑے کو کہتے ہیں، چونکہ وہ بھی ظاہری سطح پر ہوتا ہے،اس لئے یہ لفظ ظاہری سطح کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔شاعرساحر نے کہا۔

فبايما قدم سعيت الى العلى ادم الهلال لاخمصيك حذاء

"کلاب النار" چونکہ حدیث میں خوارج پر "کلاب النار" کا اطلاق ہوا ہے،اس لئے حضرت ابوامامہ نے ان کواسی نام سے یاد کیا ہے اورخوارج کی ان خباثتوں کی طرف خفی اشارہ کیا ہے جووہ لوگ اہل اسلام اوران کے خلفاء کے بارے میں کرتے رہتے ہیں، گویا یہ لوگ اہل حق کیلئے باولے کتوں کی طرح ہیں جوان کوکاٹتے رہتے ہیں اورپھر دوزخ میں یہ لوگ کتوں کی شکل میں ظاہر ہوجائیں گے۔خوارج کے خروج کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ پہلے یہ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہؓ کے خلاف لڑتے تھے، پھر واقعہ تحکیم پیش آیا۔واقعہ یوں پیش آیا کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی افواج کوحضرت معاویہؓ کی افواج پر برتری حاصل ہورہی تھی۔حضرت معاویہؓ پریشان ہوگئے تو حضرت عمروبن العاصؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنی افواج کوحکم دیں کہ وہ نیزوں کے ساتھ قرآن بلندکر بلندکریں اوراعلان کریں کہ ہمارے درمیان یہ قرآن فیصلہ کرے گا، جب انہوں نے ایسا کیا اورقرآن نیزوں پر بلند کیا گیا تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ اب جنگ جاری رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن پر فیصلہ ہوگا۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جنگ نہ روکو، یہ ان مخالفین کا ایک حربہ ہے کہ جنگ رک جائے اوریہ شکست سے بچ جائیں۔حضرت علیؓ کوان کے انہی ساتھیوں نے جنگ روکنے پرمجبور کیا جوبعد میں خوارج بن گئے۔انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کے سامنے لڑنے کے لئے نہیں جائیں گے۔چنانچہ جنگ رک گئی اورصلح کی باتیں اورمذاکرات شروع ہوگئے۔فیصلہ اس پر ہوا کہ چونکہ حضرت معاویہؓ اورحضرت علیؓ دونوں متنازع بن چکے ہیں، اس لئے یہ دونوں اپنا اپنا اختیار کسی ثالث کودیدیں اوروہ ثالثین کسی غیرمتنازع آدمی کوخلیفہ مقرر کردیں گے۔اسی ثالثین مقرر کرنے کو تحکیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے اپنا وکیل حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کومقرر فرمایا اورحضرت معاویہؓ نے حضرت عمروبن العاصؓ کواپنا وکیل مقرر کیا اورطے ہوگیا کہ دونوں وکیل آکر سرعام پہلے اپنے موکل کوخلافت سے معزول کردیں اور پھرنیا خلیفہ چن لیں۔چنانچہ معاہدہ کے تحت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کردیا،لیکن حضرت عمروبن العاصؓ نے اعلان کیا کہ حضرت علیؓ کوان کے وکیل نے معزول کردیا ہے،اب وہ خلیفہ نہیں رہے اورمیں اپنے موکل حضرت معاویہؓ کو

خلافت پر برقرار رکھتا ہوں۔اس اعلان کے بعد پھر شدید لڑائی شروع ہوگئی، لیکن حضرت علیؓ کے انہی ساتھیوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا جو پہلے مذاکرات پر زور دے رہے تھے۔اب ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت علیؓ نے اللہ تعالیٰ کے سوا انسانوں کو حکم مان لیا، لہٰذا یہ اب کافر ہو گئے ہیں، کیونکہ قرآن کا اعلان ہے "ان الحکم الا للہ" حضرت علیؓ نے بہت محنت سے ان لوگوں کو سمجھایا، لیکن یہ لوگ بغاوت پر اتر آئے اور حضرت علیؓ کی افواج سے چھ ہزار آدمیوں نے علیحدگی اختیار کرکے کوفہ کے پاس "حروراء" مقام کو اپنا مرکز بنالیا اور حضرت علیؓ سے جنگ کرنے لگے، جنگ "نہروان" میں حضرت علیؓ نے ان کے بہت زیادہ لوگوں کو قتل کر دیا تھا، پھر انہی لوگوں میں سے تین آدمی منصوبہ کے تحت اہل اسلام کے تین بڑے قائدین کے مارنے کیلئے مقرر کر دیئے گئے۔ایک شیطان کو حضرت معاویہؓ کے مارنے کیلئے روانہ کیا گیا، دوسرے کو حضرت عمرو بن العاصؓ کے مارنے کیلئے اور تیسرے خبیث کو حضرت علیؓ کے مارنے کیلئے روانہ کیا گیا۔اس خبیث کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا، باقی دو تو اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئے، لیکن اس بدبخت نے فجر کی نماز کیلئے اترتے ہوئے حضرت علیؓ کے سر پر تلوار ماردی اور حضرت علیؓ شہید ہو گئے۔پھر اس کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ابن ملجم بدبخت کی مدح میں ایک خارجی شاعر عمران بن حطان نے یہ اشعار کہے۔

یا ضربة من تقی ما اراد بها الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

واہ واہ ایک پرہیزگار کی تلوار کا وار کیا ہی عمدہ تھا جس سے اس نے صرف عرش والے کی خوشنودی کا ارادہ کیا۔

انی لاذکره یوما فاحسبه اوفی البریة عند اللہ میزانا

میں جب کبھی اس کو یاد کرتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ اللہ کے ہاں اس کا پلڑا سب سے بھاری ہے۔

اکرم بقوم بطون الارض اقبرهم لم یخلطوا دینهم بغیا و عدوانا

وہ لوگ کتنے ہی معزز ہیں جن کی قبریں زمین کی تہوں میں ہیں جنہوں نے اپنے دین کو بغاوت اور حق سے تجاوز کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

اس بدبخت کے اشعار کے جواب میں اہل سنت میں سے قاضی ابوطیب طبریؒ نے بہترین اشعار کہہ دیئے، فرمایا:

انی لابرأ مما انت قائله فی ابن ملجم الملعون بهتانا

ابن ملجم ملعون کے بارے میں تم نے جھوٹ کہہ دیا ہے میں اس سے بالکل بیزار ہوں۔

انی لاذکره یوما فالعنه دینا والعن عمران بن حطانا

میں جب کبھی اس کو یاد کرتا ہوں تو اس پر اور اس کے ساتھ عمران بن حطان پر لعنت بھیجتا ہوں۔

علیکم ثم علیه الدهر متصلا لعائن اللہ اسرارا و اعلانا

تم پر اور پھر ابن ملجم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کیلئے مسلسل خفیہ اور اعلانیہ لعنتیں ہوں۔

فانتم من کلاب النار جاء لنا نص الشریعة برهانا و تبیانا

تم تو جہنم کے کتے ہو، اس دعویٰ پر ہمارے پاس بطور دلیل شریعت کی واضح حدیث موجود ہے۔ (کذا فی حیاۃ الحیوان ج ۱، ص ۳٤)
ان اشعار کے آخری شعر میں قاضی ابوطیب طبریؒ نے مذکورہ حدیث کے اس جملہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جس میں "کلاب النار" مذکور ہے۔ حضرت ابوامامہؓ نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے: ﴿یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ﴾ یعنی خوارج کے چہرے سیاہ ہوں گے اور مومنین کے چہرے روشن ہوں گے۔ مشکوۃ شریف میں خوارج سے متعلق کئی احادیث باب المرتدین میں درج کی گئی ہیں، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ شاید خوارج مرتدین کے حکم میں ہیں، تکفیر خوارج کا مسئلہ اس سے پہلے گزر گیا ہے۔
حضرت شاہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکفار الملحدین میں لکھا ہے: "قال الغزالی فی الوسیط تبعا لغیرہ فی حکم الخوارج وجہان احدھما انہ کحکم اہل الردۃ و الثانی انہ کحکم اہل البغی و رجح الرافعی الاول الخ" یعنی امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "وسیط" میں عام علماء کے مطابق خوارج کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے شرعی حکم میں دو قول ہیں: اول یہ کہ ان لوگوں کا حکم مرتدین کی طرح ہے اور دوسرا قول یہ کہ ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ علامہ رافعیؒ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ اس کلام پر شاہ صاحبؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر قسم کے خارجیوں کو شامل نہیں ہے، کیونکہ خوارج دو قسم پر ہیں۔ ایک تو وہی ہیں جن کا تذکرہ امام غزالیؒ نے کیا ہے۔ دوسری قسم ان خوارج کی ہے جنہوں نے اپنے عقیدہ اور نظریات کی طرف بلانے کیلئے خروج نہیں کیا ہے، بلکہ حکومت پر قبضہ کرنے کیلئے خروج کیا ہے۔ یہ خوارج پھر دو قسم پر ہیں، ایک وہ ہیں جنہوں نے ظالم حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے اور قرآن وسنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کے خلاف اللہ کے دین کی حمایت میں خروج اور بغاوت کی ہے۔ یہ لوگ اہل حق ہیں۔ انہی میں سے حضرت حسینؓ اور اہل مدینہ کے وہ علماء ہیں جنہوں نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا اور انہی میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف بغاوت کی تھی۔
دوسرے خوارج وہ ہیں جو صرف حکومت پر قبضہ جمانے کیلئے نکل آتے ہیں، وہی باغی ہیں اور (احادیث میں انہی کی مذمت وارد ہے)
"بالجعرانہ"، عین پر زیر ہے اور را پر شد ہے، جیم پر ضمہ بھی ہے اور عین ساکن بھی ہے، مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک کھلے میدان کا نام ہے، جس کے اردگرد گول دائرہ میں پہاڑ واقع ہیں۔ غزوہ اوطاس اور حنین میں جو مال غنیمت حاصل ہو گیا تھا سب کو یہاں جمع کیا گیا تھا اور پھر اسی جگہ میں تقسیم کیا گیا تھا اور اسی جگہ میں ذوالخویصرہ نے تقسیم پر اعتراض کیا تھا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توہین آمیز جملے کہے تھے۔ "خبت و خسرت" یہ متکلم کے صیغہ پر بھی ہے، مطلب یہ کہ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں ناکام ہو جاؤں گا اور خطاب کے ساتھ بھی یہ صیغہ پڑھا گیا ہے جو زیادہ واضح ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں انصاف نہ کروں تو تم لوگ تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے، کیونکہ نبی کا درجہ جب گر جائے تو امت تو برباد ہو جائے گی۔ "فقال عمر" یعنی حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قتل کرنے کی اجازت مانگی تھی تو اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں نے قتل کی اجازت مانگی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا کہ لوگ پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایمان میں داخل کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے تو اسی وقت قتل کی اجازت مانگی جب وہ شخص مجلس میں

موجود تھا، مگر حضرت خالدؓ نے اس کے قتل کی اجازت اس وقت مانگی جبکہ وہ شخص مجلس سے جا چکا تھا۔ "حناجرهم" یہ حنجرۃ کی جمع ہے، گلے اور حلقوم کو کہتے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے دو مطلب ہیں، پہلا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا ہے اس کو دل سے نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، بس صرف زبان سے پڑھتا ہے آگے کچھ نہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا کوئی عمل قبولیت کیلئے اوپر آسمان کی طرف نہیں جائے گا اور نہ قبول ہوگا۔ "یمرقون" مرق یمرق نکلنے کے معنی میں ہے، یعنی دین اسلام سے یہ لوگ اس طرح نکل جائیں گے جس طرح شکار سے تیز دھار تیر نکل جاتا ہے اور اس کے ساتھ گوشت یا خون یا کچھ الائش نہیں لگتی ہے۔ "الرمية" یہ مرمية کے معنی میں ہے، شکار کو کہتے ہیں۔

۲۴۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ (ح). وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِي قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ مَغَانِمَ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ان راویوں سے بھی سابقہ حدیث والا مضمون بعینہ منقول ہے کہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کیا کرتے تھے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۴۹ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِي كِلَابٍ وَزَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ- قَالَ- فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ فَقَالُوا أَتُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ -قَالَ- فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي قَالَ ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ- يُرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ- فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِءِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ

الرَّمِيَّةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یمن سے کچھ مٹی میں ملا سونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور علیہ السلام نے اسے چار افراد اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر الفزاری، علقمہ بن غلاثہ العامری بنو کلاب کے ایک فرد اور زید بن الخیر الطائی بنی نبہان کے ایک فرد میں تقسیم فرمادیا۔ قریش یہ دیکھ کر غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے کہ نجد کے سرداروں کو تو دیا جاتا ہے اور ہمیں (سرداران قریش کو) چھوڑ دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تالیف قلب کیلئے انہیں دیتا ہوں۔ اس اثناء میں ایک شخص گھنی ڈاڑھی والا، جس کے گال پھولے ہوئے آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی، پیشانی ابھری ہوئی سر سے گنجا آیا اور کہنے لگا: اے محمد! اللہ سے ڈر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو کون ہے جو اس کی اطاعت کرے؟ مجھے اس نے تو اہل زمین پر امین بنایا ہے، لیکن تم مجھے امانتدار نہیں مانتے۔ وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ قوم کے ایک شخص غالباً حضرت خالدؓ بن ولید نے اجازت طلب کی کہ اسے قتل کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی اصل سے ایک قوم نکلے گی کہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، اگر میں ان کو پاتا تو قوم عاد کی طرح انہیں قتل کر دیتا (جس طرح قوم عاد کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا اسی طرح انہیں بھی ختم کر دیتا۔ اس سے مراد خوارج ہیں)

تشریح:

''علی'' یعنی حضرت علیؓ نے یمن سے سونا بھیجا جو مدبوغ کھال میں تھا اور ابھی تک یہ سونا مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا، جس طرح کان سے نکالا گیا تھا اسی طرح خاک آلود تھا ''ادیم مقروظ'' اور ''لم تحصل من ترابها'' کا یہی مطلب ہے۔ ''زید الخیر'' جاہلیت میں اس کی نسبت زید الخیل کی طرف تھی، کیونکہ یہ شخص عمدہ گھوڑوں کو پالتے تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت الخیل کے بجائے الخیر کی طرف کردی، اس لئے زید الخیر کہلایا گیا۔ ''صنادید'' یہ صندید کی جمع ہے، سردار اور رئیس کو کہتے ہیں۔ ''نجد'' تہامہ کے مقابلہ میں نجد آتا ہے جو بلندی کو کہتے ہیں۔ ایک اہل حجاز ہے، ایک اہل نجد۔ سعودی پر آج کل اہل نجد کی حکومت ہے۔ ''مشرف الوجنتین'' یہ تثنیہ ہے وجنة اس ہڈی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کے نیچے چہرہ کے اوپر حصہ میں ہوتی ہے، مشرف کا معنی ابھرنے اور بلند ہونے کا ہے یعنی اس کے چہرہ کی ہڈیاں ابھری ہوتی تھیں، جو بری لگتی تھیں۔ ''غائر العینین'' یعنی دونوں آنکھیں گڑھی ہوتی تھیں۔ ''ناتی الجبین'' جبین سے یہاں پیشانی مراد ہے، یعنی ابھری ہوئی پیشانی والا تھا، یہ سب چیزیں عام معتاد طریقہ سے تجاوز کر گئی تھیں جو بری لگتی تھیں۔ ''محلوق الرأس'' یعنی سر منڈھا ہوا تھا جو عرب کی عادت کیخلاف تھا۔ ''مشمر الازار'' یعنی ازار بند خوب اوپر پنڈی پر تھا۔ ''ایامنی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پوری زمین کے انسانوں پر امین بنایا ہے مگر تم مجھے امین نہیں بناتے ہو، یہ سابق حدیث میں ہے۔ ''انقب'' یہ نقب سے ہے، دل میں نقب اور سوراخ کرنے کو کہتے ہیں۔ ''مقف'' پیٹھ پھیر کر جانے کو کہتے ہیں۔ ''ان من ضئضئی'' یہ اصل نسل کے

معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ ایک فتنہ ہے جو واقع ہونے والا ہے۔اس کی جڑ کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس کو قتل کرنے اور فتنہ کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش نہ کرو۔"ولا رطباً" یعنی تازہ تازہ قرآن کو پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔"قتل ثمود" اس سے قتل عام مراد ہے، کیونکہ قوم ثمود کا کوئی بچہ بھی باقی نہیں بچا تھا۔سابق حدیث میں قوم عاد کا ذکر ہے، وہ بھی سب ہلاک ہو گئی تھی۔"یقتلون اهل الاسلام" خوارج کی یہ تاریخ ہے کہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں، سب سے پہلے حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے تھے اور جنگیں لڑیں، جنگ نہروان میں ان کے چھ ہزار آدمی مارے گئے تھے۔یہ الفاظ بھی سابق حدیث میں ہیں۔

سوال: یہاں ایک مشہور سوال ہے، وہ یہ ہے کہ اس باب کی سب سے پہلی حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ خوارج کا ظہور اور اس کے بڑے رئیس کا اعتراض جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ہوا تھا، لیکن زیر بحث حدیث اور اس کے بعد والی حدیث میں تصریح موجود ہے کہ اس شخص نے یہ اعتراض اس موقع پر کیا تھا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے بھیجے ہوئے سونے کو تقسیم فرما رہے تھے اور حضرت علیؓ تو حنین کے غزوہ سے کافی عرصہ بعد یمن گئے تھے تو اس تعارض کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس قصہ میں ایک موقع پر وہم ہو گیا ہے اور وہ وہم حضرت جابرؓ کی حدیث میں کسی سے ہو گیا ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جعرانہ میں اعتراض کسی منافق نے کیا تھا، اس میں منافق کا لفظ بھی موجود ہے اور زیر بحث حدیث کا تعلق دوسرے قصے سے ہے، جبکہ خوارج کے بڑے نے اعتراض کیا۔شاید حضرت جابرؓ کو بیان کرنے میں اختلاط ہو گیا یا کسی اور راوی سے ایسا ہو گیا ہے۔

۲۴۵۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا- قَالَ- فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ وَالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا مِنْ هَؤُلَاءِ- قَالَ- فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَقَالَ: أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً .قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ .فَقَالَ: وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ .قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ: لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي .قَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ .قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ:

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ- قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ- لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یمن سے کچھ سونا رنگے ہوئے چمڑے میں بھیجا جس کی مٹی ابھی جدا نہیں کی گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار افراد عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے یا تو علقمہ بن علاثہ ہیں یا عامر بن الطفیل ان کے درمیان تقسیم کردیا۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہہ دیا کہ ان سے زیادہ تو اس سونے کے ہم مستحق تھے۔ اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا: کیا تم مجھے امانت دار نہیں سمجھتے؟ میں تو اس ذات کا (مقرر کردہ) امین ہوں جو آسمان میں ہے (اللہ تعالیٰ کا) صبح شام مجھے آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، گال پھولے ہوئے اور پیشانی ابھری ہوئی تھی، گھنی ڈاڑھی اور گنجے سر والا تھا، تہبند اٹھائے ہوئے آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری بربادی ہو، اہل زمین میں کیا تو ہی سب سے زیادہ اس کا مستحق نہیں کہ اللہ سے ڈرے۔ یہ سن کر وہ شخص واپس چلا گیا۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے فرمایا: یارسول اللہ! میں اس کی گردن نہ ماردوں؟ فرمایا نہیں! شاید وہ نماز پڑھتا ہو (سبحان اللہ! کیا شان ہے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ دربار عالی میں گستاخی کرنے والے کو بھی اس وجہ سے کہ شاید نماز پڑھتا ہو معاف فرمادیتے ہیں) حضرت خالدؓ نے فرمایا: کتنے ہی ایسے نمازی بھی ہیں جو زبان سے جو کہتے ہیں، وہ ان کے دل میں نہیں ہوتا (منافق ہوتے ہیں اور منافق اللہ کے اور اس کے رسول کے دشمن ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے قلوب میں نقب لگا کر دیکھوں یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں (کہ کون مخلص ہے کون نہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھا تو وہ پیٹھ موڑے جارہا تھا۔ فرمایا: اس شخص کی اصل سے ایک قوم نکلے گی جو اللہ کی کتاب کی تلاوت بآسانی کیا کریں گے، لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے ایسے خارج ہوجائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور غالباً یہ بھی فرمایا: کہ اگر میں انہیں پاتا تو قوم ثمود کی طرح انہیں صفحۂ ہستی سے نابود کردیتا۔

تشریح:

"ذهبة" سونے کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ "في أديم" ادیم کھال کو کہتے ہیں۔ "مقروظ" قرظ ایک درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔ اس درخت کو عربی میں "السلم" کہتے ہیں، اس کے پتوں سے کھالوں کو دباغت دی جاتی ہے۔ "اى فى جلد مدبوغ بالقرظ"

"لم تحصل من ترابها" تحصل یہ تحصیل سے مجہول کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سونا ابھی تک مٹی سے الگ کر کے صاف نہیں کیا گیا تھا، بلکہ کان سے جس طرح نکالا گیا تھا اسی طرح مٹی سے آلودہ تھا۔ "واما عامر بن طفيل" یہاں راوی نے شک کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ چوتھا آدمی یا علقمہ بن علاثہ تھا یا عامر بن طفیل تھا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ راوی کو وہم ہوگیا ہے، عامر بن طفیل تو اس وقت سے دو

سال پہلے کفر کی حالت میں مر چکا تھا، لہذا یہاں علقمہ بن علاثہ ہی ہے۔ "فقال رجل" یہ شخص ذو الخویصرہ کے علاوہ کوئی تھا۔ اس کا اعتراض اتنا سخت نہیں تھا، صرف استحقاق کی بات تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اتنا فرمایا کہ کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو، حالانکہ میں آسمان میں امین ہوں، مجھ پر صبح وشام وحی آتی رہتی ہے۔ "فقال رجل" یہ وہی ذو الخویصرہ ہے، اس خبیث نے خباثت کے ساتھ اعتراض کیا، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور اس کو خوارج کا سرغنہ قرار دیا۔

"غائر العینین" یعنی اس کی آنکھیں گڑھی ہوئی تھیں۔ "ناشز الجبهة" یعنی اس کی پیشانی ابھری ہوئی تھی۔ "کث اللحیة" یعنی اس کی گھنی ڈاڑھی تھی۔ "مشمر الازار" یعنی اس کا ازار بند نصف ساق تک اوپر تھا۔ "اتق الله" یہ سخت بے ادبی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خوف خدا رکھنے والا کون ہوسکتا ہے۔ "انقب" یہ نقب سے ہے، کریدنے اور سوراخ کرنے کے معنی میں ہے۔ مراد یہ کہ دلوں کے اندر کی حالت کو ٹٹولنے کا میں پابند نہیں ہوں، نہ باطن کے احوال کا میں پابند ہوں، میں صرف ظاہری احوال پر حکم نافذ کرنے کا پابند ہوں۔ "مقف" یعنی جب وہ شخص مڑ کر جانے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے لگے اور پھر فرمایا کہ اس کی نسل سے لوگ آئیں گے۔ "یمرق" مروق کسی چیز کے نکل جانے کو کہتے ہیں، یہاں تیر کا شکار سے آر پار نکلنا مراد ہے۔ "الرمية" یہ "مرمية" کے معنی میں ہے، نشانہ کو کہتے ہیں۔ یہاں شکار مراد ہے۔ "لینا رطباً" یعنی تازہ تازہ آسانی سے نرم نرم قرآن پڑھیں گے، خوب حافظ اور ماہر ہوں گے، لیکن ایمان سے خالی ہوں گے۔ یہ لفظ اگلی روایت میں ہے۔

۲۴۵۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلاَثَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ وَقَالَ نَاتِءُ الْجَبْهَةِ وَلَمْ يَقُلْ نَاشِزُ. وَزَادَ فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ: لاَ. قَالَ ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَامَ إِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللَّهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ: لاَ. فَقَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِءِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ لَيِّنًا رَطْبًا. وَقَالَ قَالَ عُمَارَةُ حَسِبْتُهُ قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.

حضرت عمارہ بن قعقاع نے بھی یہ اسی سند کے ساتھ ذکر کی ہے لیکن علقمہ بن علاثہ کہا ہے اور عامر بن طفیل ذکر نہیں کیا اور ناتی الجبهة کہا ناشز الجبهة نہیں کہا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! اور فرمایا عنقریب اس آدمی کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو کتاب اللہ عمدہ اور آسانی کے ساتھ تلاوت کرے گی۔ حضرت عمارہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ان کو پالوں تو قوم ثمود کی طرح انہیں قتل کروں۔

۲۴۵۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ زَيْدُ الْخَيْرِ وَالأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ وَعُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلاَثَةَ أَوْ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ. وَقَالَ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ.

كَرِوَايَةِ عَبْدِ الْوَاحِدِ .وَقَالَ إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ وَلَمْ يَذْكُرْ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.

حضرت عمار بن قعقاعؒ سے اس سند سے یہ روایت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں (زید الخیر اقرع بن حابس، عیینہ بن حصین، علقمہ بن ثلاثہ یا عامر بن طفیل) کے درمیان مال تقسیم کیا۔ اور عبدالواحد کی روایت کی طرح ناشز الجبهة کہا اور فرمایا کہ اس کی نسل سے عنقریب ایک قوم نکلے گی اور اس میں آخری جملہ اگر میں ان کو پالوں تو قوم ثمود کی طرح انہیں قتل کردوں مذکور نہیں ہے۔

۲۴۵۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهَا قَالَ لَا أَدْرِي مَنِ الْحَرُورِيَّةُ وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ- وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا- قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ فَيَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ .لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ- أَوْ حَنَاجِرَهُمْ- يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ.

حضرت ابوسلمہؒ اور عطاء بن ابی یسار سے روایت ہے کہ وہ دونوں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے حروریہ (خوارج) کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تذکرہ سنا ہے؟ فرمایا کہ میں نہیں جانتا حروریہ کیا ہے؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا سنا ہے کہ اس امت میں ایک قوم ہوگی۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے نکلے گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے (اتنے خشوع وخضوع سے نمازیں پڑھیں گے) وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے خارج ہوجائیں گے جس طرح تیر شکار سے خارج ہوجاتا ہے (شکار کے جسم سے بعض اوقات تیر آر پار ہوجاتا ہے تو شکاری تیر کو دیکھتا ہے اچھی طرح سے کہ کہیں اس میں خون تو نہیں لگا) شکاری دیکھتا ہے کہ تیر کو اس کی لکڑی کو، اس کے پھل اور پر کو اور اس کے نوکیلے اوپری حصہ کو کیا اس میں کچھ خون لگا ہے (اسی طرح یہ دین میں داخل ہوکر دین سے خارج ہوجائیں گے اوران کے اوپر بھی دین کا کوئی اثر نہیں آئے گا) اس سے مراد خوارج ہیں جو ابتداء میں اسلام کے اکثر عقائد میں تشدد اور سختی کے قائل تھے اور بالاتفاق فاسق وفاجر تھے البتہ ان کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ مقام حرور کے رہنے والے تھے اسی لئے ان کو حروری بھی کہا جاتا ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔)

تشریح:

"الحرورية" ای الطائفة الحرورية یعنی حروریہ سے مراد حروری جماعت ہے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ حضرت

علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ صفین میں ایک موقع پر صلح کی غرض سے تحکیم کا واقعہ پیش آ گیا، یعنی صلح کیلئے حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو حکم مقرر کیا اور حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مقرر کیا۔ صلح کے بجائے معاملہ اور بگڑ گیا تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ الگ ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت علیؓ نے انسان کو حکم مقرر کر کے قرآن کی آیت ﴿ان الحکم الا للہ﴾ کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا یہ کافر ہو گئے ہیں (معاذ اللہ) چنانچہ یہ لوگ حروراء گاؤں میں بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ کے خلاف جنگ لڑنے لگے۔ حضرت علیؓ نے جنگ نہروان میں ان کے چھ ہزار آدمیوں کو مار ڈالا تھا۔ ان لوگوں کو حروریہ بھی کہتے ہیں اور ان کو مارقہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ دین سے نکل گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "یمرقون" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ ان لوگوں کو خوارج بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ جماعت حقہ سے نکل گئے تھے یا حضرت علیؓ کے خلاف خروج کر کے بغاوت کی تھی۔

"ولم یقل منها" اس سے ایک دقیق نکتہ کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ خوارج کو اگر "منها" سے ذکر کر دیتے تو یہ لوگ اس امت میں شامل رہتے، جب "فیها" سے ان کو ذکر کیا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اس امت کا حصہ نہیں ہیں، البتہ اس امت میں اس طرح غلط لوگ پیدا ہوں گے۔ خوارج کے کفر میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک کافر نہیں ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں۔ پہلے تفصیل گزر چکی ہے۔ "الی نصله" تیر کی دھار اور لوہے کو کہتے ہیں۔ "الی اصافه" تیر کی دھار اور لکڑی کے پیوند کو اصاف کہتے ہیں۔ "والرصاف بالکسر مدخل النصل" "یتماری" یعنی تیر پھینکنے والے کو شک ہوگا۔ "الفوقة" تیر کو جب مارنے کیلئے کمان کی تانت پر چڑھایا جاتا ہے تو اس جگہ کو "فوق" کہتے ہیں، جس کو اردو میں سوفار کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تیر خون وغیرہ کی کسی آلائش سے اس طرح صاف ہوگا کہ تیر مارنے والے کو شک ہوگا کہ کیا میں نے تیر کو سوفار پر چڑھا کر مارا بھی ہے یا نہیں؟

٢٤٥٤ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ (ح) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيُّ قَالاَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالضَّحَّاكُ الْهَمْدَانِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْدِلْ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ .فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاَتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلاَ يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلاَ يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلاَ

يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ- وَهُوَ الْقِدْحُ- ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شيء سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ .آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ .قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَوُجِدَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَ.

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے۔ بنو تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ آپ کے پاس آیا اور کہا رسول اللہ! انصاف سے کام لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر کون ہے جو انصاف کرے اگر میں ہی انصاف نہ کروں؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں تو ناکام و نامراد ہو جاؤں۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا: رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے کچھ ساتھی ہوں گے جن کی نماز کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے نرخروں سے نیچے وہ قرآن نہ اترے گا۔ اسلام سے ایسے خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ شکاری اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اس پر خون کا کوئی نشان نہیں دیکھتا۔ پھر اس کی جڑ کو دیکھتا ہے تو وہاں بھی کوئی اثر نہیں دیکھتا پھر اس کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو وہاں بھی کچھ نہیں دیکھتا۔ پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں پاتا، تیر اس شکار اور خون کے درمیان سے نکل گیا (ایسے ہی یہ لوگ اسلام کے اندر داخل ہو کر اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے وہ تیر شکار کے اندر داخل ہو کر بغیر کوئی اثر قبول کئے نکل گیا) ان کی نشانی یہ ہے کہ ایک شخص سیاہ رنگ والا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کا سا ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا ایسے وقت نکلے گا جب لوگوں میں انتشار ہوگا۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس شخص کے ڈھونڈنے کا حکم دیا تو اسے تلاش کیا گیا چنانچہ وہ مل گیا تو اسے لایا گیا میں نے جب اسے دیکھا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق پایا۔

تشریح:

"ذو الخويصرة" یہاں اس بات کی وضاحت ہے کہ ذوالخویصرہ کا تعلق بنو تمیم قبیلہ سے تھا۔ اگلی روایتوں میں اس شخص کی کئی علامات بیان کی گئی ہیں۔ "ینظر" یعنی تیر مارنے والا تیر کو دیکھے گا کہ اس کے ساتھ شکار کے خون وغیرہ کی کوئی آلائش نظر آتی ہے یا نہیں تو وہ کچھ نہیں پائے گا

تو جس طرح یہ تیر شکار سے نکل کر بالکل صاف اور ہر چیز سے خالی ہوگا، اسی طرح یہ خوارج اسلام سے صاف صاف نکلیں گے اور اسلام کی کوئی نشانی ان میں باقی نہیں رہے گی۔ "الی نفیہ" اس کی تفسیر خود حدیث میں ہے کہ تیر کی لکڑی کو کہتے ہیں۔ "الی قذذہ" تیر کے اگلے حصہ میں اس کے ساتھ پر لگے ہوتے ہیں، اسی کو "قذذ" کہتے ہیں۔ "مثل ثدی المرأۃ" ثدی پستان کو کہتے ہیں اور "عضد" بازو کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہوگا، مگر کندھے کے پاس اس کے بازو کا ایک حصہ باقی ہوگا، وہ اس طرح لٹکتا ہوگا جس طرح عورت کا پستان لٹکا رہتا ہے یا گویا گوشت کا ٹکڑا ہے جو کندھے کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ "تدردر" یہ صیغہ اصل میں "تتدادر" ہے، حرکت کرنے کے معنی میں ہے، یعنی اس شخص کے بازو کا یہ حصہ عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح لٹک کر حرکت کرے گا۔

۲۴۵۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ قَوْمًا يَكُونُونَ فِي أُمَّتِهِ يَخْرُجُونَ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ سِيمَاهُمُ التَّحَالُقُ قَالَ: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ- أَوْ مِنْ أَشَرِّ الْخَلْقِ- يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ .قَالَ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَثَلاً أَوْ قَالَ قَوْلاً: الرَّجُلُ يَرْمِي الرَّمِيَّةَ- أَوْ قَالَ الْغَرَضَ- فَيَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلاَ يَرَى بَصِيرَةً وَيَنْظُرُ فِي النَّضِيِّ فَلاَ يَرَى بَصِيرَةً وَيَنْظُرُ فِي الْفُوقِ فَلاَ يَرَى بَصِيرَةً .قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَأَنْتُمْ قَتَلْتُمُوهُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوگی، لوگوں میں انتشار وافتراق کے وقت ظاہر ہوگی اور ان کی خاص علامت یہ ہوگی کہ سر سے گنجے ہوں گے۔ وہ بدترین مخلوق ہوں گے اور انہیں وہ لوگ قتل کریں گے جو دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوں گے (مراد اس سے حضرت علیؓ کی جماعت ہے جنہوں نے خوارج کو قتل کیا) پھر ان کی ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ ایک شخص تیراندازی کرتا ہے شکار پر یا ہدف پر، پھر تیر کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی اثر شکار کا یا ہدف پر لگنے کا نہیں دیکھتا۔ پھر وہ تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی اثر نہیں پاتا۔ پھر تیر کی لکڑی کے دستہ میں دیکھتا ہے تو اس پر بھی کوئی اثر نہیں دیکھتا" (مقصد یہ ہے کہ وہ قوم خوارج کے افراد تیر کی مانند اسلام سے خارج ہو جائیں گے) حضرت ابوسعیدؓ فرماتے تھے کہ اے اہل عراق! تم ہی نے تو خوارج کو (حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر) قتل کیا ہے۔

تشریح:

"فی فرقة من الناس" یعنی لوگوں کے اختلاف کے وقت ایک فرقہ ہوگا، اس اختلاف سے پیدا ہوگا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف مراد ہے۔ قصاص عثمانؓ کے بارے میں دونوں کا اختلاف پیدا ہوگیا تھا، جس میں طویل جنگیں ہوئیں۔ جنگ صفین میں طرفین کے ستر ہزار یا نوے ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ حضرت علیؓ حق پر تھے۔ حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی تھی، اللہ نے معاف کیا ہوگا۔ امام غزالیؒ نے بعض علماء کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں حاضر کئے گئے ہیں، پھر کچھ دیر کے بعد حضرت علیؓ واپس آرہے تھے اور یہ کلمات ارشاد فرما رہے تھے: "حکم لی و رب الکعبة" یعنی رب کعبہ

کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہوگیا۔ پھراس کے بعد حضرت معاویہؓ واپس آرہے تھے اور یہ کلمات ارشاد فرمار ہے تھے:"غفر لی و رب الکعبة" یعنی رب کعبہ کی قسم مجھے میرے رب نے معاف کردیا۔علامہ ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ ابوزرعہ رازی کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں حضرت معاویہؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ابوزعہ نے فرمایا: کیوں بغض رکھتے ہو؟اس نے کہا کہ معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ جنگیں لڑی ہیں۔شیخ ابوزرعہؒ نے فرمایا:"رب معاوية رب رحيم و خصم معاوية خصم كريم فما دخولك بينهما؟" یعنی حضرت معاویہ کا پروردگار مہربان بادشاہ ہے اور حضرت معاویہ کا مقابل دشمن شریف مقابل ہے، پس تم ان دونوں کے درمیان کیوں داخل ہوتے ہو؟ یہ خواب اور واقعات علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم میں علامہ اُبیؒ سے نقل کر کے لکھے ہیں۔

بہرحال اس باب کی کئی احادیث میں حضرت علیؓ کو حق پر قرار دیا گیا ہے اور یہی اہل سنت کا فیصلہ ہے، البتہ حضرت معاویہ کی اجتہادی غلطی تھی، جس پر انشاء اللہ مواخذہ نہیں ہوگا۔آخر صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں۔حدیث میں بھی "اولــــی" کا لفظ ہے تو حضرت علیؓ "اولی بالحق" اور حضرت معاویہؓ "غیر اولی بالحق" ہیں، حق سے باہر نہیں ہیں۔"بصيرة" "ای علامة و اثراً" یعنی تیر پر آلائش کا کوئی نشان نہیں ہوگا۔

٢٤٥٦ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ - وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ - حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.

حضرت ابوسعیدؓ الخدری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں افتراق وانتشار کے وقت ایک گروہ اسلام سے خارج ہوجائے گا اور اسے مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ قتل کرے گا۔

٢٤٥٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَكُونُ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَانِ فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ.

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں دوگروہ ہوجائیں گے ان میں سے ایک گروہ اسلام سے خارج ہوجائے گا اور اسے مسلمانوں میں جو حق سے زیادہ قریب ہوگا وہ قتل کرے گا۔

٢٤٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ فَيَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے

ان میں ایک فرقہ مارقہ نکلے گا اور دو گروہوں میں سے ان کو وہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

۲۴۵۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنِ الضَّحَّاكِ الْمِشْرَقِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ ذَكَرَ فِيهِ قَوْمًا يَخْرُجُونَ عَلَى فُرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ.

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ایسی قوم کا ذکر فرمایا جو اختلاف کے وقت نکلے گی اور ان کو دو گروہوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ گروہ قتل کرے گا۔

تشریح:

اس باب میں چند الفاظ تشریح طلب ہیں۔"**مــــــارقة**" نکلنے کے معنی میں ہے، دین سے نکلنا یا بادشاہ کی اطاعت سے نکلنا مراد ہے۔

"**سيماهم التحالق**" سیماء خاص علامت کو کہتے ہیں۔ تحالق حلق کے معنی میں ہے، سر منڈانے کو کہتے ہیں۔مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ہاں بال رکھنا جائز نہیں ہوگا، حلق ہی کو واجب کہیں گے، اگر ایسا نہ ہوتو صرف سر منڈانا اسلام میں جائز ہے۔

"**فــرقة**" پیش کے ساتھ ہے، افتراق واختلاف مراد ہے۔حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔"**على فرقة مختلفة**" "ای اختلاف یختلف فیه المسلمون"

"**یلی**" یہ ولایت سے ہے، سرپرستی کرنا اور قیادت کرنا۔حضرت علیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ "اقرب الطائفتین" سے بھی حضرت علیؓ مراد ہیں۔

باب التحريض على قتل الخوارج و قصة الحرب

خوارج کے قتل کی ترغیب اور ان سے جنگ کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ - قَالَ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ - حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ . سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت سویدؓ بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا"جب میں تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان

کروں تو میرے لئے آسمان سے گر پڑنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ مجھے اس بات سے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایسی بات کہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہی اور جب میں اپنی اور تمہارے درمیان کی باتیں کروں (آپس کی گفتگو کروں) تو جان رکھو کہ جنگ تو ایک دھوکہ ہے (یعنی جنگ میں دشمن کو زیر کرنے اور زک پہنچانے کیلئے دھوکہ دینا جائز ہے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخیر زمانہ میں ایک قوم کا ظہور ہوگا جن کی عمریں بھی کم اور عقل بھی کم ہوں گی۔ باتیں تو تمام مخلوقات سے بہتر کہیں گے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ جب تمہارا ان سے سامنا ہو جائے تو انہیں قتل کر دو کیونکہ ان کے قتل سے تمہیں اللہ کے یہاں قیامت کے روز اجر ملے گا۔

تشریح:

''اذا حدثتکم'' یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تمہارے سامنے بیان کرنے لگوں تو میں صحیح حدیث بیان کروں گا اور میں آسمان سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں، وہ مجھے اس سے پسند ہے کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث بیان کروں جو آپ نے نہیں کہی ہو، لیکن اگر میں عام بات کروں اور میرے اور آپ کے درمیان بات ہوگی تو اس میں توریہ استعمال کرنے کی گنجائش ہوگی، کیونکہ یہ جنگ سے متعلق باتیں ہیں اور اس طرح باتوں میں توریہ کرنا جائز ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ''الحرب خدعة'' یعنی جنگ تدبیر اور چال کا نام ہے۔

''فی آخر الزمان'' اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے یا اس سے حقیقت میں آخری زمانہ مراد ہے جو آج کل ہمارا زمانہ ہے۔ ''احداث الاسنان'' یہ حدث سے ہے کہ عمر نو جوان مراد ہے، جو تجربہ نہیں رکھتا ہو۔ ''سفهاء الاحلام'' یعنی عقل کے بیوقوف ہوں گے، بات کی تہہ تک نہیں پہنچتے ہوں گے اوپر اوپر سطحی فیصلے کریں گے اور اس میں غلطی کریں گے۔ یہ خوارج کے وہ جوان مراد ہیں جو بن سوچے لوگوں کو مارتے ہیں، خود غلط فتوے صادر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس حدیث کو مجاہدین پر چسپاں کرنا غلط ہے، ہاں اگر کوئی مجاہد غلط ہے تو وہ غلط ہے۔

''من خیر قول البریة'' البرية خلق اور مخلوق کو کہتے ہیں، یعنی مخلوق میں سے سب سے اچھا قول کریں گے۔ شاید اس سے اشارہ ہو اس آیت کی طرف جو خوارج خاص طور پر استعمال کرتے تھے: ﴿ان الحکم الا للہ﴾ یہ ''کلمة الحق أريد بها الباطل'' ہے۔

''فان فی قتلهم أجراً'' یعنی ان خوارج کو قتل کرو، ان کے قتل میں ثواب ہے۔ خوارج کے بارے میں اس طرح فیصلہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ اس بارے میں پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ یہاں علامہ نوویؒ نے قاضی عیاض کا ایک مقالہ نقل کیا ہے۔ اسی کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں خوارج کے ساتھ لڑنے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح باغیوں کے خلاف لڑنے کو بھی واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خوارج اور ان کی مانند اہل بدعت اور وہ باغی خوارج جو امام وقت کے خلاف بغاوت کر چکے ہیں اور عام مسلمانوں کے خلاف ہو چکے ہیں اور

مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر چکے ہیں، علماء کا اتفاق ہے کہ ان کے سمجھانے اور اصلاح کی کوشش کے ناکام ہونے کے بعد ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے، لیکن ان کے زخمیوں کو قتل کرنے یا ان کے بھگوڑوں کا پیچھا کرنا یا ان کے قیدیوں کو قتل کرنا اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز نہیں ہے اور جو اہل بدع خوارج جنگ کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تو ان سے لڑنا جائز نہیں ہے، بلکہ ان کو نصیحت کرنی چاہئے اور توبہ کی ترغیب دینی چاہئے، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ ان اہل بدع کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی ہو، اگر کفر کی حد تک پہنچ گئی ہو تو پھر ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔ رہ گئے وہ باغی لوگ جو کفر کی حد تک نہیں پہنچے ہوں تو وہ مسلمانوں کے حکم میں ہیں۔ لیکن جنگ کی حالت میں ان کا خون رائیگاں ہے اور مال بھی مباح ہے۔

۲٤٦١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ اخیر زمانہ میں کم عمر اور کم عقل قوم کا ظہور ہوگا وہ دین سے خارج ہوں گے اگر ان سے سامنا ہو تو ان کو قتل کر دو الخ) منقول ہے۔

۲٤٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ .وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا: يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

اس سند سے بھی حضرت اعمشؒ سے سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ دین سے اس طرح خارج ہو جاتے ہیں جس طرح تیر نشانہ (شکار، ہدف) سے نکل جاتا ہے۔

۲٤٦٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ - وَاللَّفْظُ لَهُمَا - قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ ذَكَرَ الْخَوَارِجَ فَقَالَ فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْدَجُ الْيَدِ - أَوْ مُودَنُ الْيَدِ أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ - لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَحَدَّثْتُكُمْ بِمَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ - قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ان میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اس کا ایک ہاتھ ناقص یا عورت کے پستان جیسا ہوگا (گوشت کے لوتھڑے کی مانند) اگر تمہارے غرور و بڑائی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو

میں تم سے بیان کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ان کے قتل کرنے والوں کیلئے کیا (اجر وثواب کا) وعدہ فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا آپ نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم!

تشریح:

"ذکر الخوارج" یعنی حضرت علیؓ نے خوارج کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان میں ایک آدمی ہوگا جس کی صفت وکیفیت اس طرح ہوگی۔ "**مخدج الید**" میم پر پیش ہے، خ ساکن ہے، دال پر زبر ہے "ای ناقص الید" یعنی ایک ہاتھ ناقص ونا تمام ہوگا۔ "او مودن الید" یہ "او" شک کے لئے نہیں، بلکہ تنویع کیلئے ہے۔ مختلف الفاظ سے ایک ہی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ میم پر ضمہ ہے، واؤ ساکن ہے، دال پر زبر ہے۔ "ھو ناقص الید" "**او مثدون الید**" میم پر زبر ہے، ث ساکن ہے، دال پر ضمہ ہے۔ "و ھو صغیر الید کثدی المرأة" ان تمام الفاظ کا معنی ایک ہی ہے جو ناقص الید کے معنی میں ہے۔ "تبطروا" خوشی سے جھومنے اور اکڑنے اور کودنے کے معنی میں ہے، تکبر کو بھی کہتے ہیں۔ "ای و رب الکعبة" یعنی جی ہاں رب کعبہ کی قسم۔

٢٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ قَالَ لاَ أُحَدِّثُكُمْ إِلاَّ مَا سَمِعْتُ مِنْهُ .فَذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ حَدِيثِ أَيُّوبَ مَرْفُوعًا.

اس سند سے بھی حضرت علیؓ سے سابقہ حدیث کا مضمون ومفہوم بعینہ منقول ہے۔

٢٤٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَائَتُكُمْ إِلَى قِرَائَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلاَ صَلاَتُكُمْ إِلَى صَلاَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلاَ صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لاَ تُجَاوِزُ صَلاَتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ .لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلاً لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلاَءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللَّهِ إِنِّي لأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلاَءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ .قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلاً حَتَّى قَالَ

مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبِ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ .فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ- قَالَ- وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ .فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ أَخِّرُوهُمْ .فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ- قَالَ- فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ.

حضرت زید بن وہب الجہنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف پیش قدمی کررہا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (لشکر سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: میری امت میں ایک قوم ایسی نکلے گی کہ وہ قرآن ایسا پڑھے گی کہ تمہاری قرأت ان کی قرأت کے مقابلہ میں کچھ نہ ہوگی۔ نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلہ میں کچھ ہوگی نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں کچھ ہوں گے (عبادات میں غایت درجہ کا خشوع وخضوع ہوگا) وہ یہ سمجھتے ہوئے قرآن کی تلاوت کریں گے کہ یہ ان کیلئے باعث نجات ہے لیکن وہ ان کے اوپر باعث وبال ہوگا۔ان کی نمازیں ان کے گلوں سے نیچے نہ اتریں گی۔اسلام سے ایسے خارج ہوجائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔اگر اس لشکر کو معلوم ہوجائے کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اس لشکر کیلئے کیا بشارت مقدر کی گئی ہے تو یہ عمل صالح سے (رک جائیں اور اسی ایک عمل پر) تکیہ کرکے مطمئن ہوجائیں (کہ اب نجات کیلئے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔اورنشانی اس کی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص کے بازو پر ہاتھ نہ ہوگا اور بازو کے اوپری حصہ پر عورت کے پستان کی مانند گھنڈی ہوگی اس پر سفید بال ہوں گے۔تم معاویہؓ اور اہل شام کی طرف تو پیش قدمی کررہے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے یونہی چھوڑے جارہے ہو اپنی اولاد واموال کے درمیان۔خدا کی قسم! مجھے یہی امید (قوی) ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں (جن کا ابھی ذکر کیا گیا) انہوں نے ناحق اور حرام خون بہائے (خونریزی کی) لوگوں کے مال مویشی پر غارت گری کرکے اسے لوٹ لیا۔لہٰذا اللہ کے نام پر ان کی طرف پیش قدمی کرو' سلمہؒ بن کہیل کہتے ہیں کہ مریدؒ بن وہب نے مجھے ایک منزل کا حال بیان کیا اور کہا کہ ہم ایک پل پر سے گزرے تو دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوگیا۔ان دنوں خوارج کا سردار عبداللہ بن وہب الراسبی تھا اس نے اپنی قوم سے کہا کہ نیزے پھینک دو، تلواریں کھینچ لو نیاموں سے، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ لوگ تم پر اسی طرح حملہ نہ کریں جس طرح حرواراء کے دن کیا تھا (اس سے اشارہ ہے حروراء کی جنگ کی طرف جہاں پہلے بھی مسلمانوں اور خوارج کا ٹکراؤ ہوچکا

تھا) چنانچہ وہ پلٹے اور اپنے نیزے نکال دیئے، تلواریں کھینچ لیں اور ادھر مسلمانوں نے ان میں مل کر اپنے نیزوں سے انہیں کاٹ کر رکھ دیا حتی کہ وہ یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے جب کہ لشکر اسلامی میں اس روز صرف دو افراد مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تلاش کرو ان میں ناقص شخص کو، اسے ڈھونڈا گیا تو نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود اٹھ کھڑے ہوئے (اسے تلاش کرنے کیلئے) اور کچھ مقتولین کے پاس آئے جن کی لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں فرمایا۔ ان کو ہٹاؤ (جب ہٹایا گیا) تو اسے زمین پر لگا پایا۔ حضرت علیؓ نے فوراً نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول نے سچ پہنچایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبیدہؒ السلمانی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی قسم! کیا آپ نے یہ حدیث خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ فرمایا ہاں اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی الہ نہیں اور عبیدہ نے تین بار انہیں قسم دی اور تین بار حضرت علیؓ نے قسم کھائی۔

تشریح:

"لا تکلوا عن العمل" یعنی جو لشکر ان خوارج کو ماریں گے، اگر ان کو خوارج کے مارنے کے ثواب کا معلوم ہو جائے تو وہ اس بشارت کو سن کر آئندہ عمل کرنے میں سستی اختیار کریں گے اور کہیں گے کہ اتنا بڑا ثواب جب ہم کو مل گیا تو آئندہ ثواب کمانے کی کیا ضرورت ہے۔

"لہ عضد" یعنی اس طرح آدمی ہوگا کہ اس کا صرف بازو ہوگا، ہاتھ نہیں ہوگا، بازو کے اگلے حصے میں عورت کے پستان کی چوسنی کی طرح گوشت ہوگا، اس پر سفید مکروہ بال ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم معاویہ اور اہل شام کے پیچھے لڑنے کے لئے جاؤ گے اور ان خوارج کو اپنے پیچھے کوفہ میں چھوڑو گے تو یہ خوارج تمہارے بال بچوں کو ماردیں گے اور تمہارے اموال کو چھین لیں گے۔ قسم بخدا میں امید کرتا ہوں کہ یہ لوگ وہی ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خوارج ایسے ایسے ہوں گے، کیونکہ انہی لوگوں نے مسلمانوں کا پاک خون گرایا ہے اور لوگوں کی چراگاہوں پر حملے کر کے لوٹ مار کیا ہے، بس خدا کا نام لے کر چلو اور ان خوارج سے لڑو، اس حدیث میں "عضد" کا لفظ ہے، کندھے سے لے کر کہنی تک جو حصہ ہے، اس کو عضد کہتے ہیں اور کہنی سے لے کر ہاتھ کی انگلیوں تک جو حصہ ہے، اس کو "ذراع" کہتے ہیں۔

"فنزلنی زید منزلا" یعنی سلمہ بن کہیل نے کہا کہ مجھے زید بن وہب نے پورا قصہ بیان کیا اور مجھ سے مرحلہ وار فوج کے جانے کا بیان کیا، یہاں تک کہ اس پل کا ذکر کیا، جس کے پاس جنگ ہوئی اور جہاں حضرت علیؓ نے خطاب عام کیا، اس "قنطرۃ" اور پل کا نام "قنطرۃ الدبرجان" ہے۔ اس کو "جسر الخوارج" بھی کہتے ہیں۔ جنگ نہروان دجلہ کے قریب اسی مقام اور اسی پل کے آس پاس ہوئی تھی۔

صاحب منۃ المنعم نے پورا قصہ اس طرح بیان کیا ہے۔ جنگ صفین کے بعد حضرت علیؓ کوفہ کی طرف لوٹ گئے۔ یہ خوارج بھی لوٹ کر آگئے، مگر کوفہ کے بجائے انہوں نے کوفہ کے قریب مقام حروراء میں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت علیؓ نے ان کو سمجھانے کیلئے حضرت ابن عباسؓ کو بھیجا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کو بہت سمجھایا، لیکن یہ لوگ وہی بات دہراتے رہے کہ ﴿ان الحکم الا للہ﴾ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ واقعہ تحکیم غلط تھا۔ حضرت علیؓ نے مزید مذاکرات بھی کئے، لیکن یہ لوگ سب اکٹھے ہو گئے اور جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔ تب حضرت علیؓ

نے ان کے سامنے تین باتیں رکھیں (۱) تم ہماری مسجدوں میں آؤ، نماز پڑھو، ہم تم کو نہیں روکیں گے۔ (۲) جہاد میں ہمارے ساتھ رہو گے تو تم کو مال غنیمت ملے گا (۳) ہم تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے، جب تک کہ تم جنگ میں پہل نہ کرو۔

خوارج نے کوئی بات نہ سنی اور دجلہ کے قریب نہروان مقام میں جنگ کیلئے اکھٹے ہوگئے۔ حضرت خبابؓ کا بیٹا عبداللہ اپنی بیوی کے ساتھ اس طرف گزر رہے تھے، بیوی حاملہ تھی۔ خوارج نے عبداللہ کو ذبح کیا اور ان کی بیوی کے پیٹ کو پھاڑ کر قتل کر دیا۔ بنو طے کی چند دیگر عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اطلاع کی غرض سے حارث بن مرہ کو بھیجا۔ ان لوگوں نے اس کو بھی قتل کر دیا، پھر حضرت علیؓ نے ان سے مطالبہ کیا کہ ان قاتلین کو ہمارے حوالے کر دو تو خوارج نے کہا کہ ہم سب نے ان کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو حلال سمجھتے ہیں، ان کو بھی قتل کیا اور تم سب کو بھی قتل کریں گے، پھر خوارج نے اعلان کیا کہ علیؓ کے ساتھ کوئی بات نہ کرو۔ زیر بحث حدیث میں حضرت علیؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں نے حرام خون کو گرایا ہے اور اموال کو لوٹا ہے، پھر خوارج "جسر الخوارج" کے پاس مورچہ بند ہو گئے اور جنگ شروع ہوگئی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی فوجوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ صرف دس آدمی بچ گئے، تقریباً چھ ہزار آدمی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ "**فقال لهم**" یعنی خوارج کے قائد عبداللہ بن وہب راسبی نے اپنے لشکر سے کہا کہ نیزے پھینک دو اور تلواریں سونت لو، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ حروراء مقام کی طرح یہ لوگ تم کو جنگ کیلئے بلائیں گے۔ "فوحشوا برماحهم" یعنی خوارج نے نیزوں کو پھینک دیا اور تلواروں سے لڑنے لگے۔ "و شجرهم الناس" یعنی حضرت علیؓ کے لوگوں نے خوارج کو نیزوں سے مارنا شروع کر دیا۔ "و قتل بعضهم علی بعض" یعنی خوارج کے مقتولین کے اوپر نیچے ڈھیر لگ گئے۔ کشتوں کے پشتے بن گئے اور تعجب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے لوگوں میں سے صرف دو آدمی شہید ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے مخدج کو تلاش کیا، لاشوں کے نیچے بد بخت مردار پڑا تھا، حضرت علیؓ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ "**استحلفه ثلاثا**" یعنی اس شخص نے تین مرتبہ حضرت علیؓ سے قسم لے لی اور حضرت علیؓ نے تین مرتبہ قسم کھالی کہ یہ حدیث نبوی ہے، صحیح ہے۔ عبیدہ سلمانی نے حضرت علیؓ سے مجمع کے سامنے اس لئے قسم لی تاکہ عام لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت علیؓ سچے ہیں، یہ حدیث پکی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی آپ کا معجزہ تھا اور تمام واقعات سچے ثابت ہوگئے۔

٢٤٦٦ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالُوا لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ. قَالَ عَلِيٌّ كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ: يَقُولُونَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَجُوزُ هَذَا مِنْهُمْ - وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ - مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللَّهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدَى

يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ .فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ انْظُرُوا .فَنَظَرُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا فَقَالَ ارْجِعُوا فَوَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ وَلاَ كُذِبْتُ .مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ .قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ وَأَنَا حَاضِرُ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ .وَقَوْلِ عَلِيٍّ فِيهِمْ زَادَ يُونُسُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ بُكَيْرٌ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنِ ابْنِ حُنَيْنٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الأَسْوَدَ.

حضرت عبداللہؓ بن ابی رافع جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں خوارج کا ظہور ہوا تو وہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا کہ ''لاحکم الا اللہ'' اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ کلمہ تو صحیح اور حق ہے لیکن اس سے باطل مقصد کا ارادہ کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کا وصف وحلیہ بیان فرمایا تھا اور میں ان کی نشانیاں ان لوگوں میں واضح طور پر محسوس کرتا ہوں۔ یہ لوگ زبانوں سے تو حق بات کہتے ہیں اور وہ حق بات ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ راوی نے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا (عمل قول کے مطابق نہیں ہے) یہ اللہ کی مبغوض ترین مخلوق میں سے ہیں۔ ان میں ایک سیاہ شخص جس کا ایک ہاتھ بکری کے اوپری حصہ کی طرح یا عورت کے پستان کی گھنڈی کی طرح ہوگا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے انہیں قتل کیا تو لوگوں سے کہا کہ اس شخص کو دیکھو، جب اسے دیکھا اور تلاش کیا گیا تو وہ نہ ملا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، جاؤ واپس جاؤ (اور پھر اسے تلاش کرو وہ ضرور ملے گا کیونکہ) میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ بیان کیا گیا ہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جھوٹ نہیں فرمایا لہذا وہ ضرور ہوگا) دو تین مرتبہ انہوں نے یہی کہا۔ چنانچہ (دوبارہ تلاش میں) اسے ایک ویرانہ میں پڑا ہوا پایا۔ لوگ اسے اٹھا کر لائے اور حضرت علیؓ کے روبرو ڈال دیا۔ عبداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے یہ بات کہی اور ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا میں وہاں حاضر تھا (حضرت علیؓ نے ان کے حق میں یہ فرمایا یونس نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کہا ہے کہ مجھے؟ اس نے کہا مجھے ایک شخص نے ابن حنین سے روایت بیان کی کہ اس نے کہا کہ میں نے اس اسود (سیاہ) کو دیکھا۔

تشریح:

''لایجوز هذا منهم'' یعنی زبان سے حق ادا کرتے ہیں، لیکن ان کے حلق سے نیچے جا کر تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ ''و أشار الی حلقه'' یعنی حضرت علیؓ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے نیچے وہ بات نہیں جاتی ہے۔ ''طبی شاة'' طا پر ضمہ ہے اور با ساکن ہے۔ اصل میں کتیا کے پستان پر بولا جاتا ہے، مگر یہاں بکری کے پستان کا ذکر بطور استعارہ کیا گیا ہے۔ ''او حلمة'' یہ پستان کی چوسنی کو کہتے ہیں۔ ''كذبت'' یعنی میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ ''ولا كذبت'' اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ ''خربة'' یعنی ویران علاقے میں دیگر لاشوں کے نیچے اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

باب الخوارج شر الخلق و الخليقة

مخلوق خدا میں خوارج بدترین مخلوق ہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴٦۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي - أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي - قَوْمٌ يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيمَهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ .فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ فَلَقِيتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ أَخَا الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ قُلْتُ مَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي ذَرٍّ كَذَا وَكَذَا فَذَكَرْتُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد میری امت میں ایک قوم ایسی ہوگی کہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور پھر دوبارہ دین میں نہ آئیں گے اور وہ بدترین خلائق ہوں گے۔ ابن الصامتؒ کہتے ہیں کہ پھر میں رافع بن عمرو الغفاری سے جو حکم الغفاری کے بھائی ہیں سے ملا اور کہا کہ وہ کیا حدیث ہے جو میں نے ابوذرؓ سے اس طرح سنی ہے اور یہ حدیث ان سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

تشریح:

''حلاقیهم'' یہ حلقوم کی جمع ہے، گلے کو کہتے ہیں۔ ''هم شر الخلق و الخليقة'' یہاں دو لفظ ہیں، ایک ''الخلق'' ہے دوسرا ''الخليقة'' ہے۔ شارحین لکھتے ہیں کہ یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں، جو مخلوق کے معنی میں ہیں کہ خوارج بدترین مخلوق ہیں۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ ''الخلق'' سے مراد انسان ہیں اور ''الخليقة'' سے مراد حیوان ہیں، یعنی خوارج انسان وحیوان دونوں میں بدترین مخلوق ہیں۔ اگلی روایت میں ''لا یعدو'' کے الفاظ ہیں جو ''لا یجاوز'' کے معنی میں ہے۔ اس میں ''تراقیهم'' کا لفظ بھی ہے، جو ''ترقوة'' کی جمع ہے، ہنسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں، مراد حلقوم ہے۔ اس کے بعد روایت میں ''یخرج منه اقوام'' کے الفاظ ہیں، اس سے اشارہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو اپنی امت میں شمار نہیں کیا ہے تو ''من امتی'' کی جگہ ''منه'' کا لفظ استعمال کیا۔ آگے ایک روایت میں ''یتیه'' کا لفظ ہے۔ یہ ''تاه تتیه'' سے ہے، سرگرداں پھرنے کے معنی میں ہے۔ یعنی ہدایت اور راہ حق سے بھٹکتے پھرتے ہوں گے۔ ''محلقة'' یعنی سر کے بال نہیں رکھیں گے، بلکہ منڈانا ضروری سمجھتے ہوں گے۔

۲۴۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ- وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ: قَوْمٌ يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَعْدُو تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

حضرت سہیلؓ بن حنیف فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ ایک قوم جو قرآن پڑھتے ہوں گے زبان سے اور ان کے نرخروں سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

۲۴۶۹- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ يَخْرُجُ مِنْهُ أَقْوَامٌ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون منقول ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ اس سے قومیں نکلیں گی۔

۲۴۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ- عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَتِيهُ قَوْمٌ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُءُوسُهُمْ.

حضرت سہیلؓ بن حنیف روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک قوم مشرق کی طرف سے نکلے گی وہ سر منڈائے ہوئے ہوں گے (خوارج)

باب تحريم الزكاة على النبى صلى الله عليه و سلم و على آله

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوۃ حرام ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۷۱- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ- وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ- سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كِخْ كِخْ ارْمِ بِهَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار نواسہ رسول حضرت حسنؓ بن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوتھو۔ نکال کر پھینک دو، کیا تجھے علم نہیں کہ ہم (آل رسول) صدقہ نہیں کھاتے۔

تشریح:

''تمر الصدقة'' تمر جمع ہے، اس کا مفرد ''تمرة'' ہے، کھجور کو کہتے ہیں اور ''الصدقة'' سے زکوۃ مراد ہے۔ ''في فيه'' اى فى فمه

بطور تخفیف فم سے میم کو حذف کیا جاتا ہے۔ "کَخْ کَخْ" کاف پر زبر ہے، خ ساکن ہے تو یہ کَخ کَخ ہے۔ کاف پر کسرہ بھی جائز ہے تو یہ کِخْ کِخْ ہے۔ خ پر تنوین کے ساتھ کسرہ بھی جائز ہے تو یہ کَخٍ کَخٍ ہے۔ تنوین کے بغیر صرف کسرہ بھی جائز ہے تو یہ کَخِ کَخِ ہے۔ اس میں تکرار تاکید کیلئے ہے، جب بچہ کوئی نامناسب کام کرتا ہے تو اس کو روکنے کیلئے ان کلمات کے ساتھ ڈانٹا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے "اتر کہ ارم بہ" اردو میں اس کا ترجمہ اس طرح اُہ اُہ اُہ اُہ۔ علامہ داؤدی فرماتے ہیں کہ یہ عجمی فارسی لفظ ہے، جو "بئس" کے معنی میں ہے۔ اس ممانعت سے معلوم ہوا کہ جس نامناسب کام سے بڑوں کو روکا جاتا ہے اور بڑوں کیلئے وہ ناجائز ہے تو چھوٹوں کو بھی اس سے منع کیا جائے گا۔ یہ بڑوں اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے۔

"انا لانأكل صدقة" یعنی کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم اہل بیت اور آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) صدقہ زکوٰۃ نہیں کھاتے ہیں، اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضابطہ اور قاعدہ کو بیان کیا ہے اور آنحضرتؐ کا مبارک کلام اسی طرح قواعد پر ہی مشتمل ہوتا تھا۔

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟

مسند احمد میں یہ روایت اس طرح ہے: "ان الصدقة لا تحل لآل محمد صلى الله عليه و سلم" اب یہاں یہ بحث ہے کہ آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کون لوگ ہیں تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آل محمد بنو ہاشم اور بنو المطلب دونوں ہیں، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آل رسول صرف بنو ہاشم ہیں۔ امام احمدؒ سے اس بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک میں وہ جمہور کے ساتھ ہیں اور دوسری میں شوافع کے ساتھ ہیں۔ بہرحال بنو ہاشم سے مراد آل علی وآل عقیل وآل جعفر اور آل حارث و آل عباس ہیں۔ ابولہب کا خاندان اس سے خارج ہے۔ اگلی روایت میں "انا لا تحل لنا الصدقة" کے الفاظ ہیں۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوٰۃ نہیں لگتی ہے، اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جو اس طرح ہے۔

سادات زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

ہاشمی یعنی سادات اور آل رسول کو صدقات واجبہ دینا بھی جائز نہیں اور ان کو لینا بھی جائز نہیں، زیر بحث حدیث واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح سادات کے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی صدقات لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کے اموال کا میل کچیل ہے اور بنو ہاشم کی بنیاد پاک ہے، کہیں اس سے وہ آلودہ نہ ہو جائیں، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے اور تحفہ قبول کرتے تھے، کیونکہ تحفہ میں اعزاز واکرام مقصود ہوتا ہے، صدقہ میں مصدق لہ کے اکرام واعزاز کا پہلو نہیں ہوتا ہے۔

بہرحال حدیث کا فیصلہ یہی ہے، لیکن بعض فقہاء نے اس زمانے میں سادات کو صدقہ لینے کے جواز کی بات کی ہے، کیونکہ پہلے زمانے میں ان حضرات کیلئے بیت المال سے خمس الخمس مقرر تھا، اب وہ نظام ختم ہو گیا ہے تو کیا سادات پر زکوٰۃ بھی بند کر کے ان کی موت کا سامان مہیا کرنا ہے؟ تاہم اس پر جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، فتویٰ تو ممانعت ہی کا ہے۔ ہاں مسلمانوں کو چاہیے اور حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ ایسا ادارہ قائم کرے کہ جس سے سادات کی خبر گیری ہوتی رہتی ہو۔

بنو ہاشم کون لوگ ہیں؟

پانچ بزرگوں کی اولاد کو ہاشمی کہتے ہیں۔(۱): حضرت علیؓ کی اولاد، خواہ حضرت فاطمہؓ سے ہو یا دوسری بیوی سے۔(۲): حضرت جعفر طیارؓ کی اولاد (۳): حضرت عباسؓ کی اولاد (۴): حضرت عقیلؓ کی اولاد اور (۵): حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد۔

بنو ہاشم کی علو مرتبت کی وجہ سے بعض احکام ان کیلئے ناجائز قرار دیئے گئے اگر چہ امت کیلئے وہ جائز ہوں۔

۲٤۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: أَنَّا لاَ تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے ان الفاظ کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے"

۲٤۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلاَهُمَا عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ: أَنَّا لاَ نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اور جیسا کہ حضرت ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم صدقہ نہیں کھاتے"

۲٤۷٤ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي لأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي ثُمَّ أَرْفَعُهَا لآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "میں اپنے گھر لوٹتا ہوں تو اپنے بستر پر (بعض اوقات) کھجوریں پڑی ہوئی پاتا ہوں تو انہیں کھانے کیلئے اٹھالیتا ہوں پھر اس اندیشہ سے کہ (وہ کھجوریں) کہیں صدقہ کی نہ ہوں یونہی ڈال دیتا ہوں"

۲٤۷۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ إِنِّي لأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي - أَوْ فِي بَيْتِي - فَأَرْفَعُهَا لآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً - أَوْ مِنَ الصَّدَقَةِ - فَأُلْقِيهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کی طرف لوٹتا ہوں تو اپنے بستر پر ایک گری ہوئی کھجور پاتا ہوں یا اپنے گھر میں تو اس کو کھانے کیلئے اٹھاتا ہوں پھر میں ڈرتا ہوں کہ

وہ صدقہ کی نہ ہو تو میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔

٢٤٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھجور پڑی ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر صدقہ کی نہ ہوتی تو اسے کھالیتا۔''

٢٤٧٧ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِتَمْرَةٍ بِالطَّرِيقِ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔

٢٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی تو فرمایا: اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اس کو کھالیتا۔

باب لا يستعمل آل النبی علی الصدقة

آلِ رسول کو صدقہ پر عامل بھی نہیں بنایا جا سکتا

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٤٧٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ اجْتَمَعَ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَا وَاللَّهِ لَوْ بَعَثْنَا هَذَيْنِ الْغُلَامَيْنِ - قَالَا لِي وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ - إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَاهُ فَأَمَّرَهُمَا عَلَى هَذِهِ الصَّدَقَاتِ فَأَدَّيَا مَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَأَصَابَا مِمَّا يُصِيبُ النَّاسُ - قَالَ - فَبَيْنَمَا هُمَا فِي ذَلِكَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِمَا فَذَكَرَا لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَا تَفْعَلَا فَوَاللَّهِ مَا هُوَ بِفَاعِلٍ .فَانْتَحَاهُ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا تَصْنَعُ هَذَا إِلَّا نَفَاسَةً مِنْكَ عَلَيْنَا فَوَاللَّهِ لَقَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا نَفِسْنَاهُ عَلَيْكَ .قَالَ

عَلِيٌّ أَرْسِلُوهُمَا .فَانْطَلَقَا وَاضْطَجَعَ عَلِيٌّ- قَالَ- فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ سَبَقْنَاهُ إِلَى الْحُجْرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهَا حَتَّى جَاءَ فَأَخَذَ بِآذَانِنَا .ثُمَّ قَالَ: أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ ثُمَّ دَخَلَ وَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ- قَالَ- فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَحَدُنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتَ أَبَرُّ النَّاسِ وَأَوْصَلُ النَّاسِ وَقَدْ بَلَغْنَا النِّكَاحَ فَجِئْنَا لِتُؤَمِّرَنَا عَلَى بَعْضِ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ فَنُؤَدِّيَ إِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَنُصِيبَ كَمَا يُصِيبُونَ- قَالَ- فَسَكَتَ طَوِيلاً حَتَّى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ- قَالَ- وَجَعَلَتْ زَيْنَبُ تُلْمِعُ عَلَيْنَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ أَنْ لَا تُكَلِّمَاهُ- قَالَ- ثُمَّ قَالَ:إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لآلِ مُحَمَّدٍ .إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ادْعُوَا لِي مَحْمِيَةَ- وَكَانَ عَلَى الْخُمُسِ- وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .قَالَ فَجَاءَاهُ فَقَالَ لِمَحْمِيَةَ: أَنْكِحْ هَذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ .لِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ فَأَنْكَحَهُ وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ:أَنْكِحْ هَذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ .لِي فَأَنْكَحَنِي وَقَالَ لِمَحْمِيَةَ: أَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا .قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ يُسَمِّهِ لِي.

عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث کہتے ہیں کہ ربیعہ بن الحارث (میرے والد) اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) دونوں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم ان دونوں لڑکوں یعنی مجھے اور فضل بن عباسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں اور یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان صدقات وغیرہ کی تحصیل کا ذمہ دار بنادیں اور یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر ادا کریں جیسے دوسرے لوگ ادا کرتے ہیں اور جس طرح دوسروں کو کچھ مل جاتا ہے انہیں بھی مل جایا کرے۔ دونوں اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ اس اثنا میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب آگئے اور ان کے پاس کھڑے ہوگئے۔ دونوں نے مذکورہ بات ان سے کہہ دی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: تم دونوں یہ مت کرنا، کیونکہ اللہ کی قسم! حضور علیہ السلام ایسا نہ کریں گے۔ ربیعہ بن الحارث نے یہ سن کر حضرت علیؓ پر نکتہ چینی شروع کر دی اور کہا کہ یہ تم ہمارے ساتھ جو ایسا کر رہے ہو تو خدا کی قسم صرف ہم سے حسد کی وجہ سے کر رہے ہو اور تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا جو شرف واعزاز حاصل کیا ہے اس پر ہم نے تو تم سے کچھ حسد نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اچھا ٹھیک ہے دونوں کو بھیج دو چنانچہ دونوں چلے، حضرت علیؓ لیٹ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ہمارے کان پکڑ لئے (بطور شفقت) اور فرمایا: جو تم دونوں دل میں سوچ کر آئے ہو اسے ظاہر کرو، پھر آپ حجرہ میں داخل ہوئے اور ہم بھی داخل ہوئے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین زینب بنت جحش کے گھر میں تھے ہم دونوں ایک دوسرے کو کہتے رہے کہ تم بولو، پھر ہم میں سے ایک نے گفتگو کی اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے زیادہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں ہم دونوں نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بعض صدقات

کی وصولی کا عامل بنادیں جو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکر ادا کردیں جس طرح اور لوگ ادا کرتے ہیں اور جو کچھ (اس خدمت کا معاوضہ) انہیں ملتا ہے ہمیں بھی مل جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کافی دیر خاموش رہے حتی کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم کچھ بولیں لیکن حضرت زینبؓ نے پردہ کے پیچھے سے ہمیں اشارہ کیا کہ اب کچھ بات نہ کرنا۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صدقہ وغیرہ صحیح نہیں کیونکہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔ میرے پاس محمیہ کو جو خمس کے مال کے نگران تھے کو بلالاؤ، اور نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی بلاؤ۔ جب وہ دونوں آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمیہ سے فرمایا: اس لڑکے فضل بن عباسؓ کا اپنی لڑکی سے نکاح کردو۔ چنانچہ انہوں نے اس سے فضل کا نکاح کردیا اور نوافل بن الحارث سے کہا کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس لڑکے (یعنی مجھ سے) کردو، تو انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمیہ سے فرمایا: ان دونوں کا مہر خمس میں سے اتنا اتنا ادا کردو۔ امام زہری کہتے ہیں کہ میرے شیخ نے مہر کی رقم معین نہیں کی۔

تشریح:

"ھذین الغلامین" یعنی اگر ہم ان دونوں جوانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں اور آنحضرتؐ ان کو صدقات پر عامل مقرر کریں اور اس کے نتیجے میں ان کو کچھ معاوضہ مل جائے تو قسم بخدا یہ اچھی صورت ہوگی۔ یہاں "و اللہ" کے ساتھ قسم کھانا یمین لغو کی قبیل سے ہے اور دونوں جوانوں سے مراد حضرت فضل ابن عباسؓ اور حضرت عبدالمطلب ہیں، جن میں ایک تو حضرت عباسؓ کے بیٹے ہیں اور دوسرا ربیعہ بن الحارث کا بیٹا ہے۔ واقعہ بیان کرنے والا عبدالمطلب ہے "قالا لی و للفضل" یہ جملہ معترضہ ہے۔ حضرت عبدالمطلب وضاحت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے "غلامین" سے مجھے اور فضل بن عباس مراد لیا ہے۔ "فکلماہ" یعنی یہ دونوں نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں۔ "فأمرھما" یہ امیر بنانے کے معنی میں ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو صدقات پر امیر مقرر کریں۔ "و اصابا" یعنی یہ دونوں وہ معاوضہ پالیں گے جو دوسرے کارکن پاتے ہیں۔ "**فانتحاہ ربیعة**" "ای عرض لہ و قصدہ" یعنی حضرت علیؓ کے منع کرنے پر حضرت ربیعہ آگے بڑھے اور سامنے آکر حضرت علیؓ سے کہنے لگے۔ "ما تصنع ھذا" یعنی آپ یہ کام نہیں کرتے ہیں، مگر ہمارے ساتھ حسد کی وجہ سے کرتے ہیں، خیر خواہی مقصود نہیں ہے۔ "**نفاسة منک**" "نفس ینفس نفاسة" "سمع" سے حسد کے معنی میں ہے۔ "صھر رسول اللہ" یعنی آپ کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سسرالی اور دامادی کا شرف حاصل ہوگیا ہے، ہم نے اس میں آپ کے ساتھ حسد نہیں کیا، آپ ہم سے زکوٰۃ کے کارکن بننے پر حسد کرتے ہو۔ "ماتصرران" یعنی جس چیز کو تم نے دل میں چھپا رکھا ہے، وہ نکال باہر کردو اور ظاہر کردو "ای ما تجمعانہ فی صدور کما من الکلام" "**فتواکلنا الکلام**" یعنی ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو کلام کا وکیل بنایا اور کلام اس کے سپرد کرلیا۔ "ان نکلمہ" یعنی ہم نے چاہا کہ پھر سے کلام کریں تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیں۔ "تلمع" یہ باب افعال سے ہے۔ "لمع" چمک اور اشارہ کو کہتے ہیں۔ یہاں اشارہ مراد ہے کہ حضرت زینبؓ نے ہاتھ سے یا کپڑے سے اشارہ کیا کہ تم خاموش رہو۔ "اوساخ الناس" یہ "وسخ" سے ہے، میل کچیل کو کہتے ہیں۔

"لی" یعنی میری طرف اشارہ کیا کہ اس لڑکے کو اپنی بیٹی نکاح میں دیدو۔"و لم یسمہ لی"، یعنی ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن نوفل نے مجھے مہر کی مقدار نہیں بتائی۔

۲۴۸۰ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيِّ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالاَ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ ائْتِيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَقَالَ فِيهِ فَأَلْقَى عَلِيٌّ رِدَائَهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ وَقَالَ أَنَا أَبُو حَسَنٍ الْقَرْمُ وَاللَّهِ لاَ أَرِيمُ مَكَانِي حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا ابْنَاكُمَا بِحَوْرِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ قَالَ لَنَا: إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لاَ تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلاَ لآلِ مُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَيْضًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي مَحْمِيَةَ بْنَ جَزْءٍ. وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الأَخْمَاسِ.

عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بتلاتے ہیں کہ ان کے والد ربیعہ بن الحارث اور عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے (مجھ سے) اور فضل بن عباس سے کہا کہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ آگے سابقہ حدیث کی مانند بیان کیا۔ مزید فرمایا۔ کہ حضرت علیؓ نے ساری گفتگو کے بعد اپنی چادر بچھائی اور لیٹ گئے اور کہا کہ میں حسن کا جو سید ہے، باپ ہوں۔ جب تک تمہارے بیٹے تمہارے پاس اس بات کا جواب لے کر نہیں لوٹ جاتے جس کی وجہ سے تم نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے میں اپنے جگہ سے نہیں ہٹوں گا۔ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ زکوٰۃ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی آل اولاد کیلئے جائز نہیں ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس محمیہ بن جزء کو جو بنو اسد کے ایک فرد تھے ان کو بلاؤ۔ حضور نے انہیں خمس کے مال پر نگران اوراس کی وصولی کا عامل مقرر کیا تھا۔

تشریح:

"عبد المطلب" اس روایت میں تصریح ہے کہ بھیجے گئے دو جوانوں کے نام یہ ہیں: عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس۔ "انا ابو حسنِ القرمُ" القرم سردار اور صحیح رائے رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ مرفوع ہے جو ابو حسن کیلئے صفت ہے، یعنی حضرت علیؓ نے چادر اوڑھ لی اور فرمانے لگے کہ میں معاملات کا صحیح ادراک کرنے والا صاحب رائے سردار ہوں۔ اب تم دیکھو کہ کس کی رائے صحیح نکلے گی۔"لا

أريم" یعنی میں تو اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹوں گا اور دیکھوں گا کہ تم کو کیا جواب ملتا ہے۔"بحور" یہ حوار سے ہے۔ اصل میں رجوع کے معنی میں ہے، پھر گفتگو اور سوال و جواب پر بولا گیا، یہاں جواب مراد ہے۔"علی الاخماس" مال غنیمت کے خمس پر ان کو مقرر کیا تھا۔

باب اباحة الهدية للنبی صلی الله علیه و سلم و بنی هاشم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کیلئے ہدیہ لینا مباح ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ السَّبَّاقِ قَالَ إِنَّ جُوَيْرِيَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: هَلْ مِنْ طَعَامٍ .قَالَتْ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عِنْدَنَا طَعَامٌ إِلَّا عَظْمٌ مِنْ شَاةٍ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاتِي مِنَ الصَّدَقَةِ .فَقَالَ: قَرِّبِيهِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

حضرت جویریہؓ زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کے پاس داخل ہوئے اور فرمایا کہ کیا کچھ کھانا موجود ہے؟ فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ کھانا نہیں ہے سوائے بکری کی چند ہڈیوں کے جو میری آزاد کردہ باندی کو صدقہ میں ملی ہیں۔ فرمایا کہ وہی لے آؤ کیونکہ صدقہ تو اپنی جگہ پہنچ گیا ہے (یعنی صدقہ تو باندی کو ہوا تھا اس نے تمہیں دے دیا تو یہ تمہارے لئے ہدیہ ہو گیا جب کہ صدقہ بھی صحیح ہو گیا)

تشریح:

"الاعظم من شاة" یعنی بکری کی ہڈی ہے، جس پر گوشت ہے مگر وہ صدقہ کا گوشت ہے جو میری باندی کو کسی نے صدقہ کیا ہے۔"قربیه" یعنی اس کو میرے قریب کر دو تا کہ میں اس کو کھالوں۔"بلغت محلها" یعنی وہ صدقہ اپنے مقام تک پہنچ گیا، اس کے مستحق نے اس کو قبول کر لیا۔ اب وہ صدقہ نہیں رہا۔ مطلب یہ ہوا کہ صدقہ جب مستحق لیتا ہے اور پھر کسی غیر کو دیتا ہے تو وہ اس غیر کیلئے صدقہ نہیں رہتا ہے، بلکہ اس کیلئے ہدیہ ہو جاتا ہے۔ گویا"تبدل ید" کی وجہ سے اس کا حکم بدل گیا۔ اب صدقہ اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ صدقہ ایک غریب مسکین فقیر کو دیا جاتا ہے اور آخرت کے ثواب، کا ارادہ کیا جاتا ہے اور دنیا میں اس کا بدلہ نہیں دیا جاتا ہے تو یہ صدقہ اس مسکین کی گردن میں ایک احسان رہ جاتا ہے تو دینے والے کی عزت ہوتی ہے، مگر لینے والے کی عزت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے سادات وآل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و عظمت کے پیش نظر صدقہ واجبہ نہیں دیا جاسکتا ہے، نیز زکوٰۃ"اوساخ الناس" میں سے ہے اور سادات کی ہڈی پاک ہے تو ان کو یہ میل کچیل نہیں دیا جاسکتا ہے۔ رہ گیا ہدیہ تو اس میں اس شخص کا اعزاز و اکرام مقصود ہوتا ہے، جس کو دیا جاتا ہے اور دینے والے کو دنیا میں اس کا بدلہ بھی مل سکتا ہے، لہذا اس میں لینے والے کی عزت و عظمت ہوتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ کو قبول کیا

ہے اور صدقہ کو قبول نہیں کیا ہے۔

٢٤٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

اس سند سے بھی حضرت زہریؒ سے سابقہ حدیث کا مضمون منقول ہے۔

٢٤٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَهْدَتْ بَرِيرَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمًا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَيْهَا فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ گوشت جو انہیں صدقہ میں ملا تھا ہدیہ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ان کیلئے (بریرہ کیلئے) تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے (یہیں سے یہ فقہی قاعدہ نکلا کہ تبدیلی ملک سے حکم میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔)

٢٤٨٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ - وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقِيلَ هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ. فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گائے کا کچھ گوشت لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو وہ گوشت ہے جو بریرہؓ کو صدقہ میں دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ان کے واسطے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ۔

٢٤٨٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ قَضِيَّاتٍ كَانَ النَّاسُ يَتَصَدَّقُونَ عَلَيْهَا وَتُهْدِي لَنَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَكُمْ هَدِيَّةٌ فَكُلُوهُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے معاملہ سے تین شرعی فیصلے سامنے آئے (ایک یہ کہ) لوگ انہیں صدقہ دیا کرتے تھے اور وہ ہمیں ہدیہ کر دیا کرتی تھیں میں نے اس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: وہ بریرہ کیلئے تو صدقہ ہے تمہارے لئے ہدیہ ہے، لہٰذا اسے کھاؤ۔

٢٤٨٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بریرہ کیلئے تو صدقہ ہے تمہارے لئے ہدیہ ہے لہذا اسے کھاؤ) حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔

٢٤٨٧ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَهُوَ لَنَا مِنْهَا هَدِيَّةٌ.

حضرت عائشہؓ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ ہمارے لئے اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔

٢٤٨٨ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مِنَ الصَّدَقَةِ فَبَعَثْتُ إِلَى عَائِشَةَ مِنْهَا بِشَيْءٍ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ قَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ .قَالَتْ لَا .إِلَّا أَنَّ نُسَيْبَةَ بَعَثَتْ إِلَيْنَا مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتُمْ بِهَا إِلَيْهَا قَالَ: إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صدقہ کی بکری میرے پاس بھیجی، میں نے حضرت عائشہؓ کو اس میں سے کچھ (گوشت) بھیج دیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو دریافت فرمایا: تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کچھ گوشت جو نسیبہ (ام عطیہ) نے اس بکری کا بھیجا ہے جو آپ نے انہیں بھیجی تھی، حضور علیہ السلام نے فرمایا: صدقہ تو اپنی جگہ پہنچ گیا ہے (اب ہمارے لئے حلال ہے)۔

تشریح:

"ثلاث قضیات" یعنی حضرت بریرہؓ کے بارے میں تین فیصلے اور تین مسئلے تھے، ایک مسئلہ تو یہی تھا کہ ان کے ہاتھ میں جو صدقہ آ گیا، وہ دوسروں کیلئے ہدیہ بن گیا، گویا "تبدل ید" سے "تبدلِ حکم" ہوگیا۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ "الولاء لمن اعتق" کا حکم اس کے متعلق آ گیا تھا۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ جب یہ آزاد ہوگئی تو شوہر مغیث کے پاس رہنے یا نہ رہنے کا اس کو اختیار مل گیا۔ حضرت بریرہؓ انتہائی ہوشیار لونڈی تھیں، پہلے مغیث کے نکاح میں تھیں، پھر نکاح ختم ہو گیا۔

باب قبول النبی صلی اللہ علیہ و سلم الهدية و رده الصدقة

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ قبول کرنے اور صدقہ رد کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۴۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ - يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ - عَنْ مُحَمَّدٍ - وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ أَكَلَ مِنْهَا وَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کھانا لایا جاتا تو اس کے بارے میں دریافت فرماتے، اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو اس میں سے کھا لیتے اور اگر کہا جاتا صدقہ ہے تو تناول نہ فرماتے تھے۔

باب الدعاء لمن أتى بصدقة

صدقہ لانے والے کیلئے دعا کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۴۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى (ح) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرٍو - وَهُوَ ابْنُ مُرَّةَ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ .فَأَتَاهُ أَبِي أَبُو أَوْفَى بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب کوئی قوم یا لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے صدقات وغیرہ لاتے (اور جمع کراتے تو آپ فرماتے: اے اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمایئے، ایک بار میرے والد ابو اوفیٰ (عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا) اپنا صدقہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا: اے اللہ ابی اوفیٰ کے آل اولاد پر اپنی رحمت نازل فرمایئے۔"

تشریح:

"اللهم صل عليهم" یہ اس آیت پر عمل کرنے کے لئے ہوتا تھا جو سورت توبہ میں اس طرح ہے:

﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها و صل عليهم ان صلوتک سکن لهم﴾ (توبہ: ۱۰۳)

"فأتی أبی"، یعنی میرے باپ ابواوفی ایک دفعہ صدقہ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی: "اللهم صل علی آل أبی اوفی" اے اللہ! ابواوفی کے اہل وعیال پر رحمتیں نازل فرما۔

غیر انبیاءؑ پر درود بھیجنا کیسا ہے؟

اس حدیث کے ضمن میں دو مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ صدقہ لا کر دینے والے کو دعا دینا کیسا ہے تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مصدق کیلئے دعا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک یہ دعا واجب ہے۔ علامہ نوویؒ نے مصدق کیلئے دعا کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"آجرك الله فيما أعطيت و جعله لك طهوراً و بارك لك فيما أبقيت"

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آیا انبیائے کرامؑ کے علاوہ استقلال کے ساتھ کسی دوسرے شخص پر درود بھیجنا جائز ہے یا نہیں تو علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ مستقلاً منفرداً غیر انبیاء پر درود کا صیغہ استعمال کرنا جائز ہے اور انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن دیگر علماء نے کہا ہے کہ استقلال کے ساتھ انبیائے کرامؑ کے علاوہ کسی کے لئے درود کا صیغہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ہاں بالتبع اگر ہو تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ ان علماء نے زیر بحث حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے، اگر آپ خود کسی کیلئے درود کا صیغہ استعمال کرتے ہیں تو آپ یہ حق رکھتے ہیں، جس طرح اس حدیث میں ہے، لیکن کسی غیر کیلئے اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ اجمالاً اور بالتبع انبیاء کرام وملائکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ وذریات اور دیگر نیک لوگوں پر درود بھیجنا جائز ہے، لیکن انبیائے کرامؑ کے علاوہ شخصی طور پر کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے، کیونکہ صلوٰۃ وسلام انبیائے کرامؑ کیلئے شعار بن چکا ہے تو کسی غیر کیلئے اس کو شعار بنانا جائز نہیں ہے، جس طرح روافض کرتے ہیں، ہاں اگر شعار نہ بنایا جائے اور کبھی کسی وقت غیر کیلئے یہ صیغہ استعمال کیا جائے، اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ اھ

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں: "قال أصحابنا لا يصلى على غير الانبيآء الا تبعاً لأن الصلوة فى لسان السلف مخصوصة بالانبيآء كما أن قولنا "عز و جل" مخصوص بالله تعالىٰ فكما لا يقال "محمد عز و جل" و ان كان عزيزاً جليلاً و كما لا يقال "ابو بكر صلى الله عليه و سلم" و ان صح المعنى و اختلف اصحابنا فى النهى عن ذلك هل هو نهى تنزيه او محرم او مجرد أدب؟ على ثلاثه أوجه الاصح الاشهر أنه مكروه كراهة تنزيه لأنه شعار لأهل البدع و قد نهينا عن شعارهم و المكروه هو ما ورد فيه نهى مقصود و اتفقوا على انه يجوز ان يجعل غير الآنبياء تبعاً لهم فى ذلك فيقال: اللهم صل على محمد و على آل محمد و أزواجه و ذريته و أتباعه، لأن السلف لم يمنعوه...... اه"

۲۴۹۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: صَلِّ عَلَيْهِمْ.

حضرت شعبہؓ سے بھی اس سند کے ساتھ سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں صل علیهم کے الفاظ نہیں ہیں۔

باب ارضاء الساعی ما لم یطلب حراماً

زکوٰۃ کے کارکن کوراضی رکھنا چاہئے جبکہ ظالم نہ ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲٤۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَبْدُ الْأَعْلَى كُلُّهُمْ عَنْ دَاوُدَ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس صدقہ لینے والا تحصیلدار زکوٰۃ لینے آئے تو تم سے راضی ہو کر جائے'' (مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو حتی الوسع خوش رکھنا ضروری ہے۔ مال زکوٰۃ کے اعتبار سے بھی اور ہر دوسرے اعتبار سے بھی، خواہ کسی معاملہ میں اس کی طرف سے زیادتی بھی ہو تب بھی اسے راضی رکھنا ضروری ہے۔ البتہ اگر مال حرام طلب کرے یا تمہارے اوپر کوئی ظلم کرے تو پھر تمہارے لئے یہ حکم نہیں ہے)

تشریح:

''المصدق'' زکوٰۃ وصول کرنے والا کارکن مراد ہے، اس کی تشریح وتفصیل کتاب الزکوۃ کی ابتدائی حدیثوں میں گزر چکی ہے۔ تعجب ہے کہ امام مسلمؒ نے اس کو بالکل آخر میں کیسے ذکر کیا، جبکہ درمیان میں بہت کچھ موضوعات کو رکھا ہے۔ شاید امام مسلمؒ اس حدیث سے اشارہ فرمارہے ہیں کہ یاد رکھو یہ کتاب الزکوٰۃ ہے اور زکوۃ کی اس کتاب کا خاتمہ زکوٰۃ سے متعلق حدیث پر کیا جارہا ہے۔

''فلیصدر'' یہ ''صادر و صدور'' سے ہے۔ رجوع کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا کارکن ہر لحاظ سے تم سے راضی ہو کر واپس جائے، اس کو ناراض نہ کرو اور اس کو بھی چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والے مسلمانوں سے ان کا عمدہ مال وصول نہ کرے، بلکہ درمیانہ مال زکوٰۃ میں لے لے۔ یہ اسلام کا عادلانہ قانون ہے کہ ایک طرف زکوٰۃ دینے والوں کو ترغیب دی ہے کہ کارکن ناراض نہ ہو، ورنہ تمہارا صدقہ مکمل نہیں ہوگا۔ دوسری طرف زکوٰۃ وصول کرنے والے کارکن کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ لوگوں سے ان کا عمدہ مال یا ریوڑ کا اچھا بکرا یا زیادہ مال وصول نہ کرے، نیز وہ خود لوگوں کے پاس جائے، ان کو مجبور کر کے اپنی طرف نہ بلائے، اس طرح طرفین میں عدل وانصاف قائم ہو جائے گا اور آپس میں محبتیں بڑھیں گی۔

الحمدللہ آج مورخہ سات شوال ۱۴۳۳ھ کو میں یہ مباحث حاجی نور الامین صاحب کے ہاں دبئی میں مدرسہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں اور کل میں افریقہ زامبیا کے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں، انشاء اللہ وہاں کتاب الصوم سے متعلق تشریحات لکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے کافی کوشش کی تھی کہ کتاب الصوم کے مباحث اور تشریحات رمضان المبارک میں حرم شریف میں عمرہ اور اعتکاف کے دوران لکھنا شروع کروں، لیکن زکوٰۃ کے مباحث زیادہ تھے، اس لئے بات رمضان سے شوال تک لمبی ہوگئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ آج ۲۱ شوال ۱۴۳۳ھ اتوار اور پیر کی رات پونے بارہ بجے میں نے ان اوراق پر نظر ثانی امارات ایئر لائن میں دبئی جاتے ہوئے کی، جہاز میں جھٹکے شروع ہوگئے ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ کی ذات سے دعا ہے کہ وہ میری متفرق محنت کو قبول فرمائے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچادے۔

آمین آمین لا أرضى بواحدة　　　حتى أضم اليه ألفين آمينا

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی حال نزیل متحدہ عرب امارات دبئی ۷ شوال ۱۴۳۳ھ

کمپوزنگ: ضیاء الرحمٰن چترالی، فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی